فتاویٰ شرعیہ
جلد 1
قدیم وجدید فقہی مسائل کے حل
کا بہترین مجموعہ
تصنیف:
استاذ العلماء مفتی محمد فضل کریم رضوی حامدی
خلیفہ حجۃ الاسلام حامد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ
شبیر برادرز
اردو بازار لاہور

الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

1

فتاویٰ شرعیہ

باہتمام: ملک شبیر حسین

سن اشاعت جنوری 2013ء/ ربیع الاوّل 1434ھ

سرورق باھو گرافکس لاہور

قیمت 2100 روپے

فہرست

فتاویٰ شرعیہ (جلد اوّل)

نمبر شمار	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
	تقدیم ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد صاحب		31
	یادگار سلف حضرت قاضی فضل کریم حامدی　مولانا غلام رسول بلیاوی، مہتمم مرکزی ادارہ شرعیہ بہار		55
	فتاویٰ شرعیہ: مخطوطہ سے مطبوعہ تک۔　مفتی فیضان الرحمن سبحانی مہتمم الجامعۃ الواجدیہ دربھنگہ بہار		59
	مرکزی ادارہ شرعیہ۔ منزل بمنزل　امین شریعت حضرت علامہ مفتی عبدالواجد صاحب قادری قبلہ		65
	مقامات و اضلاع کے نام۔ جہاں سے استفتوں کا سلسلہ جاری رہا۔		105
	فتاویٰ شرعیہ عکس:　حضرت علامہ مولانا مفتی محمد فضل کریم صاحب حامدی رضوی رحمۃ اللہ علیہ مظفر پوری		107
	کتابُ العقائد (متعلقہ باری تعالیٰ)		113
1	بدمذہبوں سے اختلاط وارتباط میں ''خدا کا خدا ہوں'' کہنا کفر غلیظ ہے۔	1	115
2	مشرکانہ افعال واقوال۔	2	117
3	مشرکانہ فعل پر راضی رہنا۔	3	118
4	''خدا کو گدگدی لگی'' کہنا۔	4	119
	کتابُ العقائد (متعلقہ انبیاء کرام)		120
1	رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر ماننا اور یا رسول اللہ کہنا۔	5	120
2	رسول پاک کی توہین کرنا، بدمذہبوں کی جماعت سے میل جول رکھنا۔	6	122
3	رسول پاک کی توہین کرنے پر قتل ضروری اور اُس کی توبہ قابل قبول نہیں۔	7	124
4	رسول پاک کو اپنے جیسا بشر کہنا، یا نبی سلام علیک کو شرک کہنا۔	8	126
5	کیا حضرت مریم اور حضرت آسیہ نبی آخر الزماں کے نکاح میں ہیں؟	9	127

نمبر شمار	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
	کتابُ العقائد (عقائد متفرقات)		129
1	امارت شرعیہ کے عہدے داران کا عقیدہ۔	10	129
2	اپنے آپ کو ہندو ظاہر کرنا۔	11	130
3	ہندوانہ تیوہار چھٹ وغیرہ کی منت ماننا۔	12	131
4	مسلمانوں کو گمراہ کرنا، ارتداد کے الفاظ کہنا۔	13	132
5	بزرگوں کے وسیلہ سے مرادیں مانگنی، براہ راست کسی بزرگ سے لڑکا مانگنا۔	14	133
6	بدعقیدہ کی امامت۔	15	134
7	کس کی اقتداء حرام ہے اور کون امامت کا حقدار ہے۔	16	138
8	پوجا پاٹ میں مالی تعاون کرنا۔	17	140
9	محفل میلاد پاک اور اس سے متعلق افعال و اقوال حسنہ۔	18	141
10	بدمذہبوں کی امامت۔	19	143
11	فرقہ وہابیہ کی حقیقت اور اس کے تعلق سے کچھ باتیں۔	20	144
12	کالی کی پوجا کرنا۔	21	147
13	میلاد پڑھنا ہمارا بیکار ہے، کہنے والے کی امامت۔	22	147
14	بدمذہبیت و بدعت سیّۂ۔	23	149
15	بدمذہب بھی اپنے آپ کو سنی حنفی کہتے ہیں ان کی پہچان کیسے ہو؟	24	151
16	بدعقیدوں کا اعتکاف کرنا، اعتکاف کی قسمیں۔ علمائے حرمین نے جن پر کفر کا فتویٰ دیا، کیا انہیں مسلمان ہی مانا جائے۔	25	152
17	"میں دین و دنیا کا مالک ہوں" کہنا۔	26	154
18	بریلوی عالم کی پہچان، وہابیوں کے عقائد و پہچان۔	27	154
19	پیر صاحب کو خدا کہنا۔	28	157

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
	کتابُ الطھارۃ (باب العامۃ)		158-159
1	کنویں میں اگر چڑیا گر جائے	29	159
2	وضو میں مسح کیسے کریں؟	30	160
	کتابُ الصلوٰۃ (مسائل عامہ)		161-162
1	آستین اور پاجامہ کی موڑھی کا کپڑا کہاں تک ہو؟	31	162
2	سترہ، نمازی کے سامنے قرآن پاک ہونا، مسبوق بغیر نیت کے جماعت میں شامل نہ ہو	32	163
3	مسجد کو نماز پنجگانہ کے لئے تعمیر کرنا جب کہ دوسری ہو۔	33	164
4	انصراف عن القبلۃ بعد الصلوٰۃ۔	34	165
5	دعاء کے لئے پہلو بدلنا۔	35	167
6	قضاء نمازوں کا فدیہ۔	36	168
7	باپ کے ڈر سے نماز پڑھنا، امام کو محتاط ہونا چاہیے، چیندار گھڑی پہن کر امامت کرنا۔	37	169
8	دعاء میں ہاتھ اٹھانا	38	170
9	عیدین کی نماز عیدگاہ میں افضل اور مسجد میں جائز ہے، عیدگاہ کا وجود کیوں؟ روزہ و عیدین ثبوت رویت پر منحصر ہے۔ میلاد شریف پڑھنے والے متشرع پابند صوم و صلوٰۃ ہوں۔	39	171
10	جس نے نسبندی کرائی ہو وہ صف اول میں کھڑا ہو سکتا ہے یا نہیں؟ فاسق امامت کے لائق نہیں۔ تراویح کا نذرانہ حافظ قرآن کو لینا کیسا ہے؟	40	172
11	جماعت کے وقت اگر صف میں گنجائش نہ ہو تو کیا ایک مقتدی تنہا پیچھے کھڑا ہو سکتا ہے؟	41	173
	کتاب الصلوٰۃ (باب المساجد)		175
1	مفت کا چپس مسجد میں لگانا۔	42	175
2	مسجد کی جگہ کو تبدیل کرنا۔	43	175
3	شیعہ کا چندہ تعمیر مسجد میں لگانا۔	44	176

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
4	مسلمان کا چندہ مسجد کے لئے۔ فصل سے پہلے غلہ کا بھاؤ طے کر لینا درست ہے۔ عام سنیوں کی پہچان۔	45	177
5	وہابی اور شیعہ کا چندہ تعمیر مسجد میں لگانا	46	178
6	جب مسجد کو گورنمنٹ قبضہ کرے اور اس کے آباد ہونے کی کوئی امید نہ ہو۔	47	179
7	ایک مسجد کے ہوتے ہوئے دوسری مسجد کا قیام۔	48	180
8	غیر مصرح وقف زمین کی آمدنی مسجد یا قبرستان میں خرچ کی جاسکتی ہے۔	49	181
9	ضرورت کی وجہ سے ایک آبادی میں دوسری نئی مسجد کی تعمیر۔	50	182
10	مسجد شہید کرنے کے بعد بنام معاوضہ حقیر رقم۔	51	183
11	اگر سود خور مسجد بنوائے۔	52	184
12	مسجد کی تعمیر ومرمت میں سود خور کا پیسہ لگانا۔ مسجد کی دوکان سودی کاروبار کے لئے دینا۔ کسب حرام یا سودی رقم کا چندہ میں لینا۔	53	185
13	مسجد کی تولیت اور انتظام کا حق کس کو ہے؟	54	186
14	قبرستان مسجد کے مصرف میں۔	55	187
15	قدیم مسجد کی حفاظت کی جائے۔	56	188
16	متولی کیسا ہو؟	57	189
17	تعمیر مسجد میں غیر مذہب کا چندہ۔	58	189
18	مسجد کے حجرے میں سگریٹ نوشی۔	59	190
19	مسجد کے لئے مشروط امداد۔ اوقات مکروہ کے وقت تلاوت۔	60	191
20	مسجد کی امامت میں خیانت کرنا۔	61	191
21	بناء مسجد۔	62	193

صفحہ نمبر	استفتاء نمبر	مسائل	شمار نمبر
194	63	مسجد کا متولی کیسا ہونا چاہیے۔	22
194	64	سامان مسجد کی بیع یا نقل۔	23
195	65	عیدگاہ کی زمین پر مدرسہ یا لائبریری کا قیام کب جائز ہے۔	24
196	66	اگر کوئی موانع نہ ہو تو مسجد کے اندرونی حصہ میں جماعت افضل ہے۔ مسجد کا صحن اور دونوں کی درمیان دیوار مسجد ہے۔ مسجد کے کواڑ کو مسجد کے بیرونی دروازہ میں لگانا جائز ہے امام باڑہ اور مسجد کا دروازہ ایک نہ ہو۔	25
198	67	غیر مسلم کو مسجد کی دوکان کرایہ پر دینا۔	26
199	68	مسجد کی توسیع کے لئے اگر درمیان میں قبور مسلمین حائل ہوں۔	27
200	69	شراب کا کاروبار کرنے والوں سے مسجد کیلئے چندہ۔ شراب اور گانجہ کی آمد کا مسجد میں لگانا۔ جب تک کسی مال پر حرام ہونے کا یقین نہ ہو اسے حرام نہیں کیا جاسکتا ہے۔ شرابی و جواری کو جو آمدنی تجارت سے ہوتی ہے وہ حلال ہے اور حلال کمائی مسجد میں لگائی جاسکتی ہے۔	28
202	70	اپنی ضد اور نام آوری کے لئے دوسری مسجد کی تعمیر۔	29
204	71	افتادہ زمین پر مئذنہ کی تعمیر ہوسکتی ہے۔	30
205	72	عیدگاہ میں نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ۔	31
206	73	مساجد میں وعظ و تقریر۔ مقرر کے لئے احکام شرعیہ کا جانکار ہونا ضروری ہے۔ مسجد میں فاتحہ درود خوانی اور ذکر شہادت حسین جائز ہے۔	32
207	74	ایک مسجد کے ہوتے ہوئے دوسری مسجد کی تعمیر کب جائز ہے۔	33
208	75	مسجد کا صحن مسجد ہی کے حکم میں ہے۔	34
209	76	تعمیر مسجد میں سودی روپے لگانا۔	35
210		**کتاب الصلوٰۃ** (باب الامامت)	
210	77	گنڈے دار نماز پڑھنے والے کی امامت، موجودہ امام کی اجازت کے بغیر کسی کو امامت کرنا۔	1

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
2	سود لینے اور دینے والے کے پیچھے نماز پڑھنا۔	78	211
3	امامت کے لئے کیسا آدمی ہونا چاہیے؟	79	212
4	بے داڑھی والے حافظ کی امامت۔	80	214
5	جھوٹ بولنے والے اور وعدہ خلافی کرنے والے کی امامت۔	81	215
6	۱۴/۱۵ رسال کے لڑکے کی امامت۔	82	216
7	امام کیسا ہونا چاہیے۔	83	217
8	مشکوک کے پیچھے نماز پڑھنا۔	84	219
9	ڈاڑھی منڈے کی امامت۔	85	220
10	امام کی توہین اور اس کی سزا۔	86	221
11	اہل حدیث کی اقتداء جائز ہے یا نہیں؟	87	223
12	جھوٹی گواہی دینے والے کی امامت۔	88	224
13	مشکوک کپڑے پہن کر امامت کرنا۔	89	225
14	بغیر ثبوت تام کے بیوی پر الزام زنا لگانے والے کی امامت۔	90	227
15	جھوٹے یا رشوت دہندہ کی امامت۔	91	228
16	حرامی کی امامت کب مکروہ ہوتی ہے؟	92	229
17	لنگڑے یا معذور کی امامت۔	93	230
18	امام پر بے بنیاد الزام لگانے کی سزا۔	94	231
19	مسلم میت کے ہاں کھانے سے احتراز اور غیر مسلم کی میت کے کھانے کو شوق سے کھانے والے کی امامت۔	95	232
20	سینما دیکھنے، ریڈیو سننے والے کی امامت۔	96	233
21	منکر میلاد و قیام کی امامت۔	97	234

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
22	مزنیہ کے شوہر کی امامت۔	98	235
23	احق امامت کون ہے؟ مسجد کے نام پر خیانت۔	99	236
24	خائن عالم کی امامت۔	100	238
25	امامت کے انتخاب کا حق کس کس کو ہے؟	101	239
26	دیوبندی امام کی اقتداء، دیوبند مدرسہ میں پڑھا ہوا مولوی۔	102	240
27	امام جب اپنے گناہ سے تائب ہو جائے تو امامت کر سکتا ہے اگر امامت کی اہلیت رکھتا ہو۔	103	241
28	ایک مشت داڑھی سے کم رکھنے والے کی امامت۔	104	242
29	بدعقیدہ اور مرتکب حرام کی امامت۔	105	243
30	نسبندی کو جائز جاننے والا اور اس کی معاونت کرنے والا امام، چرم قربانی کا پیسہ کھانے والا امام، ننگے سر گھومنے پھرنے والا امام۔	106	245
31	فاسق کی امامت۔	107	247
32	اوصاف امام۔	108	248
33	بدعقیدہ امام، زنا کی تہمت، جمعہ کی امامت کا مسئلہ۔	109	249
34	صلح کلی امام کی اقتداء سے احتراز لازم ہے۔	110	253
35	فاسق معلن کی امامت۔	111	254
36	رسول علیہ السلام کی توہین کرنے والوں کو مسلمان جاننے والوں کی امامت۔	112	255
37	فاسق العقیدہ کی امامت۔	113	256
38	دیوبندیت کی پہچان اور اس کی امامت، قاری محض کی اقتداء میں سنی عالم دین کی نماز۔	114	257
39	امام نے حرامی لڑکی سے نکاح کیا (ناجائز بچی سے شادی کرنا جرم نہیں)۔	115	258
40	امام صاحب جو اپنی بیوی کو برقعہ کے ساتھ سائیکل پر گھماتے ہیں۔	116	259

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
41	جس امام کی لڑکی بدچلن ہو جائے۔	117	260
42	امام کے پیچھے کب نماز نہیں ہوتی ہے، اگر امام مقتدیوں کے لئے بددعا کرے، بیوی کے ساتھ نوکرانی جیسا سلوک۔	118	260
43	ضاد کو ظا پڑھنا۔	119	261
44	امام کو خصوصاً اوصاف ذمیمہ سے پاک رہنا چاہیے۔	120	263
45	فسق و فجور کے بعد بھی امام بنے رہنا۔	121	264
46	امام اگر قسم کے ساتھ دیوبندیت سے برأت کا اظہار کرے۔	122	265
47	امام کے لئے تصحیح مخارج حروف ضروری ہے۔	123	266
48	امام کو عالم بالسنہ ہونا چاہیے۔	124	266
49	امام اگر حکم شریعت بدلنے کی کوشش کرے۔	125	267
50	الزام زنا، قرآن و حدیث کو نہ ماننا، جس کی بیوی بے پردہ بازاروں میں پھرے اس کی امامت۔ مرتد کی نماز جنازہ، دیوث کی امامت عالم کے ہوتے ہوئے جاہل کی امامت	126	269
51	نسبندی ناجائز و گناہ ہے۔	127	270
52	حافظ نابینا کا تیمم سے امامت کرنا۔	128	271
53	مصلحت بین امام کی امامت۔	129	272
54	میلاد خواں امام۔	130	273
55	سود خور امام۔	131	278
56	کسی دیوبندی کی تقریر سننے سے دیوبندیت کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔	132	279
57	اہل حدیث کی اقتداء، چاند گرھن کی نماز با جماعت سنت کے خلاف ہے۔ زوال کا وقت روزانہ آتا ہے۔ زوال کے وقت تلاوت بہتر نہیں۔	133	280
58	ووٹنگ میں غیر مسلم کی حمایت کرنے والا لائق امامت ہے یا نہیں؟	134	282

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
59	ڈاڑھی کی شرعی حیثیت، جوفرض کا تارک حرام خور ہو، اس کی امامت مکروہ تحریمی ہے، جہاں سبھی لوگ نااہل امامت ہوں وہاں جماعت کیسے ہو؟	135	283
60	نسبندی کرالینے والے کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ کچھ لوگوں نے نسبندی کرانے والے کی اقتداء عیدگاہ میں کی اور کچھ لوگوں نے امام مقرر کی اقتداء میں جامع مسجد میں نماز پڑھی۔	136	284
61	جو پابند نماز نہیں وہ لائق امامت نہیں۔ مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنے والا مسلمانوں کا رہنما نہیں ہوسکتا۔ متولی وامام اگر حساب کتاب صاف نہ رکھے تو وہ خائن ہے۔ ذات پات کی بنیاد پر میلاد کی تفریق حرام ہے۔ ذات پات کا نام لیکر قبرستان کو بانٹنا گناہِ عظیم ہے۔ محفل میلاد کو استنجام کہنے والا دشمن خدا اور سول ہے۔	137	285
62	معذور کی امامت۔	138	287
63	داڑھی کی شرعی حیثیت۔ حد شرعی سے کم ڈاڑھی رکھنے والا امام۔	139	289
64	تراویح پڑھانے والے کے لئے بھی امام کی ڈاڑھی کا ایک مشت ہونا ضروری ہے۔ چالیس گز کی دوری سے ڈاڑھی کا نظر آجانا اس کے لئے حد شرع نہیں۔ ناک کان چھدوانا مردوں کو جائز نہیں۔ اگر بچپنے میں کسی نے چھید دیا تو اس سے امام کی امامت میں فرق نہیں پڑے گا۔	140	290
65	نابینا کی امامت۔	141	291
66	فاسق وفاجر کی امام کی اقتداء۔	142	292
67	طلاق دیکر مہر دینے سے انکار کرنے والا لائق امامت نہیں ہے۔	143	293
68	امام کو عالم بالسنہ اور فقہی مسائل کا جاننے والا ہونا چاہیے۔	144	294
69	غیر صالح امامت کو امام بنانا۔	145	295
	کتاب الصلوٰۃ (باب الاذان والاقامۃ والتثویب)		296
1	''حی علی الفلاح'' پر کھڑا ہونا۔	146	296

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
2	مؤذن کے علاوہ کوئی تکبیر کہے۔ نماز جمعہ میں قبل خطبہ جو آذان دی جاتی ہے اس کے بعد دعا مانگنا، نفلی نماز کا وقت اور طریقہ۔	147	297
3	فاسق عالم کی آذان واقامت۔	148	300
4	امام کا خطبہ ثانی کے بعد بیٹھ جانا اور تکبیر میں اٹھنا، جمع بین الاختین۔	149	301
5	خطبہ کی آذان کہاں ہوں، عالم دین کو کٹھ مُلا کہنا، داڑھی کا مذاق اڑانا	150	302
6	بچہ کی آذان۔	151	303
7	مقتدی کو کب کھڑا ہونا چاہیے۔	152	304
8	آذان ثانی کی جگہ اور وقت۔	153	305
9	تثویب نمازوں سے پہلے ہے؟ اس کی تشریحی وتاریخی حیثیت کیا ہے؟	154	308
10	آذان خطبہ کہاں دی جائے؟ آذان خطبۂ اصل میں پہلی آذان ہے۔	155	309
	کتاب الصلوٰۃ (باب مکبر الصوت)		311
1	قرأت سننے کے لئے لاؤڈ اسپیکر کا استعمال۔	156	311
2	آلہ مکبر الصوت کی کیا ضرورت؟	157	312
3	لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا حکم۔	158	314
4	نماز میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال، ریڈیو سے رویت ہلال، گھڑی میں اسٹیل کی چین۔	159	316
5	نماز عید میں لاؤڈ اسپیکر کا استعمال۔	160	319
	کتاب الصلوٰۃ (باب القرأۃ)		320
1	حروف قرآن اس کے مخارج سے ادا کئے جائیں۔	161	320
2	جہری نماز میں قصداً قرأۃ سرّی۔	162	321
3	فاتحہ کے بعد امام نے دو آیت پڑھی پھر بھول گئے۔ تو وہ دوسری سورت یا آیتوں کی طرف منتقل ہوسکتا ہے۔	163	323

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب الصلوٰۃ (باب التراویح والنوافل)		324
1	شب برأت میں حلوہ کھا کر سوجانا۔	164	324
2	تہجد کی نماز با جماعت، رمضان شریف کے علاوہ وتر کی جماعت، مصلی کے آگے سے گزرنا۔	165	325
3	نماز تہجد و اشراق مسجد میں افضل ہے یا گھر میں، اگر کنواں ناپاک ہو جائے، عصر میں نماز ظہر کی نیت۔	166	326
4	شبینہ کا حکم شرعی۔	167	329
5	نماز تراویح میں ایک سے زیادہ ختم قرآن۔	168	331
6	تراویح کی رکعتوں کی تفصیل، آٹھ پڑھ کر بارہ چھوڑنے والا گنہگار ہے۔ ایک رکعت کوئی نماز نہیں ہے۔ نہ وتر نہ غیر وتر۔ صاحب نصاب اپنی طرف سے قربانی نہ کرے۔ تو گنہگار ہوگا خواہ وہ انبیاء و مرسلین علیہم السلام اور بزرگان دین کی طرف سے ہر سال قربانی کرتا ہے۔	169	331
7	شبینہ جائز ہے۔ ۲۰/رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے۔ ایک ختم قرآن پاک کا پڑھنا سننا سنت مؤکدہ ہے۔ ایک دیندار کا امام کی اقتداء سے گریز۔ لاؤڈ اسپیکر پر آذان درست ہے۔	170	333
	کتاب الصلوٰۃ (باب الجمعہ)		335
1	خطبۂ جمعہ کی آذان کہاں ہو، خطبۂ الوداعی میں اشعار اردو میں پڑھے جائیں یا نہیں؟ تکبیر اقامت کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر سنے۔	171	335
2	آذان خطبہ کہاں ہونی چاہیے؟	172	338
3	آذان ثانی کے درمیان دعا۔	173	340
4	آذان ثانی مسجد کے اندر یا باہر۔	174	341
5	صحن میں آذان ثانی دینا کیسا؟	175	342

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
6	خطبہ میں عربی کے علاوہ دوسری زبان کی ملاوٹ۔	176	344
7	نماز جمعہ میدان میں۔	177	345
8	خطبہ سے پہلے مقامی زبان میں تقریر کرنا۔	178	346
9	خطبہ سے پہلے مقامی زبان میں تقریر کرنا۔	179	346
10	خطبہ کے درمیان من مانی تقریر کرنا۔	180	347
11	دیہات میں نماز جمعہ نہیں۔	181	348
12	خطبۂ جمعہ یا خطبۂ عید کے درمیان ترجمہ یا تقریر	182	349
13	امام جمعہ کی اقتداء میں نماز کیوں نہیں؟	183	350
14	نماز جمعہ کے بعد نماز ظہر کی جماعت۔	184	350
15	نماز جمعہ بغیر خطبہ کے نہیں ہوتی ہے۔ جس کا دروازہ شرع نے نہیں کھولا اس کو کھولنے کا اختیار کسی کو نہیں۔	185	352
16	خطبۂ جمعہ کھڑے ہی ہو کر پڑھنا سنت متواترہ ہے۔ کھڑے ہونے کی طاقت نہ ہو تو تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے، پھر بقیہ نماز بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ تارک جماعت کو امام بنانا گناہ ہے۔ بیس رکعات تراویح کے سنت مؤکدہ ہونے پر اجماع صحابہ ہے۔	186	353
17	قدیمی نماز جمعہ کو بڑے گاؤں میں روکا نہ جائے، نماز جمعہ پڑھانے کا کون امام اہل ہے۔ سامان جہیز کی واپسی، امام کو وقت کی پابندی کرنی چاہیے۔ ولی جابر کا کیا ہوا نکاح لڑکی فسخ نہیں کر سکتی، خطبہ جمعہ مکمل عربی اشعار میں پڑھا جائے یا نہیں؟ خطبہ نکاح میں ایک خطبہ یا دو، جو امام صحیح العقیدہ شریعت کا پابند ہو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنی چاہیے۔	187	356
18	گاؤں میں جمعہ قائم کرنا جائز نہیں؟	188	359
19	خطبات رحمانی کی بجائے خطبۂ علمی پڑھنا چاہیے۔	189	360

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب الصلوٰة (باب العیدین)		360
1	نماز عیدین میں اگر سہو ہو جائے تو سجدہ سہو کے ترک کی اجازت ہے	190	360
2	عیدگاہ میں نماز عیدین افضل ہے۔	191	363
3	ضحوۂ کبریٰ میں نماز عید۔	192	364
4	نماز عیدین تکبیرِ اقامت کے ساتھ۔	193	365
5	روزہ رکھ کر عید الفطر کی نماز پڑھانا۔	194	365
6	عیدین یا غیر عیدین میں رویت ہلال کے تعلق سے آلات جدیدہ کی خبریں قابل اعتبار نہیں۔ بدمذہبوں سے میل جول اوران کی اقتدا میں نماز۔	195	366
7	عید کی تکبیرات زوائد اگر سہواً چھوٹ جائے۔ مذی کے نکلنے پر غسل واجب ہے یا نہیں؟ منی، مذی، ودی کی پہچان۔	196	367
	کتاب الجنائز (باب العامہ)		369-370
1	مردہ بچہ کی نماز جنازہ، دومردوں کی ایک قبر میں تدفین، مسجد میں اجرت پر تعلیم، ڈاڑھی ترشوانا۔	197	370
2	نماز جنازہ کی اجازت کون دے گا؟	198	371
3	فاسقہ فاجرہ کی نماز جنازہ۔	199	372
4	نماز جنازہ میں ہاتھ کھول کر سلام پھیرنا۔	200	373
5	مرتکب کبائر کی نماز جنازہ۔ افعال مشرکانہ کے مرتکب کی نماز جنازہ۔	201	374
6	تارک پنجگانہ وعیدین کی نماز جنازہ۔	202	375
7	آذان قبر کا ثبوت اوراس کے فوائد۔	203	375
8	بعد نماز جنازہ قبرستان میں آذان دینا۔	204	377
9	بے آذان کے نماز جنازہ۔	205	378
	کتاب الزکوٰة (باب العامّہ)		379-380
1	قرض میں دیئے گئے مال کی زکوٰۃ۔	206	380

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
2	زکوٰۃ وصدقات کا مصرف۔	207	380
3	نصاب زکوٰۃ۔	208	381
4	زکوٰۃ وفطرہ کی رقم بالعوض نہیں دی جاسکتی۔ چرم قربانی کی آمدنی مدرسہ یا مدرسین پر خرچ کی جاسکتی ہے۔	209	382
5	زکوٰۃ وصدقات وفطرہ وچرم قربانی کا مصرف۔	210	383
6	سونا چاندی کا نصاب۔ نصاب سے زائد جب تک ایک خمس سونا یا چاندی بڑھ نہ جائے اس درمیانی سرمایہ پر زکوٰۃ نہیں، زکوٰۃ کی، سونا چاندی پر موجودہ قیمت کے حساب سے زکوٰۃ ہوگی۔ جس نے برسوں زکوٰۃ نہ دی ہو اسے ہر سال کی زکوٰۃ نکالنی ہوگی۔ زکوٰۃ کے حقداروں میں اگر رشتہ دار ہوں تو انہیں دینا افضل ہے۔	211	384
7	رقوم زکوٰۃ سے مدرسہ کی تعمیر جائز نہیں۔ جمعہ کے دن ظہر کی نماز پڑھیں مگر دیوبندی امام کی اقتدا نہ کریں۔	212	386
8	بھانجی کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔	213	387
9	چرم قربانی کی رقم اور صدقۂ فطر کے مصارف۔	214	388
10	زکوٰۃ وفطرہ کی رقم ہر مدرسہ کو نہیں دی جاسکتی ہے۔	215	389
11	نصاب کی رقم اگر قرض میں مستغرق ہو جائے تو اس کی زکوٰۃ نہیں ہے۔	216	389
12	زکوٰۃ وفطرہ کی رقمیں مدارس اسلامیہ میں کس طرح لگائی جائے۔	217	390
	كتاب الصوم (رویت ہلال)		393-394
1	ماہ رمضان ۲۸ ر دنوں کا ہوا تو؟	218	394
2	چاند کی رویت کا ثبوت ملنے پر روزہ رکھنا یا افطار کرنا۔	219	395
3	تار، ٹیلیفون سے رویت ہلال کا ثبوت نہیں۔ ریڈیو کی اطلاع رویت ہلال میں قابل قبول نہیں۔ بدمذہبوں کے اعلان یا ثبوت پر روزہ یا افطار نہیں۔	220	396

صفحہ نمبر	استفتاء نمبر	مسائل	شمار نمبر
398	221	ثبوت ملے اور افطار کرلیا پھر معلوم ہوا کہ رویت نہیں ہوئی۔	4
399	222	ریڈیو کی خبر پر نماز عید صحیح نہیں۔	5
401	223	چاند کو دیکھنا سنت ہے۔ جنتری کے حساب سے روزہ رکھنا۔ ابر اگر افق مغرب پر ہو تو! رویت ہلال کے شبہات سے بچنے کیلئے حدیث پر عمل کیا جائے۔	6
404	224	ثبوت ہلال ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعہ۔	7
405	225	شریعت کے قانون میں ترمیم چاہیے یہ کلمہ کفر ہے۔ ہلال کے تعلق سے آلات جدیدہ کی خبریں۔	8
406	226	روزہ کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ کا استعمال۔ روزہ میں غسل کے اندر احتیاط۔ اگر پورے شہر والے ریڈیو کی خبر پر عید منائیں تو؟	9
407	227	ثبوت رویت ہلال، نماز میں لاؤڈ اسپیکر۔	10
412	228	رویت ہلال کی گواہی، گھڑی کی چین۔ ایک بیوی سے بیس بچے، طلاق کی اطلاع بیوی کو نہ ہوئی مگر طلاق ہوگئی۔	11
413	229	ثبوت رویت ہلال اخبارات، خط، تار، ٹیلی فون اور ریڈیو کے ذریعہ۔	12
415	230	ملک کے ایک حصہ میں رمضان شریف کا چاند دیکھنا۔	13
416-417		**کتاب الحج** (باب العامّہ)	
417	231	حج کے لئے نیابت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ معذور نے حج بدل کرایا پھر وہ عذر جاتا رہا۔ جس پر حج فرض ہو اس کو حج بدل پر بھیجنا مکروہ تحریمی ہے۔ حج بدل میں نامور کا اہل ہونا شرط ہے۔ مرد کے عوض عورت کو اور عورت کے عوض مرد کو حج بدل کے لئے بھیجنا جائز ہے۔ اجرت پر حج بدل میں بھیجنے سے حج ادا نہ ہوگا۔	1

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
	کتاب النکاح (بابُ العامہ)		419-420
1	مسائل نکاح۔	232	420
2	ناجائز حمل ٹھہر جانے پر نکاح کرنا کیسا ہے؟	233	422
3	اگر قاضی غلطی سے منکوحہ کا نام بدل دے۔	234	423
4	فسخ نکاح کی صورت۔	235	424
5	وہابیوں کے یہاں شادی بیاہ۔	236	425
6	مزنیہ نکاح میں باقی رہتی ہے۔	237	426
7	چھ سال کی دلہن پینتالیس سال کا دولہا۔	238	426
8	چھوٹے بھائی کی بیوی سے نکاح۔	239	428
9	بالغہ کو فسخ نکاح کا حق کب پہنچتا ہے؟ فاسق کی خبر نکاح میں معتبر ہے یا نہیں؟	240	428
10	سوتیلی خالہ سے نکاح۔	241	430
11	پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح۔	242	430
12	تہمت زنا۔	243	431
13	بھاوج کے لڑکے سے بہن کا نکاح۔	244	432
14	چچیرے بھائی سے نکاح جائز ہے۔	245	432
15	حاملہ سے نکاح۔	246	433
16	حاملہ بالزنا سے نکاح۔	247	433
17	نکاح میں ایجاب وقبول کے الفاظ۔	248	434
18	بائیس اولاد کے بعد کیا نکاحِ جدید کی ضرورت ہے۔	249	436
19	بالغہ سے نکاح کی اجازت، سن ایاس کو نہیں پہنچی مگر حیض نہیں آتا ہے تو اس کی عدت کس طرح پوری ہوگی؟ چند دولہوں کا عقد باندھنے کے لئے ایک خطبہ کافی ہے۔	250	437

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
20	سمدھی سمدھن میں نکاح۔	251	438
21	پانچ سال کی عدت۔	252	439
22	نکاح بالشرائط۔	253	440
23	الزام زنا سے نکاح میں فرق نہیں پڑتا۔	254	442
24	زانیہ سے نکاح۔	255	443
25	حاملہ بالزنا کا بچہ زانی کا ہے اور اس کا نفقہ زانی پر ہے۔	256	444
26	۵۵ رسالہ نسبندی کرانے والے نے ۲۲ رسالہ لڑکی سے نکاح کیا۔ چرم قربانی کو مدرسہ و مسجد میں لگانے کی صورت۔	257	445
27	حلالہ کب صحیح ہوتا ہے۔	258	446
28	بغیر نکاح کے غیر مسلم کے بطن سے جو بچے پیدا ہوئے وہ سب حرامی ہیں۔	259	447
29	شوہر اگر پاگل ہو جائے تو بیوی اپنا دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔	260	448
30	خلیرے چچا سے نکاح۔	261	449
31	خیار نفس بعدہ حسب منشاء نکاح ثانی۔	262	449
32	حاملہ مطلقہ کا نکاح وضع حمل کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔	263	450
33	ناکح کے ایجاب و قبول کے الفاظ کو سننا ضروری ہے۔	264	451
34	دو طلاق رجعی کی عدت گزرنے پر نکاح۔	265	452
35	دو طلاق رجعی کی عدت گزرنے پر نکاح جدید۔	266	452
36	طلاق رجعی کو دس سال گزر گئے اب طالق مطلقہ کو لوٹانا چاہتا ہے۔	267	453
37	دولہا نے نکاح کے وقت جس نام کی دلہن کو قبول کیا وہی اس کی بیوی ہے۔	268	454
38	نابالغہ کو خیار فسخ کب حاصل ہے۔	269	456
39	زبردستی نکاح۔ پھر مہر کا مطالبہ۔ جب بیوی نے مہر معاف کر دیا تو خسر کو مطالبہ کا حق نہیں رہا۔	270	457

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
40	صرف لڑکیوں کی پیدائش پر شوہر کا دوسرا نکاح کرنا۔	271	459
41	شوہر کے حکم کے خلاف بیوی میکہ میں رہ کر نفقہ حاصل نہیں کر سکتی ہے۔	272	460
42	خطبہ نکاح کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر و افضل ہے۔	273	461
43	حلالہ صحیحہ کے بغیر زوج اول سے نکاح باطل ہے۔	274	462
44	دولہا دولہن کے ناموں میں غلطی۔	275	464
	کتاب النکاح (باب المحرمات)		465
1	نکاح حبلی۔	276	465
2	عدوت کے درمیان نکاح۔	277	466
3	نکاح منکوحہ۔	278	467
4	سالی سے نکاح۔	279	468
5	منکوحہ سے نکاح۔	280	468
6	دو بہنوں کو جمع کرنا۔	281	470
7	حبلی سے نکاح۔	282	471
8	نکاح حاملہ۔	283	472
9	نکاح اندرون عدت۔	284	473
10	حاملہ عورت سے نکاح۔	285	475
11	نکاح اندورن عدت۔	286	476
12	جمع بین الاختین۔	287	477
13	غیر مطلقہ سے نکاح۔	288	478
14	جمع بین الاختین۔	289	479
15	حاملہ سے نکاح۔	290	480

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
16	ایک بہن عدت میں ہوتو دوسری سے نکاح درست نہیں۔	291	480
17	بڑی بہن کے نکاح میں ہوتے ہوئے چھوٹی بہن سے نکاح۔	292	481
18	بغیر طلاق دیئے ہوئے چھوٹی بہن سے نکاح۔	293	482
19	غیر مطلقہ منکوحہ غیر کا نکاح۔	294	482
20	منکوحہ کا نکاح غیر سے۔	295	484
21	غالی بدمذہبوں سے نکاح باطل ہے۔	296	485
22	منکوحہ کا بغیر طلاق کے نکاح کرنا۔	297	487
23	نکاح غیر مطلقہ۔	298	489
24	دو بہنوں کا نکاح میں اکٹھا کرنا حرام ہے۔	299	490
25	منکوحہ کا نکاح۔	300	491
26	زوجین کے اندر اختلاف عقیدہ۔	301	491
27	نکاح حاملہ۔	302	492
28	شوہر کے چھوٹے بھائی سے نکاح۔	303	494
29	منکوحہ سے نکاح کرنا۔	304	495
30	بیوی کی بیٹی سے نکاح کرنا۔	305	495
31	غیر مطلقہ کا نکاح۔	306	497
32	غیر مطلقہ سے نکاح کر لینا۔	307	498
33	منکوحہ کی دوسری شادی حرام ہے۔ دوران عدت دوسرا نکاح نہیں ہوسکتا۔ مردہ کو شمالاً وجنوباً کیوں سلایا جاتا ہے۔	308	499
34	جمع بین الاختین۔	309	500
35	سالے کی لڑکی سے نکاح۔	310	501

شمارنمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
36	غیر مطلقہ کو گھر سے نکال کے لے جانا اور مثل منکوحہ رکھنا۔	311	502
37	شوہر سال دو سال سے غائب ہے تو بیوی کو دوسرا نکاح کر لینا حرام ہے۔	312	502
38	بہن کی بیٹی سے نکاح۔	313	503
39	نکاح التحلیل برائے حلالہ۔	314	504
40	حاملہ مطلقہ کا نکاح حالت حمل میں کسی اور سے نہیں ہوسکتا۔	315	505
41	اگر سنیہ کا نکاح دیوبندی سے ہوجائے؟	316	506
42	سالی سے نکاح کرنے کے بعد بیوی سے قربت حرام ہوگئی جب تک متارکہ نہ کرے اور متارکہ کی عدت نہ گذر جائے بیوی حلال نہ ہوگی۔	317	506
	کتاب النکاح (باب المصاہرۃ)		508
1	سسر نے بہو سے زنا کیا۔ لیکن بہو کے پاس کوئی گواہ نہیں ہے۔	318	508
2	حرمت مصاہرت کب متحقق ہوتی ہے؟	319	509
	کتاب النکاح (باب الکفو والولی)		510
1	ماں باپ اور خاندان والے کا پتہ نہیں تو نابالغ کا ولی کون؟	320	510
2	نکاح بے ولی اقرب۔	321	510
3	باپ کے ہوتے ہوئے دادا ولی نہیں ہوسکتا۔	322	511
4	بالغہ کا نکاح زبردستی کر دینا۔	323	513
5	اگر بالغہ کا نکاح جبراً کرایا۔	324	514
6	بالغہ کا نکاح نانا نے جبراً کرادیا۔	325	515
7	بالغین کی صحت نکاح کے لئے ان کے اولیاء کی رضا ضروری نہیں۔	326	516
8	صغیرہ کا نکاح بے ولایت۔	327	517
9	بے ولی اگر نابالغ کا نکاح کرے۔	328	518

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
10	ولایت نکاح کس کو حاصل ہے؟ نکاح کے لئے کیا ضروری ہے؟	329	519
11	نکاح میں کفو کی کیا حیثیت ہے؟	330	520
12	نکاح کا ولی کون کون ہو سکتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی داڑھی رکھنے والوں کی امامت۔	331	522
13	نکاح غیر کفو۔	332	523
14	بھائی کے ہوتے ہوئے چچا یا ماموں ولی نہیں ہو سکتے۔	333	524
	كتاب النكاح (باب المہر)		525
1	منکوحہ کا مہر۔ دینار کا کتنا روپیہ ہوتا ہے۔	334	525
2	مہر دینا کب واجب ہے؟	335	526
3	بیوی کی غلط روش کے بنا پر مہر دین نہ دینا۔	336	527
4	مہر مؤکد کب ہوتا ہے۔	337	528
5	دینار کیا ہے؟	338	530
6	حج ادا کرنے سے پہلے مہر دینا	339	531
7	بیوی کے مرنے کے بعد مہر دین کیا کرے؟	340	532
8	نکاح فاسد میں مہر واجب نہیں ہوتا۔	341	533
9	مہر کی ادائیگی کے وقت دینار کی جو قیمت ہوگی وہی معتبر۔ مطلق دینار اور سرخ دینار کا فرق۔	342	534
10	اشرفی کا وزن دس ماشہ جب کہ دینار کا وزن ساڑھے چار ماشہ تھا۔ اشرفی و دینار کا وزن طلاق کے وقت کا معتبر ہے۔ مہر میں اشرفی و دینار کا اضافہ کیسا ہے۔	343	534
11	اشرفی۔ دینار، سرخ دینار کا فرق۔	344	535
	كتاب النكاح (باب الجهاز)		537
1	جہیز کا کیا حکم ہے؟ اس کا دینا اور لینا کیسا ہے اور جہیز پر کس کا حق ہوتا ہے؟	345	537
	كتاب الرضاعة (باب العامہ)		539-540
1	مدت رضاعت کتنی ہے۔ مدت کے بعد دودھ پلانا کیسا ہے؟	346	540

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
2	رضاعی بھائی بہن میں شادی۔	347	541
3	حقیقی بھائی کا رضاعی بہن سے نکاح۔	348	542
4	بچہ کے منہ میں صرف پستان ڈال دینے سے رضاعت ثابت نہیں ہوتی۔	349	542
5	رضاعی بہن اپنی بہن کی طرح ہے۔	350	543
6	ماموں کی بیٹی سے نکاح۔	351	544
7	حرمت رضاعت۔	352	544
	کتاب الفسخ (باب العامۃ)		546-547
1	شوہر نہ طلاق دے اور نہ ہی گھر پر رکھے۔	353	547
2	کفالت زوجہ نہ کرنا۔	354	548
3	شوہر اگر ٹی بی کے مرض میں مبتلا ہو جائے۔	355	549
4	فسخ نکاح کب ہوتا ہے؟	356	550
5	فسخ نکاح کی اجازت۔	357	551
6	فسخ نکاح کب ممکن ہے؟	358	552
7	ولی کو فسخ نکاح کا اختیار کب ہوتا ہے؟	359	553
8	دو بیوی ہونا فسخ نکاح کا سبب نہیں۔	360	554
9	مسئلہ نشوز، بدمذہب قاضی کا فسخ نکاح نا قابل اعتبار ہے۔	361	555
10	گاؤں والوں کے اختلاف کی وجہ سے فسخ نکاح ممکن نہیں۔	362	556
11	اگر شوہر بدچلن و بدکردار ہو۔	363	557
12	اگر شوہر بدچلن ہو کر جیل چلا جائے۔	364	558
13	نکاح صغرسنی میں ہوا، شوہر بڑا ہو کر چور نکل جائے۔	365	559
14	ولی جابر کا کیا ہوا نکاح لڑکی فسخ نہیں کر سکتی۔	366	560
15	قاضی شریعت کے فیصلہ کے خلاف اپیل ہو سکتی ہے۔	367	562

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
16	قاضی اگر غلط فیصلہ دے تو اس کی اپیل امین شریعت کے یہاں ہوسکتی ہے۔	368	562
17	طلاق کے عوض روپیہ کا مطالبہ۔	369	564
18	فسخ نکاح کی صورت۔	370	565
19	فسخ نکاح کا طریقہ۔	371	566
20	کن صورتوں میں فسخ نکاح ہوسکتا ہے؟	372	567
21	فسخ نکاح کے بعد اگر شوہر آ جائے	373	570
22	شرابی ہونے کی وجہ سے فسخ نکاح نہیں ہوسکتا	374	571
23	شوہر اگر شراب کا کاروبار کرتا ہو تو بیوی کو فسخ نکاح کا حق نہیں۔ کن صورتوں پر طلاق یا خلع کرائے۔	375	571
24	بوجہ ضرب شدید (مبرج)	376	572
25	دوسری شادی کی وجہ سے فسخ نکاح نہیں ہوسکتا۔	377	573
26	مار پیٹ کی وجہ سے فسخ نکاح۔	378	574
27	اگر شوہر اہانت نبی کرے۔	379	575
	کتاب الفسخ (باب مفقود الخبر)		577
1	شوہر گیارہ برس سے غائب ہو۔	380	577
2	مفقود الخبر زوجہ کا نکاح کب فسخ ہوسکتا ہے؟	381	578
3	شوہر کہیں زیر علاج تھا لیکن سات سال سے اس کا کوئی پتہ نہیں۔	382	580
4	پانچ سال سے شوہر لا پتہ ہے۔	383	581
5	چھ سال سے شوہر لا پتہ ہے۔	384	582
6	نکاح صغر سنی میں ہوا۔ شوہر پندرہ سال سے لا پتہ ہے۔	385	583
7	لاوارث شوہر اپنی بیوی کو دو سال سے چھوڑ کر لا پتہ ہے۔	386	584

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
8	دو سال قبل فرقہ وارانہ فساد میں شوہر لاپتہ ہو گیا۔	387	585
9	سیلاب میں شوہر بہہ گیا ہو۔	388	586
10	شوہر سات سال سے پہلی بیوی کو چھوڑ چکا ہے اور دوسری شادی بھی کر چکا ہے۔	389	587
11	مفقود الخبر کا طریقہ فسخ نکاح۔	390	588
12	مفقود الخبر کا طریقہ فسخ نکاح۔	391	589
13	تقسیم ہندوپاک میں شوہر پاکستان چلا گیا۔	392	590
14	سات سال سے شوہر گھر چھوڑ کر چلا گیا۔	393	591
15	ہندو مسلم فساد ہونے کے تین سال بعد تک شوہر کی کوئی خبر نہیں۔	394	592
16	پانچ سال سے شوہر لاپتہ ہے۔	395	593
17	رخصتی سے پہلے ہی شوہر کا چار سال سے کوئی پتہ نہیں۔	396	593
18	پندرہ سال قبل شوہر پاکستان چلا گیا پھر کوئی سراغ نہیں۔	397	594
19	پندرہ مہینہ سے لڑکا فرار ہو۔	398	595
20	ڈھائی سال سے بیوی کو بغیر نان ونفقہ کے چھوڑ کر کہیں چلا گیا۔	399	596
21	ڈیڑھ سال تک خبر زوج رہی پھر ساڑھے تین سال سے نہیں ہے۔	400	597
22	اندیشہ ہے کہ شوہر رائٹ میں مارا گیا ہو۔	401	598
23	تین سال سے شوہر کی کوئی خبر نہیں۔	402	599
24	نابالغہ کا نکاح ہوا لیکن شوہر لاپتہ ہے۔ اب بالغہ ہو گئی۔	403	600
25	اصحابہ حنفیہ مفقود کا نکاح کیونکر فسخ کرتے ہیں۔	404	601
26	جنگل میں گئے بیس بائیس سال ہوئے لیکن نہیں لوٹا۔	405	602
27	شوہر اگر ایک سال سے مفقود الخبر ہو۔	406	603
28	چار سال سے زوجہ مفقود الخبر ہو۔	407	603

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
29	زوجۂ مفقود الخبر قاضی کی عدالت میں درخواست پیش کرے۔	408	604
30	مفقودۃ الزوج کو فسخ نکاح کی درخواست کب دینی چاہیے۔	409	605
31	زوجۂ مفقودۃ الزوج کو مطالبۂ تطلیق کب حاصل ہوتا ہے؟	410	606
32	فسخ نکاح کی صورت۔	411	606
33	فسخ نکاح کی صورت۔	412	607
	کتاب الفسخ (باب کالمعلقۃ)		608
1	بیوی کو نہ طلاق دیتا ہے اور نہ ہی ٹھیک سے رکھتا ہے۔	413	608
2	بیوی کو کالمعلقۃ بنا دینا۔	414	608
3	بیوی کو کالمعلقۃ بنائے رکھنا۔	415	609
4	تین سال سے کالمعلقۃ بنا کر رکھنا۔	416	610
5	سسرال میں مظالم کثیرہ ہوں۔	417	611
6	شوہر نہ طلاق دیتا ہے اور نہ ہی اپنے گھر لاتا ہے۔	418	612
7	بیوی کو میکہ میں تین سال سے چھوڑے رہنا۔	419	613
8	بیوی کو نہ گھر پر رکھتا ہے اور نہ ہی کھانا کپڑا دیتا ہے۔	420	614
	کتاب الفسخ (باب معدومۃ النفقۃ)		615
1	منکوحہ کو نو سال سے نان ونفقہ نہ دینا۔	421	615
2	بیوی کو پانچ سال سے نان ونفقہ وغیرہ نہ دینا۔	422	616
3	عرصۂ دراز سے کھانا خوراک نہ دینا۔	423	617
4	دو برس سے بیوی کو معدومۃ النفقۃ رکھنا۔	424	618
5	بیوی اگر شوہر اول کو چھوڑ کر دوسرے پرائے مرد کے ساتھ چلی جائے پھر تائب ہو کر شوہر اول کے پاس رہنا چاہتی ہے لیکن وہ اسے نہ رکھتا ہے اور نہ ہی خرچہ دیتا ہے۔	425	619

شمار نمبر	مسائل	استفتاء نمبر	صفحہ نمبر
6	شادی ہوئے چار سال ہوئے اور سسرال نہیں گئی اور نہ اب اس کے شوہر کا پتہ ہے۔	426	620
7	خلع یا فسخ نکاح بسبب عدم نان ونفقہ وعدم ادائے حقوق زوجہ۔	427	621
8	عدم نان ونفقہ اور کالمعلقہ بنائے رکھنا۔	428	622
9	شوہر اتنا غریب ہے کہ اپنی بیوی کے نان ونفقہ کو برداشت نہیں کرسکتا۔	429	622
	کتاب الفسخ (باب العنین)		624
1	فسخ نکاح عنین تب ہوگا جب کہ باوثوق ذرائع سے پتہ چلے۔	430	624
2	فسخ نکاح کے لئے عنین ہونے کا شرعی ثبوت پیش کرنا ہوگا۔	431	625
3	حکیم نے تصدیق کی کہ یہ بالکل نامرد ہے۔	432	625
4	اگر لڑکا واقعی عنین ہے تو لڑکی فسخ نکاح کی درخواست مع شرعی ثبوت عنین قاضی شریعت کے پاس دے۔	433	627
	کتاب الفسخ (باب الجنون)		628
1	پانچ سال کے بعد شوہر کی دماغی حالت گویا خراب ہوگئی اور ہنوز باقی ہے۔	434	628
2	شوہر غالبًا مجنون ہوگیا، یا جن بھوت کا خلل ہے یا دماغ خراب ہوگیا۔ پھر ایک دن وہ غائب ہوگیا اور اب ساڑھے تین برس ہوگئے۔	435	629
3	فسخ نکاح مستقل دیوانگی کی وجہ سے۔	436	630
4	دماغ کی کمزوری وجہ فسخ نکاح نہیں۔	437	631
5	فسخ نکاح بوجہ جنون۔	438	631
6	فسخ نکاح مجنون	439	632

☆☆☆

تقدیم

ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد صاحب

فقہ اسلامی کی تاریخ میں ''کتب فتاویٰ'' کی بڑی اہمیت ہے یہی وجہ ہے کہ فقہ اور اصول فقہ کی کتابوں میں جہاں طبقات فقہا کا تذکرہ ملتا ہے وہیں طبقات کتب کا بھی، جسے کتب اصول ومتون، کتب شروح نوادر اور کتب واقعات وفتاویٰ کا نام دیا گیا ہے، تاریخ فقہ میں اس کی پوری تفصیلی اور تشریحی بحث موجود ہے۔ یہاں فقہ کی عمومی تاریخ سے گریز کرتے ہوئے موضوع کے حوالہ سے افتا اور کتب فتاویٰ بالخصوص بہار میں فقہی خدمات کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے۔

فقہ اور کار افتاء آسان نہیں مشکل اور نازک ترین کام ہے اس کے لئے اصول وقواعد سے آگاہی، اجتہادات فقہاء سے واقفیت، مصادر شرعیہ پہ کامل دسترس، احوال زمانہ سے باخبری ضروری ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی لازم ہے کہ مفتی خشیت وللّٰہیت کا پیکر، اخلاص ودیانت کا خوگر اور ہوا وہوس سے کامل اجتناب رکھنے والا ہو۔ اسی لئے امام مالک علیہ الرحمہ نے فقہ وتصوف کو لازم ملزوم قرار دیتے ہوئے فرمایا: مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ اس روشنی میں اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ایک فقیہ کا علم کے ساتھ عمل سے کتنا گہرا تعلق ہے، اس کی ذمہ داری کتنی اہم ہے اور اسے کتنے احتیاط کے ساتھ اپنے فرض منصبی سے عہدہ برآ ہونا پڑتا ہے۔

امام غزالی نے بھی ''احیاء العلوم'' میں فقیہ کے احوال بیان کرتے ہوئے اسی مفہوم کو واضح کیا ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

> فقیہ وہ ہے جو دنیا سے دل نہ لگائے اور آخرت کی طرف ہمیشہ راغب رہے، دین میں کامل بصیرت رکھتا ہو، طاعات پر مداومت اس کی عادت ہو، کسی حال میں بھی مسلمانوں کی حق تلفی برداشت نہ کرے، مسلمانوں کا اجتماعی مفاد ہر وقت اس کے پیش نظر ہو، مال کی طمع نہ رکھے، آفات نفسانی کی باریکیوں کو پہچانتا ہو، اعمال کو فاسد کرنے والی چیزوں سے بھی باخبر ہو، راہ آخرت کی گھاٹیوں سے واقف ہو، دنیا کو حقیر جاننے کے ساتھ ساتھ اس پر قابو پانے کی قوت بھی اپنے اندر رکھتا ہو، سفر وحضر اور خلوت وجلوت میں ہر وقت دل میں خوف الٰہی کا غلبہ ہو''

امام غزالی کے اس قول سے صاف ظاہر ہے کہ فقہ وتصوف میں گہرا رشتہ ہے اور ایک فقیہ ومفتی کو تصوف سے علاقہ ناگزیر ہے، اگر کوئی فقیہ ومفتی ایسا نہیں ہے تو امام مالک کے قول کے اعتبار سے وہ مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ کے مصداق ہے۔

فقہ کا ایک دوسرا معیار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی کے یہاں ملتا ہے جو جامعیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہے اور واقعی اگر کوئی اس معیار پر کھرا اُترتا ہے تو وہ فقیہہ کہلانے کا مستحق ہے۔ امام احمد رضا فرماتے ہیں:

فقہ یہ نہیں کہ کسی جزیہ سے متعلق کتاب سے عبارت نکال کر اس کا لفظی ترجمہ سمجھ لیا جائے یوں تو ہر عربی بدوی فقیہہ ہوتا کہ اس کی مادری زبان عربی ہے بلکہ فقہ بعد ملاحظہ اصول مقررہ، ضوابط محررہ، وجوہ تکلم، طرق تفاہم وتنقیح مناط ولحاظ انضباط، ومواضع سیر احتیاط، وتجنب تفریط وافراط، فرق روایت ظاہرہ ونادرہ وتمیز درایات غامضہ وظاہرہ، ومنطوق ومفہوم صریح محتمل، وقول بعض وجمہور ومرسل ومعلل، ووزن الفاظ مفتیین، وشر مراتب ناقلین، عرف عام وخاص، وعادات بلاد واشخاص، وحال زمان ومکان، واحوال رعایا وسلطان، وحفظ مصالح دین، ودفع مفاسد مفسدین، علم وجوہ تجریح، واسباب ترجیح، ومناہج توفیق، مدارک تطبیق، ومسالک تخصیص، ومناسک تقیید، ومشارع قیود، وشوارع مقصود، وجمع کلام، نقد مرام وفہم مراد کا نام ہے کہ تطلع تام واطلاع عام ونظر دقیق وفکر عمیق وطول خدمت علم وممارست فن، وتیقظ وافی، وذہن صافی، معتاد تحقیق مقید بتوفیق کا کام ہے"

فقہ کی یہی باریکیاں، نزاکتیں اور تقاضے تھے کہ اسلاف نے اہلیت اور کمال فن رکھنے کے باوجود عموماً اس سے اجتناب برتا۔ بھلا صحابہ سے زیادہ مقاصد شریعت اور مراد شارع جاننے والا کون ہوسکتا ہے مگر اس کے باوصف افتاء کے معاملہ میں صحابہ کا حال یہ تھا کہ وہ اس سے عموماً اجتناب برتتے تھے چنانچہ "اعلام الموقعین" میں قاضی عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ سے منقول ہے: مامنهم رجل يسئل عن شي الاود ان اخاه كفاه (جلد 1 ص 24) یعنی صحابہ سے جب کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو ان میں کا ہر فرد چاہتا کہ ان کا دوسرا کوئی بھائی اس کا جواب دیدے۔ اسی لئے سن ۱۰ ہجری سے ۴۱ ہجری تک صحابہ کرام کی باکمال جماعت میں صرف چند افراد ایسے تھے جنہوں نے اس ذمہ داری کو قبول کرنا گوارہ کیا اور جنہیں ان کاموں کے سبب شہرت دوام حاصل ہوا۔ بشمول خلفائے راشدین جن کے اسماء ہیں:

حضرت عبداللہ ابن مسعود (م ۳۲ھ)

حضرت ابوموسیٰ اشعری (م ۵۲ھ)

حضرت معاذ ابن جبل (م ۱۸ھ)

حضرت ابی ابن کعب (.......)

حضرت زید بن ثابت (...............)

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ (م ۵۷ھ)

مگر اس نزاکت کے باوجود کار افتاء کا باقی رکھنا فرض کفایہ ہے بلکہ کسی مقام پر اگر تنہا کوئی شخص اس کی اہلیت رکھتا ہو دوسرا

کوئی اس کا اہل نہ ہوتو اسے کار افتاء کو انجام دینا فرض عین ہے چنانچہ بحرالرائق میں ہے: فان لم یکن غیرہ تعین علیہ وان کان غیرہ فھو فرض کفایہ. یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں مفتیان کرام کی ایک جماعت اس کام پر مامور رہی اور اسے اپنا فرض منصبی سمجھ کر اسے ادا کرتی رہی۔ ان کے مجموعہ فتاویٰ آج ہمارے درمیان موجود ہیں جنہیں فقہیات کے باب میں درجہ استناد حاصل ہے ان مجموعوں میں خانیہ، خزانۃ المفتین، خلاصہ، ذخیرہ، واقعات ناطفی، واقعات صدر الشہید، جواہر الفتاویٰ، محیطات، بزازیہ، مجمع النوازل، نوازل فقیہ، ولوالجیہ، ظہیریہ، عمدہ، کبریٰ، صغریٰ، تاتارخانیہ، تتمۃ الفتاویٰ، صیرفیہ، فصول عمادی، فصول استروشنی، جامع صغائر، فتاویٰ عالمگیری، الاشباہ والنظائر کی جو اہمیت ہے وہ اہل فقہ وافتاء سے مخفی نہیں ہے۔

ان کتب فتاویٰ کے علاوہ بھی ہر صدی میں مختلف فقہا اور سلاطین کے متعدد فتاویٰ مرتب ہوئے۔ کشف الظنون میں اس کی مکمل صراحت موجود ہے۔ چند کے اسماء دیکھیں:

تیسری صدی ہجری ——— فتاویٰ ابی القاسم، فتاویٰ ابی بکر

چوتھی صدی ہجری ——— فتاویٰ ابی اللیث، فتاویٰ ابن قطان، فتاویٰ ابن الحداد۔

پانچویں صدی ہجری ——— فتاویٰ ابن الصباغ، فتاویٰ اسبیجابی، فتاویٰ خواہر زادہ، فتاویٰ خجندی۔

چھٹی صدی ہجری ——— فتاویٰ تمرتاشی، فتاویٰ حسام الدین، فتاویٰ سراجیہ، فتاویٰ ظہیریہ، فتاویٰ قاضی خاں، کبریٰ، صغریٰ۔

ساتویں صدی ہجری ——— فتاویٰ ابن رزین، فتاویٰ صوفیہ، فتاویٰ ولوالجیہ۔

آٹھویں صدی ہجری ——— فتاویٰ ابن عقیل، فتاویٰ زرکشی، فتاویٰ سبکی۔

نویں صدی ہجری ——— فتاویٰ اشرفیہ رسید شاہ اشرف سمنانی۔

دسویں صدی ہجری ——— فتاویٰ قاری الہدایہ، فتاویٰ حمادیہ، فتاویٰ ابن شلبی، فتاویٰ ابی السعود، فتاویٰ زینیہ۔

بارہویں صدی ہجری ——— الفتاوی الخیریہ، العقود الدریہ [۲]

ہندوستان میں فقہ وافتا کا ارتقاء:

ہندوستان میں اسلام کا ورود حضرت عمر فاروق کے دور میں ہی تجارتی تعلقات کے سبب ہو چکا تھا۔ محمد بن قاسم کے فاتحانہ داخلہ کے سبب یہاں اسلام اور بھی مستحکم ہوا، پھر اس کے بعد مختلف مسلم فرمان رواؤں کا دور آیا جس سے اس ملک میں اسلامی فضا ہموار ہونے کے مواقع پیدا ہوئے اور اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے مذہبی ملی عائلی اور سماجی معاملات کے حل کے لئے عربی، فارسی اور مقامی زبان میں فقہ اسلامی کی ترتیب و تدوین کی ضرورت محسوس کی جانے لگی اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے فقہائے ہند نے فقہ وافتاء اور اصول فقہ وافتاء پر متعدد کتابیں تصنیف کیں، خاص افتاء سے متعلق مختلف زبانوں میں جو مجموعے شائع ہوئے وہ بھی معیار واقدار اور تعداد کے اعتبار سے بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس سلسلہ میں سلاطین سے منسوب مجموعہ

فتاویٰ مثلاً:

(۱) فتاویٰ فیروز شاہی (۲) فتاویٰ ابراہیم شاہی
(۳) فتاویٰ اکبر شاہی (۴) فتاویٰ عادل شاہی
(۵) فتاویٰ تاتارخانی (۶) فتاویٰ عالمگیری

کو بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا جس نے فقہ کی ترویج واشاعت اور مقبولیت میں اہم رول ادا کیا۔ ہندوستان میں فقہ حنفی پر مشتمل جو فتاویٰ شائع ہوئے ان کی ایک جھلک دیکھیں:

فتاویٰ حمادیہ/ابوالفتح مفتی محمد رکن الدین ناگوری۔ فتاویٰ ضیائیہ/قاضی ضیاء الدین بن عوض۔ فتاویٰ برہنہ/شیخ نصیر الدین بنالی۔ فتاویٰ مورانیہ/میرک محمد سندھی بن محمود بن محمد سعید۔ فتاویٰ نقشبندیہ/شیخ معین الدین کشمیری۔ فتاویٰ فقیہہ/میر محمد جون پوری۔ فتاویٰ فقیہہ/ملاغفران رامپوری۔ فتاویٰ عزیزیہ/شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، (م ۱۲۳۹ھ) فتاویٰ شرفیہ/مفتی شرف الدین رام پوری۔ فتاویٰ اختیار/مولانا سلامت اللہ خان بنارسی۔ فتاویٰ فقہیہ [فارسی] مرزا حسن علی لکھنوی۔ فتاویٰ ناصریہ/شیخ محمد غوث مدراسی۔ فتاویٰ فقہیہ/مولانا رحمت اللہ لکھنوی بن نور اللہ۔ فتاویٰ فقہیہ/مولانا رضا علی بنارسی۔ جامع الفتاویٰ/سید عبدالفتاح گلشن آبادی۔ فتاویٰ محمدیہ/شیخ محمد حنفی سندھی بن اسمٰعیل۔ مجموعہ فتاویٰ/مولانا محمد نعیم الدین لکھنوی۔ فتاویٰ ارتضائیہ/قاضی ارتضیٰ علی خاں فاروقی۔ منتخب الفتاویٰ/مولانا عبدالکافی مرشدآبادی۔ فتاویٰ رضویہ/امام احمد رضا محدث بریلوی (م-۱۳۴۰ھ) فتاویٰ افریقہ/امام احمد رضا (مط ۱۹۹۴ء) احکام شریعت/امام احمد رضا (مطبوعہ مختلف ایڈیشن) فتاوی الحرمین/امام احمد رضا (مطبوعہ لاہور، ترکی) فتاویٰ ممبئی/امام احمد رضا (مط ۲۰۰۵) فتاویٰ ارشادیہ/مولانا ارشاد حسین رامپوری (مطبوعہ ۱۹۵۵) فتاویٰ محبوبیہ/مولانا احمد حسین خان، (مطبوعہ ۱۳۱۶ھ)۔ فتاویٰ حامدیہ/حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں (مطبوعہ ۱۴۲۴ھ)۔ فتاویٰ مصطفویہ/مفتی اعظم ہند مولانا مصطفےٰ رضا بریلوی (مطبوعہ ۱۴۲۱ھ) فتاویٰ امجدیہ/صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی (باراول مطبوعہ ۱۳۹۹ھ) فتاویٰ مولانا عبدالحی فرنگی محلی (مطبوعہ) فتاوی قیام الملت والدین/مولانا عبدالباری فرنگی (مطبوعہ) فتاویٰ صدر الافاضل/مفتی سید محمد نعیم الدین مرادآبادی (مطبوعہ ۲۰۰۷) فتاویٰ نعیمیہ/مفتی احمد یار خاں نعیمی، (مطبوعہ) فتاویٰ فقیہ ملت/مفتی جلال الدین امجدی (مطبوعہ) فتاویٰ فیض الرسول/مفتیان مدرسہ فیض الرسول براؤں شریف (م ۱۴۱۱ھ) فتاویٰ نظامیہ/مفتی رکن الدین احمد (م) فتاویٰ واحدی/علامہ عبدالواحد سیستانی (مطبوعہ لاہور ۱۳۴۶ھ) فتاویٰ مسعودی/مولانا مسعود شاہ نقشبندی۔ فتاویٰ صدارت عالیہ (مطبوعہ حیدرآباد دکن) فتاویٰ دامن مصطفےٰ (م) مجموعہ فتاویٰ/علامہ مہر علی شاہ گولڑوی۔ فتاویٰ ملک العلماء/علامہ ظفر الدین بہاری (مطبوعہ) فتاویٰ برکاتیہ/مفتی جلال الدین امجدی (مطبوعہ) مجموعہ فتاویٰ مرکزی دارالافتاء/مرتب مولانا یونس رضا، مولانا نشتر فاروقی (مطبوعہ ۱۴۳۲ھ/۲۰۰۲) فتاویٰ یورپ/مفتی عبدالواجد قادری امین شریعت ادارۂ شرعیہ بہار۔

مکاتب دیوبند واہل حدیث کے فتاویٰ:

امداد الفتاویٰ رمولانا اشرف علی تھانوی (مطبوعہ) فتاویٰ رشیدیہ رمولانا رشید احمد گنگوہی (مطبوعہ) فتاویٰ ثنائیہ رمولانا ثناء اللہ امرتسری (مطبوعہ) فتاویٰ نذیریہ رمولانا نذیر حسین دہلوی۔

ان تمام فقہی مجموعوں میں ''فتاویٰ عالمگیری'' اور ''فتاویٰ رضویہ'' کو جو شہرت، اعتبار، مقبولیت اور درجہ استناد حاصل ہوا وہ فقہی تاریخ میں انفرادی شان کی حامل ہے۔ چنانچہ ممبئی ہائی کورٹ کے جج پروفیسر ڈی ایف ملانے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ:

> ہندوستان میں فقہ حنفی کا بڑا کارنامہ ہے فقہ حنفی میں بہت کچھ لکھا گیا اور بالخصوص دو کتابیں تو بہت ہی بڑی لکھی گئیں ایک ''فتاوی عالمگیری'' اور دوسری ''فتاویٰ رضویہ''

بہار میں فقہ وافتاء کا ارتقاء:

دیگر علوم وفنون مثلاً مذہب، ادب، تصوف، تحقیق، تنقید، تاریخ، شاعری اور سیاست کی طرح فقہ وافتاء کے حوالہ سے بھی بہار کا کردار سب میں نمایاں اور ممتاز ہے۔ یہ وہ مٹی ہے جس میں ہر جوہر پوشیدہ ہے اور ہر دور میں ہر محاذ اور ہر فن کے لئے یہاں کی مٹی نے قابل فخر افراد مہیا کئے ہیں چنانچہ فقہ وافتاء کے تعلق سے بھی بہار نے جو خدمات انجام دی ہیں وہ معیار واقدار اور تنوع کے اعتبار سے منفرد ہیں۔ اس سلسلہ میں سیدنا مخدوم شرف الدین احمد یحییٰ منیری (م ۷۸۲ھ) کی تصنیفات میں مندرج مسائل افتاء سے لے کر دیگر مجموعہ فتاویٰ کی ترتیب تک ایک زریں سلسلہ ہے جس نے بہار میں فقہ حنفی کے عروج وارتقاء میں نمایاں رول ادا کیا۔ جب حضرت شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر نے اپنی مملکت میں فقہ حنفی کے نفاذ کے لئے ایک جامع فقہی مجموعہ مرتب کرانا چاہا تو ۱۰۰ افراد پر مشتمل علماء کا ایک بورڈ تشکیل دیا جس کے سرپرست حضرت علامہ شیخ نظام الدین برہان پوری تھے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس بورڈ میں بہار کے علامہ شیخ ریاض الدین بھاگلپوری، ملا مبین پھلواروی (وغیرہ) جیسے جید عالم وفقیہ بھی تھے جنہوں نے اس اہم تاریخی کام کی تکمیل میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ ان کے علاوہ

شیخ حسن بن حسین بلخی بہاری	(۸۵۵)
شیخ احمد بن حسن بلخی بہاری	(۸۹۱ھ)
شیخ احمد بن محمد بہاری	(دسویں صدی ہجری)
شیخ فصیح الدین بن ابو یزید پھلواروی	(بارہویں صدی ہجری)
شیخ مجیب اللہ بن ظہور اللہ پھلواری	(۱۱۹۱ھ)
شیخ محب اللہ بن عبدالشکور بہاری	(۱۱۱۹ھ)

مفتی محمد افضل پھلواروی. (۱۲۱۸ھ)
شیخ عبدالغنی بن معین ہاشمی پھلواروی (۱۲۳۳ھ)
شیخ ظہورالحق بن نورالحق پھلواروی (۱۲۳۴ھ)
مرزا رحیم اللہ شافعی عظیم آبادی (۱۲۶۰ھ)
مفتی احسان علی بن امان علی پھلواروی (۱۲۶۷ھ)
شیخ ابوتراب بن نعمت اللہ پھلواروی (۱۲۷۰ھ)
شیخ مفتی محمد معصوم عظیم آبادی (۱۲۷۴ھ)
شیخ محمد بن نعمت اللہ پھلواروی (۱۲۷۲ھ)
قاضی غلام یحییٰ بہاری (مترجم ہدایہ)
شیخ ابوالحیات بن نعمت اللہ پھلواروی (۱۲۷۶ھ)
شیخ شرف الدین بن ہادی پھلواروی (۱۲۸۹)
شیخ علی اشرف بن اکبر علی پھلواروی (۱۲۹۲ھ)
شیخ علی حبیب بن ابوالحسن پھلواروی (مصنف النعمۃ العظمیٰ، شواہد الجمعہ)
علامہ ظہیر احسن شوق نیموی (مصنف جامع الآثار......)[۳]

اوران کے بعد ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری (صاحب فتاویٰ ملک العلماء) مفتی عبدالواجد قادری (امین شریعت مرکزی ادارہ شرعیہ بہار) فقیہ النفس مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی، مفتی محمد اسلم رضوی بانی جامعہ قادریہ مقصود پور (مظفر پور)، مفتی حبیب اللہ نعیمی اشرفی (بھاگل پور)، مفتی عبدالرشید رشیدی (پورنیہ)، مفتی عبدالحلیم رضوی (سیتا مڑھی)، مفتی قاسم براہیمی (مظفر پور) مفتی ایوب مظہر (کٹیہار) مفتی اشرف رضا قادری (سیتا مڑھی) مفتی آل مصطفےٰ مصباحی (پورنیہ) مفتی حسن رضا نوری (مفتی ادارہ شرعیہ پٹنہ) کی ذات گرامی بھی فقہی خدمات کے حوالے سے بڑی مغتنم اور مستند ہے یہاں موقع نہیں کہ ان کی خدمات کا تفصیلی ذکر کیا جائے اس لئے اس سے صرف نظر کیا جاتا ہے۔تاہم ان تفصیلات سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ فقہ وافتاء کے فروغ میں بہار کا نمایاں کردار ہے جسے کوئی مؤرخ فراموش نہیں کرسکتا۔

بہار سے کئی مجموعہ فتاویٰ شائع ہوئے افسوس ہے کہ وہ سب ابھی ہمارے سامنے نہیں ہیں تاہم اردو زبان میں شائع فتاویٰ میں:

مجموعہ سہ فیصلہ دو رسائل۔مرتب: مولانا محمد حسین بہاری
فتاویٰ ملک العلماء۔ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری (جماعت اہل سنت)
فتاویٰ یورپ۔امین شریعت مفتی عبدالواجد قادری (جماعت اہل سنت)

حبیب الفتاویٰ۔مولانا مفتی حبیب اللہ نعیمی اشرفی (جماعت اہل سنت)

فتاویٰ برکات۔مفتی محمد حبیش صدیقی (جماعت اہل سنت)

فتاویٰ شمس الحق عظیم آبادی۔مرتب محمد عزیز (مکتبہ غیر مقلدین)

فتاویٰ امارت شرعیہ۔مولانا محمد سجاد (مکتبہ دیوبند)

ہمارے سامنے ہے،مناسب تو ہے کہ جزوی طور پر ان سب کا تعارف کرایا جائے تا کہ فقہ وافتاء کی خدمات کے حوالہ سے بہار کا کردار سامنے آسکے مگر قلت وقت اور محدود صفحات کے سبب اس سے صرف نظر کیا جاتا ہے (انشاء اللہ اس کی پوری تحقیق فتاویٰ شرعیہ کی تیسری جلد [جو امین شریعت سوم حضرت مفتی عبدالواجد صاحب کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے] میں پیش کی جائے گی) تاہم دو مجموعہ فتاویٰ

[۱] مجموعہ سہ فتاویٰ دو رسائل

[۲] فتاویٰ امارت شرعیہ

کا ذکر ناگزیر سمجھتے ہوئے چند جملے اس حوالہ سے لکھے جارہے ہیں۔

مجھے بہت کوشش کے باوجود حتمی طور پر کہیں یہ نہیں مل سکا کہ جمع وترتیب واشاعت کے اعتبار سے بہار کے کس اردو مجموعہ فتاویٰ کو اولیت حاصل ہے۔اردو زبان میں یک موضوعی فتاویٰ بھی بہت شائع ہوئے مگر ان میں بھی یہ تعین بہت مشکل ہے کہ پہلے کون سا فقہی رسالہ شائع ہوا۔تاہم اب تک کے مطالعہ کے بعد یک موضوعی فتویٰ میں اشاعت کے اعتبار سے امام احمد رضا کے رسالہ "سبحان السبوح" کو اور مجموعہ فتاویٰ کے اعتبار سے "مجموعہ سہ فتویٰ و دو رسالہ" کو اولیت کے درجہ میں رکھا جاسکتا ہے کہ اول الذکر رسالہ "مطبع حنفیہ" بخشی محلہ پٹنہ سیٹی سے سن ۱۳۰۹ ہجری میں شائع ہوا اور دوسرے مجموعہ کو مولانا محمد حسین بہاری نے "مطبع امام المطابع، محلہ قلعہ بہار شریف سے سن ۱۳۲۲ ہجری میں شائع کیا ــــــ "مجموعہ سہ فتویٰ و دو رسالہ" جنازہ کے ساتھ کلمہ شریف پڑھنے اور مقابر پر پھول ڈالنے کے جواز وعدم جواز کے موضوع پر ہے۔مولانا عبدالرحمٰن بڑاکری مدرس مدرسہ اسلامیہ بہار شریف نامی نے عدم جواز کا قول کیا ہے۔دوسرا فتویٰ مدرسہ فیض الرسول بہار شریف کے مدرس مولانا ابوطاہر نبی بخش کا ہے۔اس میں آپ نے ان اعمال کو حوالوں کی روشنی میں جائز قرار دیا ہے اور پہلے فتویٰ کا رد کیا ہے۔اس فتویٰ کی تصدیق مولانا عمر کریم عظیم آبادی نے کی ہے۔تیسرا فتویٰ پھر مولانا عبدالرحمٰن بڑاکری کا ہے جس میں امیر حسن، مولوی تفضل حسین کی تصدیقات ہیں۔اس کے بعد اس فتویٰ پر پھر مولانا ابوطاہر نبی بخش کے دس علمی اعتراضات ہیں جس کے بعد مولانا عبدالرحمٰن یا تو مطمئن ہوگئے یا پھر لاجواب ــــــ اس مجموعہ فتاویٰ کا نام "وہب اضافات جدیدہ" اور "خوشنودی باہل قبور" ہے۔اس کے بعد یہ مقدمہ مولانا عبدالواحد خاں رام پوری (غالباً آپ مدرسہ عزیزیہ بہار شریف کے مدرس تھے) کے یہاں پہنچا، انہوں نے دونوں صاحبان کے فتاویٰ کا علمی جائزہ لیتے ہوئے قرآن واحادیث اور فقہ کے چالیس دلائل سے جنازہ کے ساتھ کلمہ شریف کا پڑھنا اور مقابر پر پھول

ڈالنا ثابت کیا ہے۔ گویا علمی انداز میں مولانا ابو طاہر نبی بخش کے فتویٰ کی تائید کی ہے۔ اس رسالہ کا بھی دو نام ہے۔ پہلا نام ہے ''عیش و سرور باموات'' دوسرا نام ہے ''اظہار فیصلہ''۔

''فتاویٰ امارت شرعیہ'' مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ یہ امارت شرعیہ کے پہلے مفتی ہیں اس میں سن 5/ ذی قعدہ 1346ھ سے سن 10/ جمادی الاولیٰ 1419ھ تک کے فتاویٰ ہیں۔ یہ مجموعہ 33/ ابواب اور 311/ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ میں مستفتی کے نام کو پتہ نہیں کیوں حذف کردیا گیا ہے، پوری کتاب میں کہیں بھی کسی مستفتی کا نام نہیں، اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ یہ جوابات باہر سے آئے ہوئے استفتاء کے ہیں یا مختلف موضوعات کے تحت اپنی پسند و مزاج کے مطابق وضع کردہ سوالات کے۔ اگرچہ اس کی بھی اپنی ایک اہمیت ہے مگر اس کا ذکر مقدمہ میں کیا جانا چاہئے تھا تاکہ قاری اس طرح کے شبہات میں مبتلا نہ ہو۔ فتویٰ کی زبان آسان ہے اور مجیب نے سوال کے جواب میں نفس مسئلہ بیان کرنے پر زیادہ توجہ دی ہے، یہی وجہ ہے کہ استدلال، ضروری حوالہ جات اور علمی و فقہی بحث کے تعلق سے قاری کو کمی کا احساس ہوتا ہے۔ بعض مقامات پر مجیب نے خلاف واقعہ بات لکھ دی ہے جس سے اس مجموعہ فتاویٰ کی حیثیت مجروح ہوگئی ہے۔ مثلاً: صفحہ ۲۶ پر ایک ذیلی سرخی ہے۔

[الف] مولانا عبدالکافی الہ آبادی کا مسلک

[ب] مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کے لئے صحیح روش

[ج] مولانا عبدالکافی اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کے درمیان علماء دیوبند کی تکفیر عدم تکفیر کے مسئلہ پر گفتگو اور اس کے تحت لکھا ہے کہ

> ''مولانا کا طریق عمل اعتقاداً اور عملاً صراط مستقیم اور افراط تفریط سے خالی تھا۔ اس لئے آپ کے تعلقات علماء دیوبند واتباع مولانا قاسم نانوتوی اور مولانا رشید احمد گنگوہی اور علماء بریلی و متبعین مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ساتھ یکساں تھے.......... مولانا محمد عبدالکافی صاحب قدس سرہ علماء دیوبند کی تضلیل و تکفیر کے قائل نہیں تھے، انہوں نے اپنی علمی تحقیقات اور کثرت افتاء کے دور میں جو تقریباً ۱۳۴۰ھ تک قائم رہا، علماء دیوبند کے خلاف نہ علی الاطلاق فتویٰ تکفیر دیا اور نہ نام بنام صراحت اسم کے ساتھ۔ وہ تو علمائے اہل حدیث اور غیر مقلدین زمانہ کو بھی کافر نہیں سمجھتے تھے، چہ جائے کہ علماء دیوبند کی تکفیر کو بنظر استحسان دیکھنا۔''

آگے لکھا ہے:

> ''ہمیں خوب یاد ہے کہ حضرت استاذ ایک مرتبہ ایک خاص تقریب کے سلسلہ میں بدایوں تشریف لے گئے اور اسی تقریب میں مولانا احمد رضا بھی تشریف لائے تھے وہیں ان دونوں بزرگوں میں مخصوص صحبت ملاقات میں علماء دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی.... حضرت الاستاذ نے فرمایا'' کہ آپ علماء دیوبند

کی جن عبارتوں پر گرفت کر کے کفر کا حکم لگاتے ہیں کیا ان عبارتوں کا کوئی صحیح محمل نہیں ہوسکتا ہے؟
ہمارے امام ابوحنیفہ کا اصول ہے کہ عاقل بالغ کے قول کو جہاں تک ممکن ہو کسی صحیح محمل پر محمول کرنا چاہیئے،
اسی کے ساتھ اصول ومعانی وبلاغت میں بھی امر محقق ہے کہ کسی متکلم کے کلام کی مراد کو سمجھنے کے لئے اس
کے معتقدات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے، اب یہ دونوں اصول ایسے ہیں جو اپنی جگہ محقق اور منصوص علیہ ہیں
اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کسی پر حکم لگاتے وقت اس کو بھی پیش نظر رکھیں تو بہتر ہے۔"

آگے کا جملہ بھی توجہ طلب ہے:

"اس مختصر سی تقریر محبت آمیز لیکن پر از حقیقت کو سن کر حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا
"بلاشبہ جناب نے ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور بلاشبہ ان اصولوں کی رعایت کرتے ہوئے
اگر ہم ان عبارتوں کے لکھنے والوں کو کافر نہیں کہیں تو خاطی ضرور کہہ سکتے ہیں"

اور آخر میں لکھا ہے کہ "اسی کے ساتھ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب کے اصلی خیال پر ایک روشنی پڑتی ہے"

اس جواب میں کئی باتیں ایسی ہیں جو سوالات کھڑے کرتی ہیں اور اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مجیب نے واقعہ کو گڑھ کر
پیش کیا ہے، حقائق سے دانستہ چشم پوشی کی ہے اور عوام کو گمراہ کرنا چاہا ہے۔

(۱) سب سے پہلے تو یہ حقیقت تسلیم کر لی جائے کہ علمائے دیوبند کے عقائد کے حوالہ سے مولانا عبدالکافی الہ آبادی کا
موقف وہی تھا جو امام احمد رضا کا تھا یعنی مولانا موصوف بھی علمائے دیوبند کی تکفیر کے قائل تھے۔ ان کے پیچھے نہ نماز پڑھتے تھے
اور نہ کسی کے لئے اسے جائز سمجھتے تھے۔ اگر مفتی امارت شرعیہ یا ان کے حوارین اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو کوئی ایک فتویٰ ایسا
دکھائیں جس میں مولانا عبدالکافی سے علمائے دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ پر سوال ہوا اور انہوں نے ان کی تکفیر نہیں کی اور تکفیر کرنے
والوں کا برا سمجھا۔

(۲) یہاں ان تین فتووں کا ذکر ناگزیر معلوم ہوتا ہے جن میں علمائے دیوبند کی تکفیر کی گئی ہے اور اس پر آپ یعنی مولانا
عبدالکافی الہ آبادی کی تصدیقات ہیں۔ پہلا فتویٰ مفتی نعیم الدین صاحب مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کا ہے، دوسرا فتویٰ مولانا فرخند
علی صاحب بانی مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام کا ہے اور تیسرا فتویٰ مفتی عبدالرشید صاحب مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کا ہے۔ تینوں
فتووں میں علمائے دیوبند کی تکفیر کی گئی ہے اور ان کے پیچھے نماز ناجائز لکھا گیا ہے، ان تینوں فتووں پر آپ کی تصدیقات موجود ہیں۔
یہ فتاویٰ علامہ عاشق الرحمٰن مدرسہ سبحانیہ الہ آباد، مولانا ملک الظفر مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام اور ایک فوٹو کاپی راقم کے پاس محفوظ
ہے۔ تصدیق کے لئے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ اس حقیقت کے برخلاف مولانا سجاد صاحب کا یہ لکھنا کہ "مولانا محمد عبدالکافی صاحب
قدس سرہ علماء دیوبند کی تضلیل وتکفیر کے قائل نہیں تھے" سراسر غلط بے بنیاد اور مبنی بر کذب ہے۔

(۳) اس حوالہ سے تیسری خاص بات یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ مناظر اہل سنت مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب قبلہ جنہوں نے زندگی بھر علمائے دیوبند کے ساتھ ایمان وکفر کی جنگ لڑی اور ہر مناظرے میں علمائے دیوبند کی تکفیر ثابت کی اور من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر (یعنی جوان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے) تک فرمایا، وہ حضرت مولانا عبدالکافی الہ آبادی ہی کے مرید وخلیفہ تھے۔ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا مفتی امارت شرعیہ لکھ رہے ہیں تو اس فتویٰ کی زد میں خود مولانا عبدالکافی بھی آتے اور ایسی صورت میں حضرت مجاہد ملت مولانا عبدالکافی سے بیعت وارادت کا تعلق قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ پیر ومرید کا یہ رشتہ کبھی منقطع نہیں ہوا اس سے صاف واضح ہے کہ اس مسئلہ میں پیر ومرید دونوں کا ایک ہی موقف تھا۔

(۴) چوتھی بات یہ کہ حضرت مولانا فرخند علی علیہ الرحمہ حضرت مولانا عبدالکافی علیہ الرحمہ کے سب سے مقرب اور معتمد شاگرد تھے خود مولانا سجاد صاحب نے اسی فتویٰ میں لکھا ہے کہ:

> آپ کی عادت شریفہ ازرہ حوصلہ افزائی یا ذرہ نوازی یہ تھی کہ آپ کے پاس جو اہم استفتاء جاتے تھے تو اس کا جواب اس وقت تک نہ دیتے تھے جب تک مجھ سے اور جناب مولانا فرخند علی صاحب سے ملاقات نہ ہو اور اس کے متعلق مشورہ نہ فرمالیں اس قسم کے سوالات کی ایک یادداشت وہ مرتب فرماتے تھے اور اس یادداشت کی بنا پر گفتگو اور بحث کے بعد خلاصہ جواب نوٹ فرماتے تھے“

حضرت مولانا فرخند علی صاحب کے اس تکفیری فتویٰ پر حضرت مولانا عبدالکافی الہ آبادی صاحب کا دستخط موجود ہے۔ اس سے صاف واضح ہے کہ علماء دیوبند کے تکفیر کے مسئلہ میں بھی انہوں نے اپنے ”معتمد تلمیذ“ کے موقف کی تائید کی۔ اور علمائے دیوبند کو ان کی کفری عبارات کے سبب کافر سمجھا۔ مولانا سجاد صاحب کی گفتگو سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس طرح کے مسائل میں وہ اپنے تلامذہ سے ”گفتگو اور بحث“ کیا کرتے تھے۔ اور بات اپنے فتویٰ کی ہو یا شاگرد کے فتویٰ کے تصدیق کی، اصلا دونوں ایک ہی ہے، اس لئے یہ بھی ثابت ہے کہ اس موضوع پر پہلے انہوں نے اپنے ”معتمد شاگرد“ سے ”گفتگو اور بحث“ کی اور اس کے بعد اس فتویٰ کی تصدیق کی ــــــ اس واضح اور بدیہی حقیقت کے باوجود مولانا سجاد صاحب کا یہ لکھنا سوائے کتمان حقیقت کے اور کیا ہے :

> ”آخری دور میں مدرسہ سبحانیہ کے کسی مدرس یا مفتی نے کوئی فتویٰ لکھا ہو جو حضرت استاذ کے قدیم اور محقق روش سے ہٹا ہوا ہو اور اس مدرس یا مفتی نے اپنے فتویٰ پر دستخط کرالیا ہو جو حضرت نے لکھنے والے پر اعتماد کر کے دستخط کر دیا ہو تو اس فتویٰ کا کوئی اعتبار نہیں کرنا چاہئے اور اس قسم کے فتویٰ یا تحریر کو حضرت استاذ کے مسلک کو معلوم کرنے کے لئے معیار بنانا سخت غلطی ہے“

بات کسی عام مدرس یا مفتی کی نہیں جسے ناقابل اعتبار سمجھ لیا جائے بلکہ ان کی ہے جنہیں بارگاہ استاذ میں اعتماد کلی حاصل

ہے، جن سے ہر مسئلہ میں استاذ مشورہ کرتا رہا ہے اور جس سے بحث کے بعد اپنا موقف واضح کرتا رہا ہے، اب اگر ایسے کسی ''خاص شاگرد'' کے فتوی پر استاذ کا دستخط موجود ہے تو ''اس فتوی کا کوئی اعتبار'' کیوں نہیں کرنا چاہئے اور ''اس قسم کے فتوی یا تحریر کو حضرت استاذ کے مسلک کو معلوم کرنے کے لئے معیار بنانا سخت غلطی'' کیوں ہونے لگا۔ خود اسی مجموعہ فتاوی میں مولانا سجاد صاحب کے ایک فتوی پر جو ترک موالات سے متعلق ہے مولانا فرخند علی صاحب کی تصدیق موجود ہے، اگر مولانا فرخند علی صاحب ان کے نزدیک قابل اعتماد نہیں تو اپنے کسی فتوی پر ان سے تصدیق لینا کیا معنی رکھتا ہے ــــــــــــ ان تمام تصریحات سے یہ اندازہ لگانا دشوار نہیں کہ علماء دیوبند کی تکفیر کے تعلق سے ''فتاویٰ امارت شرعیہ'' میں بیان کیا گیا، مولانا عبدالکافی الٰہ آبادی کا موقف، بے بنیاد، واقعہ کے خلاف اور سراسر گڑھا ہوا ہے۔

(۵) یہاں یہ بات بھی قابل ذکر معلوم ہوتی ہے کہ واقعہ گڑھنے، کسی فتوی پر پڑھے بغیر تصدیق کرنے اور معلوم ہونے کے بعد کہ اس کی زد اپنے ہی عالم پر پڑ رہی ہے، اس سے رجوع کر لینے کا مرض علمائے دیوبند ہی کے یہاں عام ہے۔ دعویٰ تشنہ نہ رہ جائے اسلئے ''فتاویٰ امارت شرعیہ'' میں گڑھی ہوئی عبارت کی طرح علمائے دیوبند کی گڑھی ہوئی کتابوں کا عبرت ناک سانحہ بھی دیکھئے۔

جن دنوں امام احمد رضا، علمائے دیوبند کی کفری عبارات سے متعلق تحقیقی، توضیحی اور تنقیدی کتابیں لکھ کر ان سے توبہ ورجوع کا مطالبہ کر رہے تھے علمائے دیوبند بجائے اپنی لکھی ہوئی کفری عبارت پر نادم ہونے کے اپنی حمایت میں علمائے اہل سنت کے نام سے کتابیں گڑھ کر شائع کررہے تھے، جس کا ذکر امام احمد رضا نے مولانا اشرف علی تھانوی کو لکھے گئے اپنے اس مکتوب میں کیا ہے جو ''ابحاث اخیرہ'' کے نام سے شائع ہوا۔ چنانچہ علمائے دیوبند کی گڑھی ہوئی کتابوں کا ایک جدول ذیل میں ملاحظہ کریں اور فیصلہ کریں جبہ و دستار کی آڑ میں یہ لوگ دین کے ساتھ کتنا بڑا افراڈ کرتے ہیں:

نام کتاب	فرضی مصنف	فرضی مطبع	فرضی صفحہ	عنوان عبارت
ہدایۃ الربیہ	علامہ نقی علی صاحب	لاہور	۱۳	مسئلہ علم غیب
ہدایۃ الربیہ	علامہ نقی علی صاحب	لاہور	۱۴	تبدیل قبرستان بحمایت گنگوہی
تحفۃ المقلدین	حضرت خاتم المحققین	صبح صادق سیتاپور	۱۵	تعریف جناب گنگوہی
ہدایۃ الاسلام	علامہ رضا علی خان	صبح صادق سیتاپور	۳۰	مسئلہ علم غیب بحمایت تھانوی
خزینۃ الاصفیا	سید شاہ حمزہ قدس سرہ	کانپور	۱۵	مسئلہ علم غیب بحمایت تھانوی
ملفوظات	سید شاہ حمزہ قدس سرہ	مصطفائی	۱۷	تبدیل قبرستان بحمایت گنگوہی
مرأۃ الحقیقہ	سیدنا غوث اعظم	مصر	۱۸	مسئلہ علم غیب

یہ معاملہ تو چودھویں صدی کے مجدد امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ والرضوان کے ساتھ تھا۔ ان خدا ناترسوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ والرضوان اور دیگر اسلاف کی کتابوں کو بھی تحریفات کا نشانہ بنایا بلکہ ان کے نام سے بھی کتابیں گڑھ کے شائع کیں۔ چنانچہ معروف محقق حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے اپنی کتاب "القول الجلی کی بازیافت" میں "حکیم سید محمود احمد برکاتی" کے مضمون "شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی تحریرات میں تحریفات" کا اقتباس نقل کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ان حضرات (حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان) کی تالیفات کی کمیابی اور نایابی اور ان میں تحریفات کا سلسلہ تو سقوط دہلی سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا، شاہ صاحب کے مصنفات کو نایاب کر کے دوسرا قدم یہ اٹھایا گیا کہ اپنے مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور اپنے نظریہ کی تبلیغ شاہ صاحب کے نام سے کی گئی"

اب ذیل میں شاہ صاحب کی کتاب "تفہیمات الٰہیہ" میں ان نام نہاد موحدین کی شامل کردہ جعلی عبارت ملاحظہ کریں، جس کے جعلی ہونے کی پوری تحقیق مولانا سید فاروق القادری نے "انفاس العارفین" کے مقدمہ میں اور مولانا شاہ ابوالحسن زید نے "القول الجلی" کے مقدمہ میں پیش کر دی ہے:

كل من ذهب الىٰ بلدة اجمير او الىٰ قبر سالار مسعود او ماضاهاها لاجل حاجة يطلبها فانه اثم اثما اكبر من القتل و الزنا اليس مثله الامثل من كان يعبد المصنوعات او مثل من كان يدعو اللات و العزىٰ.

(تفهيمات الٰهيه، مطبوعه حيدر آباد سنده جلد ۲ .ص ۴۲)

(۲) بدایوں میں مولانا عبدالکافی الہ آبادی اور امام احمد رضا کی ملاقات کے امکانات سے انکار نہیں مگر اس ملاقات کے دوران علمائے دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ میں مولانا عبدالکافی الہ آبادی کا یہ فرمانا کہ:

کہ آپ علماء دیوبند کی جن عبارتوں پر گرفت کر کے کفر کا حکم لگاتے ہیں کیا ان عبارتوں کا کوئی صحیح محمل نہیں ہو سکتا ہے؟ ہمارے امام ابوحنیفہ کا اصول ہے کہ عاقل بالغ کے قول کو جہاں تک ممکن ہو کسی صحیح محمل پر محمول کرنا چاہئے کسی کے ساتھ اصول ومعانی وبلاغت میں بھی امر محقق ہے کہ کسی متکلم کے کلام کی مراد کو سمجھنے کیلئے اس کے معتقدات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے، اب یہ دونوں اصول ایسے ہیں جو اپنی جگہ محقق اور منصوص علیہ ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کسی پر حکم لگاتے وقت اس کو بھی پیش نظر رکھیں تو بہتر ہے۔"

اور اس پر امام احمد رضا کا یہ فرمانا:

"بلاشبہہ جناب نے ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور بلاشبہ ان اصولوں کی رعایت کرتے ہوئے

اگر ہم ان عبارتوں کے لکھنے والوں کو کافر نہیں کہیں تو خاطی ضرور کہہ سکتے ہیں"
اس صدی کا سب سے بڑا افراڈ ہے۔ جسے خود مولانا سجاد اور "فتاویٰ امارت شرعیہ" کے ناشرین بخوبی جانتے ہیں۔

"عبارتوں کے صحیح محمل" کے حوالے سے، مولانا عبدالکافی سے منسوب جو بات مفتی امارت شرعیہ نے لکھی ہے تاریخی حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا نے ہمیشہ اس احتیاط اور احتمال کا خیال رکھا ہے اور اس وقت تک انہوں نے کسی کی تکفیر نہیں کی ہے جب تک حقائق پورے طور پر واضح نہیں ہو گئے اور قائل کے قول کا کفری معنیٰ متعین نہیں ہو گیا۔ اس کا ذکر بار بار خود انہوں نے اپنی مختلف کتابوں میں کیا ہے۔ مثلاً ۱۳۰۹ھ میں عظیم آباد سے شائع کتاب "سبحان السبوح..." میں امام احمد رضا نے اس کی پوری وضاحت کی پھر صفر ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد ہی سے شائع ہونے والی کتاب "سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ" میں آپ نے اس سلسلہ میں لکھا:

> "اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں بے حد برکتیں ہمارے علمائے کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے اور اس طائفہ کے پیر سے بات بات پر سچے مسلمانوں کی نسبت حکم کفر سنتے ہیں بایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے نہ قوت انتقام حرکت میں آتی ہے وہ اب تک یہی تحقیق فرما رہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کا کافر مان لینا اور بات۔ ہم احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے"

۱۳۱۷ھ میں عظیم آباد ہی سے آپ کی کتاب "ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار" شائع ہوئی اس میں آپ فرماتے ہیں

> ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں ان میں جو کسی دینی ضرور کا منکر نہیں، نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے۔

اسی موضوع پر لکھی ہوئی اپنی مشہور کتاب "تمہید ایمان" میں فرماتے ہیں:

مسلمانو! یہ روشن، ظاہر، واضح، قاہر عبارات تمہارے پیش نظر ہیں جنہیں چھپے ہوئے دس دس (۱۰/۱۰) اور بعض کو سترہ (۱۷) اور تصنیف کو انیس ۱۹/سال ہوئے اور ان دشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ ۶/سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی جب سے "المعتمد المستند" چھپی۔ ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ اور رسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو یہ عبارتیں فقط ان مفتریوں کا افترا ہی رد نہیں کرتیں بلکہ صراحۃ صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک کہ یقینی قطعی، واضح روشن جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا جس میں اصلاً اصلاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش کوئی تاویل نہ نکل سکتی کہ آخر یہ بندہ خدا وہی تو ہے جو ان کے اکابر پر ستر ستر وجہ سے لزوم

کفر کا ثبوت دے کر بھی کہتا ہے کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے
جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلا کوئی ضعیف سا ضعیف
محمل بھی باقی نہ رہے، یہ بندہ خدا وہی تو ہے جو خود ان دشنامیوں کی نسبت (جب تک ان کی دشنامیوں کی
اطلاع یقینی نہ ہوئی تھی) اٹھتر وجہ بحکم فقہائے کرام لزوم کفر کا ثبوت دے کر بھی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار بار
حاشاللہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہوگئی؟ جب ان سے
جائداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوگئی؟ ماشاء اللہ مسلمانوں کا علاقہ محبت وعداوت صرف محبت وعداوت
خدا ورسول ہیں جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر نہ ہوئی یا اللہ ورسول کی جناب میں ان کی
دشنام نہ دیکھی نہ سنی تھی اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایت احتیاط سے کام لیا حتیٰ کہ فقہا کرام
کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین کا عظام کا مسلک کا
اختیار کیا جب صاف صریح انکار ضروریات دین ودشنام دہی رب العٰلمین وسید المرسلین آنکھ سے دیکھی تو
اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحیں (شفا شریف،، بزازیہ، درر، غرر، فتاویٰ خیریہ،
مجمع الانہر، درمختار، شرح فقہ اکبر کے حوالے سے) سن چکے: من شک فی کفرہ وعذابہ فقد
کفر جو ایسے کے معذب اور کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔ اپنا اور اپنے دینی بھائیوں عوام
اہل اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھا لاجرم حکم کفر دیا اور شائع کیا"

یہاں یہ واضح کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علمائے دیوبند کی جن کتابوں پر تکفیر کا حکم دیا گیا ہے اس میں
"تحذیر الناس" کی تصنیف کے تیس سال بعد
"براہین قاطعہ" کی اشاعت کے تقریباً سولہ سال بعد
"حفظ الایمان" کی اشاعت کے قریباً ایک سال بعد
۱۳۲۰ھ میں "المعتقد المنتقد" کے حاشیہ "المعتمد المستند" میں مرزا غلام احمد قادیانی اور مذکورہ بالا کتابوں کے مصنفین
مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، مولانا اشرف علی تھانوی پر ان کی عبارات کفریہ کے سبب حکم
کفر عائد کیا۔ اب اس سے زیادہ احتیاط اور تحقیق حال واحوال کی صورت اور کیا ہو سکتی تھی جس کے نہ ہونے کا الزام امام احمد رضا پر
دیا جاتا ہے۔

علمائے دیوبند اپنے بچاؤ کے لئے مختلف طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں اور عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں
کہ مولانا احمد رضا نے احادیث اور فقہی جزئیات کی خلاف ورزی کی ہے ان میں یہ حربے بہت مشہور ہیں:

- اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے حدیث شریف میں ہے: من قال لاالٰہ الااللہ دخل الجنۃ، جس نے لاالٰہ الااللہ پڑھ لیا

جنت میں جائے گا، پھر کسی قول یا فعل سے کافر کیسے ہو سکتا ہے؟

- امام اعظم کا مذہب ہے: لا نکفر احد من اھل القبلہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے۔ پھر علمائے دیوبند کی تکفیر کیسے ہو سکتی ہے۔
- فقہ میں لکھا ہے جس میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں گی اور ایک بات اسلام کی، تو اس کو کافر نہیں کہنا چاہئے۔

امام احمد رضا نے ان تمام شبہات کا شافی وافی کافی جواب اپنی کتابوں میں دے دیا ہے۔ پہلے دونوں شبہات کے علمی اور مدلل جوابات کے لئے ''تمہید ایمان'' کا مطالعہ کیا جائے۔ آخری شبہہ چوں کہ مفتی امارت شرعیہ کے اٹھائے ہوئے سوال سے ہے اس لئے اس کی تھوڑی توضیح ضروری ہے۔

اس تیسرے شبہ کا جواب بھی امام احمد رضا نے ''تمہید ایمان'' میں دیا ہے یہاں اس کا خلاصہ حاضر کیا جاتا ہے جس سے مسئلہ زیر بحث کی مکمل وضاحت ہو جاتی ہے۔ امام احمد رضا اس حوالے سے فرماتے ہیں:

اولا: یہ مکر خبیث سب مکروں سے بدتر وضعیف جس کا حاصل یہ کہ جو شخص دن میں ایک بار اذان دے یا دو رکعت نماز پڑھ لے اور ننانوے بار بت پوجے، سنکھ پھونکے، گھنٹی بجائے، وہ مسلمان ہے کہ اس میں ننانوے باتیں کفر کی ہیں تو ایک اسلام کی بھی ہے یہی کافی ہے حالانکہ مومن تو مومن کوئی عاقل اسے مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

ثانیا: اس کی رو سے سوائے دہریے کے کہ سرے سے خدا کے وجود ہی کا منکر ہے تمام کافر، مشرک مجوس ہنود، نصاریٰ یہود وغیرہم دنیا بھر کے کفار سب کے سب مسلمان ٹھہرے جاتے ہیں کہ اور باتوں کے منکر سہی، آج وہ وجود خدا کے تو قائل ہیں ایک یہی بات سب سے بڑھ کر اسلام کی بات بلکہ تمام اسلامی باتوں کی اصل الاصول ہے۔

ثالثا: اس کی رد میں قرآن عظیم کی وہ آیتیں کہ اوپر گذریں کافی ووافی ہیں جن میں باوصف کلمہ گوئی ونماز خوانی، صرف ایک ایک بات پر حکم تکفیر فرمایا، کہیں ارشاد ہوا کفرو بعد اسلامھم، وہ مسلمان ہو کر اس کلمہ کے سبب کافر ہو گئے۔ کہیں فرمایا: لاتعتذروا قد کفرتم بعدایمانکم، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد حالانکہ اس مکر خبیث کی بنا پر جب تک ننانوے سے زیادہ کفر کی باتیں جمع نہ ہو جاتیں، صرف ایک کلمہ پر حکم کفر (معاذ اللہ) صحیح نہ تھا۔

رابعا: کلام الٰہی میں فرض کیجئے اگر ہزار باتیں ہوں تو ان میں سے ہر ایک بات کا ماننا اسلامی عقیدہ ہے۔ اب اگر کوئی شخص ۹۹۹ رنوسوننانوے مانے اور صرف ایک نہ مانے تو قرآن عظیم فرما رہا ہے (سورہ بقرہ، رکوع نمبر ۱۰) کہ وہ ان ۹۹۹ ر کے ماننے سے مسلمان نہیں، بلکہ صرف اس ایک کے نہ ماننے سے کافر ہے۔

دنیا میں اس کی رسوائی ہوگی اور آخرت میں اس پر سخت عذاب۔

خامسا : فقہا نے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص میں ننانوے باتیں کفر کی اور ایک اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے۔ ماشاءاللہ! بلکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ جس میں ننانوے ہزار باتیں اسلام کی اور ایک بات کفر کی ہو وہ یقیناً قطعاً کافر ہے۔ ننانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب کا پڑ جائے سب پیشاب ہو جائے گا مگر یہ جاہل کہتے ہیں کہ ننانوے قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب کا ڈالدو سب طیب طاہر ہو جائے گا۔ حاشا کہ فقہا تو فقہا کوئی ادنیٰ تمیز والا بھی ایسی جہالت بکے۔ بلکہ فقہائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی ایسا لفظ صادر ہو جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے ہم اسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے، کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہوگا وہ عنداللہ کافر ہی ہوگا۔

اب اس کی ایک مثال دے کر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

مثلاً زید کہے "عمرو کو علم قطعی یقینی غیب کا ہے" اس میں اتنے پہلو ہیں:

(۱) عمرو اپنی ذات سے غیب داں ہے۔ یہ صریح کفر و شرک ہے۔

(۲) عمرو آپ تو غیب داں نہیں مگر جن علم غیب رکھتے ہیں ان کے بتائے سے اسے غیب کا علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کفر ہے

(۳) عمرو نجومی ہے۔

(۴) رمال ہے۔

(۵) سامندرک جانتا، ہاتھ دیکھتا ہے۔

(۶) کودے وغیرہ کی آواز۔

(۷) حشرات الارض کے بدن پر گرنے۔

(۸) کسی پرندے یا وحشی چرندے کے داہنے یا بائیں نکل کر جانے۔

(۹) آنکھ یا دیگر اعضاء کے پھڑکنے سے شگون لیتا ہے۔

(۱۰) پانسہ پھینکتا ہے۔

(۱۱) فال دیکھتا ہے۔

(۱۲) حاضرات سے کسی کو معمول بنا کر اس سے احوال پوچھتا ہے۔

(۱۳) مسمریزم جانتا ہے۔
(۱۴) جادو کی میز۔
(۱۵) روحوں کی تختی سے حال دریافت کرتا ہے۔
(۱۶) قیافہ دان ہے۔
(۱۷) علم زائرجہ سے واقف ہے ان ذرائع سے غیب کا علم قطعی یقینی ملتا ہے۔ یہ سب بھی کفر ہیں۔
(۱۸) عمرو پر وحی رسالت آتی ہے اس کے سبب غیب کا علم یقینی پاتا ہے، یہاشد کفر ہے۔
(۱۹) وحی تو نہیں آتی مگر بذریعہ الہام جمیع غیوب اس پر منکشف ہو گئے ہیں، اس کا علم تمام معلومات الٰہی کو محیط ہو گیا، یہ یوں کفر ہے کہ اس نے عمرو کو علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح دے دی، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم بھی جمیع معلومات الٰہی کو محیط نہیں۔
(۲۰) جمیع کا احاطہ نہ سہی مگر جو علوم غیب اسے الہام سے ملے ان میں ظاہراً باطناً کسی طرح کی رسول انس و ملک کی وساطت و تبعیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ رسول اصالۃً اسے غیوب پر مطلع کیا یہ بھی کفر ہے۔
(۲۱) عمرو کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے سمعاً یا عیناً یا الہاماً بعض غیوب کا علم قطعی اللہ عزوجل نے دیا یا دیتا، یہ احتمال خالص اسلام ہے۔ تو محققین فقہا اس قائل کو کافر نہ کہیں گے کہ اگرچہ اس کی بات کے اکیس پہلوؤں میں سے بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے۔ احتیاط و تحسین ظن کے سبب اس کا کلام اسی پر محمول کریں گے جب تک ثابت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلوئے کفر ہی مراد لیا۔ نہ کہ ایک ملعون کلام، تکذیب خدا یا تنقیص شان سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثنا میں صاف صریح نا قابل تاویل و توجیہ ہو اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو۔ اب تو اسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے"۔

اسی کتاب میں صفحہ ۴۶ پر احتمال کے تعلق سے فرماتے ہیں:

احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو۔ صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی، ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے۔ مثلاً زید نے کہا خدا دو ہیں۔ اس میں یہ تاویل ہو جائے کہ لفظ خدا سے بحذف مضاف حکم خدا مراد ہے یعنی قضا دو ہیں، مبرم و معلق جیسے قرآن عظیم میں فرمایا: الاان یاتی الله ای امر الله عمرو کہے میں رسول اللہ ہوں" اس میں تاویل گڑھ لی جائے کہ لغوی معنیٰ مراد ہیں یعنی خدا ہی نے اس کی روح بدن میں بھیجی۔ ایسی تاویلیں زنہار مسموع نہیں"

احتمال کے تعلق سے یہ بات قابل ذکر معلوم ہوتی ہے کہ اس موضوع پر استاذ گرامی حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب کی ایک مدلل اور مستند کتاب "اہل قبلہ کی تکفیر" کے نام سے موجود ہے، جس میں آپ نے امام احمد رضا کی کتابوں کی روشنی میں ہی احتمال کی دونوں صورتوں یعنی "احتمال عن دلیل" اور احتمال بلا دلیل" کی تمام شقیں بیان کر دی ہیں، پھر محل کے اعتبار سے احتمال

کے تحقق کی تین صورتیں:

- کلام میں احتمال ——— یعنی اثبات ودلالت میں احتمال
- تکلم میں احتمال ——— یعنی اسناد وثبوت میں احتمال
- متکلم میں احتمال ——— یعنی متکلم کے حالات وکیفیات میں احتمال

بیان کرتے ہوئے علمائے دیوبند کی تکفیر اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر کلامی سے احتیاط کے سارے حقائق بیان کر دیئے ہیں۔ اسی کتاب میں فتاویٰ رضویہ جلد ۹ رص ۱۴۱ کے حوالے سے امام احمد رضا کا موقف بھی لکھ دیا گیا ہے کہ:

> کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعال مکلفین ہی سے بحث ہے اس کے بیان کو کتب فقہ میں "باب الردہ" مذکور اور صدہا اقوال وافعال پر انہی مشائخ کے بے شمار فتوائے کفر مسطور، مگر محققین محتاط، تارکین تفریط وافراط، باآنکہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام کے خادم ومعتقد ہیں، زنہار ان پر فتویٰ نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی، دربارۂ اسلام مل جائے گی اسی پر عمل کریں گے اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہو لے کافر نہ کہیں گے۔ الخ

(۱) اہل علم اور صاحب الرائے حضرات ان تصریحات کی روشنی میں اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مفتی امارت شرعیہ نے مولانا عبدالکافی الٰہ آبادی کی زبانی جس "صحیح محمل" کی بات کی تھی، امام احمد رضا کی مذکورہ بالا تحریروں میں اس احتیاط اور احتمال کی کتنی تفصیل موجود ہے۔ اور ان تصریحات سے یہ بھی مترشح ہے کہ تکفیر کے معاملہ میں امام احمد رضا کتنے محتاط تھے۔ اس کے باوجود مولانا عبدالکافی کی طرف منسوب کر کے مفتی امارت شرعیہ کا لکھنا کہ "کہ آپ علماء دیوبند کی جن عبارتوں پر گرفت کر کے کفر کا حکم لگاتے ہیں کیا ان عبارتوں کا کوئی صحیح محمل نہیں ہو سکتا ہے؟ اور اس کے جواب میں امام احمد رضا کی زبانی یہ کہلوانا کہ "بلاشبہ جناب نے ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے" کتنا مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ بھلا جس نے اس نوعیت کے تمام فتاویٰ میں احتمال اور تاویل کے سارے پہلوؤں کو پیش نظر رکھا ہو بلکہ اس پر عالمانہ بحث کی ہو اور جس کے ابحاث علمیہ کو پیش نظر رکھ کر اس موضوع پر پوری کتاب تیار ہو سکتی ہو اس کی زبان سے اس موضوع پر "توجہ دلانے" کی بات کرنا کتنا بڑا فریب ہے، بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

(۲) فتاویٰ امارت شرعیہ کا ایک دوسرا پہلو وہ ہے جس میں اہل سنت وجماعت کے معمولات ومشاغل کے جواز واستحسان پر فتوے دیئے گئے ہیں اس سلسلہ میں صرف ایک فتویٰ کی طرف توجہ دلانا چاہوں گا کہ آج کے حالات میں وہ ایک گرم موضوع ہے اور دیوبند کے مدارس کا ہر چھوٹا بڑا اس مسئلہ پر کچھ بولنا لکھنا اپنا فرض منصبی سمجھتا ہے اور وہ موضوع ہے "میلاد النبی" کا انعقاد۔ چنانچہ اسی "فتاویٰ امارت شرعیہ" میں باب الشرک والبدعت کے تحت صفحہ ۳۸ ر پر میلاد النبی کے جواز پر ایک فتویٰ ہے۔ ملاحظہ کریں:

''بارہویں ربیع الاول شریف میں اکثر اہل سنت و جماعت مجلس میلاد شریف منعقد کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات اور ان کے اخلاق حسنہ و تعلیمات کو بیان کر کے اور سن کر ایمان تازہ کرتے ہیں اور اپنے دلوں میں محبت رسول کا جذبہ پیدا کر کے ان کے نقش قدم پہ چلنے کا مصمم ارادہ کرتے ہیں۔ درود شریف کثرت سے پڑھ کر سعادت دارین حاصل کرتے ہیں یہ بہت ثواب کا کام ہے۔... بنظر ایصال ثواب و حصول برکت شیرینی تقسیم کی جائے یا کھانا کھلایا جائے تو یہ بھی جائز ہے''

کہنے کی ضرورت نہیں کہ میلاد شریف کے اجزا میں تلاوت، حمد نعت، وعظ، درود سلام، دعا اور نیاز و فاتحہ سب شامل ہیں۔ مولانا سجاد صاحب نے لفظ ''میلاد شریف'' کہہ کر یہ سارے اجزا مراد لئے ہیں۔ اس کے علاوہ جہاں اصلاح کی ضرورت محسوس کی ہے وہاں خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے جیسے:

- غلط سلط روایت نہ بیان کیا جائے۔
- اس مجلس خیر کو محض غزل خوانی کی مجلس نہ بنائی جائے۔
- قرض لے کر اس قسم کے اخراجات نہ کرنے چاہئیں۔

اور یہ ساری چیزیں یقیناً قابل لحاظ ہیں اس سے کسی کو اختلاف نہیں۔ مگر اس کے علاوہ جتنے اجزا ہیں سب جائز ہیں کہ کہیں اصلاحات کی فہرست میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

مگر حیرت کا مقام یہ ہے کہ ''میلاد النبی'' کے انعقاد کے تعلق سے عام علمائے دیوبند کا مسلک بالکل اس سے مختلف ہے۔ وہ میلاد شریف اور اس کے سارے اجزا کو جائز ہی نہیں سمجھتے بلکہ اس کے عاملین کو تحریراً اور تقریراً بدعتی، فعل حرام کے مرتکب اور کبھی مشرک تک کہہ جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ''تقویۃ الایمان، فتاویٰ رشیدیہ، وغیرہ حوالہ کے لئے بہت کافی ہیں جو عام طور پر بازار میں دستیاب ہیں۔ اب تو اس تضاد بیانی کا جواب علمائے دیوبند ہی دے سکتے ہیں کہ اس طرح کے اعمال کہیں جائز ٹھہرتے ہیں تو کہیں حرام شرک کیوں؟ اگر حامیان امارت شرعیہ مولانا سجاد صاحب کے فتاویٰ کی تصدیق کرتے ہیں تو ان کے جو اکابر اسے حرام ناجائز اور بدعت و شرک لکھ گئے، ان کے بارے میں ان کا کیا حکم ہے اور اگر ان کے اکابرین کے فتاویٰ صحیح ہیں تو ''فتاوی امارت شرعیہ'' میں شامل اس فتویٰ کی حقیقت کیا رہ جاتی ہے قارئین خود ہی فیصلہ کر سکتے ہیں؟

مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار:

ادارۂ شرعیہ کا قیام سن ۱۹۶۸ء میں عمل میں آیا۔ جماعت اہل سنت کے اکابر علماء و مشائخ

- سرکار مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں قادری بریلوی۔
- سید العلماء مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ قادری مارہروی۔
- برہان ملت حضرت علامہ شاہ برہان الحق جبل پوری۔

- مجاہد ملت حضرت علامہ شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ۔
- امین شریعت حضرت علامہ شاہ مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ۔
- امین شریعت دوم حضرت علامہ شاہ مفتی انیس عالم صاحب قبلہ۔
- شمس العلماء مفتی شمس الدین صاحب قبلہ۔
- سحبان الہند حضرت علامہ شاہ ابولوفا فصیحی، غازی پوری۔
- حافظ ملت حضرت علامہ شاہ عبدالعزیز مبارک پوری۔
- مجاہد دوراں حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی۔
- حضرت علامہ محمد سلیمان بھاگل پوری وغیرہ

نے ''بہار صوبائی سنی کانفرنس'' میں اس کی بنیاد رکھی۔ ۱۴؍ مئی ۱۹۶۸ء کو اس کی آفس ''نور منزل'' دریاپور، سبزی باغ، پٹنہ میں رہی پھر کچھ پریشانیوں کے سبب وہاں سے منتقل ہو کر یہ آفس سبزی باغ پٹنہ ہی میں ''محفوظ الحق بلڈنگ'' میں آ گئی پھر ناگزیر حالت کے سبب وہاں سے سن ۱۹۶۹ء میں ادارہ کی آفس ''الحاج منے میاں صاحب'' کے یہاں منتقل ہوئی۔ ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں ادارہ کے عمارت کی تعمیر کا جلسہ سنگ ''انجمن اسلامیہ ہال'' میں بنیاد ہوا پھر مختلف مراحل سے ہوتے ہوئے گراؤنڈ فلور کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد کلی طور پر ادارہ یہاں منتقل ہو گیا اور تب سے آج تک ادارہ اپنے تمام شعبوں کے ساتھ یہاں مصروف عمل ہے۔ سبزی باغ سے اپنی عمارت تک منتقل ہونے کا مرحلہ اتنا جاں گسل، صبر آزما اور حوصلہ شکن تھا کہ فولادی اعصاب، آہنی عزم اور ایمانی جوہر رکھنے والے مردان خدا ہی اس سے بامراد اور سرخ رو گذر سکتے تھے خدائے تعالیٰ رحمتوں کے پھول برسائے۔

- مجاہد دوراں علامہ شاہ مظفر حسین صاحب کچھوچھوی۔
- قائد ملت حضرت علامہ ارشد القادری۔
- پیر طریقت حضرت مولانا سید شاہ برہان احمد ابولعلائی، پٹنہ
- مجاہد اہل سنت حضرت مولانا قیس محمد خاں صاحب
- شہید عشق رضا جناب غلام رضا عرف منے میاں

پر جنہوں اس خار دار وادی کو ہنستے مسکراتے طے کیا اور ادارہ شرعیہ کو اس مقام پر لے آئے کہ آج ''ادارہ شرعیہ'' ملک کے کڑوروں مسلمانوں کے مذہبی ملی عائلی اور سماجی و سیاسی مسائل کو حل کرنے میں مصروف عمل ہے۔

ادارہ شرعیہ میں مختلف شعبے کام کر رہے ہیں جن میں دارالقضاء، دارالافتاء، مدرسہ شرعیہ خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ ادارہ کا شعبہ افتاء و قضا ملکی سطح پر مقبول اور معتمد ہے یہی وجہ ہے کہ یہاں ملک کے تقریباً تمام صوبوں کے مقدمات دائر ہوتے ہیں اور دستور قضا کے مطابق مقدمات فیصل ہوتے ہیں۔ یہاں دائر ہونے والے مقدمات کا سرا اپنے ملک کے علاوہ بیرون ملک

پاکستان، بنگلہ دیش، دبئی، سعودی عرب اور مالدیپ وغیرہ تک جڑا ہوا ہے، تمام مقامات پر نوٹس جاتی ہے اور ان کے تحریری بیانات دارالقضا کو موصول ہوتے ہیں پھر ان کے مقدمات فیصلے کی میز تک پہنچتے ہیں۔ دارالقضا کے اس پھیلے ہوئے کام کو دیکھ کر اس کی وسعت مقبولیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت قاضی صاحب قبلہ نے ۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء سے ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء تک یعنی سن ہجری کے اعتبار سے ۲۱ راور سن عیسوی کے اعتبار سے ۲۰ رسال تک ادارہ شرعیہ سے وابستہ رہے شروع شروع میں آپ نے شعبہ افتاء وقضاء دونوں کی ذمہ داریاں نبھائیں پھر جب سن ۱۹۷۸ء میں اس شعبہ کیلئے الگ سے مفتی صاحبان کا تقرر ہوا تو کلی طور پر آپ دارالقضاء سے وابستہ ہوگئے اور اپنی زندگی کے آخری لمحات (۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء) تک قاضی شریعت کی حیثیت سے اپنے کام کو بحسن تمام انجام دیتے رہے۔ اس وقت حضرت مفتی عبدالحافظ صاحب قبلہ مدظلہ ان کی نیابت فرماتے تھے۔ حضرت کے وصال کے بعد سن ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۰ء سے عمدۃ الخلف یادگار سلف حضرت علامہ شاہ مفتی قاضی عبدالحافظ صاحب قبلہ مدظلہ اس خدمت کو بحسن تمام انجام دے رہے ہیں۔ الحمدللہ! حضرت کی عمر شریف ۱۰۸ رسال ہے مگر قوت بینائی اور قوت سماعت اب بھی زندہ وسلامت ہے۔ خدائے تعالیٰ ان کا سایہ عمر دراز فرمائے اور ہمیں ان سے اکتساب فیوض کے مواقع فراہم کرتا رہے۔ ان کی نیابت کے طور پر خانقاہ شمسیہ اردل کے ولی عہد حضرت مولانا مفتی شاہ خورشید انور شمسی اور یہ خاکسار عصیاں شعار امجد رضا امجد امین شریعت کی طرف سے اس خدمت پر مامور ہے اور تقریباً ۵ رسالوں سے اس خدمت کو انجام دے رہا ہے۔

حضرت قاضی فضل کریم صاحب قبلہ اور ان کے بعد کے سارے فیصلے ادارہ کے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ یہ سارے علمی شہ پارے ہمارے لئے اہمیت کے حامل ہیں کہ ان میں عہد بعہد ہماری مذہبی ملی اور سماجی تاریخ کے یادگار نقوش پوشیدہ ہیں۔ خدا کرے اس کی بھی ترتیب واشاعت کا مرحلہ جلد آئے۔

فتاویٰ شرعیہ کی فائلیں:

دارالافتاء کی طرح ادارہ کا شعبہ افتاء کو بھی شروع ہی سے مسلمانان ہند کا اعتبار واعتماد حاصل رہا ہے۔ سن ۱۹۶۸ء میں جب کہ اس کا پہلا دفتر سبزی باغ میں تھا اور ابھی اسے قائم ہوئے چند ایام ہی ہوئے تھے مگر اس وقت سے ہی ادارہ میں استفتاء آنے لگے تھے۔ پھر جوں جوں اس کی شہرت بڑھتی گئی ادارہ میں سوالات کی کثرت ہوتی رہی یہ اسی مقبولیت کی علامت ہے کہ ادارہ میں مندرج فتاویٰ کی اب تک جہازی سائز کی ۲۰ رضخیم جلدیں تیار ہوچکی ہیں۔

ادارۂ شرعیہ میں مختلف ادوار میں متعدد مفتیان کرام تشریف لائے ان میں:

قاضی شریعت حضرت قاضی فضل کریم صاحب قبلہ۔

امین شریعت حضرت مفتی عبدالواجد صاحب قبلہ۔

فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن صاحب قبلہ۔

قاضی شریعت حضرت مفتی عبدالحافظ صاحب قبلہ۔

فقیہ ملت حضرت مفتی حسن رضا صاحب قبلہ۔

خصوصیت سے قابل ذکر ہیں ان کے علاوہ مختصر مدت کے لئے حضرت مفتی عبدالحافظ رضوی قاضی شریعت مرکزی دارالقضا ادارہ شرعیہ پٹنہ، حضرت مفتی اشرف رضا صاحب قادری، قاضی شریعت آدارۂ شرعیہ مہاراشٹر، مفتی مجاہد حسین صاحب رضوی استاذ دارالعلوم غریب نواز الہ آباد اور مفتی ابوالکلام صاحب فیضی بھی تشریف لائے چنانچہ فتاویٰ شرعیہ کی مختلف فائلوں میں ان کے فتاویٰ بھی موجود ہیں مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔

حضرت مفتی عبدالواجد صاحب قبلہ سن ۱۹۷۸ء میں دارالافتاء تشریف لائے اور سن ۱۹۸۵ء تک اپنی خدمات انجام دیں۔

استاذ گرامی حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب قبلہ دوبار بحیثیت مفتی ادارۂ شرعیہ تشریف لائے۔ اس کے بعد پھر غالباً سن ۱۹۹۴ء یا ۱۹۹۵ء میں جس سال مرکزی ادارہ شرعیہ میں ''شعبہ تربیت افتاء'' قائم ہوا، ادارہ میں بحیثیت صدر شعبہ افتاء آپ کی آمد ہوئی۔ انہی ایام میں میں اور میرے ساتھ مفتی سلیم الدین مصباحی، مفتی عبدالصمد رضوی، مفتی شرف الدین نوری، مفتی نور عالم مصباحی، مفتی مہتاب عالم خاں اور مولانا فیاض احمد، مولانا عبدالقادر صاحبان نے حضرت سے افتاء کی تربیت لی۔ حضرت کے ماتحت افتاء کی تربیت پانے والی دوسری جماعت مفتی سید خورشید انور شمسی کی تھی، جس میں ان کے علاوہ مفتی نعیم الدین رضوی، مولانا توحید اقبال، مولانا وسیم رضا صارم، مولانا ظفر، مولانا ارشاد، شفاعت، اعجاز نے بھی کچھ ماہ حضرت سے افتاء کی تربیت لی۔ آپ کے بعد سے حضرت مفتی حسن رضا نوری افتاء اور تربیت افتاء دونوں کام کو بحسن وخوبی انجام دے رہے ہیں۔

کچھ فتاویٰ شرعیہ کے بارے میں:

فتاویٰ شرعیہ کی یہ دونوں جلدیں واقف رموز شریعت، دانائے اسرار معرفت وطریقت عارف باللہ حضرت مفتی قاضی فضل کریم صاحب قبلہ رضی المولیٰ تعالیٰ کے فتاویٰ پر مشتمل ہے، قاضی صاحب قبلہ کی ذات گرامی مختلف النوع حیثیات کی حامل ہے اور ہر حیثیت ایک مستقل جہان وصف کا حامل۔ بیٹا، باپ، شاگرد، استاذ، مرید، پیر، انسان اور انسان گر ——— جس رخ سے دیکھئے ان کی زندگی کامل مکمل بلکہ اکمل نظر آئے گی۔ یہ ادارہ کی فیروزمندی تھی کہ قاضی صاحب کی شکل میں انہیں ایک ایسا فرد مل گیا جس نے ہر محاذ پہ ادارہ کو ظفریاب کیا۔

حضرت قاضی صاحب قبلہ سن ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۶ء میں سیتامڑھی ضلع کے معروف گاؤں فیض پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں اپنے والد گرامی منشی محبوب علی اور دادا حضرت الٰہی بخش (المعروف بہ میاں جی) ہی سے پڑھیں کہ آپ کے دادا فارسی کے بڑے ماہر اور بافیض استاذ تھے۔ اس کے بعد اپنے جذبہ کی تسکین کے لئے ہندوستان کے سب سے بڑے تعلیمی ادارہ ''منظر اسلام'' تشریف لے گئے، وہاں حجۃ الاسلام حضرت علامہ شاہ حامد رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان نے اپنی نگاہ باطنی سے یہ دیکھتے ہوئے کہ مذہب وملت اور مسلکی خدمت کی بہت بڑی ذمہ داری آپ کے سر آنی ہے، آپ نے اسی انداز میں ان کی تربیت کی۔

سفر و حضر میں ساتھ رکھا، پڑھایا پلایا اور پھر اس لائق بنا دیا کہ آپ زندگی بھر رزم گاہ حق و باطل میں فاتحانہ انداز میں حق کی نمائندگی کرتے رہے۔ حضور حجۃ الاسلام سے آپ کو خلافت بھی حاصل تھی اس لئے آپ کے تقویٰ، پرہیزگاری، خلوص وللہیت اور زہد وورع کو دیکھ کر جب خلق خدا کا میلان آپ کی طرف ہوا تو آپ نے انہیں مایوس نہیں کیا بلکہ انہیں اپنے حلقہ ارادت میں لے لیا۔ آپ کے ان مریدوں میں ایک خاص نام حضرت قاری نہال احمد کریمی کا ہے جو ابھی ادارہ شرعیہ کے شعبہ حفظ وقرأت کے صدر ہیں۔ سن ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۲ء میں انہوں نے پہلی بار اپنے پیرومرشد کی حیات وخدمات پر ایک یادگار مجلہ شائع کیا۔ پھر درمیان میں ۱۹ رسالوں تک کوئی قابل ذکر کام نہیں ہوا۔ مقام مسرت ہے کہ سال رواں ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۰۱۰ء میں معروف درسگاہ "الجامعۃ الرضویہ، پٹنہ سیٹی" نے ان پر یادگار سیمینار کرایا اور ۱۴۳؍ صفحات پر مشتمل "معارف قاضی فضل کریم" کے نام سے ایک مجموعہ مقالات شائع کرایا۔ مجموعہ وقیع اور معلوماتی ہے۔ جس سے حضرت قاضی صاحب قبلہ کی زندگی کے مختلف خدوخال روشن ہو جاتے ہیں۔

ادارہ شرعیہ بڑے فخر واعتماد کے ساتھ حضرت قاضی صاحب کے فتاویٰ کا یہ مجموعہ دو جلدوں میں شائع کر رہا ہے۔ قاضی صاحب کے قلمی فتاویٰ ڈھائی جلدوں میں ہیں لیکن انہیں دو جلدوں میں سمیٹ کر پیش کیا جا رہا ہے۔ ان فتاویٰ کی ترتیب فقہی انداز سے کی گئی ہے۔ چنانچہ اس میں عقائد، طہارت، عبادت، تجارت، معاملات، حظر واباحت، وراثت وغیرہ تمام امور سے متعلق فتاویٰ موجود ہیں۔ ان فتاویٰ کی اپنی ایک علمی شان ہے۔ جس سے عوام سے لے کر خواص تک سبھی استفادہ کریں گے۔ ان فتاویٰ کی خصوصیات پہ بہت لکھا جا سکتا ہے اور لکھا جانا چاہئے لیکن قلت وقت کے ساتھ یہ سوچ کر بھی کہ ان خصوصیات سے عوام کو کوئی علاقہ نہیں اور اہل علم فتاویٰ دیکھ کر خود ہی اس کی اہمیت وافادیت اور عظمت کا اندازہ لگالیں گے، اسے موقوف کیا جاتا ہے۔

اخیر میں یہ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہماری ہزار تمناؤں کے باوجود "فتاویٰ شرعیہ" اتنی جلد منظر عام پر نہیں آتا اگر عزیز گرامی قدر مولانا فیضان الرحمٰن سبحانی ازہری کا جوش جنوں اس کام کے لئے آمادہ نہ ہوتا۔ انہوں نے اس کی اشاعت کے لئے جس طرح شب وروز محنت کی ہے اس کی توقع عام نوجوان سے نہیں کی جا سکتی۔ میں اور میرے ساتھ ادارہ کے تمام ارباب حل وعقد انہیں مبارک باد دیتے ہیں کہ ادارہ کی یہ انمول پونجی ان کے توسط سے سج سنور کر منظر عام پر آرہی ہے۔ خدا کرے مولانا سبحانی کا یہ جذبہ سعید سلامت رہے اور وہ اسی طرح سعادتوں کے خزانے اپنے نام کرتے رہیں۔

امجد رضا امجد غفر لہ

نائب قاضی شریعت مرکزی دار القضا ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

۱۰؍ ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۶؍ مارچ ۲۰۱۰ء

یادگار سلف حضرت قاضی فضل کریم حامدی

مولانا غلام رسول بلیاوی، مہتمم مرکزی ادارہ شرعیہ، بہار، پٹنہ

۱۰؍۱۱؍مئی ۱۹۶۸ء کو قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری کی تحریک پر ''بہار صوبائی سنی کانفرنس'' کا انعقاد سیوان کی سرزمین پر کیا گیا جس میں ۲۵۰؍علمائے اہل سنت خصوصاً نور دیدہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند، وقار مارہرہ مقدسہ سید العلماء حضرت العلام شاہ سید و آل مصطفےٰ صاحب صدر سنی جمیعۃ علمائے ہند نور دیدہ عید الاسلام خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی برہان الحق صاحب جبل پوری، مجاہد ملت حضرت شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب رئیس اعظم اڑیسہ، حافظ ملت شاہ عبد العزیز مبارکپوری ودیگر اکابر اہل سنت نے شرکت فرمائی اور وہیں ضرورت وحالات کے پیش نظر ''ادارۂ شرعیہ کا قیام عمل میں آیا۔

۱۴؍مئی ۱۹۶۸ء کو خالی دامن مگر عزم محکم کے ساتھ قائد اہل سنت نے سبزی باغ پٹنہ کے نور منزل میں کرایہ کا روم لے کر اپنے کام کا آغاز کر دیا اس وقت دار القضاء اور دار الافتاء پر مشتمل اس کام کا آغاز ہوا اور اس کی ذمہ داری حجۃ الاسلام حضرت علامہ مولانا حامد رضا خاں علیہ الرحمہ والرضوان کے خلیفہ ومجاز فقیہ عصر حضرت قاضی فضل کریم صاحب کو سونپی گئی۔ حضرت قاضی صاحب قبلہ نے شروع سے عمر کی آخری منزل تک منصب قضا کو جس مستعدی سے انجام دیا اس کی مثال مشکل ہے۔ اس وقت ادارہ کے پاس کتابوں کی کمی تھی فقہی کتابیں جو افتاء وقضا کے معاملہ انتہائی ناگزیر ہیں وہ بھی ادارہ کو دستیاب نہیں تھیں مگر اس کے باوجود آپ نے حوالے سے مزین فتاویٰ صادر فرمائے اور قضا کے مسائل کو بھی مدلل طور پر حل کیا۔ آہستہ آہستہ ادارۂ شرعیہ کو وسائل بہم ہوتے گئے اور بالآخر ۲۶؍۲۷؍فروری ۱۹۷۰ء میں ادارہ کو اپنی زمین اور پھر عمارت میسر ہوگئی، کچھ کتابوں کے ذخیرے بھی جمع ہوگئے۔

ادارہ کے شروع کی فائلیں تو مکمل محفوظ نہیں لیکن جو رکارڈ ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ ادارہ کے شروع کے ایام میں دار الافتاء سے ہر روز تقریباً نصف درجن جوابات سپرد ڈاک ہوتے تھے۔

صوبہ بہار میں اہل سنت کا یہ پہلا دار الافتاء وقضا ہے جس کے قاضی ومفتی خلیفہ حجۃ الاسلام حضرت علامہ قاضی فضل کریم صاحب قبلہ علمائے اہل سنت ومشائخ کرام کے اتفاق رائے سے منتخب ہوئے۔ یہ انتخاب کس قدر اہمیت کا حامل تھا اسے سمجھنے کیلئے حضرت قاضی صاحب قبلہ کی خشیت الٰہی وحق شناسی کا ایک انوکھا تیور دیکھئے ——— بانی وسربراہ ادارہ حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ گورکھ پور کے مہراج گنج علاقہ میں ایک دینی اجلاس میں تشریف لے گئے وہاں کے کچھ لوگوں نے مرکزی دار القضاء ادارہ شرعیہ میں مندرج ایک مقدمہ کے تعلق سے اپنی عرض داشت پیش کی اور یہ باور کرانا چاہا کہ مدعیہ مظلومہ ہے اور

اس کا نکاح فسخ نہیں ہو رہا ہے۔ آپ ادارہ کے قاضی صاحب کو ایک خط لکھ دیں۔ فطرتاً بچیوں کے تئیں نرم گوشہ ہر فرد کے دل میں ہوتا ہے۔ بانی ادارہ اس عرض گذار کے چہرے مہرے اور وضع قطع سے متاثر ہوئے اور قاضی صاحب کو ایک خط لکھ دیا۔

حضرت قاضی صاحب کو علامہ کی وہ تحریر مل گئی لیکن آپ نے یہ خیال کئے بغیر کے اس کا کیا اثر بانی ادارہ پر پڑے گا۔ آپ نے اپنی تحقیق جاری رکھی اور بالآخر گواہان کے بیانات اور تحقیق سے یہ واضح ہوا کہ مدعا علیہ حق پر ہے اور مدعیہ کا دعویٰ مبنی بر کذب ہے۔ لہٰذا فیصلہ لڑکے کے حق میں صادر فرمایا۔ فیصلہ کے کچھ ہی دنوں کے بعد پھر علامہ کا گذر اس علاقہ سے ہوا اور یہ معاملہ پھر آپ کے سامنے پیش ہوا لیکن کسی شکوہ کے لئے نہیں بلکہ حضرت قاضی صاحب قبلہ کے ذریعہ کئے گئے فیصلہ کی ستائش پر۔ بانی ادارہ نے صورت حال دیکھ کر ایک اور خط قاضی شریعت کے نام ارسال کیا اور لکھا کہ "حضرت قاضی صاحب میں نے گورکھ پور سے جس مدعیہ کے تعلق سے فسخ نکاح کے لئے خط لکھا تھا آپ کے فیصلہ کے بعد مجھے بے پناہ مسرت ہی نہیں ہوئی بلکہ سر فخر سے اونچا ہو گیا کہ آپ نے مجھے ڈوبنے سے بچالیا۔ ہمیں فخر ہے کہ ہماری جماعت کا قاضی اپنے فرض منصبی اور احکام شرع کے نفاذ میں کسی شخصیت سے متاثر نہیں ہوتا۔ ہم آپ کے بیحد شکر گزار ہیں کہ آپ نے ہمیں شرمسار ہونے سے بچالیا۔

حضرت قاضی صاحب جہاں جید عالم دین تھے وہیں تقویٰ اور معمولات کے اندر بہت پابند تھے۔ آپ نے اپنی ضعیف العمری، متعدد امراض اور پیہم بخار کے باوجود کبھی نماز قضا نہیں ہونے دی۔ ایک بار راقم اور مولانا حافظ غلام جیلانی اشرفی حضرت کی سخت علالت سن کر درگاہ شاہ ارزاں کی جامع مسجد حاضر ہوئے، مسجد سے متصل ایک کھپڑ پوش حجرہ میں حضرت نیم غنودگی میں تھے۔ کچھ دیر بعد اہل محلہ اور ادارہ کے لوگوں کی گفتگو سے آپ نے آنکھیں کھول دیں اسی درمیان ڈاکٹر صاحب بھی تشریف لے آئے انہوں نے چیک کرنے کے بعد سخت تاکید کی کہ سردی اور بخار کافی ہے۔ لہٰذا آپ آرام کریں اور ساتھ ہی ٹھنڈک سے پرہیز کریں پینے کے لئے گرم پانی استعمال کریں۔ کافی دیر بعد حضرت کے صاحب زادہ برادرم عتیق رضوی نے ہم لوگوں سے یہ کہکر اجازت دے دی کہ حضرت کی حالت کچھ بہتر ہے اس لئے آپ لوگ لوٹ جائیں۔

رات کو تقریباً ۲ ربجے ہوں گے کہ میری نیند ٹوٹ گئی اور بار بار یہ خیال آنے لگا کہ حضرت نے اگر ساتھ چھوڑ دیا تو پھر ادارہ کے شعبۂ افتاو قضا کا کیا ہوگا؟ کوئی متبادل نظر بھی نہیں آرہا ہے۔ اسی سوچ میں میں حضرت کی قیام گاہ کی طرف چل پڑا۔ جب حجرہ کے قریب پہنچا تو حجرہ خالی پایا، دل کی دھڑکن تیز ہوگئی ساتھ ہی دور کوئی مسجد میں نماز پڑھتا نظر آیا خیال ہوا کہ شاید آپ قاضی صاحب ہیں مگر پھر خیال آیا کہ آپ تو سخت بیمار ہیں ٹھنڈ بھی زیادہ ہے اور ڈاکٹر نے ٹھنڈ سے بچنے کی تاکید کی ہے اسی خیال میں تھا نماز سے فارغ ہو کر جب وہ واپس ہوئے تو یہ دیکھ کر کلیجہ کانپ گیا کہ بیماری اور ٹھنڈک کے باوجود یہ نماز پڑھنے والے حضرت قاضی صاحب ہیں۔ حضرت کے اس تقویٰ اور عبادت نے مجھے اشکوں میں شرابور کر دیا۔ میں نے کچھ کہنا چاہا تو حضرت نے فرمایا ڈاکٹر اپنا کام کرتا ہے ہم اپنا کام کرتے ہیں۔

ادارۂ شرعیہ میں حضرت کے فتاویٰ اور فیصلے کی کاپیاں محفوظ ہیں جن میں علم وفن کے خزانے پوشیدہ ہیں ارکان ادارہ ان کی

ساری قلمی یادگاریں منظر پر لانے کے لئے کوشاں ہے سر دست ان کے فتاویٰ کا مجموعہ "فتاویٰ شرعیہ" جلد اول، دوم حاضر خدمت ہے۔ مجھے یہ کہنے میں خوشی محسوس ہو رہی ہے کہ حضور امین شریعت کے قابل قدر فرزند حضرت مولانا فیضان الرحمن سبحانی کی انتھک محنت اور پیہم کوششوں سے فتاویٰ کے یہ مجموعے شائع ہو رہے ہیں انہوں نے اس کی اشاعت کے لئے جتنی محنت کی ہے اس کا صلہ ہمارے رسمی شکریہ کے الفاظ نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے اخلاص اور عبادت کے جذبہ سے اس عظیم کام کو انجام دیا ہے اور عبادت کا صلہ و جزا خدا دیتا ہے ہم صرف اتنی دعا کرتے ہیں کہ خدائے تعالیٰ انہیں ایسے ہی مصروف کار رکھے اور ان سے دین متین کی خوب خوب خدمت لے۔ فتاویٰ شرعیہ کی ان دو جلدوں کے فوراً بعد انشاء اللہ! بقیہ جلدیں بھی جلد منظر عام آئیں گی۔ جن میں حضور امین شریعت حضرت علامہ مفتی عبدالواجد قادری صاحب قبلہ کے فتاویٰ ہیں۔ آپ دعا کریں کہ خدا وہ دن جلد لائے کہ "فتاویٰ شرعیہ" کی مکمل جلدیں ہم منظر عام پر لا سکیں۔

مولانا غلام رسول بلیاوی
مہتمم مرکزی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

فتاویٰ شرعیہ: مخطوطہ سے مطبوعہ تک

مولانا مفتی فیضان الرحمٰن سبحانی مہتمم الجامعۃ الواجدیہ، دربھنگہ، بہار

مرکزی ادارہ شرعیہ بہار ہمارے اسلاف کے خوابوں کی تعبیر ان کے پر خلوص جذبات کا آئینہ دار اور روحانی مسرتوں کی آماج گاہ ہے۔ انہوں نے اسلام وسنت کی اشاعت اور مسلک اعلیٰ حضرت کی حفاظت کے لئے جو مجاہدانہ کردار ادا کیا وہ تاریخ کا زریں باب ہے جسے علمی اور ملی دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی۔ اپنے ان پاکیزہ عزائم کے لئے انہوں نے ادارہ شرعیہ میں دیگر شعبوں کے ساتھ دو بڑے اہم شعبے قائم فرمائے۔ ایک دار القضاء، دوسرا دار الافتاء۔ ان دونوں شعبوں کی کارکردگی عمدہ ہی نہیں خوشگوار حیرت کی آئینہ دار ہے۔ ادارہ شرعیہ سے جاری ہونے والے فتاویٰ کی اب تک ۲۰؍جلدیں مکمل ہوچکی ہیں جس کا نام ''فتاویٰ شرعیہ'' رکھا گیا ہے۔ ان میں

قاضی شریعت حضرت مفتی فضل کریم صاحب حامدی

امین شریعت حضرت مفتی عبدالواجد قادری مدظلہ

فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مدظلہ

قاضی شریعت حضرت مفتی عبدالحافظ صاحب رضوی مدظلہ

مفتی ملت حضرت مفتی حسن رضا نوری مدظلہ

اور حضرت مفتی ابوالکلام صاحب فیضی کے فتاویٰ محفوظ ہیں ان معتبر ناموں سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فتاویٰ شرعیہ کی علمی اعتبار سے کتنی اہمیت ہے۔

جن دنوں میں جامعہ ازہر مصر میں زیر تعلیم تھا اسی وقت سے میرے دل میں ''فتاویٰ شرعیہ'' کی اشاعت کا جذبہ پل رہا تھا سن ۲۰۰۸ء میں جب میں جامعہ ازہر سے اپنے ملک ہندوستان آیا تو اپنے والد گرامی امین شریعت اور ادارہ شرعیہ کے ارباب حل وعقد

محترم الحاج غلام رضا عرف منے میاں

محترم الحاج سید ثناء اللہ رضوی

محترم حضرت مولانا غلام رسول بلیاوی

سے باہم مشورے کے بعد اس کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اس سلسلہ میں پہلا مرحلہ اس کی نقل کا تھا تاکہ اصل قلمی نسخہ محفوظ رہے، اس کام کے لئے حضرت مفتی ڈاکٹر امجد رضا امجد، نائب قاضی مرکزی ادارہ شرعیہ بہار کے ایماء پر محترم انوار محمد صاحب کی

خدمات حاصل کی گئیں انوار صاحب ذی علم بھی ہیں اور انتہائی خوشخط بھی۔ انہوں نے اپنے کام کا آغاز کیا مگر دو سال کے طویل عرصے کے بعد صرف پہلی جلد کا کام مکمل ہو پایا۔ اس طرح چوں کہ طباعت کا معاملہ کئی سال کیلئے مؤخر ہو جاتا اس لئے اب بجائے نقل کے ان تمام کی زیروکس کاپی کرنا زیادہ مناسب معلوم ہوا۔ اس کام کو میں نے اپنے ذمہ لیا اور رضویات پر کام کرنے والے تحقیقی ادارے "القلم فاؤنڈیشن" سلطان گنج پٹنہ میں بیٹھ کر رات و دن اس کام میں صرف کیا اور تین ہفتوں میں ۷ جلدوں کی زیراکس اور اسکیننگ کا کام مکمل کر لیا۔ اب مرحلہ اس کی کمپوزنگ، ترجمہ اور تخریج کا تھا۔ مشورہ ہوا کہ پہلے کمپوزنگ کا کام کرا لیا جائے تاکہ ترجمہ و تخریج میں آسانی ہو۔ اس کام کیلئے مجھے دہلی کا سفر کرنا پڑا۔ دہلی ہندوستان کا کیپٹل ہونے کے ساتھ طباعت و اشاعت کا بھی مرکز ہے۔ وہاں کتابت، کمپوزنگ، ڈیزائننگ، کاغذ کی فراہمی اور طباعت و بائنڈنگ اور جگہوں کی بہ نسبت سہل بھی ہے اور سریع العمل بھی۔ وہاں میں نے جناب مستحسن فاروقی الہدیٰ پبلی کیشنز دہلی سے اس معاملہ میں تفصیلی بات کی اور معاملات طے کرنے کے بعد یہ کام ان کے سپرد کر دیا۔ میں ان کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اپنے کام میں کوئی تساہلی نہیں برتی اور مجھے اپنا کام جاری رکھنے میں ان کی طرف سے کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ کمپوزنگ کے ساتھ ترجمہ و تخریج کا کام بھی شروع کیا گیا اس سلسلہ میں باضابطہ ایک ہال اس کام کیلئے ادارۂ شرعیہ میں خاص کیا گیا اور ایک ٹیم اس کام کیلئے لگا دی گئی۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس کام کیلئے جن مفتیان کرام کی خدمات حاصل کی گئیں وہ مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ کے شعبۂ تربیت کے فارغین ہیں حضرت مفتی حسن رضا نوری اور ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد نے ان کی ایسی تربیت کی تھی کہ ادارہ کے اس اہم کام کے لئے مانگنے کے سہارے کی ضرورت نہیں پڑی۔

گویا "سب کچھ تھا اپنے پاس خدا کا دیا ہوا"

میں اپنے علمائے تخریج و ترجمہ: مفتی طاہر رضا مصباحی، مفتی ہدایت اللہ ضیائی، مفتی محمد نعیم الدین رضوی، مفتی رضوان صاحب کا تہہ دل سے ممنون و شکر گذار ہوں کہ انہوں نے حسب ہدایت اپنے کام کو انجام دیا اور فتاویٰ شرعیہ کی اشاعت میں ہر قدم میری معاونت کی۔ تخریج حوالہ جات کے تعلق سے یہ بات گوش گذار کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ پھیلا ہوا کام چوں کہ وقت طلب تھا اس لئے ترجمہ کے ساتھ تخریج کے کام کو محض واجبی رکھا گیا ہے تاکہ پہلے مرحلہ میں اشاعت کا کام حسب جذبہ و تمنا ہو جائے۔ پھر دوسری اشاعت میں تخریج کے کام کو کلی طور پر انجام دیا جائے۔

ان دو جلدوں کا سارا کام مکمل ہونے کے بعد سب سے اہم کام اس پہ نظر ثانی اور پروف ریڈنگ کا تھا اس سلسلہ میں متعدد علماء مفتیان کرام سے روابط کئے گئے اور اس میں وقت صرف ہوتا رہا بالآخر میرے مرشد و مربی امین شریعت حضرت مفتی عبدالواجد قادری مدظلہ العالی نے ضعیف العمری اور نقاہت و کمزوری کے باوجود اس کام کا بیڑہ خود اٹھا لیا، رات دن صبح و شام وہ اسی میں لگے رہتے۔ رمضان شریف کے مہینہ میں ان کے پیر کا آپریشن ہوا مگر ان ایام میں بھی وہ اپنا کام انجام دیتے رہے اور آخر کار تیس دنوں کی شبانہ روز محنت کے بعد انہوں نے اس کام کو انجام دے دیا۔ ان کی محنت کے آگے ہم جوانوں کی ہمتیں ہیچ نظر آتی ہیں کہ ہم جن کاموں میں مہینوں لگاتے ہیں والد بزرگوار نے وہ کام چند ہفتہ میں کر کے دے دیا۔ خدائے بزرگ و برتر انہیں صحت کاملہ

عطا فرمائے اور ان کا سایہ عاطفت ہم پر ہمیشہ قائم رکھے۔

بہر حال ادارۂ شرعیہ کی بیش بہا کارکردگی کا دلکش اور علمی آئینہ "فتاویٰ شرعیہ" (جلد اول) کی شکل میں باذوق قارئین کے حوالے ہے۔ ان دونوں جلدوں میں جو ترتیب ابواب اور فتاویٰ کی تعداد ہے وہ مندرجہ ذیل ہیں:

جلد اول کی اجمالی فہرست

[1]	(i)	کتاب العقائد۔ متعلقہ باری تعالیٰ	4
	(ii)	// // متعلقہ انبیاء کرام	5
	(iii)	// // متفرقات	19
[2]		کتاب الطہارت	2
[3]	(i)	کتاب الصلوٰۃ۔ مسائل عامہ	11
	(ii)	// // باب المساجد	35
	(iii)	// // باب الامامۃ	69
	(iv)	باب الاذان والاقامۃ والتثویب	10
	(v)	باب مکبر الصوت	5
	(vi)	باب القرأۃ	3
	(vii)	باب التراویح والنوافل	7
	(viii)	باب الجمعۃ	19
	(ix)	باب العیدین	7
[4]		کتاب الجنائز	9
[5]		کتاب الزکوٰۃ	12
[6]		کتاب الصوم	13
[7]		کتاب الحج	1
[8]	(i)	کتاب النکاح۔ مسائل العامۃ	44
	(ii)	باب المحرمات	42
	(iii)	باب المصاہرۃ	2

جلد دوم کی اجمالی فہرست

[11]	(i)	کتاب الطلاق۔ مسائل عامہ	83
	(ii)	// // باب المغلظہ	45
	(iii)	// // باب الرجعۃ	18
	(iv)	// // باب الطلاق البائن	4
	(v)	// // باب الصریح والکنایۃ	21
	(vi)	// // باب الطلاق بالکنایۃ	30
	(vii)	// // باب التعلیق	12
	(viii)	// // باب طلاق الحبلیٰ	5
	(ix)	// // باب الطلاق بالشرط	4
	(x)	// // باب الاکراہ	16
	(xi)	// // باب طلاق السکران	5
	(xii)	// // باب الطلاق قبل الدخول	3
	(xiii)	// // باب الاضافۃ	6
	(xiv)	// // باب الشہادۃ	8
	(xv)	// // باب المہر والعدۃ	11
	(xvi)	// // باب النفقۃ	4
	(xvii)	// // باب الخلع	5
	(xviii)	// // باب الحضانۃ	5
	(xix)	// // باب ثبوت النسب	1
	(xx)	// // باب المعاشرۃ	1

جلداول کی اجمالی فہرست

(iv)	بابُ الکفؤ والولی	14
(v)	باب المہر	11
(vi)	بابُ الجہاز	1
[9]	کتاب الرضاعۃ	7
[10] (i)	کتاب الفسخ۔ مسائل عامہ	27
(ii)	// // باب مفقوُدالخبر	33
(iii)	// // باب کالمعلقہ	8
(iv)	// // باب معدومہ النفقہ	9
(v)	// // باب العنین	4
(vi)	// // باب المجنون	6

☆☆☆

جلد دوم کی اجمالی فہرست

(xxi)	// // باب الظہار	3
[12]	کتاب الیمین (باب الایمان والنذر)	4
[13]	کتاب الحدود والتعزیر	4
[14]	کتاب الکفر والارتداد	7
[15]	کتاب الوقف	6
[16]	کتاب البیوع	4
[17]	کتاب الھبۃ	1
[18] (i)	کتاب الاضحیہ (مسائل عامہ)	15
(ii)	(باب العقیقہ)	2
[19]	کتاب القضاء	3
[20] (i)	کتاب الحظر والاباحۃ (مسائل عامہ)	144
(ii)	(باب الاکل والشرب)	7
[21]	کتاب الرھن	3
[22]	کتاب الحقوق	1
[23]	کتاب الزنا	13
[24]	کتاب الجہاد	1
[25]	کتاب السیر	1
[26]	کتاب الفرائض	83
[27]	کتاب المفرقات (الشتیٰ)	4

گویا پہلی جلد میں کل تیس کتاب وجواب شامل ہیں اور کل ۴۳۹ رچار سو انتالیس فتاویٰ ہیں۔ اور دوسری جلد ۳۹ ر انتالیس کتاب وابواب پر مشتمل ہے اور فتاویٰ کی کل تعداد ۵۹۵ ر پانچ سو پنچانوے ہیں۔

اس مجموعہ میں میں نے فتاویٰ شرعیہ کی پہلی اور دوسری جلد کی اصلی کاپی کے چند صفحات کا عکس بھی شامل کردیا ہے تاکہ قارئین حضرت قاضی فضل کریم علیہ الرحمۃ کی تحریر سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک پہونچائیں۔

اس کام کے لئے مجھے مسلسل دو سال جن مصائب کا سامنا کرنا پڑا انہیں میں مصیبت نہیں اپنی سعادت گردانتا ہوں۔ خدائے پاک نے اگر اسے قبول کر لیا تو یہی میدان محشر میں میری سرخ روئی کا ذریعہ بن جائے گا۔

اس مجموعہ میں فتاویٰ کے علاوہ چند تحریریں اور بھی ہیں جن کے اسماء گرامی مندرجہ ذیل ہیں:

امین شریعت حضرت مفتی عبدالواجد قادری مدظلہ

نائب قاضی شریعت ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد صاحب

مہتمم ادارہ حضرت مولانا غلام رسول بلیاوی صاحب

ان تمام تحریروں سے ادارہ شرعیہ، فتاویٰ شرعیہ اور مفتی فتاویٰ شرعیہ پر بھرپور روشنی پڑتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ تحریریں قارئین کے ذہن کو اپیل کریں گی۔ آخر میں یہ کہتے ہوئے اپنی گفتگو ختم کروں کہ میں نے حتی المقدور اسے سنوارنے کی بھرپور کوشش کی ہے پھر بھی اگر کوئی کمی راہ پا گئی ہو تو مطلع فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح ہو سکے۔ اور اپنے تاثرات و مفید مشوروں سے نوازیں کہ یہ خشت اول آئندہ مراحل میں آپ کے مشوروں سے استفادہ کیا جائے۔

مرتب فتاویٰ شرعیہ

فیضان الرحمٰن

فیضان الرحمٰن سبحانی

خادم مرکزی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ

مہتمم الجامعۃ الواجدیہ، دربھنگہ، بہار

مرکزی ادارہ شرعیہ: منزل بمنزل

امین شریعت حضرت علامہ مفتی عبدالواجد صاحب قادری قبلہ

عظیم آباد بہار کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا اور ان کی آل واولاد اور ان کے احباب وتلامیذ ومریدین سے خاص الخاص تعلق رہا ہے۔ چنانچہ ان کی شان علمی اور جلالت تجدد دینی کو دیکھتے ہوئے سینکڑوں علماو مشائخ وسجادگان کی موجودگی میں تحریک ندوہ کے مفاسد کے سد باب کے لئے منعقدہ ہشت روزہ کانفرنس کے اندر مرجع العلماء حضرت مولانا شاہ عبدالمقتدر بدایونی علیہ الرحمہ نے امام احمد رضا کے مجدد ہونے کا اعلان فرمایا، جس کی تائید فرماتے ہوئے تمام حاضرین نے مسرتوں کا اظہار کیا۔ اس کانفرنس کے بانیان میں اول نام مجاہد سنیت حضرت قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی پٹنہ کا آتا ہے۔ عظیم آباد اور اسکے قرب وجوار میں امام احمد رضا اور ان کے متعدد خلفائے کرام موجود تھے، ان میں ایک حضور ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری گویا اعلیٰ حضرت کے علمی وعملی جانشین تھے۔ اور دوسرے آپ کی فکر ونظر کی اشاعت فرمانے والے آپ کے خلیفہ ارشد حضرت قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی تھے۔ اعلیٰ حضرت کے ساتھ پھر ان کے بعد عظیم آباد اور اس کے مضافات واضلاع میں حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی آمد ورفت شروع ہوئی، جس کی وجہ سے اس علاقہ میں سلسلہ رضویہ برکاتیہ قادریہ کو فروغ حاصل ہوا۔ حضور حجۃ اسلام کے بعد حضور مفسر اعظم اور ریحان ملت علیہما الرحمہ کی مسلسل آمد ورفت کی وجہ سے بھی سلسلہ عالیہ رضویہ کو بیش از بیش فروغ واشاعت کا موقع ملتا رہا۔ اب اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خانوادہ کے چشم وچراغ تاج الاسلام قاضی القضاۃ حضرت علامہ الحاج الشاہ اختر رضا خاں صاحب ازہری زید مجدہ واقبالہ کبھی کبھی تشریف ارزانی فرماتے رہتے ہیں اور اہالیان عظیم آباد واضلاع ریاست کو اپنی دیدار کی روشنی سے منور کرتے رہتے ہیں اور آپ کے برادر خرد پیر طریقت حضرت مولانا ڈاکٹر قمر رضا خاں صاحب زید حبہ نے اپنے خاندانی تعلقات کو بہار اور اس کے مضافات سے مسلسل قائم کر رکھا ہے۔ ان تمام تعلقات ذہبیہ کا اثر ونفوذ زیادہ سے زیادہ عملی پاکیزگی اور روحانی ارتقا تک محدود ہے۔ ہاں اس کے ذریعہ یک گونہ اصلاح عقائد بھی ہوتی ہے اور بدمذہبوں سے عدم اختلاط کا سبق بھی ملتا ہے۔ لیکن قاضی عبدالوحید صاحب فردوسی کے قائم کردہ مدرسہ اہل سنت کے علمی فیضان ختم ہوجانے کے بعد عظیم آباد کے متصلب سنی حضرات کی مسلسل کوششوں کے بعد بھی کوئی علمی منارہ نور کا قیام عمل میں نہیں آسکا۔ یہ قرعہ فال بھی قائد اہل سنت، مناظر اسلام حضرت علامہ ارشد القادری کے نام نکلا کہ انہوں نے اس پیاسی سرزمین کو شفاف علم کے چشموں سے سیراب کرنے کے لئے عظیم آباد کے دل ودماغ اور سرمایہ علم وادب کو سر جوڑ کر بیٹھنے کی دعوت دی، جس میں باتفاق رائے یہ ذمہ داری علامہ مذکور کو سونپی گئی کہ آپ اپنی صواب دید کے مطابق ایسے پروگرام ترتیب دیں جس کے نتیجہ میں پھر عظیم آباد اسلامی علوم وفنون کا گہوارہ ہوجائے اور بدمذہبوں

کے تسلط سے ہم محفوظ رہ سکیں۔ حضرت علامہ علیہ الرحمہ نے تین نفری حضرات پر مشتمل ایک فعال مجلس کی تشکیل کی، جس کی صدارت کی ذمہ داری سلطان المناظرین مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ مفتی الحاج شاہ رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ کے مضبوط کندھوں پر ڈالی گئی اور مجلس کے افراد ثلثہ میں علامہ کے علاوہ نان پارہ اور نیپال کے سابق مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی ابو سہیل انیس عالم صاحب حال مقام نیا قلعہ سیوان اور مجاہد دوراں، ممبر آف پارلیامنٹ حضرت علامہ سید مظفر حسین کچھوچھوی علیہ الرحمہ تھے، ان تینوں حضرات نے ایک صوبائی کانفرنس کے انعقاد اور اس کو بہتر بالشان طور کامیاب بنانے کے لئے صوبوں اور غیر صوبوں کا دورہ فرمایا اور مالیات کی فراہمی میں جٹے رہے۔ جب اپنے ابتدائی مقصد میں کامیابی حاصل ہوگئی تو مجلس کے اتفاق رائے سے طے پایا کہ اس کانفرنس کے لئے سب سے مناسب جگہ سیوان ہے۔ مہینوں کی تگ ودو کے بعد کانفرنس کے انعقاد کے لئے علوم وفنون اسلامی کا جگمگاتا شہر آباد ہوا۔ ملک بھر کے مرجع العلما اکابر واصاغر کو تشریف آوری کی دعوت دی گئی ملک میں "سنی کانفرنس بنارس" کے بعد علماء وعوام کے اجتماع کے لحاظ سے یہ "صوبائی سنی کانفرنس" دوسری عظیم کانفرنس تسلیم کی گئی۔ ہزاروں علماء ومشائخ اور خانقاہی نمائندوں کے علاوہ تقریباً پانچ لاکھ عوام پر مشتمل یہ کانفرنس سیوان کی سرزمین پر منعقد ہوئی تھی۔ الکٹرانک میڈیا نے بھی اس کی خوب خوب تشہیر کی۔ بی بی سی (لندن) نے کئی دنوں تک فرزندان توحید کے یکجا مجتمع ہونے اور سنیت کی ترویج واشاعت کے لئے کسی لائحہ عمل کو طے کرنے کا اعلان کیا۔ اس دور کے سنی اکابر ومشاہیر علمائے ربانیین کی شمولیت نے کانفرنس کی کامیابی کی ضمانت دے دی۔ مثلاً:

نوردیدہ اعلیٰ حضرت حضور مفتی اعظم ہند۔

سید العلماء حضرت العلام سید شاہ آل مصطفیٰ صاحب صدر سنی جمیعۃ علمائے ہند۔

نوردیدہ عید الاسلام خلیفہ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی برہان الحق صاحب جبل پوری۔

مجاہد ملت حضرت شاہ محمد حبیب الرحمٰن صاحب رئیس اعظم اڑیسہ۔

پھر ان اکابر حضرات کے دوش بدوش صوبہ بہار کی مشہور معروف خانقاہوں کے سجادہ نشیں یا ان کے نمائندوں نے کانفرنس کو چار چاند لگا دیا۔ اکابر علماء کی جلوس میں اس دور کے سنی مقررین اور علمائے اصاغر تو ہزاروں ہزار کی تعداد میں شریک کانفرنس ہوئے۔ سیوان اور نیا قلعہ کا علاقہ علم وفضل کے ستاروں سے جگمگا رہا تھا۔ کانفرنس کے آخری جلسہ میں حضور مفتی اعظم ہند، حضور سید العلماء، حضور مجاہد ملت نیز علامہ وجود القادری وغیرہم کی موجودگی میں سہ نفری جلیل القدر تنظیم نے علامہ ابولوفا فصیحی کے ساتھ وقت کے چیلنج کا جواب دیتے ہوئے ایک ایسے تنظیمی ادارہ کے وجود کا اعلان کیا جس میں درجنوں شعبوں کے ساتھ سرفہرست دار القضاء اور دار الافتاء ہو۔ چونکہ پورے ملک میں اس وقت کوئی سنی دار القضا نہیں تھا اس لئے اسے زیادہ اہمیت دی گئی۔ اس ادارہ کا نام "ادارہ شرعیہ بہار قرار پایا"۔ چونکہ اس کے مرکزی دفتر کو بہار میں رہنا تھا اس لئے علمائے ربانیین نے اپنے اپنے علاقوں سے قضا سے متعلق معاملات اور امور قضایا کو ادارہ شرعیہ بہار کی طرف متوجہ کرانا شروع کر دیا۔ چنانچہ "فتاویٰ شرعیہ" کے بعض

سوالات سے، جو بہار کے علاوہ دوسرے صوبوں سے آئے ہوئے ہیں۔اس کا ثبوت فراہم ہوتا ہے۔ کہ قضا سے متعلق امور کو حضور مفتی اعظم ہند، حضور سید العلماء حضور حافظ ملت اور شارح بخاری حضرت مفتی شریف الحق امجدی نے ادارہ شرعیہ بہار کے سپرد فرمایا اور یہاں کے جوابات و فیصلہ پر اطمینان کا اظہار فرمایا۔

ادارۂ شرعیہ بہار کا مرکزی مگر عارضی دفتر سبزی باغ پٹنہ کا دو منزلہ مکان قرار پایا جسے ارباب ادارہ نے کرایہ پر لے رکھا تھا اسی مکان کے ایک کمرے اور صحن میں دار القضا اور دار الافتاء کا قیام عمل میں آیا جس کی ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے پٹنہ دو لی گھاٹ کی مؤقر شخصیت حضرت مولانا سید شاہ برہان احمد صاحب ابو الفیاضی کے اثر ورسوخ اور مسلسل مجبور ہو کر حضرت مولانا فضل کریم صاحب فیض پوری، اسکول کے ساتھ ادارہ شرعیہ کے دار الافتاء میں وقت دینے لگے۔ اسی درمیان سہ نفری تنظیم نے پٹنہ کی سرزمین پر بھی ایک تاریخ ساز کانفرنس بنام ''انسداد فسادات کانفرنس'' کا اعلان کر دیا۔ جس کا دو روزہ انعقاد ''انجمن اسلامیہ ہال'' پٹنہ میں ہوا۔ اس اجلاس میں خصوصیت کے ساتھ غزالی دوراں حضرت علامہ قاضی شمس الدین صاحب جونپوری (مصنف قانون شریعت) حضور مجاہد ملت، حضور مجاہد دوراں، حضور مفتی اعظم نیپال مفتی انیس عالم صاحب سیوانی، فاضل توریت وانجیل علامہ شاہ قائم چشتی قتیل داناپوری اور حضرت قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری شریک ہوئے جس میں اہم ترین سلگتے مسائل سے متعلق تجاویز پاس کی گئیں۔ پھر اسی اجلاس کے اختتام پر حضرت قاضی شمس الدین صاحب اور استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حکیم قاضی نظام الدین بلیاوی ثم الٰہ آبادی نے حضرت مولانا فضل کریم صاحب حامدی فیض پوری کے سر پر مرکزی دار القضا کی ذمہ داریوں کی دستار باندھی اور مسند قضا پر انہیں فائز فرمایا۔

چنانچہ امور قضاء کا کام سبزی باغ پٹنہ ہی سے شروع ہو گیا۔ بعدہ سہ نفری مبارک تنظیم کو ادارۂ شرعیہ بہار کے لئے ایک اپنی مستقل عمارت کی ضرورت ستانے لگی۔ کئی نشستیں ہوئیں مگر پٹنہ میں کامیابی کے آثار نظر نہیں آئے تو اس مبارک تنظیم نے اپنے صدر حضور مفتی اعظم کانپور کے ساتھ مجلس مشاورت قائم کی جس میں طے پایا کہ سہ نفری تنظیم کے ساتھ حضور مفتی اعظم کانپور بھی گجرات کا دورہ فرمائیں اور مالی فراہمی میں ساتھ دیں۔ چنانچہ ایک ماہ کا گجراتی دورہ ہوا۔ خصوصاً اس علاقہ میں جہاں حضور مفتی اعظم کانپور سابق شیخ الحدیث دار العلوم شاہ عالم احمد آباد کے مریدین و معتقدین کثرت سے آباد تھے۔ گجرات کی واپسی پر اتنی رقم مہیا ہو چکی تھی جس سے زمین خریدی جا سکے اور بنیادی کاموں کو انجام دے دیا جائے۔ سلطان گنج نو گھروا کی ایک مختصر زمین خرید کر بنیاد ڈال دی گئی۔ اس درمیان ادارۂ شرعیہ بہار کا مرکزی دفتر سبزی باغ سے منتقل ہو کر سلطان گنج میں آ گیا مگر اپنی عمارت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت الحاج غلام رضا عرف منے میاں کی جھونپڑی میں دار الافتاء اور دار القضاء چلنے لگا۔ جب ادارۂ شرعیہ کی پہلی منزل تیار ہو کر استعمال کے قابل ہو گئی تو ادارۂ شرعیہ بہار کا دفتر اپنی نجی عمارت میں آ گیا۔ منزل کی تکمیل کے بعد جب بالائی رضا ہال کی تکمیل ہو گئی تو اکابر علماء ربانیین اور صوبہ کے مستند معروف علماء کرام کا ایک بار پھر اجتماع ہوا جس میں ادارۂ شرعیہ بہار کے اغراض و مقاصد اور ہر ہر شعبے کے لئے اصول وضوابط طے کئے گئے جس کی منظوری اکابر و اصاغر علماء کرام سے لی گئی۔ پھر اسی

اجلاس میں یہ بھی طے پایا کہ ادارۂ شرعیہ بہار کے سب سے بڑے شرعی کلیدی عہدیدار کو امیر شریعت یا امیر ادارہ نہ کہا جائے کیونکہ امیر کے لئے جن قیود سیاسیہ اور طاقت عسکریہ کی ضرورت ہوتی ہے وہ موجودہ ہندوستان میں مفقود ہے۔ لہٰذا ہم اپنے سربراہ کو نہ امیر کہیں نہ مدیر کہیں بلکہ "امین شریعت" کے مہتمم بالشان لقب سے یاد کریں جو نہ صرف امین الفتویٰ یا امین القضاء ہو بلکہ اس کا اختیار مرکزی و ذیلی ادارۂ شرعیہ کے تمام شعبوں پر حاوی ہو۔ پھر اسی اجلاس میں امین شریعت اول کے منصب علیا کی ذمہ داری سلطان المناظرین مفتی اعظم کانپور حضرت علامہ الحاج شاہ رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ کو سونپی گئی جس کو انہوں نے اخیر وقت تک باحسن وجوہ نبھایا۔ اور حضرت مولانا مفتی فضل کریم صاحب حامدی کو باتفاق رائے قاضی القضاۃ کے منصب پر فائز کیا گیا۔ اور آپ کی معاونت کے لئے مفتی عبدالحافظ صاحب حامدی اور مولانا غلام دستگیر صاحب (برادر اصغر علامہ ارشد القادری صاحب) کو مقرر کیا گیا۔ ثانی الذکر کا تو درمیان ہی میں انتقال ہوگیا۔ البتہ اول الذکر معاون نے تاحین حیات حضرت قاضی القضاۃ کا ساتھ دیا بلکہ قاضی صاحب علیہ الرحمہ کے بعد منصب قضاء کو ابھی تک انہوں نے ہی سنبھال رکھا ہے۔

حضرت قاضی القضاۃ مولانا مفتی فضل کریم صاحب حامدی علیہ الرحمہ حقیقتاً نمونہ اسلاف تھے۔ علم و دانش کی انجمن میں عزت و افتخار کی نظر سے دیکھے جانے والی ایک معظم شخصیت کے مالک تھے۔ اپنے عزیزوں پر شفقت کرنے والے بے لوث انسان تھے۔ سالوں سال سکولی ماحول میں رہنے کے باوجود اپنے مرشد برحق حضور حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ کی تعلیم و تربیت کو کہیں سے نقص نہیں لگایا۔ جب ادارۂ شرعیہ بہار میں آئے تو وہی علمی جاہ و جلال فکر و فن کا کمال اور جزئیات فقہیہ کا استحضار جھلکنے لگا جو کسی وقت حضور حجۃ الاسلام کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کے وقت جھلکتا تھا۔ مسالک افتاء ہوں یا مراحل قضاء سب کو اصول افتاء و قضاء کے مطابق حل فرماتے رہے۔ ایسی مجمع الخصائل و محاسن ذات گرامی منصۂ شہود پر بار بار جلوہ بار نہیں ہوتی۔ میرا اور ان کا تقریباً پانچ سالوں (۱۹۸۴ء-۱۹۷۹ء) کا ساتھ رہا۔ میں ان کا جونیر مناصب کے اعتبار سے ذیلی تھا۔ مگر کبھی انہوں نے کسی معاملہ میں تلخ زبانی سے کلام نہیں فرمایا۔ بلکہ کسی استفتاء کا جواب لائق اصلاح ہوتا تو اسے غور سے معائنہ کرتے اور یہ کہہ کر چلدیتے کہ اس کا جواب دوبارہ دیکھ لیجئے۔

تقریباً بیس سال تک ادارۂ شرعیہ بہار کے دارالافتاء اور دارالقضاء کی خدمت فرماتے رہے۔ مگر عسرت کے باوجود کبھی تنخواہ میں اضافہ کے لئے زبان نہیں کھولی۔ جب میری تنخواہ ادارے سے تین سو (۳۰۰ر) تھی تو حضرت قاضی صاحب کی تین سو ایک روپیہ (۳۰۱ر) تھی جب کسی وجہ سے میری تنخواہ ادارہ کو چھ سو کرنی پڑی تو بغیر کسی مطالبہ کے ان کی تنخواہ چھ سو ایک روپیہ ہوگئی۔ اور تاحین حیات وہ غالباً اسی مشاہرہ پر دارالقضاء کی مرکزی خدمت انجام دیتے رہے۔

آج جب ان کے فتووں کا مجموعہ (جس کا نام فتاویٰ کریمیہ ہونا چاہئے، مگر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی تجویز کے مطابق "فتاویٰ شرعیہ" ہے) میری نگاہوں کی زینت بنی ہوئی ہے جس کی تلاوت سے اپنی آنکھوں کو طراوت دے رہا ہوں۔ پل پل ان کی یاد آرہی ہے۔ میں نے ان کے تمام فتاووں کو سرسری نظر سے دیکھا جہاں جہاں اصل متن سے تقابل کی ضرورت محسوس کی

میں نے کیا اور اب یہ مجموعہ بہمہ وجوہ لائق اعتماد اور قابل قبول ہے۔اب بھی اگر اس میں کوئی شرعی نقص نظر آئے تو وہ میری تساہلی و علمی بے بضاعتی ہوگی۔جس کا اظہار حوالوں کے ساتھ کیا جانا چاہئے۔

فتاوی شرعیہ کی اشاعت کے سلسلے میں اپنے عزیز گرامی مولانا فیضان الرحمٰن سبحانی ازہری کو صمیم قلب سے دعائیں دیتا ہوں کہ وہ اس کے حقدار ہیں۔انہوں نے فتاوی شرعیہ کے نقول کو یکجا کرنے ترتیب،تبویب،تکتیب اور تخریج ترجمہ میں انتہائی کوشش کی اور اس سلسلہ میں انہوں نے لاکھوں روپئے خرچ کئے اور بالآخر اس کے قلمی اوراق کو خوبصورت کتابی شکل میں حلقۂ احباب کی منبر پر سجانے کے لائق بنا دیا۔خدا کرے کہ ان کا دوسرا منصوبہ ''صحیح البہاری شریف'' تصنیف حضرت ملک العلماء علیہ بھی اسی طرح سج دھج کے ساتھ منظر عام پر آجائے کہ وہ بھی پوری تیاریوں کے ساتھ پریس کے دروازے پر پہنچ چکی ہے صرف طباعتی اخراجات کا انتظار ہے اور یہ سنی اہل خیر حضرات کی توجہ پر منحصر ہے۔

فتاوی شرعیہ کی اشاعت میں مرکزی ادارۂ شرعیہ بہار کی رضا اور اس کے موجودہ مہتمم مولانا غلام رسول بلیاوی و ناظم اعلی الحاج سید ثناء اللہ رضوی کے خصوصی تعاون کا اقرار ہے۔خدائے تعالی انہیں اس کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ادارہ کے قاضی و نائبین،صدر مفتی اور تربیت افتاء کے فارغین سب نے مل کر فتاوی شرعیہ کو طباعت کے مراحل تک پہنچایا ہے۔انشاء اللہ تبارک وتعالی ان دو جلدوں کے بعد فتاوی شرعیہ کی سات مزید جلدیں زیور طبع سے آراستہ ہو کر علماء و عامۃ المسلمین کی نگاہوں کی زینت بنیں گی۔بقیہ فتاووں کی نقلیں جو مختلف مفتیان کرام کے فتاووں پر مشتمل ہے اس کا کام بھی ملحقہ سالوں میں شروع کیا جائے گا۔ فتاوی شرعیہ کی طرح عزیز مذکور نے قضاۃ کرام ادارۂ شرعیہ بہار کے فیصلوں کو بھی مع تنقیحات ایک جگہ جمع کر لیا ہے اگر ضرورت محسوس کی گئی تو فتاوی شرعیہ کی طرح اس کی طباعت بھی عمل میں لائی جائے گی۔

چونکہ فتاوی کا تعلق عموماً اہل علم سے ہوتا ہے اور وہی عوام کے سوالات کو حل کرتے ہیں اس لئے فتاویٰ شرعیہ میں فقہ وافتا کے اصول کو اختصار کے ساتھ شامل کیا جا رہا ہے تا کہ اہل علم وافتاء اس سے استفادہ کر سکیں۔خداوند قدوس اس کتاب کو نافع خلائق بنائے اور ادارہ شرعیہ کو استحکام و ترقی عطا فرمائے۔آمین آمین آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

مُبَسْمِلًا وَّحَامِدًا وَّمُصَلِّيًا وَّمُسَلِّمًا

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمُجِيْبِ الْوَهَّابِ وَهُوَ الْهَادِيْ اِلَى الصَّوَابِ

مفتی

مفتی دین حق کا باضابطہ نمائندہ،مذہب اہلسنت کا محافظ اور مسلک سلف صالحین کا ترجمان ہوتا ہے۔لہٰذا اسے علوم دینیہ کا تاجدار،اطاعت گزار و تقویٰ شعار،اعمال صالحہ کا شہسوار اور اخلاص واخلاق محمدی کا آئینہ دار ہونا چاہیے۔

مفتی کی جامع تعریف

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے مفتی کے لئے اس کے علوم واوصاف کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا "تفسیر و حدیث، اصول وادب وہیات وہندسہ، توقیت (بقدر حاجت) کتب فقہیہ کا کثیر مشغلہ، اشغال دنیویہ سے یک گونہ فراغ، قلب اور توجہ الی اللہ، نیت لوجہ اللہ اور ساتھ ہی ساتھ توفیق من اللہ۔ اور مہارت اتنی ہو کہ اس کی اصابت، اس کی خطا پر غالب ہو۔ اور جب خطا واقع ہو تو رجوع سے عار نہ کرے، جو ان شرائط کا جامع ہو اور اس بحر ذخار میں شناوری کرسکتا ہو وہ مفتی ہوسکتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

فقہاء اصولیین کے نزدیک مفتی کے اندر بصیرت اجتہاد کا پایا جانا بھی ضروری ہے اس لئے ان کے نزدیک کسی غیر مجتہد کو فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔

لیکن یہ ضروری نہیں کہ مفتی کا اجتہاد اجتہاد جلی یا اجتہادِ مستقل ہو۔ کیونکہ یہ اجتہاد تو ائمہ مجتہدین کے ساتھ خاص ہے جس کی نظیر صدیوں قبل سے دیکھنے میں نہیں آرہی ہے۔

یہاں یہ بات بھی قابل حفظ ہے کہ اجتہاد (جلی یا مستقل) کوئی نبوت نہیں کہ جس کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا ہو اور اس کا کھلنا ناممکن ومحال ہو۔ لیکن تجربہ شاہد ہے کہ اس کا صحیح اہل ایک مدت سے کوئی نظر نہیں آتا ہے (شیعوں کے یہاں مجتہدین عصر کی برسات یا نوروزی کاشت کے خودرو جنگلات شرعاً کچھ بھی قابل التفات نہیں ہیں) بالفرض اگر کوئی اس کی اہلیت کا مدعی ہو تو اسے دلائل کی کسوٹی پر جانچنا ضروری ہے تاکہ حقیقت واشگاف ہوجائے اور اس کے اجتہاد کی قلعی کھل جائے۔ مثلاً زمانہ موجودہ کے شتر بے مہار جو تقلید ائمہ کو ناجائز وحرام کہتے ہیں یا جو مغربی تہذیب وافکار کے شکار ہوچکے ہیں ان کے سامنے مسائل محدثہ میں سے صرف سو یا پچاس ایسے مسائل پیش کئے جائیں جن کی نظیر قیاس ائمہ مجتہدین میں نہ ہو اور پھر ان کے جوابات دلائل وبراہین شرعیہ کے ساتھ طلب کئے جائیں تو ان مدعیانِ قیاس کو اپنے قیاس کی قدر وقیمت معلوم ہوجائے گی اور ماننا پڑے گا کہ قیاس شرعی تک رسائی آسان نہیں ہے۔

موجودہ دَور اور کارِ افتاء

موجودہ زمانہ میں علومِ اسلامیہ سے بے اعتنائی فکری انحطاط اصابت رائے کی کمی اور اتباع ہوا وہوس کے بڑھتے ہوئے رجحانات وحالات میں علماء اسلام نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر ائمہ مجتہدین میں سے کسی مجتہد کی رائے باوثوق ذرائع (کتب متون وشروح وفتاویٰ) سے مل جائے تو اس رائے پر فتویٰ دینا جائز ہے۔ (الاحکام فی اصول الاحکام ص ۲۴۱/۴)

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فی زماننا حقیقی مفتی شرع نایاب وکمیاب ہیں اور عام طور پر جنہیں مفتی یا قاضی کہا جاتا ہے دراصل وہ ناقل ہیں۔ اور ان کے فتاویٰ حضرات مجتہدین کرام کے اقوال وآراء کے نقول یا ماسبق فتاویٰ کا چربہ ہیں۔

کتاب وسنت میں جنہیں فقیہہ (مفتی) فرمایا گیا ہے اس کا معنیٰ ومفہوم اس سے کہیں زیادہ وسیع واہم ہے جس قدر ہم

سمجھتے ہیں۔اوراس معنی ومفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے موجودہ دور کے مفتی وقاضی کو ناقل کے لفظ سے تعبیر کرنا انسب ہے۔

ہاں اگراس صحیح و برمحل لفظ کی تعبیر واستعمال سے کوئی ناقل اپنی ہتک محسوس کرتا ہو، یا اس لفظ کے مفہوم کو اصطلاحِ عوام نے پُر مذاق بنادیا ہو تو حضرات ناقلین کو عرفاً مفتی وقاضی کہنے میں بھی چنداں مضائقہ نہیں معلوم ہوتا ہے جیسے زمانہ سلف میں متبحر علماء کرام اور نابغۂ روزگار علمی شخصیتوں کو مُلا مولوی یا میانجی کہا جاتا تھا لیکن زمانہ حال میں اصطلاح عوام نے ان القابات کو پُر مذاق بنادیا ہے تو اب علوم دینیہ کے فارغ التحصیل حضرات کو بجائے مُلا یا میانجی کے مولنا، علامہ یا سیدنا کہنے میں کوئی حرج نہیں بلکہ تقاضائے ادب بھی یہی ہے۔اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ فرماتے ہیں:

"الفتویٰ حقیقیّة وعُرفية فالحقيقة هو الافتاء عن معرفة الدليل التفصيلي واولئك الذين يقال لهم اصحاب الفتویٰ الخ والعرفية اخبار العالم باقوال الامام جاهلاً عنها تقليداًله من دون تلك المعرفة الخ

(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۱۰۹)

فقیہہ یا راسخ العلم

قرآن کریم میں دو مقامات پر راسخ العلم اور بیس مقامات پر لفظِ فقیہہ یا اس سے مشتق الفاظ کا استعمال ہوا ہے جن سے ان دونوں لفظوں کے لغوی وشرعی معنوں اور مفہوموں کی وضاحت ہوتی ہے۔(المعجم س لالفاظ القرآن)

اوراحادیث نبویہ میں بھی کثیر مقامات پر فقہ، تفقہہ اور راسخ العلم کا ذکر آیا ہے۔مثلاً فَقِيۡهٌ وَاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيۡطٰنِ مِنۡ اَلۡفِ عَابِدٍ (رواه الترمذی)

اِنَّ النَّاسَ لَكُمۡ تَبۡعٌ وَاَنَّ رَجُلاً يَاۡتُوۡنَكُمۡ مِنۡ اَقۡطَارِ الۡاَرۡضِ يَتَفَقَّهُوۡنَ فِى الدِّيۡنِ (رواه الترمذی) مَنۡ يُّرِدِاللّٰهُ بِهٖ خَيۡرًا يُّفَقِّهۡهُ فِى الدِّيۡنِ (بخاری و مسلم) وغيرهما۔

فقہ کی تعریف

آیاتِ قرآنیہ اوراحادیث نبویہ کی روشنی میں فقہاء کرام نے فقہ کی جو تعریفیں کی ہیں ان سے فقیہہ کی حیثیت و پہچان بھی واضح ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ صرف عملی احکام کے جاننے والوں کو فقیہہ یا راسخ العلم نہیں کہا جاتا بلکہ انتہائی علمی کاوش اور علوم دینیہ شرعیہ کی معلومات ومہارت کے بعد جو علمی بصیرت، حکیمانہ بالغ نظری، جلاءِ فکری اور احساسِ ذمہ داری پیدا ہوتا ہے اسی کو تفقہ فی الدین کہتے ہیں۔چنانچہ امام الائمہ کاشف الغمہ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقہ کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے"مَعۡرِفَةُ النَّفۡسِ مَالَهَا وَمَاعَلَيۡهَا" کہ ایسی حقیقی معرفت جس کے ذریعہ انسان اپنے فائدے اور نقصان کو معلوم کر سکے فقہ ہے۔

فقہ کی اس مختصر مگر جامع تعریف میں امام اعظم علیہ الرحمہ نے تفقہ فی الدین کے اُس مفہوم کو ملحوظ رکھا ہے جس کا ذکر آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ میں آیا۔

فقیہہ اور رَاسِخُ العِلم میں فرق

واضح ہو کہ مذکورہ دونوں علمی واخلاقی صفاتِ جلیلہ دینیہ کے درمیان صرف جوہر اخلاق کا غلبہ یا عدم غلبہ ہے یعنی اگر شرعی علوم کی مہارت اور حکیمانہ فکر ونظر غالب ہے تو وہ فقیہہ ہے۔ اور اگر علمی وفکری مہارت پر اخلاقی خوبیاں غالب ہیں تو وہ راسخ العلم ہے جیسا کہ طبرانی شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے!'' اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالىٰ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الرَّاسِخِيْنَ فِي الْعِلْمِ فَقَالَ مَنْ برت يَمِيْنَهُ وَصَدق لِسَانَهُ وَاسْتِقَامَ قَلْبُهُ وَمَنْ عَطِفَ بَطْنَهُ وَفَرْجَهُ فَذٰلِكَ الرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ (جو اپنی قسم اور قول وقرار کے پختہ ہوں، زبان کے سچے اور دل کے صاف ہوں نیز اس کی روزی حلال اور وہ پاکدامن ہوں تو وہ راسخ العلم ہیں)'' اور جو شخص ان دونوں اوصاف دینیہ کا جامع ہو وہ حقیقتاً مفتی یا فقیہہ ہے۔

فقہ کی کچھ اور تعریف

عمدۃ المتأخرین حضرت علامۃ الفہامہ ابن عابدین شامی صاحب ردّ المحتار علیہ الرحمہ فقہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں ''العلم بالاحكام الشرعيّة العملية من ادلّة التفصيلة'' کہ شرعی معمولات کے احکام کو تفصیلی دلائل کے ساتھ جاننا فقہ ہے۔

البحر الرائق نے فقہ کی تعریف میں بعض فقہاء کی یہ قید بھی بڑھائی ہے ''المكتسبة من ادلتها التفصيلة بالاستدلال'' یعنی شریعت کے عملی احکام کو ان کے مآخذ اور تفصیلی دلائل کے ذریعہ جاننے کا نام فقہ ہے اور وہ تفصیلی دلائل بذریعہ استدلال حاصل ہوں۔

شوافع کے یہاں فقہ کی یہ تعریف تقریباً مسلّم ہے۔ ''الفقه مخصوص بالعلم الحاصل بجملة من الاحكام الشرعية بالنظر و الاستدلال'' کہ فقہ وہ مخصوص علم ہے جس کے ذریعہ بصیرت ودلیل کے ساتھ تمام احکام شریعت کا علم ہو جائے اور فقیہہ وہ ہے جو اس کا حامل ہو۔

جیسا کہ پہلے میں نے عرض کیا کہ مفتی وفقیہہ کے اندر یک گونہ اجتہادی بصیرت کا پایا جانا بھی ضروری ہے اس کے تعلق سے البحر الرائق جلد اوّل ہی میں ہے ''فليس الفقيه إلّا المجتهد عندهم و اطلاقه على المقلد الحافظ المسائل مجازاً'' کہ مجتہد ہی اصل میں فقیہہ (مفتی) ہوتا ہے اور غیر مجتہد پر اگر چہ وہ مسائل شرعیہ کا حافظ ہو فقیہہ کا اطلاق صرف مجازاً ہے۔

مفتی میں قوتِ علمی کے ساتھ ساتھ بصیرتِ اجتہاد کا ہونا بایں معنیٰ ضروری ہے کہ وہ مسائل محدثہ میں اپنی بصیرت اجتہاد اور قوتِ علیہ فقہیہ سے کوئی ایسی رائے قائم کر سکے جس کا ثواب خطا پر غالب ہو، محض فقہی جزئیات ومسائل کے حافظ وعالم کو مجازاً تو مفتی وفقیہہ کہا جا سکتا ہے لیکن وہ علماء اصولیین کی نظر میں مفتی نہیں ہوگا۔

مفتی وفقیہہ کی خصوصیت

فقہ کی مذکورہ بالا تعریفوں سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک مفتی وفقیہہ یا قاضیٔ شریعت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ مقاصد شرع اور مسائل جدیدہ محدثہ کے بارے میں ان علوم ومعارف سے واقف ہو جو اس کو پیش آمدہ صورت کا حکم مستنبط کرنے کے قابل بنا سکیں۔ یعنی وہ اس مسئلہ کے بارے میں کتاب وسنت اور اجماع پر نظر رکھتا ہو نیز قیاسِ شرعی کے طریقے اور اصول سے واقف ہو۔

پھر وہ مسئلہ محدثہ جس شعبۂ زندگی سے متعلق ہو اس کی معلومات اسے حاصل ہو اور اس کے مالہ وماعلیہ کو بھی جانتا ہو۔

یہیں سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے ایک مفتی وفقیہہ یا قاضی کے اندر اعلیٰ درجہ کی شرعی علمی لیاقت، حکیمانہ فکر ونظر اور مجتہدانہ بصیرت ہو صرف فقہی جزئیات کا علم یا ان کا حفظ کسی عالم دین کو فقیہہ ومفتی نہیں بنا سکتا ہے بلکہ اس کے اندر علمی وفنی مہارت کے ساتھ ساتھ اجتہادی بصیرت اور احوالِ زمانہ سے واقفیت بھی ہوتا کہ وہ نئے مسائل کے بارے میں صحیح شرعی حکم دینے میں صواب سے زیادہ قریب ہو۔ اعلیٰ حضرت عظیم البرکتہ علیہ الرحمہ نے اپنے فتویٰ میں بار بار اس اہمیت کی طرف توجہ دلائی کہ "تفقہ کا رکنِ اعظم مقصدِ شرع کا ادراک اور احوال بلاد وعباد پر نظر ہے۔" اور یہ بھی پُر ظاہر ہے کہ نئے مسائل صرف عقائد وعبادات، طہارت ونجاست، حلت وحرمت ہی سے متعلق نہیں ہوتے بلکہ معاملات ومعاشرت، اخلاق وعادات اور اس سے بھی آگے سیاسی تصورات اور حکومتی انتظامات وغیرہا سے بھی متعلق ہو سکتے ہیں بلکہ ہوتے ہیں پھر ان میں سے بہت سارے معاملات وسیاست کا حصہ بین الاقوامی قوانین اور اس کے اصول سے بھی جڑا ہوا ہوتا ہے۔

اس لئے ایک مفتی وفقیہہ ان متعلقات سے بے نیاز ہو کر گوشۂ تنہائی میں سو کر اپنے فرائض کو پورے طور پر انجام نہیں دے سکتا۔ لہٰذا مفتی وقاضی کے لئے یہ بھی ناگزیر ہے کہ وہ ملکی وبین الاقوامی قانون اور اس کی تبدیلیوں پر بھی نگاہ رکھے اور معاملاتی ومعاشرتی تغیرات کا بھی اسے علم ہوتا رہے۔

مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہے

کہ وہ کسی تجربہ کار، مشاق، ماہرفن استاد کی خدمت میں رہ کر فتویٰ نویسی کے اسرار ونکات اور برمحل استعمال کے لئے بعض الفاظ وکلمات مصطلحہ کا علم حاصل کرے، پھر فتویٰ نویسی کے لئے اسی استاذِ حاذق کا مجاز وماذون اور سند یافتہ ہونا نہایت ضروری ہے صرف مسائل ودلائل کا یاد کر لینا کافی نہیں۔ (اصول الفقہ ص: ۲۱۹)

مفتی وفقیہہ کو صاحبِ عدالت ہونا چاہیے یعنی وہ متقی وپرہیزگار محتاط ودیانتدار ہو حضرت امام نووی شرح المہذب ص ۱/۴۱ میں فرماتے ہیں: "ینبغی ان یکون المفتی ظاهراً الورع مشهوراً بالدیانة الظاهرة والصیانة الباهرة" کہ مفتی کو ظاہری اعتبار سے بھی صاحبِ ورع ہونا چاہیے اور دیانت واحتیاط میں اپنے مقام میں مشہور ہو۔

واجب الحفظ

یہ بات ذہن نشیں رہے کہ عامۃ المسلمین کے لئے بطورِ خود مذاہب اربعہ میں سے مختلف مذاہب کے احکام پرعمل کرنا جائز ودرست نہیں کیونکہ اس سے اتباعِ نفس اور ہواو ہوس کی پیروی کا ایسا دروازہ کھل جائے گا جس کو آئندہ چلکر بند کرنا مشکل ہوگا جس کا مشاہدہ آج کل مغرب زدہ ماحول میں ہورہا ہے، اور یہی بے راہ روی آگے چل کر دین سے دوری اور دہریت سے قریب کردے گی۔

ہاں بوقتِ ضرورت وحاجت عوام ایسے مسائل میں اربابِ افتاء یا ناقلِ افتاء کی طرف رجوع کرسکتے ہیں اوران کے فتاویٰ کے مطابق عمل کرسکتے ہیں اگر چہ وہ فتاوے ظاہر مذہب کے خلاف معلوم ہوتے ہوں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی عقد الجید ص ۷۷ میں فرماتے ہیں: " لان للعامی یجب علیه تقلید العالم اذا یعتمد علی فتواه فکان معذوراً فیما صنع وان کان المفتی مخطیًا فیما افتیٰ " اس لئے عامۃ المسلمین پر عالم کا اتباع واجب ہے اور جب وہ عالم کے فتوے پر اعتماد کرتا ہو تو وہ اپنے عمل میں معذور ہے۔ اگر چہ مفتی نے اس فتویٰ میں غلطی کی ہو۔

پھر اس امر کی وضاحت خود شاہ صاحب مذکور نے یوں فرمادی۔" اعلم ان العامی لیس له مذهب معین وانما مذهب فتوی المفتی " کہ خبردار ہوجاؤ کہ عامیِ محض کا کوئی خاص مذہب نہیں ہوتا بلکہ اس کا مذہب تو مفتی معتمد کا قول ہوتا ہے۔

مفتی اپنے مذہب سے کب عدول کرسکتا ہے

مفتی وفقیہہ یا ناقل کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ اگر وہ مذاہبِ اربعہ میں سے ضرورۃً اپنے مذہب سے عدول کرتے ہوئے کسی دوسرے مذہب پر فتویٰ دینا چاہے تو وہ مندرجہ ذیل بنیادی شرطوں کو ملحوظ رکھے۔ اس کا مقصد ہواوہوس یا خواہش نفس کی تکمیل نہ ہو۔

مخلص ہونے کے لئے باوجود رخصت کے تلاش وجستجو نہ کی جائے کہ اس سے غیر مخلص اور ہوا پرستوں کو شہ ملے گی اور رخصتوں کو ڈھال بناتے بناتے حدّ ودِ عزیمت سے نکل جائیں گے اور شریعتِ مطہرہ ایک بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گی۔

اپنی فقہ اور جس مذہب میں عدول کررہا ہے اس فقہ کی تفصیلات سے واقفیت ہو۔

کسی ایسی رائے کو اختیار نہ کرے جو نصِ قطعی، اجماع، قواعدِ مسلّمہ اور قیاسِ جلی کے خلاف ہو۔

مفتی اور عرف وعادت وغیرہا

جو مسائل احوالِ زمانہ یا عرف وعادت یا پھر ضرورت وحاجت وغیرہا سے متعلق ہوتے ہیں ان میں تغیرات کا واقع ہونا

فطری امر ہے جس کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی کوئی مفتی اس سے چشم پوشی کر کے اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہو سکتا ہے۔ اس لئے حضرات فقہاء کرام نے اس کی جانب خصوصی توجہ دی اور مفتیوں کو متنبہ فرمایا" من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل " کہ جو اہل زمانہ کے عرف وعادت سے باخبر نہ ہو وہ مفتی نہیں جاہل ہے۔ عمدۃ المتأخرین حضرت علامہ شامی فرماتے ہیں" لیس للمفتی ولا للقاضی ان یحکم علی ظاھر المذھب ویترک العرف (رسائل ابن عابدین ص ۱۲۹/۲) کہ عرف وعادت اگر متقاضی ہو پھر بھی اس سے چشم پوشی کر کے ظاہر مذہب کے مطابق حکم لگانا منصب قضاء وافتاء کے خلاف ہے۔

ایک مفتی وقاضی کا احوالِ زمانہ اور عرف وعادت وغیرہا سے واقف ہونا اس لئے ضروری ہے کہ بہت سے احکامِ شرعیہ جو مستقل حیثیت کے حامل ہیں وہ اپنے زمان ومکان اور وہاں کے عرف وعادت پرمبنی ہیں۔ ایسی صورت میں ظاہر الروایۃ کو پیش کرنا اور عرف وعادت کو پسِ پشت ڈال دینا یا تغیرات زمان ومکان کو قابلِ اعتنا نہ سمجھنا، دین ودیانت مذہب ومسلک اور منصب قضاء وافتاء کے تقاضوں کے خلاف ہے۔

عُرف وعادات کی تعریف

علماء اصول کے نزدیک عرف کی تعریف یہ ہے" کہ عقلی طور پر جو بات دل میں جاگزیں ہو جائے اور طبع سلیم اسے قبول کر لے وہ عرف ہے خواہ اس بات کا تعلق کسی قول سے ہو یا عمل سے۔"

اس جامع تعریف سے اُس غلط اور ناپسندیدہ عُرف کا اعتبار ختم ہو جاتا ہے جسے عقل وطبع اور ذوقِ سلیم گوارہ نہ کرے جیسے موجودہ دَور میں گاجے باجے، ناچ ورنگ، شراب ودیگر منشیات اور مختلف طرز کے گناہوں کا عام ہو جانا اور اسی طرح عریانیت و بے ستری، ٹی وی بینی ولاٹری بازی اور دیگر فسق وفجور کا تہذیب نو اور روشن خیالی کے نام پر نہایت جرأت و بے باکی کے ساتھ ارتکاب وغیرہ۔ (رفع الحرج ص ۳۱۹)

بعض اہلِ اصول کا خیال ہے کہ عرف وعادت کا مفہوم ایک ہی ہے کیونکہ یہ دونوں اپنے نتائج واثر انگیزی میں یکساں ہے۔ لیکن اکثر علماء اصول کا یہ کہنا ہے کہ عرف وعادت میں افراد وجماعت کا فرق ہے یعنی عادت کا تعلق فرد اور اس کے مزاج وحالات سے ہوتا ہے جب کہ عرف کا تعلق جماعت ومعاشرہ سے ہوتا ہے۔

عُرف کی قسمیں

علماءِ اصولیین نے عرف کی متعدد قسمیں بیان کی ہیں جیسے عرف[1] قولی، عرف[2] عملی، عرف[3] عام، عرف[4] خاص وغیرہا۔ مذکورہ عرفوں کی مثال علی الترتیب یہ ہے مثلاً نقد[1] کا معنی، مزدوروں کے لئے آرام کے[2] وقت کا تعین، مہر کا کل یا بعض حصہ[3] مؤخر کر دینا، کس پیشہ میں کونسی چیز یا بات عیب ہے کون سی نہیں۔

عُرف کی اہمیت

فقہ کے بے شمار مسائل چونکہ عرف و عادت کے مطابق حل کئے گئے، حل کئے جاتے ہیں اور حل کئے جائیں گے۔ لہٰذا مفتی وفقیہہ اور قاضی پر ضروری ہے کہ ان اصولوں کو نہ صرف ملحوظ بلکہ محفوظ رکھے۔

(۱) حضرت علامہ امام سرخسی علیہ الرحمہ نے مبسوط میں فرمایا" الثابت بالعرف کالثابت بالنص "جو بات قولی یا عملی یا عام وخاص عرف سے ثابت ہو جائے گویا وہ نصِ شرع سے ثابت ہے۔ (۲) الاشباہ والنظائر میں عرف وعادت سے متعلق جو اصول بیان کئے گئے ہیں وہ حضرات علماء کرام کی زبان زد ہیں مثلاً "الثابت بالعرف ثابت بدلیل شرعی" جو بات عرف سے ثابت ہے وہ دلیل شرعی سے ثابت ہے۔ (۳) العادۃ محکمۃ عادت محکم ہے۔ (۴) العرف فی الشرع معتبر شریعت میں عُرف کا اعتبار ہے (۵) لاینکر تغیر الاحکام بتغییر الازمان زمانوں کے بدلنے سے احکامِ شرع میں تبدیلی کا انکار نہیں کیا جائے گا۔ (٦) اختلف المسائل باختلاف المکان و الزمان مکان وزمان کے بدلنے سے احکامِ شرع بدل جاتے ہیں (۷) المعروف عرفاً کالمشروع شرطاً جو بات عرف کی وجہ سے مشہور ہو چکی ہو وہ شرط کے ذریعہ مشروط شرعی ہی کی طرح ہے (۸) تعامل الناس حجۃ یعمل بھا لوگوں کا تعامل حجت ہے اور تعامل پر عمل کیا جائے گا۔

عرف وعادت سے متعلق الفروق ص ۱۷۷،۱۷٦ میں ہے کہ اسلاف کے کتب فتاویٰ بلکہ کتب شروح میں جو باتیں درج ہیں ان پر عمر بھر جے نہ رہو اگرچہ ان کا تعلق عرف وعادت یا احوالِ زمانہ کے تغیر وتبدل سے ہے۔۔۔۔ اگر تمہارے پاس کسی دوسرے علاقہ کا آدمی آئے اور تم سے فتویٰ پوچھے تو اپنے شہر یا علاقہ کے مطابق فتویٰ مت دو بلکہ سائل کے عرف کو دریافت کرو اور اسی کا لحاظ کر کے اس کے مسئلہ کو حل کرو۔

امام المتأخرین علامہ ابن عابدین شامی نے زور دیتے ہوئے فرمایا" حاکم (مفتی وقاضی) کو کلی واقعات کے احکام کے بارے میں تفقہ کا حاصل ہونا ضروری ہے تاکہ وہ لوگوں کے حالات وحقائق کا ایک دوسرے سے موازنہ کر سکے۔ نیز سچ اور جھوٹ کے درمیان خط امتیاز کھینچ کر حقیقتِ امر کے بارے میں ضروری حکم صادر کرے۔ تاکہ وہ حکم حقیقت کے خلاف جاری نہ ہونے پائے۔" (رسائل)

مفتی فتویٰ دینے سے پہلے اہلِ زمانہ کے احوال کا بنظرِ غائر مطالعہ کرے اور یہ دیکھے کہ اس کے فتوے کا تعلق کسی عرف سے تو نہیں ہے اگر کسی عرف سے ہے تو عرف کے اقسام کا تجزیہ کرے اور سوال جس عرف پر منطبق ہو جواب میں اس کی رعایت ملحوظ رکھے نیز اس سوال کے تعلق سے نصوصِ شرعیہ بھی مستحضر رہے تاکہ نص کا خلاف لازم نہ آئے۔ (اصول الفقہ، ابوزہرہ)

عُدول عن المذہب کی کچھ اور شرطیں

مذہب سے عدول کی چار بنیادی شرطیں بیان کی جا چکی ہیں لیکن ایک فقہ سے دوسرے فقہ یعنی ایک مذہب سے دوسرے

مذہب کی طرف عدول نہایت ہی نازک مسئلہ ہے اس لئے میں چاہتا ہوں عدول عن المذہب کی کچھ شرطوں کو بیان کردوں تاکہ اس میدان میں کوئی سَر پَٹ گھوڑا دوڑا کر کسی کھائی میں نہ جا پڑے اور اپنے ساتھ اپنی قوم کو بھی نہ لے ڈوبے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالیٰ وَاِیَّاکُمْ مِنْہُ۔

☆ اسبابِ ستہ میں سے کسی سبب کی وجہ سے عدول عنِ المذہب ایسے ہی امور میں معتبر ہے جن میں نص موجود نہ ہو اور اگر حرج ومشقت کے خلاف نص موجود ہو تو حرج ومشقت کا کوئی اعتبار نہیں۔ ہاں اگر نص کے عموم میں تخصیص یا استثناء فقہاء مذہب کے نزدیک موجود ہے تو مفتی وقاضی کو اس کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔ الاشباہ والنظائر میں ہے "المشقة والحرج انما یعتبران فی موضع لانصّ فیه واما مع النصّ. بخلافه فلا۔"

☆ عدول کی صورت میں بھی حتی الامکان اختلاف ائمہ بلکہ اختلاف فقہاء وعلماء یعنی تلفیق کی درست ونادرست دونوں صورتوں سے بچا جائے کیونکہ خروج عن الاختلاف کا مستحب ہونا علماء اصول کے نزدیک مسلم ہے۔

☆ جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا کہ مفتی وقاضی کو صاحب عدالت ہونا چاہیے خصوصاً جب عدول عنِ المذہب کی نوبت آجائے تو وہ تقویٰ وپرہیزگاری کے ساتھ احتیاط ودیانت کو پیش نظر رکھیں۔ (شرح المہذب للامام النووی)

☆ عدول کی صورت میں کسی پیش آمدہ مسئلہ کو انفرادی طور پر حل کرنے کی بجائے اجتماعی طور پر خوب غور وفکر اور بحث وتمحیص کے بعد حل کرنا صواب سے زیادہ قریب ہوگا اور زلّت وسہو سے بھی بچا جاسکتا ہے۔ پھر جو فیصلہ اجتماعی طور پر ہوجائے۔ حضرات مفتیانِ کرام، قضاۃ عظام کو چاہیے کہ اسی فیصلہ کو اختیار فرمائیں اور اپنی ذاتی رائے کو اس میں دخل نہ دیں۔ مفتی وقاضی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ ضرر عام کو دفع کرنے کے لئے ضرر خاص کو برداشت کرے یعنی اجتماعی وجماعتی مفاد پر انفرادی وشخصی مفاد کو قربان کردے۔ ھکذافی الاشباہ ص۵۶ "یتحمل الضرر الخاص لاجل دفع ضرر العالم۔"

☆ یہ بات ہمیشہ پیش نظر رہے کہ اسبابِ ستہ میں سے کسی سبب کے متحقق ہوئے بغیر قول مرجوح یا قولِ ضعیف پر فتویٰ دینا درست اور امت کے حق میں مفید نہیں ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ نصوص مذہب کے خلاف کوئی فتویٰ اس وقت تک قابلِ قبول وعمل نہیں ہوسکتا جب تک اسبابِ ستہ میں سے کوئی سبب متحقق نہ ہوجائے۔

اسبابِ ستہ

احکامِ شرع میں تغیر وتبدل جن سببوں سے ہوسکتا ہے وہ کم وبیش چھ ہیں جنہیں اسبابِ ستہ کہا جاتا ہے۔ فقہاء متاخرین کے نزدیک تغیر احکام یا عدول عن المذہب کی صورت میں ان اسباب کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ "اجلی الاعلام" میں فرماتے ہیں ۔۔۔۔ چھ باتیں ہیں جن کے سبب قولِ امام بدل جاتا ہے۔ لہٰذا قول ظاہر کے

خلاف عمل ہوتا ہے اور وہ چھ باتیں یہ ہیں: (۱) ضرورت، (۲) دفع حرج (۳) عرف (۴) تعامل (۵) دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، (۶) کسی فساد موجود یا مظنون بظن غالب کا ازالہ۔"

اسباب مذکورہ میں اجمالاً اگر چہ وہ تمام اسباب آگئے ہیں جن کی وجہ سے احکام شرع میں تبدیل وتغیر واقع ہوتی ہے لیکن بعض علماء کرام نے ان کی تفریع دوسرے لفظوں میں بھی کی ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اسبابِ مذکورہ کے علاوہ کچھ اور اسباب ہیں جو تغیر احکام کے طالب ہیں۔

ضرورت کی تعریف

اسبابِ ستہ مذکورہ میں سے بعض کی تعریف وتفریع اور اہمیت بیان کی جا چکی ہیں۔ اب ضرورت کی تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے تاکہ ضرورت سے متعلق اصطلاحِ عوام اور اصطلاحِ شرع میں امتیاز ہو جائے ضرورت سے مُراد وہ اضطرار ہے جس کو بعض فقہاء نے حاجت وتحسین کے مقابلہ میں استعمال فرمایا ہے اور نہ وہ ضرورت ہے جو اصطلاحِ عوام میں مشہور ہے بلکہ ضرورت شرعی کی تعریف اصولِ فقہ کی کتابوں میں منتشر ہے جس کی تفصیلی معلومات کے لئے حضراتِ مفتیانِ کرام کو ان کتبِ اصول کی غواصی کرنی چاہیے۔

ضرورت سے مراد بیش از بیش مشقت ہے، جس میں اصطلاحی اعتبار سے ضرورت وحاجت دونوں داخل ہیں۔ پھر ضرورت میں بھی ضرورت عامہ، ضرورتِ خاصہ دونوں صورتوں میں مختصر اختلافات کے ساتھ عدول عن المذہب کی گنجائش ہے۔ اسی طرح عبادات ومعاملات دونوں میں ضرورت کی بناء پر عدول جائز ہے۔ لیکن عبادات میں معاملات کے مقابل عدول کے کم مواقع ہیں۔

ضرورت وحاجت کی تعریف میں بہت کم مغائرت ہے۔ ضرورت کے لئے مجبوری ضروری ہے جب کہ حاجت کے لئے مجبوری نہیں بلکہ رفعِ تنگی اور وسعت درکار ہے۔

درر الاحکام ص ۳۴ ر ا میں ضرورت کی تعریف اس طرح ہے"۔۔۔ الضرورة هي الحاجة الملجئة لتناول الممنوع شرعاً" کہ ضرورت ایسی حالت (حاجت) ہے کہ انسان شرعی طور پر حرام وممنوع چیز کے استعمال پر مجبور ہو جائے۔

اور حاجت کی تعریف یہ ہے "مايحتاج اليه من حيث التوسعة ورفع الضّيق " کہ حاجت وہ ہے کہ وسعت کی حد تک تنگی کا ازلہ ہو۔

چونکہ ضرورت وحاجت میں کچھ نہ کچھ مغائرت ہے لہٰذا یہ بات یقینی ہے کہ جو رخصتیں ضرورت کی وجہ سے مل سکتی ہیں وہ حاجت کی وجہ سے نہیں اس کے باوجود بہت سے مسائل ایسے ہیں جہاں حاجت (خاص طور پر عمومی) کو ضرورت کا درجہ دیدیا گیا ہے اور اس کی وجہ سے احکامِ شرعیہ میں بندوں کے لئے تخفیف کی گئی ہے۔ مثلاً بعض عقود ومعاملات جو اصل کے لحاظ سے جائز نہیں ہونے چاہئیں لوگوں کی حاجت کے پیش نظر جائز قرار دیئے گئے ہیں جیسے بیع سلم، اجارہ، وصیت وغیرہا۔ اسی طرح جو چیز

موجود نہیں ہے اس کی بیع وشراء پر عقد اصولاً جائز نہیں ہے لیکن فقہاء نے عقد استصناع (آرڈر دیکر مال تیار کرانا) کو جائز کہا ہے۔
اور اسی قبیل سے بغرض علاج نامحرم کا جسم دیکھنا اور احیاناً اس کا چھونا بھی ہے بشرطیکہ قدرِ حاجت سے تجاوز نہ کرے۔
مذکورہ تمام حاجتیں برسبیل تنزّل ضرورت کے دائرہ میں داخل ہیں جس کی تعبیر علماء اصول نے ''الحاجة تنزل منزلة الضرورة'' سے کی ہے۔

ضرورت کی وجہ سے آسانی کی راہیں

ضرورت وضرر اور حاجت وغیرہ کی وجہ سے آسانی واباحت کی شرعی راہیں ہموار ہوتی ہیں چنانچہ اصول میں علماءِ اصول نے اس قاعدہ کی طرف خاصی توجہ دی ہے۔ فرماتے ہیں: (۱) الضررُ یزال ضرر کو دُور کیا جائے گا، (۲) الضرورات تبیح المحظورات ضرورت کے وقت ممنوع (حرام) چیزیں مباح ہوجاتی ہیں، (۳) یرتکب اخف الضررین لدفع اعظمهما دوضرورتوں میں سے آسان کو اختیار کیا جائے گا بڑے ضرر سے بچنے کے لئے، (۴) یتحمل الضرر الخاص لدفع الضرر العام عام ضرر کو دُور کرنے کے لئے خاص ضرر کو برداشت کرلیا جائے گا۔'' علیٰ ہذا القیاس اس قسم کے اصولی الفاظ وجمل سے اس فن کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

ضروری تنبیه : اس سے پہلے کہ ضرورت وحاجت وغیرہما کی مزید وضاحت کروں بطور تنبیہ اس بات کو واشگاف کرنا چاہوں گا کہ اس دَورِ ہوا وہوس اور فتنہ انگیزی کے ماحول میں مذاہب اربعہ سے عدول اور مذہب غیر منضبط کی طرف رجوع مزید فتنوں کے دروازوں کو کھولنا ہوگا جو کسی طرح مناسب نہیں ہے کیونکہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے علاوہ کسی اور امام کا مذہب منفرد وغیرہ منضبط ہونے کی وجہ سے لائق تقلید نہیں جیسا کہ امام ابن ہمام نے التقریر التحبیر کے جلد ثالث میں اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے الحجۃ اللہ البالغہ میں فرمایا:

اسلاف کرام نے آسانی کی راہیں ہموار فرما کر اپنے اخلاف کو شترِ بے مہار بننے کی دعوت نہیں دی ہے بلکہ اس کے لئے انہوں نے جابجا تقییدی وتحدیدی کی مہمیز بھی لگائی ہے۔ فرماتے ہیں'' الضرورة تقدر بقدرها کہ ضرورت کا لحاظ بقدر ضرورت ہی ہوگا۔''

درحقیقت یہ قاعدے اور اصول وضعی نہیں اور نہ ہی علماء اصولیین کے ذہن وفکر کی اپج ہے۔ بلکہ کتاب وسنت کے احکامِ مختلفہ کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو یہ سارے اصول اسی کا عطر مجموعہ ہیں۔ ہاں اگر کسی خاص مسئلہ اجتہادی میں مشقت وحرجِ شدید واقع ہوجائے تو جیسا کہ پہلے میں نے عرض کیا کہ اربابِ افتاء (فقیہہ وراسخ العلم) حضرات اپنے اجتماعی فیصلے کے ذریعہ ایسی رائے سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو سلفِ صالحین میں سے کسی مقبول ومعتبر شخصیت کی رائے ہو اور اس صورتِ حال میں جو فیصلہ ہوگا وہ دراصل عدول نہیں بلکہ اصول پر مبنی ہوکر اصل مذہب ہی کے دائرہ میں رہے گا۔

ضرورت وحاجت کی مزید توضیح

اب دیکھنا ہے کہ وہ کیا حالات ہیں یا مجبوریاں ہیں جن کو ہم ضرورت سے تعبیر کر سکتے ہیں۔ اس سلسلہ میں علامہ قرطبی نے الجامع الاحکام القرآن میں جونشاندہی کی ہے غالباً وہ کافی ہے۔ فرماتے ہیں:

(۱) الاضطرار الی تناول المحرم من طعام او شراب حرام کھانے پینے کی چیزوں کے استعمال پر مجبور ہو جانا۔

(۲) الاضطرار الی اللمس والنظر والتداوی کسی چیز کے چھونے دیکھنے یا دوا استعمال کرنے پر مجبور ہونا یا مجبور کیا جانا۔

(۳) الاضطرار الی اتلاف النفس اپنی جان کو ہلاک کرنے پر مجبور کیا جانا۔

(۴) الاضطرار الی فعل فاحش کسی گناہ کبیرہ کے کرنے پر مجبور کیا جانا۔

(۵) الاضطرار الی اتلاف مال الغیر او اخذ کسی غیر کے مال کو برباد کردینے یا چھین لینے پر مجبور کیا جانا۔

(۶) الاضطرار الی القول الباطل کسی ناحق بات کے کہنے پر مجبور کیا جانا وغیرہا۔ ضرورت ومجبوری کی مذکورہ صورتوں میں سے اگر کوئی ایک صورت متحقق ہو جائے تو احکام شرع بدل سکتے ہیں یا مخصوص احکام دیئے جا سکتے ہیں۔

مذکورہ مجبوریوں کے علاوہ کچھ اور بھی مجبوریاں ممکن ہیں مثلاً قتل مسلم کا حکم جس کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے تو ایسی مجبوریوں کی وجہ سے احکام شرعیہ میں کوئی تبدیلی یا تخصیص نہیں ہوگی اور اس قسم کی مجبوریوں کا ادراک ایک مفتی وقاضی کے لئے نہایت ضروری ہے تاکہ وہ جان سکے کہ کون کون یا کسی قسم کی مجبوریاں تسہیل وتیسیر کو چاہتی ہیں اور کون کون سی نہیں۔

ضرورت وحاجت کے ساتھ رخصت کی تعریف وتحدید بھی ضروری ہے

شریعت کے احکام دوطرح کے ہوتے ہیں عام جس میں کوئی متعین شخص یا خاص حالت ووقت ملحوظ نہ ہو۔ خاص یعنی وہ احکام جو کسی انتہائی مجبور کن حالات اور مخصوص پس منظر میں عام اصول وقاعدے سے الگ ہوتے ہیں ان میں عموم نہیں ہوتا۔

علامہ شاطبی نے اپنی کتاب الموافقات ص ۳۰۱، ۳۰۰ میں لکھا ہے "الاحکام الشرعیة نوعان احکام کلیه شرعت ابتداء ولا تختص ببعض المکلفین من حیث هم مکلفون دون بعض. واحکام شرعت لعذر شاق استثناء من اصل کلی یقتضی المنع مع الاختصار علی موضع الحاجة فیه۔" اور اس قاعدہ کلیہ کی تائید وتوثیق سورہ بقرہ آیت ۱۷۳۔ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ ۔(الآیہ) اور سورہ انعام کی آیت ۱۲۰: قَدْ فَصَّلَ لَکُمْ مَاحَرَّمَ عَلَیْکُمْ اِلَّامَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْهِ سے ہوتی ہے۔

حضرت ابوبکر جصّاص رازی علیہ الرحمہ نے بھی اصول مذکور کی تائید اس طرح فرمائی ہے" فاقتضیٰ ذلک وجود الاباحة بوجود الضرورة فی کل حالٍ وجدت الضرورة فیها "(الاحکام القرآن ص ۱/۱۴۷) قاعدہ مذکورہ کا تقاضہ یہ ہے کہ جن جن حالات میں ضرورت پائی جائے گی وہاں وہاں اباحت بھی پائی جائے گی۔ اسی لئے فقہاء کرام اور علماء اصولیین فرماتے

ہیں کہ آسانی کے لئے مشکل حکم چھوڑنا اصل دین ہے۔" علامہ امام سرخسی فرماتے ہیں "ترک العسر للیسر اصل الدین" (المبسوط ص ۱۴/۱۴۵) پھر اس قاعدہ کلیہ مذکورہ کی تائید وتوثیق اُن احادیث نبویہ سے بھی ہوتی ہے جن میں فرمایا گیا" بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین "" تم لوگ آسانی مہیا کرنے کے لئے بھیجے گئے ہو دشواری کے لئے نہیں۔" بعثت بالحنیفة السمحة" میں اُس دین حنیف کے ساتھ بھیجا گیا ہوں جس میں وسعت واستقامت۔

صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا اس امر پر اجماع ہے کہ حضور انور شفیع محشر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو جب بھی دو امروں میں اختیار دیا جاتا تو آپ ان میں سے آسان کو اختیار فرماتے" ماخیر بین امرین فاختار ایسرهما مالم ماثما " ہاں اگر وہ آسان صورت معصیت یا معصیت سے قریب ہوتی تو آپ اسے ہرگز اختیار نہیں فرماتے۔

رخصت

رخصت، کے ضمن میں آنے والے مسائل کی حیثیت اضافی ہوتی ہے۔ اسی لئے کسی مفتی وفقیہہ کا ایسا فتویٰ دینا ممکن نہیں ہے۔ جہاں سے ہر شخص کے لئے رخصت سے استفادہ کی گنجائش نکل آئے۔ بلکہ معاملہ مبتلیٰ بہ کی انفرادی حالت، عزم وہمت اور قوت برداشت پر مبنی رہتا ہے۔

حضرت امام شاطبی فرماتے ہیں:" ان الرخص الشرعیة علی تضاف ادلتها اضافیة ای کل احد من المکلفین ففیه نفسه فی الأخذبهاوفی عدمه "(الموافقات ص ۳/۱۵۵) یعنی رخصتِ شرعی اپنے دلائل کی وسعت کے لحاظ سے اضافی ہیں۔اور ہر مکلف ان رخصتوں کو اختیار کرنے اور نہ کرنے کے سلسلہ میں اپنی ذات کے حق میں مفتی ہے۔

علامہ شاطبی نے اپنی اسی کتاب میں دوسری جگہ اسی امر کی یوں وضاحت کی" فربّ مریضٍ یقوی من مرضه علی مایقوی علیه الاخرفتکون الرخصة مشروعة الاحدالمریضین دون صاحبه۔" بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک مریض دوسرے مریض کے مقابلہ میں زیادہ طاقتور ہوتا ہے تو ایسی صورت میں رخصتِ شرعی پر عمل کرنا ان دونوں میں سے صرف ایک مریض کے لئے جائز ہوگا۔

ان نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ رخصت کی اجازت عمومی طور پر نہیں دی جاسکتی بلکہ مبتلیٰ بہ کے حالات، عزم وہمت اور قوت برداشت کو دیکھتے ہوئے مفتی حاذق کسی خاص فرد کو رخصت دے سکتا ہے۔اور اس کا یہ متضاد حکم (جو صرف ظاہر میں ہے) شریعت کے خلاف نہیں بلکہ اصولِ شرع پر مبنی ہوگا۔

رخصت کے سلسلہ میں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بغیر کسی معقول ومعتبر وجہ کے محض تسہیل اور ہواءِ نفس پر عمل کرنے کے لئے فقہی رخصتوں کی تلاش تدیّن کے خلاف اور ناجائز ہی نہیں بلکہ تکالیف شرعیہ سے راہِ فرار اختیار کرنا، فرض منصبی کی ادائیگی سے بھاگنا، اوامر ونواہی کی عزیمتوں کو منہدم کرنا، حق اللہ سے پہلو تہی، حق العباد کو توڑنا اور سب سے بڑھ کر مقصدِ شارع کے خلاف

ہے اس لئے مفتیوں پر نہایت ضروری ہے کہ وہ رخصت کے بارے میں نہایت محتاط رہیں اور فتویٰ دینے سے پہلے خوب غور وفکر سے کام لے لیں۔ وباللہ التوفیق

بعض اصول کلیہ معہ امثال

حضرات مجتہدین عظام اور ماہرین علم فقہ نے قواعد وضوابطِ فقہیہ اور اصولِ کلیہ کے طور پر سیکڑوں ایسے اصول کی نشاندہی فرمائی ہے جن کے ذریعہ سے ہر اس نومولود اور مسائل محدثہ کا حکم شرعی معلوم کیا جاسکتا ہے جس پر کوئی نصِ شرعی موجود نہیں ہے یا جس کا ذکر کتبِ فقہیہ اور فتاوائے سابقہ میں نہیں ملتا ہے، بایں ہمہ ہر مفتی کے پیش نظر افتاء کا یہ اصول بھی رہنا چاہیے کہ نصوصِ شرعیہ (ادلہ اربعہ) سے صرف نظر کرکے صرف قواعدِ فقہیہ اور اصول کلیہ سے حکم شرع بیان کرنا اتباع نفس بلکہ جہالت ہے جو فقہاء کرام کے نزدیک ناجائز وحرام ہے۔

حضرات مفتیانِ عظام خصوصاً وہ علماء کرام جو افتاء کی تربیت سے اپنے آپ کو مزین فرمارہے ہیں ان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر نومولود (مسائل محدثہ) کا حکم کتاب وسنت، اجماعِ صحابہ اور قیاسِ مجتہدین سے بیان فرمائیں اور اگر اِن ادلہ شرعیہ سے پیدا ہونے والے مسائل کا حل ممکن نہ ہو تو اصول کلیہ قواعد فقہیہ کی طرف نہایت غور وفکر کے ساتھ نظر کریں اور جس اصول کے ماتحت وہ نئے مسائل حل ہوسکتے ہیں اس سے فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کریں ایسی صورت میں اگر احیاناً خطا بھی واقع ہوجائیگی تو مجیب اپنی مخلصانہ سعی کے مطابق ایک ثواب کا مستحق ہوگا۔

قبل ازیں بعض اصول کلیہ کی نشاندہی کی جاچکی ہے، اب بعض مزید اصول کلیہ کو یہاں اجمالی تعارف کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے تاکہ تربیت افتاء سے تعلق رکھنے والے حضرات کے لئے سہولت کا سبب ہو بقیہ اصول کلیہ معلوم کرنے کے لئے انہیں رسائل ابن عابدین رسم المفتی، عقود دریہ اور فتاویٰ رضویہ کا بالخصوص مطالعہ کرنا چاہیے۔

اصول ۱: "لَاثَوَابَ اِلَّا بِالنِّيَّةِ" (رسم المفتی)

یہ قاعدہ فقہیہ یا اصول کلیہ تمام اعمال وافعال پر حاوی ہے کہ کیونکہ کوئی بھی عامل وفاعل اگر اپنے فعل وعمل میں اخلاص نیت نہیں رکھتا تو وہ ماجور ومثاب نہیں ہوگا بلکہ بسا اوقات اچھی نیت کے بغیر اچھے اعمال وافعال بھی زجر وعتاب کی طرف کھینچ لے جاتے ہیں۔

اور یہ اصول کلی حدیث پاک سے ماخوذ ہے جس میں ارشاد گرامی ہوا "اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ الخ" کہ عملوں کا ثواب نیتوں پر موقوف ہے۔۔۔۔۔۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ بعض عبادات عباداتِ مقصودہ ہیں جیسے نماز، روزے،

حج وزکوٰۃ، اور بعض عبادات غیر مقصودہ ہیں جیسے وضو، غسل وغیرہما، تو جو عبادت عبادتِ مقصودہ ہے وہ بغیر نیت کے صحیح تو ہو جائے گی مگر اس پر ثواب نہیں ملے گا۔ گویا عبادتِ مقصودہ کی صحت اور عبادتِ غیر مقصودہ کا استحقاقِ ثواب نیت پر موقوف ہے۔

یہ قاعدہ کلیہ بیشمار نومولود مسائل کا حل ہے اور اسی سے اشیاء مباحہ کے جواز و عدمِ جواز، ثواب و عدمِ ثواب متعلق ہے۔

اصول۲: ''اَلْاَصْلُ بَرَاْئَۃُ الذِّمَّۃِ'' (رسم المفتی)

یعنی جب تک حق اور دعویٰ بطریق شرع ثابت نہ ہو جائے ہر شخص بری الذمہ ہے۔ مثلاً کسی مدعی کا یہ دعویٰ ہے کہ فلاں شخص پر میرا قرض ہے تو جب تک اس پر قرض کا ہونا دلائل شرعی کے ساتھ مدعی ثابت نہ کر دے مدعا علیہ کا انکار عندالشرع قابل قبول ہوگا اور وہ بری الذمہ قرار دیا جائے گا کیونکہ یہی اصل ہے۔

اصول۳: ''مَنْ شَکَّ ھَلْ فَعَلَ شَیْئًا اَمْ لَا فَالْاَصْلُ اَنَّہٗ لَمْ یَفْعَلْ'' (رسائل)

کسی شخص کو اگر یہ شک ہو جائے کہ اس نے فلاں کام کیا ہے یا نہیں؟ تو اس میں اصل یہ ہے کہ گویا اُس نے وہ کام کیا ہی نہیں۔ مثلاً کسی نمازی کو قعدہ اخیرہ میں شک ہوا کہ یہ قعدۂ اولیٰ ہے یا قعدہ اخیرہ تو گویا اس نے قعدۂ اولیٰ کیا ہی نہیں اور اسی قعدہ کو وہ قعدہ اولیٰ سمجھ کر اپنی نماز پوری کرے گا۔

اصول۴: ''مَنْ تَیَقَّنَ الْفِعْلَ وَشَکَّ فِی الْقَلِیْلِ وَالْکَثِیْرِ حَمَلَ عَلَی الْقَلِیْلِ'' (رسائل)

کسی کو عمل کرنے کا یقین تو ہے لیکن اس کے کم و بیش میں شک ہے کہ زیادہ سرانجام دیا ہے یا کم؟ تو اس کا عمل کم پر محمول کیا جائے گا۔ کیونکہ کم کا تو یقین ہے (کہ اس نے عمل کیا)۔

مثلاً یہ شک ہوا کہ ارکانِ نماز میں سے فلاں رکن جس کو ہم نے ادا کر لیا ہے مگر وہ کم کیا یا زیادہ؟ تو ایسی صورت میں اگر یہ شک پہلی بار ہوا ہے تو نماز از سرِ نو پڑھے۔ اور اگر ایسا خیال اکثر گزرتا رہتا ہے تو تحری کرے ورنہ اس رکن کو اقل قرار دے کر نماز پوری کرے۔ یہ اس حال میں ہے جب کہ نمازی کو حالتِ نماز میں یہ شبہہ گزرا ہو اور اگر نماز سے فارغ ہونے کے بعد یہ خیال آیا تو اس وسوسہ کا کوئی اعتبار نہیں نماز پوری ہوگئی۔

اصول۵ : "اَلْاَصْلُ الْعَدْمُ فِی الصِّفَاتِ الْعَارِضَۃ" (فتح القدیر)

صفت اگر عارضی ہے تو اسکی اصل عدم (نہ ہونا) ہے مثلاً ایک شخص نے بیچنے والے سے اس شرط پر غلام خریدا کہ وہ خباز (روٹی پکانے والا) ہے پھر مشتری نے بائع سے کہا کہ بھائی! یہ غلام تو خباز نہیں ہے۔ مگر بائع کہتا ہے کہ نہیں وہ تو خباز ہے تو ایسی صورت میں مشتری کا قول مانا جائے گا۔ کیونکہ خباز ہونا صفت عارضی ہے اور اس کی اصل عدم ہے۔

اصول۶ : "اَلْاَصْلُ الْوَجُوْدُ فِی الصِّفَاتِ الْاَصْلِیَّۃِ" (فتح القدیر)

صفت اگر اصلی ہے تو اس کی اصل وجود (ہونا) ہے مثلاً کسی خریدار نے باندی کو اس شرط پر خریدا کہ وہ کنواری (باکرہ) ہے پھر خریدار نے اُس کی بکارت کا انکار کیا اور بائع (بیچنے والا) اس کی بکارت کا مدعی ہے تو بائع کا قول عندالقضاء تسلیم کیا جائے گا۔ کیونکہ بکارت اس کی صفتِ اصلیہ سے ہے اور صفتِ اصلی کی اصل اس کا وجود ہے۔

اصول۷ : "اَلْاَصْلُ فِی الْاَشْیَآءِ الْاِبَاحَۃ" (رسم المفتی عقود درّیۃ)

ہر چیز کی اصل اس کا مباح جائز ہونا ہے۔ یہ اصل ائمہ احناف متقدمین ومتاخرین کے نزدیک مسلم ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بھی اسے اصل تسلیم فرمایا ہے۔ امام المتأخرین علامہ ابن عابدین شامی نے اس پر تفصیلی گفتگو فرمائی ہے اور اسی اصل پر سیکڑوں مسائل نومولود کے جوابات کو متفرع فرمایا ہے۔

اور اس کے اصل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ خلاقِ کائنات جل مجدہ نے ارشاد فرمایا: هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ؀ کہ شان وعظمت والے خدا ہی نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے پیدا فرمایا" اس عام ومطلق ارشاد سے معلوم ہوا کہ ہر چیز کی اصل جائز ومباح ہونا ہے جب تک اس کے عدم جواز یا تحریم پر کوئی دوسرا حکم نہ ہو۔

حدیث شریف میں ہے: اَلْحَلَالُ مَا اَحَلَّ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَالْحَرَامُ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ فِیْ کِتَابِہٖ وَمَا سَکَتَ عَنْہُ فَھُوَ مَعْفُوٌّ "حلال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال فرمادیا اور حرام وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جن چیزوں سے سکوت فرمایا وہ مباح ومعاف ہیں" حدیث پاک سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن چیزوں کے حلال وحرام کا بیان اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا بلکہ سکوت فرمایا وہ جائز ومباح ہیں اگر کوئی شخص اسے ناجائز وحرام یا گناہ ومعصیت کہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ اس کے ناجائز وحرام اور گناہ ہونے کا ثبوتِ شرعی پیش کرے ورنہ نئی شریعت گڑھنے کے الزام سے اپنے آپ کو بچائے کیونکہ مسکوت عنہا اشیاء کے جائز ومباح ہونے کے لیے یہ حدیثِ پاک اور آیتِ مذکورہ ہی کافی ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوگئی

کہ جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا تو وہ آیت مذکورہ "هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ○" کی رو سے جائز و مباح کی فہرست میں داخل ہیں اور جو اس سے تجاوز کرتا ہے وہ حدود الٰہیہ کی حدوں سے تجاوز کرتا ہے جس کی شدید ترین ممانعت قرآن پاک ہی میں موجود ہے۔" وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا "یعنی جو حدود اللہ تعالیٰ کے بیان فرمودہ ہیں اس سے تجاوز نہ کرو۔

یہ اصل اگر زبان زد رہے اور اس کا مفہوم ذہن نشیں رہے تو تربیت افتاء کا نو آموز مفتی بھی سیکڑوں مسائل محدثہ کا قلم برداشتہ جواب لکھ سکتا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ وہ خطا سے بھی محفوظ رہے گا۔

یہاں یہ امر بھی مستحضر ہونا زیادہ مفید ہوگا کہ حضور پُر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا قول وفعل وتقریر اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا قول وفعل تو حجت شرعیہ ہے مگر ان کا عدم قول وفعل، کسی فعل کے عدم جواز کے لئے حجت شرعیہ نہیں۔ اور جس امر سے متعلق کوئی قول وفعل موجود نہیں وہ اسی اصل کے مطابق جائز و مباح کے خانے میں ہے اور یہ بھی ظاہر کہ ہر امر مباح نیت خیر کی وجہ سے اجر وثواب کا مستحق ہو جاتا ہے۔

اصول۸: "اَلْاَصْلُ اِضَافَةُ الْحَادِثَاتِ اِلٰى اَقْرَبِ اَوْقَاتِهَا" (رسم المفتی)

ہر واقعہ کو اس کے قریب تر وقت کی طرف منسوب اور مضاف کیا جانا اصل ہے۔ مثلاً کوئی مطلقہ عورت یہ دعویٰ کرے کہ اسکے شوہر نے اسے اپنے مرض الموت میں طلاق دی ہے اور اس مُردہ کے دیگر ورثاء کہتے ہیں کہ حالت صحت میں طلاق دی تھی، تو ایسی صورت میں مطلقہ مذکورہ کی بات مانی جائے گی کیونکہ اس کا قول اقرب کی طرف منسوب ہے فلہٰذا وہ فوت شدہ شوہر کی وارث ہوگی۔

اصول۹: "اَلْمُشَقَّةُ وَالْحَرَجُ اِنَّمَا يُعْتَبَرُ فِىْ مَوْضِعٍ لَانَصَّ فِيْهِ" (رسم المفتی)

حرج ومشقت کا اعتبار ایسی جگہ میں کیا جاتا ہے جہاں نص موجود نہیں ہے یعنی جس مسئلہ میں نص موجود ہے وہاں حرج ومشقت کا اعتبار نہیں۔ مثلاً حرم مکہ کی گھاس کی وجہ سے وہاں کے باشندے یا حجاج کرام حرج ومشقت میں مبتلا ہو جائیں تو اس حرج ومشقت کی وجہ سے وہاں کی گھاس کو کاٹنا مباح نہیں ہو جائے گا کیونکہ اس کی حرمت قطع پر نص موجود ہے۔

اصول۱۰: "كُلُّ مَّاتَجَاوَزَ عَنْ حَدِّهٖ اِنْعَكَسَ اِلٰى ضِدِّهٖ" (عقود درّیہ)

ہر وہ چیز جو اپنی حد سے آگے بڑھ جائے وہ اپنی ضد کی طرف لوٹ جاتی ہے اور اسی اصول کو علماء اصولیین نے اس طرح بھی بیان فرمایا ہے "الامر اذا ضاق تسع واذا تسع ضاق "یعنی معاملہ جب تنگ ہو جائے تو وسعت ملتی ہے اور جب معاملہ وسعت رکھے تو سختی کی جاتی ہے۔ مثلاً نماز کا وقت اگر بہت تنگ ہو جائے تو وضو کے سنن ومستحبات کو ترک کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر

تنگ نہ ہو بلکہ وقت میں گنجائش ہو تو سنن و مستحبات کے رعایت کے ساتھ وضو کیا جائے گا، ہاں سنن و مستحبات پر اضافہ جائز نہیں۔

اصول ۱۱: "اَلضَّرَرُ یُزَالُ" (رسم المفتی)

نقصان و ضرر دور کیا جائے۔ اس قاعدہ کلیہ کی بنیاد وہ حدیث پاک ہے جس میں ارشاد ہوا "لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ فِی الْاِسْلَامِ" اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنے بھائی کو نہ ابتداءً ضرر پہنچائے نہ کسی ضرر کے بدلے انتقاماً بعد میں نقصان پہنچائے۔ اس اصول اور قاعدہ کلیہ پر بہت سے مسائل فقہیہ کی بنیاد ہے۔ مثلاً پڑوسیوں کو دفع ضرر ہی کے پیش نظر حق شفعہ حاصل ہے۔ قاضی دفع ضرر کے پیش نظر ہی تفریق زوجین یا تفسیخ نکاح کا حکم صادر کرتا ہے۔ کسی ایسی بلند جگہ پر چڑھنا جہاں سے دوسرے گھروں کی عورتوں کی بے پردگی ہونا جائز و حرام قرار پاتا ہے اور حرمت اور عدم جواز کی دلیل دفع ضرر ہی ہے۔

اصول ۱۲: "اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِیْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ" (رسم المفتی)

ضرورتیں ممنوعات کو جائز (مباح) کردیتی ہیں۔ یہ وہ مشہور و معروف قاعدہ ہے جس کی اصل قرآن پاک کی یہ آیۃ کریمہ ہے: "اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَیْهِ" اس قاعدہ کلیہ کے تحت بحالت اضطرار ضرورت کے مطابق مردار و حرام اشیاء میں سے کچھ کھا پی لینا جائز و مباح ہے اور قدر ضرورت سے زیادہ حرام و ناجائز ہے، اسی طرح اکراہ شرعی کی صورت میں جان بچانے کے لئے بکراہت قلبی زبانی طور پر کلمۂ کفر ادا کردینا یا وزن کی زیادتی کی وجہ سے کسی ہوائی جہاز کے گر جانے یا ڈوب جانے کا یقینی خطرہ لاحق ہو جائے تو اس کے وزن کو کم کرنے کی غرض سے دوسروں کے مال کو تلف کردینا، اسی قاعدہ کے مطابق جائز و مباح ہے۔

اصول ۱۳: "مَا اُبِیْحَ لِلضَّرُوْرَةِ یَتَقَدَّرُ بِقَدْرِهَا" (اصول الافتاء)

جو چیز کسی ضرورت کی وجہ سے جائز ہوتی ہے وہ بقدر ضرورت ہی جائز رہتی ہے۔ یہ اصول اصول ۱۲ کی وضاحت کے لئے ہے، بوقت ضرورت مردار کھانا بقدر ضرورت ہی جائز ہے یعنی صرف اس قدر کہ جان بچ جائے تو جان اگر ایک لقمہ کھانے یا ایک گھونٹ شراب پینے سے بچ سکتی ہے تو دو لقمہ یا دو گھونٹ کا استعمال حرام و خلاف شرع ہوگا۔ اس طرح بوقت ضرورت طبیب کو جائز ہے کہ مریض یا مریضہ کے پردہ کی جگہ کو بقدر ضرورت دیکھے۔ لہٰذا ضرورت سے زیادہ جگہ کا دیکھنا یا ضرورت سے زیادہ دیر تک دیکھنا حرام و ممنوع اور خلاف شرع ہوگا۔

اصول ۱۴: ”مَاجَازَ بِعُذْرٍ بَطَلَ بِزَوَالِهٖ“ (کنز)

جو چیز کسی عذر کی وجہ سے جائز ہو جائے تو عذر زائل ہونے کے بعد اس کا جواز باطل ہو جائے گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص عذر کی وجہ سے پانی استعمال کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کیلئے تیمم جائز ہو جاتا ہے اور جب وہی شخص پانی کے استعمال پر قادر ہو گیا تو تیمم کا جواز باطل ہو گا۔

اصول ۱۵: ”اَلضَّرَرُ لَایُزَالُ الضَّرَرُ“

نقصان کو نقصان پہنچا کر زائل نہ کیا جائے گا۔ مثلاً ایسا شخص جو حالتِ اضطرار میں ہے وہ دوسرے ایسے شخص کا کھانا نہیں کھا سکتا جو خود بھی حالتِ اضطرار میں ہو۔

اصول ۱۶: ”یَتَحَمَّلُ الضَّرَرَ الْخَاصِ لِاَجَلِ رَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِ“

اس اصول کی وضاحت کی جا چکی ہے صرف مثالوں کے ساتھ واضح کرنے کے لئے یہاں دوبارہ لکھا گیا تا کہ اچھی طرح ذہن نشیں ہو جائے، ہر مفتی جانتا ہے کہ ضررِ عام سے بچنے کے لئے ضررِ خاص کو برداشت کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً اس بوسیدہ دیوار کو گرا دیا جائے گا جو راستے کی طرف جھکی ہوئی ہو اور جس کے گرنے سے راہ گیروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔ اگر چہ اس دیوار کا مالک دیوار گرانے پر راضی نہ ہو لیکن بحکم قاضی وہ دیوار گرا دی جائے گی۔

اسی طرح وہ غلہ فروش جو قحط کے زمانہ میں اس لئے غلہ خرید خرید کر جمع کر رہا ہے کہ مہنگا بیچے گا یا من مانا دام لے گا تو اس کا جمع کیا ہوا غلہ جبراً بازار بھاؤ پر فروخت کر دیا جائے گا اور اس کا استغاثہ عند القضاء قابل سماعت نہیں ہو گا۔ اسی طرح غیر سنجیدہ اور عدم الحیاء مفتی کو فتویٰ دینے رشوت خور قاضی کو دینی فیصلہ دینے اور مسخرہ پن کرنے والے مقررین کو تبلیغ و اشاعتِ دین کے ممبر پر بیٹھنے سے روک دینا جائز ہے۔ موجودہ سیکڑوں نئے مسائل کو اس اصول پر حل کیا جا سکتا ہے۔

اصول ۱۷: ”مَنِ ابْتُلٰی بِبَلِیَّتَیْنِ وَهُمَا مُتَسَاوِیَتَانِ یَأخُذُ بِاَیِّهِمَا شَاءَ وَاِنْ اِخْتَلَفَتَا یَخْتَارُ اَهْوَ انَهُمَا“

اگر کوئی شخص دو مصیبتوں میں گرفتار ہو جائے اور وہ دونوں مصیبتیں برابر کی ہوں تو جس کو چاہے اختیار کر لے اور اگر دونوں مصیبتیں نتائج کے اعتبار سے کم وبیش ہوں تو جس مصیبت میں نسبتاً کم مشقت ہو اسی کو اختیار کرے کیونکہ حرام کا ارتکاب بدرجہ

مجبوری جائز ومباح کیا گیا ہے لہٰذا کم سے کم ہو اس لئے بڑی مصیبت کو ترک کردے کیونکہ اس میں زیادہ حرام کا ارتکاب کرنا پڑے گا۔ مثلاً کوئی ضعیف وبیمار آدمی اگر کھڑا ہو کر نماز پڑھتا ہے تو قرأت قرآن نہیں کر سکتا اور اگر وہی بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو قرأت قرآن کرلے گا تو ایسی صورت میں وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے گا اور قیام کو ترک کردے گا کیونکہ اگرچہ قیام وقرأت دونوں فرائض نماز سے ہیں مگر قیام پر قرأت کی اہمیت واضح ہے کہ ترکِ قیام تو نوافل میں جائز ہے مگر ترکِ قرأت جائز نہیں۔

اسی طرح اگر کسی نمازی کے جسم میں زخم ہے کہ اگر وہ سجدہ کرتا ہے تو زخم بہنے لگتا ہے اور زخم بہے گا تو وضو ٹوٹے گا جسم ناپاک ہوگا۔ اور اگر بغیر سجدہ کے نماز پڑھتا ہے تو نہ زخم بہتا ہے نہ جسم ناپاک ہوتا ہے نہ وضو ٹوٹتا ہے تو ایسی صورت میں وہ بغیر سجدہ کے اشارہ سے نماز پڑھے کیونکہ یہ بڑی مصیبت کے مقابلہ میں کم ہے وغیرہما۔

اصول[۱۸]: ''دَرْءُ الْمَفَاسِدِ اَوْلٰی مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ''

یعنی خرابیوں کو دُور کرنا منافع حاصل کرنے سے بہت بہتر ہے۔ اس اصول کلی سے معلوم ہوا کہ جب مفاسد ومصالح میں تضاد واقع ہو تو حصول مصالح سے قطع نظر کرکے مفاسد کو دُور کیا جائے گا۔ کیونکہ شریعت مطہرہ کے نزدیک ممنوعات ومحرمات اور مفاسد کو دور کرنا مصالح کے حصول سے بہت زیادہ اہم ہے۔ اور اس اصل کی اصل رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کا یہ ارشاد گرامی ہے: ''اِذَا اَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ فَأْتُوْا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاِذَا نَهَیْتُکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ'' کہ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو تم حتی المقدور اُسے بجالاؤ اور جب کسی شئے سے منع فرماؤں تو اس سے دُور رہو۔ امور مامورہ کو بجالانے کے لیے مااستطعتم (حتی المقدور) فرمایا اور منہیات کے لیے مطلقاً اجتناب کا حکم دیا۔ اس سے مفاسد ومحرمات سے بچنے کی تاکیدِ شدید نکلتی ہے۔ دوسری حدیث شریف میں ارشاد ہوا۔ ''لِتَرْکُ ذَرَّةٍ مِمَّا نَهَی اللّٰهُ عَنْهُ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَیْنِ'' یعنی منہیات الٰہیہ میں سے ایک ذرّہ سے بھی اجتناب کرنا جن وانس کی عبادت سے بہتر ہے۔ اور اسی اصل سے فقہ کے بہت سارے مسائل مستنبط ہیں۔ مثلاً ''من لم یجد سترة ترک الاستنجاء ولو علی شط النهر'' (جسے سترہ نہ ملے وہ استنجاء کو ترک کرے اگرچہ وہ نہر کے کنارے پر ہو)، ۲ عورت پر غسل واجب ہوا اور وہ مردوں سے پردہ کی جگہ نہ پائے تو وہ غسل مؤخر کرے (اگرچہ نماز کی قضا کرنی پڑے) ۳ غسل واجب میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے میں مبالغہ کرنا ضروری ہے لیکن بحالت روزہ مکروہ ہے کہ مبادا روزہ نہ ٹوٹ جائے۔

ہاں بعض مصالح مفاسد پر غالب ہوتے ہیں ایسی صورت میں مصالح کو اختیار کرنا چاہیے۔ مثلاً دو متحارب گروہوں یا دو مسلم بھائیوں کے درمیان صلح کرانے کیلئے دروغ بیانی کرنا کہ دروغ منہیات شرعیہ سے ہے مگر مصالح مذکورہ کے لئے جائز ہے۔

طبقاتِ مسائل

فتویٰ نویسی کے لیے جہاں اصول فقہ اور قواعد فقہیہ کا علم ضروری ہے وہیں یہ بھی ضروری ہے کہ اسے طبقات فقہاء اور طبقاتِ مسائل کا علم ہو کہ اس کا علم نہ ہونے کی صورت میں وہ قدم قدم پر دھوکے کھا سکتا ہے۔

طبقاتِ مسائل میں پہلا طبقہ مسائل، مسائل الاصول ہے جسے ظاہر الروایۃ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ مسائل ہیں جو اصحاب المذاہب سے مروی ہیں۔ لیکن ظاہر الروایۃ کے متعلق مشہور و اغلب یہ ہے کہ " ظاہر الروایۃ حضرت امام اعظم، حضرت امام ابویوسف، حضرت امام محمد علیہم الرحمہ کے اقوال کو کہتے ہیں اور ظاہر الروایۃ کا اطلاق جن کتابوں پر ہوتا ہے وہ حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ کی یہ چھ کتابیں ہیں: (۱) مبسوط (۲) جامع صغیر (۳) جامع کبیر۔ (۴) زیادات (۵) سیر صغیر (٦) سیر کبیر۔ ان کتابوں کی روایتیں ثقہ راویوں نے حضرت امام محمد علیہ الرحمہ سے روایت کیں جو تواتر سے ثابت اور مشہور ہیں۔

دوسرا طبقہ مسئلہ نوادر ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کے راوی تو مذکورہ بالا اصحاب ہی ہیں لیکن مذکورہ بالا چھ کتابوں میں سے کسی کے اندر مندرج نہیں ہیں۔ بلکہ یہ مسائل امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری تصانیف میں مذکور ہیں۔ جیسے کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات اور رقیات میں۔ ان مسائل کو ظاہر الروایۃ اس لئے نہیں کہتے ہیں کہ اس کی روایات حضرت امام محمد سے مذکورہ چھ کتابوں کی روایات کی طرح روایات صحیحہ، ثابتہ اور ظاہرہ سے مروی نہیں۔

مسائل نوادر میں حضرت امام محمد کی مذکورہ کتب کے علاوہ حضرت حسن بن زیاد کی المحرر اور کتاب الامالی (حضرت امام ابویوسف کی املا کرائی ہوئی) وغیرہما کتب شامل ہیں۔

طبقاتِ مسائل کی آخری اور تیسری قسم "الواقعات" ہے یہ وہ مسائل ہیں جن کو بعد کے مجتہدین نے مرتب و مؤلف فرمایا۔ جن میں اکثر حضرت ابویوسف انصاری یا حضرت امام محمد کے شاگرد یا شاگرد کے شاگرد ہیں۔ صاحبین کے تلامذہ کی بہت بڑی تعداد ہے ان میں بعض مشہور شخصیات یہ ہیں۔ حضرت عصام بن یوسف، علامہ ابن رستم، علامہ محمد بن سماعہ، علامہ ابوسلیمان جرجانی، حضرت ابوحفص البخاری وغیرہم اور پھر ان حضرات کے شاگردوں میں حضرت محمد بن سلمہ، علامہ ابن مقاتل، علامہ نصیر بن یحییٰ علامہ قاسم بن سلام وغیرہم ان بزرگوں نے اپنے قوی تر دلائل و اسباب کی بنا پر اصحاب مذہب کے خلاف کسی مسئلہ کو ثابت کیا اور اسی کے مطابق فتویٰ دیا۔ ان کے فتاویٰ میں سب سے پہلے جو کتاب منظر عام پر آئی وہ کتاب النوازل ہے۔ جو فقیہ اجل ابواللیث سمرقندی کی ہے، ان کے بعد دیگر فقہاء کرام نے بہت سے مجموعے مرتب فرمائے جیسے مجموع النوازل" واقعات صدر الشہید، واقعات الناطفی وغیرہا۔ پھر اس کے بعد بہت سے فقہاء کرام نے مخلوط و متمیز طور پر کتب فتاویٰ کی تدوین و ترتیب و تالیف فرمائی مثلاً فتاویٰ قاضیخان، فتاویٰ بزازیہ خلاصہ اور المحیط السرخسی وغیرھا۔

بعض ضروری وضاحت

مسائل اصول میں الحاکم الشہید کی تصنیف "کتاب الکافی" نقل مذہب میں بڑی معتمد کتاب ہے بڑے بڑے اکابرامت نے اس کی شرحیں لکھی ہیں۔ **المبسوط : للامام محمد**۔ اس کے متعدد نسخے ہیں ان میں سب سے بہتر نسخہ وہ ہے جو علامہ ابوسلیمان جرجانی سے مروی ہے متاخرین علماء وفقہاء نے اس کی کئی شرحیں لکھیں جنہیں مقبول عام حاصل ہوا۔

امام محمد کی ہر وہ تصنیف جس میں لفظ صغیر لگا ہوا ہے ان میں وہ مسائل ہیں جن کی روایت امام محمد نے اپنے استاذ گرامی سیدنا امام اعظم سے بواسطہ سیدنا امام ابو یوسف کے کی ہے اور لیکن جن روایتوں کی روایت امام محمد نے بے واسطہ امام ابو یوسف کے براہ راست امام اعظم سے کی ہے ان روایتوں کے مجموعہ پر لفظ کبیر لگا دیا ہے۔

نوادر : ان مسائل کے لئے استعمال کیا گیا ہے جن کی روایت امام محمد نے ان مذکورہ چھ کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف علیہما الرحمہ سے کی ہے۔

اور نوازل ایسے مسائل کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے جن مسائل کو مجتہدین مذہب سے دریافت کیا گیا اور انہوں نے ان مسائل میں کوئی نص نہیں پائی بلکہ اپنے اجتہاد سے ان مسائل کی تخریج کی اور ان کے احکام بیان فرمائے۔

صاحب البحر نے فرمایا کہ حضرت امام محمد کی ہر وہ تصنیف جس میں لفظ صغیر لگا ہوا ہے ان کی روایتوں میں امام محمد اور امام ابو یوسف متفق ہیں، اور جن تصانیف میں لفظ کبیر لگا ہوا ہے اس کی روایتیں امام ابو یوسف پر پیش نہیں کی گئیں۔ امام محمد کی پہلی تصنیف کا نام اصل ہے اس کے بعد الجامع الصغیر تصنیف فرمایا۔

☆☆☆☆
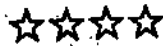
فتاویٰ نویسی کے لئے جس طرح یہ جاننا ضروری ہے کہ طبقات مسائل کتنے ہیں اور ان میں معتبر و مستند کتابیں کون کون ہیں اسی طرح یہ جاننا بھی ضروری ہے کہ طبقات الفقہاء کتنے ہیں اور کس فقیہ کا درجہ کیا ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کس فقیہ کا قول معتبر اور قابل استناد ہے اور کس کا نہیں۔ علماء ماہرین ومتبحرین نے فقہاء کے سات طبقے بیان فرمائے ہیں۔"

طبقہ اولیٰ : "المجتہدین فی الشرع" جیسے ائمہ اربعہ اور وہ لوگ جو قواعد و اصول کی تاسیس میں اور ادلہ اربعہ سے احکام فرعیہ کے استنباط میں بغیر کسی کی تقلید کے مشاق و ماہر ہو اور ائمہ اربعہ کے مسلک پر ہوں۔

طبقہ ثانیہ : "المجتہدین فی المذہب" جیسے صاحبین (امام ابو یوسف، امام محمد) اور امام اعظم سیدنا ابو حنیفہ کے تمام تلامذہ کرام یہ حضرات اس بات کی قدرت رکھتے تھے کہ ادلہ اربعہ سے اپنے استاد حضرت سیدنا امام اعظم کے مستخرجہ قواعد و اصول کے مطابق احکام شرعیہ کا استخراج کر سکیں۔

طبقہ ثالثہ ۳: ''المجتهدین فی المسائل'' یہ وہ حضرات ہیں کہ جن مسائل میں اصحاب مذہب سے کوئی روایت نہیں ملتی ہے، ان مسائل میں اپنے ائمہ کرام کے مقرر کردہ قواعد واصول کے مطابق مسئلوں کا استنباط کرتے اور مسائل محدثہ کو حل فرماتے ہیں جیسے حضرت علامہ ابوجعفر الطحاوی (م ۳۲۱ھ) حضرت ابوالحسن الکرخی (م ۳۴۰ھ) حضرت شمس الائمہ الحلوائی (م ۴۵۶ھ) اور علامہ فخر الدین قاضی خاں (م ۵۹۲ھ) وغیرہم۔

طبقہ رابعہ ۴: ''اصحاب التخریج من المقلدین'' یہ حضرات اجتہاد پر قدرت نہیں رکھتے لیکن قواعد واصول کا پورا علم اور مسائل کے ماخذ سے پوری واقفیت رکھتے ہیں اس لئے امام ومجتہد کی اجمالی روایتوں کی تفصیلی طور پر بیان کرنے کی پوری پوری صلاحیت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام ومجتہد کا ایسا قول جو دو چیزوں پر محتمل ہو صاحب تخریج اس کو امثال ونظائر کی روشنی میں اصول وقیاس کی بنیاد پر کسی ایک چیز پر منطبق کر دیتا ہے جیسے امام رازی، امام کرخی وغیرہما۔

طبقہ خامسہ ۵: ''اصحاب الترجیح من المقلدین'' یہ وہ حضرات ہوتے ہیں کہ کہ بعض روایات کو بعض روایات پر تفضیل دینے کی اہلیت رکھتے ہیں اور اس کے مراتب وتفصیل کو بھی بیان کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی بیان کردہ روایتوں کے بعد ھذا اولیٰ ھذا اصح، ھذا اوضح ھذا اوفق للقیاس وغیرہا فرماتے ہیں جیسے حضرت ابوالحسن قدوری (م ۴۲۸ھ) صاحب الہدایہ (م ۵۹۳ھ) وغیرہما۔

طبقہ سادسہ ۶: ''المقلدین القادرین علی التمیز'' ان کا مقام یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی کتابوں میں ضعیف ومردود اقوال بیان نہیں کرتے اور روایاتِ مختلفہ میں قوی، اقویٰ، ضعیف، ظاہر الروایہ، ظاہر المذہب اور روایاتِ نادرہ میں امتیاز فرق کرنے کی اہلیت تامہ رکھتے ہیں جیسے اصحاب المتون المعتبرہ مثلاً صاحب الکنز، صاحب المختار، صاحب الوقایہ وغیرہم۔

طبقہ سابعہ ۷: ''المقلدین الذین لایقدرون علی ماذکر'' یہ حضرات کھرے کھوٹے، کمزور وقوی ظاہر ونوادر میں کچھ بھی امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ انہیں جو بھی مواد مل جاتا ہے جمع کر لیتے ہیں۔ یہ حضرات اس قابل نہیں کہ مسائل میں ان کی طرف رجوع کیا جائے۔

رسم المفتی، شرح العقود، المنظوم لابن عابدین

اصولِ فقہ کے بعد قواعدِ مشہورہ کی نشاندہی

(اس دور میں ہمارے علمائے کرام کو کتب اصولِ فقہ کی ورق گردانی و مطالعہ کا موقع کم ملتا ہے اور بعض مقامات پر ان کتابوں کی فراہمی بھی میسر نہیں۔اس لئے میں نے یہاں اِن قواعد مشہورہ کو یکجا کرنے کی کوشش کی ہے جن کی ضرورت کار اِفتاء میں ہمیشہ پڑتی ہے۔لہٰذا حضرات مفتیانِ کرام خصوصاً جو تربیت افتاء میں مشغول ہیں انہیں چاہیے کہ ان اصول قواعد کو زبان زد کرلیں)۔

☆ العجماء جرحها جبار۔جانور کی دیت قابل معافی ہے۔(ترمذی ص ۱/۱۵۶)

☆ الخراج بالضمان ۔خراج (فائدہ) ضمان کے ساتھ متعلق ہے۔(ابوداؤد ص ۲/۲۹۵)

☆ لاقطع فی ثمر ولا کثر۔پھل اور خوشہ کی چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔(ترمذی ص ۱/۱۲۹)

☆ البینة علی المدّعی والیمین علی المدّعٰی علیه۔مدعی پر گواہ اور مدعیٰ علیہ پر قسم ہے۔(ترمذی شریف وغیرہ)

☆ لاضرر ولاضرار فی الاسلام۔اسلام میں تنگی وسختی کرنے کی اجازت نہیں۔(احادیث نبویہ)

اس قسم کے اصول احادیث مبارکہ میں اور بھی موجود ہیں جس کی تلاش وجستجو کرنی چاہیے۔

خلیفۂ دوم حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے اگر معارض بالحدیث نہ ہو تو اسے دلیل شرعی کی حیثیت حاصل ہے۔آپ کے آراء مبارکہ کو بعض علماء نے سیرت عمر لابن الجوزی کے حوالہ سے جمع کیا ہے اور اسے اصول وقواعد فقہیہ کی حیثیت دی ہے جو فقہاء کے نزدیک مقبول ہے مثلاً:

☆ من استعمل فاجراً وهو یعلم انهٗ فاجر فهو مثله۔جس نے کسی فاجر کو عامل بنایا حالانکہ وہ اس کا فسق وفجور جانتا ہے تو وہ بھی فاجر ہے۔(فقہ عمر ص ۱۴۲، بحوالہ سیرت عمر لابن الجوزی)

☆ المسلمون عدول بعضهم علی بعض۔ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے حق میں عادل وقابلِ اعتبار ہے۔(فقہ عمر، ص ۵۱۷)

☆ ذروا الربٰو والریبة۔سود اور جس میں سود کا شبہ ہو اُنہیں چھوڑ دو۔(فقہ عمر: ص ۴۲۳)

☆ البیّنة علی المدعی والیمین علی من انکر: مدعی پر بینہ اور منکر پر یمین ہے۔(فقہ عمر: ۷/۳۶)

نوٹ: مدعی اور منکر کی تمیز مشکل ہے لہٰذا اس کی پہچان وتمیز میں بہت تدبر سے کام لینا چاہیے۔

فقہ عمر سے یہ تین چار مثالیں پیش کی گئیں جنہیں تفصیلات میں جانا ہو وہ فقہ عمر یا سیرت عمر لابن الجوزی کا مطالعہ کریں۔

☆ لاینبغی لاحد ان یحدث شیئا فی طریق المسلمین مما یضرّهم۔کسی کے لیے مسلمانوں کے راستے میں ان تصرفات کا حق نہیں ہے جن سے مسلمانوں کو نقصان پہنچے۔(کتاب الخراج للامام ابی یوسف، ص: ۹۳)

☆ القدیم یترک علی قدمه: پرانی چیزوں کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔(قاعدہ فقہاء)

☆ الامور بمقاصدها۔تمام امور کے احکام اس کے ارادوں پر مرتب ہوتے ہیں۔(قاعدہ فقہاء)

☆ الیقین لایزول بالشک: یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ الاشباہ (قاعدہ فقہاء)
☆ المشقة تجلب التیسیر: مشقت سہولت فراہم کرتی ہے۔ الاشباہ (قاعدہ فقہاء)
☆ ان السوال یجری علیٰ حسب متعارف کل قوم فی مکانھم: سوال ہر قوم کی جگہوں کے عرف کے مطابق جاری ہوگا۔ (اصول الکرخی)
☆ ان الاحتیاط فی حقوق اللہ تعالیٰ جائز و فی حقوق اللہ العباد لایجوز: اللہ تعالیٰ کے حقوق میں احتیاط جائز ہے اور بندوں کے حقوق میں احتیاط جائز نہیں۔ (اصول الکرخی)
☆ انہ اذا مضی بالاجتھاد لاینفسخ باجتھادٍ و ینفسخ بالنص: جب کسی مسئلہ میں اجتہاد ہو جائے تو اُس اجتہاد کو اُسی جیسا اجتہاد فسخ نہیں کرسکتا ہاں نص اسے فسخ کردے گی۔ (اصول الکرخی)
☆ حدود و تعزیر سے متعلق یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جو ممالک سلطانِ اسلام یا اسلامی شوکت وغلبہ سے محروم ہیں وہاں شرعی احکام کی پامالی کرنے والوں (مجرموں) پر توبۂ خالص یا پھر مسلمانوں کو ان سے شرعی انقطاع لازم ہے۔ (فتاویٰ رضویہ ملخصاً)

بعض مصادرِ اصول

اصول وقواعد فقہیہ کی مزید معلومات کے لیے مندرجہ ذیل مصادر کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے تاکہ مفتی اپنے فرائض و ذمہ داری کو باحسن وجوہ انجام دے سکے۔ بعض کتابوں کا ذکر اجمالاً بیان ہو چکا ہے۔ ان کے علاوہ اصول الکرخی، تاسیس النظر، الاشباہ والنظائر، لابن نجیم، تنویر الابصار، خاتمہ مجامع الحقائق، غمز عیون البصائر، رسائل لابن عابدین، العطایا النبویة فی الفتاویٰ الرضویة اور الاحکام العدلیہ کے بعض شارے۔ وغیرہا

فتاویٰ رضویہ کا شمار اگرچہ عظیم ترین فتاویٰ میں ہے۔ (جس کی تیس ضخیم جلدیں منظرِ عام پر آچکی ہیں) لیکن مجدد اعظم امام اہلسنّت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ الغنی نے اس میں جا بجا فقہی اور اصولی افادہ فرمایا ہے جس کے مطالعہ سے نہ صرف تربیتِ افتاء میں مصروف علماء کرام کے ذہن وفکر کی گرہیں کھلتی ہیں بلکہ انہیں مشاق وتجربہ کار مفتی بنانے کے لئے کافی ووافی ہے۔

فتاویٰ رضویہ کے بعض اصول فقہیہ

فتاویٰ رضویہ وہ ضخیم اسلامک انسائیکلوپیڈیا ہے جس کی ہر جلد فقہی فوائد رسم المفتی اور دیگر فوائد اصولیہ سے ایسی مزین ہے کہ اگر ان کو جمع کیا جائے تو اصول فقہ کی ایک جامع اور ضخیم کتاب بن سکتی ہے لیکن میں حصول برکت کے لئے ان افادات فقہیہ میں سے بعض کو یہاں نقل کئے دیتا ہوں تاکہ افتاء کی تربیت حاصل کرنے والے حضرات علماء کرام اِن سے مستفید ومستفیض ہوسکیں۔

کتب احادیث کی ترتیب

احادیث کریمہ میں باعتبار روایت سب سے معتبر صحاح پھر سنن پھر مسانید ہیں:

کتبِ صِحاح: صحاح شیخین (بخاری و مسلم) منتقی ابن السکن، مختارہ مؤطا امام مالک اور صحیح ابن حبان بھی اسی سے متصل ہے۔

کتبِ سُنن: ابوداؤد، نسائی، ترمذی، ابن ماجہ اور اسی کے درجہ میں مسند رویانی، شرح معانی الآثار، حج عیسیٰ بن ابان بروایت امام محمد اور کتاب الخراج لامام ابی یوسف۔

کتبِ مسانید: مسند امام احمد، مصنف عبد الرزاق، مصنف ابن ابی شیبہ، معجم کبیر طبرانی، معجم صغیر طبرانی، اوسط طبرانی۔

نوٹ: مستدرک حاکم صحاح میں نہیں اور مسند الفردوس کتب المسانید میں سے نہیں ہے۔

فقہ میں متون شروح اور فتاویٰ کا حال وہی ہے جو حدیث میں صحاح سنن اور مسانید کا ہے۔

کتب متون: مثلاً مختصر امام طحاوی، مختصر امام کرخی، مختصر امام قدوری، کنز الدقائق، وافی، وقایہ، نقایہ، اصلاح، مختار، مجمع البحرین، مواہب الرحمٰن، ملتقی اور ایسی ہی دوسری کتابیں جو نقل مذہب کے لئے لکھی گئیں۔ علماء نے ہدایہ کو متون سے شمار کیا ہے حالانکہ وہ صورتاً شرح ہے۔

کتب اصول کی وہ شرحیں جو تحقیق پر مبنی ہوں شروح میں داخل ہیں:

کتب اصول: جامع کبیر، جامع صغیر، مبسوط، زیادات، سیر کبیر، سیر صغیر مبسوط امام سرخسی، بدائع الملک العلماء، تبیین الحقائق، فتح القدیر، عنایہ، بنایہ، درایہ، کفایہ، نہایہ، حلیہ، غنیۃ، غایۃ البیان، البحر الرائق، النہر الرائق، درر احکام، درمختار، جامع المضمرات، جوہرہ نیرہ، ایضاح وغیرہا۔

نوٹ: اور مذکورہ اصول و شروح ہی میں داخل ہیں محققین کے وہ حواشی جو مذکورہ کتابوں یا دیگر متون و شروح میں سے بعض پر لکھی گئیں، مثلاً غنیۃ شرنبلالی، حواشی خیر الدین، رملی، ردالمحتار (فتاویٰ شامی) منحۃ الخالق، فتاویٰ خیریہ، العقود الدریہ۔

تنبیہ: مجتبیٰ، جامع الرموز، شرح ابی المکارم، سراج وہاج اور شرح مسکین وغیرہا کتب شروح میں داخل نہیں۔

کتب فتاویٰ: خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، خزانۃ المفتیین، جواہر الفتاویٰ محیطات (محیط نام کی متعدد کتابیں) ذخیرہ، واقعات ناطفی واقعات صدر الشہید، نوازل فقیہ، مجموع النوازل، ولوالجیہ ظہیریہ، عمدہ، کبریٰ، صغریٰ، تتمۃ الفتاویٰ، صیرفیہ، فصول عمادی، فصول استروشنی، جامع صغار، تاتارخانیہ، ہندیہ، منیہ، رضویہ، وغیرہا۔

ضروری معلومات

ذخیرہ مسند فتاویٰ ہے۔ اسی طرح فتاویٰ علامہ قاسم قطلو ابغا بھی، بدائع اور محیط بھی بے نظیر کتب فقہیہ میں سے ہیں جن کا اعتبار آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہے تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر، شرح الہدایہ، خلاصۃ الفتاویٰ شرح نقایہ، فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری) نہایت مفید و معتبر کتابیں ہیں۔

قنیہ، رحمانیہ، خزانۃ الروایات، مجمع البرکات اور برہان وغیرہا کتب کا شمار بے تنقید و تنقیح کے نہ شروح میں ہے نہ فتاویٰ میں۔

درمختار اگرچہ معتبر کتاب ہے لیکن بغیر اُس کے حواشی کے صرف اسی سے فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔

☆ قاضی خاں صاحب ترجیح ہیں ان کی تصحیح دوسروں کی تصحیحات پر مقدم ہے۔

☆ قنیہ جب مشہور کتابوں کی مخالفت کرے تو مقبول نہ ہوگی۔ ہاں اگر اس کے مطابق دوسرے نقولِ معتمدہ موجود ہوں تو وہ بھی مقبول ہوگی۔

☆ فتح القدیر، طحطاوی اور ردالمحتار کتب معتمدہ ہیں۔

☆ متون شروح، شروح فتاویٰ پر مقدم ہے۔ متن و شروح میں تعارض ہو تو عمل متن پر ہوگا۔ (اسی طرح اگر کتب شروح و فتاویٰ میں تعارض ہو تو عمل شروح پر ہوگا۔)

☆ متون: مذہب صحیح معتمد کے نقل کے لئے وضع کئے جاتے ہیں، ملتقی الابحر متونِ معتمدۃ فی المذہب سے ہے۔ ملتقی الابحر میں جو قول مقدم ہو وہی ارجح اور مختار الفتویٰ ہوتا ہے۔

☆ امام قاضی خاں اسی قول کو مقدم کرتے ہیں جو اشہر، اظہر اور معتمد ہوتا ہے۔

☆ قاضی خاں کی ترجیح اوروں پر مقدم ہوتی ہے۔ قاضی خاں کی تصحیح سے عدول جائز نہیں کیونکہ وہ فقیہ النفس ہیں۔

☆ صاحب ہدایہ اکثر قول قوی کو مقدم کرتے ہیں۔ صاحبِ الهدایه امام جلیل من ائمة التخریج و الترجیح یجوز تقلیده العمل بماهو المختار في المذهب و ان کان قائل خلافه اماماً کبیراً۔۔۔

☆ صاحب محیط ائمہ ترجیح سے ہیں۔

☆ امام (کمال الدین) ابن ہمام صاحب فتح القدیر لائق اجتہاد اور اصحاب ترجیح سے ہیں۔

☆ علامہ ابراہیم حلبی اس قول کو مقدم کرتے ہیں اور اسی کے مؤید ہیں۔

☆ صاحب البحر اصحاب ترجیح سے نہیں ہیں۔

☆ فتاویٰ ابن نجیم اور فتاویٰ الطوری پر اعتماد نہیں کیا جاتا ہے۔

☆ السراج الوہاج کا شمار نہ تو کتب اصول و شروع میں ہے اور نہ ہی لائق اعتماد ہے علماء نے اسے کتب ضعیفہ میں شمار کیا۔

☆ حلبی محشی صدر الشریعہ اصحاب ترجیح سے نہیں ہیں۔

☆ امام طحاوی کے کچھ اختیارات مفردہ ہیں کہ بترکِ مذہب ان پر عمل کے کچھ معنی نہیں۔
☆ امام اعظم کے ارشاد کے بعد امام ابو یوسف کا قول مرجح اور مقدم ہے۔ پھر امام محمد کا۔
☆ فتویٰ صاحبین (امام ابو یوسف و امام محمد) کے قول پر ہوگا۔ ہاں اگر فتویٰ میں اختلاف ہو تو قول امام کی طرف رجوع لازم ہے جب کہ وہ اختلاف اختلاف زمانہ کی وجہ سے نہ ہو۔
☆ قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ کی روایات نادرہ کو اِن کا مذہب بتانا غلط ہے اس پر عمل صحیح نہیں۔
☆ منقول فی المذہب قول کے خلاف کسی مجتہد کی بھی بحث مقبول نہیں (تا اینکہ اسباب ستہ میں سے کسی سبب کا وجود نہ پایا جائے)۔
☆ ضرورت داعیہ کی وجہ سے قاضی مذہب امام کے خلاف فیصلہ دے سکتا ہے اور مفتی قول امام کے خلاف فتویٰ دے سکتا ہے۔(عند وجودِ سبب من اسباب ستةٍ)
☆ اگر سلطانِ (جہاں سلطان نہیں ہے وہاں کے مرجع العلماء عالم دین) نے قاضی کو مقرر کرتے وقت یہ اجازت دی ہو کہ وہ ضرورت کی بناء پر اپنے مذہب کے مرجوح قول یا دوسرے مذہب پر فیصلہ کر سکتا ہے تو اس قاضی کا فیصلہ صحیح اور نافذ ہوگا۔
☆ ضرورت کے وقت مرجوح و مجہول روایت کی تقلید دوسرے مذہب کی تقلید سے بہتر ہے (عند الضرورة تقليد "قيل" في المذهب احسن من تقليد مذهب الغير)۔
☆ حتی الامکان کلماتِ ائمہ میں توفیق و تطبیق محمود ہے ورنہ قاعدہ طیبہ یہ ہے کہ "مما عليه الاكثر من ائمة المذهب" پر عمل ہو۔

التميز فی الافتاء

☆ علیہ الفتویٰ اور بہ یفتیٰ فتویٰ کے الفاظ میں آکِد ہیں۔
☆ لفظ "ناخذ" فتویٰ آکد الفاظ سے ہے۔
☆ فارسی میں "ہمیں ست روایتِ معمولہ" یہ جملہ اپنی قوت میں علیہ الفتویٰ اور بہ یفتیٰ کے برابر ہے۔
☆ لفظ "فتویٰ" صحیح، اصح اور اشبہ وغیرہا الفاظ سے زیادہ مؤکد ہے۔
☆ لفظ "علیہ العمل" لفظِ فتویٰ کے مساوی ہے۔
☆ لفظ صحیح و اصح دونوں قریب المعنیٰ ہیں (الصحيح والاصح متقاربان)
☆ عرفِ فقہ میں لفظِ جواز عموماً دو معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے بمعنیٰ صحت جیسے عقود وغیرہ میں۔ اور بمعنی حلت افعال وغیرہ میں۔
☆ اخبار اگرچہ وجوب پر دلالت کرتے ہوں لیکن عموماً وہ استحباب کے لئے آتے ہیں۔ اور اس کا صیغہ امر سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔(صيغة الاخبار اكد من الامر)
☆ صیغۂ نفی صیغۂ نہی سے زیادہ مؤکد ہوتا ہے۔

☆ صیغۂ لا یفعل سے متبادر کراہیتِ تحریم ہوتی ہے اور یفعل مفید وجوب ہوتا ہے اور" لا اصل لھا" مقتضیٔ کراہت نہیں۔
☆ شروح حدیث کی کتابوں میں جو مسئلہ کتب فقیہ کے خلاف ہو وہ معتبر نہیں۔
☆ جو حکم کتاب وسنت مشہورہ کے خلاف ہو وہ مردود ہے۔
☆ مذہب کے مفتی بہ قول کے مقابل بعض مشائخ کے قول پر اعتماد کرنا جہل اور خرق اجماع ہے۔
☆ اگر روایات مذہب مختلف ہوں اور سب ظاہر الروایہ اور صحیح ہوں تو سب سے اہم کام منقح کا ادراک ہے۔
☆ دوسرے مذہب کی تقلید اگر مشروط طور پر جائز ہو تو ضرورت کے وقت صرف اس پر عمال کیا جائے باقی رہا فتویٰ دینا۔ تو فتویٰ صرف مذہب کے قول راجح پر دیا جائے گا۔ (تقليد الغير عند الضرورة وان جاز بشروطه فالعمل نفسه امام الافتاء فلا يكون الا بالراجع فی المذهب)۔
☆ احکامِ فقیہ میں واقعات کا لحاظ ہوتا ہے۔ احتمالاتِ غیر واقعہ کا نہیں۔ جہاں چند روایات ہوں علماء کو ادھر جھکنا چاہیے جس میں مسلمان تنگی سے بچیں۔
☆ اساطین امت (علماء ربانیین) کی عظمت اس میں ہے کہ عند الحاجۃ عوام کیلئے رخصت اور اپنے لئے عزیمت اختیار کریں۔
☆ فتاویٰ کے مقابل شروح، اور شروح کے مقابل متون جس طرح افتاء میں مقدم ہوتے ہیں عمل میں بھی مقدم رہیں گے۔
☆ فقہاء کرام احکام میں نادر صورتوں کا لحاظ نہیں فرماتے ہیں۔
☆ اطلاق وعموم سے استدلال جائز ہے کہ یہ نہ تو قیاس ہے نہ مجتہد سے خاص۔
☆ "فعل" جواز کی دلیل ہے لیکن "عدم فعل" ممانعت کی دلیل نہیں۔
☆ محتمل کو محکم کی طرف لوٹانا طریقہ معروفہ ہے۔
☆ صیغہ مجہول اکثر مشیر بہ ضعف ہوتا ہے۔
☆ جواز فعل کے لئے، نہی شرعی، کا نہ ہونا سند کافی ہے۔
☆ نکرہ نفی کے تحت آئے تو عام اور اثبات میں آئے تو خاص ہوتا ہے۔
☆ جو عام ہو اس کو کوئی خاص نہیں کرسکتا اسی طرح جو مطلق ہوُا سے کوئی مقید نہیں کرسکتا۔
☆ مندوبیت کی نفی سے مکروہ (یا مکروہ تنزیہی) ہونا ثابت نہیں ہوتا ہے۔
☆ جب بہ تصریح تعیم امر شرع واقع ہو تو جمیع ازمنہ تحت امر داخل ہوتے ہیں۔
☆ دلالت بھی مثل صریح ہے۔ مگر جب صریح اس کے خلاف ہو تو معتبر نہیں۔
☆ متبوع کے ساقط ہونے پر تابع خود بخود ساقط ہوجاتا ہے اور جب کوئی شئے باطل ہوجائے تو اس کے ضمن کی تمام شئی باطل ہوجاتی ہیں۔

☆ عموماً جب کسی شئ کو باطل کہا جاتا ہے تو اس کا معنی (مبطل) ہوتا ہے۔
☆ دو دلیلوں میں سے قوی تر دلیل پر عمل کرنے ہی میں احتیاط ہے (الاحتیاط هو العمل باقوی الدلیلین)
☆ شئے اگر چہ مطلق ذکر کی جائے اپنے اسباب وشروط اور احکام وآثار پر خود ہی دلالت کرے گی۔
☆ نقل مجہول پر عمل واعتماد نہیں کیا جائے گا اگر چہ ناقل ثقہ ہو۔" لایعتمد علی النقل عن مجهول وان کان الناقل ثقة" (العطایا النبویه)

بعض دیگر فوائدِ فقہیہ

☆ جن باتوں کا ذکر قرآن وحدیث میں نہ نکلے وہ ہرگز ممنوع نہیں بلکہ معافی میں ہے۔
☆ اختلافِ علماء سے بچنا مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا مکروہ لازم نہ آئے۔
☆ قیاس وفقہ کی حجیت بھی ضروریات دین سے ہے۔
☆ اختلافِ زمان ومکان سے احکامِ شرع بدلتے ہیں۔
☆ فتویٰ عرف وعادت پر ہوگا اگر چہ وہ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہو۔
☆ عوام کے افعال سند جہالت ہے۔
☆ سوال کے اختلاف سے جواب میں اختلاف ہوسکتا ہے جس کی ذمہ داری سائل پر ہے۔
☆ تعامل سے وقف وغیرہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ (تعامل بھی دلائل شرع میں سے ایک ہے)
☆ حکم جب کسی علت سے ثابت ہو تو جب تک علت باقی ہے حکم باقی رہے گا۔
☆ اگر اباحت بوجہ ضرورت ہے تو جب ضرورت نہ رہے اباحت بھی نہیں رہتی۔
☆ مشقت جالبِ تیسیر (آسانی کا سبب) ہے اور ضرر شرعاً واجب الدفع ہے۔
☆ جو دو بلاؤں میں مبتلا ہو اُسے چاہیے کہ اُن میں سے ہلکی کو اختیار کرے۔
☆ تحری دلائل شرعیہ میں سے ہے۔ قولِ فاسق کے صدق پر اگر تحری واقع ہو تو وہ معتبر ہے۔
☆ گناہ وفسق مسقط ومانع ولایت نہیں۔
☆ جو حکم خلاف قیاس مانا جاتا ہے وہ مورد سے آگے تجاوز نہیں کرسکتا۔
☆ تکالیف شرعیہ قدرِ وسع پر مقصود ہے۔
☆ حکم میں اگر مختلف صورتیں نکلتی ہوں تو مسئولہ صورت کی وضاحت مفتی پر مناسب ہے۔
☆ جب تک کسی خاص وقت کی ممانعت شرع سے ثابت نہ ہو منع وانکار حکم شرع کا رد وابطال ہے۔
☆ جس مسئلہ پر تمام بلاد میں عام مسلمین کے تعامل وافعال شاہدِ عدل ہوں وہ محتاج دلیل نہیں۔

☆ جو تعامل کے خلاف دعویٰ کرے وہ اپنے دعویٰ پر دلیل لائے مجرد حدوث شرعا دلیل منع نہیں۔
☆ اہل باطل کا شعار اسی وقت تک قابل احتراز ہے جب تک ان کا شعار ہے۔ اگر ان سے رواج اُٹھ گیا اور وہ امر فی نفسہ شرعاً جائز ہے تو اب اس کی ممانعت نہیں۔
☆ بہت سے احکام نیت کے فرق سے بدل جاتے ہیں۔
☆ اگر کوئی عالم غیر مجتہد کے قول کو بطورِ جزم لکھ جائے تو اس کی گرفت ہوگی۔
☆ متونِ وشروح اور کتب فتاویٰ سے حوالے دیئے جاسکتے ہیں۔
☆ تالیف قلوب کے لئے ''کبھی کبھی'' ترکِ افضل جائز ہے۔ (بلکہ اس پر ثواب ملتا ہے)۔
☆ دماء، فروج، مضار اور خبائث کے سوا تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے۔
☆ جب تک دلیلِ قطعی آسانی سے ملے دلیلِ ظنی پر عمل جائز نہیں۔
☆ رکن، شرط اور فرض میں فرق ہے جس کا ادراک مفتی کے لئے ضروری ہے۔
☆ استفاضہ بمنزلہ خبر متواتر ہے۔
☆ جو شئے قطعی اور یقینی ہو وہ احتیاط کی محتاج نہیں۔
☆ مجتہد اپنی خطاء پر بھی ثواب پاتا ہے اگرچہ صواب کا ثواب دونا ہے۔
☆ اقوالِ ائمہ میں تطبیق اولیٰ ہے ترجیح سے۔
☆ ناواقفی مانع گناہ نہیں کہ مسائل دینیہ سے ناواقف ہونا خود گناہ ہے اسی لئے عالم کا گناہ ایک گناہ اور جاہل کا گناہ دو گناہ ہے۔
☆ نقلوں کی کثرت سے مسئلہ کی غرابت دور نہیں ہوتی جب کہ منقول عنہ ایک ہو۔
☆ فریقین کے بیان سننا قاضی پر لازم ہے مفتی پر نہیں۔
☆ ممکن کا اثبات ونفی بغیر دلیل سمعی جائز نہیں۔
☆ ہر فرض بقدرِ قدرت اور ہر حکم بشرطِ استطاعت ہوتا ہے۔
☆ حدود وتعزیر وقصاص اعلم علماء بلد کے اختیار میں نہیں اس کے لئے سلطانِ اسلام ہونا چاہیے۔
☆ اگر مدعی کے گواہ قاضی کی مجلس میں حاضر ہوں تو بالاتفاق مدعی علیہ سے قسم نہیں لی جائے گی۔
☆ احد المعصیتین کا ارتکاب دوسری معصیت کو مباح نہیں کرتا۔
☆ مامور بشیئین سے اگر ایک فوت ہو جائے تو دوسری ساقط نہیں ہوتی۔
☆ قسموں کی بنیاد عرف پر ہوتی ہے۔
☆ حرام وحلال کے مخلوط کا تناول اس لئے ناجائز ہو جاتا ہے کہ بوجہِ اختلاط اس کا تناول تناولِ حرام سے خالی نہیں ہوسکتا۔
☆ لڑکا بارہ اور لڑکی نو برس کی عمر میں بالغ ہوسکتی ہے اور دونوں کے لئے زیادہ سے زیادہ پندرہ برس ہے۔

افادات الفقہاء للافتاء و القضاء

ظن، علم:

کسی حکم کے خلاف اگر احتمال صحیح کسی دلیل کی وجہ سے ہو اور دل اس کی طرف مائل ہو تو وہ ظن ہے اور اگر کسی حکم کے خلاف کا کوئی تصور نہ ہو تو وہ یقین ہے۔

☆ اگر کسی حکم کے خلاف مضمحل دلیل کی وجہ سے احتمال وامکان ہو اور دل بھی اس کی طرف نہ جھکے تو وہ ظن غالب ہے جس کو اکبر رائے سے تعبیر کیا جاتا ہے فقہ میں اسے بھی یقین کہتے ہیں۔

☆ کسی حکم کے خلاف کسی دلیل کی وجہ سے احتمال صحیح ہو مگر دل اس کی طرف مائل نہ ہو تو وہ علم ہے۔

امر شرعی

جب کسی امر کو امرِ شرعی کہا جائے تو اس کے دو معنی ہوتے ہیں۔(۱)مقبول فی الشرع،(۲)مطلوب فی الشرع۔

فتویٰ

فتویٰ کی دو قسمیں ہیں: (۱)عرفی (۲)حقیقی

عرفی یہ ہے کہ بغیر دلیل کے جانے ہوئے محض تقلید کے طور پر امام کے اقوال لوگوں کو بتائے جائیں۔ فتاویٰ ابن نجیم، فتاویٰ غزّی اور فتاویٰ خیریہ وغیرہا اسی قبیل سے ہیں۔

حقیقی یہ ہے کہ تفصیلی دلائل کی معرفت کے بعد فتویٰ دیا جائے اور ایسے فتویٰ دینے والوں کو اصحابِ فتاویٰ کہا جاتا ہے۔ مثلاً فقیہہ ابو جعفر اور فقیہہ ابو اللیث وغیرہما۔

قول:

قول کی بھی دو قسمیں ہیں: (۱) قول صوری (۲) قولِ ضروری

قولِ صوری وہ جو منقول قول ہو۔ اور قولِ ضروری وہ جو منقول نہ ہو بلکہ ضمناً آ گیا ہو اور اس کا حکم ضرورتاً کیا گیا ہو۔ بسا اوقات حکم ضروری حکم صوری کے مخالف ہو سکتا ہے اور مخالفت کی صورت میں ضروری غالب ہوتا ہے، ایسے حالات میں اگر کوئی صوری کو

اختیار کرے تو یہ مخالفت کہلائے گی اور ضروری کا اتباع موافقت کہلائے گا۔ایسی صورت میں ضروری قول پر عمل قول صوری ہی پر عمل ہے۔

سنت و واجب:

جو عمل مواظبت مطلقہ یا احیاناً مع الترک سے ثابت ہو وہ سنت ہے اور جو مواظبت دائمہ نیز ترک پر نکیر سے ثابت ہو وہ واجب ہے۔

اساءت:

کراہت تحریمی اور کراہتِ تنزیہی کے درمیان اساءت ہے

☆ ترکِ اولیٰ میں حکم کراہت نہیں۔

☆ معصیت اباحت کے ساتھ مجتمع نہیں ہوتی لیکن مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ مجتمع ہوتا ہے۔

ترتیبِ منکر:

☆ مکروہ تنزیہی سے اساءت بُری ہے۔اساءت سے مکروہ تحریمی بدتر ہے، مکروہ تحریمی سے بُرا کبائر ہے۔ کبائر سے زیادہ بدتر بدعت و ضلال ہے، اِس سے بدتر کفر ہے اور کفرِ اصلی سے بدتر ارتداد ہے۔

☆ مقدمۃ الحرام حرام علماءِ اصولیین کا مقولۂ مسلمہ ہے۔شرعِ مطہر جس چیز کو حرام فرماتی ہے اس کے مقدمہ اور دواعی (اسباب) کو بھی حرام بتاتی ہے۔

☆ مکروہ تحریمی گناہِ صغیرہ ہے۔مکروہ تنزیہی گناہ نہیں۔

کفر:

افعال کیسے ہی شنیع و بدتر ہوں کفر کی شناعت کو نہیں پہنچ سکتے۔

☆ کسی کلام میں ننانوے احتمال کفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو اس کے قائل پر حکم کفر نہ دیں گے۔

☆ ضروریاتِ دین میں سے کسی ضرورتِ دینی کا انکار کفر ہے اور اس انکار پر تاویل مسموع نہیں۔

☆ کفرِ اصلی کی ایک قسم نصرانیت ہے اس سے بدتر مجوسیت ہے اس سے بدتر بُت پرستی اس سے بدتر وہابیت، اس سے زیادہ

خبیث وبدتر دیوبندیت اوران میں سب سے زیادہ ا بث ومردود قادیانیت ومرزائیت ہے۔

☆ کسی ضروریاتِ دین پر اگر نصِ قطعی نہ بھی ہو تو تب بھی اُس کا منکر کافر ہے۔

☆ مرتدین اور روافض وہابیہ کا اختلاف معتبر نہیں لہٰذا وہ قادحِ اجماع نہیں۔

☆ مرد کے ارتداد سے بالا جماع فوراً فسخ نکاح ہو جاتا ہے۔ جب کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا مگر شوہر کو اس سے قربت حرام ہو جاتی ہے جب تک اسلام نہ لائے۔

☆ کسی بدمذہب مرتد (قادیانی دیوبندی وہابی وغیرہا) سے فتویٰ پوچھنا اور اس پر عمل کرنا حرام ہے۔

☆ فعل گناہ پر کفر کا فتویٰ دینا جائز نہیں؟

حاکمِ شرع۔قاضی اور مفتی

☆ امیر شرعی کسی کے انتخاب پر منحصر نہیں بلکہ دیانت وفقاہت میں اس کا تفرد وتفوق ہی اسے متعین کرتا ہے۔

☆ حاکم شرع (امین شریعت یا عالم علماء بلد) کے ہاتھوں پر بیعت ہونا بھی ضروری نہیں۔

☆ قاضی ومفتی کے فیصلوں اور فتووں کو حاکم شرع کے حضور چیلنج کیا جا سکتا ہے پھر اگر حاکم شرع چاہے تو ان فیصلوں اور فتووں کو بحال رکھے یا نظر ثانی کا حکم دے یا ان فیصلوں اور فتووں کے خلاف حکم صادر کرے۔

☆ حاکم شرع کے فیصلوں کو کسی بھی قاضی ومفتی کی عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا۔

☆ قاضی شرع حاکم شرع کا نائب ہوتا ہے بالفاظِ دگر وہ نائب شرع ہوتا ہے۔

☆ جہاں قاضیٔ شرع سلطانِ اسلام یا حاکم شرع کی جانب سے مقرر نہ ہو وہاں جو عالم دین تمام اہل شہر میں فقہ کا اعلم ہو وہ قاضیٔ شرع یا حاکم شرع ہے۔

☆ ایک ملک یا ایک آبادی میں درجنوں مفتی ہو سکتے ہیں عامۃ المسلمین کو جس مفتی پر اعتماد ہو مسائل دینیہ میں اس کی طرف رجوع کرے۔

☆ مفتی بہر صورت سوال کا جواب دیتا ہے واقعہ سے بحث اس کے فرائض میں نہیں۔

☆ مفتی بر تقدیر صدقِ مستفتی یا صورت مستفسرہ کے مطابق جواب دے گا۔

☆ مفتی پر لازم ہے کہ وہ کسی کے ساتھ مراسم قدیم کو اظہار حق پر غالب نہ آنے دے۔

☆ مسئلہ شرعی میں قلت وکثرت رائے کو دخل نہیں۔

☆ غلط فتویٰ کا ازالہ مفتی اور مصدقین سب پر فرض ہے۔

☆ جو بے علم کے فتویٰ دیتا ہے زمین وآسمان کی مخلوق اس پر لعنت بھیجتی ہے۔

☆ جو مفتی فتویٰ دیتے وقت اپنے علاقہ کے حال کو ملحوظ نہ رکھے وہ جاہل ہے۔
☆ مفتی کا خود شقوق قائم کر کے ہر شق کا جواب دینا مصلحت شرعیہ کے خلاف ہے۔
☆ بغیر علم کے فتویٰ دینے والے بحکم حدیث ضال و مضل ہے۔
☆ غلط مسئلہ بتانے والے قابل امامت نہیں۔
☆ مذہب غیر کے نقل میں بارہا لغزش ہو جاتی ہے (اس میں مفتی کو کمال احتیاط چاہیے)
☆ جو فتویٰ پر زیادہ جرأت کرتا ہے وہ آگ پر زیادہ جرأت کرتا ہے۔
☆ اگر مفتی کو معلوم ہے کہ سائل نے غلط سوال کیا ہے تو اس کا جواب نہ دے۔
☆ اصل واقعہ معلوم ہو جانے کے بعد مفتی کو جائز نہیں کہ وہ سائل کے مفروضہ سوال کے مطابق جواب دے۔
☆ مفتی کو چاہیے وہ گول مول سوال کا جواب نہ دے۔ (جواب سے پہلے سوال کو اچھی طرح سمجھ لینا ضروری ہے)
☆ بے تحقیق کسی مسئلہ کا جواب دینا حرام ہے۔
☆ روایات شاذہ ساقطہ پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔
☆ قول ضعیف پر فتویٰ دینا جہل اور مخالف اجماع ہے۔
☆ منسوخ پر عمل جائز نہیں۔
☆ حکم شرعی معلوم ہو جانے پر سوال کی صورت کو تبدیل کرنا مکر و فریب ہے۔
☆ فاسق قضائے شرعی کے عہدے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔
☆ قاضی حجت شرعیہ کے ساتھ فیصلہ کرے گا جب کہ مفتی مجرد سوال کے مطابق جواب دے گا۔

اُصولِ متفرقہ

☆ ائمہ دین میں سے جب کوئی اپنے قول سے رجوع کر لے تو اب وہ قول اُس کا قول نہ رہا اور نہ اس کی وجہ سے اس پر طعن روا ہے۔
☆ حولانِ حول سے صرف قمری سال مراد ہوتا ہے۔
☆ زکوٰۃ صرف نصاب میں واقع ہوتی ہے عفو میں نہیں۔
☆ قومہ و جلسہ کے اذکار طویلہ نوافل پر محمول ہیں فرائض میں مسنون نہیں۔
☆ جو پایۂ اجتہاد نہ رکھتا ہو یا اسے کشف ولایت نہ ہو اس پر امام معین کی تقلید واجب ہے۔
☆ تعظیم و توہین کا مدار عرف پر ہوتا ہے۔
☆ کسی شرط فاسد سے نکاح فاسد نہیں ہوگا بلکہ وہ شرط ہی کالعدم قرار پائے گی۔

☆ نکاح خوانی کے قاضی شرعاً قاضی نہیں ہوتے نہ انہیں کوئی اختیار حاصل ہوتا ہے۔ وہ تو اَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا مَااَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ'' کے قبیل سے ہیں۔

☆ تحریم دختر کے لئے مناطِ حرمت صرف وطی ہے (اس کے لئے نکاح وحلال ہونے کی شرط نہیں)

☆ ایک فعل میں بہت سی نیتیں ہوسکتی ہیں اور سب پر ثواب مرتب ہوسکتا ہے۔

☆ تارک نماز کی تکفیر جمہور کا مسلک نہیں۔ یہی ائمہ اربعہ کا مجمع علیہ مذہب ہے۔

☆ متاخرین کے نزدیک روافض کو شیعہ کہا جاتا ہے۔

☆ جن احادیث میں مطلقاً جمع بین الصلوٰتین وارد ہے وہ سب کی سب جمع صوری پر محمول ہیں۔

☆ مسلمانوں کا کام حتی الامکان صلاح پر محمول کرنا واجب ہے۔

☆ صریح لفظ میں تاویل کا دعویٰ مقبول ومسموع نہیں۔

☆ بغیر قرینہ کسی مطلق کو مقید نہیں کرسکتے۔

☆ مستقل مجتہد صدیوں سے مفقود ہے۔

☆ قاضی ابو یوسف علیہ الرحمہ کی جو روایت مذہب امام کے خلاف ہو وہ مسلّم نہیں۔

☆ ائمہ اہلسنّت میں اصولی مسائل کے اندر اختلاف نزاعِ لفظی کی حد تک رہتا ہے۔

☆ منت خواہ عرفی ہو یا اختراعی، شرعی نہیں ہوتی۔

☆ علماء دین کی توہین سے تجدید اسلام ونکاح لازم ہوجاتا ہے۔

☆ وقت عشاء میں قول صاحبین کو دُرر میں ومفتی بہ کہا۔ لیکن جہاں کوئی سبب نہیں وہاں قولِ امام سے عدول جائز نہیں اور نہ قولِ صاحبین پر اعتماد جائز۔

☆ مبتدعین اُمّتِ دعوت میں ہیں امتِ اجابت میں نہیں۔

وَاللّٰهُ تَعَالٰى وَرَسولہ اعلم وَصَلَّى اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى عَلٰى حَبِيْبِنَا وَقُلُوْبِنَاوَ نَبِيِّنَاوَمَوْلٰنَامُحَمَّدٍ وَّعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَحِزْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

خادم دام اللہ ظلہ:

امین شریعت حضرت مفتی عبدالواجد صاحب قبلہ

ادارۂ شرعیہ پٹنہ، بہار

مقامات واضلاع کے نام

جہاں سے استفتوں کا سلسلہ جاری رہا

۱	احمد آباد	۲۴	چکن (نیپال)	۴۷	کورکونہ (راجستھان)
۲	آرہ	۲۵	چمپارن	۴۸	خضر پور (اڑیسہ)
۳	اعظم گڑھ	۲۶	دربھنگہ	۴۹	کٹک (اڑیسہ)
۴	اورنگ آباد	۲۷	دھنباد	۵۰	کوٹہ (راجستھان)
۵	بانکورہ (ویسٹ بنگال)	۲۸	دیناج پور	۵۱	کولکاتا
۶	بردوان	۲۹	دارجلنگ	۵۲	کاٹھمنڈو (نیپال)
۷	بکسر آرہ	۳۰	دُمکا۔(سنتقال پرگنہ)	۵۳	گیا
۸	بارہ بنکی	۳۱	ڈالٹین گنج	۵۴	گول کنڈہ (راجستھان)
۹	بنارس	۳۲	رانچی (جھارکھنڈ)	۵۵	مدھوبنی
۱۰	بھدرک (ایم۔پی)	۳۳	ریوا۔(ایم۔پی)	۵۶	مظفر پور
۱۱	بھروچ۔(گجرات)	۳۴	رائے گڑھ۔(ایم پی)	۵۷	مرادآباد (یو۔پی)
۱۲	بمبئی	۳۵	رسول گنج	۵۸	مدھوپور
۱۳	پٹنہ	۳۶	رہتاس۔(سہسرام)	۵۹	میسور (کرناٹک)
۱۴	پرولیہ (بنگال)	۳۷	سندری گڑھ (اڑیسہ)	۶۰	مالدہ (بنگال)
۱۵	پورنیہ (فاربس گنج)	۳۸	سنگرولی (ایم۔پی)	۶۱	مارواڑ
۱۶	پلاموں	۳۹	سنبھل (یو۔پی)	۶۲	مہتری (نیپال)
۱۷	پریہار	۴۰	سارن	۶۳	مرزاپور (یو۔پی)
۱۸	پاکستان	۴۱	سہرسہ	۶۴	مرشدآباد
۱۹	جمشید پور	۴۲	سیوان	۶۵	نیپال
۲۰	جالون	۴۳	سنگ بھوم	۶۶	ویشالی
۲۱	جلپائی گوری	۴۴	سرگجہ	۶۷	ہزاری باغ
۲۲	جنکپور دھام (نیپال)	۴۵	شاہ گنج	۶۸	ہگلی
۲۳	چھپرہ	۴۶	شاہ آباد	۶۹	ہرچندہ

عکس

فتاویٰ شرعیہ

المعروف بہ

فتاویٰ کریمیہ

﴿جلد اول﴾

عکس

فتاویٰ شرعیہ المعروف بہ فتاویٰ کریمیہ
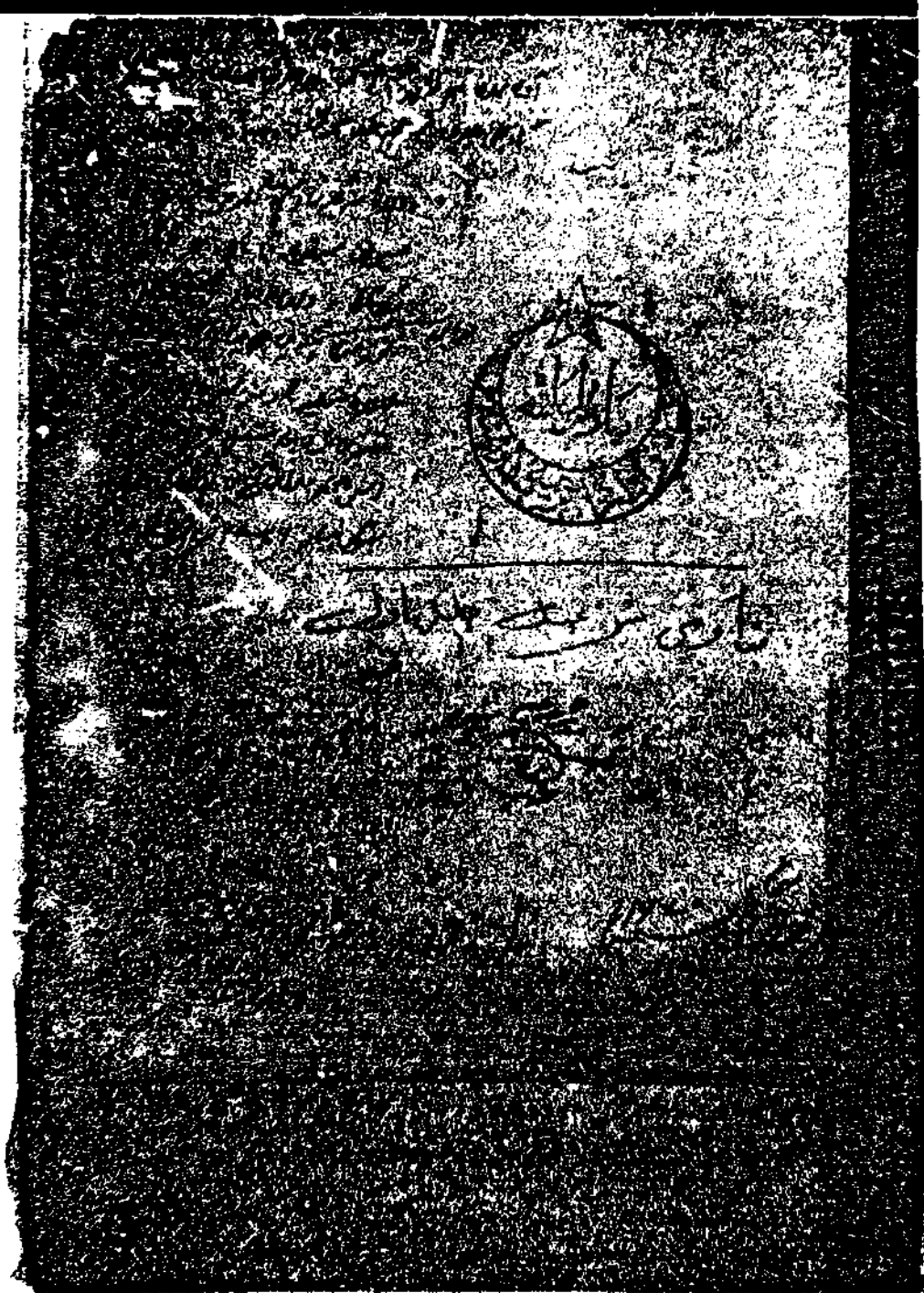
(جلد اول)

فتاویٰ شرعیہ کی پہلی جلد کا سرورق

عکس

فتاویٰ شرعیہ المعروف بہ فتاویٰ کریمیہ

(جلد اول)

فتاویٰ شرعیہ کی پہلی جلد کا پہلا فتویٰ

عکس
فتاویٰ شرعیہ المعروف بہ فتاویٰ کریمیہ
(جلد اول)

فتاویٰ شرعیہ کی پہلی جلد کا دوسرا فتویٰ

عکس

فتاویٰ شرعیہ المعروف بہ فتاویٰ کریمیہ

(جلد اول)

فتاویٰ شرعیہ کی پہلی جلد کا تیسرا فتویٰ

عکس
فتاویٰ شرعیہ المعروف بہ فتاویٰ کریمیہ
(جلد اول)

فتاویٰ شرعیہ کی پہلی جلد کا چوتھا فتویٰ

کتابُ العقائد

☆ عقائد متعلقہ باری تعالیٰ۔ 115

☆ عقائد متعلقہ انبیائے کرام۔ 120

☆ عقائد متفرقات۔ 129

بسم اللہ الرحمن الرحیم

استفتاء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
مدرسہ اسلامیہ، دلال ٹولہ، صازم ضلع ہزاری باغ کے مدرس مولوی ابراہیم صاحب کو بہت زیادہ اختلاط اور ارتباط دیوبندیوں سے ہے اور دیوبندیوں کی حمایت میں عقیدۃً رہا کرتے ہیں اور وہابیوں سے میل جول رکھنے کے متعلق اُن سے دریافت کیا گیا تو وہ، یہ جواب دیتے ہیں کہ "سنیوں میں اتنی قوت اور جذبہ کہاں ہے جو مدرسہ کو چلائے، اس لئے دیوبندیوں سے تعلقات ہیں۔" اور جس قدر اُن کے جلسے ہوتے ہیں اس میں مولوی شمس الدین چتر ویدی دیوبندی کو بلاتے ہیں اور سنیوں کے علمائے کرام کو انہوں نے کبھی نہیں بلوایا اور نہ ہی کبھی سنیوں کے جلسہ میں انہوں نے شرکت کی ہے۔ قریب واطراف کے لوگوں کا کہنا ہے کہ "وہ برابر دیوبندیوں کے ساتھ رہتے اور اُن سے میل جول رکھتے ہیں۔ وہ دیوبندی ہی تقیہ کئے ہوئے ہیں۔" اور مولوی شمس الدین چتر ویدی وہ آدمی ہیں جو کفریہ کلمات استعمال کرتے ہیں کہ "میں خدا کا خدا ہوں۔" (معاذ اللّٰہ) مولوی ابراہیم صاحب ایسے مولوی کے ساتھ رہتے ہیں اور اسی کو جلسہ میں بلاتے ہیں۔ کیا ایسے مولوی کو سنّی صحیح العقیدہ سمجھا جا سکتا ہے؟ اور کیا ایسے مدرسہ کے مدرس کی حمایت کی جائے؟ جواب جلد عنایت فرمایا جائے۔

المستفتی: محمد محبوب علی انصاری، موضع پروا بیرا، ڈاکخانہ جرنگڈیہہ، ضلع ہزاری باغ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ــــــــــــ

صورت مستفسرہ میں دیوبندیوں سے میل جول اور تعلقات رکھنے والے اور اس کی حمایت کرنے والوں کے لئے وہی حکم ہے۔ جو دیوبندیوں اور وہابیوں کے لئے ہے۔ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والا، ان کی توہین و تنقیص کرنے والا، باتفاق علمائے کرام وائمہ عظام کافر و مرتد ہے: وحكمهٔ حكم المرتد۔ درِّ مختار میں ہے: والكافر بسب

النبی من الانبیاء فانه یقتل حدا یعنی انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کو گالی دینا کفر ہے۔ایسے شخص کو قتل کردیا جائے ومن شک فی عذابه و کفره کفر. شاتم رسول کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر ہے۔ و کذا لو ابغضهٗ بالقلب (و کذا فی الفتح و الاشباہ) اور فتاویٰ مصنف میں ہے: من نقص مقام الرسالة بقوله بان سبهٗ صلی الله علیه وسلم او بفعله بان ابغضهٗ بقلبه قتل حدا کما مر التصریح وصرح فی اٰخر الشفاء بان حکمهٗ حکم المرتد.
"ترجمہ: جس نے شان اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص اپنے قول سے کی بایں طور کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں بدکلامی کی یا اپنے عمل سے بایں طور کہ انہیں اپنے دل سے برا جانا تو اسے شرعاً قتل کرنے کا حکم ہے۔ جیسا کہ تصریح گزری اور آخر شفاء میں اسی طرح اس کی صراحت کی گئی کہ اس کا حکم مرتد کے حکم کی طرح ہے۔" —— شمس الدین چترویدی نے جس کلمۂ کفریہ ملعونہ کا استعمال کیا اس سے وہ قطعی طور پر اسلام سے خارج ہو چکا، اگرچہ اس نے مذاق ہی سے کہا ہو: وفی الفتح من هزل بلفظ کفر ارتد وان لم یعتقدهٗ ۔لہٰذا جب مولوی ابراہیم کو شمس الدین چترویدی سے تعلقات و روابط ہیں تو ان پر بھی وہی حکم ہوگا جو چترویدی کے لئے ہیں۔ چترویدی کلمات ملعونہ والفاظ کفریہ بولنے کی وجہ سے خارج از اسلام ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ کَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ الخ ۔خدا اور رسول کے دشمنوں سے دوستی کرنا، ایمان والوں کی شان نہیں اگرچہ خدا کا دشمن، اس کا باپ بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا جس مدرسہ کے مدرس کی بدعقیدگی کا یہ عالم ہو، اس مدرسہ میں صدقہ فطر، زکوٰۃ خیرات کسی قسم کی کوئی رقم دینا ناجائز وگناہ ہے۔ اس مدرسہ میں صدقات و زکوٰۃ دینے سے بجائے ثواب کے گناہ ہوگا بلکہ ایسے مولوی سے سلام وکلام، میل جول قطعی حرام وناجائز ہے۔ قرآن کریم میں ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔"اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔" (کنز الایمان) ایسے گمراہ، بدمذہب سے بالکل ہی کنارہ کشی وعلیحدگی اختیار کرنا، مسلمانوں کیلئے ضروری ہے۔ یہ دشمن دین وایمان ہیں۔ ان سے علیحدہ رہنے کا حکم شریعت مطہرہ نے دیا کہ ایاکم وایاهم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ "تم ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کردیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔" جو شخص خدا کے دشمن اور بدمذہب سے میل جول رکھے وہ سنی صحیح العقیدہ کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ اس کا ایمان ہی سلامت نہیں۔ وهو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۴/۱۰/۷۲ء
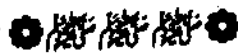
استفتاء ۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں

(۱) ایک مسلمان خاندان اپنی بیوی کے کہنے پر مشرکانہ طریقہ پر پوجا ئی کرے کرائے اور روک ٹوک کرنے پر لڑائی کے لئے آمادہ ہو اور یہ کہے کہ ہم نے..............ہم کو اسلام سے کوئی فائدہ نہیں جس سے ہم کو فائدہ ہوگا اور غیر مسلموں وغیر محرموں میں بے پردگی کے ساتھ اپنی عورت کو کھلائے، نچائے، قومی ملی دینی توہین کرے اس کے لئے شرعی فیصلہ کیا ہوگا جو کھلے عام بت پرستی کرے اور کلمات کفریہ ومشرکانہ بکے؟

(۲) مسجد کی لکڑی کاٹھ فروخت کرکے وہ پیسہ مسجد میں لگایا جاسکتا ہے؟ یعنی لکڑی فروخت ہوسکتی ہے یا نہیں؟ والسلام

المستفتی: عبدالغفور، ساکن اوداری، ضلع سرگجہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ

(۱) شخص مذکور اپنی بیوی یا اور کسی کے کہنے پر مشرکانہ عمل کرنے اور ایسے الفاظ کہنے سے جس سے مذہب اسلام سے بیزاری کا اظہار ہو وہ اسلام سے خارج ہو گیا اور اس کی بیوی نکاح سے باہر ہو گئی۔ اس کو تجدید ایمان وتجدید نکاح کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ اعلانیہ توبہ نہ کرے اور پھر دوبارہ ایمان قبول نہ کرے تو مسلمانوں کو چاہئے کہ اس سے کلام وسلام شادی بیاہ ترک کردیں۔ مشرک کے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا، اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ. ''اللہ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے۔'' (کنزالایمان) ایسے نابکار ونابکار کے لئے مسلمانوں کو حکم دیا گیا وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. ''اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (کنزالایمان)

(۲) اگر وہ لکڑی مسجد کی ہے تو اسے بعینہ مسجد میں لگانا ضروری ہے۔ نہ اسے فروخت کرنا جائز نہ کسی اور مصرف میں لانا درست۔ اگر وہ لکڑی ضرورت سے زیادہ ہو تو اسے محفوظ رکھیں۔ جب ضرورت ہو اسے مسجد میں لگا ئیں۔ ہاں اگر اب وہ مسجد کے مصرف میں نہیں آسکتی، نہ اب نہ آئندہ تو اسے فروخت کرکے اسی مسجد کی تعمیر ومرمت میں اس کی رقم صرف کی جائے گی۔ عینی فتح القدیر وغیرہا میں ہے ان تعذر اعادة بعینه فی موضعه بیع وصرف ثمنه الی المرمة صرفا للبدل مصرف المبدل. ''اگر کسی چیز کا بعینہ لوٹنا متعذر ہو تو اسے بیچ کر اس کی قیمت اس کی تعمیر ومرمت میں صرف کی جائے گی۔'' یہاں تک کہ ایک مسجد کی چیز دوسری مسجد میں لگانا ناجائز ہے وشرعا ممنوع ہے۔ ردالمحتار میں ہے ولا یجوز نقله ونقل ماله الیٰ مسجد آخر. ''ایک مسجد کی چیز دوسری

مسجد میں لگانا ناجائز ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۶-۶-۷۵ء

استفتاء ۳

مسئلہ: محترم مفتی صاحب! السلام علیکم!
ہندہ کی عمر پانچ سال کی تھی کہ وہ سخت بیمار ہوگئی تو ہندہ کی ماں بہت پریشان ہوئی تو اس کی ماں کی ایک سہیلی جو ہندو تھی، اس نے ہمدردی میں کالی دیوی کو منت رکھ دی کہ اگر لڑکی اچھی ہوگئی تو کالی جی کو بلیدان چڑھاؤں گی۔ جب لڑکی صحت مند ہوگئی تو ۲۰ سال کے بعد ہندہ کی ماں منت پوری کرنے کے لئے ایک خصی ہندو کو دے دیا اور آدھے راستہ تک خصی کو پہنچا کر چلی آئی اور اس ہندو نے چڑھاوا چڑھا دیا۔ ایک مہینہ کے بعد یہ بات برادری میں معلوم ہوئی جس پر برادری کے لوگوں نے ہندہ کی ماں کو برادری سے الگ کر دیا۔ ہندہ کی ماں نے غلطی کیا۔ اس وقت اس کے گھر میں گارجین نہ تھا۔ سب لوگ بنگال میں تھے۔
اب ہندہ کی ماں شرمندہ ہے اور کہتی ہے کہ میں سچے دل سے خدا و رسول کے درمیان وعدہ کرتی ہوں کہ میرا مذہب اسلام ہی ہے۔ اب ہندہ کی ماں پر جو کفارہ ہو لکھئے تا کہ پھر وہ برادری میں شامل کر لی جائے۔
المستفتی: امین انصاری، سہوتا بنگرا، مہراج گنج، سیوان
۱۸-۷-۷۵ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!
صورت مذکورہ میں کالی دیوی کی منت ماننا اور اس پر خصی چڑھانا شرک ہے کہ ہندہ کی ماں نے اگر چہ منت نہیں مانی مگر مشرکہ سہیلی کی منت ماننے پر راضی ہوئی (رضاءُ الکفر کفر) لہٰذا مشرکانہ کام پر راضی رہنے کی وجہ سے وہ عورت دائرۂ اسلام سے خارج ہوگئی اور اس کا نکاح باطل ہوگیا۔ قرآن حکیم میں ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ. خدا مشرک کو نہیں بخشے گا۔ لہٰذا اس عورت کو اعلانیہ توبہ کر کے پھر سے مسلمان بننا چاہیے اور چونکہ اس قبیح و شنیع فعل کی وجہ سے اس کا نکاح بھی ختم ہوگیا اس لئے توبہ کے بعد تجدید نکاح کرنا چاہیے۔ اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں اور کوئی کفارہ بھی نہیں۔ وھو اعلم!
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۶-۷-۷۵ء

استفتاء[۴]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
مولوی عبدالعزیز صاحب، مدرس مدرسہ عزیزیہ اشرفیہ، مہاراج گنج، جو اپنے آپ کو مولانا اور صوفی کہتے ہیں، انہوں نے سیرت پاک کے ایک جلسہ عام میں سینکڑوں مسلمانوں کے سامنے دوران تقریر میں یہ کہا کہ (۱) خدا کو گدگدی لگی تو محمد کو پیدا کیا، (۲) اگر محمد نہ ہوتے تو خدا بھی نہ ہوتا۔ ایک بڑے عالم ومفتی ومحدث جو جلسہ میں شریک تھے انہوں نے اسٹیج ہی پر مولوی موصوف کو فہمائش کی اور توبہ کرنے وکلمہ پڑھنے کی تاکید کی۔ بڑے اصرار کے بعد مولوی موصوف نے صرف کلمہ پڑھا مگر محدث صاحب موصوف وغیرہ علماء سے جنہوں نے مولوی موصوف کے ان کلمات کفریہ پر ناراضگی ظاہر کی، مولوی موصوف بہت خفا اور شاکی ہیں اور ابھی تک مولوی موصوف ان کلمات کفریہ کے حق ہونے پر مصر ہیں۔ ایسی صورت میں مولوی موصوف پر شریعت مقدس کا کیا حکم نافذ ہوتا ہے؟ براہ کرم ارشاد فرمایا جائے۔ کیا ایسے مولوی کو جلسہ ومیلاد وغیرہ میں بلایا جاسکتا ہے یا نہیں؟ بینوا و توجروا۔

المستفتیان: عبدالصمد خان وشفیق احمد مقام وڈاکخانہ مہراج گنج، پرانی بازار، مہراج گنج ضلع سیوان، بہار
۲۲-۱۲-۷۵ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــــــ!

صورت مسئولہ میں مولوی عبدالعزیز کا قول یقیناً شان ربوبیت کے خلاف ہے اور اس کے کلمات کفر ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ تعالیٰ اللہ عزّ ذالک علوا کبیرا۔ مزید برآں مولوی موصوف کا کلمات مذکورہ کو برحق سمجھنا اور اپنی غلطی پر نادم ہوکر تائب نہ ہونا انتہائی گستاخی وجسارت ہے۔ مولوی موصوف کو بلا تاخیر فوراً اعلانیہ توبہ کرنا چاہیے اور ساتھ ہی تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی ضروری ہے۔ اگر وہ اپنی غلطی وخطا کو تسلیم نہیں کرتے اور تائب نہیں ہوتے ہیں تو مسلمانوں کو ان سے الگ رہنا چاہئے۔ قرآن حکیم میں ظالموں کے پاس بیٹھنے سے ممانعت فرمائی گئی ہے۔ قال تعالیٰ وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. ایسے شخص کو جلسہ ومیلاد شریف وغیرہ میں بلانا اور اس کی تقریر سننا جائز نہیں۔ اس لئے کہ اوخویشتن گم ست کرا رہبری کند۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۳۰-۱۲-۷۵ء

استفتاء ۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین دریں مسئلہ کہ:
زید ایک مکتب کا مدرّس ہے اور اس کو صرف اس وجہ سے نکال دیا گیا کہ اس نے اشھد ان لاالٰہ الا اللہ واشھدان محمداً عبدہٗ ورسولہ کا ترجمہ یہ کیا کہ "میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود مگر اللہ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔" مکتب کے مہتمم نے کہا کہ وہ موجود نہیں ہیں اس لئے ان کو "ہیں" نہ کہو اور وہ حاضر وناظر نہیں ہیں اور ان کو "یارسول اللہ" نہ کہو، تم مبلغ شرک وبدعت ہو، اس لئے تم کو مدرسہ سے خارج کیا جاتا ہے۔ صورت مسئولہ میں مہتمم کا یہ کردار کہاں تک درست ہے۔ آیا حضور پاک حاضروناظر ہیں یا نہیں؟ ان کو یارسول اللہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ کیا زید واقعی مبلغ شرک وبدعت ہے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد بخش قریشی، محلہ مغیلان، دریاباد، ضلع بارہ بنکی

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــــــ

صورت مسئولہ میں مکتب کے مدرّس نے کلمہ شہادت کا جو ترجمہ کیا ہے وہ بالکل ہی صحیح و درست ہے۔ سلف صالحین، فقہاء ومحدثین اور تمام اکابرین امت واولیائے ملت وعلمائے شریعت نے یہی ترجمہ کیا اور کسی نے بھی اس میں اختلاف نہیں کیا۔ مہتمم مدرسہ کا کلمۂ پاک کے اس ترجمہ سے انکار کھلی ہوئی گمراہی اور اس کی ضلالت کی دلیل ہے۔ اگر وہ بے دین، بدمذہب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر نہیں جانتا تو وہ نماز میں السلام علیک ایھا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ "اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔" کبھی نہیں پڑھتا ہوگا۔ اگر وہ پڑھتا ہے تو اپنے قول کی بنا پر وہ مبلغ شرکت وبدعت ہوا، کیونکہ یہاں تو "السلام علیک" میں کاف ضمیر حاضر کی ہے جس کے معنی ہیں اے نبی! تم پر سلام ہو۔ اگر اس موضوع کا تفصیلی جواب دیا جائے تو ایک ضخیم کتاب ہوجائے مگر کیا فائدہ۔

با سیہ دل چہ سود گفتن وعظ ÷ نرود میخ آہنی در سنگ۔

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ ۔ مفسرین نے "اولیٰ" کے چند معنی بیان کئے ہیں، جس میں ایک "قریب تر" کے معنی بھی ہے اور مولوی قاسم ناظم مدرسہ دیوبند نے بھی "قریب تر" کا معنی لیا ہے یعنی نبی صلی اللہ علیہ مسلمانوں کی جان سے بھی زیادہ قریب تر ہیں تحذیر النّاس میں یہی معنی لکھے ہیں تو مہتمم کے قول کی بنا پر وہ بھی مبلغ شرک وبدعت ہوئے اس لئے کہ جو قریب ہوگا وہ حاضر بھی ہوگا اور ناظر بھی۔ دوسری جگہ قرآن حکیم میں ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ یعنی ہم نے آپ کو سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ دوسری جگہ فرمایا: اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ

الْمُحْسِنِيْنَ یعنی بیشک خدا کی رحمت محسنین کے قریب ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ایمان والوں سے قریب ہیں۔ ہاں! مہتمم جیسے بے ایمانوں سے شاید دور رہوں۔ تیسری جگہ ارشاد فرمایا: يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا۔ خدائے تعالیٰ نے آپ کو شاہد و مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا "شاهد" کے معنی حاضر، محبوب اور گواہ۔ لہٰذا جو معنی بھی لیا جائے سب میں حاضر کا مفہوم نکلتا ہے۔ جب آپ حاضر نہیں تو گواہ کیسے ہوئے؟ چوتھی جگہ ارشاد ہوا: وَجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ شَهِيْدًا۔ قیامت میں اے محبوب! ان سبھوں پر، ہم تم کو گواہ بنائیں گے۔ آخر قبر میں جب نکیرین، مُردے سے سوال کرتے ہیں کہ: ما كنت تقول في هذا الرجل؟ "هذا" اسم اشارہ قریب ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ہر شخص کی قبر میں موجود رہتے ہیں۔ شاید مہتمم کی کھوپڑی میں یہ بات نہ آئے۔ احادیث کریمہ میں سرورِ کائنات مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے دور دراز مقامات پر ہونے والے واقعات کی خبریں دیں۔ مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ہے: نعى النبي صلى الله عليه وسلم زيدا وجعفرا وابن رواحة للناس قبل ان ياتيهم خبرهم فقال اخذ الراية زيد فاصيب الى حتى اخذ الراية سيف من سيوف الله يعني خالد بن وليد حتى فتح الله عليهم. بیرِ معونہ، جو مدینہ پاک سے بہت دور ہے۔ وہاں جو کچھ ہو رہا تھا، سرکار اسے دیکھ رہے تھے۔ زید، جعفر، ابن رواحہ کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ہی آپ نے فرمایا کہ اب جھنڈا زید نے لیا اور وہ شہید ہو گئے، یہاں تک کہ خدا کی تلوار حضرت خالد نے وہ جھنڈا لیا اور خدا نے ان کو فتح دی۔ دوسری جگہ مشکوٰۃ شریف باب الکرامات کے بعد ہے: وان موعدكم الحوض واني لانظر اليه وانا في مقامي یعنی تمہارے ملاقات کی جگہ حوضِ کوثر ہے اور میں اس کو اسی جگہ سے دیکھ رہا ہوں۔ درِّ مختار، جلد سوم باب المرتدين میں، کراماتِ اولیاء کی بحث میں ہے: ياحاضر يا ناظر ليس بكفر۔ درِّ مختار جلد اوّل كيفية الصلاة میں ہے: ويقصد بالفاظ التشهد الانشاء كانه يحيى على الله ويسلم على نبيه نفسه یعنی التحیات میں خود اپنی جانب سے کہنے کی نیت کرے۔ گویا نمازی خدا کو تحیت اور نبی کو سلام عرض کر رہا ہے۔ اب سوال ہے: یارسول اللہ کہنا شرعاً کیسا ہے؟ اس سلسلہ میں خود قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر يايها النبي، يايها الرسول، يايها الذين امنوا فرمایا گیا۔ عالمگیری کتاب الحج زیارت النبی علیہ السلام میں ہے: ثم يقول السلام عليك يارسول الله يانبي الله اشهد انك رسول الله۔ "پھر کہے السلام علیک یارسول اللہ یانبی اللہ میں گواہی دیتا کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔" آگے چل کر حضرات صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کے متعلق بھی، یہی الفاظ ہیں کہ السلام عليك ياخليفة رسول الله۔ "اے خلیفہ رسول آپ پر سلام نازل ہو۔" حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: يارحمة للعالمين ادرك لزين العابدين. یارحمۃ للعالمین! زین العابدین کی مدد کیجئے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں:

يا سيد السادات جئتك قاصدا ÷ ارجو رضاك واحتمي بحماك

یعنی اے سرداروں کے سردار! میں آپ کے حضور ارادہ سے آیا ہوں۔ آپ کی رضا کا امیدوار ہوں اور اپنے آپ کو، آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔ مولانا جامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

زبوری برآمد جان عالم ÷ ترحم یا نبی اللہ ترحم

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں۔

جہاز امت کا حق نے کردیا ہے آپ کے ہاتھوں ÷ اسے چاہے ڈبو دو یا ترا دو یا رسول اللہ

مولوی قاسم نانوتوی لکھتے ہیں۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ ترے سوا ÷ نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

یہ چند دلائل، اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے، پیش کردیئے گئے۔ صاحب ایمان کے لئے تو اتنا ہی بس اور کافی ہے اور بے ایمان کے لئے پورا دفتر بھی ناکافی ہوگا۔ مہتمم صاحب کو توبہ کرنی چاہیے۔ اگر اپنی جہالت وحماقت کی بنا پر اور دینی معلومات نہ ہونے کی وجہ سے اگر ایسا کلمہ استعمال کیا تو اعلانیہ توبہ کریں۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو عام مسلمانوں کو ان سے سلام وکلام، ان کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا ترک کردینا چاہیے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والا۔ خدا کا دشمن ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ ”اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ“ (ترجمہ کنز الایمان) وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونور عرشہ محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
۱۸/۵/۷۱ء

استفتاء ۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام درج ذیل مسائل میں:

(۱) زید وبکر کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں ہر چھوٹی بڑی مخلوق چمار سے زیادہ ذلیل ہے۔ جو شخص علم غیب مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ عطائے ربّ العزت تبارک وتعالیٰ پر نکتہ چینی کرے۔ ”ایسا علم غیب ہر جمیع حیوانات وبہائم کو بھی حاصل ہے“ لکھنے والے کو اپنا پیشوا اور رہبر بتائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر نہ بتائے۔ ”یارسول اللہ“ ”یاغوث“ ندا کرنے پر شرک بتائے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حیات النبی نہ کہے۔ قیام میلاد کو پرانے لوگوں اور باپ دادا کی رسم بتائے۔ ڈھائی روپے کے لئے دوسری جگہ میلاد شریف پڑھ کر عوام سنی مسلمانوں میں امام بنا رہے۔ تو ایسا شخص یا ایسے لوگ جو وہاں ہیں، دیوبندی عقیدے کے کہلائیں گے۔ انہیں مسلمان سمجھا جائے گا یا کافر؟ ایسے مذکورہ عقیدے کے لوگوں سے، عوام الناس، سنی کہلانے والوں کو پرہیز کرنا چاہیے یا ان کی اقتداء میں نماز وغیرہ دینی ودنیوی کاموں کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے؟

(۲) تبلیغی جماعت وجماعت اسلامی بانی ابوالاعلیٰ مودودی والیاسی کیسی جماعت ہے اس میں عوام کی شرکت کیسی ہے؟ ان لوگوں کی کتابیں عوام کو پڑھنا اوران کے اجتماع میں شرکت کرنا کیسا ہے؟

(۳) رشید احمد گنگوہی مصنف "فتاویٰ رشیدیہ"، اشرف علی تھانوی مصنف "حفظ الایمان"، اسماعیل دہلوی مصنف "تقویۃ الایمان"، خلیل احمد انبیٹھوی، قاسم نانوتوی مصنف "تحذیرالناس" حسین احمد مدنی، ان کے لڑکے اسعد مدنی، مولوی طیب مفتی دیوبند وامارت شرعیہ کے بانی، موجودہ لوگ کس عقیدے کے ہیں، ان کے ماننے والے کس عقیدے کے ہوں گے؟ مذکورہ لوگوں پر علمائے کرام کا کیا فتویٰ ہے؟

(۴) بدرجۂ مجبوری جانی ومالی جب کہ مسجد بنانے کی صلاحیت نہ ہواور ساری مسجدوں وعیدگاہوں میں دوسرے عقیدے کے لوگ قابض ہوں۔ مثلاً کہیں ائمہ وہابی عقیدے کے، کہیں دیوبندی عقیدے کے، کہیں سنی عقیدے کی طرف سے خارج کئے ہوئے۔ جامع شرائط پیر کے باغی، پھر کہیں ان مذکورہ عقیدہ رکھنے والوں سے، ہرطرح کے دینی اور دنیاوی تعلقات رکھنے والے ہی ہوں تو صورت مذکورہ میں مکان کرایہ پر لے کر یا کسی صاحب سے اجازت لیکر صاحب مکان کے آنگن یا گھر میں یا گورنمنٹ کی غیر مصرفی زمین میں نماز جمعہ وغیرہ درست ہوگی یانہیں؟

نوٹ: مذکورہ بناپر ایک سنّی، صحیح العقیدہ، حنفی المذہب، پیرطریقت، شیخ جامع شرائط کی اجازت پر عرصہ سات سال سے بالکل تمام مذہبوں سے الگ ہوکر صاحب مکان سے اجازت لیکر جمعہ وعیدین کی نمازیں پڑھی جارہی ہیں بقیہ پنج وقتہ نمازیں دوکاندار وملازم اپنی اپنی جگہوں پر ادا کیا کرتے ہیں، جماعت ۲۰۔۲۵ کبھی اس سے زیادہ کی ہوجاتی ہے۔

امید ہے کہ اوّلین فرصت میں جواب عنایت فرما کر عنداللہ اجرعظیم کے مستحق ہوں گے۔

المستفتی: محمد علی امام انصاری مونگیری

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــ وھوالموفق للحق للصواب ــــــــــــ

جواب سوال (۱) و (۲) و (۳) صورت مسئولہ میں جن لوگوں کے عقائد باطلہ وخیالات فاسدہ کا اظہار تفصیلی طور پر کیا گیا ہے۔ ان لوگوں کے متعلق مزید کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ ان کے کلمات گستاخانہ کا اظہار سینکڑوں بار علمائے امت واکابرین ملت نے تحریری وتقریری طور پر کردیا ہے۔ ان کی زبان درازیوں اورشان رسالت میں گستاخیوں پر، علمائے حرمین شریفین کے فتاوے موجود ہیں۔ سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی وبے ادبی کرنے والا اسلام سے خارج ہوجاتا ہے تو اس کوایمان واسلام سے دور کا بھی واسطہ تعلق باقی نہیں رہتا۔ قرآن پاک وحدیث صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم میں بدمذہبوں کے لئے وعید شدید موجود۔ ارشاد فرمایا: لَاتَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ

وَلَوْ کَانُوْا اٰبَآئَهُمْ اَوْ اَبْنَآئَهُمْ ۔" تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی اگر چہ وہ ان کے باپ یا بیٹے...... ہوں الخ۔" (کنز الایمان) خدا اور رسول کے دشمنوں سے دوستی رکھنا ایمان والوں کی شان نہیں۔ مختصر یہ کہ ان کے اعمال وعقائد کے متعلق بہت ساری کتابیں موجود ہیں۔ آپ ان کو پڑھ کر تشفی فرمالیں۔ ان سے میل جول، سلام وکلام ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا، شادی بیاہ کرنا قطعی ناجائز وحرام۔ پھر ان کے پیچھے نماز کس طرح ہوگی۔ (۲) یہ ساری پارٹیاں اور جماعتیں، عقیدے وخیالات کے اعتبار سے ایک ہی ہیں۔ بظاہر نام سب کے الگ الگ ہیں۔ بھیس بدل بدل کر سیدھے سادھے مسلمانوں کو دام تزویر میں پھانستے اور گمراہ کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو ان سے دور اور قطعی الگ رہنا چاہیے۔ نہ ان کی کتابیں پڑھی جائیں، نہ ان کے مجمع ومجالس میں شرکت کی جائے، نہ ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے۔ ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ یعنی ان کو اپنے سے دور رکھو اور ان سے دور رہو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو فتنہ میں ڈال دیں، گمراہ کر دیں والعیاذباللہ العظیم (۴) نماز پڑھنے کے لئے اوّل کوشش یہ کیجئے کہ مسجد میں اپنا امام ہو جس کے عقائد درست اور صحیح ہوں۔ بدمذہبوں کو امامت کے منصب سے الگ کیجئے۔ اگر یہ ناممکن ہو تو تھوڑی زمین خرید کر خام ہی مسجد بنوائیں اور اس میں اپنے مسلک وعقیدے کے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھیں۔ اگر یہ بھی ناممکن ہو تو پھر ایک جگہ نماز کے لئے مخصوص کر لیجئے۔ نماز عید تو خیر میدان میں پڑھی جاسکتی ہے، لیکن جمعہ کے لئے مسجد کا ہونا ضروری ہے۔ بدرجہ مجبوری اگر چہ کچھ دنوں کے لئے آپ نے کسی کا مکان خاص کر لیا ہے تو الضرورات تبیح المحظورات "ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں۔" کے پیش نظر مجبوراً ایسا کیا جاسکتا ہے۔ مگر بہتر واولیٰ نہیں۔ آخر پنج وقتہ نمازوں کے لئے بھی تو مسجد ہی کی ضرورت ہے۔ بغیر مسجد آذان وجماعت مشکل ہے اور اگر ممکن ہو تو اسی مسجد میں، جس میں وہ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں، قبل یا بعد آپ لوگ جا کر نماز پڑھ لیں۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ وجل مجدہ اتم۔

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۱/۹/۷۰ء

استفتاء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

موضع دریاپور، ڈاکخانہ بہتعدہ ضلع پٹنہ میں ایک شخص محمد نبی جان نے یہ کہا کہ اگر ہم نے حرام کھایا تو کیا حضور سرور کائنات نے بھی حرام کھایا۔ اس کے اس جملہ پر بستی کے وہ لوگ جن میں ایمانی جوش ہے، ناراض ہوئے، انھوں نے اس کو بلایا اور اس سے کہا کہ تم نے ایسا کیوں کہا؟ اس پر اُس نے معافی مانگ لیا۔ اب قرآن وحدیث کی روشنی میں بتائیں کہ آیا، اس کے معافی، مانگ لینے سے معاملہ ختم ہو جائے گا،

یا اسے تجدید ایمان کرنا ہوگا؟ اور یہ کہ جب تک وہ تجدید ایمان نہیں کرتا ہے، اس وقت تک وہ مسلمان ہے یا نہیں؟ صحیح جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا!

المستفتی: رضوی القادری
۲۰/۱۰/۱۹۷۱ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــــ !

صورت مسئولہ میں اس قول قبیح کا قائل نبی جان اسلام سے خارج ہوگیا اس لئے کہ اس نے جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں سخت گستاخی کی اور توہین رسول کی بنا پر وہ اب مسلمان نہ رہا۔ درر میں ہے: والکافر بسبّ النبی من الانبیاء فانہ یقتل حداولا یقبل توبتہٗ مطلقا ولو سبّ اللہ تعالیٰ قبلت لانہ حق اللہ والاوّل حق العبد لا یزول بالتوبۃ یعنی انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی نبی کو گالی دینے والے کافر مرتد کی توبہ قبول نہیں بلکہ اسے قتل کیا جائے گا۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو گالی دی تو اس کی توبہ قبول کی جائے گی اس لئے کہ یہ حق اللہ ہے اور پہلا حق العبد ہے اور حق العبد توبہ سے ختم نہیں ہوتا۔ کذافی الفتح وفیھا من نقص مقام الرسالۃ بقولہ بان سبّہ صلی اللہ علیہ وسلم او بفعلہ بان ابغضہ بقلبہ قتل حدا کمامر التصریح بہ لکن صرح فی اٰخر الشفاء بان حکمہٗ کحکم المرتد ومفادہٗ قبول توبتہ کما لا یخفیٰ اور جیسا کہ فتح اور اسی میں ہے کہ جو شخص سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹائے اس طرح سے کہ وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اپنے فعل سے اس طرح کہ دل میں آپ کی عداوت رکھے تو اسے قتل کیا جائے لیکن قاضی عیاض نے آخر شفا میں تصریح فرمائی ہے کہ اس کا حکم مرتد جیسا ہے، اس کی توبہ قبول کی جائے گی۔ بہر حال توبہ کرنے یا لوگوں سے معافی مانگ لینے سے، اس کی خطا معاف نہ ہوگی بلکہ وہ تجدید ایمان اور شادی شدہ ہے تو تجدید نکاح بھی کرے۔ اگر وہ تجدید ایمان و نکاح نہیں کرتا تو مسلمانوں کو اس سے میل جول، سلام و کلام ترک کر دینا واجب و ضروری ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔ "اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔" (ترجمہ کنز الایمان)۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۶/۱۰/۱۹۷۱ء

استفتاء ۸

مسئلہ: جناب ن صاحب ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ..... السلام علیکم درج ذیل مسئلوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں؟

(۱) عطاء اللہ بن خلیل میاں ابھی ابھی چالیس روز تبلیغی جماعت کے ساتھ رہ کر آیا ہے وہ یہ کہتا پھرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور شہید مر چکے ہیں ہم ان کو زندہ نہیں مانتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر تھے کیا یہ عقیدہ درست ہے ایسے عقیدہ والے کو کیا کہا جائے گا؟

(۲) نظام الدین میاں کا داماد اعجاز احمد جس کو موجودہ تبلیغی جماعت اور علمائے دیوبند سے گہرا تعلق ہے وہ یہ کہتا ہے کہ بیشک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے بشر انسان تھے، کیا حضور ﷺ کے متعلق ایسا عقیدہ رکھنے والا مسلمان کہلائے گا؟

(۳) نرساچی میں دیوبندی گروہ کا امام یہ کہتا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام (یا نبی سلام علیک، یا رسول سلام علیک) پڑھنا شرک ہے کیا واقعی شرک ہے اگر شرک نہیں تو پھر شرک کہنے والے کو کیا کہا جائے گا۔ لہٰذا ان تینوں پر از روئے شرع کیا فتویٰ لاگو ہوگا۔ صراحت سے تحریر فرمائیں، نوازش ہوگی۔

المستفتی: شمیم القادری مسجد روڈ، نرساچی، ضلع دھنباد

۸۶/۹۲ ے

الجواب ــــــــ بعون الملک والوھاب ــــــــ

(۱۔۲) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مردہ اور اپنے جیسا بشر کہنے والا بدمذہب گمراہ و بے دین ہے قرآن حکیم شہدائے کرام کے زندہ جاوید ہونے کا اعلان کرتا ہے: قال تعالی: **وَلَاتَقُولُوا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ** (البقرہ: آیت ۱۵۴) ''اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں'' (کنزالایمان) یعنی جو لوگ راہ خدا میں قتل کئے گئے انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ اور خدا کی راہ میں مرنے والے کو مردہ نہ کہو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں خدا نے اپنے فضل و کرم سے جو کچھ انہیں دیا ہے اس سے وہ خوش ہیں۔ کمبخت گستاخ نے کس طرح آیات کریمہ کا صاف انکار کیا جب شہدائے کرام کی زندگی ابدی ہونے کی قرآن حکیم شہادت دے تو جان رحمت ولی نعمت ﷺ کی حیات مقدسہ کا کیا پوچھنا اگر کہنے والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہ نیت توہین ''بشر'' کہا ہے جیسا کہ انبیاء سابقین کو اس زمانہ کے کافروں نے بشر کے لفظ سے پکارا کہ **مَاهٰذَا اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** ''یہ تو نہیں مگر تم جیسا آدمی''

(کنز الایمان) کافروں کے اس طرح کے جملے کو قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر بیان کیا ہے اگر قائل کا عقیدہ بھی وہی ہے اور رسول کو وہ اپنے ہی جیسا سمجھتا ہے تو وہ مردود ہے اپنے ایمان کی خیر منائے مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے قطعی دور رہنا چاہئے ان سے سلام کلام، میل جول بالکل ترک کر دینا ضروری ہے یہ شیطان ہیں مسلمانوں کے متاع ایمان پر ڈاکہ ڈالنے والے ہیں، دشمن رسول انسانی لباس میں بھیڑیے ہیں جس کے دل میں رسول پاک ﷺ کی عظمت و محبت نہ ہو وہ انسان نہیں حیوان سے بھی بدتر ہے۔

(۴) جو گستاخ گمراہ بدمذہب یا نبی سلام علیک کہنے کو شرک کہے وہ مسلمان نہیں اس بدزبان جاہل سے پوچھیے کہ تم نماز میں السلام علیک یاایھا النبی "آپ پر سلامتی ہوا ے غیب کی خبر بتانے والے" کہتے ہو یا نہیں اگر نہیں پڑھتے تو نماز ہی نہیں ہوتی اور پڑھتے ہو تو تم نماز میں شرک کرتے ہو ان بدمذہبوں کی گندی ذہنیت اور ان کی رسول دشمنی پر لعنت بھیجئے، حدیث پاک میں ان سے دور رہنے کی تاکید موجود ہے ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم "جس قدر ممکن ہو تم ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو۔ کہیں وہ تمہیں گمراہی اور فتنہ میں نہ مبتلا کر دیں۔ غرضیکہ" یہ تینوں اشخاص مذکورہ بالا سے تعلقات قائم رکھنا ناجائز و گناہ ہے، ان سے بڑھ کر اور ظالم جفا کار نابجار کون ہوگا جو خیر البشر ساقی کوثر شفیع المحشر محبوب کو اپنے جیسا بشر کہے۔ رسول کی عظمت کو گھٹانے والا ان کی تنقیص و توہین کرنے والا ہرگز مسلمان نہیں ہوسکتا۔ وھو اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۔

۱۲/۱۰/۷۷

استفتاء ۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں:

(۱) امین الواعظاص ۲۳۶ مع حوالہ تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ وقت وفات بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے خدیجہ خدا نے تیرے لیے یاقوت سرخ کا محل بنایا ہے جس میں کوئی خلاف مرضی کام نہ ہوگا جب تم وہاں جاؤ تو میری دونوں بیویوں سے میرا اسلام کہہ دینا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ وہاں آپ کی دو بیبیاں مجھ سے پہلے کون سی پہنچ گئیں ہیں فرمایا کہ ایک آسیہ امراۃ فرعون دوسری مریم والدہ عیسیٰ علیہ السلام خدا نے ان سے میرا نکاح کر دیا ہے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا ضرور کہہ دوں گی۔ معلوم کرنا اسے ہے کہ حضرت آسیہ و حضرت مریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیبیاں ہیں یا نہیں تحریر فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں گے۔

(۲) ایک مولانا صاحب کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جنازے کی نماز پڑھنے کے لیئے وضو کرے تو اس وضو سے

فرض نماز نہیں ہوگی یہ بات کہاں تک ٹھیک ہے صاف صاف تحریر فرما کر شکریہ کا موقع دیں عین وکرم ہوگا۔

۸۶/۹۲ھ

الجواب

(۱) اس قسم کی روایت صحیح حدیثوں میں نظر سے نہیں گزری اور نہ مذکورہ کتاب میں تلاش کرنے پر ملی بہر حال یہ روایت ضعیف معلوم ہوتی ہے اور عقل ونقل کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل اعتماد نہیں۔

(۲) مولانا کا قول غلط ہے بہ نیت عبادت جو وضو کیا جائے گا اس سے تمام نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۴/۱/۷۸ء

استفتاء[101]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

امارت شرعیہ (پھلواری شریف) کس قسم کی تنظیم ہے۔ اور اس کے عہدیداران مثلاً امیر شریعت، قاضی شریعت، ناظم شریعت وغیرہ کس مسلک سے تعلق رکھتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ لوگ وہابی قسم کے ہیں یا صلح کلی ہیں، تکفیر کے قائل نہیں ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اگر یہ صحیح ہے تو ان سے مذہبی طور پر خلط ملط رکھنا کیسا ہے؟ مدلل طور پر جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: غلام مصطفیٰ انصاری، گڑھوا، پلاموں

۸۶/۹۲ ء

الجواب ــــــــــ وهو الموفق للحق والصواب ــــــــــ

امارت شرعیہ کے موجودہ امیر، قاضی و مفتی وغیرہم کا مسلک اور ان کے اطوار و کردار، خیالات وعقائد وہابیوں سے ملتے جلتے ہیں۔ جہاں تک مشاہدے و تجربے کا تعلق ہے اور جیسا کہ ان کی تحریروں اور تقریروں سے پتہ چلتا ہے۔ اس سے یہ بات بالکل اظہر من الشمس ہوگئی ہے کہ موجودہ عہدیداروں کا بھی وہی عقیدہ ہے جو وہابیوں کا ہے۔ یہ لوگ بھی قیام میلاد شریف و فاتحہ و اعراس بزرگانِ دین کے قائل نہیں ہیں۔ اگر کہیں قیام وسلام کر لیتے ہیں تو وہ محض سنّی عوام کو اپنے دام تزویر میں پھانسنے کے لئے اور وہ بھی ایسے مجمع میں جہاں ان کی ہمنوائی کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ ورنہ خود امیر شریعت ہزاری باغ و جمشید پور کے جلسوں میں قیام وسلام کے وقت اپنی مسند چھوڑ کر اسٹیج سے غائب ہوگئے۔ جس پر عوام نے اپنی بیزاری کا اظہار کیا۔ علاوہ ازیں یہ لوگ جان رحمت، ولی نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی و زبان درازی کرنے والوں کو اچھا اور صحیح العقیدہ سمجھتے ہیں۔ توہین رسول کرنے والوں کو اپنا مقتدا و پیشوا جانتے ہیں، لیکن عوام کے سامنے، ایسی چکنی چپڑی باتیں کرتے ہیں جس سے لوگوں پر ان کی حقیقت واضح نہیں ہوتی اور عوام اب تک یہی سمجھ رہے ہیں کہ ''امارت شرعیہ'' وہی ''امارت شرعیہ'' ہے جو پہلے تھی، لیکن حقیقت یہ نہیں ہے۔ جس وقت امارت شرعیہ کا وجود عمل میں آیا تھا بیشک اس کے بانی و معاونین کا طریقۂ کار اور ان کا مسلک اہلِ سنت و جماعت کا تھا، لیکن ان لوگوں کے بعد اب اس امارت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں آ گئی جن کا مسلک اہل سنت و جماعت کے بالکل خلاف ہے اور اس کے امیر شریعت اب پھلواری شریف کے نہیں بلکہ مونگیر کے ہیں۔ اور پھلواری شریف میں صرف اس کا دفتر ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے ہوشیار و خبردار رہنا چاہئے۔ قرآن حکیم میں واضح طور پر ارشاد فرمایا گیا:

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ یعنی ایمان والوں کی یہ شان نہیں اور تم ہرگز ایسا نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ عزوجل اور قیامت پر ایمان لائے وہ خدا و رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے اظہار محبت کریں اگر چہ ان کے باپ دادا یا بیٹا اور کنبہ کے لوگ ہی

کیوں نہ ہو؟ حدیث پاک میں صاحب لولاک، فخر موجودات ﷺ نے بدمذہبوں سے دور رہنے اور اپنے سے ان کو دور رکھنے کی تاکید فرمائی: ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لایفتنونکم۔ "تم لوگ بدمذہبوں سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں ایسا نہ ہو وہ تمہیں گمراہ کردیں اور تمہیں فتنہ میں مبتلا کردیں۔"

دور شو از اختلاط یار بد ÷ یار بد بدتر بود از مار بد۔

بدمذہبوں کے جلسہ وجلوس میں شرکت کرنا بھی منع ہے اس لئے کہ شیطان کو بہکانے اور گمراہ کرنے میں دیر نہیں لگتی۔ حدیث شریف میں ہے: من وقر صاحب بدعة فقداعان علی هدم الاسلام یعنی جس نے بدعقیدہ شخص کی تعظیم وتوقیر کی اس نے اسلام کو ڈھانے میں اور منہدم کرنے میں مدد دی۔ جب ہم اپنے دشمنوں سے اظہار محبت اور دوستی نہیں کرتے تو پھر جو خدا ورسول کی توہین کرنے والا ہو اس سے کس طرح دوستی ومحبت کی جاسکتی ہے۔

ذیاب فی ثیاب ÷ لب پہ کلمہ، دل میں گستاخی

ایسے لوگوں سے تحفظ ایمان وعقائد کے پیش نظر بالکل الگ رہنا چاہیے۔ اس لئے کہ مسلمانوں کو سب سے زیادہ عزیز، خدا ورسول، ایمان وعقائد ہیں۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دوست نما دشمن، گندم نما جوفروش سے پرہیز کریں اور دولت ایمان کو ایسے رہزنوں سے بچائیں جو مختلف لباسوں میں ملبوس ہو کر ایمان پر ڈاکے ڈالتے ہیں۔ وماتوفیق الاباللہ وھو اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۹/۱/۷۱ء

استفتاء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ہذا میں کہ:

(۱) زید کہتا ہے: "میں ہندو ہوں مسلمان نہیں ہوں"

(۲) زید نے ہندوؤں کے مندر میں جاکر پجاریوں سے باتیں کیں اور وہاں سے آکر چند مسلمانوں کے سامنے ایک ہندو دوکاندار سے کہا کہ "میں ہندو ہوں، کل پجاری سے ملاقات کرنے کو گیا تھا۔

(۳) زید اپنی بیوی کو ماں کہتا ہے، نکاح باقی رہا یا ٹوٹ گیا؟ بینوا توجروا!

شیخ عبدالرحیم، سورسنڈ، مظفر پور

۲۹/۱/۷۱ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــــــ !

صورت مستفسرہ میں جب زید نے مسلمان ہونے سے انکار کیا اور ہندو ہونے کا اقرار تو اس انکار اسلام واقرار کفر سے وہ قطعی طور پر اسلام سے خارج ہو گیا اور بہ سبب ارتداد اس کا نکاح باطل اور بیوی اس کی زوجیت سے خارج ہو گئی اور زن وشو میں رشتۂ زوجیت باقی نہ رہا۔ زید کا کلمات کفر بولنا یا رضا بالکفر اعتقاد ویقین کے ساتھ ہو یا بطور استہزا ودخوش طبعی کے۔ بہر صورت وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا۔ قال المصنف فی الفتح: من ھزل بلفظ کفر ارتدوان لم یعتقدہ للاستخفاف فھو ککفر العناد یعنی جس شخص نے مسخرہ پن، خوش طبعی یا مذاق کے طور پر کلمۂ کفر کہا، اگر چہ معتقد کفر نہ ہو جب بھی وہ مرتد ہو گیا خفیف جاننے کی بنا پر اور وہ کفر عنادی کے مانند ہے۔ مسلمانوں کو اس سے قطع تعلق کر لینا ضروری اور اس سے سلام وکلام ناجائز ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. "اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔" (کنز الایمان) وَھُوَ تَعَالٰی اعلم بالحق والصواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۳۱/۱/۷۱ء

استفتاء ۱۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس امر میں کہ:

ایک مسلم عورت اپنے بچہ کی صحت وزندگی کے لئے ہندوؤں کے چھٹھ تہوار کے موقع پر، جو ہندوؤں کی رسم ہوتی ہے۔ "نٹوا ناچنا" اس کی منت مانی کہ اگر میرا بچہ صحت وزندگی پا گیا تو میں اپنے آنچل پر نٹوا نچواؤں گی، بچہ کی صحت وزندگی ہو جانے پر وہ عورت اپنے آنچل پر نٹوا نچوائی اور ناچنے والے کی فیس بھی سوا روپیہ داخل کی۔ لہٰذا شریعت کے حکم کے مطابق جواب دیں کہ وہ عورت اسلام سے خارج ہوئی یا نہیں؟ اگر خارج ہو گئی ہو تو اسلام میں داخل کرنے کی کون سی صورت ہوگی؟ شریعت کے مطابق مدلل جواب دیں۔

المستفتی: علی حسین، موضع ہر پور، ڈاک خانہ سکی، ضلع مظفر پور

۲۸/۲/۷۱ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــ وھوالموفق للحق والصواب ــــــــــــ !

صورت مستفسرہ میں کافروں کے چھٹھ کے تہوار کو اچھا جاننے اور مشرکانہ کام کی منت ماننے کی وجہ سے وہ مسلم عورت اسلام

سے خارج ہوگئی اور اس مشرکانہ کافرانہ فعل کے ارتکاب کی وجہ۔ ے اس کا نکاح بھی باطل ہوگیا کہ اس نے شرکیہ کام کو مستحسن اور اچھا جان کر ایسا کیا۔ فتاویٰ عالمگیری اور طحطاوی نے ایسے مشرکانہ اعمال کو موجبات کفر میں شمار کیا ہے۔ لہٰذا وہ پھر تجدید ایمان وتجدید نکاح کرے۔ اگر وہ توبہ اور تجدید ایمان نہ کرے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس سے بالکل علیحدہ ہو جائیں اور قطع تعلق کر لیں۔ ورنہ سب گنہگار رہوں گے۔ وھو اعلم بالصواب!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

یکم مارچ ۱۹۷۱ء

استفتاء ۱۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

موضع دریاپور، ڈاک خانہ ہتھدہ، ضلع پٹنہ میں ایک شخص جس کا نام محمد عبدالستار ہے۔ اپنے گلے میں ہندو کا مالا پہنے ہوئے تھا جس پر امام مسجد دریاپور نے اس سے یہ کہا کہ "بھائی! یہ کیوں گلے میں ڈالے ہوئے ہو؟" اس پر اس نے بڑے ہی تلخ لہجہ میں چار مرتبہ کہا کہ: "ہم ہندو ہو گئے" لہٰذا احکام شریعت کے مطابق کیا وہ مسلمان رہا کیوں کہ وہ مسلمانوں کے گروہ کو خراب کر رہا ہے اچھے اور سیدھے مسلمانوں کو گمراہی کی طرف لے جا رہا ہے۔ لہٰذا صحیح جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: رضوی القادری
۷۱/۱/۲۰ء

۹۲/۸۶ء

الجواب

صورت مستفسرہ میں عبدالستار، اپنے قول کی بنا پر کہ "ہم ہندو ہو گئے" دائرۂ اسلام سے خارج ہو گیا۔ درّ مختار میں: باب المرتد میں ہے کہ ورکنھا اجراء کلمة الکفر علی اللّسان بعد الایمان۔ "ارتداد کا رکن ایمان کے بعد زبان پر کلمہ کفر جاری ہوتا ہے۔" اور رضا بالکفر بھی کفر ہے۔ اگر چہ استہزاء و مذاق کے طور پر کہے گا جب بھی کافر ہو جائے گا وفی الفتح من ھزل بلفظ کفر ارتدوان لم یعتقدہ للاستخفاف وھو ککفر العناد۔ "جس شخص نے مسخرہ پن خوش طبعی یا مذاق کے طور پر کلمۂ کفر کہا اگر چہ معتقد کفر نہ ہو جب بھی وہ مرتد ہو گیا خفیف جاننے کی بناء پر اور وہ کفر عنادی کے مانند ہے۔" لہٰذا عبدالستار اب مسلمان باقی نہ رہا اسے پھر توبہ وتجدید ایمان وتجدید نکاح کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ پھر سے کلمہ پڑھ کر تجدید ایمان نہ کرے تو عام مسلمانوں پر ضروری ہے کہ اس کا سوشل بائیکاٹ کریں اور اس سے میل جول، سلام وکلام، اس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا ترک کر دیں۔ قرآن حکیم نے صراحتاً

ارشاد فرمایا کہ: وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ ''اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (ترجمہ کنزالایمان) وَهُوَ تَعَالٰى اَعْلَمُ

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۰؍۱۰؍۱۷ء

استفتاء [۱۴]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

ایک حافظ قرآن جو ہمارے یہاں تراویح پڑھا رہے ہیں، ان کا اعتقاد اس بات پر ہے کہ جو مرادیں مثلاً لڑکا نوکری وغیرہ مانگنا ہو تو باری تعالیٰ سے بزرگان دین کے وسیلہ کے ساتھ مانگے۔ براہ راست پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی بزرگانِ دین سے لڑکا وغیرہ مانگنے سے ان کو انکار ہے۔ کیا ایسے حافظ کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے؟

تراویح میں چوبیس پارے ہونے کے بعد جب حافظ صاحب کا اعتقاد معلوم ہوا تو چند لوگوں نے تراویح پڑھنا چھوڑ دیا، ان لوگوں کا یہ فعل جائز ہے یا نہیں؟ جلد سے جلد جواب سے مطلع فرمائیں تاکہ لوگوں میں بڑھتی ہوئی نااتفاقی ختم ہو۔

المستفتی: محمد ذکاء اللہ، سکریٹری انجمن مسلمہ، جارنگ ڈیہہ کلونی، پوسٹ جارنگ ڈیہہ، ہزاری باغ

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــ وھو الموفق للحق والصواب ـــــــ !

صورت مستفسرہ میں حافظ قرآن کا یہ کہنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ خدائے قادر و قیوم سے جو کچھ مرادیں مانگنی ہو، بوسیلۂ بزرگانِ دین مانگے۔ براہ راست کسی پیر صاحب یا کسی دوسرے بزرگ سے مانگنے پر ان کو انکار ہے تو شرعاً یہ عقیدہ صحیح و درست ہے۔ صرف ایسا عقیدہ رکھنے پر حافظ قرآن کو مجرم اور بدعقیدہ نہیں کہہ سکتے ہیں اور اس کی اقتداء میں نماز بھی جائز و درست ہوگی۔ محض حافظ صاحب کے ایسا سمجھنے اور مذکورہ عقیدے کی بناپر، جس نے اُن کے پیچھے نماز نہیں پڑھی، ان کو ترک جماعت کا گناہ ہوگا، ہاں! اگر حافظ مذکور کا عقیدہ اس کے سوا کچھ اور ہو، یعنی اہل سنت والجماعت کے عقیدے اور مسلک کے خلاف، بدمذہبوں کے عقائد باطلہ وخیالات فاسدہ کی ہم نوائی و تصدیق کرتا ہو اور جان رحمت وولی نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو دوست رکھتا ہو اور اچھا سمجھتا ہو تو ایسے حافظ کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہ ہوگی۔ قرآن حکیم میں ہے: لَاتَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ الخ۔ ''تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ان سے جنھوں نے

اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔" خدائے قدیر اور آخرت پر ایمان لانے والے خدا اور رسول کے دشمنوں سے کبھی دوستی نہیں کرتے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

استفتاء ۱۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وفضلائے شرع متین ان مسئلوں میں کہ:

(۱) ہم لوگوں نے چار سال سے ایک ایسے حافظ قرآن کے پیچھے نماز تراویح ادا کی، جن کے عقیدے کا حال معلوم نہ تھا اور بظاہر وہ اپنے کو سنّی کہتے تھے۔ امسال اثنائے گفتگو میں حافظ صاحب نے یہ کہا کہ "اولیاء اللہ سے مدد مانگنا ناجائز وکفر ہے۔" اس جملہ کو سن کر یہاں کے امام مولانا عبد الجبار صاحب اور مصلّیان مسجد کو سخت تشویش ہوئی کہ جب ان کے کلام سے بدعقیدگی کا اظہار ہو رہا ہے تو ان کے پیچھے نماز کیسے پڑھی جائے؟" چنانچہ بعد نماز جمعہ امام صاحب اور مصلّیان مسجد نے صحن مسجد میں حافظ صاحب کو روک کر اُن سے چند سوالات کئے پوچھا کہ: "اولیاء اللہ سے مُرادیں مانگنی جائز ہے یا نہیں؟ یعنی جسے "استمداد اولیاء" کہتے ہیں وہ جائز ہے یا نہیں؟ حافظ صاحب نے کہا کہ "بالکل ناجائز وحرام وکفر ہے۔" اس کے بعد دوسرا سوال کیا گیا کہ "انبیائے کرام کو زندہ جانتے ہیں یا مُردہ؟ حافظ صاحب نے جواب دیا: "مُردہ، كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ۔" یہ سن کر امام صاحب نے فرمایا کہ "ان کے پیچھے نماز تراویح درست نہیں یا اور کوئی نماز بھی، ان کے پیچھے ہرگز نہ پڑھی جائے۔" اس کے بعد دو جماعت ہوگئی اور دونوں کو دعویٰ "سُنّیت" ہی کا ہے۔ کچھ لوگ تو امام صاحب کے ساتھ ہوگئے اور حافظ صاحب کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی لیکن دوسری جماعت نے نماز تراویح اُن کے پیچھے پڑھی۔ اب بیان فرمایا جائے کہ جن لوگوں نے ان کے پیچھے نماز ادا کی اور جنہوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنی چھوڑ دی اُن دونوں ہی کے بارے میں شریعت مطہرہ کا حکم کیا ہے؟

(۲) کیا سنّیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ "استمداد اولیا ناجائز وکفر ہے، نبی مر گئے زندہ نہیں۔" (معاذ اللہ) مع دلائل تحریر فرمائیں کہ جن لوگوں نے نماز پڑھی جو لوگ حافظ صاحب کے حمایتی ہیں اور ان کے عقیدے کی موافقت کرتے ہیں اگر اس عقیدے سے باز نہ آئیں اور توبہ نہ کریں تو ان کے ساتھ شادی بیاہ، سلام وکلام خورد ونوش، نشست وبرخاست جائز ہوگا یا نہیں؟ وضاحت فرمادیں۔

(۳) مؤذن صاحب نے کہا: "یا رسول اللہ۔" تو مذکورہ حافظ صاحب نے جواب دیا کہ "کیا اباہی تباہی بکتے ہو؟" اور حافظ صاحب نے بیعت ہونے کے متعلق بھی یہ کہا کہ "بیعت ہونا کوئی ضروری نہیں۔"

حافظ صاحب کا کہنا درست ہے یا مؤذن صاحب کا؟ بینوا توجروا!!

المستفتی: محمد نعمت اللہ خاں برکاتی، رفیق ومعین ادارۂ شرعیہ کیرآف مجیب اللہ خاں ٹیلر ماسٹر

مقام وڈاک خانہ: جرگڈ یہہ، ضلع ہزاری باغ، ۱۲ دسمبر ۱۹۷۱ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــ اللھم ھدیۃ الحق والصواب ــــــــ

(۱) صورت مسئولہ میں حافظ موصوف کا عقیدہ اور مسلک اُن کے جواب سے ظاہر ہے۔ ایسے بدعقیدہ حافظ کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ انبیائے کرام علیہم السلام اور اولیائے عظام سے مدد مانگنا جائز ہے جب کہ عقیدہ یہ ہو کہ حقیقی امداد تو رب تبارک وتعالیٰ ہی (کی جانب سے) ہے اور یہ حضرات اس کے مظہر ہیں اور مسلمانوں کا یہی عقیدہ ہے، کوئی جاہل بھی اولیائے کرام کو خدا نہیں سمجھتا۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ۔ "صبر وصلوٰۃ" سے مدد طلب کرو۔ ظاہر ہے کہ "صبر وصلاۃ" غیر اللہ ہی ہے۔ دوسری جگہ ہے: وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ "اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے رفیق ہیں" (کنز الایمان) حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: من انصاری الی اللہ۔ "بولا کون میرے مددگار ہوتے ہیں اللہ کی طرف۔" (کنز الایمان) حدیث شریف میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود وعبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا انفلتت دابۃ احدکم بارض فلاۃ فلیناد یاعباداللہ احبسوا فان اللہ تعالیٰ عبادفی الارض تحبسۂ یعنی جب تم میں سے کسی کا جانور، جنگل میں چھوٹ جائے تو یوں ندا کرے "اے اللہ کے بندو! روک لو" خدا کے بندو! زمین میں ہیں جو اُسے روک لیں گے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محبوبانِ خدا اولیائے کرام سے مدد چاہنا، ان کو خدا کے حضور میں وسیلہ گردانا جائز ہے قرآن حکیم میں ہے: وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ۔ "اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔" (کنز الایمان) طبرانی میں حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ ایسی جگہ ہو، جہاں اس کا کوئی عزیز ورفیق نہ ہو اور وہ اعانت ومدد کا خواہاں ہو تو ان الفاظ سے مدد چاہے: اعینونی یاعباداللہ اعینونی یاعباداللہ اعینونی یا عباداللہ فان للہ عبادلا یراھم۔ "اے اللہ کے بندو! میری مدد فرمایئے اے اللہ کے بندو! میری مدد فرمایئے، اے اللہ کے بندو! میری مدد فرمایئے اس لئے کہ اللہ کے کچھ ایسے بندے ہیں جو نظر نہیں آتے۔" مولانا رفیع الدین صاحب اپنے رسالہ "نذور ومزارات" میں تحریر فرماتے ہیں: دوم ایں کہ بگوید، در جناب الٰہی برای ایں مشکل دُعا بکنید کہ ایں مُراد من حاصل شود، سوم ایں کہ آں بزرگ را وسیلہ وشفیع در جناب الٰہی سازد وگوید کہ الٰہی بہ برکت روح فلاں بزرگ وبحق عنایات ومہربانی خود مراد ومشکل من آسان کنی مشکوٰۃ شریف میں حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی کی روایت موجود ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: سل فقلت اسالک مرافقتک فی الجنۃ یعنی حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ سے فرمایا: "مانگ لو" تو انہوں نے عرض کیا "میں جنت میں آپ کی ہمراہی مانگتا ہوں" تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فاعنی علی نفسک بکثرۃ السجود اپنے نفس پر کثرت سجود سے میری مدد کرو۔ تفسیر کبیر میں حضرت عبد اللہ ابن عباس سے

مروی ہے کہ جو کوئی جنگل میں پھنس جائے تو یوں کہے: اعینونی عباداللہ یرحمکم اللہ۔

اولیا را ہست قدرت از الٰہ + تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اشعۃ اللمعات میں: امام غزالی گفتہ: ہر کہ استمد اد کردہ شود بوی در حیات، استمد اد کردہ شود بوی بعد از وفات۔ حصن حصین میں ہے: وان اراد عونافلیقل یاعباداللہ اعینونی ۳، بار، درمختار جلد سوم، باب اللقطہ میں، گمی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کا ایک عمل لکھا ہے، ان الانسان اذاضاع لہ شیئی واراد ان یردہ اللہ علیہ فلیقف علی مکان عال مستقبل القبلۃ ویقراء الفاتحۃ ویھدی ثوابھاللنبی علیہ السلام ثم یھدی ثوابھالسیدی احمدابن علوان ویقول یاسیّدی یااحمد یاابن علوان ان لم تردضالتی علی والا نزعتک من دیوان الاولیاء فان اللہ یردضالتہٗ ببرکتہٖ یعنی اگر کسی شخص کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ چاہے کہ خدا وہ چیز اسے واپس ملا دے تو اونچی جگہ قبلہ رُو ہو کر، سورہ فاتحہ پڑھ کر، اس کا ثواب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کرے۔ پھر سیّدی احمد بن علوان کو ثواب پہونچائے۔ پھر کہے "اے میرے آقا! اے احمد، اے ابن علوان اگر آپ نے میری چیز نہ دی تو میں آپ کو اولیاء کے دفتر سے نکال لوں گا۔" تو خدا گمی ہوئی چیزوں کو، ان کی برکت سے ملا دے گا۔

(۲) انبیائے کرام وشہدائے عظام کو مُردہ کہنے والا جاہل، بدعقیدہ، بے دین ہے کہ وہ آیات قرآن واحادیث نبوی واقوال ائمہ کرام وفقہائے عظام کے خلاف اپنی خباثت کا اظہار کرتا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: وَلَاتَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّلٰکِنْ لَّاتَشْعُرُوْنَ۔ "اور خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔" جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا غلام لوہے کی تلوار سے مقتول ہو تو وہ زندہ کہلائے اور خود نبی مُردہ ہو، عجیب چیز ہے۔ "برین عقل ودانش بباید گریست۔" جو عشق الٰہی اور محبت خداوندی میں جان دے اُسے زندہ نہ کہا جائے۔ مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ "ان نبی اللہ حی یرزق" اس سلسلہ میں تمام دلائل اور احادیث واقوال فقہاء کو لکھنے کے لئے دفتر درکار۔

(۳) مؤذن کے "یارسول اللہ" کہنے پر حافظ مذکور کا جواب کس قدر ایمان سوز ہے وہ ایمان والوں سے مخفی نہیں۔ ایسے حافظ کے پیچھے نماز قطعی نہ ہوگی۔ ایسے شخص کو امام بنانا، ناجائز وحرام۔ مراقی الفلاح میں ہے: کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہٖ بالدین، فیجب اھانتہٗ شرعافلا یعظم بتقدیمہٖ للامامۃ "دینی امور کو صحیح طور پر بجا نہ لانے کی وجہ سے فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے شرعاً اس کی اہانت واجب ہے تو امامت کے لئے آگے بڑھا کر اس کی تعظیم نہیں کی جائے گی۔" بلکہ ایسے شخص سے سلام وکلام، میل جول، اس کے ساتھ کھانا پینا حرام حرام حرام۔ حدیث شریف میں ہے: ایاکم وایاھم لا یضلونکم ولا یفتنونکم۔ "تم ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ اور فتنہ میں نہ ڈال دے۔" قرآن حکیم میں ہے: وَاِمَّایُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْبَعْدَالذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ "اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔" (کنزالایمان) قرآن حکیم نے متعدد مقامات پر یٰایھا النبی. "اے غیب کی خبر بتانے والے (نبی) یٰایھاالرسول، "اے پیغمبر" یٰایھا المزمل،

''اے چادر میں لپٹنے والے۔'' یاایھا المدثر ''اے بالاپوش اوڑھنے والے۔'' یاایھا المؤمنون. ''اے مومنو۔'' بلکہ یاایھا الکٰفرون ''اے کافرو'' فرمایا۔ عالمگیری، کتاب الحج، باب زیارت النبی علیہ السلام میں ہے: ثم یقول السلام علیک یارسول الله یانبی الله اشھد انک رسول الله. ''آپ پر سلامتی ہو اے اللہ کے رسول، اے اللہ کے نبی میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔'' آگے حضرات صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کے متعلق زائریوں عرض کرے۔ السلام علیک یاخلیفة رسول الله۔ ''آپ پر سلامتی ہو اے اللہ کے رسول کے خلیفہ۔''

حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

یارحمة للعالمین ادرک لزین العابدین۔ ''اے رحمۃ للعالمین آپ زین العابدین کی دستگیری فرمائیے۔''

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

یاسیدالسادات جئتک قاصدا ÷ ارجو رضاک واحتمی بحماک ۔

''اے سرداروں کے سردار آپ کے حضور بالارادہ حاضر ہوا ہوں
آپ کی رضا کا امیدوار ہوں اور اپنے آپ کو آپ کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

مولانا جامی فرماتے ہیں۔

زمہجوری برآمد جان عالم ÷ ترحم یا نبی اللہ ترحم
آپ سے دور رہ کر جہان کی جان نکل رہی ہے ☆ رحم فرمائیے اے اللہ کے نبی رحم فرمائیے!

حاجی امداداللہ مہاجر مکی لکھتے ہیں۔

جہاز امت کا حق نے کردیا ہے آپ کے ہاتھوں ÷ اسے چاہو ڈبو دو یا ترا دو یارسول اللہ

حافظ مذکور کے پیشوا ہی لکھتے ہیں۔

کرم کر، اے کرم احمدی کہ تیرے سوا ÷ نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

غرض کہ یہ چند دلائل اختصار کو مدنظر رکھ کر پیش کیے (گئے) اہل ایمان کے لئے اتنا ہی کافی اور بے ایمان، ہٹ دھرم، بدمذہب، دشمن رسول کے لئے دفتر بھی ناکافی۔ کسی عالم بزرگ متبع شریعت سے بیعت کرنا بھی ضروری بلکہ سنت ہے۔ بیعت رضوان کے متعلق قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۔ ''جو تمہاری بیعت کرتے ہیں وہ تو اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔'' بیعت کی حقیقت یہ ہے کہ خدا کے کسی بزرگ بندے کے ہاتھ پر یہ عہد واقرار کرنا کہ ہم خدا کے وفادار بندے رہیں گے۔ بیعت کی بہت سی قسمیں ہیں۔ بیعت اسلام، بیعت جہاد، بیعت ارادت، بیعت طریقت، بیعت خلافت وغیرہ۔ قرآن حکیم میں ہے: یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ ۔ یعنی قیامت میں ہم ہر شخص کو اس کے امام کے ساتھ بلائیں گے۔ مسلم شریف میں ہے کہ جس کے گردن میں کسی کی بیعت کی رسّی نہ ہو اور وہ

مرجائے تو اس کی موت جاہلیت کی ہوگی۔

پیر را بگو یں کہ بے پیر این سفر + ہست بس پُر آفت و خوف و خطر

غرض کہ مؤذن کا قول صحیح و درست اور حافظ مذکور گستاخ، بے باک، بدعقیدہ کا قول نا قابل توجہ ہے۔ مسلمانوں کے لئے سب سے زیادہ محبوب ایمان و اسلام ہے۔ ایسے بدعقیدہ کے پیچھے نماز تو درکنار، اس کے ساتھ میل جول، سلام و کلام حرام و ناجائز۔ قرآن حکیم میں ہے: لَاتَجِدُ قَوْمًا یُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ یُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّاللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. "تم نہ پاؤ گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور پچھلے دن پر کہ وہ دوستی کرے ان سے جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول سے مخالفت کی۔" (المجادلۃ:۲۲) وھو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۴/۱/۷۲ء

استفتاء ۱۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) دیوبندی علماء رشید احمد گنگوہی، اشرف علی تھانوی اور ان کے ماننے والوں کو جو مسلمان سمجھے اور اُن سب کے کافر ہونے پر شک کرے اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) معصوم کون کون ہیں؟ جن کے بارے میں قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔ یہ جو چار، پانچ سال کے بچہ کو بھی معصوم کہتے ہیں، تو یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے یا نہیں؟

(۳) جو لوگ قرأت سے واقف ہیں یعنی کم از کم لحن جلی اور لحن خفی کا امتیاز کرتے ہیں، ان کی نماز ایسے پیش امام کے پیچھے ہوگی یا نہیں جو کہ قرأت سے واقف نہیں اور لحن جلی وخفی کا امتیاز نہیں کرتے اگر نماز نہیں ہوگی تو وہ جماعت سے الگ ظاہر نماز پڑھے یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھے آخر کیا کرے؟ مہربانی کرکے جلد سے جلد عنایت کریں۔ عین کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد حفاظ الدین، جھالدہ، پورلیہ، بنگال

۲۱/۱۲/۷۲ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــــ

(۱) جانِ رحمت ولیِ نعمت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص کرنے والا بالاتفاق ائمہ کرام کافر ہے وحکمہ حکم المرتد

اوراس کا حکم وہی ہے جو مرتد کا ہے۔ درمختار میں ہے: والکافر بسبّ النبی من الانبیاء فانه یقتل حداً یعنی انبیائے کرام میں سے کسی کو گالی دینا کفر ہے اور ایسے شخص کو قتل کردیا جائے ومن شکّ فی عذابه وکفره کفر۔ شاتم رسول ﷺ کے کفر میں شک کرنے والا بھی کافر وکذا لو ابغضه بالقلب (کذا فی الفتح والاشباه) اور یہی حکم ہے اس شخص کے لئے جو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی اور نبی کی طرف سے دل میں بغض رکھے۔ اور فتاویٰ مصنف میں ہے: من نقص مقام الرسالة بقوله بان سبه صلی الله علیه وسلم اوبفعله بان ابغضهٗ بقلبه قتل حدا کمامر التصریح وصرح فی اخر الشفاء بان حکمه حکم المرتد ۔ ”ترجمہ: جس نے اپنے قول وفعل سے شان رسالت کی تنقیص کی بایں طور کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا سرکار سے دلی بغض رکھا تو وہ شخص حدًا قتل کیا جائے گا جیسا کہ ماقبل میں تصریح گزر چکی ہے۔ اور شفا شریف کے آخر میں تصریح کی گئی کہ اس کا حکم مرتد کے حکم کی طرح ہے۔“ لہٰذا جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں ایسا جملہ لکھا، جس سے شان رسالت کی تنقیص ہوتی ہے اور جس کی کوئی تاویل بھی نہیں ہوسکتی، تو ایسے شخص کو اچھا سمجھنے والے کے پیچھے نماز نہ ہوگی جب کہ وہ اس کی تحریر سے واقف ہے۔

(۲) اہل سنت کے عقیدے کے مطابق انبیائے کرام علیہم السلام وملائکہ عظام معصوم ہیں، ان کے علاوہ اور کسی کو معصوم کہنا عقیدۂ اہل سنت کے خلاف ہے۔ بچوں کو مجازاً معصوم کہا جاتا ہے۔ حقیقتاً وہ معصوم نہیں۔

(۳) ہر ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے جو صحیح العقیدہ، صحیح القراۃ، متشرع، متقی، پرہیز گار، مسائل طہارت ونماز کا جاننے والا ہو۔ تنویر میں ہے: والاحق بالامامة الا علم باحکام الصلاة، جو مسائل نماز کو زیادہ جانتا ہو وہی امامت کا مستحق ہے۔ درمختار میں ہے: والاحق بالامامة تقدیما بل نصباالاعلم باحکام الصلاة صحة وفسادا بشرط اجتنابه الفواحش ثم الاحسن تلاوة وتجویدالقراة ثم الاورع ثم الاحسن ثم الاشرف نسباً۔ ”امامت کے لیے تقدیم بلکہ مقرر کئے جانے کا زیادہ حقدار وہ شخص ہے جو احکام صلوٰۃ کی صحت وفساد کو زیادہ جاننے والا ہو بشرطیکہ فواحش سے بچتا ہو، پھر جس کی تلاوت اور تجوید قرأت اچھی ہو، پھر جو زیادہ تقویٰ والا ہو، پھر جو زیادہ خوب صورت ہو، پھر جو نسب کے اعتبار سے زیادہ شرافت والا ہو۔“ اگر امام مذکور قواعد تجوید وقرأت سے واقف نہیں مگر قاری سے زیادہ مسائلِ صلوٰۃ کو جانتا ہے اور حروف کو مخارج سے ادا کرتا ہے تو اس کے پیچھے قاری کی نماز صحیح ودرست ہوگی اور قاری کے لئے ترک جماعت ممنوع ومحذور، ہاں! اگر امام قرأت میں غلطی کرتا ہو، س، ص، ط، ت وغیرہ الفاظ میں امتیاز وفرق نہیں کرتا ہے تو اس کے پیچھے قاری کی نماز نہیں ہوگی۔ اگر ضرورت کے مطابق الفاظ مخارج سے ادا کرتا ہے لیکن صرف اظہار، اخفا، اشمام وتفخیم وترقیق وغیرہا میں فرق آتا ہے جب بھی اس کے پیچھے نماز صحیح ودرست ہوگی غرض کہ ہر اعتبار سے دونوں میں جو افضل ہو وہی امامت کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۳/۱/۲۷ء

استفتاء ۱۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں:

(۱) عمر نے دوکان کے لئے ایک گھر کھڑا کیا تھا کہ کل سے دوکانداری شروع کردوں گا۔ اتنے میں زید نے رات ہی میں، دوچار ہندوؤں کو بڑھا چڑھا کر، اسی دوکان کے اندر، ایک دھاجا، کھڑا کروادیا یعنی ''دیپ گھر'' جہاں ہندو پوجاپاٹ کرتے ہیں اور اس دھاجا گڑوانے میں، جتنا خرچ ہوا، زید نے مدد کی۔ اب بکر کا کہنا ہے کہ زید کا مہر لوٹ گیا زید کو پھر سے مہر پڑھانا ضروری اور توبہ لازم ہے اور اس کے درمیان زید نے اپنی بیوی سے جو بار بار ہم بستری کی اور اس سے جو اولاد ہوئی تو اولاد حرامی ہوئی۔ بتائیں کہ بغیر عقد ثانی اور توبہ کے اس کے یہاں کھانا پینا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد معز الدین، مقام جھونی اتمبرار، پورنیہ

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ـــــــــــ

(۱) **نعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔** صورت مسئولہ میں، زید کا یہ فعل انتہائی قبیح وشنیع اور نا قابل معافی ہے۔ ہندوؤں کے پوجاپارٹ کے لئے، دھاگا گڑوانا، اعانت علی الکفر ہے اور مشرکانہ وکافرانہ فعل پر کسی کی امداد واعانت بھی کفر۔ لہٰذا اس کفریہ عمل سے زید پر توبہ لازم اور تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی ضروری۔ **فی شرح الوهبانية للشرنبلالی مایکون کفرا اتّفاقاً یبطل العمل والنکاح فاولادهٗ اولاد الزنیٰ ومافیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجدید النکاح۔** ''شرح وہبانیہ میں ہے کہ جس کفر میں فقہاء کرام کا اتفاق ہو اس سے اعمال اور نکاح باطل ہوجاتے ہیں اور اولاد۔ اولاد زنا قرار دی جائے گی اور جس میں اختلاف ہو اس میں استغفار اور توبہ اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔'' زید جب تک اعلانیہ توبہ نہ کرے، اس کے ساتھ کھانا، پینا، اٹھنا، بیٹھنا، میل جول، سلام وکلام حرام وناجائز ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ ''اور جو کہیں تجھے شیطان بھلاوے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (کنز الایمان) یعنی اگر شیطان بھلا بھی دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۱۸/۷/۷۲ء

استفتاء ۱۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:
جس مجلس میلاد شریف میں ولادت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نہ بیان کیا جائے، صلوٰۃ وسلام کھڑے ہوکر نہ پڑھا جائے شیرینی فاتحہ یعنی قل بھی نہ پڑھا جائے وہ میلاد شریف قابل قبول ہوگا یا نہیں؟ کیا اس طرح میلاد شریف کرنے کا حکم ہے؟ اور یہ بھی ظاہر کر دیا جائے کہ میلاد شریف کے معنی کیا ہیں؟ میلاد شریف میں ولادت بیان کرنا، وقت قیام کھڑے ہوکر صلوٰۃ وسلام پڑھنا، بعدہٗ شیرینی فاتحہ دے کر لوگوں میں تقسیم کرنا ازروئے شرع کیسا ہے؟ اس کا منکر گنہگار ہے یا نہیں؟ اور ایسی مجالس سے گھر والے اور سامعین کو اجر وثواب ہوگا یا نہیں؟ جواب مدلل عنایت کیا جائے۔

المستفتی: محمد حامد حسین قادری، نوا گڑھی، دربھنگہ
۲۸ر شوال المکرم ۱۳۹۲ھ

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ـــــــــــ!

جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کا تذکرہ، حمل شریف کے واقعات، نور محمدی کے کرامات ومعجزات کا بیان، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام شیر خوارگی کے حالات، پرورش کی کیفیت کو بیان کرنا، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف و توصیف، مدح سرائی ونعت پاک نظم میں یا نثر میں، کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پڑھنے کا نام میلاد شریف ہے۔ جس مجلس میں مذکورہ بالا باتیں بیان نہ کی جائیں اس کو میلاد پاک کی مجلس نہ کہا جائے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے کا حکم، قرآن حکیم سے ظاہر ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. ”ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو! (کنزالایمان)۔ درود شریف کی عظمت واہمیت کو قران کریم نے کتنی وضاحت سے بیان کیا کہ خدائے عزوجل اور فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ لہٰذا اے ایمان والو! تم بھی نبی پر ہدیہ صلوٰۃ وسلام پیش کرو۔ مذکورہ بالا آیت کریمہ میں کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر پڑھنے کی قید نہیں نہ زمان ومکان وہیئت کا تذکرہ، تو ایمان والے جس طرح اور جس جگہ چاہیں ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھیں۔ قرآن کریم نے تُعَزِّرُوْہُ وَ تُوَقِّرُوْہُ. ”نبی کی تعظیم وتوقیر کرو“ فرما کر مسلمانوں کو نبی کی تعظیم وتکریم اور ان کی عزت واحترام کا حکم دیا۔ حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے جس طرح اور جیسی بھی تعظیم ممکن ہو، روا وجائز ہے۔

محو ان اور اخدا از بہر حفظ شرع و پاس دین ÷ دگر ہر وصف کش می خواہی اندر مدحش املا کن

میلاد شریف میں قیام تعظیمی جائز و مستحسن، مستحب و مندوب ہے اور تمام ائمہ دین، سلف صالحین وعلمائے دین متین نے اسے جائز و باعث اجر و ثواب و سبب نزول رحمت و باعث خیر و برکت قرار دیا۔ فقیہ محدث عثمان بن حسن دمیاطی، اپنے رسالہ'اثبات قیام میں فرماتے ہیں: القیام عند ذکر ولادة سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم امر لاشک فی استحبابہ واستحسانہ وندبہ یحصل لفاعلہ من الثواب الاوفر الخیر الاکبر لانہ تعظیم ای تعظیم لنبی الکریم ذی الخلق العظیم الذی اخرجنا اللّٰہ بہ من ظلمات الکفر الی الایمان وخلّصنا اللہ بہ من نار الجھل الی جنات المعارف والایقان فتعظیمہٗ صلی اللہ علیہ وسلم فیہ مسارعۃٌ الی رضاء ربّ العالمین واظہار قوی شعار الدین وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبُ وَمَنْ يُّعَظِّمْ حرمٰت اللّٰہ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ۔

ترجمہ: ''حضرت سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت شریفہ کے ذکر کے وقت قیام کرنا ایسا امر ہے جس کے مستحب و مستحسن و مندوب ہونے میں کوئی شک نہیں۔ قیام کرنے والے کو اجر عظیم اور خیر کثیر حاصل ہوگا۔ کیونکہ یہ اس عظیم اخلاق والے کرم کرنے والے نبی کی تعظیم ہے۔ جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہم کو نکالا کفر کی تاریکیوں سے ایمان کی طرف اور جہالت کی تاریکیوں سے علم ویقین کی روشنی کی طرف، پس اس نبی کی تعظیم میں ربّ العالمین کی رضا وخوشنودی ہے اور دین کے عظیم وقوی شعار کا اظہار ہے۔ اور جو اللہ کی نشانوں کی تعظیم کرے تو وہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔''

مذکورہ بالا عبارت وآیات سے ظاہر ہے کہ قیام وسلام کا تعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم سے ہے۔ جس کا کرنے والا اجر جزیل وثواب عظیم کا مستحق ہوتا ہے اور یہ فعل مستحسن ومحبوب ومرغوب ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔ مسلمان جس کو اچھا سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا ہے۔ استاد المحدثین سید احمد دحلان مکی، درر السنیۃ میں فرماتے ہیں: من تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم الفرح بلیلۃ ولادۃ وقرأۃ المولد والقیام عند ذکر ولادۃ صلی اللہ علیہ وسلم واطعام الطعام وغیر ذالک مما یتعاد الناس فعلہ من انواع البر فان ذالک کلہ من تعظیمہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ۔ غرض کہ سائل کے سوال کے تفصیلی جواب کے لئے سینکڑوں دلائل وبراہین کتب ائمہ کرام وعلمائے عظام میں موجود ہیں۔ اختصار کے پیش نظر یہ چند کلمات سپرد قلم کئے گئے۔ امید ہے کہ مومن اسی پر قناعت کرتے ہوئے، تعظیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کرکے اجر جزیل کا مستحق بن سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ٦

۱۴/۱/۷۳ء

استفتاء ۱۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل میں کہ:

(۱) دیوبندی یا وہابی امام کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو اس کی خاص وجہ کیا ہے؟

(۲) امام اپنے عقیدے کو ظاہر نہیں کرتا مگر اشرف علی تھانوی کی تعریف، نیز تبلیغی جماعت کی توصیف کرتا ہو تو ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟

(۳) اگر کسی شہر میں چند مسجدیں ہوں مگر سبھی مسجد میں، امام یا تو دیوبندی ہو یا دیوبندی علماء کی تعریف کرنے والا ہو تو ایسی صورت میں نماز جمعہ یا نماز پنج گانہ کہاں ادا کی جائے۔ واضح رہے کہ اپنی جماعت الگ قائم کرنے میں، فتنہ برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔

(۴) ایک امام صاحب جو حافظ ہیں، عالم نہیں ہیں اور نہ ہی عالم ہونے کی سند اُن کے پاس موجود ہے مگر خود کو عالم سے بڑا جانتے ہیں۔ اور جمعہ کے دن وہ نہایت پُرزور تقریر بھی کرتے ہیں۔ دورانِ تقریر ایک دفعہ اُنہوں نے کہا کہ "دُنیا میں جتنے مذاہب ہیں سب حق پہ ہیں۔" جب اُن سے اِس سلسلہ میں بعد میں پوچھا گیا تو اُنہوں نے کہا کہ "میں نے غلطی کی ہے، مجھ کو کہنا تھا کہ تمام فرقے حق پر ہیں۔" فاتحہ کے سلسلہ میں انہوں نے کہا کہ "حدیث شریف میں کہیں اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ کوئی ثبوت دکھادے تو ہم جانیں اور معتبر کتاب سے دلیل چاہیے۔" ایسے امام کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اور بتایا جائے کہ انہیں عالمانہ تقریر کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ ازراہِ کرم ان سوالات کے مدلل و مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا!

المستفتی: نثار احمد قریشی، محلہ پنجابی گلی، پوسٹ گوملا، ضلع رانچی

۸۶/۹۲ء

الجواب

(۱) صورت مذکورہ میں بدعقیدگی کی بناپر، دیوبندی یا وہابی کی اقتداء میں نماز جائز نہ ہوگی اس لئے کہ اُسے امام بنانے کی صورت میں اس کی عزت واحترام کرنا ہوگا اور فاسق و بدعقیدہ کا احترام شرعاً ناجائز وحرام، اذا اکرم الفاسق یھتز العرش۔ لہٰذا ایسے امام کو بدل کر، سنی صحیح العقیدہ امام کو مقرر کیا جائے۔

(۲) یہ امام بھی عقیدتاً اُن ہی لوگوں میں سے ہے۔ کوئی باایمان وعزت دار مسلمان جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص شان کرنے والوں کو امام بنانا تو درکنار، اس سے سلام وکلام کرنا بھی گوارہ نہیں کرے گا۔

(۳) شریعتِ مطہرہ میں کتمانِ حق گناہ ہے۔ فتنہ وفساد کے خوف سے اپنی نمازوں کو خراب کرنا دانشمندی نہیں۔ جب تک آپ

لوگ دوسرا امام، ٹھیک نہیں کرتے ہیں اس وقت تک پنج وقتہ نماز کسی اپنے آدمی کے گھر میں جماعت سے پڑھیں اور جمعہ کے لیے جہاں سنی صحیح العقیدہ امام ہو وہاں جا کر فریضۂ جمعہ ادا کریں۔

(۴) یہ امام بھی مطلق جاہل اور احکام شرعیہ سے ناواقف ہے۔ نہ دنیا کے سارے مذاہب حق پر ہیں اور نہ دُنیا کے سارے فرقے۔ مذاہب عالم کافر، مشرک، عیسائی، نصرانی، مجوسی اور پھر شاخ در شاخ ہوتے ہیں۔ نہ جانے کتنے مذہب و فرقے پیدا کئے گئے ہیں۔ امام مذکور کو اس قول سے توبہ کرنا چاہیے۔ جو شخص پوری طرح قرآن حکیم و احادیث نبویہ و احکام فقہیہ سے واقف نہ ہو اُسے تقریر کرنے کا حق نہیں۔ اس لئے کہ وہ اپنی جہالت و حماقت کی بنا پر حرام کو حلال اور حلال کو حرام کہہ دینے میں باک نہ کرے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۴/۱/۷۳ء

استفتاء [۲۰]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں کہ:

(۱) وہابی جماعت کے متعلق علماء کے کیا اقوال ہیں؟

(۲) وہابی امام کی اقتدا نماز میں کی جا سکتی ہے یا نہیں؟

(۳) وہابی جماعت کے وعظ کی مجلس میں جانا کیسا ہے؟

(۴) وہابی جماعت کے ہاتھوں، ذبح کیا ہوا جانور کھانا حلال ہے یا نہیں؟

(۵) وہابی جماعت کے کسی عالم سے نکاح پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟

(۶) وہابی جماعت کے یہاں شادیات کو رواج دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ ان کی اولاد، اُن کے عقائد کے ہم خیال ہے۔

(۷) ''تقویۃ الایمان'' ص ۵۰ کی عبارت ہے: ''جیسا کہ ہر قوم کا چودھری اور گاؤں کا زمیندار، سو ان معنوں کر پیغمبر اپنی امت کا سردار ہے'' اس عبارت سے اتفاق کرنے والا کیسا ہے؟ از راہ کرم، فوری و محقق جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: محمد بدرالدین خاں، مقام و پوسٹ سلطان پور، وایا منہار، ضلع ویشالی
۴/ جولائی ۱۹۷۳ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ!

صورت مسئولہ میں اصل مسئلہ کے جواب سے پہلے چند ضروری باتیں قابلِ توجہ ہیں۔ وہ یہ کہ "فرقۂ وہابیہ" ایک جدید فرقہ ہے جو ۱۲۰۹ھ میں رونما ہوا اس جماعت کا بانی وقائد محمد ابن عبدالوہاب نجدی تھا جس نے حرمین شریفین میں فتنے پھیلائے اور اجماعِ امت کے خلاف ایک جدید مسلک وعقائد کی ترویج اشاعت کی۔ علمائے کرام کو قتل کیا۔ ائمہ کرام و شہدائے عظام وصحابہ کرام کی قبریں کھود ڈالیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پرانوار کو "صنم اکبر" کہا۔ اس فرقے کا عقیدہ انبیائے کرام کی تنقیص و بزرگانِ دین کی تذلیل کرنا ہے۔ اسی عبدالوہاب نجدی کے بیٹے نے "کتاب التوحید" لکھا جس کا ترجمہ اسماعیل دہلوی نے کیا جس کا نام "تقویۃ الایمان" رکھا اسی سے ہندوستان میں وہابیت پھیلی۔ امکان کذب کے مسئلہ کو لے کر اس مردود جماعت کے بعض پیشوا و مقتدا نے خالقِ کائنات جل جلالہ کی ذاتِ پاک کو بھی نہ چھوڑا۔ چنانچہ "ایضاح الحق" مصنفہ مولوی اسماعیل دہلوی ص ۳۵ و ص ۳۶ میں لکھا ہے "تنزیہہ اوتعالیٰ از زمان ومکان واثبات رویت بلاجہت ومحاذات از ہمہ قبیل بدعاتِ حقیقیہ ست اگر صاحبِ آن اعتقادات مذکورہ را از جنسِ عقائد دینیہ می شارد" یعنی اللہ تعالیٰ کو جہت زمان ومکان سے پاک جاننا، اس کا دیدار بلا کیف ماننا بدعت و گمراہی ہے۔ بحرالرائق و درّ مختار و عالمگیری میں ہے کہ خدا کے لئے جو مکان ثابت کرے وہ کافر ہے۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے "براہین قاطعہ" میں اور مولوی محمود حسن نے "جہد المقل میں" خدا کے لئے جھوٹ بولنا ممکن بتایا۔ **تعالی اللہ عن ذالک علوا کبیرا** ۔ انبیاء ومرسلین صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شانِ اقدس میں تو اس طائفہ مخذولہ نے ایسے گستاخانہ کلمات استعمال کئے، جس کو دیکھنے اور پڑھنے سے، صاحب ایمان کے دلوں میں، ایمان لرزہ براندام ہو جاتا ہے۔ **والعیاذ باللہ رب العٰلمین** ۔ اگر اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو براہین قاطعہ، جہد المقل۔ تقویۃ الایمان بلغۃ الجیران، تحذیر الناس، حفظ الایمان، صراط مستقیم اور رسالہ الامداد کا مطالعہ کریں۔ اس مردود جماعت کے پیشوا نے تو یہاں تک کہہ کر اپنی عاقبت برباد کی کہ نماز میں حضور کا خیال لانا، اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے۔ (صراط مستقیم) **نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ** ــــ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص کرنے والوں کے متعلق شفا شریف و بزازیہ و درر وغرر وفتاویٰ خیریہ وغیرہا میں ہے: **اجمع المسلمون ان شاتمه صلى الله عليه وسلم كافرومن شك فى عذابه و كفره كفر.** یعنی تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے، وہ کافر ہے اور جو اُس کے معذب اور کافر ہونے میں شک کرے، وہ بھی کافر ہے، امام اجل سیدی عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ تحقیق شرح اصول حسامی (میں) فرماتے ہیں: **ان غلا (اى فى هواه) حتى وجب اكفاره به لاتعتبر خلافه ووفاقه ايضا لعدم دخوله فى مسمّى الامة المشهود لها بالعصمة وان صلى الى القبلة واعتقد نفسه مسلما لان الامة ليست عبارة عن المصلّين الى القبلة بل عن المؤمنين فهو كافر وان كان لايدرى انه كافر.** یعنی بدمذہب اگر اپنی بدمذہبی میں غالی ہو، جس کے سبب اس کو کافر کہنا واجب ہو تو اجماع میں اس کی مخالفت وموافقت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا کہ خطا سے معصوم ہونے کی

شہادت تو امت کے لئے ہے وہ امت ہی سے نہیں اگر چہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا ہو اور اپنے کو مسلمان سمجھتا ہو اس لئے کہ امت قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں بلکہ مسلمان کا نام ہے اور یہ شخص کافر ہے اگر چہ اپنے کو کافر نہ جانے۔ امام مذہب حنفی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، کتاب الخراج میں فرماتے ہیں: رجل مسلم سبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقصہ فقد کفر باللہ تعالیٰ و بانت منہ امراتہ. ''جس مسلمان نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو گالی دی یا ان کی تکذیب کی یا عیب لگایا یا ان کی شان میں تنقیص کی تو اس نے کفر باللہ کیا اور اس کی بیوی اس سے جدا ہوگئی۔'' ''غایۃ الاوطار'' شرح درمختار میں ہے: والکافر یسب النبی من الانبیاء فانہ یقتل حدا و لا تقبل توبتہ مطلقا.''اور کافر نبیوں میں سے کسی نبی کو گالی دے تو اس پر قتل کی حد جاری کی جائے اور مطلقاً اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔'' وفی فتاویٰ المصنف من نقص مقام الرسالۃ بقولہ بان سبہ صلی اللہ علیہ وسلم او بفعلہ بان ابغضہ قتل حدا کما مر التصریح. ''فتاویٰ مصنف میں ہے کہ جس نے مقام رسالت کی تنقیص کی اپنے قول سے بایں طور کہ اس نے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گالی دی یا اپنے فعل سے بایں طور کہ اس نے ان کے خلاف ناپسندیدہ حرکت کی تو اس پر قتل کی حد جاری ہوگی جیسا کہ اس کی تصریح گزری۔'' مذکورہ بالا ائمہ کرام وفقہائے عظام کی تصریحات سے، سائل کے جملہ سوالات کے جوابات اجمالی طور پر معلوم ہوگئے۔

(۱) کا جواب اقوال ائمہ سے ظاہر ہے۔

(۲) نماز میں وہابی کی اقتدا نہیں کی جاسکتی

(۳) اس کی مجلس میں جانا شرعاً درست نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے: ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لایفتنونکم......

''تم ان سے دور رہو اور اپنے سے انہیں دور رکھو کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ میں نہ ڈال دیں۔''

دور شو از اختلاط یار بد ☆ یار بد بدتر بود از مار بد

(۴) فقہائے کرام کے ارشادات کے پیش نظر، اس کے کھانے سے اجتناب و پرہیز کرنا چاہیے۔

(۵و۶) نہیں

(۷) فھو منھم اس سے اتفاق کرنے والے کا شمار بھی انہیں میں ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب والیہ المرجع والماب.

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۴/۷/۷۳ء

استفتاء ۲۱

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
زید کے یہاں کالی کی پوجا ہوئی اور بکرا چڑھایا گیا۔ ازراہ شرعی حکم سے آگاہ کریں تاکہ کفارہ ادا ہو جائے
براہ کرم جواب جلد دیں۔ بینوا و توجروا!!

المستفتی : شمس الہدیٰ، مقام بسولی، پوسٹ مہراج گنج، ضلع سیوان
۱۶/۷/۷۳ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــــــــــ!

صورت مذکورہ میں کالی کی پوجا کرنے اور بکرا چڑھانے کی بنا پر زید اسلام سے خارج ہو گیا اور اس کی بیوی نکاح سے نکل گئی۔ زید کو چاہئے کہ وہ اعلانیہ توبہ کرے اور تجدید ایمان و تجدید نکاح کرے۔ جب تک زید توبہ کر کے پھر سے مسلمان نہ بنے اور اپنی بیوی سے دوبارہ نکاح نہ کرے، اس وقت تک مسلمانوں کو چاہئے کہ زید کے ساتھ، میل جول، کھانا پینا، سلام کلام ترک کر دیں اور زید کے اس کفریہ کام میں، جو بھی شریک رہا ہو یا اس سے خوشی کا اظہار کیا ہو ان سبھوں کو تجدید ایمان و تجدید نکاح کرنا ضروری ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
ک ــــــــــــــــــــــ ہ

۱۶/۷/۷۳ء

استفتاء ۲۲

مسئلہ : بحضور اقدس مفتی صاحب!.................سلام مسنون

کٹیہار جامع مسجد اور چھوٹی مسجد کے پیش امام دیوبندی خیالات کے ہیں۔ میلاد میں قیام و فاتحہ کے خلاف ہیں بلکہ یہ کہتے ہیں کہ میلاد میں قیام و فاتحہ کیا چیز ہے؟ میلاد کے بارے میں کہتے ہیں کہ "میلاد پڑھنا ہمارا بیکار ہے۔" اور قیام نہیں کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہمارے عقائد کے بالکل برعکس ہے۔ ہمارے عقائد کے خلاف ہونے کی وجہ سے، ان کے پیچھے نماز پڑھنے کو دل نہیں چاہتا ہے تو ازروئے شرع بحوالہ کتب جواب دیں کہ ایسے پیش امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا ناجائز کیوں کہ عقائد برخلاف ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ سارے لوگوں کو اپنے طریقہ پر لے آؤں گا" گویا وہ چیلنج دے رہے ہیں۔"

المستفتی : احمد حسین قادری، مبارک حسین، کٹیہار، پورنیہ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــ!

سوال میں امام مسجد کے جن عقائد وخیالات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس کے پیش نظر وہ امام بدعقیدہ، گمراہ، فاسق ہے کہ وہ جمہور علمائے اہلِ سنت و جماعت کے عقیدہ کا مخالف اور عظمت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثنا کا منکر ہے۔ایسے امام کی اقتدا میں نماز درست نہیں۔غنیۃ شرح منیہ میں ہے: ویکرہ تقدیم المبتدع ایضا لانہ فاسق من حیث الاعتقاد وھو اشد من الفسق من حیث العمل لان الفاسق من حیث العمل یعترف بانہ فاسق ویخاف ویستغفر بخلاف المبتدع۔"بدعتی کو امام بنانا بھی مکروہ ہے کیونکہ وہ اعتقاد کے لحاظ سے فاسق ہے اور ایسا آدمی عملی فاسق سے بدتر ہے کیونکہ عملی فاسق اپنے فسق کا اعتراف کرتا ہے اور ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہوتا ہے بخلاف بدعتی کے۔"جب فاسق فی العمل کے پیچھے نماز مکروہ تو فاسق فی العقیدہ کی اقتداء کس طرح جائز ہوگی: یکرہ تقدیم الفاسق کراھۃ تحریمۃ وعند مالک لا یجوز تقدیمہٗ ملخص ـ"فاسق کا مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے اور امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کا مقدم کرنا جائز نہیں۔" امداد الفتاح میں ہے: کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہٖ بالدین فتجب اھانتہٗ شرعافلا یعظم بتقدیمہٖ للامامۃ و اذا تعذر منعہٗ ینتقل الی غیر مسجدہٖ للجمعۃ وغیرھا ـ "فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا شرعاً اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لئے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں۔اور جب امامت کے لئے اس کا منع کرنا متعذر ہو تو جمعہ اور دیگر نمازوں کے لئے دوسری مسجد میں چلا جائے۔" خلاصہ یہ ہے کہ اگر امام باعتبار عقیدہ وہابی ہے یا دیوبندی ہے، جس کا کام اہانتِ رسول اور جس کا مسلک تنقیص شان اولیائے اُمت و بزرگانِ طریقت ہے تو ایسے امام کے پیچھے ہرگز نماز نہ پڑھنی چاہیے اس لئے کہ من شذعن جمھور اھل الفقہ والعلم والسواد الاعظم فقد شذ فیما یدخلہٗ النار "جو شخص جمہور اہل فقہ وعلم اور سواد اعظم سے الگ ہوا تو تحقیق کہ وہ جہنم میں داخل ہوا۔" عظمت مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے منکر کی تحقیر وتذلیل واہانت ہم پر ضروری ہے اور امام بنانے میں اس کی عظمت وعزت یقینی طور پر ہوتی ہے۔اس لئے ایسے امام کو معزول کرنا مسلمانوں پر ضروری، ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔حدیث شریف میں ہے: من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہٖ ومن لم یستطع فبلسانہٖ ومن لم یستطع فبقلبہ وذالک اضعف الایمان ـ"ترجمہ: جو کسی ناجائز بات کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روکے اگر اس کی بھی طاقت نہیں رکھتا ہے تو زبان سے منع کرے اگر اس کی بھی طاقت نہیں تو دل سے برا جانے یہ ایمان کا کمزور حصہ ہے۔" جس طرح بھی ممکن ہو، بدمذہب وبدعقیدہ امام کو منصب امامت سے الگ کرنا واجب وضروری۔مسئلہ میلاد وقیام وفاتحہ پر ہمارے علمائے اہل سنّت واکابرین ملت کی ضخیم ومستند کتابیں موجود ہیں، اسے مطالعہ کیجئے یہ سب چیزیں باعث اجر عظیم وفضل عمیم وموجب خیرات وحسنات وبرکات ہیں۔وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۶/۸/۱۹۷۳ء

استفتاء ۲۳

مسئلہ: مکرمی و معظمی جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ، سلطان گنج پٹنہ، دام ظلکم العالی!

(۱) ہم لوگوں کے یہاں بریلوی و دیوبندی پارٹی کا ایک مناظرہ ہوا۔ بریلوی پارٹی والوں نے ختم مناظرہ کے بعد حضور صلیٰ اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پیش کئے۔

(۲) دیوبندی پارٹی والے اپنے مناظرہ پر نعرہ لگاتے ہوئے خاموش ہو گئے صلوٰۃ وسلام میں شریک نہیں ہوئے۔

(۳) بریلویوں نے عوام کو دکھلایا کہ دیکھو یہی غیر مقلد وہابی ہیں ان سے الگ رہو۔ سلام وکلام مت کرو۔ ان سے شادی وغیرہ بھی بند کر دو۔ نہ ان کے شامل کھاؤ نہ پیو۔ اگر پہلے سے شادی ہوگئی ہو تو لڑکی چھڑالو۔ جس کا اثر عوام پر بہت برا پڑا۔ حتیٰ کہ بہت سی لڑکیاں میکہ روک دی گئیں جس میں سے کئی بالغہ لڑکیاں شش وپنج میں پڑی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ طلاق کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ علمائے کرام کیا فرماتے ہیں، طلاق کی ضرورت نہیں؟ ان لڑکیوں کو بغیر طلاق کے عقد ثانی کرادیا جائے۔

(۴) دیوبند سے فارغ مولوی ہمارے یہاں آئیں تو ہم ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں؟

(۵) کسی شہید یا ولی کے قبرستان پر دونوں ہاتھوں کو جوڑ اور ایک پاؤں پر تڑپتے ہوئے جانا، قبر شریف کو سجدہ کرنا اور ایک سال کا منت مانا ہوا مرغا قبر کے نزدیک ذبح کرنا کہاں تک درست ہے؟

(۶) ہم لوگ بڑے شوق وانتظام کے ساتھ تعزیہ وجھنڈا نصب کرتے ہیں۔ یہ کہاں تک جائز ہے؟

المستفتی: مولوی عبدالمجید، مقام وجے نگر، سرگجہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ!

(۱) جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا اور ہدیہ درود شریف پیش کرنا عبادت ہے اور فرمان خداوندی کی تعمیل کی وجہ سے بارگاہ رسالت میں صلوٰۃ وسلام عرض کرنے والا اجر عظیم وفضل رحیم کا مستحق ہوگا۔ ارشاد ربانی ہے: اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔ "ترجمہ: بیشک اللہ اور اس کے فرشتے نبی علیہ السلام پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب خوب سلام بھیجو۔" اس آیۂ کریمہ میں درود شریف پڑھنے کے لئے زمان ومکان واوقات کی کوئی قید نہیں۔ ہر وقت نذرانہ عقیدت پیش کر سکتا ہے۔

(۲) جو لوگ صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کی مخالفت کرتے ہیں وہ سخت جاہل، بدعقیدہ وگمراہ ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کے قلم وزبان سے عداوت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہو چکی ہے۔ یہ جماعت عظمت رسالت کی مخالف ہے کسر شان رسالت کرنا ان کا

شعار ہے۔ رسول کو اپنے سے بہتر و برتر و پیشوا سمجھنے کی بجائے اپنے جیسا بشر اور بڑے بھائی جیسا تصور کرتے ہیں العیاذ باللہ تعالیٰ!

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ نبی کی توہین انسان کو دائرۂ اسلام سے خارج کرکے حد کفر میں پہنچادیتی ہے۔ بریلوی مولویوں نے جو کچھ کہا وہ صحیح و درست ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ. ”سچے ایمان والوں کی یہ شان نہیں کہ وہ اللہ ورسول کے دشمنوں سے دوستی کریں اگرچہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔“ جہاں تک شرعی مسئلہ کا تعلق ہے، اس کے پیش نظر بدعقیدہ گمراہ دشمن رسول سے سنی صحیح العقیدہ لڑکی کی شادی جائز نہیں۔ اگر شادی ہو چکی ہے تو اس سے علیحدگی اختیار کرے اور بہتر یہ ہے کہ کسی سنی عالم سے کہہ کر فسخ نکاح کا اعلان کردے اور عدت گذار کر دوسری شادی کرلے۔ اگر کوئی ایسا متبحر عالم نہ ملے تو دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار میں فسخ نکاح کے لئے تفصیلی درخواست پیش کرے اور گمراہ شوہر کی بدعقیدگی کے ثبوت میں دیندار مسلمانوں کی شہادت وتصدیق پیش کرے۔ قاضی شرع بعد تحقیقات اس کا نکاح فسخ کرکے دوسری شادی کی اجازت دیں گے۔

(۴) دیوبندی وہابی کے پیچھے نماز جائز نہیں، اسلئے اس کی بدعقیدگی اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ ان کی اقتدا شرعا درست نہیں۔

(۵) کسی ولی بزرگ وشہید کے مزار پر اس طرح حاضر ہونا شرعا جائز نہیں۔ سوال میں جو صورت بیان کی گئی ہے اس صورت سے مزار پر جانا اور سر عاچڑھانا حرام اور اس کا کرنے والا سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔

(۶) تعزیہ جھنڈا جس ہیئت کذائیہ کے ساتھ مروج ہے وہ شرعا جائز نہیں۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ ہاں مظلوم کربلا رضی اللہ عنہ کی یادگار منانا، ایصال ثواب کرنا، فقرا ومساکین کو کھانا کھلانا، قرآن خوانی کرنا، واقعات کربلا پڑھنا وسننا جائز ودرست وموجب اجر عظیم ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱-۴-۷۵ء

استفتاء [۲۴]

مسئلہ: قاضی ادارۂ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ-۶ (بہار)

کیا فرماتے ہیں علماء دین پیشوائے شرع متین مندرجہ ذیل میں

(۱) دیوبندی تبلیغی جماعت کے لوگ عدالت میں جا کر کہتے ہیں کہ ہم حنفی سنی ہیں۔ آپ تحریر فرمائیں کہ ان سے حنفی سنی بننے کی کس طرح شرط لکھوائی جائے تاکہ یہ آئندہ پلٹا نہ کھا سکیں اور تبلیغی جماعت دیوبند نے اپنی ایک جماعت کا نام اصلاحی جماعت رکھا ہے اور اسے عام کیا جارہا ہے۔ خلاصہ جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: متولی صدر مسجد جماعت المسلمین، پوسٹ ڈڈواڑا، کوٹہ، راجستھان

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــ!

تبلیغی جماعت والوں کے عقائد بالکل وہی ہیں جو دیوبندیوں اور وہابیوں کے ہیں۔ چونکہ وہابیوں پر علمائے حرمین شریفین نے ان کے عقائد باطلہ وخیالات فاسدہ کی بنا پر کفر کا فتویٰ دے دیا ہے اور اس طرح وہ عام سنی صحیح العقیدہ مسلمان کی نگاہ میں معتوب قرار پاچکے ہیں اور اب وہ وہابی بن کر اہلسنت وجماعت کے دین وعقائد پر ڈاکہ نہیں ڈال سکتے اس لئے انہوں نے اپنا نام وبھیس بدل کر دین کی تبلیغ کے نام پر صحیح العقیدہ مسلمانوں کے عقائد کو خراب کرنے کا خواب دیکھا ہے۔ مسلمانوں کو ایسی جماعت سے ہوشیار رہنا چاہیے۔ وہ اپنے کو سنی حنفی کہہ کر مسلمانوں کو فریب بھی دیتے ہیں۔ انہوں نے اپنے کو اس طرح چھپا رکھا ہے کہ آسانی سے ان کی حقیقت معلوم نہیں ہوسکتی۔ ان کی جماعت میں کچھ دنوں تک رہنے کے بعد ہی حقیقت منکشف ہوتی ہے۔ اس کے لئے علامہ ارشد القادری کی تصنیف "تبلیغی جماعت" نامی کتاب کا مطالعہ کیجئے۔ اصلاحی جماعت بھی وہی ہے۔ عقائد سب کے ایک ہیں، نام بدل بدل کر یہ لوگ بھولے بھالے سنیوں کو فریب دیتے ہیں۔ آپ ان سے لکھوایئے کہ اگر تم حنفی سنی ہو اور تم کو ہمارے مسلک اور اعتقاد سے اتفاق ہے تو حفظ الایمان، تقویۃ الایمان، تحذیر الناس، صراط مستقیم وغیرہ کتابوں اور ان کے مصنفین مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد انبیٹھی کے بارے میں اور ان میں جو باتیں جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف لکھی ہیں، ان کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ ایسے لوگوں کے متعلق تمہارا کیا فتویٰ ہے؟ جو یہ کہے کہ رسول ہماری طرح بشر ہیں، رسول مٹی میں مل گئے، رسول کا خیال نماز میں آجائے تو نماز باطل ہوجاتی ہے، رسول کو علم غیب تو تھا نہیں اگر بعض تھا تو اس میں ان کی کیا تخصیص ایسا علم ہر صبی ومجنون پاگل وبہائم کو حاصل ہے وغیرہ ذالک نعوذ باللہ من ذالک۔ فاتحہ، نیاز، میلاد، قیام وسلام کو جائز کہتے ہو یا ناجائز۔ اگر ناجائز کہتے ہو تو کیا دلیل ہے؟ ان کے پاس ان امور کو ناجائز سمجھنے کی کوئی دلیل نہ ہوگی۔ ان سے حلفیہ لکھوایئے

کہ ہم سنی صحیح العقیدہ ہیں اور وہابی و دیوبندی کے عقائد و خیالات شرعاً غلط ہیں اور نبی کی توہین کرنے والے کافر ہیں۔ وھوتعالیٰ اعلم
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۳-۳-۷۶ء

استفتاء[۲۵]

مسئلہ: قاضی ادارۂ شرعیہ، سلطان گنج، پٹنہ-۶ (بہار)

کیا فرماتے ہیں علماء دین پیشوائے شرع متین ذیل میں

(۱) کیا تبلیغی جماعت اور دیوبندی عقیدے والی جماعت اہلسنّت و جماعت کی مسجدوں میں اعتکاف میں بیٹھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) کیا تبلیغی الیاسی جماعت والے کتنے آدمی ایک ساتھ اعتکاف میں بیٹھ سکتے ہیں اور کیا اعتکاف میں بیٹھنے والے حضرات تقریر بھی کر سکتے ہیں یا نہیں؟

(۳) اعتکاف کتنی قسم کا ہوتا ہے اور کتنے دن تک کا ہوتا ہے اور کون سے مہینے میں اعتکاف کرنا چاہیے اور کیا اللہ و رسول پر بہتان باندھنے والا بزرگان دین کی تعظیم کو شرک و بدعت بتلانے والا اہلسنّت و جماعت کے نزدیک اعتکاف کرنے کا مستحق ہے یا نہیں؟ خلاصہ جواب مرحمت فرمائیں۔

(۴) تبلیغی جماعت دیوبند کے افراد کہتے ہیں کہ ہم نفلی اعتکاف کی نیت سے مسجد میں بیٹھتے، اٹھتے، کھاتے، پیتے، سوتے، لیٹتے ہیں اور یہ لوگ باہر کے نہیں ہیں بلکہ اسی بستی کے ہیں اور جب یہ لوگ اعتکاف میں بیٹھتے ہیں تو دوسرے لوگوں کو بلوا کر مسجد میں اجتماع کی صورت میں تقریریں کرتے ہیں اور تبلیغ دیوبند کے عقیدے سے تعلق رکھنے والی کتاب جو اپنی بغل میں ساتھ لے کر آتے ہیں، پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ کیا ان کا ایسا کرنا جائز ہے یا ناجائز ہے؟

(۵) حرمین شریفین سے جو ان لوگوں پر کفر کے فتوے لگے ہوئے ہیں کیا اس کے باوجود ان کو مسلمان ہی مانا جائے گا یا کیا؟ ٹھوس اقدام کے ساتھ فتویٰ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: متولی صدر مسجد جماعت المسلمین، پوسٹ ڈوواڑا، کوٹہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ !

(۱) عقائد باطلہ و خیالات فاسدہ کی بنا پر اس جماعت کو اہل سنت و جماعت سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ لوگ میری جماعت سے

خارج ہیں۔ لہٰذا ان کو ہماری مسجدوں میں اعتکاف کرنے، صحیح العقیدہ سنی مسلمانوں کو تبلیغی نصاب کتاب سنانے کا کوئی حق نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ لوگ دین کا لبادہ اوڑھ کر غلط عقیدہ کی ترویج واشاعت کرتے ہیں۔

(۲) ان لوگوں کا مسجد میں اعتکاف کی نیت سے بیٹھنا خلوص پر مبنی نہیں ہے بلکہ وہ صرف اپنی جماعت میں لوگوں کو شامل کرنے اور اپنے مسلک کو خفیہ طور پر رائج کرنے کی نیت سے ایسا کرتے ہیں۔ اصل مقصد ہدایت و اصلاح نہیں۔ لہٰذا یہ تنہا بیٹھیں یا جماعت کے ساتھ اعتکاف کریں اور لوگوں کو اپنی بغلی کتاب سنائیں اور تقریریں کریں، کسی طرح ان کو مسجد میں قیام کرنے، کھانے پینے اور سونے کی اجازت نہیں دینی چاہیے۔ ان لوگوں کو تو خود ہی دین وشریعت کے احکام ومسائل معلوم نہیں، یہ دوسروں کو کیا بتائیں گے۔ نہ یہ مولوی عالم ہوتے ہیں، نہ ان کو کتاب وسنت وفقہ کے مسائل معلوم ہوتے ہیں۔ اگر یہ مسئلہ جانتے تو مسجد کو اپنی خوابگاہ نہ بناتے۔

(۳) اعتکاف تین قسم کے ہوتے ہیں۔ واجب یعنی وہ اعتکاف جس کی منت مانی ہو، ۲- سنت مؤکدہ جیسے رمضان شریف کے آخر عشرہ کا اعتکاف، ۳- مستحب وسنت غیر مؤکدہ۔ مسجد میں جو تھوڑی دیر کے لئے اعتکاف کیا جاتا ہے۔ اس کے لئے بھی نیت شرط ہے جب تک مسجد میں رہے گا اعتکاف کا ثواب ملتا رہے گا۔ مسجد سے نکلنے پر اعتکاف ختم ہوجائے گا۔ خدا ورسول کی توہین کرنے والا بدعقیدہ وگمراہ ہے۔ اس کی عبادت عبادت نہیں اس لئے کہ عبادت واعمال خیر کے لئے عقیدہ کی درستگی شرط ہے۔

(۴) مسجد میں جو تھوڑی دیر کے لئے اعتکاف کیا جاتا ہے وہ نفلی مستحب ہی ہوتا ہے۔ مگر اس جماعت کا اصل مقصد اعتکاف نہیں بلکہ لوگوں کو اپنے مسلک کا ہمنوا بنانا ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کو کہا جائے کہ تم اپنے مکان میں بیٹھ کر اجتماع کرو۔ مسجد میں عام مسلمانوں کو فریب نہ دو۔ پہلے اپنے گھر کے لوگوں کی اصلاح کرو جو تم پر ضروری ہے۔ اس کے بعد دوسروں کو تبلیغ کرو۔

(۵) جن لوگوں پر علمائے حرمین نے کفر کا فتویٰ دیا ہے اسے مسلمان کس طرح کہا جائے گا بلکہ ایسے لوگوں کے اجتماع میں شریک ہونا، ان کی باتیں سننا، ان سے میل جول رکھنا شرعاً ممنوع ہے۔ اس لئے کہ گمراہ ہوجانے کا خطرہ ہے۔ عام لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اس جماعت کو کسی دوسری حکومت سے بطور وظیفہ کثیر رقمیں ملتی ہیں جس سے یہ اچھے اچھے کھانے کھاتے اور دور دراز کا سفر کرتے ہیں۔ وھو اعلم بالصواب!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـــتبـــــــــــــــــه

۱۳-۳-۷۶ء

استفتاء ۲۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ
زید نے غصہ کی حالت میں کہا میں دین و دنیا کا مالک ہوں۔ اس بات پر اہل محلہ کی طرف سے سخت گرفت ہے۔ شرعی فیصلہ سے آگاہ کیا جائے۔

المستفتی: تبارک حسین، حمید منزل، ماری پور، مظفر پور

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــ
زید کا مذکورہ جملہ تشریح طلب ہے۔ اس قول سے قائل کا مطلب ومنشاء کیا تھا۔ اگر اس نے تفاخر سے اپنی عظمت کے اظہار کے لئے یہ جملہ کہا تو اسے توبہ کرنا چاہیے اور ساتھ ہی تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی ضروری ہوگا۔ اسلئے کہ دین و دنیا کا مالک خدائے وحدہ لاشریک ہے۔ بندہ کے لئے ایسا کہنا ہرگز جائز نہیں اور اگر اس کے سوا کوئی اور نیت ہو تو اسے ظاہر کرنا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۲-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۲۷

مسئلہ: جناب محترم بزرگان دین متین! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔
(۴) بریلوی عالم کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟
(۵) وہابی عالم کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟
(۱) بریلوی عالم کے معنی کیا ہیں؟
(۲) دیوبندی اور وہابی میں کیا فرق ہے؟
مندرجہ بالا سوال (۴) و (۵) کا جواب ادارۂ شرعیہ بہار سے یوں ارسال ہوا ہے کہ سوال کا کیا مطلب ہے سائل نے واضح طور پر نہیں لکھا ہے۔ مگر سوال سے مراد شاید یہ ہے کہ بریلوی اور وہابی کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عقائد کے اعتبار سے بریلوی کا عقیدہ ٹھیک و درست ہے

اس لئے اس کے پیچھے نماز ہو جائے گی اور وہابی عقیدہ کے اعتبار سے گمراہ اور بد مذہب ہے اس لئے کہ اس نے اپنی کتابوں میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص کی ہے۔ لہٰذا وہابی کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ اگر کوئی پڑھے، گنہگار ہوگا۔

لہٰذا آپ حضرات سے اس امر کی درخواست ہے کہ اس فساد و جھگڑے کو قرآن و حدیث سے تفصیل کے ساتھ سمجھانے کی کوشش گوارہ کریں گے تاکہ آپس کے یہ جھگڑے ختم ہو جائیں اور ہم لوگ سمجھ لیں کہ دیوبندی اور وہابی بریلوی کس کو کہتے ہیں۔

سوال ایک مسجد کے امام کے پیچھے بستی کے ہر فرد بشر اقتدا کرتے ہیں لیکن بستی کی اسلامیہ کمیٹی کے سکریٹری صاحب امام مسجد کے خلاف ہیں اس لئے کہ امام صاحب سکریٹری مذکورہ کو اس امر کی برابر ہدایت کرتے رہتے ہیں کہ آپ اپنے اندر کی برائیوں اور خرابیوں کو دور کریں جس سے آپ کی عزت کو دھبہ لگے گا سکریٹری ہونے کے لحاظ سے پوری قوم کی بے عزتی ہوگی چنانچہ انہیں باتوں کی وجہ سے سکریٹری امام صاحب کے خلاف ہیں۔ لہٰذا اس امام کے پیچھے نماز درست ہوگی یا نہیں اور ایسے سکریٹری کے ذمہ قوم یا جماعت کا کام سپرد کیا جائے یا نہیں؟ خلاصہ تحریر کریں۔

المستفتی: محمد ناظر، مقام و پوسٹ چھورجی، جلپائی گوری

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ !

(۴) بریلوی عالم کی اقتدا میں نماز شرعاً جائز و درست ہے۔

(۵) وہابی عالم کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

(۱) بریلوی عالم کا مطلب یہ ہے جو مسلک اہلسنت و جماعت پر قائم ہو جس کا عقیدہ بزرگان دین و سلف صالحین و علمائے مجتہدین کے عقائد کے مطابق ہو، جو جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو بعطائے الٰہی مالک و مختار سمجھے اور ساری کائنات و جملہ مخلوقات و موجودات سے بزرگ و افضل جانے اور یہ اعتقاد رکھے کہ ان کا مثل و نظیر نہ ہوا ہے نہ ہوگا اور یہ کہ بغیر ان کی محبت و عظمت کے عبادت و طاعت قابل قبول نہیں جو اپنے اہل و عیال جان و مال سے ان کو زیادہ عزیز رکھے جو یہ یقین کرے کہ رسول سے محبت خدا سے محبت ان کی دوستی خدا کی دوستی اور ان سے دشمنی خدا سے دشمنی اور جو یہ کہے کہ ـــ

بمصطفےٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر باو نرسیدی تمام بولہبی ست

بریلوی مولوی وہ جو محمد عربی روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوستوں کو دوست اور ان کے دشمنوں کو دشمن جانے۔ مختصر طور پر

بریلوی کی پہچان کے لئے یہ چند باتیں سپرد قلم کردی گئی ہیں۔

(۲) وہابی کی نسبت عبدالوہاب نجدی کی طرف ہے۔ یہ جماعت اسی کی ماننے والی ہے۔ عرب میں نجد ایک مقام ہے۔ یہ وہی جگہ ہے کہ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم شام ویمن کے لئے دعائے برکت فرمارہے تھے تو کچھ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللّٰہ وفی نجدنا یعنی ہمارے نجد کے لئے بھی دعائے خیر کی جائے۔ لیکن سرکار نے بار بار یمن وشام کے لئے دعائیں کی اور نجد کے لئے نہیں کی۔ پھر لوگوں کے اصرار پر آپ نے فرمایا ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطن۔ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطان کا سینگ یعنی شیطانی گروہ پیدا ہوگا۔ چنانچہ اس فرمان عالیٰ کے مطابق بارہویں صدی میں نجد سے عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا۔ اس نے مسلمانوں اور اہل حرمین شریفین پر جو ظلم وستم کئے اس کی تفصیل اگر دیکھنی ہو تو سیف الجبار اور بوارق محمد یہ وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔ اس کے مختصر کارنامے کو علامہ شامی نے اپنی کتاب ردالمحتار جلد ۳ میں لکھا ہے۔ کما وقع فی زماننا فی اتباع عبدالوھاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون الی الحنابلة لکن ھم اعتقدوا انھم ھم المسلمون وان من خالف اعتقادھم مشرکون واستباحوا بذالک قتل اھل السّنة وقتل علماء ھم حتی کسراللّٰہ شوکتھم وخرب بلادھم وظفربھم عساکر المسلمین عام ثلث وثلثین ومائتین والف. ”یعنی جیسا کہ ہمارے زمانہ میں ابن عبدالوہاب کے ماننے والوں کا واقعہ ہوا کہ یہ لوگ نجد سے نکلے مکہ ومدینہ پر غلبہ کیا۔ وہ اپنے کو حنبلی عقیدے کے کہتے تھے لیکن وہ صرف اپنے ہی کو مسلمان جانتے تھے اور جو ان کے عقیدے کا نہ تھا اسے مشرک سمجھتے تھے۔ انہوں نے اہلسنّت وجماعت اور ان کے علماء کو قتل کیا۔ آخر خدائے قہار وجبار نے اس کی شوکت کو توڑ ڈالا اور ان کے شہروں کو ویران کر دیا اور ۱۲۳۳ھ میں مسلمانوں کو ان پر فتح دی۔“

اسی عبدالوہاب نجدی کی کتاب التوحید کا ترجمہ مولوی اسماعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان کے نام سے کیا جس سے ہندوستان میں وہابیت کی اشاعت ہوئی۔ اسماعیل دہلوی کو سرحدی پٹھانوں نے اس کتاب تقویۃ الایمان لکھنے کی بنا پر مار ڈالا جس کو اس کے ماننے والے شہید کہتے ہیں۔ وہابیوں کا عقیدہ ملاحظہ ہو۔ اگرچہ جو کچھ ان دشمنان ملت نے لکھا اسے سپرد قلم کرنے کی ایمان اجازت نہیں دیتا مگر آپ نے دریافت کیا ہے تو چند عقیدے سنئے — (۱) خدا جھوٹ بول سکتا ہے (نعوذ باللہ) (براہین قاطعہ)، (۲) اللہ کی یہ شان ہے کہ جب چاہے غیب دریافت کرلے کسی نبی، ولی، جن، فرشتے، بھوت کو اللہ نے یہ طاقت نہیں دی (تقویۃ الایمان)، (۳) اعمال میں بظاہر امتی نبی کے برابر ہوجاتے ہیں بلکہ بڑھ بھی جاتے ہیں (تحذیر الناس)، (۴) حضور کا مثل ونظیر ممکن ہے۔ حضور کو بھائی کہنا جائز ہے کیوں کہ آپ بھی انسان ہیں (براہین قاطعہ)، شیطان اور ملک الموت کا علم حضور کے علم سے زیادہ ہے (براہین قاطعہ)، نماز میں حضور کا خیال آنا اپنے گدھے اور بیل کے خیال میں ڈوب جانے سے بدتر ہے (صراط مستقیم)۔ استغفر اللہ العظیم۔ اگر ان کے عقائد باطلہ کی تفصیل لکھی جائے تو دفتر ہو جائے بطور نمونہ پیش کئے گئے۔ بظاہر جو فاتحہ، ایصال ثواب، میلاد وقیام وسلام یارسول اللہ کہنے کو شرک وبدعت سمجھے۔ وہابی و دیوبندی عقائد کے اعتبار سے تقریباً

ایک ہی ہیں قدرے فرق ہے۔

(۴) اس امام کے پیچھے نماز درست ہے بشرطیکہ امام عقیدہ واعمال کے اعتبار سے مستحق امامت ہو۔ایسے سکریٹری کو سمجھایا جائے۔اگر نہ مانئے تو اس عہدہ سے اسے برطرف کرکے دوسرے کو سکریٹری بنایا جائے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۴-۷-۷۷ء

استفتاء ۲۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنے پیر صاحب کو خدا کہا تو ایک انسان کو خدا کہنا کس قدر جائز یا ناجائز ہے۔

المستفتی: محمد عبداللطیف، انتھرو پولوٹیکل سروے آف انڈیا، انڈیا گورنمنٹ، ۲، امین اسٹریٹ کلکتہ ۱۶

۹۴/۸۶/۷

الجواب!

نعوذ باللہ من شرور انفسنا خدائے عزوجل کے علاوہ کسی بزرگ وولی یا انبیاء ومرسلین علیہم التحیۃ والتسلیم کو خدا کہنا یا خدا کا شریک سمجھنا صریح کفر ہے۔ایسا کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہوگیا۔اسے تجدید ایمان وتجدید نکاح کرنا ضروری ہے۔جب تک وہ توبہ کرکے پھر سے اسلام قبول نہ کرے اور اگر شادی شدہ ہے تو دوبارہ نکاح نہ کرے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے شخص سے سلام کلام، میل جول قطعی طور پر ترک کردیں قرآن حکیم میں ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔ ”ترجمہ: اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے، پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔(ترجمہ کنزالایمان) وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳/۱۲/۷۸ء

كتابُ الطهارة

☆ بابُ العامّة۔ 159

استفتاء ۲۹

مسئلہ: حضور مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ، پٹنہ! درج ذیل سوال کا جواب جلد دیکر نوازیں:
جامع مسجد کے صحن میں کنواں ہے۔ اس میں سے چڑیا کا اندرونی جسم، یعنی اس پر پَر اور کھال نہیں تھی، اسی حال میں برآمد ہوا ہے اور یہ خبر نہیں کہ چڑیا باہر سے بیٹھ کر گری ہے یا اندر پھول کر بیٹھی تھی۔ اس حالت میں کنویں کو پاک کرنے کی کیا صورت ہوگی۔ فی الوقت اس کنویں میں سے چالیس ڈول پانی نکال کر وضو کر کے نماز پڑھی جارہی ہے۔ کیا اس طرح وہ پاک ہوگیا؟ اگر نہیں تو اس سے جو وضو کیا گیا اور نمازیں پڑھی گئیں، وہ ادا ہوئیں یا نہیں؟

المستفتی: عبدالقادر اشرفی، میسور اسٹیٹ
یکم رجب ۹۰ھ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــ وهو الموفق للصواب ــــــــ !

جب چڑیا کنویں سے اس حال میں برآمد ہوئی کہ اس کے پَر اور اس کی کھال سڑ کر، الگ ہو چکی تھی تو ایسی صورت میں کنواں کا پورا پانی نکالنے سے وہ پاک ہوگا۔ شرح وقایہ میں ہے: **بئر وقع فیها نجس او مات فیها حیوان و انتفخ او تفسخ او مات آدمی او شاة او کلب ینزح کل مائها ان امکن و الا فقدر مافیها** یعنی کنویں میں کوئی نجاست گر جائے یا کوئی آدمی مر جائے اور پھول جائے یا پھٹ جائے یا آدمی یا بکری یا کتا مر جائے تو کل پانی نکالا جائے۔ اگر پانی نکالنا ممکن نہ ہو تو اندازہ لگایا جائے کہ وہ کتنا گہرا ہے اور اس میں کتنے ڈول پانی ہوں گے۔ اتنے ہی ڈول نکالا جائے۔ یا پانی کو ناپ لیا جائے پھر دو چار آدمی مل کر نکالنا شروع کر دیں پھر دیکھیں کہ ایک گھنٹہ میں کتنا پانی نکلا۔ پھر ناپ کر اسی اندازے سے پانی نکالا جائے، کنواں پاک ہو جائے گا۔ اس پانی سے اب تک جتنی نمازیں پڑھی گئیں انہیں لوٹانا ہوگا۔ اگر گرنے کا وقت نہیں معلوم تو تین دن پہلے کی نماز بھی لوٹائی جائے گی۔ وهو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۰/۹/۷۰ء

استفتاء ۳۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
آج کل عام لوگ وضو کے دوران مسح کرتے وقت، دونوں ہاتھوں کو تَر کر کے، چوم کر، سر پر پھیر لیتے ہیں، کیا ایسے مسح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ مسح کا صحیح طریقہ لکھیں۔ **بینوا و توجروا!**

المستفتی: خلیل احمد، جمیل میڈیکل اسٹور، جہانیاں، ضلع ملتان (پاکستان)

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ــــــــــ!

صورتِ مستفسرہ میں، وضو میں سر کا مسح کرتے وقت جو عام لوگ ہاتھوں کو تَر کر کے چوم لیتے ہیں، یہ فعل عبث اور جہالت پر مبنی ہے۔ شریعت مطہرہ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ کہیں اس کا تذکرہ موجود۔ یہ سراسر جہالت وحماقت ہے۔ مسح کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کو پانی سے تَر کر کے دونوں ہاتھوں کے نیچے کی تین تین انگلیوں کے سرے کو ملائے اور انگوٹھا و شہادت کی انگلی کو الگ کئے رہے۔ پھر پیشانی کے اوپر سے پیچھے کی جانب لے جائے اور دونوں ہتھیلیوں کو سر سے نہ ملائے۔ پھر پیچھے سے دونوں ہتھیلیوں کو، دونوں کنپٹیوں کی طرف ملاتے ہوئے آگے کی طرف لائے، اس کے بعد دونوں انگوٹھوں سے، دونوں کانوں کے اوپری حصہ کا مسح کرے اور شہادت کی انگلی سے، کان کے اندر والے حصہ کا مسح کرے۔ یہ طریقہ اچھا اور بہتر ہے۔ ویسے اگر ایک ہی ہاتھ کو تَر کر کے ہتھیلی کے ساتھ، سر پر پھیر لے گا جب بھی فرض ادا ہو جائے گا اور وضو پورا ہو جائے گا اس لئے کہ صرف چوتھائی حصہ، سر کا مسح ضروری ہے۔ اس لئے چوتھائی سر کا مسح جیسے بھی کر لے گا۔ وضو پورا ہو جائے گا۔ **وھو اعلم وعلمہٗ مجدہٗ اتم۔**

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۴/۱/۱۷ء

کتابُ الصلوٰۃ

☆ باب العامّۃ۔ 162

☆ باب المساجد۔ 175

☆ باب الإمامۃ۔ 210

☆ باب الاذان والإقامۃوالتثویب۔ 296

☆ باب مکبرالصوت۔ 311

☆ باب القرأۃ۔ 320

☆ باب التراویح النوافل۔ 324

☆ باب الجمعۃ۔ 335

☆ باب العیدین۔ 360

استفتاء[31]

مسئلہ: حضرت مفتی اعظم صاحب ادارۂ شرعیہ پٹنہ کی خدمت اقدس میں استفتاء از سید افضل شاہ، کاٹھمنڈو
بعض آدمیوں کے پاجامے حالت نماز میں ٹخنے سے نیچے ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ پاجامہ کے نیچے حصہ کو کچھ موڑ لیتے ہیں تا کہ ٹخنہ کھل جائے یا پھر اس کو ازار بند میں گھرس لیتا ہے۔ زید کہتا ہے کہ پائجامے کو ٹخنہ سے نیچا نہیں پہننا چاہیے۔ چاہے نماز میں ہو یا غیر نماز میں، لیکن اگر ایسا ہو گیا تو اس کو موڑنا یا گھرسنا نہیں چاہئے کیونکہ ایسا کرنا نیچا رہنے سے زیادہ برا ہے۔ کیا زید کا قول صحیح ہے؟ کیا اس طرح نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ وباللّٰہ التوفیــــــــــق!

صورت مسئولہ میں ٹخنہ سے نیچا ازار پہننا ہر حالت میں ناجائز ہے اور حالت نماز میں زیادہ اشد واقبح جب کہ تکبر وغرور کی نیت سے پہنے۔ اگر اتفاقی طور پر ازار نیچے سرک گیا تو قابل مواخذہ نہیں۔ حدیث شریف میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے (مروی) ہے، ان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا ینظر اللہ یوم القیامۃ الی من جر ازارہٗ بطراً (مشکوۃ شریف) ''ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنا ازار اتراتے ہوئے لٹکائے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔'' دوسری حدیث جو ابن عمر رضی اللہ عنہ سے (مروی) ہے: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ (متفق علیہ) ''نبی کریم علیہ التحیۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص تکبر سے کپڑا گھسیٹ کر پہنے قیامت کے دن اللہ رب العزت اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔'' عن ابن عمر قال مررت برسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفی ازاری استرخاء فقال یا عبداللہ ارفع ازارک فرفعتہ ثم قال زد فزدت الخ۔ (رواہ مسلم) ''حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرا دراں حالیکہ میرا ازار نیچے کی جانب لٹک رہا تھا تو آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عبداللہ! اپنا ازار اوپر اٹھالو تو میں نے اوپر اٹھالیا پھر فرمایا تھوڑا اور تو میں نے اور اٹھالیا الخ۔'' حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق حدیث میں یہ واقعہ موجود ہے۔ آپ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ازاری یسترخی فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انک لست ممن یفعلہ خیلاء (رواہ البخاری) ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا ازار نیچے لٹکتا رہتا ہے تو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (اے ابوبکر رضی اللہ عنہ) تم ان میں سے نہیں جو تکبر اور غرور سے پہنتے ہیں۔'' ان احادیث شریفہ سے معلوم ہوا کہ تکبر وتجبر وخیلاء کی بنا پر نا جائز ومکروہ تحریمی ہے ورنہ تنزیہی۔ جیسا کہ حضرت صدیق سے فرمایا گیا: انک لست ممن یفعلہ خیلاء یعنی تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو غرور وتکبر سے پہنتے ہیں اور ازار کا نیچے سے موڑنا یا گھرس لینا بھی کراہیت سے خالی نہیں ہے، لیکن اگر لنگی وتہبند اس قدر لمبی ہو کہ بغیر گھرسے ہوئے چارہ نہ ہو اور چھوٹا کرنا بھی

متعذر رہو تو مجبوراً ایسا کر لینے میں کراہیت تحریمی نہیں۔ وھو اعلم و علمہ جل مجدہٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۹/۷/۷۰ء

استفتاء ۳۲

مسئلہ: محترم المقام حضرت مفتی صاحب قبلہ، سلام و رحمت ابرائے مہربانی مندرجہ ذیل مسائل کے جواب سے ناچیز کو مستفیض فرما کر شکریہ کا موقع دیں، عین نوازش ہوگی۔

(۱) میدان یا گزرگاہ میں سترہ یعنی لکڑی یا کوئی چیز سے آڑ ہو جائے، نمازی اسے مشرق و مغرب رکھے گا یا شمال و جنوب؟ اور "کوئی چیز جس سے آڑ ہو جائے" تو اس میں کون کون سی چیزیں ہیں؟ برائے تسلی کچھ نام لکھ دیں۔

(۲) چھوٹی مسجد یا گھر میں نمازی کی طرف کوئی کپڑا اوڑھے پڑا ہو یا کلام مجید اس کے سامنے رکھا ہو تو نماز مکروہ ہوتی ہے یا جائز؟ اگر جائز ہوتی ہے تو کس طرح؟ واضح کر دیں۔

(۳) مسبوق یعنی بعد میں آکر جماعت میں شامل ہونے والا اگر امام کو حالت رکوع یا قیام یا حالت سجدہ میں پائے تو مسبوق نیت باندھ کر اسی تکبیر تحریمہ سے رکوع یا سجدے میں شریک ہو جائے۔ یہاں "نیت باندھ کر" کا مطلب کیا ہے؟ جس وقت کی نماز ہو اس کی نیت کرے یا بغیر نیت کئے شریک ہو جائے۔ اگر امام قرأت میں مشغول ہو تو مسبوق نیت پڑھ کر نیت باندھ لے یا بغیر نیت پڑھے ہوئے۔ بینوا و توجروا۔

المستفتی: قاری عباد الرحمٰن، پریار پور، ۸/۷ نمبر سالیہ باغ کوئیلری، پوسٹ: گرمٹ، بردوان

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ـــــــ!

(۱) صورت مستفسرہ میں، میدان یا گزرگاہ میں جہاں لوگوں کی آمد و رفت کا اندیشہ ہو، سترہ قائم کر لینا مستحب ہے۔ سترہ کم از کم ایک ہاتھ اونچا اور انگلی کے برابر موٹا ہو، سترہ، مصلی کے دائیں یا بائیں بھوں کے سامنے ہو۔ جو چیز بھی اونچائی میں ایک ہاتھ ہو وہ سترہ کا کام دے سکتی ہے۔ جیسے لکڑی، عصا، نیزہ، تلوار، درخت، جانور، آدمی، تکیہ، کتاب وغیرہ۔ سترہ کو زمین پر گاڑ دینا چاہئے۔ اگر نصب کرنا ممکن نہ ہو تو مشرق و مغرب لمبائی میں رکھ دے۔ (درّ مختار)

(۲) مصلّی کے آگے اگر کوئی کپڑا اوڑھے پڑا ہو تو اس کے پیچھے نماز جائز ہوگی۔ ہاں مصلّی کی طرف اس کا منہ نہ ہونا چاہیے۔ اور قرآن پاک اگر مصلّی کے سامنے ہو جب بھی نماز جائز ہوگی مگر بالکل پیشانی کے سامنے نہیں ہونا چاہیے بلکہ کچھ دائیں

بائیں ہو۔ نماز کے جائز ہونے میں تو کلام نہیں۔ لیکن بظاہر دیکھنے والا کہیں یہ نہ سمجھ لے کہ قرآن پاک کو سجدہ کر رہا ہے، اس لئے بالکل سامنے ہونے میں کراہت تنزیہی ہے۔

(۳) مسبوق اگر امام کو قیام یا رکوع یا سجود میں پائے تو نیت کرکے تکبیر تحریمہ کہے پھر دوسری تکبیر کہہ کر رکوع یا سجود میں جائے۔ (عالمگیری) اگر صرف تکبیر تحریمہ ہی کہہ کر رکوع یا سجدہ میں جائے گا تو نماز نہ ہوگی۔ پہلے تحریمہ کی تکبیر الگ اور رکوع وسجدہ کی تکبیر الگ کہنی ہوگی۔ امام جس حال میں بھی ہو اگر وہ قرأت میں مشغول ہے یا رکوع وسجدہ کی حالت میں ہے۔ بہرحال مسبوق کو نیت کرکے ہی شامل ہونا چاہیے۔ بغیر نیت کئے شامل ہوگا تو نماز نہ ہوگی۔ **وھو اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔**

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۸/۱/۱۷ء

استفتاء ۳۴

مسئلہ : حضرت مفتی صاحب سلام مسنون۔۔۔ ضلع بردوان میں بنام اوکھڑا، مع مسجد قدیمی گاؤں ہے۔ مسجد سے 2½ فرلانگ پر، چھوٹا سا روز مرّہ کا ایک بازار ہے اور بازار سے دوسری جانب تقریباً ایک فرلانگ پر محلہ شفیق نگر اور متصل ہی ریلوے اسٹیشن بھی ہے۔ شفیق نگر اور بازار سے قریب کئی کوئیلریاں بھی ہیں۔ اب چونکہ اوکھڑا گاؤں کے علاوہ مذکورہ جگہوں میں کہیں مسجد نہیں ہے اس لئے ہر چہار طرف کے لوگ نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے، دوری گوارہ کرتے ہوئے گاؤں کی مسجد میں جمع ہوتے ہیں پنجگانہ نماز کے لئے بازار یا کوئیلریوں کے کوئی آدمی دوری کے باعث مسجد میں نہیں جاتے ہیں، پنجگانہ اپنے اپنے مکانوں اور دوکانوں میں ادا کر لیتے ہیں اس کے علاوہ ایک صاحب یعنی شاہ محمد صاحب کے باہری برآمدے میں اچھی خاصی جماعت سے نماز بازار میں ہوتی ہے۔ مگر بغیر آذان کے اس لئے کہ مکان مالک کی اجازت نہیں ہے اور لوگ ان کی مرضی کے خلاف نہیں کر سکتے ہیں۔ ان تکالیف کو مدنظر رکھتے ہوئے محلہ شفیق نگر میں ایک مسجد کے قیام کی ضرورت محسوس کی جارہی ہے تاکہ کوئیلریوں اور بازار کے لوگوں کو نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرنے کا موقع مل سکے۔ از روئے شرع یہ جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ گاؤں 3½ فرلانگ پر ہے۔

نوٹ : اوکھڑا گاؤں میں وہاں کے چند لوگ شفیق نگر میں مسجد کے قیام سے اختلاف کرتے ہیں کہ گاؤں کی مسجد ویران ہو جائے گی۔ حالاں کہ گاؤں کی مسجد میں جمعہ کے علاوہ، پنجگانہ ادا کرنے کے لئے بازار

یا کوئیلری سے کوئی آدمی جاتے نہیں۔ جواب مدلل دیں۔

المستفتی: سلیم اختر، نسیم احمد ٹیلر ماسٹر، بیولوک ٹیلرس، سنیما روڈ، اوکھڑا، ضلع بردوان، ویسٹ بنگال
۱۴/۲/۷۱ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــ وھوالموفق للصوابــــــــ !

حالات وضرورت کے پیش نظر، دوسری مسجد نماز پنجگانہ کے لئے تعمیر کرنے میں شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ جب کہ بازار اور کوئیلری کے لوگوں کو نماز پنجگانہ کے لئے قدیمی مسجد میں جانا دشوار اور تکلیف دہ ہے تو قریب میں دوسری مسجد بنا سکتے ہیں جہاں پنجگانہ نمازیں پڑھ سکیں اور جمعہ کے لئے جس طرح قدیمی مسجد میں جاتے ہیں، جایا کریں تاکہ قدیمی مسجد بھی آباد رہے اور کثرت جماعت سے شوکت اسلامی کا مظاہرہ ہو اور نمازیوں کو ثواب عظیم بھی ملے۔ درمختار میں ہے: **لاھل المحلة جعل مسجدین واحد اوعسکه لصلاة لا لدرس او ذکر** اشباہ میں ہے: **لاھل المحله جعل المسجدالواحد مسجدینوالاولیٰ ان یکون لکل طائفة مؤذن الخ**۔ لہٰذا دوسری مسجد بنانے میں، جب کہ پہلی مسجد کے ویران ہونے کا اندیشہ نہ ہو، کوئی مضائقہ نہیں اور یہاں ضرورت داعی ہے۔ اس لئے دوسری مسجد بنانا شرعاً جائز ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ٦
کتبہ

۶/۳/۷۱ء

استفتاء ۳۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

بعد نماز اگر جانب شمال ہو کر دعا کی جائے تو حکم شرع کے خلاف تو نہیں۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ہر نماز کے بعد شمال کی طرف پھر کر دعا کرنا ناجائز ہے۔ اس لئے گزارش ہے کہ یہ بتائیں کہ آخر شمال کی طرف پھر کر دعا کیوں کرتے ہیں اور اس کا ثبوت کیا ہے؟ اور اس کا فائدہ کیا ہے؟ جواب بحوالہ تحریر فرمائیں اور بتائیں کہ جو لوگ اسے ناجائز کہتے ہیں ان کے متعلق حکم شرعی کیا ہے؟

المستفتی: محمد اصدق، بانکورا
۸/۷/۷۱ء

۷۸۶/۹۲

الجوابــــــــ وھوالموفق للصوابــــــــ !

صورت مسئولہ میں، بعد سلام طریقہ دعا کا یہ ہے کہ امام داہنے یا بائیں انحراف کرے اور داہنی کی طرف پھرنا افضل ہے۔

نیز مقتدیوں کی طرف بھی منہ کر کے دعا مانگ سکتا ہے۔اس سلسلہ میں چند احادیث کریمہ کے مفہوم کو ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ عن سمرة بن جندب قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا صلی اقبل علینا بوجھہ۔(رواہ البخاری) یعنی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب نماز پڑھ لیتے تو رُخ انور ہماری طرف کر لیتے۔عن انس قال کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ینصرف عن یمینہ (رواہ مسلم)''حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب پھرتے تھے۔''عن عبداللہ بن مسعود قال لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلاتہ یریٰ ان حقا علیہ ان لاینصرف الا عن یمینہٖ لقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کثیرا ینصرف عن یسارہٖ (متفق علیہ)

''حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی ذات کو شیطان کا جزنہ بنادے اور یہ نہ گمان کرے کہ نماز کے بعد دائیں طرف ہی پھرا جاتا ہے میں نے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں جانب پھرتے بھی دیکھا ہے۔'' وعن البراء قال کنا اذا صلینا خلف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم احببنا ان نکون عن یمینہٖ یقبل علینا بوجھہ.

''حضرت براء سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ ہم لوگ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں نماز پڑھتے تو ہم لوگ آپ کی داہنی جانب ہونا پسند کرتے تھے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور ہماری طرف ہو۔'' ترمذی نے اس کے متعلق ایک خاص باب ہی لکھا ہے: باب ماجاء فی الانصراف عن یمینہ وعن یسارہٖ'' اسی میں ہے: عن قبیصة عن ابیہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یؤمنا فینصرف علی جانبیہ جمیعا علی یمینہٖ وعلی شمالہٖ. قال ابو عیسیٰ حدیث ھلب حدیث حسن والعمل علیہ عند اھل العلم انہٗ ینصرف علی ای جھة شاء ان شاء عن یمینہٖ وان شاء عن یسارہٖ، وقد صح الامران عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. ویروی عن علی بن ابی طالب انہٗ قال ان کان حاجتہٗ عن یمینہٖ اخذ عن یمینہٖ وان کان حاجتہٗ عن یسارہ اخذ عن یسارہٖ. قال علی القاری فان استوی الجانبان فینصرف الی ای جانب شاء والیمین اولیٰ لانہٗ صلی اللہ علیہ وسلم یحب التیمن فی کل شیئی.

ترجمہ: قبیصہ نے اپنے والد سے روایت کیا انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے تھے تو ہمیشہ دونوں جانب یعنی دائیں اور بائیں رخ انور پھیرتے تھے۔ابوعیسیٰ نے کہا ھلب کی حدیث حسن ہے اور اہل علم کا اسی پر عمل ہے کہ جس طرف چاہے چہرہ پھیرے اگر چاہے تو دائیں جانب یا بائیں جانب۔اور دونوں طریقے اللہ کے رسول ﷺ سے مروی ہیں اور روی ہی حضرت علی ابن ابو طالب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا اگر داہنی جانب حاجت ہو تو داہنی جانب رخ کرے اور اگر بائیں جانب حاجت ہو تو بائیں جانب۔ملا علی قاری فرماتے ہیں دونوں جانب برابر ہے جس طرف چاہے چہرہ کرے لیکن داہنی جانب اولیٰ ہے اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز میں داہنی جانب پسند فرماتے تھے۔''

مذکورہ بالا احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیة سے یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہو گیا جان رحمت ولی نعمت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد نماز یمین و یسار سے کسی خاص جہت کو دُعا کے لئے مخصوص و مختص نہیں فرمایا۔کسی موقع پر داہنی سمت متوجہ ہو کر اور کبھی بائیں جانب رخ انور پھیر کر دعا مانگی۔ہاں! داہنی طرف کو افضلیت و فوقیت حاصل ہے لفضل الیمین۔لہٰذا اگر کوئی شخص

داہنی ہی طرف پھرنا ضروری سمجھے اور بائیں کی طرف پھرنا ناجائز تصور کرے تو اس کا یہ خیال باطل وفاسد ہے۔ جو لوگ شمال کی طرف پھر کر دُعا مانگنے کو ناجائز کہتے ہیں وہ غلط کہتے ہیں اور اپنی ناقص رائے کو حدیث شریف کے مقابلے میں ترجیح دیتے ہیں۔
قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ. (سورۂ بقرہ:۱۱۱) "تم فرماؤ لاؤ اپنی دلیل اگر سچے ہو۔" (ترجمہ کنزالایمان) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ
۱۴/۷/۷۱ء

استفتاء ۳۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
زید یہ کہتا ہے کہ بعد نماز جانب جنوب بیٹھ کر دُعا کرنا سنت ہے۔ اور فجر وعصر کی نماز کے بعد جانب جنوب ہی بیٹھ کر دعا کرتا ہے اور زید سات سوگریا کا امام ہے۔ جب لوگوں نے اعتراض کیا تو صحیح مسلم شریف جلد اوّل ص ۱۱۵ اور حدیث نمبر ۶۸۰ اور صحیح بخاری شریف، جلد اوّل ص ۱۹۶، حدیث نمبر ۷۹۶ کا حوالہ دیتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر جانب جنوب ہو کر دُعا کی ہے۔ کیا یہ قولِ امام صحیح ہے اور اس کے کیا فائدے ہیں؟ بحوالہ جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد دبیر الدین، موضع: سات سوگریا، ضلع بانکورہ
۸/۷/۷۱ء

۹۲/۷۸۶

الجواب وبالله التوفیق!

ہر فرض نماز کے بعد، امام کو دائیں بائیں جانب پھر کر دعا کرنی چاہیے۔ یہی طریقہ مسنونہ ہے۔ انحراف مِن، یمین ویسار میں سے کسی ایک کو مخصوص کر لینا خلاف سنت ہے۔ انصراف عن القبلة میں امام کو اختیار ہے، چاہے وہ جانب شمال پھر جائے یا جانب جنوب یا مقتدیوں کی طرف منہ کر کے دُعا مانگے۔ جانِ رحمت ولی نعمت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی خاص جہت کو دُعا کے لئے مختص نہیں فرمایا بلکہ کبھی داہنی طرف کبھی بائیں طرف اور کبھی مصلیوں کی جانب متوجہ ہو کر دُعا مانگی ہے۔ بخاری شریف میں سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قال كان النبی صلی الله علیه وسلم اذا صلی اقبل علینا بوجهه۔ "حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھ لیتے تو رخ انور ہماری طرف کر لیتے۔" مسلم شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: قال كان النبی صلی الله علیه وسلم ینصرف عن یمینه "حضور صلی اللہ علیہ وسلم دائیں جانب پھرتے تھے۔" حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قال لایجعل احدکم للشیطان شیئًا من صلاته یری ان حقا علیه ان لاینصرف الا عن یمینه

لقدرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم كثيرا ينصرف عن يساره (متفق علیہ) "انہوں نے کہا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی ذات کو شیطان کا جزء نہ بنادے اور یہ نہ گمان کرے کہ نماز کے بعد دائیں طرف ہی پھرا جاتا ہے میں نے بہت دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بائیں جانب پھرتے بھی دیکھا ہے۔" حضرت براء سے مروی ہے: قال كنااذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم احببنا ان نكون عن يمينه يقبل علينا بوجهه۔ "انہوں کہا کہ ہم لوگ جب رسول پاک صلی اللہ علیہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے تو ہم لوگ داہنی جانب ہونا پسند کرتے تھے تا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور ہماری طرف ہو۔" ترمذی شریف میں حضرت قبیصہ سے مروی ہے: قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يومنا فينصرف على جانبيه جميعا على يمينه وعلى شماله۔ "اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہماری امامت فرماتے تھے تو ہمیشہ دونوں جانب یعنی دائیں اور بائیں رخ انور پھیرتے تھے۔" ملا علی قاری نے فرمایا: واليمين اولىٰ لانهٗ صلى الله عليه وسلم يحب اليتامن فى كل شئى۔ "داہنی جانب اولیٰ ہے اس لئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز میں داہنی جانب پسند فرماتے تھے۔" مذکورہ بالا احادیث وآثار سے یہ معلوم ہوا کہ سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کے لئے کسی ایک جہت کو متعین نہیں فرمایا۔ لہٰذا امام جس طرف چاہے، پھر کر دُعا کرے، جائز ہے۔ ہاں! داہنے طرف پھرنا بہتر ہے۔ لفضل اليمين۔ واضح ہو کہ جن فرضوں کے بعد سنت ہے ان میں بھی انحراف کرنا ہے مگر دُعا مختصر مانگی جائے۔ انصراف عن القبلة میں مصلیوں کا احترام مقصود ہے۔ وهو تعالىٰ اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب۔

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۷/۷/۷۱ء

استفتاء ۳۶

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں کہ:

(۱) خالد ایک نمازی آدمی تھا۔ وہ اچانک بیمار ہوگیا۔ جب مرض میں اضافہ ہوا اور اس کو شک ہوا کہ اب میں مرجاؤں گا تو اس نے ایک عالم صاحب کو بلاکر کہا کہ "اگر میں مرجاؤں تو جتنے وقت کی میری نماز قضا ہے، آپ اس کا معاوضہ لے کر نماز پڑھائیں گے۔" اتفاق سے خالد کی موت ہوگئی۔ نماز جنازہ پڑھانے کے لئے عالم صاحب نے عذر ڈالا۔ گھر کے مالک یا وارثان نے دینے کا وعدہ کیا۔ خالد کی ۲۱ روز کی نماز قضا ہے۔ اب از روئے شرع فیصلہ کردیا جائے کہ کس طرح خالد کی وصیت پوری کی جائے۔

المستفتی: محمد محی الدین آسی، مدرسہ شمع اسلام، سری پور ۳، وایہ: کالی پہاڑی، ضلع بردوان

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــ وباللّٰہ التوفیـــــــــق!

(۱) صورت مسئولہ میں اگر خالد نے مال چھوڑا ہے تو متروکہ مال کی تہائی سے جتنے فرض اور وتر قضا ہوں، حساب کر کے ہر فرض اور وتر کے بدلے نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو فدیہ میں دیں اور اگر خالد نے مال نہیں چھوڑا ہے اور اس کے ورثاء فدیہ نہیں دینا چاہیں تو اسی حساب سے مساکین وغرباء پر تقسیم کریں اور اگر مال کم ہو تو جتنا مال ہو، اُسی کو مسکین کے حوالہ کر دیں اور پھر مسکین ورثاء کو ہبہ کر دے، ورثا قبضہ کر لیں اور پھر وہی چیز مسکین کو لوٹا دیں، چند بار ایسا کریں جب تک پوری نماز کا فدیہ ادا نہ ہو جائے اسی طرح لوٹا پھیری کریں یہاں تک کہ کل نمازوں کا فدیہ حساب سے پورا ہو جائے۔ واضح ہو کہ نصف صاع اور ایک صاع کی مقدار وہی ہوگی جو صدقۂ فطر میں ادا کرتے ہیں یعنی ایک ایک صاع ۳۵۰ روپیہ بھر کا ہوتا ہے اور نصف صاع ۱۷۵ روپے بھر کا۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۷۳/۱/۴ء

استفتاء ۳۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) زید اپنے باپ سے کہتا ہے جب تک آپکا ڈر تھا ہم نے نماز پڑھا اور جب آپ کا ڈر ختم ہو گیا تو ہم نے نماز چھوڑ دیا۔ اب زید کے اوپر شریعت کا کیا حکم ہے جو باپ کے ڈر سے نماز پڑھا؟ اور باپ کا ڈر ختم ہونے سے نماز چھوڑ دیا۔

(۲) جو امام فطرہ کا پیسہ کھاتا ہے اور قربانی کے چڑہ کا پیسہ کھاتا ہے اور اس کے گھر میں شادی بیاہ کے موقع پر عورت سب ڈوم کلچ بنا کر گانا گاتی ہے اور طرح طرح کا کھیل تماشہ کرتی ہے۔ غرضیکہ کوئی بھید باقی نہیں رہتا۔ اب اس امام کے اوپر شریعت کا کیا حکم ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ برائے مہربانی جواب عطا ہو۔

(۳) جو امام چین والی گھڑی باندھ کر نماز پڑھاتا ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ برائے مہربانی ان سب کا جواب دیا جائے۔ بہت ممنون ومشکور ہوں گا۔

المستفتی: بابو جان، حسن پور، پوسٹ دامودر پور، ضلع چمپارن

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

(۱) زید بالکل جاہل اور احکام شرعیہ سے ناواقف ہے۔ اپنے والد کے متعلق جو کچھ اس نے کہا اس جملہ سے وہ گنہگار ہوا۔ اسے توبہ کرنا چاہیے۔

(۲) امام اگر بالکل غریب ونادار ہے اور وہ فطرہ وزکوٰۃ لینے کا مستحق ہے تو امام کو ایسی رقم کا لینا جائز ہے اور اگر وہ اس کا مستحق نہیں تو امام کو اس رقم کا لینا جائز نہیں۔ شادی کی تقریب میں ہندوؤں کی رسم ادا کرنا، عورتوں کا بلند آواز سے گانا بجانا شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ امام کو چاہیے کہ ایسے گناہ اور فسق وفجور کی باتوں سے گھر کی عورتوں کو منع کرے۔ اگر وہ منع نہیں کرتے تو وہ بھی مجرم وخطاوار ہوں گے۔

(۳) گھڑی کی چین چاہے جس دھات کی بھی ہو، مردوں کو پہننا ناجائز اور اسے پہن کر نماز مکروہ ہے۔ جب امام کی نماز مکروہ ہوگئی تو ظاہر ہے کہ مقتدیوں کی نماز بھی مکروہ ہی ہوگی۔ شرعاً مردوں کو چین لگانا ہی نہیں چاہیے۔ اگر بالفرض وہ لگائے ہیں تو نماز کے وقت ضرور اتار دیں ورنہ سب کی نماز مکروہ ہوگی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۸/۷/۷۴ء

استفتاء [۳۸]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان عظام اس مسئلہ میں

بکر شہر کی جامع مسجد کا امام اور صحیح العقیدہ عالم ہے۔ ایک روز ایک جنازہ میں شرکت کرنے گیا جس میں دیوبندی ملا بھی آئے۔ جب مردہ کو دفن کرچکے تو بکر نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی جس پر دیوبندیوں نے شور مچانا شروع کیا کہ اس میں شرک کا شبہ ہے ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کرنا چاہیے۔ یہاں پر خلفشار مچا ہوا ہے۔ براہ کرم عقائد اہلسنت کے مطابق جواب دیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہے؟

المستفتی: خادم سید بدر عالم نازاں رضوی رجہتی، جوگھنی، پورنیہ

ممبر مدرسہ رضویہ اشرفیہ اظہار العلوم، رانی محلہ، برائنگر، نیپال

۹-۱۰-۷۵ء

۹/۶ ۸۶ء

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

صورت مذکورہ میں بلاشبہ بعد دفن میت کی مغفرت کے لئے دعا کرنا جائز و درست ہے، جیسا کہ ہر جگہ مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔ مزارات وقبور کی زیارت کا مقصد ہی ہوتا ہے کہ میت کے لئے دعائے مغفرت کی جائے، اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھانے کا طریقہ تمام سلف صالحین و بزرگان وعامۃ المسلمین کے عمل سے معلوم ہے۔ معترض کا شرک کا شبہ کرنا عقل ونقل سے باطل وخلاف ہے۔ معترض نے شرک کا مطلب ہی نہیں سمجھا۔ وہ علم دین ومسائل شرعیہ سے بے بہرہ وناہلد ہے۔ اس کی باتوں پر توجہ کی ضرورت نہیں۔ حدیث پاک سے سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت البقیع میں جانا، شب برات کے موقع پر دعائے مغفرت کرنا ثابت وظاہر ہے۔ معترض یہ بتائے کہ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا نہ کی، اس کا ثبوت معترض کے اوپر ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

ـــــــــــــــــــــــ

استفتاء [۳۹]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں

(۱) ہماری بستی میں مولود خواں ان میں تارک صلوۃ کوئی داڑھی منڈا بے نمازی ہے۔ یہی لوگ میلاد شریف پڑھنے کو بلائے جاتے ہیں کیوں کہ خوش گلو ہیں۔ ان کی محفل میں جانا، ان کے ساتھ پڑھنا، پڑھوانا، ان سے امید ثواب رکھنا، جو مال وزر خرچ کیا جائے اس کے اجر وثواب کے لئے کیا حکم آیا ہے؟

(۲) چاند کے متعلق جو علمائے دین حکم دیتے ہیں چاند دیکھ کر روزہ رکھے اور افطار کرے، عیدین کی نماز پڑھے۔ آج کل جو عام طور پر ریڈیو کی خبر پر عمل کرنے کا رواج ہو گیا ہے کہ دو دن عیدین کی نماز ہوتی ہے، مسئلہ شرعیہ کے عامل ہکا بکا رہ جاتے ہیں۔ آواز اٹھانے پر لوگ مذمت کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں ان عام لوگوں کا ساتھ دیا جائے یا عیدین کی نماز سے محروم رہ جائے۔ اور ساتھ دینے کی صورت میں اگر چاند ہو گیا تو ٹھیک ہے، اگر غلط ہوا تو ایک روزہ گیا اور نماز بھی نہ ہوئی۔ بغیر چاند دیکھے جنہوں نے نماز عید پڑھی ان پر کیا کفارہ ہے؟

(۳) عیدین کی نماز کے لئے عیدگاہ مقرر ہونے کی کیا وجہ ہے؟

(۴) بکر کا کہنا ہے کہ اگر دیہات میں عیدگاہ ہے شہر میں نہیں تو دیہات کی عیدگاہ میں نماز پڑھنا افضل ہے۔

(۵) اگر وقتی نماز عیدگاہ میں پڑھی جائے تو ثواب میں کمی ہوگی یا نہیں؟

(۶) عموماً مسجدوں میں نماز عیدین پڑھتے ہیں۔ اگر کشادہ ہو تو کوئی حرج ہے؟

المستفتی: یعقوب علی خاں، سہرام پور، بکسر، بھوجپور، آرہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــ!

(۱) داڑھی منڈوانے والے فاسق معلن ہیں اور شرعا مردود الشہادۃ ہیں۔ میلاد پڑھوانے والوں کو کسی عالم دین متقی و پرہیزگار پابند شریعت سے میلاد پڑھوانا چاہیے۔ فاسق کی تعظیم شرعاً گناہ ہے اور ظاہر ہے کہ میلاد خواں کو بلند و ممتاز مقام دیا جاتا ہے حالانکہ شریعت نے ان کی توہین و تذلیل کا حکم کیا ہے۔ جب وہ خود غیر متشرع ہیں تو دوسروں کو کیا نصیحت کر سکتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے میلاد نہ پڑھوایا جائے۔

(۲) رویت ہلال کے متعلق حدیث پاک میں ارشاد فرمایا گیا صوموا لرویتکم وافطروا لرویتکم فان غم علیکم فاکملوا عدۃ ثلثین. چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور افطار کرو۔ اگر کسی موانع جیسے ابر و باد وغیرہ کی وجہ سے چاند نہ دیکھا جا سکے تو تیس (۳۰) دن پورے کرو۔ شریعت کا حکم اپنی جگہ نا قابل ترمیم ہے۔ موجودہ دور کے مسلمان اگر اس کے مطابق عمل نہ کریں تو اس کی سزا انہیں ملے گی۔ اس سلسلہ میں کوئی کفارہ مقرر نہیں کیا ہے۔ بہر حال روزہ و عیدین کی ادائیگی رویت ہلال کے شرعی ثبوت ملنے ہی پر موقوف ہے۔

(۳) مسلمانوں کے باہمی اتفاق و اتحاد، اخوت و مساوات اور اسلامی شوکت کا مظاہرہ مقصود ہے۔

(۴) بکر کا قول غلط ہے۔ دیہات میں فقہا نے جمعہ و عیدین کو جائز ہی قرار نہیں دیا ہے۔ اس کے لئے شہر ضروری فرمایا ہے۔ نماز عیدین عیدگاہ میں افضل ہے اور مسجد میں جائز ہے۔ اس لئے دیہات سے شہر ہی میں پڑھنا بہتر ہے۔

(۵) پنجوقتہ نماز کے لئے مسجد ہے۔ عیدگاہ میں پڑھنے سے وہ ثواب نہ ملے گا۔ اس لئے کہ خلاف سنت ہے۔

(۶) مسجد میں عیدین کی نماز جائز ہے مگر خلاف سنت ہے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ ــــــــــ

۲۹-۱۲-۷۶ء

استفتاء [۴۰]

مسئلہ: صاحب الفضیلت عالی جناب حضرت مفتی صاحب السلام علیکم!

(۱) ایک شخص نے نسبندی کرایا ہے وہ پہلی صف میں نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ چونکہ ایک شخص کا اعتراض ہے کہ جو نسبندی کرائے وہ پچھلی صف میں نماز پڑھے اس کے بارے میں وضاحت سے بیان کریں تاکہ

اختلاف دور ہو۔

(۲) کسی شخص سے گناہ کبیرہ ہو جائے تو وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ مذہب اسلام کا کیا حکم ہے وضاحت کریں۔

(۳) تراویح میں حافظ کو روپیہ لینا درست ہے یا نہیں؟

۹۲/۸۶ھ

الجواب

(۱) نسبندی کے ذریعہ قطع نسل شرعاً ناجائز وحرام ہے ایسا شخص سخت گنہگار ومستحق غضب جبار ہے لیکن قبیح ومذموم فعل سے صف اول میں اس کا نماز پڑھنا ناجائز نہ ہوگا اس لئے کہ نسبندی کے بعد بھی وہ مرد ہی ہے وہ عورت یا بچے کے حکم میں نہیں کہ پچھلی صف میں نماز پڑھے۔

(۲) گناہ کبیرہ کا مرتکب فاسق ہے اگر وہ توبہ نہ کرے تو ہرگز امامت کے لائق نہیں اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ مراقی الفلاح میں ہے: **کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للامامة** ۔"ترجمہ: فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا شرعا اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لئے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں"

(۳) تراویح میں بطور نذرانہ اگر حافظ قرآن کو روپیہ دیا جائے تو اس کا لینا شرعا جائز و درست ہے جب کہ پہلے سے رقم طے نہ کی ہو کہ اتنی رقم لیں گے تو تراویح پڑھائیں گے اگر قبل سے طے کرلیا تو شرعاً جائز نہیں۔ حافظ جو رقم لیتے ہیں وہ تراویح پڑھانے کا معاوضہ نہیں بلکہ یہ وقت کی قیمت تصور کی جاتی ہے لہٰذا رقم لینا جائز ہے۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳/۱۲/۷۸ء

استفتاء [۱۴۱]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ زید مسجد میں نماز پڑھنے کے لئے اس وقت پہنچا جب جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور صف بھر چکی تھی۔ صف میں خالی جگہ نہیں ہونے کے سبب اس نے امام کے پیچھے ٹھیک آمنے سامنے تنہا کھڑا ہو کر نماز ادا کرلیا۔ زید کی نماز کے متعلق ایک معترض کا کہنا ہے کہ اس کی نماز نہیں ہوئی۔ اسے صف میں سے ایک شخص کو اپنے ساتھ کھڑا کر کے تب نماز پڑھنا چاہئے تھا۔ لیکن بکر کہتا ہے کہ زید کی نماز ہوگئی۔ اس لئے حضرت سے گذارش ہے کہ حدیث کی روشنی میں بیان فرمائیں کہ زید کی نماز ہوئی یا نہیں؟ اور کتب احادیث کا

حوالہ بھی عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد شہاب الدین، اورنگ آباد، سریا

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــــــــ

صورت مذکورہ میں اگر صف پوری ہو چکی تھی اور اس میں شامل ہونے کے لئے جگہ باقی نہ تھی، ایسی حالت میں زید کا صف کے پیچھے تنہا نماز پڑھنا جائز ہوا۔ درمختار میں ہے: **قالوا الی زماننا ترکہ اولی لغلبة الجھل علی العوام فاذا جرّہ تفسد صلا تہ.** موجودہ زمانہ میں غلبہ جہل کی وجہ سے کھینچنا منع ہے لیکن کھینچنے پر بھی نماز ہو جائے گی۔ اگر ہٹنے والا شرعی حکم کی تعمیل کا خیال کرکے ہٹے۔ اگر وہ کھینچنے والے کا حکم ماننے کے لئے اپنی جگہ سے ہٹے گا تو نماز نہ ہوگی۔ درمختار میں: **لو اقتداء امر غیرہ فقیل لہ تقدم فتقدم او دخل فرجة الصف احد فوسع لہ فسدت بل یمکث ساعة ثم یتقدم برایہ.** یعنی نماز میں اگر کھینچنے والے کے حکم کو مان کر پیچھے ہٹے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ چاہئے یہ کہ کھینچنے والے کے حکم سے نہیں بلکہ شرعی مسئلہ کی تعمیل کے خیال سے تھوڑی دیر ٹھہر کر پیچھے ہٹے۔ تو ایسی صورت میں نماز ہو جائے گی۔ مختصر یہ کہ دونوں کو شرعی مسئلہ کے مطابق عمل کرنا چاہئے۔ کھینچنے والا زبردستی نہ کھینچے بلکہ نمازی کی پشت پر ہاتھ رکھ کر پیچھے ہٹنے کا اشارہ کردے۔ اگر وہ مسئلہ کے مطابق ایک قدم پیچھے ہٹ جائے تو دوسرا آدمی اس کے ساتھ کھڑا ہو کر نماز پڑھے۔ اگر وہ نہ ہٹے تو تنہا نماز پڑھے۔ جہالت کی بنا پر لوگ ایسا کرتے ہیں کہ کنارے سے ایک مقتدی کو پکڑ کر پیچھے کھینچتے ہیں اور اسے وہاں سے کھینچ کر وسط وصف (بیچ) میں لے آتے ہیں۔ اور اس کے ساتھ نماز ادا کرتے ہیں۔ اس طرح کھینچ لانے میں مقتدی کی نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ عوام کی جہالت کا عالم یہ ہے کہ دو آدمی ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں، تیسرا آیا وہ ساتھ کھڑا ہو گیا۔ اس طرح چوتھا و پانچواں آدمی آیا اور اسی صف میں ملتا چلا گیا، نہ امام آگے بڑھا نہ پہلا مقتدی پیچھے ہٹا اور چار پانچ نے مل کر نماز پڑھ لی۔ ایسی صورت میں سبھوں کی نماز مکروہ ہو گئی۔ غرض کہ زید کی نماز بحالت مجبوری جائز و درست ہو گئی۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۸؍ستمبر ۱۹۸۲ء

استفتاء ۴۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں:
ہمارے یہاں (بیر متراپور) پتھر کی کھدان ہے جس میں کچھ مسلمان بھی کام کرتے ہیں۔ کھدان میں بہت سارے شعبے ہیں اور ہر شعبے کے الگ الگ ذمہ دار آفیسر ہیں۔ دو تین مسلمان چپس والے آفیسر سے مسجد کے لئے دو ٹرک چپس مانگا۔ اس نے اجازت دیا اور اپنی کمپنی کے ٹرک سے لاکر مسجد میں گرادیا اور مسجد میں لگانے کے لئے رنگ بھی دیا۔ جب اس کو کچھ پیسے دینے لگے تو اس نے کہا کہ دھرم کے کام میں پیسے کی کیا ضرورت۔ اگر آپ دینا ہی چاہتے ہیں تو رسید کاٹ کر غریبوں کو دے دیں۔ امام صاحب کا کہنا ہے کہ مسجد میں لگا سکتے ہیں۔ زید کہتا ہے کہ کھدان کے اصل مالک کی اجازت کے بغیر نہیں لگا سکتے۔ لہٰذا کہنا یہ ہے کہ امام صاحب کا کہنا صحیح ہے یا زید کا اور کیوں؟ شریعت مطہرہ کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟
المستفتی: ابوظفر، بیر متراپور، سندرگڑھ

۸۶/۹۲ ک

الجواب ــــــ بعون الملک الوہاب ــــــ!
اگر وہ آفیسر اس چیز چپس کا مالک نہیں ہے اور وہ چیز کمپنی کی ہے تو زید کا کہنا صحیح ہے کھدان کے اصل مالک سے اس کی اجازت لی جائے۔ اگر وہ اجازت دے دے تو مسجد میں لگا سکتے ہیں ورنہ نہیں اور اگر وہ آفیسر خود مالک ہے اور جس کو دینا چاہے دے سکتا ہے۔ کمپنی کے اصل مالک کو اس میں کوئی عذر و اعتراض نہ ہوگا تو ایسی صورت میں بغیر کمپنی کی اجازت کے بھی وہ شئے مسجد میں لگائی جاسکتی ہے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۹-۶-۷۷ء

استفتاء ۴۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ایک مسجد جو ٹین پوش تھی، وہ جگہ جب غیر آباد ہوگئی تو چند لوگوں کے مشورہ سے اس مسجد کو اٹھا کر دوسری جگہ تبدیل کردی گئی۔ تقریباً چالیس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ جس کی زمین میں وہ مسجد تھی اس نے اپنی پوری زمین غیر مسلم کے ہاتھ فروخت کردیا۔ اب وہ جگہ بھی غیر آباد ہوگئی ہے۔ لہٰذا شریعت کا کیا حکم

ہے؟ وہ مسجد تبدیل کی جاسکتی ہے یا کون سی صورت اختیار کی جائے؟ جواب سے نوازیں۔
المستفتی: محمد سلیمان، مقام دکھن، مالباٹی موڑ، پوسٹ راجہ ڈانگا، ضلع جلپائی گوری
یکم جون ۷۷ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

جس جگہ اور جہاں مسجد کی تعمیر ہوئی وہ قیامت تک کے لئے مسجد رہے گی۔ شرعاً مسجد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں۔ قرآن حکیم میں ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا یعنی مسجد میں ذکر الٰہی سے روکنے اور مسجد کو ویران کرنے والے ظالم ہیں۔ درمختار میں ہے: انه مسجد الیٰ عنان السماء. ردالمحتار میں ہے: و کذا الیٰ تحت الثری. یعنی تحت الثریٰ سے آسمان تک وہ مقام متبرک اور مسجد ہی سمجھا جائے گا۔ بالفرض اگر مسجد اسی جگہ پر ہے جہاں اب مسلمانوں کی آبادی قطعاً نہیں ہے اور مسجد کو آباد کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے جب بھی اسے فروخت کرنا ہرگز جائز نہیں بلکہ مسجد اگر منہدم ہوچکی ہے تو اتنے حصہ زمین کو گھیر دینا چاہیے تاکہ اس سے کوئی دوسرا مصرف نہ لیا جاسکے۔ جس شخص نے اس قطعہ زمین کو فروخت کیا ہے وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ اسے چاہیے کہ فوراً زمین غیر مسلم خریدار سے واپس لے لیں۔ وھو اعلم

نوٹ: سوال سے واضح ہوتا ہے کہ جہاں مسجد نما عمارت بنی اس زمین کو مسجد کے لئے وقف نہیں کیا گیا۔ لہٰذا عمارت پر مسجد کا اطلاق ہی صحیح نہیں ہے اور اگر مالک زمین نے اُس قطعۂ زمین کو مسجد کے لئے وقف کردیا تھا تو جو جواب حضرت قاضی صاحب علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا وہ حق و صحیح ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتـــــــــــــبـہ
۱۹-۶-۷۷ء

استفتاء ۴۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیانِ عظام مندرجہ ذیل مسئلہ میں
زید شیعہ ہے اور چمڑے کی تجارت کرتا ہے۔ اس نے تعمیر مسجد میں ۵۰۱ (پانچ سو ایک) روپیہ دیا تو کیا زید کا پیسہ تعمیر مسجد میں لگایا جاسکتا ہے؟ لگنے کی کیا صورت ہوگی اور نہ لگنا شیعہ ہونا یا چمڑے کی تجارت کا ہونا ہے۔ عمر کا کہنا ہے اس کے لگنے کی ایک صورت ہے اور وہ یہ کہ اس پیسے کو کسی کو قرض دے دیا جائے۔ جب وہ واپس کرے اس کو لگایا جائے کیوں کہ پیسہ بدل گیا ہے۔ عمرو کا کہنا کیسا ہے؟ نیز نوری کرن بریلی میں چھپا مسئلہ تو یہی بتاتا ہے کہ غیر مسلم کا پیسہ مسجد میں لگا سکتے ہیں بشرطیکہ وہ دعویٰ نہ کرے۔ کہاں

تک صحیح ہے؟ شریعت مطہرہ اس بارے میں کیا رہنمائی کرتی ہے؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: علی حسن ۔۔۔۔۔ پو۔ سندگڑھ
۷۷-۵-۱۷ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــ

صورت مسئولہ میں زید کا پیسہ تعمیر مسجد میں لگایا جا سکتا ہے۔ چمڑے کی تجارت شرعاً ناجائز نہیں کہ اس کی رقم پر عدم جواز کا فتویٰ دیا جائے۔ ہاں شیعہ ہونا قابل اعتراض ہے مگر جب تک اس رقم کا ناجائز ہونا قطعی طور پر ثابت نہ ہو جائے اس کے لینے میں شرعاً کوئی گناہ نہیں۔ امام محمد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں وبہ ناخذ الم نعرف شیئا حراما بعینہ۔ یعنی ہم اسی کا حکم دیتے ہیں جب تک کسی چیز کا حرام ہونا قطعی طور پر ثابت نہ ہو جائے اگر مزید احتیاط چاہتے ہیں تو اس رقم کو کسی غریب کو دے دیں اور پھر وہ رقم مذکورہ کو بطور خود مسجد میں لگائے یا اس سے استنجاخانہ، غسل خانہ، وضو کرنے کی فصیل بنالیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

۳۱-۵-۷۷ء

استفتاء [۴۵]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین

(۱) ہمارے یہاں ایک شخص نے، جو کاشتکاری کرتا ہے اور شراب بھی بیچتا ہے۔ اس کے غلے یا روپے کو مسجد میں لگا سکتے ہیں یا نہیں؟

(۲) کچھ لوگ ایسے ہیں جن سے غریب لوگ بوقت ضرورت مانگتے ہیں تو دیتے ہی وقت وعدہ کروالیتے ہیں۔ کسی سے ۲۰ روپے کسی سے ۲۵ روپے کسی سے ۳۰/روپے وعدہ کروالیتے ہیں۔ دو چار مہینہ کے بعد فصل تیار ہونے پر وصول کر لیتے ہیں۔ دینے والا عذر پیش کرتا ہے کہ بازار کا بھاؤ اس وقت کا خیال کرتے ہوئے مناسب سمجھیں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے وعدہ کروالیا ہے۔ ہم اس حساب سے لیں گے اس وقت کا بازار چاہے جیسا بھی ہو دیتے وقت کا بازاری بھاؤ قریب ۳۵-۴۰-۴۵ تک ہو جاتا ہے تو کیا شرعاً جائز ہے؟ وقت پر ان کے غلے پیسے کو مسجد میں لگا سکتے ہیں؟ یہ لوگ کھیتی بھی کرتے ہیں۔

(۳) ہمارے یہاں مسجد ہے، ہم لوگوں نے ایک آدمی کو امامت کرنے کے لئے رکھا۔ رکھتے وقت تمام لوگوں نے ان کو سنی سمجھ کر رکھا۔ دو ماہ کے بعد ۲-۳ آدمیوں کا خیال ہوا کہ ان کا عقیدہ غلط ہے۔ ان لوگوں کا کہنا

ہے کہ ان کو ہٹایا جائے۔ اندرونی عقیدے کو خدا جانتا ہے، ظاہر میں کون سے طریقے ایسے ہوں گے جو سنی کے خلاف ہوگا؟

المستفتی: محمد کروز خاں، انگڑا، پوسٹ دوبھی، گیا

۹۲/۸۶ ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

(۱) اس شخص کا روپیہ و غلہ مسجد میں لگا سکتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ مسلمان ہے اور بظاہر مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ ناجائز رقم مسجد میں دے گا اور جب تک کسی رقم کا ناجائز و حرام ہونا یقینی طور پر ثابت نہ ہو جائے اسے حرام نہیں کہہ سکتے۔ علاوہ اس کے جب وہ کھیتی بھی کرتا ہے تو مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ یقیناً جائز ہی غلہ و پیسہ مسجد میں دے گا۔

(۲) سوال کا مضمون توضیح طلب ہے کہ لوگ روپیہ قرض لیتے ہیں یا غلہ۔ اگر دینے والا روپیہ دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اس روپے کے عوض فصل کے وقت غلہ دینا تو ایسا کرنا جائز ہے اور اگر غلہ قرض دیتا ہے تو جتنا غلہ دیتا ہے وہ غلہ و اناج اتنا ہی فصل کے وقت لے سکتا ہے جتنا دیا ہے۔ فاضل لینا جائز نہیں۔ اگر ایسے لوگ کھیتی بھی کرتے ہیں تو اس کا پیسہ مسجد میں لگایا جا سکتا ہے۔

(۳) اگر وہ امام بظاہر میلاد شریف و قیام و فاتحہ و ایصال ثواب کو جائز کہتا ہے اور وہابی دیوبندی غیر مقلدوں کو بدمذہب و گمراہ سمجھتا ہے تو اس کو سنی کہا جائے گا۔ باقی دل کا حال خدا جانتا ہے۔ اگر وہ سنی صحیح العقیدہ ہے تو اس کو رکھا جائے ورنہ علیحدہ کر دیا جائے۔ بدمذہب و بدعقیدہ کے پیچھے نماز جائز نہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۶-۵-۷۷ء

استفتاء ۴۶

مسئلہ: مکرمی و محترمی جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ

ہماری بستی میں ایک مسجد زیر تعمیر ہے۔ یہاں مختلف مقامات کے لوگ بسلسلہ ملازمت و کاروبار رہتے ہیں۔ آبادی تقریباً دو ڈھائی سو کی ہے۔ اکثریت اہلسنت و جماعت کی ہے۔ مقامی چندہ کے علاوہ بیرونی چندہ بھی تعمیر مسجد کے لئے کیا گیا ہے۔ کچھ ایسے لوگوں سے بھی چندہ لیا گیا ہے جو وہابی خیال کے ہیں۔ ایسے ہی ایک آدمی جسے وہابی کہتے ہیں میری بستی میں کاروبار کے سلسلہ میں آیا جایا کرتے ہیں وہ اپنے آبائی وطن مئو ناتھ بھنجن سے کچھ چندہ وصول کرلائے ہیں۔ بستی کے اہلسنت حضرات کا یہ کہنا ہے کہ وہابی

کا پیسہ تعمیر مسجد میں نہیں لگایا جا سکتا۔ کیا شریعت اسلامی ایسے چندہ لینے کی ممانعت کرتی ہے؟ نیز شیعہ مسلمان سے تعمیر مسجد کے سلسلہ میں روپیہ لیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

شیخ محمد ادریس، بنیل پہاڑ، اڑیسہ
۷۷-۵-۳ء

۹۳/۷۸۶

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــــــ!

تعمیر مسجد میں حلال و جائز رقم ہی صرف کرنی چاہئے۔ ناجائز و حرام مال مسجد میں نہیں لگایا جا سکتا اور جب تک کسی مال و رقم کا ناجائز ہونا یقینی طور پر ثابت نہ ہو، اس کے متعلق عدم جواز کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ وہابی بلحاظ عقیدہ یقیناً گمراہ بے دین و مردود ہے لیکن جو رقم اس نے بطور خود تعمیر مسجد کے لئے دی ہے اس کا ناجائز و حرام ہونا ثابت نہیں۔ لہٰذا اس رقم کو مسجد کی تعمیر میں لگانا ناجائز نہ ہوگا۔ ہاں اگر مزید احتیاط کے پیش نظر ایسی رقموں کو ان کاموں میں صرف کریں جن پر مسجد کا اطلاق نہ ہو تو بہتر ہے۔ جیسے وضو کی جگہ، سقایہ آذان خانہ، چبوترہ وغیرہ کہ اس میں کسی کو اعتراض کا موقع نہیں۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کـــتبـــہ

۷۷-۵-۱۱ء

استفتاء [۴۷]

مسئلہ: قابل صد احترام عالی مقام مولانا محترم! اسلام و رحمت۔

پٹنہ سے آنے کے بعد پھر آج بذریعہ خط شرف ملاقات حاصل کر رہا ہوں۔ ایک مسئلہ درپیش ہے۔ وہ یہ کہ ایک مسجد جو ایچ آئی سی کے علاقہ میں ہے، جو تقریباً دس بارہ سال سے ویران پڑی ہے، آج سے بارہ سال قبل اس کے گرد و پیش مسلمان آباد تھے۔ ۶۵-۱۹۶۴ء میں ایچ آئی سی کو زمین کی ضرورت پڑی۔ لہٰذا وہاں سے لوگوں کو ہٹا کر نواسرائے میں آباد کر دیا گیا۔ زمین اور مکانات کے روپے بھی دے دیئے گئے لیکن مسجد کا روپیہ لوگوں نے نہیں لیا۔ آج بھی ایچ آئی سی روپیہ دے رہی ہے لیکن لوگ نہیں لے رہے ہیں جب کہ وہ لوگ نواسرائے میں آباد ہیں اور یہاں بھی ایک مسجد ہے۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس مسجد کا روپیہ لے کر اس مسجد میں لگا دیں۔

اور یہ یقین کہ وہ مسجد کبھی آباد نہ ہوگی اور ایچ آئی سی اس مسجد کو شہید کر دے گی، پھر اس کا معاوضہ بھی نہیں ملے گا اور آج نہ کل ایسا ہونا ہے۔ حالانکہ ہر سال مسجد کی مرمت کرائی جاتی ہے۔ لہٰذا بواپسی ڈاک

جواب دیں کہ شریعت کی رو سے کوئی قدم اٹھایا جائے۔

المستفتی: ایم۔ایم۔حسن، رانچی-۴

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ ا

شرعاً مسجد کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرنا جائز نہیں۔ بلکہ جہاں مسجد تعمیر ہو چکی وہ قیامت تک مسجد ہی رہے گی۔ قرآن حکیم میں ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِیْ خَرَابِهَا. ''اور اس سے بڑھکر ظالم کون؟ جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے'' (کنز الایمان) اسے ویران کرنے والے ظالم ہوں گے۔ درمختار میں ہے: انہ مسجد الیٰ عنان السماء. ''بیشک آسمان کی بلندی تک مسجد ہے۔'' ردالمحتار میں ہے وَكَذَا اِلَى تَحْتِ الثَّرٰى. ''ایسا ہی تحت الثریٰ تک مسجد کا حکم ہے۔'' یعنی تحت الثریٰ سے لے کر آسمان تک وہ مقام متبرک اور مسجد ہی سمجھا جائے گا۔ اب اگر وہاں مسلمانوں کی آبادی نہیں اور نہ اس کی آبادی کی کوئی صورت ہے اور غیر لوگ اسے جبراً شہید کر ہی دیں گے جس کا روکنا ممکن نہیں تو ایسی صورت میں جو رقم مل رہی ہے وہ لے لی جائے اور جہاں مسلمان آباد ہوئے ہیں وہاں کی مسجد میں لگا دی جائے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـــــــــتـــــــــبـــــــــہ

۱۸-۳-۷۷ء

استفتاء ۴۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل میں

کسی محلہ میں ایک مسجد ایسی جگہ واقع ہے جہاں آمد و رفت کی دشواری ہے۔ جماعت نہیں ہو پاتی اور وہ مسجد کی بنیاد بھی ایک محلہ کے مشورہ سے نہیں رکھی گئی تھی بلکہ گاؤں کے اکثر لوگوں کی رائے کے خلاف محض اپنی سہولت کے لئے زید نے اپنے دروازہ پر قائم کیا۔ اب لوگوں کا خیال یہ ہوا کہ مسجد کو آبادی کے بیچ میں منتقل کیا جائے تاکہ ہر جانب سے آنے والے کو سہولت ہو اور جماعت پنجگانہ ہو سکے۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ کہ وہ مسجد منتقل کرنے کی صورت کیا ہوگی اور پھر اس مسجد کی جگہ کا کیا حکم ہوگا؟ اہل محلہ میں فساد ہونے کا امکان متصور ہونے کی وجہ سے عالی جاہ سے دست بستہ گذارش ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو جواب مدلل سے کرم فرمائیں۔ اللہ آپ کو اجر جزیل عطا فرمائے گا۔

المستفتی: محمد تمیز الدین رضوی

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــ

لیکن قدیم مسجد اپنی جگہ مسجد ہی رہے گی۔ اسے منتقل نہیں کیا جا سکتا اور نہ اسے منہدم کرنے یا ویران وغیر آباد کرنے کی اجازت بلکہ وہ مسجد ہو چکی تو قیامت تک وہ مسجد ہی رہے گی۔ قرآن حکیم میں ہے وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا. ''اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے۔'' لہٰذا اسے ویران کرنے والے ظالم قرار دیے جائیں گے۔ درمختار میں ہے: انه مسجد الیٰ عنان السماء. ''وہ آسمان کی بلندی تک مسجد ہے۔'' ردالمحتار میں ہے: و کذا الیٰ تحت الثریٰ. ''ایسے ہی زمین کے نیچے تک'' اس لئے مسجد قدیم کے قریب رہنے والے حضرات اسی مسجد میں نمازیں پڑھیں۔ باقی جن لوگوں کو آمد و رفت میں دشواری ہو وہ دوسری مسجد تعمیر کر کے اس میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم و علمه جل مجده اتم.

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

ک ـــــــــــــــــــــــ ـہ

۱۶-۱-۷۷ء

استفتاء ۴۹

مسئلہ: علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں

قصبہ منیر شریف، ضلع پٹنہ میں عمومی طور پر مساجد و قبرستان کی ابتری کو دیکھتے ہوئے یہاں کے عام مسلمانوں نے اس کی حفاظت کی خاطر ایک کمیٹی تشکیل کی جس کا نام انجمن تحفظ مساجد و قبرستان رکھا۔ انجمن کی غرض وغایت یہ طے پائی کہ مسجدوں میں کٹرہ وغیرہ بنا کر اور دوسرے ذرائع سے بھی جو آمدنی ہوگی اس کو منیر شریف کی تمام مساجد کی مرمت اور اس کی ترقی میں خرچ کی جائے گی۔ کسی ایک دو مسجدوں میں ذرائع آمدنی بنا کر بستی کی تمام مساجد میں خرچ کی جائے۔ چونکہ کچھ ایسی مساجد بھی ہیں جن میں کوئی آمدنی نہیں ہے اور نہ اس میں مستقل کوئی آمدنی بنانے کی صورت ہے۔

یہاں ایک مسجد ہے جس سے ملحق کچھ زمین ہے جو غیروں کے ہاتھ میں جا رہی تھی۔ چنانچہ ایسی صورت میں بڑی ہی جدوجہد اور عوامی چندہ کر کے انجمن نے اس کو غیروں کے قبضہ سے بچایا اور اس میں کثیر رقم چندہ سے فراہم کر کے کئی دوکانیں بنوائیں۔

عام مسلمانوں کا کہنا ہے کہ اس میں کرایہ دزمین سے جو آمدنی ہوئی اس کو اس مسجد کے علاوہ دوسری مسجدوں میں بھی خرچ کی جائے تا کہ فلاح و بہبود کی بھی صورت ہو۔ مگر عام مسلمانوں کا کہنا ہے کہ ہم

لوگوں نے چندہ اس لئے دیا تھا کہ مجموعی طور پر ہر مسجد میں جہاں ضرورت ہو یکساں دیکھ ریکھ ہو سکے جیسا کہ انجمن تحفظ مساجد وقبرستان اب تک اپنی نگرانی میں عوام کی خواہش کے مطابق کرتی آرہی ہے۔ از روئے شرع شریف جواب باصواب دینے کی زحمت فرما کر مشکور فرمائیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد سلیمان، سکریٹری انجمن تحفظ مساجد وقبرستان، منیر شریف، پٹنہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ !

صورت مسئولہ میں اگر وہ زمین موقوفہ ہے اور کسی نے مسجد مذکور میں اسے وقف کیا ہے کہ اس کی آمدنی سے مسجد کے اخراجات پورے کئے جائیں تو بعد ثبوت وقف اس زمین کی آمدنی اسی مسجد میں صرف کی جائے گی۔ دوسری مسجد میں اس کی رقم صرف کرنا جائز نہیں۔ درمختار میں ہے **ولا یجوز نقله ونقل ماله الیٰ مسجد آخر.** ''ایک مسجد کو دوسری جگہ اور اس کے سامان کو دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں۔'' اور اگر وہ موقوفہ زمین نہیں بلکہ بانی مسجد نے مسجد تعمیر کر دی اور اس کے اردگرد افتادہ زمین چھوڑ دی گئی اور اس کی کچھ تصریح نہ کی کہ یہ زمین کس لئے چھوڑ دی گئی ہے اور نہ اس سلسلہ میں کوئی کاغذی وتحریری ثبوت ہے تو ایسی صورت میں بلاشبہ اس زمین سے حاصل شدہ رقم وآمدنی کو دوسری مساجد میں صرف کرنا شرعاً جائز ودرست ہوگا۔ وھواعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتــــــــــــــــــــــــبہ

۲-۱-۷۷ء

استفتاء ۵۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

میری بستی موضع چوراہا میں عرصہ سے ایک خام مسجد ہے جس میں نماز پنجگانہ اور جمعہ وغیرہ ہوتا ہے۔ لیکن آبادی گھنی ہوگئی ہے اور مسجد گاؤں کے پچھواڑے پر واقع ہوگئی ہے۔ کچھ لوگوں نے سہولت سمجھتے ہوئے شاہراہ پر ایک نئی مسجد تعمیر کر لی ہے اور اب سارے لوگ اسی نئی مسجد میں نماز ادا کرنا شروع کر دیا ہے۔ پرانی مسجد گویا ویران ہوگئی ہے۔ دریافت کرنا یہ ہے کہ ایسی صورت میں پرانی مسجد کو کیا کیا جائے۔ دونوں مسجدوں کا آباد رہنا ممکن نہیں ہے۔ اب ایک ہی مسجد آباد رہے گی اور نئی مسجد آباد رہ سکتی ہے پرانی نہیں۔ اب پرانی مسجد کی طرف کوئی رخ بھی نہیں کرتا ہے۔ والسلام۔

المستفتی: مولوی علی بخش، مقام چوراہا، ڈاکخانہ، منجھر ہینڈ، ضلع ہزاری باغ

۲۸-۱۰-۷۶ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ !

مسلمانوں نے جب جدید مسجد تعمیر کر لی ہے تو اس کو آباد رکھنا ضروری ہے اور ساتھ ہی مسجد اول کی آبادی بھی واجب وضروری۔ اگر دوسری مسجد کو مسلمانوں نے آباد کیا اور پہلی کو ویران کر دیا تو سخت گنہگار ہوں گے۔ مسجد جہاں تعمیر ہو گئی وہ جگہ قیامت تک کے لئے محفوظ و متبرک سمجھی جائے گی۔ قرآن حکیم میں ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَاللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِىْ خَرَابِهَا. اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو خدا کی مسجدوں میں خدا کے نام لینے کو منع کرے اور اس کی ویرانی میں کوشاں ہو۔ لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ پہلی اور دوسری دونوں مسجدوں کو آباد رکھیں۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـتــبــہ

۳۱-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۵۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ ہذا میں کہ

بوکارو اسٹیل سٹی کے لئے مسلمانوں کی ایک بستی جس کا نام بھرا تھا، یہاں پر بوکارو کارخانہ کا کولنگ پونڈ بنانے کے لئے سرکار یہاں کے عمارتوں اور زمین کا معاوضہ دے دی اور کچھ دنوں کے بعد زمین اور مکانات کو ڈوزرنگ کرنے کے لئے بہت سے افسران اور ملٹری فورس کے ساتھ پہنچے اور بہت کوشش کی کہ ڈورزرنگ کر دوں لیکن ہم لوگ ڈوزرنگ کرنے سے روک تھام کیا اور ہم لوگوں کا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ ہم لوگوں کو بغل ہی میں بسنے کے لئے جگہ کی مانگ تھی تاکہ ہم لوگوں کو سابق قبرستان کا کام چلا کرتا اور مسجد کا بھی حفاظت ہوتا۔ اس دوران میں بستی کے طرف سے تیر چلا اور چند ملٹری زخمی بھی ہو گئے۔ یعنی ہم لوگ بہت کچھ حکومت کے ساتھ مقابلہ کیا اور چند بار ایسا موقع آیا لیکن پھر بھی حکومت نے نہیں مانا اور وہ کچھ دنوں کے بعد کچھ دور فاصلہ پر بسنے کے لئے جگہ دیا اور زبردستی فورس کے ساتھ ہم لوگوں کے مکانات کو گرانا شروع کر دیا اور مسجد کو اس دن ڈوزرنگ نہیں کیا۔ اس پر ہم لوگوں کو یقین ہو گیا کہ مسجد اپنی جگہ پر آباد رہے گی۔ لہٰذا دوسرے دن یعنی تاریخ ۲۷ دسمبر ۲۷۱۹ء کو جمعہ کی نماز ہم لوگ ادا کیا اور اپنی جگہ جہاں نئی جگہ حکومت نے دی اس جگہ ہم لوگ واپس نماز پڑھ کر آئے اور قریب چار بجے شام کو تمام حکام ملٹری کے ساتھ ہم لوگوں کو دھوکا و فریب دے کر عظیم الشان مسجد کی عمارت شہید کر دی جس کا ہم لوگوں کو بہت ہی افسوس گذرا جو کہ لکھنے پر مجبور ہوں اور جب ہم لوگ دوبارہ حکومت کے پاس گئے تو کوئی شنوائی

نہیں کی گئی۔ جتنی زمین عمارت مسجد کی تھی اس کے عوض میں اس سے زیادہ ہی یعنی ۸۰ ڈسمل زمین جہاں ہم لوگ اپنی بستی چھوڑ کر دوسری جگہ آباد ہوئے ہیں ۸۰ ڈسمل زمین میں صرف ہم لوگ سردست معمولی پنجوقتہ نماز کے لئے عمارت بنوائی ہے اور دوسری پختہ مسجد بنانے کے لئے شروع کر دی گئی ہے۔

اب حکومت نے سابق مسجد کی عمارت شہید ہونے اور نقصان کا اندازہ لگا کر قریب ۱۹ ہزار روپیہ تعمیر مسجد کے لئے حکومت دے رہی ہے۔ اب مذکورہ رقم کو حکومت سے لینا اور تعمیر مسجد کے لئے صرف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ لہٰذا اس مسئلہ کا جواب غور و خوض فرما کر ہم لوگوں کو دیا جائے تاکہ یہ سب اُلجھنیں ختم ہو جائے۔

المستفتی: معین الدین انصاری، معرفت بمیر الدین انصاری
جنرل ایڈمنسٹریٹو، بوکارو اسٹیل سٹی لمیٹیڈ، ڈاکخانہ بوکارو اسٹیل سٹی، ضلع دھنباد

۹۲/۸۶ ء

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ

صورت مذکورہ میں مسجد کو شہید کر دینا حکومت وقت کا سراسر ظلم ہے۔ محلّہ والوں نے جب حتی المقدور مسجد کو بچانے کی کوشش کی اور حکومت نے جبراً اس پر قبضہ کر لیا تو ایسی صورت میں مسلمانوں پر شرعاً کوئی الزام نہیں۔ اب حکومت اس کے معاوضہ میں دوسری مسجد تعمیر کرنے کے لئے رقم دے رہی ہے تو اس کا لینا جائز و درست ہے۔ لہٰذا حکومت سے روپیہ لے کر تعمیر مسجد میں صرف کر سکتے ہیں اس لئے کہ اگر وہ رقم نہ بھی لی جائے تو اس سے مسجد کی بازیابی تو ممکن نہیں اس لئے بلا فائدہ رقم چھوڑنا مناسب نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

نوٹ ــــ براہ کرم جواب کے لئے جوابی لفافہ ضرور بھیجا کریں۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتــــــــــــــــــــــــــــــــــــبہ

۱۴-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۵۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین حضرات شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ایک موضع میں بیس تیس گھر مسلمانوں کی آبادی ہے۔ وہاں کے مسلمان کچھ دنوں سے عیدگاہ میں جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں۔ آج اس موضع میں ایک مسلمان سودخور اپنے دروازہ پر مسجد بنوا رہے ہیں اور بولتے ہیں کہ مسجد میں سود کا پیسہ خرچ نہیں کرتے ہیں اور کمیٹی سے لے کر کرتے ہیں اور اس موضع میں دوسری مسجد نہیں ہے۔ اس مسجد میں کیا نماز درست ہے یا نہیں؟ فقط

المستفتی: مقیم علی، نرکنیا، سمریا، سیوان
۷۵-۲-۲۷

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ

اگر سود خور یہ اقرار کرتا ہے کہ یہ مسجد سود کی رقم سے نہیں بنی ہے بلکہ کمیٹی کا پیسہ لگایا ہے تو اس کی بات پر یقین کر کے مسلمان اس مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ قرآن حکیم میں ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوْا۔ (سورۂ حجرات:۱۲) ''اے ایمان والوں بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈو'' اور مسلمان کی یہ شان نہیں کہ وہ حرام رقم سے مسجد بنوائے۔ لہٰذا اس شخص کی باتوں کو صحیح تسلیم کر کے نماز پڑھنا چاہیے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۷۶-۳-۴ء

استفتاء ۵۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین حسب ذیل مسائل میں کہ

(۱) مسجد کی دیوار محراب و منبر اور اس کی دوکان کی تعمیر میں سود خور غیر مسلم کی رقم لگانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ اس کی آمدنی سے پیش امام کی تنخواہ اور مسجد کی دیگر ضروریات پوری کی جاتی ہے۔

(۲) مسجد کی دوکان کسی غیر مسلم کو یہ جانتے ہوئے کرایہ پر دینا کہ اس میں سودی کاروبار اور بت پرستی بھی کرے گا، جائز ہے یا نہیں؟

(۳) بقول شخصے کسی مولوی نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ سودی رقم یا دیگر کسب حرام کی رقم مسجد کے لئے بطور چندہ لینا ناجائز ہے لیکن کرایہ یا معاوضہ میں لینا جائز ہے۔ کیا یہ بات شرعاً جائز و درست ہے؟ اگر یہ صحیح ہے تو یہ بھی فرمایا جائے کہ کرایہ یا معاوضہ میں شراب، لحم خنزیر یا اور کوئی ناپاک چیز مسجد کے لئے قبول کی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اور کیا اس کا مصرف محض اس لئے جائز ہوگا کہ وہ مفت یا بطور چندہ کے نہیں بلکہ محنتانہ یا معاوضہ میں ملی ہے؟

المستفتی: صغیر الحسن کیر آف محمد فیاض شیخ، محلہ سیوان
۷۶-۲-۱۹ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ

(۱) صورت مسئولہ میں مسجد کی دیوار وغیرہ بنانے میں ناجائز وحرام رقم لگانا شرعاً ناجائز وگناہ ہے۔ اس لئے کہ سود کی رقم جب ناجائز وحرام ہے تو نہ اسے مسجد میں صرف کر سکتے ہیں نہ اس سے امام کی تنخواہ دی جاسکتی ہے۔

(۲) اس بات کا علم ویقین ہوتے ہوئے کہ کرایہ دار اس دوکان میں سودی کاروبار یا بت پرستی کرے گا، اس کو کرایہ پر دینا حرام حرام حرام اور دینے والا سخت مجرم ومرتکب گناہ عظیم ہوگا۔

(۳) اگر کسی مولوی نے یہ فتویٰ دیا ہے تو شرعاً اس کا یہ قول غلط اور احکام شرعیہ کے خلاف ہے۔ جواز کا فتویٰ اس صورت میں ہوگا جب کہ چندہ یا معاوضہ دینے والے کی رقم کے متعلق یہ معلوم نہ ہو کہ یہ مال حرام ہے اور جب رقم کے حرام ہونے کا علم ہو تو ایسی صورت میں نہ اس رقم کا چندہ میں لینا جائز نہ معاوضہ وکرایہ میں۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۹-۲-۷۶ء

استفتاء ۵۴

مسئلہ: جناب قاضی صاحب، ادارہ شرعیہ، سلطان گنج، پٹنہ-۷ (بہار)

بہار شریعت حصہ سوم صفحہ ۱۸۵ پر لکھا ہے کہ جس نے مسجد بنوائی تو مرمت اور لوٹے، چٹائی، چراغ وغیرہ کا حق اسی کو ہے اور آذان واقامت وامامت کا اہل ہے تو اس کا بھی وہی مستحق ہے ورنہ اس کی رائے سے ہو۔ یوں ہی اس کے بعد اس کی اولاد اور کنبے والے غیروں سے اولیٰ ہیں۔

آپ اس کی تصدیق فرمائیں کہ واقعی مسجد کا حقدار وہی ہے جو بنواتا ہے۔ یا پھر اس مسئلہ کو پورا کر کے بھیجیں کہ جس نے مسجد بنوائی ہے وہ اس کا حقدار نسلاً بعد نسلٍ ہوتا رہے گا۔ اگر یہ حق ہے تو آپ اس لکھے کے معافق (موافق) فتویٰ لکھ کر اور اپنے دستخط اور مہر ثبت کر کے بہت جلد روانہ کریں۔

المستفتی: علاء الدین خان عباسی، متولی صدر مسجد مدرسہ جماعت مسلمین، پوسٹ ڈڈوارہ، کوٹہ-۲

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ

بہار شریعت میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ اپنی جگہ بالکل صحیح و درست ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر بانی مسجد میں مسجد کے ضروری کاموں کو انجام دینے کی صلاحیت ہے تو اسی کو ضروری امور کو انجام دینا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ مسجد کی مرمت وغیرہ خود کرنا

چاہتا ہے لیکن بغیر اس کی مرضی واجازت کے دوسرے لوگ اگر اس کو کرلیں گے تو بانی مسجد کی ناراضگی کا سبب ہوگا اور اس طرح آپس میں فتنہ و جھگڑا پیدا ہو جائے گا۔ اسی طرح آذان وامامت کا بھی استحقاق اسی کو حاصل ہے بشرطیکہ موذن وامام کے لئے شریعت طاہرہ نے جو اوصاف وشرائط بیان کئے ہیں وہ بانی مسجد میں پائے جائیں۔ ایسا نہیں ہے کہ بانی مسجد جاہل وفاسق اور غیر متشرع ہو پھر بھی مذکورہ امور کو انجام دینے کا مستحق وہی ہوگا۔ بلکہ ایسی صورت میں جب کہ بانی مسجد میں مسجد کی مرمت یا انتظام کی صلاحیت نہ ہو یا دولت مند ہونے کے باوجود بھی وہ ان کاموں کو انجام نہیں دیتا ہو تو عام مسلمانوں کو اس کا حق ہوگا کہ جو چاہے مسجد کے کاموں کو اپنے پیسے سے انجام دے اور امام وموذن کا انتخاب کرے مسجد بانی مسجد کی ملکیت خاص نہیں کہ جو چاہے اور جس طرح چاہے تصرف کرے۔ بلکہ اگر وہ بدعقیدہ خائن ہو اور مسجد کے کاموں سے دلچسپی نہ رکھے تو اس کو کسی چیز کا بھی استحقاق نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـتـــــــــــــــــــــــــــــــــــبـہ

۲۹-۱۱-۷۵ء

استفتاء ۵۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

قبرستان مسجد میں لیا جائے یا نہیں؟ اس لئے کہ اس قبرستان میں میت دفن نہیں ہوتی ہے۔ بہت دنوں سے ویسا ہی پڑا ہے۔ اس قبرستان میں غیر مسلم پاخانہ وغیرہ کرتے ہیں اور بہت گندہ ہو چکا ہے۔ اس لئے محلّہ والوں کو یہ خیال ہوا ہے کہ قبرستان کو مسجد کے نام سے لیا جائے اور اسے آباد کیا جائے۔ اس کے علاوہ اور چار پانچ قبرستان ہے اسی میں مردہ دفن ہوتا ہے۔

المستفتی: محمد خلیل، محلّہ بیگم پور، آرہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــــــــ

عام طور پر قبرستان کی زمین وقف ہوتی ہے۔ اگر وہ قبرستان کی زمین بھی کسی خاص آدمی کی ملک نہیں بلکہ قبرستان کے لئے وقف ہے تو ایسی صورت میں اس کو مسجد میں نہیں لے سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ایک وقف کو دوسرے وقف میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ اگر وہ زمین موقوفہ نہیں، کسی خاص آدمی کی ملک ہے اور اس میں پہلے کچھ لوگوں کو دفن کیا گیا ہے جب بھی اسے مسجد میں شامل نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں اگر وہ زمین بے کار پڑی ہے اور کبھی مردہ دفن نہیں کیا گیا اور وہ کسی خاص آدمی کی ملک ہے تو اس سے لے کر مسجد میں شامل کردینے میں مضائقہ نہیں۔ وہ زمین کا مالک مفت دے یا قیمتاً دے دے اور اگر حکومت کی غیر مزروعہ عام زمین ہے اور

اس میں کوئی دفن نہیں ہے تو اسے مسجد میں لیا جاسکتا ہے اور اگر وہ موقوفہ زمین ہے اور اس میں اب تک مردہ دفن نہیں کیا گیا ہے اور نہ آئندہ اس میں دفن کرنے کی حاجت ہے اور وقف کرنے والا زندہ ہے تو اس کی اجازت سے یا قاضی شرع کی اجازت سے ضرورتاً وصلحتاً اسے مسجد میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ بغیر حکم قاضی زمین مسجد میں نہیں لی جاسکتی۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۵-۱۱-۷۵ء

استفتاء ۵۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

ایک بہت پرانی مسجد تھی جواب گر چکی ہے۔ اب لوگوں کا خیال ہے کہ دوسری جگہ مسجد تعمیر کی جائے اور پہلے جہاں مسجد تھی، مسلمان وہاں سے کچھ دور جابسے ہیں۔ آپ سے یہ التجا ہے کہ اس جگہ کو اب کیا کیا جائے جہاں پرانی مسجد ہے؟ اسی جگہ مسجد بنائی جائے یا دوسری جگہ؟ بحوالہ کتب جواب سے مطلع کیا جائے۔

المستفتی: غلام شاہد، لوہردگا، رانچی

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ !

جس جگہ ایک بار مسجد تعمیر ہو چکی وہ جگہ ہمیشہ کے لئے مسجد کے حکم میں رہے گی۔ دیواروں کے منہدم ہونے کے بعد بھی اس کا حکم مسجد ہی کا ہوگا۔ اس جگہ نہ تو مکان بنایا جائے نہ دوکان اور نہ اس جگہ کاشت کی جاسکتی ہے۔ اگر اس جگہ کو دوسرے استعمال میں لائیں گے تو سب گنہگار ہوں گے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسَاجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا (الآیۃ)۔ ”اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لئے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے“ (ترجمہ کنزالایمان) لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ اسی قدیم مسجد کی جگہ جدید مسجد تعمیر کریں اور اسے آباد رکھیں۔ اگر مسلمان وہاں سے دور جابسے ہیں تو اپنی آسانی کیلئے دوسری مسجد بنا سکتے ہیں بشرطیکہ قدیم مسجد ویران نہ ہونے پائے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۶-۱۲-۷۴ء

استفتاء ۵۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ایک شخص مسجد کا متولی ہے جس کو دو چار شخصوں نے متولی مان لیا ہے۔ حالانکہ متولی جس کو دو چار شخصوں نے مان لیا ہے، وہ فاسق و فاجر بھی ہے اور اس کی وجہ سے عوام میں بے چینی بھی پھیلی ہوئی ہے۔ مسلمانوں کی کثیر تعداد یہ چاہتی ہے کہ وہ متولی نہ رہے۔ بہر حال جس کو نہ نماز و روزے اور نہ لباس شرعیہ کا خیال ہو وہ متولی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ مکمل ومدلل جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔
المستفتی: دارالعلوم عزیزیہ اشرفیہ، نئی مسجد، مہاراج گنج، ضلع سیوان، بہار

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــ

مسجد کے انتظامی امور کو انجام دینے کے لئے ایسے آدمی کا انتخاب ضروری ہے جو دیندار، پابند صوم وصلوٰۃ ہو۔ غیر مشروع، فاسق، فاجر کو مسجد کا متولی بنانا شرعاً جائز نہیں۔ اس لئے کہ جب اس کو دینی امور وفرائض اسلامی سے تعلق نہیں تو پھر مسجد اور اس کے انتظامی امور سے اسے کیا تعلق وسروکار ہوگا؟ لہٰذا جس کو تمام مسلمان متفقہ طور پر متولی بنائیں اور جس کو مذہبی امور سے دلچسپی و لگاؤ ہو وہی متولی بننے کا مستحق ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۲؍ دسمبر ۱۹۷۴ء

استفتاء ۵۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
تعمیر مسجد کے لئے غیر مذاہب سے چندہ لینا جائز ہے یا نہیں؟ اور اگر غیر مذہب کا کوئی آدمی بخوشی چندہ دے تو اُس پیسے کو کس کام میں صرف کیا جائے۔ براہ مہربانی جواب سے مطلع کریں، نوازش ہوگی۔
مولوی گل محمد قادری، ۱۳۴، ایم دت روڈ، دمدم کینٹ، کلکتہ ۲۸

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــ!

تعمیر مسجد میں، کسی غیر مسلم کا پیسہ صرف کرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی غیر مسلم بخوشی چندہ دے تو اُس رقم سے استنجا خانہ بنا سکتے ہیں۔ وہو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۸/۳/۷۴ء

استفتاء ۵۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ
میں بہشتی محلہ کا امام ہوں، اپنے رہائشی کمرے میں جو مجھے مسجد کی طرف سے ملا ہوا ہے، بیڑی بھی پیتا ہوں اور اسی کمرے میں حجامت بھی بنواتا ہوں۔ کچھ لوگوں کا اعتراض ہے کہ امام کے کمرے میں یہ سب نہیں ہونا چاہیے۔ لہٰذا آپ سے گزارش ہے کہ شریعت کیا کہتی ہے؟ صحیح جواب سے نوازیں عین نوازش ہوگی۔ والسلام

المستفتی: محمد حسین احمد رضوی، امام مسجد بہشتی محلہ، داناپور کینٹ، پٹنہ
۷/۱/۷۳ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــ!

صورت مسئولہ میں اگر مسجد کا کمرہ، بعد تعمیر مسجد، حدود مسجد میں بنایا گیا ہے تو اس پر عین مسجد کا حکم ہوگا، اور اس میں کھانا، پینا، سونا، باتیں کرنا جائز نہیں ہیں۔ اور اگر وہ تعمیر مسجد کے وقت، امام و مؤذن کے رہنے کے لئے بنایا گیا تو ظاہر ہے کہ وہ عین مسجد نہیں، بلکہ وہ خارج مسجد سمجھا جائے گا اور مسجد کے احکام و آداب اس پر نافذ نہیں ہوں گے اور اس میں رہنا، سہنا، سونا، کھانا، پینا سب کچھ جائز ہوگا جیسے کہ مسجد کی فصیل جو وضو کے لئے بنائی جاتی ہے، وہ خارج مسجد ہے۔ ورنہ اس پر بیٹھ کر وضو جائز نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۸/۱/۷۳ء

استفتاء ٦٠

مسئلہ: محترمی جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ السلام علیکم
درج ذیل مسئلوں کے متعلق علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

(۱) کرایہ پر مسجد کی دوکان حاصل کرنے لئے زید کا کہنا ہے کہ اگر مجھے دوکان دی گئی تو میں پانچ سو یا ہزار روپے فنڈ میں چندہ دے دوں گا زید کا اس طرح مشروط امداد کرنا، کہاں تک درست ہے۔

(۲) طلوع آفتاب، غروف آفتاب، نصف النہار کے اوقات میں قرآن کی تلاوت اور دیگر وظیفوں میں مشغول رہنا درست ہے یا نہیں؟ برائے کرم بہت جلد جواب عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: معین الدین، امام مسجد نرساچٹی۔ مقام نرساچٹی، ڈاکخانہ نرساچٹی، ضلع دھنباد

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــ

(۱) بصورت مذکورہ حصول دوکان کی بنا پر، زید کی مشروط امداد مسجد کے حق میں شرعاً جائز نہیں۔ ہاں! بغیر کسی شرط کے، اگر مسجد میں چندہ دے اور پھر مسجد کے متولی یا ذمہ دار، جس طرح دوسرے کو دوکان کرایہ پر دینا چاہتے ہیں اگر زید ہی کو دے دیں تو جائز ہوگا۔

(۲) اوقات مکروہہ میں، کسی طرح کی کوئی نماز، فرض واجب، سنت، نفل جائز نہیں، علمائے کرام تلاوت قرآن کریم کو بھی بہتر نہیں فرماتے۔ ہاں! تلاوت کے علاوہ اور دیگر اوراد و وظائف و درود شریف پڑھنا جائز و درست ہے۔ تلاوت قرآن بھی ارکان نماز میں سے ایک ہے اس لئے افضل یہ ہے کہ اوقاتِ مکروہہ میں تلاوت نہ کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ٦
کـتـبـا

استفتاء ٦١

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
ایک مسجد کی رقم ایک شخص کے پاس رکھی گئی۔ اس نے مسجد کی وہ رقم رکھ لیا اور نہیں دیا۔ دوسرے سال دُوسرے آدمی کے پاس رقم رکھی گئی، اس شخص نے بھی نہیں دیا، رکھ لیا۔ تیسرے سال بھی ایسا ہی ہوا۔ امسال ایک آدمی نے مسجد فنڈ پر قبضہ کرلیا اور کہتا ہے کہ "مسجد کی رقم جس جس آدمی کے پاس باقی ہے، جب سب

لوگ دیں گے تو ہم بھی دیں گے؟ ایک مولانا صاحب کو یہ ساری باتیں معلوم ہوئیں، انہوں نے اپنی تقریر میں کہہ دیا کہ ''مسجد کی رقم روک لی گئی ہے تو مؤذن وامام کی تنخواہ نہیں ملے گی۔ بجلی بتی کا پیسہ نہیں دیا جائے گا تو لائن کٹ جائے گی۔ مسجد اندھیری اور غیر آباد رہے گی۔ مسجد کو نقصان پہونچانے والے اور غیر آباد کرنے والے لعنتی اور جہنمی ہیں۔'' کیا مولانا صاحب کا ایسا کہنا درست ہے؟ از راہ کرم مدلل و مفصل جواب دیا جائے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد نظام الدین، کیراف انعام الحق منہاری مرچنٹ، پوسٹ: کنکوری، ضلع رائے گڑھ، ایم پی

۲۲ جون ۷۲ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــ

جب مسجد کی رقم ایک شخص کے پاس امانۃً رکھی گئی اور اُس نے وہ رقم رکھ لی تو اس نے امانت میں خیانت کی۔ منافق کے متعلق فرمایا گیا۔ اذا اؤتمن خان یعنی امانت میں خیانت کرنا منافق کی علامت ہے۔ جن لوگوں نے مسجد کی رقم رکھ لی ہے۔ شرعاً اس روپے کا واپس کرنا، ان پر واجب وضروری ہے۔ ورنہ وہ لوگ سخت گنہ گار اور ظالم قرار دیئے جائیں گے۔ اگر وہ روپیہ واپس نہ کریں تو عام مسلمانوں کو ان سے سلام وکلام ترک کر دینا چاہیے۔ قرآن پاک میں ارشاد فرمایا گیا: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ یعنی اگر تم کو شیطان بھلا بھی دے تو یاد آنے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھو۔ جب مسجد کی رقم روک لینے کی وجہ سے مسجد کے غیر آباد اور ویران ہو جانے کا خطرہ ہو اور نمازیوں کے مسجد میں نہ آنے کا سبب ہو تو ایسی صورت میں روپیہ روک لینے اور نہ دینے والے کے متعلق اگر مولانا نے جہنمی کہا تو ان کا ایسا کہنا جائز ہوگا۔ قرآن حکیم میں ایسے آدمی کے لئے وعید شدید اور تہدید فرمائی گئی ہے۔ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰہِ اَنْ یُّذْکَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰی فِیْ خَرَابِهَا اُولٰٓئِکَ مَا کَانَ لَهُمْ اَنْ یَّدْخُلُوْهَا اِلَّا خَآئِفِیْنَ لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ. ''اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں نام خدا لیے جانے سے اور ان کی ویرانی میں کوشش کرے ان کو نہ پہنچتا تھا کہ مسجدوں میں جائیں مگر ڈرتے ہوئے ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب۔'' (کنز الایمان) وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ عز اسمہٗ اتم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۳/۷/۷۲ء

استفتاء ۶۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
ایک مسجد موضع مرچا گڑھ، ڈاکخانہ سرائے، تھانہ لال گنج ضلع مظفر پور میں واقع ہے جو مسلسل برسات کی وجہ سے شہید ہوگئی ہے۔ مسجد کے سامنے، پورب سڑک ہے۔ مسجد کی زمین جانب پچھم، اتر، پورب بچی ہوئی ہے۔ اس علاقہ کے عوام کا خیال ہے کہ مسجد از سرنو تعمیر کی جائے اور مسجد کی جو زمین پچھم اور اتر میں چھوٹی ہوئی ہے اس زمین میں مسجد کو اپنی سابقہ جگہ سے بڑھا کر بنایا جائے یعنی اب مسجد اُتر پچھم، بڑھ کر بنائی جائے۔ اس سے مسجد کے سامنے صحن کی زمین کافی بڑھ جائے گی۔ مسجد کا صحن، پورب جانب لب سڑک ہوگا۔ قبل سے جو زمین مسجد میں تھی، وہ صحن میں آجائے گی۔ ابھی جو زمین پچھم اُتر کی جانب چھوٹی ہوئی ہے، اس زمین سے مسجد کو کوئی فائدہ نہیں تھا، لیکن اب اس طرح اگر مسجد بڑھا کر بنائی جائے گی، تو مسجد کے آگے صحن کی زمین بڑھ جائے گی اور آئندہ اس سے فائدہ ہوسکتا ہے یا مصرف لیا جاسکتا ہے۔

المستفتی: محمد عارف حسین خاں، مرچاوی، ڈاکخانہ سرائے، ضلع مظفر پور
۱۲/۱۰/۱/۷۱ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــ وباللہ التوفیــــــــق!

صورت مذکورہ بالا میں، سابق مسجد کی زمین، اگر مسجد ہی میں شامل رہتی ہے، مسجد سے خارج نہیں ہوتی، اگرچہ صحن ہی میں داخل رہے تو ایسی صورت میں مسجد بڑھا کر بنائی جاسکتی ہے۔ اس لئے کہ دالان اور صحن مسجد ہی کے حکم میں ہے۔ اس کے علاوہ جتنی زمین کی ضرورت ہو، وہاں تک مسجد بڑھائی جاسکتی ہے مسجد کے احاطہ میں جتنی زمین شامل کی جائے گی وہ قیامت تک کے لئے مسجد ہی کے حکم میں رہے گی۔ فقط وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۷/۱/۲/۷۱ء

استفتاء ۶۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین، اس مسئلہ میں کہ:
جو شخص سنیما ہال کا مالک ہے اور وہ بیک وقت کسی مسجد کا متولی بھی ہونا چاہتا ہے، یا لوگ اسے متولی بنانا چاہتے ہیں۔ اس صورت میں اسے متولی بنایا جاسکتا ہے یا وہ خود متولی ہوسکتا ہے یا نہیں؟ از روئے شرع جواب دیں۔

المستفتی: غلام سرور، کیراف اسٹیم لانڈری، براکار روڈ، پرولیا، ویسٹ بنگال

۱۳/۶/۷۱ء

۹۲/۸۶ے

الجواب

مسجد کا متولی ایسے شخص کو بنانا چاہیے جو پابند شرع، متقی ودیانت دار ہو۔ فاسق جس کا فسق ظاہر ہو جیسے شراب نوشی وغیرہ ایسے غیر متشرع وآزاد خیال، غیر ذمہ دار کو ہرگز مسجد کا متولی نہ بنایا جائے۔ درمختار میں ہے: وینزع وجوبا (بزازیہ) لو الواقف (درر) فغیرہ بالاولیٰ غیر مامون او عاجزا وظهر به فسق کشرب الخمر ونحوه الخ "لازمی طور پر معزول کیا جائے، (بزازیہ) اگرچہ واقف ہی کیوں نہ ہو (درر) تو غیر بطریق اولی جب وہ نا قابل اعتماد یا نااھل ہو یا اس کا فسق ظاہر ہو چکا ہو مثلاً شرابی ہونا وغیرہ۔" لہٰذا متقی وپرہیز گار ودیانت دار کے ہوتے ہوئے۔ سینما ہال کے مالک کو متولی بنانا اچھا نہیں ہے۔ ہاں! اگر کوئی قابل اعتماد آدمی نہ ملے اور شخص مذکور ہی سب میں بہتر سمجھا جاتا ہو تو مجبوراً ایسے شخص کو متولی بنا سکتے ہیں۔ پھر اگر اس نے غیر ذمہ دارنہ کام کیا تو فوراً اسے برطرف کر دینا ضروری ہوگا۔ یہ صورت ضرورت کے پیش نظر ہوگی۔ ورنہ شرعی اصول کے مطابق سنیما ہال کے مالک کو متولی بنانا جائز نہ ہوگا۔ وھو اعلم

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۳/۷/۷۱ء

استفتاء ۶۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) مسجد کی دیوار اینٹ کی ہے اوپر ٹین ہے، اب ہم لوگ اس ٹین کو فروخت کر کے ساتھ ہی کچھ چندہ فراہم کر کے اسے مکمل پختہ بنادینا چاہتے ہیں۔

(۲) مسجد پھوس کی ہے اور مسجد کی آمدنی اتنی ہوگئی ہے جس سے ہم لوگ پختہ مسجد بنا سکتے ہیں اور اس پھُوس کی ٹھاٹ سے دوسری جگہ بنادیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: غلام وارث قادری، ناظم نشر و اشاعت ادارۂ شرعیہ جھرواپرداری، سمراہا، وایہ فاربس گنج، پورنیہ
۲۶/۸/۷۱ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ وهو الموفق للحق والصواب ــــــــــ

(۱) ٹین کو فروخت کر کے، اس سے دوسری چیز، اس سے بہتر خرید کر، اسی مسجد میں لگانا جائز ہے، عینی فتح القدیر وغیرہ میں ہے: **وان تعذر اعادة عينه في موضعه بيع وصرف ثمنه الى المرمت صرفا للبدل مصرف المبدل** ۔"اگر عین مال کو اس کی جگہ پر لوٹنا متعذر ہو تو اس کو بیع کر دیا جائے اور اس کی قیمت کو مرمت میں صرف کر دیا جائے۔ بدل کو خرچ کرنا مبدل کو خرچ کرنے کی طرح ہے۔" مگر اس ٹین کو ایسے مصرف میں نہ لایا جائے جس سے اس کی اہانت ہو۔ درّ مختار میں ہے: **حشيش المسجد و كناسته لا يلقىٰ في موضع يخل بالتعظيم** ۔"مسجد کی گھاس اور کوڑا کرکٹ ایسی جگہ نہ ڈالا جائے جہاں اس کی بے حرمتی ہوئی ہو۔"

(۲) ایک مسجد کی چیزوں کو دوسری مسجد میں لگانا جائز نہیں۔ مسجد کی چیز کو جہاں تک ممکن ہو، اسی مسجد میں صرف کیا جائے۔ اگر فی الحال ضرورت نہ ہو تو آئندہ کے لئے محفوظ رکھیں۔ جب ضرورت ہو صرف کریں۔ اگر بالکل ہی کار آمد نہ ہو اور مسجد کی تعمیر میں اس کا صرف کرنا ممکن نہ ہو تو بانی و متولی مسجد یا اہل محلہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت مسجد کی مرمت و تعمیر میں صرف کر سکتے ہیں۔ دوسری مسجد میں اس کا دینا جائز نہیں۔ ردّ المحتار میں ہے: **المسجد لا يجوز نقله و نقل ماله الى مسجد اٰخر** ۔"مسجد اور اس کے مال کو دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں۔" **وهو تعالىٰ اعلم**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۳/۹/۷۱ء

استفتاء ۶۵

مسئلہ: اس مسئلہ میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں کہ:
عیدگاہ کے لئے زمین خریدی گئی اور وہاں عیدین کی نمازیں بھی پڑھی گئیں۔ اب وہ زمین پڑی ہوئی ہے اور اس کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ اس صورت میں، اس زمین پر مدرسہ یا لائبریری بن سکتی ہے یا نہیں؟ از روئے شرع اطلاع فرمائیں۔ واضح ہو کہ مذکورہ زمین حسب نا اتفاقی درمیان پانچ بستی کے خریدی گئی۔ یہ زمین خریدنے سے قبل، پانچوں بستی کی جماعت ایک ساتھ ہوتی تھی۔ آپس میں نا اتفاقی ہونے پر زمین خریدی گئی۔ اور اب پھر آپس میں اتفاق ہے اور پانچوں بستی کی جماعت ایک ہی ساتھ ہوتی ہے، اس لئے

یہ زمین بے مصرف ہے، اس کا قبالہ ہنوز بنام عیدگاہ ہوا ہے اگرچہ نیت اس وقت عیدگاہ ہی کی تھی۔ فقط

المستفتی: محمد سلیمان

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ وهو الموفق للحق والصواب ــــــــــ

صورت مستفسرہ میں، اگر عیدگاہ بنانے کا مقصد تفریق بین المسلمین تھا اور محض ضد ونفسانیت اور دنیاوی جھگڑے کے پیش نظر عیدگاہ قدیم کو چھوڑ کر، دوسری عیدگاہ کی زمین خریدی گئی۔ جس کا مقصد قدیم عیدگاہ کو ضرر پہونچانا اور تفریق جماعت تھا تو وہ حقیقت میں عیدگاہ نہیں اور اس زمین پر مدرسہ یا لائبریری بنانا جائز۔ قال اللہ تعالیٰ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ ''اور وہ جنہوں نے مسجد بنائی نقصان پہنچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنے کو۔'' (کنزالایمان) اور اگر یہ مقصد نہ تھا بلکہ لوجہ اللہ اور خلوص نیت ہی سے وہ زمین عیدگاہ کے لئے خریدی گئی تو ایسی صورت میں وہ عیدگاہ انما الاعمال بالنیات۔ ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر موقوف ہے۔'' کے پیش نظر، عیدگاہ ہی رہے گی۔ اور اس پر کسی طرح کی تعمیر جائز نہ ہوگی۔ لیکن سوال کے مضمون ومفہوم سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ باہمی نزاع اور آپس کے جھگڑے ونااتفاقی کی بنا پر ایسا کیا گیا جس سے عدم خلوص اور اپنی برتری وفوقیت کا اظہار مدنظر ہونا معلوم ہوتا ہے، اس لئے زمین مذکورہ پر، مدرسہ ولائبریری کی تعمیر وتشکیل جائز ودرست ہوگی۔

کتبہ

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۴/۲/۷۲ء

استفتاء ۶۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ان مسائل مندرجہ ذیل میں کہ:

(۱) مسجد وسائبان مسجد وصحن مسجد ان تینوں کا حکم یکساں ہے یا مختلف مع فرق حکم مدلل جواب شرعی سے تحریر فرمایا جائے۔

(۲) مابین مسجد وسائبان مسجد جو دیوار ہے جن میں عموماً داخل ہونے کے لیے تین دروازے ہوتے ہیں یہ دروازے مسجد ہیں یا خارج مسجد؟

(۳) اندرونی مسجد کی چوکھٹ وکواڑ بوسیدہ ہوگئی تھی جس کو اراکین مسجد نے بدل دیا ہے یعنی نئے کواڑ وچوکھٹ لگا دی ہے اور اس بوسیدہ چوکھٹ وکواڑ کو امام باڑہ سے متصل جو نقشہ میں دیکھ رہے ہیں وہاں لگا دی ہے زید کہتا ہے کہ یہ ظلم ہے اس لئے کہ اس چوکھٹ کواڑ کو فرشتوں نے بدل دیا ہے۔ اور خالد کا بیان ہے کہ

کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ چوکھٹ کواڑ تو محض اسباب مسجد کی حفاظت کے لیے لگائی جاتی ہے وہی مقصد یہاں بھی ہے کہ جب تک صحن مسجد نہیں بنا ہے اس وقت تک پھلواری مسجد کی محافظ ہے پھر صحن مسجد کی نیز زید کا قول یہ بھی ہے کہ اندرون مسجد کی چوکھٹ کواڑ بیرون مسجد لگانا اگر چہ حدود مسجد ہی میں لگائی جائے ناجائز ہے اور ساری بستی مبتلائے عذاب ہوگی لہٰذا بحوالہ کتب متداولہ بالتصریح ہر گوشہ پر روشنی ڈالی جائے تا کہ زید و خالد و عامۃ المسلمین صحیح مسائل سے واقف ہو جائیں!

(۴) زمانہ قدیم سے ایک امام باڑہ متصل مسجد ہے جو نقشہ میں دیکھ رہے ہیں یہاں بموقع محرم الحرام بزم مرثیہ خوانی ہوتی ہے احاطہ بندی کے بعد اب وہ حدود مسجد میں ہے ہم تمام لوگ اس میں شرکت کے لیے مسجد کے صدر دروازہ ہی سے آتے جاتے ہیں جس سے پھلواری مسجد کو نقصان بھی پہنچتا ہے مگر پھر بھی کرتے ہیں امام باڑہ کا رخ بدل سکتے ہیں چونکہ اس کی پشت پر غیر مزروعہ زمین ہے جو عام گزرگاہ بھی ہے اس طرح اگر رخ بدل دیا جائے تو پھلواری مسجد کی حفاظت ہو جائے اور لوگوں کا مسجد کے صدر دروازہ سے آنا جانا بھی بند ہو جائے شرع مطہر کی روشنی میں ایسے روکنے میں خوف فتنہ بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ لہٰذا صحیح احکام شریعت سے مطلع فرمایا جائے۔

(۵) اندرون مسجد کی تینوں چوکھٹ کواڑ میں فضیلت بھی کسی کو حاصل ہے یا سب کے مراتب برابر ہیں وضاحت فرمائی جائے۔

المستفتی: سید سجاد احمد ملکی محلہ لکھنو شریف وایا اثر گنج، ضلع مونگیر بہار

۱۴/۷/۷۸ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ اللهم هداية الحق والصواب ــــــــــ

(۱) صورت مسئولہ میں مسجد و سائبان مسجد و صحن مسجد کا حکم ایک ہی ہے اور ان پر مسجد ہی کا حکم صادق آتا ہے چھت و سائبان والے حصہ کو مسجد شتوی کہتے ہیں جہاں موسم سرما میں نمازیں ادا کی جاتی ہیں۔ اور بغیر چھت یعنی غیر سقف کو مسجد صیفی کہتے ہیں جہاں موسم گرما میں نماز پڑھی جاتی ہیں اگر صحن مسجد کو مسجد قرار نہ دیا جائے تو پھر اس میں نماز و جماعت کا ہونا غیر مسجد میں پڑھنے کے مترادف ہوگا حالانکہ ایسا نہیں ہے لہٰذا صحن مسجد مسجد ہی کا ایک حصہ ہے جیسے گھر کا صحن گھر ہی ہوتا ہے۔ ہاں اگر کوئی موانع نہ ہو تو جماعت کا اندرون مسجد ہی ہونا افضل ہے۔

(۲) مسجد کے تینوں درجے اندرون مسجد ہوتے ہیں یہ بھی مسجد ہی کے حکم میں ہے خارج مسجد نہیں جب اندرونی حصہ اور سائبان مسجد ہے تو بیچ کے دروازے مسجد سے خارج کس طرح ہوں گے۔ ہاں اگر ان دیواروں میں کھڑا ہونے کی جگہ اندر یا سائبان کی طرف سے بنا دی جائے تو وہ جگہ خارج مسجد ہو جائے گی۔

(۳) اگر مسجد کی پرانے کواڑوں کو مسجد ہی کے بیرونی دروازے میں بغرض حفاظت مسجد لگایا جائے تو شرعاً جائز ہے اور اگر وہ جگہ جہاں کواڑ لگائے گئے ہیں مسجد کا حصہ نہیں بلکہ مسجد سے باہر ہے تو مسجد کی چیزوں کو دوسری جگہ استعمال کرنا جائز نہیں۔
درمختار میں ہے: ولا یجوز نقلہ و نقل مالہ الی مسجد آخر۔ ''ترجمہ: مسجد اور اس کے مال کو دوسری مسجد میں منتقل کرنا جائز نہیں۔'' جب ایک مسجد کا سامان دوسری مسجد میں لگانا جائز نہیں تو پھر کسی دوسرے مصرف میں لانا کس طرح سے جائز ہوگا۔ زید کا یہ قول غلط ہے اگر مسجد کی چیز حدود مسجد ہی میں لگائی جائے تو ناجائز ہے اور ساری بستی مبتلا ہے عذاب ہوگی زید کو چاہیے کہ اس کے عدم جواز کی دلیل پیش کرے۔

(۴) بہتر یہ ہے کہ امام باڑہ میں آمدورفت کے لیے دوسرا دروازہ بنایا جائے تاکہ مسجد کا دروازہ عوام الناس کے امام باڑہ کی طرف آنے جانے سے محفوظ رہے اور مسجد کی تنظیف و تطہیر و آداب برقرار رہے۔

(۵) سب کے سب فضیلت میں برابر ہیں ان تینوں میں فرق مراتب ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۱۵/۷/۷۸ء

استفتاء ۶۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں:

ایک جامع مسجد ہے جس کے متصل دوکانیں مسجد کی وقف شدہ زمین میں ہیں مسجد کے اخراجات کو پورا کرنے کے لئے چند کرایہ دار مسلم تھے اور یہی اب چند دوکانیں خالی ہیں، خالی دوکانوں کو غیر مسلم کو کرایہ پر دیا جاسکتا ہے یا نہیں جب کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق دوکان میں بت پرستش کرتے ہیں۔ اور کریں گے شریعت کی رو سے جواب دیں۔

المستفتی: محمد عمر متولی جامع مسجد، مہار، ویشالی

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــ بعون الملک والوہاب ـــــــ!

صورت مذکورہ میں اگر غیر مسلم مسجد سے متعلق دوکان میں بت پرستی کرے گا تو مسجد کی دوکان اسے کرایہ پر دینا شرعاً جائز نہیں قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: تَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ ''ترجمہ: اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو اللہ سے ڈرتے رہو بیشک اللہ کا عذاب سخت ہے۔'' یعنی نیکی و پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور

گناہ دسرکشی میں مددمت کرو۔ لہٰذا غیر مسلم کو مسجد کی دوکان کرایہ پر نہ دی جائے۔ وھو اعلم
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۲/۱۰/۷۷

استفتاء ۶۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
کمار پارا کی مسجد کی توسیع کے لئے جب کارحد بندی شروع کیا تو کنارے پر ایک قبر کا پتہ چلا اور کھوپڑی کا ٹکڑا بھی نکلا اس حصہ زمین میں تقریباً چالیس سال قبل دوتین قبریں تھیں جو ہم لوگوں کو معلوم ہے لیکن نشان نہ تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ قبروں پر مسجد کی بنیاد ڈالی جا سکتی ہے یا نہیں؟ ایک عالم صاحب نے جواز کا فتویٰ دیا ہے دوسرے ایک پروفیسر صاحب نے مشکوٰۃ شریف امام مسلم وغیرہ کا ترجمہ سنایا انگارہ پر بیٹھنا قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے نہ ایذا دے۔ اس صاحب قبر کو جس کی شرح اس قبیل سے ہے کہ قبل از دفن وبعد از دفن میت کی حقارت منع ہے کیونکہ میت ایذا ولذت پاتا ہے اور ترکیب یہ بتائی کہ اس حصہ زمین کو کھود کر ہڈیاں جو ملیں جداگانہ دفن کروادے اور مسجد کا کام شروع کردے۔ یا تو اس جگہ کو مانند کہ تہہ خانہ سیمنٹ وغیرہ سے تختہ بندی کروالیں اور اوپر سے مسجد کی بنیاد ڈالیں ورنہ از روئے تبیین و بحر الرائق مردہ جب تک مٹی نہ ہو جائے بنا جائز نہیں گزارش ہے کہ اس صورت میں حکم شرعی از روئے احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم وفقہ شریف اہلسنّت کیا ہے؟ بینوا اجزاکم اللہ تعالیٰ!
المستفتی: نورالدین۔ حنیف احمد عمران حسین۔ مطیع الرحمٰن، موضع سبحان پور کٹوریہ، وایہ عمرپور، بھاگل پور
۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــــ!
صورت مذکورہ میں قبر پر مسجد تعمیر کرنا ناجائز وحرام ہے اور اس پر نماز پڑھنا جائز نہیں رد المحتار میں ہے: فکرہ الصلاۃ علی القبر لورود النھی عن ذالک. یعنی شریعت نے قبر پر نماز پڑھنے سے ممانعت فرمائی ہے حدیث شریف میں: لعنۃ اللہ علی الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجد۔ یعنی یہود ونصاریٰ پر خدا کی لعنت کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا اگر مسجد کے کنارے قبر ہے اور مسجد کی توسیع ضروری ہے تو اس کی چاروں طرف ایک بالشت کے فاصلہ پر دیوار اٹھادیں کہ قبر سے ایک ہاتھ اونچی ہو اور اس دیوار کو پاٹ دیں۔ اب وہ ایک کمرہ کی طرح ہو جائے گی جس کے اندر قبر ہوگی ایسی صورت میں اس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ سکتے ہیں بلکہ اس کی چھت پر بھی نماز ہو سکتی ہے۔ ان کان بین القبر والمصلی حجاب

فلاتکرہ الصلٰوۃ ۔''ترجمہ: اگر نمازی اور قبر کے درمیان کوئی حجاب ہو تو نماز مکروہ نہیں ہوگی''۔ ذخیرہ میں ہے: ھذااذا لم یکن بین المصلّی وھذہ المواضع حائل کالحائط وان کان حائل لاتکرہ ''ترجمہ نماز مکروہ اس وقت ہوگی جب نمازی اور قبر کے درمیان دیوار وغیرہ کوئی چیز حائل نہ ہو اور اگر حائل ہو تو نماز مکروہ نہیں ہوگی''۔ لہٰذا اگر مصلی و قبر کے درمیان کوئی حجاب یا پردہ ہو تو قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے میں کراہت نہیں قبر پر کسی دکان کی بنیاد ڈالنا شرعاً ممنوع ہے۔

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۰/۱۰/۷۷ء

استفتاء ۶۹

مسئلہ: محترمی السلام علیکم! نوجوان انجمن خیرالاسلام فلاحی محلّہ مدھوپور (ایس پی) ایک ایسی انجمن ہے جس نے مسجد کی توسیع کی ذمہ داری اپنے اوپر لے لی ہے ساکنان محلّہ ہذا سے چندہ کی وصولیابی میں مندرجہ ذیل دشواریاں آرہی ہیں۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں:

(۱) ایک کنبہ ہے جس کا ایک فرد انگریزی شراب کی تجارت کرتا ہے دوسرا فرد ڈاکٹری کا پیشہ کرتا ہے، تیسرا فرد آبائی کاشتکاری پر معمور ہے، چوتھا فرد اسکول انسپکٹر ہے۔ کیا اس کنبہ سے چندہ لیا جاسکتا ہے؟ اگر لینے کی اجازت ہے تو فرد اول سے چندہ لیا جائے یا نہیں؟

(۲) دوسرا کنبہ ایسا جس کی تجارت شراب وگانجہ ہے سرکاری اعلان کے بعد شراب کی دوکان بند ہوگئی، لیکن گانجہ خانہ برقرار ہے حال ہی میں ایک انگریزی دواخانہ کھولا ہے نیز چند مکانات کا کرایہ بھی آتا ہے۔ جو دوران تجارت شراب ودوکان سے زمین لیکر تعمیر کی گئی ہے کیا اس گھر سے چندہ لیا جاسکتا ہے۔

(۳) زید جو اسکول کا ماسٹر تھا۔ اور اسی عہدہ پر ریٹائر بھی ہوا اس کی کچھ آبائی جائداد بھی ہے مذکورہ شخص کا لڑکا عمر اپنے والد سے بطور قرض پیسہ لیکر مکان خریدا۔ عمر پندرہ برسوں سے آبکاری والے کے یہاں منیجر کے عہدہ پر فائز رہا اور دوران منیجری اپنے والد سے بطور قرض لی ہوئی رقم واپس کردی سرکاری اعلان کے بعد شراب کی دوکان بند ہوگئی۔ اب عمر اسی مالک کے یہاں مارکیٹ منیجر کی حیثیت سے کام کررہا ہے۔ زید اپنے لڑکے عمر سے واپس کردہ رقم مسجد کی توسیع میں دینا چاہتا ہے تو وہ رقم مسجد میں لگائی جاسکتی ہے یا نہیں؟ پھر زید کہتا ہے کہ میں نے اپنی آبائی جائداد کو فروخت کردیا ہے اور وہ رقم مسجد کے کام میں دینا چاہتا ہوں کیا اس کی بات پر اعتماد کر کے رقم مسجد میں لگائی جاسکتی ہے۔ عمر بھی مارکیٹ منیجر کی حیثیت

سے ملی ہوئی تنخواہ کی رقم مسجد میں دینا چاہتا ہے وہ رقم لی جاسکتی ہے یا نہیں۔

(۴) ایک شخص کپڑے کی تجارت کرتا ہے اور دوسرا ریلوے میں ملازم ہے لیکن دونوں افراد شراب نوشی اور جوا کھیلتے ہیں کیا ان اشخاص سے مسجد کے کاموں کے لیے چندہ لیا جاسکتا ہے۔ براہ کرم مندرجہ بالا مسائل کا جواب شریعت کی روشنی میں فرداً فرداً دیکر ممنون ومشکور فرمائیگا۔

المستفتی: محمد شمیم احمد، صدر انجمن خیر الاسلام، مدھو پور، سنتھال پرگنہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

(۱) فرد اوّل یعنی شراب کی تجارت کرنے والے سے چندہ لینا اور مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں حرام مال مسجد میں نہیں لگایا جاسکتا، باقی کنبہ کے دوسرے افراد سے چندہ لینا اور تعمیر مسجد میں صرف کرنا جائز ہے۔ وھو اعلم!

(۲) اس کنبہ کی آمدنی بھی شرعاً ناجائز وحرام ہے اگر اس کے علاوہ اور کوئی ذرائع آمدنی نہیں ہے تو ان کی رقم لینا اور مسجد میں صرف کرنا جائز نہیں ہاں اس کے پیسے سے پاخانہ، استنجا خانہ، غسل خانہ بنایا جاسکتا ہے۔ اگر دوسرے حلال ذریعہ سے اسے آمدنی ہوتی ہے تو اسی دوسری قسم کی آمدنی سے اگر وہ دینا چاہے تو لے سکتے ہیں۔ وھو اعلم!

(۳) صورت مسئولہ میں زید وعمر دونوں کی رقمیں مسجد میں لگائی جاسکتی ہیں۔ زید کی رقم تو اس لئے کہ اس کی جائز محنت اور تنخواہ کی رقم ہے اور اس کے لڑکے نے قرض ادا کیا اگرچہ وہ منیجر کے عہدہ پر تھا مگر وہ رقم قرض کی والد کو واپس کی ہے دوسرے یہ کہ جب زید کا یہ قول ہے کہ میں آبائی جائداد کو فروخت کر کے مسجد میں رقم دینا چاہتا ہوں تو بلاوجہ زید کی نیت پر شک وشبہ کرنا جائز نہیں ظن المومنین خیرا۔ ''ترجمہ: مومنوں کے لئے اچھا گمان کرو'' اور پھر اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلاَ تَجَسَّسُوْا ''بیشک کوئی گمان گناہ ہوجاتا ہے اور عیب نہ ڈھونڈھو (ترجمہ کنز الایمان) اور شان مومن سے یہ بعید ہے کہ دانستہ طور پر ناجائز مال مسجد میں صرف کرے۔ اور عمر کی رقم بھی تعمیر مسجد میں لگائی جاسکتی ہے اس لئے کہ مالم یعرفه حراما بعینه۔ جب تک کسی مال کے حرام ہونے کا یقین کامل نہ ہوا سے حرام قرار نہیں دیا جاسکتا۔ وھو اعلم

(۴) مذکورہ اشخاص کی آمدنی کے ذرائع تجارت وملازمت سے جو رقمیں ملتی ہیں شرعاً وہ حلال وجائز ہیں۔ اور مسجد کے کاموں میں بلاشبہا سے خرچ کرنا جائز ودرست ہے۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۲/۱۱/۷۸ء

استفتاء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین مسئلہ ہٰذا کے بارے میں:
موضع بہاءالدین پورا تھانہ پالدو ضلع مظفر پور میں ایک قدیم مسجد ہے جس میں تقریباً ستر برسوں سے نماز پنجگانہ و جمعہ قائم ہے اِدھر آ کر چھت پھٹ گئی جس کی مرمت بغیر مسجد شہید کیئے ہوئے ممکن نہیں تھی اور یہ مسجد قبل سے کچھ ٹیڑھی بھی تھی لہٰذا اہل موضع بہاءالدین پور کے رائے سے جناب عبدالغفور صاحب مسجد کی ازسرِ نو تعمیر کرنے کو تیار ہوئے لیکن کرسی تک ہی مسجد شہید ہوئی پھر اس کے اوپر دیوار کی تعمیر شروع ہوگئی اور مسجد پہلے جیسی ٹیڑھی رہ گئی ساکنان موضع بہاءالدین پور اور دیگر موضع کے کہنے پر موصوف نے کچھ خیال نہیں کیا حتی کہ مسجد کی دیوار بھی پوری ہوگئی جب چھت ڈھالنے کی نوبت آئی تو عبدالغفور صاحب نے اعتراض کیا کے جب تک مسجد کی زمین صاحب زمین جناب فرمان علی صاحب وقف بنام مسجد نہیں کرتے ہیں تو اس وقت تک میں چھت ڈھالنے کا کام باقی رکھوں گا۔ جبکہ اس زمین کا سروے جامع مسجد بہاءالدین پور کے نام سے تصدیق پا چکی ہے جس کے لئے مظفر پور کے چند علماء کرام و وکلاء حضرات سے مشورہ لیا گیا سبھوں نے کہا کہ جب جامع مسجد کے نام سے سروے ہو چکی ہے تو وقف کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس پر بھی عبدالغفور صاحب راضی نہیں ہوئے اور بار ہا ان سے کہا گیا لیکن انھوں نے کسی بھی طرح آمادگی کا اظہار نہیں کیا بالآخر باشندگانِ موضع ہٰذا نے ایک میٹنگ کی جس میں یہ بات طے پائی کہ ہم لوگ چندہ کر کے ہی مسجد کی ازسرِ نو تعمیر کریں جس کے لئے کمپاس کے ذریعے چند علمائے کرام نے کتب قاعدہ کے ذریعے یہ بات ثابت کیا کہ مسجد کا قبلہ صحیح نہیں ہے ایسی حالت میں نماز تو کسی بھی طرح درست ہوگی لیکن مستقبل کے لئے اچھا نہیں ہوگا۔ مظفر پور کے مفتی صاحب آئے انہوں نے بھی یہی بات کہی نماز تو کسی بھی طرح درست ہو جائے گی۔ لیکن مستقبل کے لئے اچھا نہیں ہوگا لہٰذا مسجد شہید کر کے ازسرِ نو تعمیر کیا جائے لیکن شرط یہ ہے کہ صاحب زمین مسجد کی زمین کو مسجد کے نام وقف کر دیں تو مسجد دوسری جگہ تعمیر کی جائے گی جس کے بعد ایک جنرل میٹنگ ہوئی جس میں یہ بات طے پائی کہ فرمان علی صاحب! مسجد کے نام زمین وقف کر دیں تو ہم لوگ مسجد کے تعمیر میں حصہ لیں گے اگر نہیں کرتے ہیں تو ہم لوگ الگ دوسری مسجد کی تعمیر کریں گے اسی وقت ایک پنچ نامہ بھی لکھا گیا جس پر عبدالغفور صاحب اور دیگر حضرات کا دستخط ہے اس کے کل ہو کر کے مفتی صاحب کے حسب فرمان اور باشندگان کے لڑنے پر صاحب زمین نے مسجد کے نام زمین وقف کر دیا جب کہ سروے بھی جامع مسجد کے نام ہو چکا ہے ایسا اسلئے کیا گیا کہ موضع میں دو جماعت اور اختلاف پیدا نہ ہو لیکن زمین وقف ہونے کے

باوجود بھی عبدالغفور صاحب نے ایک نئی مسجد کی تعمیر شروع کردی ہے جب کی دوری مسجد نقشہ سے تقریباً بیس جریب ہے جب کہ سابقہ مسجد کی تعمیری کام ادھورا ہے اس میں بھی نماز پنجگانہ وجمعہ قائم ہے براہ کرام قرآن وحدیث کی روشنی میں یہ بتائیں کہ دوسری مسجد میں نماز ادا کریں صحیح ہے یا نہیں؟ فقط والسلام

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــ وھوالموفق للحق والصواب ــــــــــــ

صورت مسئولہ میں عبدالغفور صاحب کا تعمیر مسجد کے سلسلہ میں مسلمانوں کے درمیان افتراق وانتشار پیدا کرنا۔ شرعاً ناجائز وگناہ ہے۔ اولاً ان کارائے عامہ کے خلاف مسجد قدیم کو پہلی بنیاد پر جب کہ سمت قبلہ صحیح نہ تھا شرعاً غلط اور تفریق بین المسلمین کا باعث ہوا پھر وقف کی شرط پیش کر کے اس کو نامکمل چھوڑ دیا جب کہ واقف نے اسے وقف بھی کردیا۔ اس کے بعد پھر جدید مسجد کی تعمیر وہ بھی مسجد قدیم سے تھوڑے ہی فاصلہ پر شرعاً جائز نہیں اگرچہ ضرورت داعیہ کے پیش نظر ایک مسجد کے ہوتے ہوئے دوسری مسجد بنانا جائز ہے۔ اشباہ میں ہے: **لاھل المحلة جعل المسجد الواحد مسجدين والاولیٰ ان يكون لكل طائفه مسؤذن** ''اہل محلہ کو اختیار ہے کہ ایک مسجد کو دو بنالیں اور بہتر یہ ہے کہ دونوں کے لئے الگ الگ مؤذن ہوں۔'' مثلاً مسجد آبادی سے دور ہے کہ لوگوں کو وہاں تک جانے میں غیر معمولی دشواری ہوتی ہو۔ یا مسجد لوگوں کی آبادی یا کثرت کے لحاظ سے چھوٹی ہے جس میں تمام لوگ نہیں آسکتے تو ایسی صورت میں دوسری مسجد بنانا جائز ہے مگر پہلی مسجد کو آباد رکھنا بھی ضروری ہوگا اور اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ صرف اپنے نام ونمود کے لئے یا تفریق بین المسلمین کے خیال سے اپنی ضد سے دوسری مسجد تعمیر کرنا شرعاً جائز نہیں۔'' **قال الله تعالیٰ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ** (التوبہ:۱۰۷) ''اللہ تعالیٰ نے فرمایا اور وہ جنھوں نے مسجد بنائی نقصان پہونچانے کو اور کفر کے سبب اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کو۔'' (ترجمہ کنزالایمان) تفسیر کشاف ومدارک میں زیر آیہ مذکورہ ہے۔ **قيل كل مسجد بني مباهاة اورياءً وسمعة اوالغرض سوى ابتغاء وجه الله اوبمال غير طيب فهو لاحق بمسجد ضرار** ۔ یعنی اگر خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ مسجد تعمیر نہ کی بلکہ شہرت ونام ونمود کی غرض سے یا ناجائز پیسے سے مسجد کی تعمیر ہوئی تو وہ مسجد ضرار ہی کے حکم میں ہوگی۔ نہ اس میں نماز کی اجازت نہ اسے باقی رکھنے کی ضرورت۔

نیز کشاف میں ہے: **عن عطاء لما فتح الله الامصار على يد عمر رضى الله امر المسلمين ان يبنوا المساجد وان لا يتخذوا في مدينة مسجدين يضار احدهما صاحبه** ۔ ''عطاء سے روایت ہے کہ جب اللہ کے فضل سے مختلف ممالک حضرت عمر کے ہاتھوں پر فتح ہوئے تو مسلمانوں کو حکم دیا کہ مسجدوں کی تعمیر کریں اور ایک شہر میں دو مسجد نہ بنائیں جب کہ تفریق ہو۔'' ضرر رسانی کے خیال سے دو مسجدیں نہ بنائی جائیں۔

صاحب تفسیر احمدی نے لکھا ہے: **فالعجب من المشائخين المعصبين في زماننا يبنون في كل ناحية مساجدا طلبا للاسم والرسم واستعلاء لشانهم والقتداء باباائهم ولم يتاملوا امافي هذه الاية والقصة من شناعة حالهم وسوء افعالهم** ۔ ''ہمارے زمانے کے متعصب مشائخ پر تعجب ہے کہ شہرت، رسم، اپنی رفعت شان اور اپنے آباء واجداد کی اقتداء کے لئے

ہر کونے میں مسجدیں بنالی ہیں اوراس آیت کریمہ اوران لوگوں کی بدافعالی اور بدحالی کے قصے میں غور نہیں کیا۔" لہٰذا اگر جدید مسجد کی تعمیر سے رضاء مولا مطلوب نہیں بلکہ اپنی شہرت ونا موری اور مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا مقصود ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو اس مسجد میں نہ نماز پڑھنی جائز ہے نہ اس کی آبادی ضروری بلکہ مسجد قدیم کی از سرنو تعمیر اور اس کو آباد رکھنا ضروری ہے۔
وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۲/۳/۸۰ء

استفتاء ۱۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ:
ایک مسجد کے سامنے ایک گڈھا ہے۔ جس سے متصل قبرستان ہے۔ اس گڈھے میں مردے مدفون نہیں ہوتے بلکہ تعمیر مسجد سے پہلے لوگ اسے رفع حاجت کے لئے استعمال کرتے تھے البتہ سروے میں وہ گڈھا قبرستان میں محسوب ہے کیا اس گڈھے کے ایک حصہ کو پاٹ کر اس پر آذان گاہ کی تعمیر کی جاسکتی ہے۔ بینوا توجروا!

المستفتی: مکھیا محمد نعیم الدین خاں، نوادہ، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ !

قبرستان عام وقف ہوتا ہے۔ ہدایہ میں مہمان سرائے، مسافرخانہ، ومقابر وغیرہ کے بیان میں ہے: **وعند محمد اذا اسقی النّاس من السقایة وسکنوا الخان والرباط. ودفنوا فی المقبرة زال الملک.** "امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب مشکیزہ سے لوگوں کو پانی پلایا گیا اور سرائے میں لوگ نے سکونت اختیار کرلی اور لوگوں کو مقبرہ میں دفن کردیے گئے تو ملکیت زائل ہوگئی۔"
عالمگیری میں ہے: **ذکر فی المبسوط ان الفتوی علی قولهما فی هذه المسائل وعلیه اجماع الامة کذافی المضمرات.** "مبسوط میں مذکور ہے کہ اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے اور اسی پر اجماع امت ہے، مضمرات میں ایسے ہی ہے۔"
ہدایہ میں ہے: **اذا صح البیع لم یجز بیعه ولا تملیکه.** "جب بیع صحیح ہوگئی تو نہ اس کو بیچنا درست ہے اور نہ ہی بیچی ہوئی شئی کا مالک بنانا درست ہے۔"

صورت مذکورہ میں یہ امر قابل غور ہے کہ گڈھا داخل قبرستان ہے یا نہیں بظاہر اس کا کوئی ثبوت نہیں اور جب اس میں تدفین میت نہیں ہوتی بلکہ لوگ اس آراضی کو رفع حاجت کیلئے استعمال کرتے رہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قطعہ زمین قبرستان سے الگ ہے۔ اور سروے میں اسے قبرستان قرار دینے سے شرعاً قبرستان کا حکم اس پر نافذ نہ ہوگا۔ اس لئے کہ عسادی الارض لِلّٰه ولرسوله ۔"غیر موقوفہ زمین اللہ اور رسول کی ملکیت میں ہے۔" اور اگر اسے بالفرض قبرستان کا ہی حصہ تسلیم کرلیا جائے تو تدفین میت متعذر ہونے اور کارآمد ہونے کی بنا پر اگر وہاں آذان گاہ تعمیر کی جائے تو شرعاً کوئی قباحت نہ ہوگی چنانچہ عینی شرح بخاری میں: **قال ابن القاسم لو ان مقبرة من مقابر المسلمين عفت فبنى فيها مسجداً لم ارا بذلك باساو ذلك لان المقابر وقف من اوقاف المسلمين لدفن موتاهم لايجوز لاحد ان يملكها فاذادرست واستغنى عن الدفن فيهاجاز صرفهاالى المسجدلان المسجدايضاً وقفٌ من اوقاف المسلمين لايجوز تمليكه لاحد.** "ترجمہ: ابن قاسم نے کہا کہ اگر مسلمان کے کسی مقبرہ کو توڑ کر اس میں مسجد بنائی گئی تو کوئی حرج نہیں وہ اس لئے کہ مقابر مردوں کو دفن کرنے کے لئے مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہے۔ تو کسی کے لئے جائز نہیں کہ اپنی ملکیت میں اس کو لائے اور قبور مٹ جائیں وہ زمین دفن سے بے نیاز کردی جائے تو مسجد کے لئے اس کو صرف کرنا جائز ہے۔ اس لئے کہ مسجد بھی مسلمانوں کے اوقاف میں سے ایک وقف ہے تو کسی کو بھی اس کا مالک بننا جائز نہیں۔"

عبارت مذکورہ سے بعلت اشتراک یہ مفہوم ہوتا ہے کہ عامۃ المسلمین کے فائدہ کے پیش نظر اس افتادہ اور ناقابل استعمال خطۂ زمین پر آذان گاہ کی تعمیر جائز ہوگی۔ هذاماظهر عندى والحق عندربى.

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی خادم دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۴/۸/۸۵ء

استفتاء ۲۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں
ہمارے محلّہ میں عیدگاہ ہے۔ اس کے ایک جانب قبرستان اور دوسری جانب عید و بقرعید کی نماز شہر کٹک کے اکثر محلے والے پڑھتے ہیں۔ یہاں شہر کی مسجد میں ہر جگہ سے قبل نماز ہوجاتی ہے اور سب سے آخر میں عیدگاہ میں نماز ہوتی ہے۔ اب ادھر کچھ لوگ اسی عیدگاہ میں نماز پنجگانہ پڑھنا شروع کرچکے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ عیدگاہ میں جس کی پختہ چھت ہے اور تین جانب دیوار ہے اس میں نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ ہوسکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد کلیم، عیدگاہ، کٹک (اڑیسہ)

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ!

عیدگاہ اس خطہ زمین کا نام ہے جو بیرون آبادی صحرا و میدان میں عیدین کی نماز کے لئے منتخب کی گئی ہو۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ علامہ ابن ملک سے ہے **الافضل اداء ھا فی الصحراء فی سائر البلدان و فی مکۃ خلاف.** ''نماز عیدین صحرا اور تمام شہروں میں اداء کرنا افضل ہے۔'' اب سوال یہ ہے کہ عیدگاہ عین مسجد ہے یا غیر مسجد۔ ردالمحتار میں ہے: **صحح تاج الشریعۃ ان مصلی العید لہ حکم المساجد.** ''حضرت تاج الشریعہ نے تصحیح فرمائی ہے کہ عیدگاہ کے لئے مساجد کا حکم ہے۔'' لیکن قول مختار کے پیش نظر عیدگاہ عین مسجد نہیں یعنی مسجد و عیدگاہ کے احکام میں کسی قدر فرق و امتیاز ہے۔ اگرچہ تاج الشریعہ نے اسے مسجد ہی کے حکم میں رکھا۔ درمختار میں ہے: **اما المتخذ لصلوۃ جنازۃ او عید فھو مسجد فی حق جواز الاقتداء.** ''جز زمین نماز جنازہ یا نماز عید کے لئے منتخب کی گئی تو وہ جواز اقتداء کے حق میں مسجد ہے۔'' بہر حال اس کی تطہیر و تنظیف ضروری ہے۔ اگرچہ وہ من کل الوجوہ مسجد نہیں پھر بھی موجودہ صورت میں جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے کہ اس کی چھت پختہ اور چہار دیواری سے محیط اور ہر طرح محفوظ ہے۔ وہاں پنجگانہ اور جمعہ کی نماز ادا کی جاسکتی ہے۔ شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں نہ عدم جواز کی کوئی دلیل ہے۔ **ھذ اما ظھر عندی وھو اعلم**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۶ / ستمبر ۱۹۸۲ء

استفتاء ۴۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے متعلق!

(۱) مسجد کے اندر دینی تقریر نعت خوانی اور ثنا خوانی جائز ہے یا نہیں؟

(۲) مقرر بغیر سند کے تقریر کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) قل فاتحہ سلام ذکر شہادتین مسجد کے اندر کرسکتے ہیں یا نہیں؟

الطاف حسین کھگول، محمد علی کھگول

مورخہ ۲۹ / اگست ۱۹۷۸ء مطابق ۲۴ / رمضان المبارک ۱۳۹۸ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــ!

(۱) مسجد عبادت و بندگی کے لئے ہے مسجد میں غیر شرعی کام کرنا جائز نہیں۔ مسلمانوں کے اعمال و عقائد کی اصلاح اور انہیں اعمال خیر کی ترغیب دینے اور ناجائز امور سے روکنے کے لئے نیز مسائل شرعیہ و احکام دینیہ کو بتانے اور سمجھانے کے لئے مسجد میں وعظ و تقریر کرنا بلاشبہ جائز و باعث ثواب ہے۔

سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ اخلاق کریمہ اوصاف جمیلہ وفضائل کومسجد میں بیان کرنا بھی شرعاً جائز ودرست اور یہ نظم میں ہو یا نثر میں دونوں طرح سے جائز اور باعث اجرعظیم ہے اس لئے کہ جن کاموں سے خالق کائنات جل وعلا اور اس کے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم راضی وخوش ہوں وہ سب عبادت ہی میں شمار کئے جائیں گے۔ لہٰذا مسجد میں تقریر وثنا خوانی شب قدر میں ہو یا دوسرے دنوں میں جائز ودرست ہے ہاں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ نمازیوں کونماز پڑھنے میں تکلیف نہ ہو اوران کے خیالات منتشر نہ ہوں۔

(۲) مقرر کے لئے عالم دین اوراحکام شرعیہ کا جاننے والا ہونا ضروری ہے جوآیات قرآنی کا صحیح معنی اور حدیث پاک کا مطلب ومفہوم اچھی طرح سمجھتا ہو جوعقائد واعمال سے متعلق تفصیلی معلومات رکھتا ہو تھوڑے کم پڑھے آدمی کوتقریر کرنا شرعاً جائز نہیں۔

(۳) مسجد میں قُل، فاتحہ دُرود وسلام بلاشبہ جائز ہیں اس لئے کہ یہ سب چیزیں کارخیر ہی ہیں اور ہر کارخیر جس سے خدا ورسول راضی وخوش ہوں وہ عبادت ہی میں شمار کئے جائیں گے۔ ذکرشہادت میں اگر غلط روایات اور مبالغہ آمیزی افراط وتفریط نہ ہوں بلکہ صحیح حالات وواقعات بیان کئے جائیں تو بیشک مسجد میں اس کا بیان بھی جائز ودرست ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۹/۸/۷۸ء

استفتاء ۷۴

مسئلہ: مکرم ومعظم جناب مفتی اعظم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف!

آنجناب سے گزارش ہے کہ ہماری بستی میں دولائن ہے ایک گرام لائن دوسری ڈی بیسن لائن اور زیادہ مسلمان دوسری لائن ہی میں ہیں اور نمازی بھی۔ لیکن مسجد نہ ہونے کی وجہ سے نمازیوں کو جماعت سے نماز پڑھنا مشکل ہے۔ گرام لائن دوری پر ہے کوئی۔ ہاں جاتا نہیں ہے، تمام لوگوں کی خواہش ہے کہ دوسری لائن میں مسجد بنائیں مگر کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک گاؤں میں دو مسجد بنانا جائز نہیں یہ کہنا صحیح ہے یا غلط دوسری لائن میں مسلمانوں کے ۹۰ رنوّے گھر ہیں اس کا جواب جلد دیں گے۔

المستفتی: محمد اسیرالدین چرچی بگان، جلپائی گوری

۸۶/۹۲ء

الجواب

ضرورت داعیہ کے پیش نظر ایک بستی میں آبادی کے اعتبار سے دو مسجدیں تعمیر کرنا شرعاً بالکل جائز ودرست ہے اگر ایک مسجد

قبل سے موجود ہے لیکن دوری کی بنا پر لوگوں کو پنجوقتہ نماز میں حاضری دشوار ہوتی ہے تو دوسری مسجد بنا سکتے ہیں مگر قریب میں رہنے والوں پر پہلی مسجد کو بھی آباد رکھنا ضروری ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ دوسری مسجد بنانا جائز نہیں وہ غلطی پر ہیں دوسری مسجد کی تعمیر اس صورت میں ناجائز ہوگی جب کہ اس کی تعمیر سے پہلی مسجد ویران ہو جائے اشباہ میں ہے: لاهل المحلة جعل المسجد الواحد مسجدين والاولىٰ ان يكون لكل طائفة موذن. اہل محلہ کو اختیار ہے کہ ایک مسجد کو دو مسجد بنالیں اور بہتر یہ ہے کہ ہر گروہ کے لئے الگ موذن ہو۔ لہٰذا دو مسجد بنانا اور دونوں کو آباد رکھنا جائز و درست ہے۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۹/۱۰/۷۸ء

استفتاء ۷۵

مسئلہ: قابل صد احترام مفتی ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ ازراہِ کرم مطلع فرمائیں کہ:
مسجد کی چہار دیواری کے اندر کی زمین جہاں پر نماز ہوتی ہے اس زمین کو دوسرے کام میں لایا جا سکتا ہے کہ نہیں؟ ایک جگہ مسجد ہے اس کی زمین کے بارے میں اس طرح کا جھگڑا کھڑا ہو گیا ہے کچھ لوگ صحن کی چہار دیواری کو توڑ کر دوکان بنانا چاہتے ہیں ابھی اس صحن میں نماز ہوتی ہے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ مسجد کی زمین کو دوسرے کام میں نہیں لیا جا سکتا اس سلسلہ میں شرعی حکم کیا ہے واضح کرنے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

المستفتی: عبدالرزاق مقام پانکی، ضلع پلاموں، بہار

۱۶/۱۲/۷۸ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــــــــــــــ !

مسجد کا صحن جو دیوار کے اندر ہے جہاں لوگ نماز پڑھتے ہیں وہ حصہ مسجد ہی ہے وہاں سوائے نماز کے دوسرا کوئی دنیاوی کام کرنا جائز نہیں اور چہار دیواری کو توڑ کر اس میں دوکان یا مکان بنانا ناجائز و حرام و سخت گناہ ہے۔ وہ جگہ قیامت تک کے لیے مسجد ہی سمجھی جائے گی اور اب بھی وہ مسجد ہی ہے درمختار میں: انه مسجد الى عنان السماء، ردالمحتار میں ہے: وكذا الى تحت الثرىٰ یعنی جہاں مسجد بن گئی مسجد کا وہ حصہ تحت الثریٰ سے لیکر آسمان تک مسجد ہی سمجھا جائے گا۔
عالمگیری میں ہے: قيم المسجد لا يجوز له ان يبنى حوانيت فى حد المسجد او فى فنائه لان المسجد اذا جعل حانوتا و مسكنا تسقط حرمته وهذا لا يجوز والفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد كذا فى محيط الرخسى. یعنی مسجد کے متولی و نگراں کے لیے مسجد کے حدود یا باہری حصہ میں دوکان بنانا جائز نہیں اس لئے

کہ مسجد کو جب دوکان یا مکان بنالیا جائے گا تو اس کی حرمت وعظمت ختم ہو جائے گی اور یہ جائز نہیں اور مسجد کا بیرونی حصہ جیسے صحن وغیرہ مسجد کے تابع ہے اس وجہ سے اس کا حکم بھی مسجد ہی کا حکم ہوگا جیسا کہ محیط سرخسی میں ہے۔ لہٰذا جہاں تک مسجد کا حلقہ بنا ہوا ہے اس کے کسی حصہ میں دوکان وغیرہ بنانا ہرگز جائز نہیں۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتــبہ

۷۸/۱۲/۱۷ء

استفتـــــــاء ۷۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل کے بارے میں:

(۱) زید نے ایک مسجد بنوائی، اس مسجد کے بنوانے میں جتنے روپے خرچ ہوئے اس میں زیادہ تر سود کے روپئے تھے۔ اب وہ مسجد بن کر تیار ہوگئی ہے، لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں اب سوال یہ ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں پڑھ سکتے ہیں تو اس کی کوئی صورت ہے کہ نماز پڑھنا جائز ہو جائے۔ **بینوا توجروا!**

المستفتی: محمد معزالدین، مقام جھونی استبرار، پورنیہ

۸۶/۹۲

الجوابـــــــــــــــ اللّٰهم هداية الحق والصوابـــــــــــــــــــ!

(۱) اگر مسجد کی تعمیر میں حلال وحرام مال مخلوط ہو گئے اور امتیاز کرنا مشکل ہوگیا تو ایسی صورت میں اگر حلال مال زیادہ اور حرام کم ہو تو فتویٰ جواز ہی کا دیا جائے گا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بـه ناخذ مالم نعرف شيئاً حراما بعينه. ’’ ہم اس سے لیں گے جب تک بعینہ کسی شئی کے حرام ہونے کا علم نہ ہو جائے۔‘‘ لیکن بہتر یہ ہے کہ جس سے حرام مال لیا گیا ہے تو اس کا مال واپس کر دیا جائے، اس کی صورت یہ ہوگی کہ اگر مال حرام کی مقدار معلوم ہو تو صاحب مال نے اتنی رقم جن لوگوں سے لی ہے۔ اسے واپس کردے یا پھر محلّہ کے لوگ اتنی رقم صاحب مال کو واپس کر دیں۔ اس کے علاوہ اس کے جواز کی اور کوئی صورت نہیں۔ وھو اعلم بالصواب!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتــبہ

۱۸/۷/۷۲ء

✿ صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم صلی اللہ علیہ وسلم ✿
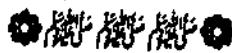
استفتاء

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں

(۱) زید ایک عالم دین ہے اور شہر کا مفتی بھی مانا جاتا ہے۔ اکثر تبلیغ بھی کرتا ہے اور اسے امامت کا بھی بہت شوق ہے مگر وہ نمازیں گنڈے دار ادا کرتا ہے۔ اہل محلہ کا یہ کہنا ہے کہ ہم نے زید مذکور کو فجر کی نماز باجماعت یا بلا جماعت تقریباً ۲۵-۳۰ سال سے مسجد میں ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔ ایسی حالت میں زید کا حکم کیا ہے۔ وہ امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۲) جس مسجد میں اہل محلہ نے اپنا ایک امام مقرر کر رکھا ہو۔ اس کی موجودگی میں کسی دوسرے کو بغیر اجازت امام کے، امامت کرنا کیسا ہے؟

(۳) بغیر کسی تحقیق کے کسی پر غلط الزام لگانا کیسا ہے اور لگانے پر کیا حکم ہے؟

(۴) زید ٹخنوں سے نیچا پاجامہ پہنتا ہے اور شاہراہ پر چلتے پھرتے استنجا کرتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد عبدالعزیز رضوی اسلامی، محلہ کھگوسرائے نیاریاں مسجد ڈاکخانہ سنبھل، ضلع مرادآباد

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ـــــــــــ !

(۱) صورت مذکورہ میں جس امام کی امامت کے متعلق سوال کیا گیا ہے اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی کیونکہ جب وہ گنڈے دار نماز ادا کرتا ہے اور نماز فجر نہیں پڑھتا ہے تو ایسے شخص کو چاہیے کہ وہ خود اس بار گراں کو اپنے ذمہ نہ لے اور اگر اسے امامت کا شوق ہی ہے تو امام کے اوصاف اپنے اندر پیدا کرے ورنہ قوم اس جیسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کرے۔ اول تو نماز فرض ہے۔ تارک صلوٰۃ کے متعلق حدیث شریف میں ہے: **من ترک الصلاۃ متعمداً فقد کفر** ۔"جس نے قصداً نماز ترک کیا تو اس نے کفر کیا" قصداً نماز ترک کرنے والا سخت گنہگار، مستحق عذاب نار ہے۔ فقہ کی کتابوں میں امام اور امامت کے متعلق یوں تصریح فرمائی گئی ہے۔ درمختار میں ہے: **والاحق بالامامۃ الا علم باحکام الصلاۃ ثم الاحسن تلاوۃ ثم الاورع ثم الاحسن خلقا ثم الاحسن وجھا ثم اکثرھو حسبا ثم الاشرف نسباوزاد فی البرھان ثم الاحسن صوتا وفی الاشباہ ثم الاحسن زوجۃ** ۔"امامت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو احکام نماز کا زیادہ جانکار ہے پھر وہ جس کی تلاوت اچھی ہو۔ پھر وہ جو زیادہ ورع کا حامل ہو۔ پھر وہ جس کے اخلاق اچھے ہوں، پھر وہ جس کی وجاہت اچھی ہو۔ پھر زیادہ حسب والا پھر وہ جو نسب میں اشرف ہو، اور برہان میں اس بات کا اضافہ کیا ہے۔ پھر وہ جس کی آواز زیادہ اچھی ہو اور اشباہ میں ہے کہ پھر وہ جس کی زوجہ زیادہ اچھی ہو۔" لہٰذا امام کو پابند شریعت اور اعلم بالسنۃ ہونا ضروری ہے۔ تارک صلوٰۃ کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔

(۲) مسجد میں امامت کی خدمت پر جو امام متعین ہے اس کی موجودگی میں دوسرا آدمی اگر چہ اس سے زیادہ جاننے والا ہو، بغیر امام کی اجازت کے نماز نہیں پڑھا سکتا، جب کہ امام مذکور میں امامت کے اوصاف موجود ہوں۔ ہاں! اگر امام بننے کی شرائط اس میں موجود نہ ہو تو دوسرا آدمی امام بن سکتا ہے۔ (درمختار)

(۳) کسی پر الزام واتہام لگانا سخت گناہ ہے۔ قرآن حکیم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں اس پر سخت تہدید و وعید فرمائی گئی ہے۔ الزام لگانے والے کو توبہ کرنا اور جس پر الزام لگایا ہے اس سے معافی طلب کرنا چاہیے۔

(۴) ٹخنے سے نیچے ازار یا پاجامہ پہننا خلاف شرع و گناہ ہے۔ ٹخنے سے نیچا پاجامہ پہن کر نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ جس کا اعادہ ضروری ہے۔ شاہراہ عام پر استنجا کرنا بھی گناہ ہے عام گزرگاہ پر رفع حاجت کرنے سے شریعت نے ممانعت فرمائی ہے۔ اس سے پرہیز و اجتناب ضروری ہے۔ خصوصاً امام کو ان باتوں پر خاص توجہ دینی چاہیئے۔ اگر امام اپنی اس قبیح حرکت سے باز نہ آئے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ وھو اعلم و علمہ جل مجدہٗ اتم۔

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۱ر جولائی ۱۹۷۰ء

استفتاء ۷۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین ان مسائل میں:

(۱) جب کہ اسلام میں سود لینا اور دینا دونوں حرام ہے اور جب کہ سود خور کے پیچھے نماز نہیں ہوتی ہے تو سود دینے والے کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں۔ دونوں کی وجہ تشریح فرمائیں۔

(۲) فاسق وفاجر کس کو کہتے ہیں؟ اور فاسق و فاجر کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟ تشریح کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: تفضل حسین رحیم پورہ، بردوان
۵راگست ۱۹۷۰ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــ وھوالموفق للصواب ــــــ !

(۱) مذہب اسلام میں سود لینا اور دینا دونوں حرام ہے۔ سود کی حرمت نص قرآنیہ سے ثابت ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا۔ خدائے عزوجل نے خرید و فروخت کو حلال و جائز کیا اور سود کو حرام قرار دیا۔ لہٰذا سود لینے اور دینے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، قابل اعادہ ہے۔

(۴) احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کرنے والا فاسق وفاجر ہے۔ مثلاً شراب پینے والا، چوری کرنے والا، جھوٹ بولنے والا، غیبت کرنے والا، سود کھانے والا، رشوت لینے والا، داڑھی مونڈ وانے والا وغیرہ۔ فاسق وفاجر کو خود بھی امام نہیں بننا چاہیے۔ ابی داؤد شریف کی حدیث ہے: لایقبل اللہ صلوٰۃ من تقدم قوما وھم لہ کارھون ۔ یعنی جب امام کو مقتدی (کسی ناجائز فعل کی بناپر) برا سمجھیں تو ایسے امام کی نماز قبول نہیں ہوتی۔ وجہ یہ ہے کہ فاسق وفاجر کی شریعت نے اہانت و مذمت بیان کی ہے اور امام بنانے میں اس کی تعظیم وتکریم ہوتی ہے اور فاسق کی تعظیم ناجائز ہے۔ لہٰذا اس کی امامت بھی مکروہ ہوگی۔ فاسق وفاجر کی اقتدا میں جو نمازیں پڑھی گئیں اس کو لوٹانا چاہیے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۷/۸/۷۰ء

استفتاء ۷۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

(۱) علمائے دین کا فتویٰ ہے کہ قصداً نماز ترک کرنے والے، ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے، مسئلہ مسائل پر عمل نہ کرنے والے یا نہ جاننے والے، فلم دیکھنے والے، حرام روزی کمانے والے، شخصوں کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ مگر زید پریشان ہے۔ آج کل اس طرح کے امام بہتیری مسجدوں میں پائے جاتے ہیں اور مقتدی ذوق وشوق سے نماز پڑھتے اور ایسے شخصوں کی اقتدا کرتے ہیں۔ مگر زید ایسے شخصوں کی اقتدا نہیں کرتا کیوں کہ شریعت نے اسے مکروہ تحریمی قرار دیا ہے۔ پھر ایسی نماز پڑھنے سے کیا فائدہ جب کہ اسے دہرانا پڑے کہ دہرانے کا حکم ہی ہے۔ زید یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ جب یہ فتویٰ، یہ حکم شریعت کی طرف سے علما نے جاری کر رکھا ہے تو پڑھے لکھے لوگ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے۔ کیا شریعت کی طرف سے کوئی ایسا حکم بھی ہے کہ فتویٰ سن لینا۔ ہاں کہہ دینا مگر اس پر عمل نہیں کرنا، کیونکہ یہ کمی ہم بہت سارے اچھے اچھے اور پڑھے لکھے مسلمانوں میں بھی پاتے ہیں اس کے باعث وہ سب میں سرخرو رہتے ہیں۔ زید تو فتویٰ پر عمل کرتا ہے مگر نتیجہ یہ ہے کہ دشمنی بھی ہوتی ہے اور جماعت سے بھی محروم رہتا ہے۔ مگر زید اس کا غم نہیں کرتا، افسوس اسی بات کا ہے کہ زید غلطی پر تو نہیں۔ شریعت کی طرف سے تسلی بخش جواب دیا جائے تا کہ زید اس پر عمل کرے۔

(۲) زید کی بستی کے قرب وجوار میں بہت ساری مسلمانوں کی بستیاں ہیں۔ ہر جگہ شادیوں میں، گانا بجانا عام ہے، ناچنے گانے کا بڑا شوق ہے۔ خاص کر ہماری بستی میں زیادہ تر رسم یہ ہے کہ عورتیں تالیاں

بجا بجا کر، تان اُڑا اُڑا کر گانا گاتی ہیں اور ذرا بھی اپنے پرائے کا خیال نہیں کرتیں۔ افسوس اس بات کا ہے کہ جاہل ہوں یا لکھے پڑھے مسلمان، کوئی بھی منع نہیں کرتا بلکہ سبھی خوش رہتے ہیں۔ زید کے بچوں کی شادی محلہ میں تھی۔ زید نے اپنے گھر میں، گانے بجانے کی سخت پابندی لگادی تھی مگر اسے زبردست جدوجہد کا سامنا کرنا پڑا۔ بستی والوں نے مذاق بھی اڑایا۔ ساتھ ہی ساتھ اس کے گھر کے رشتہ دار، ماں باپ کو بھی سخت رنج پہونچا۔ ان کے ساتھ ساتھ لڑکیوں کے سسرال والے بھی، اس رسم ورواج سے بیحد رنج میں تھے۔ مگر زید نے ٹھان رکھا تھا کہ جان جائے تو جائے مگر ایمان نہ جائے۔ وہ بہر حال گانا بجانا نہیں ہونے دے گا۔ بارات چلتے وقت، درود شریف اور نعت شریف پڑھتے ہوئے باراتی چلے جہاں بارات ٹھہری وہاں مولود شریف اور رسم کی بابت کچھ روایات اور نظم پیش کی گئی۔ اس کے باوجود لڑکیوں کی طرف سے جو مہتمم تھے، انہوں نے خوب مذاق اُڑایا، اور شیرنی لوٹادی گئی۔ باراتیوں کے ساتھ براسلوک کیا گیا۔ یہ سب فسادات لڑکیوں کے مہتمم شخصوں کی طرف سے تھا۔ کیونکہ بچی یتیم تھی، اس کی بیوہ ماں نے اپنے عزیز سمجھ کر ان لوگوں کو مالک بنادیا تھا۔ اس کے ساتھ ایسا سلوک وبرتاؤ کیا گیا۔ بلکہ اس نے جو جہیز، اپنی بچی کو کپڑا اور سامان دیا، اس کو بھی چھپالیا۔ باراتیوں کو چائے وغیرہ بھی بھیجی گئی۔ وہ سب بھی انہوں نے خود کھایا پیا مگر بارات تک نہیں پہونچنے دیا۔ بارات کے بعد، چائے، کپڑے وغیرہ برآمد ہوئے۔ یہ سلوک مسلمانوں میں کب روا ہے کہ اپنے دیندار بھائیوں سے ایسا کیا جائے۔ خاص کر باراتیوں سے کہ باراتی بطور مہمان کے ہوتے ہیں۔ محض مولود پڑھنے کی وجہ سے ایسا کیوں کیا گیا۔ باراتی تو باراتی میلاد خواں سے مذاق کیا گیا۔ ایسے لوگوں کے لئے شریعت کی طرف سے کیا حکم صادر ہوتا ہے۔ جواب سے مطلع کیا جائے۔

۸۶/۹۲ء

الجواب ـــــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ـــــــــ

(۱) صورت مستفسرہ میں سوال نمبر ۱ میں امام کے متعلق جن حرکات قبیحہ وسکنات ذمیمہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ اگر واقعی کوئی امام، ان حرکات قبیحہ کا ارتکاب کرتا ہے تو ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، قابل اعادہ ہوگی۔ اس لئے کہ شرائط امام میں جہاں امام کے لئے **اعلم بالسنة** ہونا ضروری ہے وہاں **اعلم بالسنة** ہونے کے ساتھ ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ **اجتنابه للفواحش الظاهرة** یعنی امام کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ظاہری گناہوں سے بچتا ہو۔ اسی لئے فقہائے کرام نے بھی **ثم الاورع** کی صفت بیان کی ہے کہ امام محتاط ہو، شک وشبہہ کی چیزوں سے اجتناب کرے یعنی متقی وپرہیز گار ہو۔ درمختار میں ہے: **قوما وهم له كارهون لحديث ابى داؤد لايقبل الله صلوة من تقدم قوما وهم له كارهون** ۔ یعنی امام میں شرعاً اگر کوئی نقص وخرابی ہو جس کی بنا پر لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں تو ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اس لئے کہ ابوداؤد شریف کی

حدیث ہے کہ اللہ عزوجل ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس نے لوگوں کی امامت کی اور لوگ اسے برا جانتے ہوں اور نفرت کرتے ہوں۔ لہٰذا اس سلسلہ میں زید کا عمل صحیح و درست ہے جو لوگ ایسے فاسق و فاجر کی اقتداء میں نماز ادا کرتے ہیں وہ جاہل اور احکام شرعیہ سے ناواقف ہیں۔ ان کو چاہئے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز نہ پڑھیں بلکہ اس امام کو برطرف و معزول کر کے کوئی دوسرا اچھا اور پابند شرع امام لایا جائے۔

(۲) صورت مستفسرہ میں سوال نمبر ۲ میں جن امور کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ وہ تمام رسوم شرعاً ناجائز و حرام ہیں۔ ان کے ناجائز و حرام ہونے سے انکار کرنے والا سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ شریعت نے ان ناجائز و غیر مشروع کام کرنے والوں کے لئے وعید شدید فرمائی ہے۔ زید اپنے عمل میں بالکل حق بجانب ہے دین کے معاملہ میں کسی کے تمسخر و مذاق کی پرواہ نہیں۔ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پر سختی سے عمل کرنا ہی ایمان کی علامت ہے۔ جن لوگوں نے میلاد خواں سے تمسخر کیا وہ توبہ کریں اور وہ لوگ جنہوں نے باراتیوں کے ساتھ برا سلوک کیا، نیز سامان کو چھپا رکھا وہ سخت مجرم و گنہگار ہیں، ان کو تمام باتوں سے توبہ کرنا چاہئے۔

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

استفتاء ۸۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

ایک حافظ صاحب جن کی عمر انیس سال کی ہے اور حد بلوغ کو پہنچ چکے ہیں۔ ان کی داڑھی ابھی نہیں نکلی ہے اور کچھ دنوں سے وہ ایک مسجد کے امام ہیں۔ اکثر لوگ ان کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ انہیں میں سے کچھ لوگ معترض پیدا ہو گئے ہیں، جن کا کہنا ہے کہ ان کے پیچھے نماز بالکل درست نہیں۔ کیا ان کا یہ کہنا شرعاً صحیح ہے؟ اور اگر داڑھی نہ نکلی ہو، بلکہ نکل رہی ہو تو کیا کرنا چاہیے۔ جواب جلد عنایت فرمائیں گے۔

المستفتی: محمد حنیف ٹیلر، جھالرہ، پورولیا
۲۸/۱۰/۷۰ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــ وھو الموفق للصواب ـــــــــ !

صورت مسئولہ میں حافظ صاحب کے پیچھے، نماز بالکل درست ہے۔ ان کی اقتدا میں کوئی کراہت نہیں۔ امامت کے لئے بلوغ شرط ہے نہ کہ داڑھی کا نکلنا، ہاں داڑھی منڈے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، قابل اعادہ ہوگی، جو لوگ معترض ہیں وہ غلطی پر ہیں۔ ان کو مسئلہ معلوم نہیں۔ ان کا اعتراض ناقابل توجہ ہے۔ ہاں! اگر وہ امام کسی گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوں تو البتہ نماز مکروہ

ہوگی۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ٦

۳۰/۱۰/۷۰ء

استفتاء ۸۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) ایک مسجد کے تنخواہ دار امام صاحب، کبھی کبھی جھوٹ بھی بول جاتے ہیں اور اکثر وعدہ خلافی بھی کرتے ہیں۔

(۲) آج کل انہوں نے ایک دوکان پان ودیگر سامان کی بھی کرلیا ہے۔ دینیات کی کتابوں کے علاوہ "شمع" ماہانہ پرچہ جس میں زیادہ ترننگی تصویرین ہوتی ہیں۔ اسے بھی فروخت کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ امام صاحب کی دوکان، دس، گیارہ بجے رات تک کھلی رہنے کی وجہ سے، ہرقسم کے لوگ شرابی وغیر شرابی وغیرہ، پان کھانے کے لئے آتے رہتے ہیں اور کچھ لوگوں سے وہ گپ شپ کرتے ہوئے بھی دکھائی پڑتے ہیں۔

ایسے امام کے پیچھے تقویٰ شعار مقتدیوں کی نماز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: شوکت علی، شیخ محلہ سیوان (سارن)

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــ !

(۱) کذب بیانی اور وعدہ خلافی شدید گناہ اور انتہائی قبیح وقابل ملامت فعل ہے۔ احادیث کریمہ میں اسے منافق کی صفت فرمائی گئی ہے کہ اذا حدث کذب واذا وعد خلف، یعنی جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے اور وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے۔ امام صاحب کو ان باتوں سے اجتناب و پرہیز کرنا چاہیے۔ اگر امام صاحب دروغ گوئی اور وعدہ خلافی کے عادی نہیں ہیں تو ان کے پیچھے نماز بالکل جائز و درست ہے اور اگر ان کا جھوٹ بولنا وعدہ خلافی کرنا مشہور ومعروف ہو چکا ہے تو ایسی صورت میں ان کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔

(۲) بیع وشراء، کاروبار تجارت، دوکان داری وغیرہ شرعاً بالکل جائز و درست ہے۔ ان کاموں کا کرنے والا گنہگار نہیں بلکہ اگر وہ حدود شرعیہ میں رہ کر تجارت وغیرہ کرے تو اس کے لئے بہت زیادہ اجر وثواب ہے۔ امام صاحب کا پان اور کسی جائز چیزوں کی دوکان کرنا جائز و درست ہے۔ ہاں برہنہ تصویروں کی کتابیں رکھنا اور فروخت کرنا اچھا نہیں خصوصاً امام کی شان کے خلاف ہے۔ دوکانوں پر ہر طرح کے لوگ آتے جاتے ہیں۔ لہٰذا دوکان کے لئے کھولنے اور بند کرنے اور خریداروں سے گفتگو کرنے پر شرعاً

کوئی پابندی نہیں لگائی جاسکتی۔ امام پر ایسی معمولی باتوں کے سلسلہ میں، تنقید وتبصرہ کرنا مناسب نہیں۔ جولوگ متقی و پرہیزگار و دیندار ہیں کہ کبھی جھوٹ اور وعدہ خلافی کے مرتکب نہ ہوئے ہوں ان کی نمازیں ایسے امام کے پیچھے جو جھوٹا اور وعدہ خلاف ہے، مکروہ ہوں گی۔ وھو اعلم و علمہ جل مجدہ اتم۔

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۳/۱۱/۷۰ء

استفتاء ۸۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید ایک مسجد میں امام ہے۔ زید کا لڑکا بکر ۱۴ برس کی عمر میں حافظ ہوا ہے۔ چنانچہ گزشتہ سال بکر نے زید کی مسجد میں بصورت تراویح قرآن پاک سنایا۔ اس سال بھی بکر، جس کی عمر ۱۵ سال ہوگئی ہے اور بغل میں کچھ بال بھی نمودار ہو چکے ہیں، تراویح پڑھا رہا ہے۔ بکر کے پیچھے پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ برائے مہربانی بہت جلد شرعی حکم صادر فرما کر عنداللہ اور عندالرسول ماجور ہوں۔

المستفتی: حافظ عبدالعزیز، امام مسجد لودنا کولیری، ڈاکخانہ: جھریا، ضلع دھنباد

۱۱/۱۱/۷۰

۹۲/۸۶ے

الجواب ــــــ وھو الموفق للصواب ــــــ !

صورت مسئولہ میں شریعت طاہرہ کا فیصلہ یہ ہے کہ امامت کے لئے بلوغ شرط ہے۔ بالغ ہونے کی مدت لڑکوں کے لئے ۱۲ سال سے ۱۵ سال تک ہے۔ یعنی کم از کم مدت بلوغ ۱۲ سال ہے اور زیادہ سے زیادہ ۱۵ سال۔ بکر اگر بالغ ہے۔ اگرچہ داڑھی نہ نکلی ہو، اس کی اقتداء میں فرض، تراویح، نوافل، سب جائز و درست ہیں۔ علاوہ ازیں جب کہ بکر گزشتہ سال تراویح پڑھا چکا ہے تو پھر اس سال، اس کی اقتداء میں پڑھنا کیوں درست نہیں ہوگا۔ وھو اعلم و علمہ جل مجدہ اتم۔

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۲/۱۱/۷۰ء

استفتاء ۸۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے ربانی ومفتیانِ حقانی مسائل ذیل میں کہ:

(۱) اسکول کے طالب علم یا دوسرے اشخاص جس طرح انگریزی بال رکھتے ہیں اسی طرح مولوی زید بھی انگریزی بال رکھتے ہیں حالاں کہ وہ مسجد کے امام بھی ہیں اور مکتب کے مدرس بھی مگر ان کا کہنا ہے کہ انگریزی بال رکھنا جائز ہے اور انگریزی بال رکھنے والوں کے پیچھے نماز پڑھنا بھی جائز ہے، اس میں کوئی کراہیت نہیں، انگریزی بال صرف علماء کی شان کے خلاف ہے۔ کیا مولوی زید حق بجانب ہیں؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنی جائز ہے؟

(۲) مولوی زید، جوان لڑکی کو اپنی چارپائی پر بیٹھا کر پڑھاتے ہیں اور اس لڑکی سے خدمت بھی لیا کرتے ہیں جیسے کہتے ہیں، کمرے سے سگریٹ لے آؤ، پانی لے آؤ، اندر سے قمیص لے آؤ، مولوی زید کا یہ فعل شریعت مطہرہ کے نزدیک کیسا ہے؟ ان کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

(۳) کچھ لوگ ایسے ہیں کہ عیدین کی نماز کے بعد سنیما دیکھنے چلے جاتے ہیں اِن لوگوں کو منع کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ، مولوی کا کام نماز، روزے کی باتیں بتلانا ہے نہ کہ سنیما کی بات کہ یہ ناجائز ہے۔ لہٰذا اس پر تقریر نہ کریں اور اگر منع کرنے کے لئے تقریر کی جاتی ہے تو لڑنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں سے سلام وکلام جائز ہے یا نہیں؟

(۴) مولوی زید جب کرسی یا چارپائی پر بیٹھے رہتے ہیں، عم پارہ اور دینی کتب کا خیال نہیں کرتے، وہ نیچے رہتی ہیں۔ اگر کسی نے کہا کہ مولوی صاحب کتابیں نیچے ہیں اور آپ اوپر بیٹھے ہیں، تو ''ہاں''، ہوں، کچھ جواب نہیں دیتے، اس حالت میں مذکورہ شخص کے لئے شریعت مطہرہ کا حکم کیا ہے؟

(۵) جو مسائل معلوم نہ ہوں انہیں قرینے سے بتلانا تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ پڑھا لکھا سمجھیں اور میری عزت ہو، میرا وقار رہے۔ اور پھر ان کی نسبت معتبر شخص کی طرف کر دینا کہ یہ فتویٰ مفتی اعظم ہند کا ہے، میرے پاس موجود ہے، یا ان کی تحریر ہے۔ یہ سب کیسی باتیں ہیں؟ جب ایسا کہنے والے سے وہ تحریر یا فتویٰ طلب کیا جاتا ہے تو ٹال مٹول کر دیتے ہیں، ایسے آدمی کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

(۶) ابوبکر صاحب نے، ایک مولوی عمرو کی تعریف کی جو لائق تعریف بھی ہیں تعریف کے الفاظ یہ تھے، اس بستی اور میری بستی میں مولوی عمرو صاحب کے جیسے کوئی نہیں ہیں، بہت ہی نیک، شریعت کے پابند، سامعین خاموشی سے سنتے رہے لیکن مولوی زید صاحب نے غصہ میں آ کر کہا کہ انہیں بہت بڑھا دیا گیا، ان سے تو میرے یہاں کے جاہل اور بدفعل آدمی اچھے ہیں واضح رہے کہ مولوی عمرو صاحب کی جس

مجلس میں تعریف کی گئی وہ اس مجلس میں نہ تھے، غائبانہ تعریف کی گئی۔ مولوی زید صاحب نیو فیشن کے دلدادہ ہیں جیسے انگریزی بال رکھنا، وہ چین والی گھڑی باندھتے ہیں، قیمص زیب تن فرماتے ہیں، ابوبکر صاحب سے مولوی زید صاحب نے چرب زبانی سے کام لیا، ان باتوں سے عوام حیران و پریشان ہیں۔

بینوا و توجروا فی الدارین۔

المستفتی: محمد اسحاق قادری، اشرفی، رضوی، ساکن، چکن، نیپال

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــ !

(۱) مولوی زید کے جن اعمال و کردار کو بیان کیا گیا ہے۔ اس کے پیش نظر ان کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی جن غیر شرعی امور کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے وہ ایک مولوی کے شایانِ شان نہیں بلکہ ان میں سے بعض باتیں تو عادات فساق سے ہیں۔ انگریزی بال رکھنا سخت مذموم، خصوصاً مولوی کہلانے والے کے لئے انتہائی قبیح۔ یہ بدعت انگریزوں کی ایجاد کردہ اور ان کی پسندیدہ ہے۔ لہٰذا من تشبہ بقوم فھو منھم۔ یعنی جو شخص کسی قوم کی مشابہت کرے وہ انہیں میں سے ہے۔ اس تہدید سے بچنا ضروری ہے۔

(۲) جوان لڑکی غیر محرم کو اپنے پاس بیٹھانا ناجائز و حرام اور اس فعل کا مرتکب سخت مجرم، گنہگار، لائق تعزیر ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ۔ وہ امامت کے لائق نہیں۔ ایسے شخص کو منصب امامت سے علیحدہ کر دینا ضروری ہے۔

(۳) وہ لوگ جو فعل حرام کا ارتکارب کرتے ہیں اور منع کرنے والوں سے برسر پیکار ہوتے اور جھگڑتے ہیں، وہ سخت گنہ گار، مستحق غضب جبار ہیں۔ قرآن حکیم نے منافقوں کی علامت بیان کی کہ: اَلْمُنَافِقُوْنَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُھُمْ مِنْ بَعْضٍ یَاْمُرُوْنَ بِالْمُنْکَرِ وَیَنْھَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ یعنی منافق مرد و عورت برے کاموں کا حکم دیتے اور اچھے کاموں سے منع کرتے ہیں۔ لہٰذا ان لوگوں کو توبہ کرنا چاہیے۔ جب تک وہ توبہ نہ کریں، ان سے میل جول، سلام و کلام ترک کر دیا جائے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. یعنی اگر شیطان تمہیں بھلا دے تو یاد آنے پر، ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ فعل حرام کا مرتکب ظالم ہے، اس کی صحبت سے بچنا ضروری ہے۔

(۴) قرآن حکیم کا ادب و احترام ضروری ہے۔ جب قرآن شریف پر دوسری کتابوں کے رکھنے کا حکم نہیں تو پھر قرآن حکیم نیچے اور کوئی اس سے اونچے مقام پر بیٹھے، یہ کھلی ہوئی گستاخی اور قرآن مجید کی توہین ہے۔ ایسا کرنا سخت گناہ اور ایمان کے خلاف ہے۔ اگر دیدہ و دانستہ، استخفاف قرآن کی نیت سے اوپر بیٹھا ہے تو توبہ کرنا ضروری ہے۔

(۵) اپنی عزت و شہرت کے لئے غلط مسائل بیان کرنا گناہ عظیم اور پھر کسی معزز و مقدس ہستی کی طرف اس کی نسبت کرنا کہ

انہوں نے ایسا فرمایا یا لکھا ہے، نہایت ہی قبیح وحرام ۔ایسے شخص سے نہ مسائل دینیہ دریافت کئے جائیں اور نہ ان کی باتوں پر عمل جائز۔

(٦) اچھے اور نیک آدمی کی تعریف کی ہی جاتی ہے اور عالم باعمل کی تعریف وتوصیف بیان کرنا گناہ نہیں بلکہ ثواب ہے۔ ہاں! کسی کی تعریف سامنے کرنا مناسب نہیں۔ دوسروں کی توہین کرنا اور اپنے آپ کو بزرگ وعالم سمجھنا گناہ وناجائز، یہ کام شیطان کا ہے۔

تکبر عزازیل راخوار کرد + بزندان لعنت گرفتار کرد

''تکبر وغرور نے عزازیل کو ذلیل وخوار کیا اور لعنت وملامت نے اسے گرفتار کیا''

تکبر وغرور ہی کی بنا پر شیطان مردود بارگاہ ہوا۔ ایسے آدمی کا ساتھ دینے والا بھی گنہگار، چین والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا، مکروہ تحریمی، ایسے شخص کی اقتدا کرنا جائز نہیں۔ وھو اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ٦

کتبہ

١٢/١٢/٧٠ء

استفتاء ٨٤

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

ہندہ نے زید سے شادی کی۔ زید زندہ ہے۔ ہندہ نے پھر بکر سے شادی کر لی۔ کچھ دنوں بعد پھر ہندہ نے عمر سے شادی کی یہ معلوم ہوا کہ جب اس نے عمر سے شادی کی تو زید کا انتقال ہو چکا لیکن اس بات میں شک ہے۔ عدت پوری کی یا نہیں؟ اس میں بھی شک ہے۔ حمل بکر کا تھا یا زید کا لیکن لڑکا عمر کے یہاں پیدا ہوا۔ اب ایسے لڑکے کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟ مدلل جواب دیں۔

المستفتی: سکندر علی رضوی، سون برسا، مظفر پور

٩٢/٨٦ء

الجواب ــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــ !

صورت مسئولہ میں غیر مطلقہ عورت کا شادی کرنا حرام وناجائز۔ ہندہ فعل حرام کے ارتکاب کی بنا پر سخت گنہگار مستحق غضب جبار ہے اور جس نے ہندہ کا نکاح بکر وعمر سے پڑھایا وہ بھی گنہ گار ہوا، اس پر توبہ کرنا اور تجدید ایمان وتجدید نکاح ضروری ہے۔ اگر قصداً علم کے باوجود اس نے ایسا کیا۔ اگر واقعی وہ زید کے نطفہ سے ہے تو صحیح النسب کہلائے گا ورنہ مجہول النسب ہونے کی بنا پر اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔ یکرہ تقدیم العبد والاعرابی والفاسق والاعمیٰ وولد الزنا لانہ لیس لہ اب یشفقہ فیغلب علیہ الجھل ولان فی تقدیم ھولاء تنفیر الجماعۃ فیکرہ (ہدایہ) ''غلام، اعرابی، فاسق، اندھا اور ولد الزنا کو امام بنانا

مکروہ ہے ولد الزنا کی امامت اس لئے مکروہ ہے کہ اس کا کوئی باپ نہیں اس پر شفقت کی جاتی ہے تو جہل غالب ہوتا ہے۔ اور مذکورہ بالا لوگوں کی امامت اس لئے مکروہ ہے کہ جماعت نفرت کرتی ہے۔" عالمگیری میں ہے: ویجوز امامة الاعرابی والاعمیٰ والعبد وولد الزنا والفاسق الاانہا تکرہ، کذافی الخلاصة ۔''اعرابی، اندھا، غلام ولد الزنا اور فاسق کی امامت کراہت کے ساتھ جائز ہے ایسا ہی خلاصہ میں ہے۔" لہٰذا ولد الزنا کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز چاہیے۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
۲۲/۱۲/۷۰ء

استفتاء ۸۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:

عمر ایک صحیح العقیدہ سنّی مسلمان ہے اور مسجد کا امام ہے اور حافظ ابوبکر صحیح العقیدہ سنی مسلمان نوجوان اور مسجد کے متولی کا لڑکا ہے اور رمضان المبارک میں نماز تراویح پڑھاتا ہے، لیکن داڑھی منڈواتا ہے۔ چونکہ متولی کا لڑکا ہے اس لئے نہ تو داڑھی کے لئے دباؤ ڈالا جاسکتا ہے اور نہ تراویح پڑھانے سے روکا جاسکتا ہے۔ ایسی صورت میں عمر نماز تراویح میں حافظ ابوبکر کی اقتدا کرے یا نہ کرے۔ حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔ علاوہ ازیں کچھ اور مجبوری بھی ہے۔ مثلاً کلکتہ شہر میں صحیح العقیدہ سنی حافظ کا ملنا بھی دشوار ہے۔ دوسری مجبوری یہ ہے کہ عمر اگر دوسری مسجد میں نماز تراویح کے لئے جائے گا تو عشاء اور وتر کی جماعت چھوڑ کر جانا پڑے گا اور ایسی صورت میں متولی سے یقینی طور پر مخاصمت پیدا ہوگی۔ لہٰذا ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے حکم شرع سے آگاہ کریں۔ والسلام مع الاکرام۔

المستفتی: حکیم عبدالحی، البصاریہ دواخانہ، ۱۰۰ ار جی، سی، آر روڈ، کلکتہ۔ ۲۳
۲/۱/۷۱ء

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ـــــــ اللّٰھم ھدایة الحق والصواب ـــــــ!

صورت مستفسرہ میں عمر کو چاہیے کہ احکام شرعیہ بیان کرنے میں کسی کی رعایت نہ کرے اور صحیح مسئلہ سے حافظ ابوبکر اور ان کے والد کو باخبر کردے کسی کی دنیاوی دولت وثروت اور وجاہت کی بنا پر، حق بات کہنے سے مرعوب نہ ہو اس لئے کہ الساکت عن الحق شیطان اخرس یعنی حق بات نہ بولنے والا گونگا شیطان ہے اور کسی بڑے کے سامنے حق بات کہنا افضل جہاد ہے۔ اگر حافظ ابوبکر کے علاوہ کوئی سنّی صحیح العقیدہ حافظ نہیں جس کی اقتدا میں تراویح پڑھی جاسکے تو عمر کو چاہیے کہ تنہا تراویح پڑھے۔ بدمذہب وبدعقیدہ امام کے پیچھے تو نماز قطعی ہوگی ہی نہیں اور ابوبکر کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ مراقی الفلاح میں

ہے: کرہ امامة الفاسق العالم بعدم اهتمامه بالدین فیجب اهانته شرعا فلا یعظم بتقدیمه للامامة الخ۔ یعنی فاسق عالم کی امامت اس کے دین کے اہتمام واحترام نہ کرنے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ اور شرعاً فاسق کی اہانت کرنی چاہیے اور امامت میں اس کی تعظیم مقصود ہے اس لئے فاسق کی امامت مکروہ ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفر لہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتا ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۶/۱۰/۷۰ء

استفتاء ۸۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) زید بظاہر ایک محتاط شخص ہے جو زمانہ دراز سے امامت کرتا آرہا ہے۔ فریقین کے آپسی جھگڑے کی بنا پر ایک فریق کے آدمی نے کہا کہ "حافظ ہے اور پڑھتا ہے قرآن، کھڑا ہوتا ہے منبر پر، چھین لو اس سے قرآن اور پھینک دو اور اتار دو اسے منبر سے، ہم اسے نہیں مانتے، یہ اس قابل نہیں" کچھ دنوں کے بعد عمر کے والد کا انتقال ہوگیا۔ امام سے نماز جنازہ پڑھانے کو کہا گیا۔ زید نے جواب دیا کہ عمر نے مجھے اپنا امام نہیں مانا ہے اور ولی میت وہی ہے اس لئے میں نماز جنازہ نہیں پڑھاؤں گا۔ رد و کد کے بعد جب عمر نے کچھ نہیں کہا تب حاضرین مقتدی میں سے دو شخص نے ولی بن کر امام سے نماز پڑھانے کو کہا، تب انہوں نماز پڑھا دی۔ چند دنوں بعد پنچایت ہوئی اور مقتدی، امام مع عمر سب آپس میں مل گئے۔ لہٰذا ازروئے شرع بتایا جائے کہ زید کا مذکورہ فعل کیسا ہے۔ اس فعل سے وہ امامت کے قابل ہے یا نہیں؟

(۲) تقریباً آٹھ، دس سال بعد زید کے دوسرے فریق بکر اور اس کے چند حامیوں نے کہنا شروع کیا کہ ہم زید کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔ مگر جماعت کے مقتدیوں کے پوچھنے پر کوئی وجہ نہیں بتاتے۔ بعد میں جلسہ ہوا اور ایک بڑے عالم نے سبھوں کو ملا دیا۔ پھر دو تین سال کے بعد نماز جمعہ میں بکر نے کہا کہ ہم اس امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے کیوں کہ مفتی اعظم صاحب نے کہا ہے کہ امام ولی میت کی موجودگی میں دوسرے کے ولی بن کر کہنے سے نماز جنازہ پڑھا دے تو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں اور جو اس کے پیچھے نماز پڑھے گا اس کے پیچھے بھی نماز جائز نہیں، ساتھ ہی اس بارہ چودہ سال کے عرصہ میں جتنے مقتدیوں نے ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، وہ سب نمازیں دہرائیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں زید، بکر اور مقتدیوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(۳) ایک امام نے ایک عیدگاہ میں نماز عید پڑھا کر دوسری عیدگاہ میں بھی نماز پڑھائی ایسی صورت میں پہلی

جماعت یا دوسری جماعت کی نماز ہوئی؟ بکر اس امام سے خوش ہے اور اس کے پیچھے نماز پڑھتا ہے، اس کے لئے کیا حکم ہے؟

(۴) عمر کے چچا کا انتقال ہوگیا۔ میت کے لڑکے ولی میت نے زید کو نماز جنازہ پڑھانے کی اجازت دے دی۔ زید نے نماز پڑھائی۔ تقریباً دوسو آدمیوں کی جماعت تھی۔ اسی نماز میں پہلی صف کی داہنی جانب کنارے میں کھڑے ہو کر بغیر اجازت ولی میت بکر نے بھی نماز پڑھائی۔ دس بارہ آدمیوں نے اس کی اقتدا کی جو میت سے دور تھے۔ لہٰذا ایسی صورت میں زید اور اس کے پیچھے پڑھنے والوں کی نماز ہوئی یا بکر اور اس کے ہمراہ والوں کی دونوں جماعت کے امام اور مقتدیوں کے لئے ازروئے شرع کیا حکم ہے؟ واضح طور پر بیان کیا جائے۔

المستفتی: صاحب جان، چاند پرنا، مینا پور، مظفر پور

۲۴ رجنوری ۷۱ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ـــــــــــ !

(۱) مسئلہ مسئولہ میں جو باتیں بیان کی گئی ہیں اس سے امام کا شرعی کوئی جرم ثابت نہیں ہوتا اور بلا وجہ امام وقرآن کی شان میں ایسی گستاخی و بے ادبی قابل مذمت و گناہ عظیم ہے۔ اگر امام نے بغیر ولی میت کی اجازت کے نماز جنازہ پڑھائی اور خود ولی نے بھی اس امام کی اقتداء میں نماز جنازہ پڑھی تو ولی کا شریک ہونا ہی اجازت کے مترادف ہے اور نماز جنازہ صحیح و درست ہوگئی۔ ہاں اگر ولی میت نے نماز نہ پڑھی اور امام صاحب نے بغیر اس کی اجازت کے نماز پڑھادی تو ولی کو دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا حق ہے۔ یہ ایسا گناہ نہیں جس سے امام مذکور کے پیچھے نماز پنج گانہ نہ پڑھی جائے۔ درمختار میں ہے: فان صلی غیره ممن ليس له حق التقدم ولم يتابعه الولی اعادالولی یعنی اگر ولی کے علاوہ کسی دوسرے شخص نے جس کو تقدم کا اختیار نہ تھا، نماز پڑھادی اور ولی نے اس کی متابعت نہ کی تو ولی پھر نماز پڑھ سکتا ہے اور جس نے نماز پڑھ لی پھر ولی کے ساتھ دوبارہ نماز نہیں پڑھ سکتا۔

(۲) اگر امام پابند شرع وصحیح العقیدہ ہے تو پھر اس کے پیچھے نماز نہ ہونا کیا معنی۔ میرے خیال میں حضرت مفتی اعظم قبلہ کی طرف جو مسئلہ کی نسبت کی گئی ہے وہ غلط ہے۔ مفتی اعظم صاحب کبھی ایسا حکم نہیں دے سکتے یا مسئلہ کی کوئی دوسری صورت ہوگی جس کی وجہ سے مفتی اعظم صاحب نے ایسا جواب دیا۔ اس امام کے پیچھے جو نماز بارہ۔ چودہ سال تک پڑھی گئی اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(۳) ایک امام نے جب عید کی نماز پڑھائی تو پھر اس کو دوسری عیدگاہ میں نماز پڑھانا جائز نہیں۔ اس کی اقتدا میں جن لوگوں نے نماز پڑھی، ان کی نماز نہ ہوئی۔ درمختار میں ہے: لايصح اقتداء مفترض بمتنفل ولاناذر بمتنفل۔ "مفترض

اور نا ذر کو متنفل کی اقتداء کرنی صحیح نہیں۔" ردّ المحتار میں ہے: لان النذر واجب فیلزم بناء القوی علی الضعیف۔ "اس لئے کہ نماز نذر واجب ہے تو اقویٰ کی بناء ضعیف پر لازم آئے گی۔" جب امام نے ایک جگہ نماز پڑھ لی تو وجوب اس کے ذمہ سے ساقط ہو گیا، دوبارہ جو نماز وہ پڑھے گا وہ نفل ہوگی اور نفل والے کے پیچھے فرض یا واجب پڑھنے والے کی نماز نہ ہوگی۔ وہ امام مسائل شرعیہ سے ناواقف معلوم ہوتا ہے ایسے شخص کو امامت نہیں کرنی چاہیے۔ اور نہ اس کے پیچھے نماز صحیح ہوگی۔

(۴) میت کے ولی کی اجازت سے زید نے نماز پڑھائی تو زید اور اس کے پیچھے پڑھنے والوں کی نماز صحیح و درست ہوئی۔ بکر اور اس کے ساتھ پڑھنے والے کی نماز نہ ہوئی کیونکہ اس نے غیر مشروع طریقہ پر نماز پڑھائی۔ بکر اور اس کے ساتھی شرعاً گنہگار ہوئے۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۷۱/۳/۴ء

استفتاء ۸۷

مسئلہ: بحضور جناب اکمل العلماء حضرت مولانا مفتی صاحب! السلام علیکم۔ امر ضروری اینکہ آج اس بستی کے اندر نئے طریقہ سے عید کی نماز قائم کی گئی مراد آباد دو ٹولے میں بٹا ہوا ہے جو آدھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ ایک ٹولے میں اہل حدیث، دوسرے ٹولے میں اہل سنت۔ اہل سنّت والے ٹولے میں ایک آدمی اہلحدیث ہے۔ اہل حدیث کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ عیدین میں بارہ تکبیریں کونسی کتاب یا حدیث سے ثابت ہیں۔ دن رات میں بارہ رکعتیں سنت مؤکدہ کو بلاضرورت ترک کرنا کیسا ہے؟ ایک اہل حدیث عالم نے ناپاک جوتا پہن کر نماز جنازہ پڑھائی۔ نماز درست ہوئی یا نہیں؟ اس کے لئے جب دیوبند لکھا تو جواب ملا کہ اہل حدیث کے پیچھے نماز جائز نہیں اب یہ جماعت الگ ہو گئی ہے۔ مفتی رفاقت حسین صاحب کو لکھا تو انہوں نے بھی جواب دیا کہ اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ اس لئے حضور والا کو لکھ رہا ہوں اور چند جگہ سے فتویٰ منگا رہا ہوں تا کہ ان لوگوں کو دکھلاؤں۔

المستفتی: مولوی عبدالمغنی پرویز، مراد آباد، جامع مسجد، ڈاک خانہ بھتھاری، وایہ جھنڈاہا، مظفر پور

۸۶/۹۲ء

الجواب ـــــــــــ وھو الموفق للصواب ـــــــــــ!

مذہب اسلام میں عقائد اعمال پر مقدم ہیں۔ عقائد ہی تمام اعمال خیر کا سر چشمہ ہے۔ نجات کا دار و مدار عقائد ہی پر ہے۔ اگر عقائد درست نہیں تو اعمال خیر بے کار و بے سود۔ موجودہ دور کے اہل حدیث کے عقائد، اظہر من الشمس ہیں علمائے اہل سنت نے

ان کے دینی و مذہبی عقائد کو اچھی طرح بے نقاب کر دیا ہے۔ ان کی اقتداء میں نماز درست نہیں، کیوں کہ ان کے عقائد قرآن کریم واحادیث کریمہ کے خلاف ہیں۔ اہل حدیث، وہابی، دیوبندی تقریباً ملتے جلتے ہیں۔ کتاب تقویۃ الایمان، تحذیر الناس، حفظ الایمان وغیرہ سے ان کے عقائد واضح ہیں۔ اہانت رسول ان کا شیوہ ہے، وہ بزرگانِ دین کی عظمتوں کی منکر ہیں۔ میلاد شریف، ایصال ثواب، فاتحہ و نیاز ان کے یہاں شرک و بدعت ہے۔ مسلک امام ابوحنیفہ کے مطابق احناف کے یہاں عیدین کی نماز میں چھ تکبیریں ہیں، ہاں حدیث شریف بارہ تکبیروں کے متعلق بھی ہے مگر وہ حضرت امام شافعی کا مسلک ہے، ہمارے یہاں نہیں، سنت مؤکدہ بلا عذر ترک کرنے والا سخت گنہگار فاسق ہے۔ ناپاک جوتا پہن کر جس جنازے کی نماز پڑھی گئی وہ نماز درست نہ ہوئی۔ جگہ کا پاک ہونا شرائط نماز میں سے ہے۔ ہاں نیا جوتا جس میں ناپاکی و غلاظت کا احتمال نہ ہو اسے پہن کر نماز جنازہ پڑھ سکتے ہیں مختصر یہ ہے کہ اہل حدیث کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ اگر امام اہل حدیث ہو تو اسے عہدۂ امامت سے معزول کر کے کسی سنی صحیح العقیدہ کو امام بنائیں۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۸/۲/۱۷ء

استفتاء ۸۸

مسئلہ: جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ -- گزارش خدمت یہ ہے کہ:

(۱) یہاں گاؤں کا ایک شخص ہے جو امام کی غیر حاضری میں امامت کا کام کرتا ہے، یہ اُردو عربی کی تھوڑی بہت جانکاری رکھتا ہے۔ جھوٹی گواہی دیتا ہے اور لاؤڈ اسپیکر کا بھاڑا کماتا ہے۔ کھیتی گرہستی کے دنوں میں اکثر دو یا تین وقت کی نماز قضا کرتا ہے اور یہ سورہ وغیرہ بھی درست نہیں پڑھتا ہے اور نہ داڑھی ہی رکھتا ہے۔ ایسے شخص کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا ہے اس کے تین لڑکے ہیں اور دو لڑکیاں۔ لڑکا، اپنی ماں (طلاق دی ہوئی عورت) کو گھر لے گیا اس گھر میں لڑکے کے والد کا، جنہوں نے طلاق دیا ہے اور باقی سب لوگوں کا کھانا وغیرہ ایک ہی جگہ پکتا ہے۔ براہ کرم بتائیں کہ اس عورت اور مرد کے لئے کیا حکم ہے؟

بینوا و توجروا۔

المستفتی: محمد محمود انصاری، ساکن چیرو ڈیہہ، پوسٹ نواڈیہہ، وایا ڈومریا، ہزاری باغ

۲۹/۸/۱۷ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــــــــ!

(۱) برتقدیر صدق سوال، جھوٹی گواہی دینے والا اور داڑھی منڈوانے والا اور قصداً نماز قضا کرنے والا فاسق معلن ہے۔ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی اور پڑھی نمازیں قابل اعادہ ہیں ایسا شخص جب تک توبہ نہ کرے،اس کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔اگر وہ جھوٹی گواہی دینے، ڈاڑھی منڈوانے اور نماز قضاء کرنے سے تائب ہوجائے تو اس کی اقتدا میں نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ورنہ ایسے کو امام بنانا گناہ ہے۔غنیتہ شرح منیہ میں ہے: انھم لو قدموا فاسقا یا ثمون بناء علی ان الکراھۃ تقدیمہ کراھۃ تحریمۃ لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی ایتان بلوازمہ الخ "اگرانہوں نے کسی فاسق کومقدم کردیا تو گنہگار ہوں گے اس بناء پر کہ فاسق کا مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ امور دینیہ کی پرواہ نہیں کرتا اور دین کے لوازمات پرعمل کرنے سے تساہل برتتا ہے۔" علاوہ ازیں شریعت میں فاسق وفاجر کی اہانت کا حکم دیا گیا ہے اور اس کو امام بنانے میں تعظیم وتکریم ہوگی جو شرعا درست نہیں۔

(۲) طلاق مغلظہ دینے کے بعد، میاں بیوی کا پھر ایک ہی مکان میں رہنا، شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ان کو فوراً علیحدہ ہوجانا ضروری ہے، اگر وہ شخص مطلقہ بیوی کو علیحدہ نہ کرے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اس شخص سے میل جول، سلام وکلام ترک کردیں۔اگر لڑکا اپنی والدہ کو ساتھ رکھنا چاہتا ہے تو کسی دوسرے مکان میں لے جاکر رکھے اور ان کی خدمت کرے اور اپنے والد کو کسی دوسری جگہ رہنے کو کہے۔دونوں کا ایک جگہ اجتماع خطرے سے خالی نہیں۔وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۶

۳۰/۸/۷۱ء

استفتاء ۸۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام وفقہائے عظام مسائل ذیل میں:

(۱) ٹیرلنگ کپڑے کی قمیص یا ٹوپی یا پائجامہ پہن کر، امام صاحب کو امامت کرنی جائز ہے یا نہیں؟ نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) بعض عالم کہتے ہیں کہ یہ کپڑا خنزیر کے کھر سے تیار ہوتا ہے اس لئے یہ کپڑا پہن کر نماز ناجائز ہے۔یہ صحیح ہے یا غلط؟

(۳) عورت قاضی بن کر مرد کا نکاح پڑھا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر پڑھادیا تو تو نکاح ہوگا یا نہیں؟

(۴) خالہ زاد بھائی کی لڑکی سے خالہ زاد بھائی کا نکاح ہوسکتا ہے یا نہیں؟

(۵) وہابی سے سُنّی کی لڑکی کی شادی ہوگئی۔ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ شخص وہابی ہے تو اس سے چھٹکارا کس طرح حاصل کیا جائے؟ جب کہ وہ طلاق دینے پر بھی آمادہ نہیں ہے۔ بینوا وتوجروا

المستفتی: مصلّیان دولکھی مسجد، درگاہ لہوریا شریف، ضلع مظفر پور

۲۹/۹/۷۱ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــــ !

(۱) شریعت مطہرہ میں لباس سے ستر پوشی مقصود ہے، خواہ وہ لباس ٹیلرنگ کا ہو یا اور کسی طرح کا۔ ہاں! ریشم کا کپڑا مَردوں کے لئے جائز نہیں جب تک کسی چیز یا کپڑے کے پاک وناپاک، جائز یا ناجائز، حرام یا حلال ہونے کا قطعی اور یقینی علم نہ ہو اس کے عدم جواز کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔

(۲) بعض عالم جو (اُسی ٹیلرنگ کپڑے کو) خنزیر کے کُھر سے تیار کیا ہوا بتاتے ہیں، شاید ان کو یقینی طور پر معلوم ہوگا یا انہوں نے اسے بنتے ہوئے دیکھا ہوگا۔ مجھے اب تک اس کی حقیقت معلوم نہ ہوسکی۔ لہٰذا شک وشبہہ یا ظن وگمان پر فتویٰ دینا جائز نہیں۔ ہاں! تقویٰ کا تقاضہ یہ ہے کہ شک ہو تو ایسے کپڑے کو نہ پہنے تو اچھا ہے لیکن وہ فتویٰ یہ تقویٰ۔

(۳) اگر دو مَرد عاقل، ثقہ، دیندار گواہ کے سامنے بالغ لڑکا ولڑکی نے ایجاب وقبول کرلیا تو نکاح ہوجائے گا۔ پھر ایسے ہی دیندار مسلمانوں کے سامنے کسی ایسی عورت نے نکاح پڑھایا یا جو احکام شرعیہ کو جانتی ہو تو نکاح منعقد ہوجائے گا۔

(۴) جائز ہے۔ وَاُحِلَّ لَکُمْ مَاوَرَاءَ ذَالِکُمْ الخ

(۵) سُنّی عورت کا نکاح ایسے شخص سے جو شاتم رسول ہو، جو جانِ رَحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں توہین آمیز کلمات بولتا ہو، جو عظمت رسول کا منکر ہو ایسے شخص سے شرعاً نکاح ہی نہیں ہوگا۔ اگر نام نہاد نکاح ہو چکا ہے تو فوراً عورت کو علیحدہ ہونے کا حق حاصل ہے۔ بشرطیکہ اس دشمن رسول کا عقیدہ پہلے سے معلوم نہ ہو۔ حدیث شریف: **لاتنکحوھم الخ** ''ان سے نکاح نہ کرو۔''

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۸/۱۱/۷۱ء

استفتاء ۹۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ اس مسئلہ میں کہ:
ہماری بستی کے پیش امام صاحب کی دوشادی ہے، دونوں بیویاں ابھی موجود ہیں۔ دوسری بیوی حاملہ تھی۔ بچہ تولد ہوتے وقت امام صاحب نے اپنی ہمشیر کو بلا کر کہا کہ: ''بوبو! اس عورت کے کام انجام دینے میں جو خرچ ہوگا وہ میں نہیں دوں گا۔ اس لئے کہ یہ حمل میرا نہیں ہے۔ یہ حمل غیر مَرد کا ہے جس کا گواہ ابھی موجود ہے اور یہ ہلدی، تیل وغیرہ بھی اسی شخص نے بھیجا ہے جس کا حمل تھا، اس لئے مَیں شریک نہیں ہوں گا۔'' ولادت کے وقت دو عورتیں وہاں کام کررہی تھیں، ان کو بلا کر امام صاحب نے ڈرایا، دھمکایا کہ ''تم اس کا کام مت کرو، کیونکہ یہ بچہ میرا نہیں ہے جس کا ہے وہی کام کرائے۔'' اس کے چند دنوں کے بعد امام صاحب نے اپنی دوسری بیوی کے بڑے لڑکے کے ساتھ اس کو میکہ پہونچوادیا، جس کو ایک سال سے زیادہ ہورہا ہے۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟ جلد مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد عبدالعزیز انصاری، موضع بسری، ڈاک خانہ: رائے پور، پلاموں

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ وهو الموفق للحق والصواب ـــــــــ
صورت مستفسرہ میں اگر امام صاحب کا دعویٰ صحیح ہے اور گواہ بھی موجود ہے کہ ان کی دوسری بیوی کو غیر مَرد کا حمل تھا تو یہ جانتے ہوئے امام صاحب نے اس کو اپنے پاس کیوں رکھا اور قبل ہی کیوں اسے ظاہر نہ کیا۔ اگر گواہ یہ شہادت دے کہ امام صاحب کا کہنا واقعی درست ہے اور غیر مَرد کے حمل کا ثبوت پیش کرے امام صاحب کو فوراً معزول کر کے دوسرے امام کو رکھا جائے۔ ایسا امام امامت کے لائق نہیں۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۴/۱/۷۲ء

استفتاء ۹۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
ہماری بستی کے امام صاحب ایک آدمی کو لے کر مکھیا کے پاس گئے اور اُس آدمی سے سو روپئے رشوت مکھیا کو دینے کے لئے لیا۔ اور ایک فرلانگ دوری پر، اس آدمی کو بیٹھا دیا اور کہا کہ "ہم مکھیا سے باتیں کر کے تم کو بلا لیں گے۔" مکھیا کے پاس جا کر امام صاحب نے کہا کہ "ہمارا کتنا حساب باقی ہے؟" اصل میں ۱۹۶۷ء میں ہمارے یہاں اکال پڑ گیا تھا تو مکھیا صاحب کے پاس امام صاحب نے بہت لاچاری کا خط لکھا تھا کہ "میری مدد کی جائے" اور مکھیا نے ایک سو روپئے سے زیادہ کا راشن، غلہ کی دوکان سے دلوا دیا اور روپیہ باقی تھا جب امام صاحب، سو روپئے رشوت کے" لے کر مکھیا کے پاس گئے اور مکھیا سے پوچھا کہ "کتنا حساب باقی ہے" تو مکھیا نے کہا کہ "ایک سو سے زیادہ ہی ہوگا" امام صاحب نے ایک سو روپیہ مکھیا کو دے دیا۔ اس کے بعد اُس آدمی کو بلایا اور اس کے سامنے مکھیا سے کہا کہ "ذرا اسی آدمی پر خیال کیجئے گا۔" اس کے بعد اس آدمی کو لے کر امام صاحب چلے آئے۔ چند دنوں کے بعد بستی میں مشہور ہوا کہ "مکھیا کو روپیہ دیا گیا لیکن کام نہیں ہوا۔" لوگ مکھیا کے پاس گئے اور واقعہ بیان کیا کہ "اس آدمی نے جب رشوت دیا تو پھر کام کیوں نہ ہوا؟" مکھیا نے جواب دیا کہ "یہ روپیہ تو امام صاحب نے اپنے قرض کا دیا ہے جو پہلے کا باقی تھا۔" پھر لوگوں نے کہا "مکھیا صاحب! کیا آپ یہ بات بستی کی پنچایت میں کہہ سکتے ہیں؟" مکھیا نے کہا کہ "ہاں!" چنانچہ تمام لوگ جمع ہوئے، مکھیا بھی آئے، اُن سے پوچھا گیا کہ "امام صاحب نے کیسا روپیہ آپ کو دیا؟" مکھیا نے کہا کہ "وہ روپیہ امام صاحب نے قرض میں دیا ہے، جس کا ثبوت میرے پاس موجود ہے، ان کا خط میرے پاس ہے پھر امام صاحب سے پوچھا گیا انہوں نے کہا کہ "ہم نے رشوت میں دیا ہے۔" اس روز سے دُوسرا امام چُنا گیا۔ ایک سال کے اندر پبلک کو امام صاحب نے اُلٹا پلٹا سمجھایا کہ "ہندو کی گواہی نہیں مانی جائے گی۔" لہٰذا کچھ لوگوں نے پھر اسی امام کو رکھ لیا ہے۔ دو پارٹی ہو گئی ہے، ہم لوگ بھی مجبوراً اُن کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں۔ لہٰذا صحیح جواب سے مطلع فرمائیں۔ جب امام صاحب نے رشوت دیا مکھیا کا روپیہ اب تک نہیں دیا تو ایسے شخص کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

محمد عزیز انصاری، پلاموں

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــ وهو الموفق للحق والصواب ــــــ

صورت مذکورہ بالا میں اگر یہ اَمر واقعی صحیح ہے کہ مکھیا صاحب کا روپیہ امام صاحب کے ذمہ باقی تھا، جس کو انہوں نے ادا

نہیں کیا تھا اور ایک شخص کو دھوکہ دے کر رشوت کے نام پر، اس سے روپیہ لے کر مکھیا کو دیا تو ایسے امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ اگر مکھیا نے رشوت لیا اور لوگوں کے سامنے رشوت سے انکار کیا اور غلط بیان سے کام لیا تو امام صاحب کی برأت ثابت نہیں۔ کیونکہ رشوت دینا اور لینا دونوں ہی شرعاً حرام و ناجائز ہیں۔ اس لئے امام صاحب نے واقعی رشوت ہی دیا، پھر بھی رشوت دینے کی وجہ سے یہ مجرم ہیں۔ اگر اعلانیہ توبہ کریں تو ان کے پیچھے نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ کافر کی گواہی شرعاً ناقابل قبول ہے۔ اس کی شہادت پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۴/۱/۲۷ء

استفتاء ۹۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ:

ہمارے یہاں ایک سال سے، ایک امام صاحب کو لوگوں نے امامت کے لئے مقرر کیا ہے۔ اس اثنا میں امام صاحب کو اپنے چچا سے کچھ جھگڑا ہوگیا۔ جھگڑے میں امام صاجب کے چچا نے اُن کو "حرامی" بتایا۔ بستی والوں کو جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے امام صاحب کے چچا سے دریافت کیا تو اُن کے چچا نے کہا کہ "امام صاحب سے کہو کہ وہ دس موضع کے آدمی کو جمع کریں، تب مَیں اس کا ثبوت دوں گا، ثبوت نہ دینے پر اسی جگہ پنچ جو سزا ہم کو دیں گے ہم اسے قبول کریں گے۔" امام صاحب کے چچا کی عمر اَسّی برس کی ہے۔ جب بستی والوں نے امام صاحب سے پوچھا تو سوال سُن کر امام صاحب خاموش رہے اور بولے کہ "جانے دیجئے! چچا صاحب نہ کہہ رہے ہیں۔" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت میں امام صاحب "حرامی" ہیں۔ تو کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: عزیز انصاری، بسری، پلاموں

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــ!

صورت مذکورہ بالا میں جب امام صاحب ایک سال سے امامت کا کام انجام دے رہے ہیں تو چچا صاحب نے پہلے سے امام صاحب کے "حرامی" ہونے کو ظاہر کیوں نہ کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جھگڑے کی وجہ سے چچا نے امام صاحب کو رسوا وذلیل کرنے کی کوشش کی۔ اگر چچا کو قبل سے اس کا علم تھا تو ظاہر نہ کرنے کی بنا پر چچا خود مجرم وگنہگار رہوا۔ اور اگر چچا نے امام صاحب کے حرامی ہونے کو دلائل وشواہد سے ثابت بھی کردیا تو ایسی صورت میں امام صاحب کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی۔ اور اگر ولد الزنا تمام نمازیوں میں سب سے زیادہ عالم ومتقی ہوتو اس کے پیچھے نماز مکروہ بھی نہ ہوگی۔ مراقی الفلاح میں ہے: کرہ

امامة العبد والاعمی والاعرابی وولدالزنا الجاهل لاتکره امامته لان الکراهة للنقائص حتی اذاکان الاعرابی افضل من الحضری، وولدالزنا من ولدالرشد۔ "غلام، اندھا، اعرابی، ولدالزنا اور جاہل کی امامت مکروہ ہے۔ جب مذکورہ اشخاص پرہیزگاری عالم ہوں تو ان کی امامت مکروہ نہیں ہے اس لئے کہ کراہت نقائص کی وجہ سے تھی یہاں تک کہ اعرابی حاضرین میں سے اور غلام آزاد سے اور حرامی لڑکا حلالی سے افضل ہو تو ان کی امامت مکروہ نہیں۔" لہٰذا اگر مقتدیوں میں سب سے زیادہ امام صاحب ہی عالم ہیں تو "حرامی" ہونے کی صورت میں بھی، نماز اُن کے پیچھے جائز و درست ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم۔

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۶/۱/۲/۷ء

استفتاء ۹۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین، درج ذیل مسائل میں کہ:

(۱) مسجد کے امام صاحب جو حافظ قرآن ہیں بچپن میں درخت سے گر گئے تھے۔ دایاں پاؤں ٹوٹ گیا تھا، پلاسٹر کے ذریعہ جوڑ دیا گیا مگر وہ نماز پڑھنے اور چلنے پھرنے میں مُڑتا نہیں ہے، اُن کا دایاں پاؤں سجدے کی جگہ پر پہلے چلا جاتا ہے۔ اس کے بعد سجدہ ہوتا ہے۔ ایسے امام کی اقتدا میں نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟ اُن کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں؟

(۲) پیش امام صاحب نے مقتدی کو نماز جنازہ میں اس طرح نیت بتلائی کہ "نماز پڑھتا ہوں، دو رکعت اس جنازے کی، واسطے اللہ کے پیچھے اس امام کے، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف، اللہ اکبر۔" یہ نماز جنازہ ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو پڑھانے والے امام کے لئے کیا حکم ہے؟

(۳) پیش امام صاحب وقت پر نماز نہیں پڑھاتے ہیں۔ کبھی وقت کے پہلے، کبھی وقت کے بعد، نماز پڑھتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں اور جھوٹی قسم کھاتے ہیں اور چغلی وغیبت کرتے ہیں، ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھ کر لوگ گنہگار تو نہ ہوں گے اور نماز بھی ہوگی یا نہیں؟

(۴) کسی کے یہاں تبرک فاتحہ کرتے ہیں اور کسی کے یہاں نہیں کرتے اور تبرک فاتحہ بغیر فاتحہ کے اُٹھا کر کھا جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: "یہ سب شرک ہے، ہٹاؤ۔" وہ میلاد میں قیام کے لئے کھڑے نہیں ہوتے ہیں بلکہ اس میں ہچکچاتے ہیں۔

المستفتی: عبدالرؤف، مونگیر، معرفت پیش امام جامع مسجد، دُمکا، سنتھال پرگنہ

۲۳/۳/۲/۷ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــــ وھوالموفق للحق والصواب ــــــــــــــــ

(۱) اگر نماز میں ٹوٹا ہوا پاؤں کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈالتا اور زمین پر اچھی طرح ٹھہرتا ہے اور پاؤں کی انگلیاں حالت سجدہ میں زمین سے ملی ہوئی قبلہ رُخ ہو جاتی ہیں تو بلاشبہ حافظ صاحب کے پیچھے۔ نماز جائز و درست ہے اور اگر پاؤں ٹھیک سے اچھی طرح زمین پر سجدہ کے وقت نہیں جمتا ہے زمین سے الگ رہتا ہے یا نہیں مُڑتا ہے تو ان کی اقتدا میں نماز صحیح نہ ہوگی۔

(۲) امام صاحب نے مقتدیوں کو نماز جنازہ کی نیت غلط طور پر بتائی، نماز جنازہ ایک طرح کی دُعا ہے۔ اس میں رکعت رکوع وسجود نہیں، نماز جنازہ میں خدا کی حمد وثنا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف اور میت کے لئے دُعا ہوتی ہے۔ اگر یہ تینوں چیزیں ادا کی گئیں تو نماز جنازہ ہو جائے گی رکعت کا کہنا لغو ہے۔ اگر اس طریقہ سے ادا نہ کی گئی تو نماز نہ ہوگی۔ امام صاحب مجرم وخطاوار ہوئے۔

(۳) کاذب، چغل خور، جھوٹی قسمیں کھانے والے کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اگر پڑھ لی گئی تو نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ فان تقديم الفاسق اثم و الصلوٰة خلفه مکروهة۔ ''فاسق کو امامت کے لیے آگے بڑھانا گناہ اور اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا مکروہ ہے۔'' جھوٹ، غیبت، جھوٹی قسم گناہ کبیرہ ہے، اس کا مرتکب فاسق اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی۔

(۴) فاتحہ، نیاز اور میلاد مبارک کو شرک وگناہ کہنے والا بے دین، بدمذہب، گمراہ ہے ایسے شخص سے میل جول، سلام وکلام حرام حرام حرام ایاکم و ایاھم لایضلونکم و لا یفتنونکم ۔ ''تم ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں کہیں وہ تمہیں فتنہ میں نہ ڈال دے۔'' شریعت مطہرہ نے ایسے شخص سے دور رہنے کا حکم دیا ہے، اس لئے کہ یہ دشمن دین و ایمان ہیں، لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم و علمهٗ جل مجدهٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ، بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۵/۳/۷۲ء

استفتاء ۹۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید کے گاؤں میں ایک حافظ قرآن تقریباً چالیس سال سے امامت کا کام انجام دے رہے ہیں، اب زید کے گاؤں کا عمر نام کا ایک آدمی ہے جو حافظ صاحب پر ایک بہت بڑا الزام عائد کر رہا ہے۔ شریعت کے نقطۂ نظر سے وہ الزام، گناہ کبیرہ ہے لیکن وہ الزام سراسر بے میل و بے ثبوت اور غلط رہا۔ پنجگانہ نماز کی جماعت ہوتی رہتی ہے اور عمر تنہا نماز پڑھ کر چلا جاتا ہے۔ امام صاحب کی اقتدا میں نماز نہیں پڑھتا

ہے اور جمعہ کی نماز پڑھ لیتا ہے۔ شرعی طور پر عمر کے لئے کیا حکم ہے؟ اور حافظ صاحب اس حالت میں امامت کے کام انجام دیں یا نہیں؟ اس کے بارے میں احکام شرعیہ سے مطلع کریں۔ بینوا و توجروا.

المستفتی: ماسٹر ایداق خاں، مقام شہریہ، پوسٹ: جھنڈار، وایہ گومو، ہزاری باغ

۴/۶/۷۲ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــــ !

قرآن حکیم میں ارشاد ربانی ہے: یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّلَاتَجَسَّسُوْا وَلَایَغْتَبْ بَّعْضُکُمْ بَعْضًا یعنی اے ایمان والو! بہت سے گمانوں سے بچا کرو، کیوں کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور جستجو وسراغ نہ لگایا کرو اور کوئی کسی کی غیبت نہ کرے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھائے۔ عمر امام صاحب پر غلط اور جھوٹا الزام واتہام لگا کر سخت گنہگار، مستحق غضب جبار ہوا جب شرعی شہادتوں سے امام صاحب کا مرتکب کبائر ہونا ثابت نہیں تو اُن کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ودرست ہے۔ عمر پنج وقتہ نمازیں ان کی اقتداء میں نہیں پڑھتا اور جمعہ پڑھتا ہے۔ اگر بالفرض عمر سچا ہے تو اس کی نماز جمعہ نہ ہوگی اور اگر وہ جھوٹا ہے جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو وہ تارک جماعت ہونے کی بنا پر خود گنہگار ہوا لہٰذا عمر کو توبہ کرنا چاہیے۔ وھو اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۱/۷/۷۲ء

استفتاء ۹۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

ایک حافظ صاحب جو امامت کرتے ہیں وہ سنی مسلمان میتوں کے کھانے سے پرہیز وگریز کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کھانے سے دل مُردہ ہوجاتا ہے، لیکن افسوس صد افسوس کہ وہی حافظ صاحب، ایک ایسے غیر مسلم، ہندو مشرک، بت پرست کے میت کے کھانے میں شریک ہوتے ہیں جس کے یہاں تاڑی کا کاروبار ہوتا ہے اور یہ اس کا محبوب پیشہ ہے۔ بتائیں کہ ایسے حافظ صاحب کا کیا حکم ہے؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

المستفتی: محمد اسحاق، دُمکا

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــ وھوالموفق للصواب ــــــ !

حافظ مذکور کا مسلمانوں کے ایصالِ ثواب کے کھانوں سے انکار اور کافر ومشرک مُردہ کا کھانا کھانا، بالخصوص جب کہ اس کے یہاں تاڑی کا کاروبار ہوتا ہے، سخت قابلِ مذمت ہے۔ حافظ مذکور جب تک اپنے اس فعل قبیح اور قول شنیع سے تائب نہ ہو اس کے پیچھے نماز جائز نہیں اس لئے کہ اس نے عملاً مُردہ کافر کے کھانے کو مسلم کے کھانے پر ترجیح دی۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۸/۱۱/۷۲ء

استفتاء ۹۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ وہ شخص جو حافظ قرآن ہو، جامع مسجد کا امام ہو، سینما بھی دیکھتا ہو اور ریڈیو، ناچ گانے اور دیگر خرافات سے بھی شوق رکھتا ہو، کیا اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو بحوالہ کتب دینیہ مطلع فرمائیں۔ اگر نہیں، تب بھی جواب جلد از جلد دینے کی مہربانی فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: شاہد فدائی، لوہردگا

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــ !

صورت مسئولہ میں جو امام خلاف شرع کام کرے وہ فاسق ہے اور فاسق کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔ فان تقدیم الفاسق اثم و کرہ الصلوٰۃ خلفہٗ۔ فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: کرہٗ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فتجب اھانتہ شرعاً فلیعظم بتقدیمہ للامامۃ یعنی فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے اس لئے کہ وہ امور دینیہ کی پرواہ نہیں کرتا تو اس کی اہانت ضروری ہے جب کہ اسے امام بنانے میں اس کی تعظیم یقینی ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۴/۵/۷۳ء

استفتاء ۹۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ:
ایک آدمی نے میلاد شریف میں تقریر کیا اور درُود شریف نہ ایک بار خود پڑھا اور نہ کسی سے پڑھوایا اور میلاد ختم کر دیا۔ نہ قیام کیا، نہ فاتحہ پڑھا اور جب اُس سے کہا گیا کہ ”آپ نے نہ قیام کیا نہ فاتحہ پڑھا“ تو اس نے جواب دیا کہ ”ہم نے جو دو گھنٹہ تقریر کیا ہے۔ وہ کل تقریر بیکار ہو جائے گی۔“ اور پھر وہ صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ ”کونسی حدیث میں ہے، قیام وفاتحہ پڑھنے کا حکم؟ ہم لوگ اس کے خلاف ہیں۔“ تو بتایا جائے کہ اُن کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد علی امام، منگل بازار، پھول پٹی، کٹیہار، پورنیہ
۱۳/۸/۷۳ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب

میلاد شریف، قیام وسلام وفاتحہ پڑھنا جائز ودرست ہے۔ ان سب کاموں کو کرنے والا اجر وثواب کا مستحق ہوتا ہے۔ ان میں سے کوئی کام ایسا نہیں جس کو ناجائز قرار دیا جائے۔ ما راہ المسلمون حسنا فھو عند الله حسن۔ ”جسے عام مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھا ہے۔“ موجودہ دور میں کچھ لوگ ایسے ہیں جو مسلمانوں کو اس کارِ خیر سے منع کرتے ہیں۔ ایسے لوگ عموماً وہابی و دیوبندی ہوتے ہیں۔ ان کے یہاں یہ سب کام گناہ ہیں حالاں کہ ان کاموں کے ناجائز وگناہ ہونے کی، اُن کے پاس کوئی دلیل نہیں، محض تعصب ودشمنی کی بنا پر وہ ایسا کہتے ہیں اور ہر نیک کام کے لئے حدیث شریف سے دلیل طلب کرنا بھی جہالت وحماقت ہے۔ اُس سے پوچھئے کہ مُرغ مسلّم اور پلاؤ، قورمہ کھانا، پائجامہ وشیروانی پہننا، رکشہ موٹر پر سوار ہونا، مسجد ومدرسہ بنانا۔ ان سب کاموں کے لئے قرآن وحدیث سے دلیل پیش کیجئے۔ اگر آپ ان تمام کاموں کے لئے دلیل پیش نہیں کرتے اور صرف میلاد وقیام ہی کو قرآن وحدیث میں تلاش کرتے ہیں تو اس سے رسول کی دشمنی مترشح ہوتی ہے۔ لہٰذا جب تک وہ کھانے، پینے، پہننے اوڑھنے، پختہ مسجد بنانے کا ثبوت قرآن سے نہ دیں۔ اس کی اقتدا میں نماز نہ پڑھیں اس لئے کہ ایسا کہنے والے عموماً گمراہ وبے دین ہوتے ہیں جن کو رسول کی عظمت وعزت پسند نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۶/۸/۱۹۷۳ء

استفتاء ۹۸

مسئلہ: مکرمی قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ضروری گزارش یہ ہے کہ ایک حافظ صاحب نے اپنی بیوی کے ساتھ اپنے والد کو زنا کرتے دیکھا اور وہ عورت حاملہ بھی تھی۔ حافظ صاحب نے اُسی وقت اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیا اور اپنے گھر سے الگ ہو گئے۔ اب آپ جواب عنایت فرمائیں کہ طلاق جائز ہوئی یا نہیں؟ اور حافظ صاحب امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ خط ملتے ہی جواب عنایت فرمائیں تا کہ ہم لوگ ساری باتوں سے واقف ہو جائیں۔ یہ خط انجمن کی طرف سے آپ کی خدمت میں روانہ کر رہا ہوں۔ حافظ صاحب کے والد صاحب کو شرعاً کونسی سزا دی جائے؟ جواب سے ممنون فرمائیں۔ فقط والسلام۔

المستفتی: محمد پہلوان خاں، برکا کانا، ہزاری باغ

۹۲/۸۶۷

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ !

جب حافظ صاحب نے اپنے والد کو اپنی منکوحہ سے زنا کرتے ہوئے دیکھا تو حافظ صاحب کی زوجہ اُن پر بغیر طلاق ہی کے حرام ہو گئی۔ علاوہ ازیں جب حافظ صاحب نے اپنی منکوحہ کو طلاق دے دی تو طلاق کے بعد وہ بدرجہ اولیٰ ان کی زوجیت سے خارج ہو گئی۔ اب کسی صورت میں وہ عورت حافظ صاحب کے لئے جائز نہ ہوگی۔ حافظ صاحب کی اقتدا میں نماز صحیح ہوگی۔ اُن کے پیچھے نماز پڑھنے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔ ہندوستان میں اسلامی حکومت نہیں کہ یہاں حد شرعی جاری کیا جائے۔ شرعی قانون کے مطابق تو حافظ صاحب کے والد کو رجم یعنی سنگسار کرنا چاہیے۔ لیکن ایسا کرنا یہاں ممکن نہیں۔ اس لئے اب سوائے توبہ کے کوئی دوسری صورت نہیں۔ جب تک زانی وزانیہ اعلانیہ توبہ نہ کریں ان سے میل جول، سلام وکلام چھوڑ دینا چاہیے۔ مسلمان اُن سے کسی طرح کا تعلق نہ رکھیں۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم۔

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۱/۹/۱۹۷۳ء

استفتاء ۹۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل میں کہ:

(ا) زید رئیس اعظم ہے۔ وہ دولت کے بل بوتے پر مسجد کی کل رقم وصول کر کے چٹ کر جاتے ہیں۔ مگر مسجد کے متولی اور دُوسرے آدمی ڈر سے کچھ بول نہیں سکتے ہیں۔ کیا زید کو اہل مقدور ہونے کے باوجود مسجد کا پیسہ کھانا جائز ہے؟ شریعت مطہرہ میں ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟

(ب) خالد اور عمرو دونوں آدمی کسی مسجد میں امامت کرتے ہیں، خالد اَمرد ہے۔ طفل مکتب ہے۔ اُسے نماز کے شرائط و فرائض سے کچھ واقفیت نہیں اس کی قرأت بھی صحیح نہیں۔ خالد کی صلوٰۃ فجر وظہر، اکثر غائب ہو جاتی ہے۔ اُس کے افعال و کردار شریعت سے بالکل خلاف ہیں اور عمرو فاسق ہے وہ قرآن پاک معمولی طریقہ سے پڑھ لیتا ہے۔ عمرو کا پیشہ یہ ہے کہ کسی کو آپس میں لڑا دینا۔ جھوٹی قسمیں کھانا، جھوٹی گواہی دینا اور عمرو کی صلوٰۃ فجر ہمیشہ ہی غائب رہتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ شریعت مطہر میں، ایسے لوگوں کو امام بننا جائز ہے یا نہیں؟

(ج) بکر حافظ قرآن ہے۔ ماشاء اللہ! درجہ مولوی میں پڑھتا ہے۔ بکر شادی شدہ ہے۔ اس کے والدین موجود ہیں مگر اس لائق نہیں کہ بکر کو خرچ دے کر پڑھا سکیں۔ بکر کچھ وقت نکال کر بچوں کو ٹیوشن پڑھاتا ہے۔ جس سے ماہانہ پندرہ سو روپے ہو جاتے ہیں۔ اس کے باوجود بھی بکر فطرے کا پیسہ لیتا ہے شرعاً، بکر کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے فطرہ کا پیسہ لینا یا ان کو دینا جائز ہے یا نہیں۔ صلوٰۃ فجر ان کی بھی قضا ہوتی ہے۔ اُن کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

نوٹ: مذکورہ بالا سوال ''الف'' اور ''ب'' کے آدمی ایک جگہ موجود ہوں تو امامت کا استحقاق کس کو حاصل ہے۔

المستفتی: محمد شبیر احمد، مدرسہ اصلاح المسلمین، ٹھاکر گنج، پورنیہ، بہار

۲۲/ستمبر ۱۹۷۳ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ــــــــــ !

(ا) مسجد کے مالِ موقوفہ میں ناجائز تصرف کرنا، اس سے ذاتی منفعت حاصل کرنا، مسجد کی آمدنی کی کل یا بعض رقم کھانا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ الخ (سورہ بقرہ:۱۸۸)

"آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔" (ترجمہ کنزالایمان) زید کو اس سے اجتناب و پرہیز کرنا چاہیے اور جس قدر مسجد کی رقم اب تک وصول کر کے کھا گیا اُسے مسجد کو واپس کرنا چاہیے۔ اگر زید اس قبیح فعل سے تائب نہ ہو تو عام مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ زید سے، سلام وکلام، میل جول ترک کر دیں، قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ۔ "اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔" (کنزالایمان)

(ب) بصورت مذکورہ زید وعمر دونوں امامت کے لائق نہیں اس لئے کہ امام کے لئے متقی و پرہیزگار، اعلم باحکام الصلوٰۃ ہونا ضروری جو فرائض وواجبات اور مسائل طہارت ونماز کو اچھی طرح جانتا ہو۔ جب خالد بالکل جاہل ہے کہ قرأت بھی صحیح نہیں کر سکتا اور پابند نماز بھی نہیں اور عمر بھی تارک صلوٰۃ ہے۔ جھوٹی قسمیں کھاتا ہے۔ فتنہ وشر پھیلاتا ہے تو وہ فاسق ہے اور فاسق کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔ غنیۃ میں ہے: ویکرہ تقدیم الفاسق کراهة تحریمة ویکرہ للامام ان یقوم قوما وهم له کارهون بخصلة ای بسبب خصلة توجب الکراهة اولان فیهم من هو اولیٰ منه بالامامة واولی الناس بالامامة اعلمهم بالسنة یعنی فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی اور جس امام کی بُری خصلت سے لوگ متنفر ہوں، ایسے امام کو امامت کرنا مکروہ ہے یا اس سے اچھا کوئی آدمی ہو تو اعلیٰ کے رہتے ہوئے اولیٰ کو امامت نہیں کرنا چاہیے۔ اس لئے کہ امامت کا مستحق وہ ہے جو مسائل شرعیہ کو زیادہ جانتا ہے۔

(ج) بکر حافظ قرآن ہے۔ غربت ومحتاجی کی بنا پر اُسے صدقۂ فطر لینا جائز و درست ہے بلکہ دینے والے کو چاہیے کہ وہ بکر ہی کو صدقۂ فطر و دیگر عطیات دے کر اُسے تعلیمی سہولت پہونچائے کہ اس سے غریب کی مدد اور علم دین کی اشاعت ہوگی۔ درّ مختار میں ہے: التصدق علی العالم الفقیر افضل من الجاهل الفقیر۔ "فقیر عالم پر صدقہ کرنا فقیر جاہل پر صدقہ کرنے سے افضل ہے۔" بکر کو سمجھایا جائے کہ وہ نماز قضا نہ کرے۔ اگر وہ سنی صحیح العقیدہ ہے تو اُسی کو امام بنایا جائے۔ اتفاقیہ اگر نماز قضا ہو جائے تو وہ مانع امامت نہیں۔

نوٹ: اوپر بتایا جا چکا ہے کہ دینی و مذہبی حیثیت سے، جو بہتر ہو، وہی امامت کرے گا یعنی عملی و علمی لحاظ سے جو سب مقتدیوں میں بہتر ہوگا وہی مستحق امامت ہوگا۔ وهو تعالیٰ اعلم!

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۲

۲/۱۰/۷۳ء

استفتاء ۱۰۰

مسئلہ: کیا فرماتے علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت مسئولہ میں کہ:
زید نامی ایک عالم دین، تقریر وعظ ونصیحت، سیرت پاک ومحفل میلاد شریف پڑھنے کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں اور نماز کی امامت کرتے ہیں اور مدرسہ میں درس قرآن وحدیث دیتے ہیں، لیکن مدرسہ کی وصولی، صدقہ، فطرہ، زکوٰۃ وعشر جو یتیم ومسکین ونادار طلبا پر صرف ہوتی ہے، کرتے چلے آئے ہیں۔ اس سال اس وصولی یعنی مذکورہ امانت یتامیٰ ومساکین کو دبالیا، مدرسہ میں جمع نہیں کیا بلکہ اُسے اپنی ذات اور اپنے وابستگانِ کی ذات پر صرف کر دیا۔ اس بات کی تحقیق اور جانچ پڑتال سے، یہ شبہہ بھی یقین کی حد تک پہونچتا ہے کہ یہ "مذموم کام" عالم صاحب برابر کرتے آرہے ہیں بلکہ دوسرے مدرسہ کا بھی سابقاً دعویٰ غبن بہ تحصیل مذکور اعلان ہو چکا ہے جس کا کوئی جواب عالم صاحب نے نہیں دیا۔ عام مسلمان باخبر ہونے کے بعد، ثبوت وصداقت سے مزین شہادت کی بنا پر یہ جاننا چاہتے ہیں کہ:

(۱) یہ غبن اسلام وشرع مطہرہ کی رُو سے کیسا ہے اور اس کے بارے میں شرعی حکم کیا ہے؟
(۲) اس عالم دین کی اقتدا میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ موصوف کی اقتدا میں نماز ہوگی یا نہیں؟
(۳) اگر اُن کی اقتدا میں نماز پڑھنا چاہئیں تو عالم صاحب کس صورت میں امامت کے قابل ہو سکتے ہیں؟
(۴) عالم دین کے الزام مذکورہ میں شامل وشریک اور حمایتی ومددگار وغیرہ کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فقط والسلام

المستفتی: محمد یونس، معرفت آزاد فارمیسی، مصطفیٰ گنج، کلہواری، مظفر پور
۱۶/۱۲/۷۳ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــــ !

غریب ونادار، یتیم ومساکین طلبا پر خرچ کی جانے والی رقم اور انہیں دی گئی چیزوں کو اپنے مصرف میں لانا شرعاً ناجائز، ممنوع ومحظور ہے اور اس کا کھانا اور متعلقین کو کھلانا باعث گناہِ عظیم وعذاب الیم ہے۔ غربا ویتامیٰ کی چیز کو ناحق کھانے والے کے پیٹ میں قیامت کے دن دوزخ کے انگارے بھرے جائیں گے۔ قال تعالیٰ: **اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْکُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَسَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا** ۔ "اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا وہ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ تو اپنے پیٹ میں نری آگ بھرتے ہیں اور کوئی دم جاتا ہے کہ بھڑکتے دھڑے (شعلوں) میں جائیں۔" (ترجمہ کنز الایمان) قرآن کریم میں دوسری جگہ ارشاد فرمایا: **لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ**. "آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ۔" (ترجمہ کنز الایمان) اور جب اس واعظ ومقرر پر، دوسرے لوگوں نے بھی اس طرح کے غبن کا دعویٰ کیا ہے، اگر فی الحقیقت یہ الزام صحیح ہے تو وہ فاسق وظالم ہے۔ اس کی

اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ ہاں! اگر وہ اس مذموم فعل سے، اعلانیہ توبہ کرے اور جو رقم غبن کی ہے وہ واپس کردے تو اس کی اقتدا میں نماز شرعاً جائز ودرست ہوگی اس لئے کہ: التائب من الذنب کمن لا ذنب لہ۔ "جس نے گناہ سے توبہ کی وہ بے گناہ کے مثل ہے۔" اس کے اس فعل قبیح وشنیع میں جو اس کے معاون ومددگار ہوں گے۔ اُن کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ اگر وہ توبہ نہ کریں تو سب کے سب گنہگار وبدکردار قرار دیئے جائیں گے۔ قرآن حکیم میں ہے: تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ "نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ اور زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔" (ترجمہ کنز الایمان)

وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۸/۱۲/۷۳ء

استفتاء ۱۰۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

ایک مسجد جس میں پنج وقتہ، عیدین اور جمعہ کی نمازیں ہوتی ہیں۔ اس مسجد میں امامت کے لئے انتخاب کی ضرورت پڑی۔ زید کہتا ہے کہ پیش امام کو وہی منتخب کرنے کا حق رکھتا ہے جو اس حلقہ کا ہو، جہاں مسجد آباد ہے اور وہ مستقل یا پنج وقتہ نمازی بھی ہو۔ عمر کہتا ہے کہ پیش امام کے انتخاب کے لئے ہر اُس عاقل بالغ مسلمان کو بھی ووٹ دینے کا حق ہے جو اس مسجد میں صرف جمعہ جمعہ یا صرف عیدین کی نماز پڑھتا ہو اور جو اُس حلقہ کا ہو، جہاں مسجد آباد ہے۔ براہِ کرم اس مسئلہ پر جلد روشنی ڈالیں۔ والسلام

عبد الجبار۔ این۔ ایم۔ جمشید پور

۱۹/ جون ۷۴ء

۹۲/۸۶ء

الجواب

اگرچہ امام کے انتخاب کا حق اہل محلہ کو ہے، لیکن اگر وہ امام جمعہ وعیدین کے لئے بھی ہے تو بلاشبہ اُس کے انتخاب میں جمعہ وعیدین میں شریک ہونے والے تمام مسلمانوں کا حق ہے۔ اس سلسلہ میں جو انتخاب ہو، اس میں یہ لحاظ رکھنا ضروری ہے کہ منتخب امام امامت کا اہل بھی ہے یا نہیں؟ اگر امام بننے کی تمام صفتیں اُس کے اندر موجود ہوں تو پھر اختلاف کی ضرورت نہیں۔ درّ مختار میں ہے: الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلوٰۃ ثم الاحسن تلاوۃ ثم الاورع ثم الاحسن خلقاثم الاحسن وجھاثم اکثرھم حسبا۔ "امامت کا سب سے زائد حقدار وہ ہے جو احکام صلوٰۃ سے زیادہ آگاہ ہو (علم میں برابر ہوں تو) پھر زیادہ

لائق امامت وہ شخص ہے جو تلاوت اور تجوید وقرأت کے لحاظ سے اچھا ہو پھر وہ جو تقویٰ شعار ہو پھر جو خلق کے اعتبار سے اچھا ہو پھر جو وجیہ ہو پھر جو حسب کے اعتبار سے اچھا ہو۔" بہرحال عمل وعقیدہ کے لحاظ سے اگر امام میں کوئی نقص نہیں تو اس کے انتخاب میں اختلاف نہ ہونا چاہیے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۷۶/۵/۳ء

استفتاء ۱۰۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین حسب ذیل مسئلہ میں

(۱) دیوبندی امام کی اقتدا میں اہلسنت والجماعت کی نماز پنجگانہ درست ہوگی کہ نہیں؟

(۲) رمضان شریف میں تراویح کی نماز میں دیوبندی عقیدے والے کی اقتدا کرنا کیسا ہے؟

(۳) اگر کسی کا ابتدائی تعلق اہلسنت سے ہے یعنی وہ درجہ حفظ تک اہلسنت کے ادارہ میں۔ پھر عالم کے لئے دیوبند مدرسہ میں گیا اور وہاں سے فارغ ہو کر آیا۔ کیا اس کے پیچھے اہلسنت کی نماز پنجگانہ وتراویح درست ہوگی یا نہیں؟ اہلسنت کا پورا یقین ہے کہ اس کے عقائد بگڑے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کے پڑھنے پڑھانے کا انداز بھی دیوبندی عقائد کے مطابق ہے جیسا کہ اطلاع ہے۔

المستفتی: محمد انعام الحق، سکریٹری..........، اسلامیہ کنوری، رائے گڑھ

۸۶/۹۲ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ

(۱) فقہائے کرام کی تصریحات کے پیش نظر فاسق کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ **فان التقديم فاسق اثم والصلوٰة خلفه مكروهة.** "ترجمہ: بیشک فاسق کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کی اقتداء میں نماز مکروہ ہے۔" امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے ائمہ ثلثہ یعنی امام ابوحنیفہ وامام یوسف وامام محمد سے نقل کرتے ہیں: **لاتجوز الصلوٰة خلف اهل الاهواء.** "اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔" غنیہ شرح میں ہے: **انهم لوقدموا فاسقا يأثمون بناء علىٰ ان كراهة تحريمة لعدم اعتنائه بامور دينه وتساهله فى الايتان بلوازمه فلايبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوٰة وفعل ماينافيها بل هو الغالب بالنظر الىٰ فسقه ولذالم تجز الصلوٰة خلفه اصلا عند مالك وهو رواية عن احمد.** "ترجمہ: اگر انہوں نے کسی فاسق کو مقدم کیا تو گنہگار ہوں گے اس بناء پر کہ فاسق کا مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ امور دینیہ کی پرواہ نہیں کرتا اور دین کے لوازمات پر عمل کرنے سے تساہل برتتا ہے۔ لہٰذا اس سے بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط فوت کردے اور نماز کے منافی عمل کرے بلکہ اس کے فسق کے پیش نظر غالب گمان یہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امام

مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز قطعاً جائز نہیں۔" مراقی الفلاح میں ہے: کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانته شرعا فلایعظمه بتقدیم الامامة. "ترجمہ: فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ بدین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا شرعاً اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لئے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں۔" مذکورہ بالا تصریحات کا تعلق فاسق فی العمل سے ہے اور فاسق فی العقیدہ اس سے بدرجہا بدتر و قابل نفرت و ملامت ہے۔ لہٰذا وہ تمام فرقے جو سلف صالحین و بزرگان و ائمہ مجتہدین و علمائے کاملین کے طریقہ و مسلک سے الگ ہو کر غلط راہ اختیار کئے بلکہ انبیائے کرام و اولیائے عظام کی شان میں بیہودہ کلمات کہہ کر خود گمراہ ہوئے، دوسروں کو گمراہ کیا۔ ان کے پیچھے نماز بالکل جائز نہ ہوگی۔ اگر پڑھے گا، گنہگار ہوگا۔ فرض ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔ یہ فرقہ ضالہ شان رسالت میں گستاخی کر کے غضب جبار و قہر قہار کا مستحق ہوا۔

(۲) اس کا جواب بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔

(۳) کسی خاص مدرسہ میں تعلیم حاصل کرنا شرعاً کوئی جرم نہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ شاگرد اپنے استاد کے طریقہ ہی پر چلتا ہے اور عمل کرتا ہے اس لئے بدمذہبوں اور گمراہوں کے مدرسہ میں ہرگز نہ جائے۔ اگر جائے گا تو ممکن ہے ایمان ہی سے ہاتھ دھونا پڑے۔ پھر آیات قرآنیہ و احادیث نبویہ میں ظالموں کے پاس بیٹھنے، اس سے میل جول رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ لہٰذا اگر شخص مذکور کا اعتقاد بھی وہی ہے جو دیوبندیوں اور وہابیوں کا ہے تو اس کی اقتدا میں نماز قطعی نہ ہوگی اور جو اس شخص کو امام بنائے گا، گنہگار و مجرم ہوگا۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۰/۹/۷۴ء

استفتاء ۱۰۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید امامت کرتا ہے۔ اس کے باوجود ایک ایسی شہادت دی جس کی اس نے خود تردید کی اور بعد میں توبہ استغفار کیا اور لوگوں سے معافی بھی مانگا۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید جب اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے توبہ استغفار کیا اور مصلّیان مسجد سے معافی مانگی اور ساری قوم نے بالاتفاق آرا بخش دیا تو اب ایسی صورت میں زید امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: عبدالوہاب، عبدالقادر، مستان احمد، عبدالرزاق، اللہ بخش، ساکنان منگرول، ضلع کوٹہ، راجستھان

تاریخ ۲۰/ شعبان ۱۳۹۴ھ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــــ!

صورت مسئولہ میں جب زید (امام) نے اپنے گناہ و غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے اعلانیہ توبہ کیا اور قوم سے بھی اپنے گناہ کی معافی طلب کی اور لوگوں نے اس کی توبہ کو قبول کرتے ہوئے معاف بھی کردیا تو اب زید شرعاً مجرم وخطا کار نہ رہا۔ اس لئے کہ التائب من الذنب کمن لاذنب له. "ترجمہ: گناہوں سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جس نے گناہ کیا ہی نہیں۔" تو اب قوم کو اس سے نفرت نہیں کرنا چاہیے۔ اس کی اقتدا میں نماز پڑھنا شرعاً جائز ودرست ہے اور زید بہرصورت امامت کرسکتا ہے۔ اگر توبہ کے بعد بھی لوگ اسے برا کہیں گے تو خود خطا وار ہوں گے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتــــــــــــــــــــــــــــــبہ

۲۸-۹-۷۴ء

استفتاء ۱۰۴

مسئلہ: قابل صد احترام قبلہ مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گذارش اینکہ مندرجہ ذیل استفسارات کے جوابات بواپسی ڈاک جلد مرحمت فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں۔

(۱) مصلیان مسجد واراکین مسجد ایسے امام کی اقتدا میں جس کے ایک مشت سے کم داڑھی ہو، نماز پڑھیں تو نماز صحیح ہوگی یا واجب الاعادہ، اور ایسا امام مقرر کرنے والوں پر شرعی کیا جرم عائد ہوگا؟

(۲) پہلی دوسری صف کے درمیان اتنا فاصلہ ہو کہ ایک بیل گاڑی بہ آسانی نکل جائے تو دوسری صف والوں کی نماز صحیح ہوگی یا واجب الاعادہ؟ اگر جماعت کھڑی ہو اس وقت نمازی کم ہوں اور صف میں بچے کھڑے ہوجائیں تو آنے والے مسبوق نمازی کہاں کھڑے ہوں؟ اگر دوسری صف میں ہی مسبوق آکر شامل ہو تو پہلی صف میں داہنی جانب سے مقتدی کو پیچھے لے کر وہیں کھڑے ہوں یا کہاں؟

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــــ!

(۱) حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والا فاسق ہے اور فاسق کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ مراقی الفلاح میں ہے کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامه بالدین فتجب اھانته شرعاً فلا یعظم بتقدیمه للامامۃ. "ترجمہ: فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا شرعاً اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لئے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں۔" فاسق امام کو مقرر کرنے والے بھی شرعاً گنہ گار ہوں گے۔ اس لئے کہ شرعاً فاسق قابل اہانت ہے اور امام

بنانے میں اس کی تکریم متصور ہوگی۔فاسق امام کو مقرر کرنے والے شرعاً مجرم وخطاوار ہوں گے۔

(۲) نماز واجب الاعادہ ہوگی۔اگر لڑکا سمجھدار، عقل و ہوش والا ہے جو نماز کی فرضیت واہمیت کو سمجھتا ہو تو اسے صف سے ہٹانا جائز نہیں۔آنے والا اس کی بغل میں کھڑا ہوگا۔صف کے پیچھے اگر مجبوراً مسبوق تنہا کھڑا ہو جائے تو نماز ہو جائے گی۔ اگر پہلی صف سے آدمی کو پیچھے لینا چاہے تو وہیں ایک قدم کے فاصلہ پر پیچھے لے کر کھڑا ہو، زیادہ چلنے سے اس مصلی کی نماز فاسد ہو جائے گی۔زبردستی پیچھے کھینچنا بھی ممنوع وشرعاً محذور ہے۔اگر مصلی مسئلہ نماز کو اچھی طرح جانتا ہے اور سمجھتا ہے کہ پیچھے ایک قدم ہٹنے سے نماز خراب نہ ہوگی تو پیچھے ہٹائے ورنہ یہ فعل فتنہ وفساد ہے۔مسبوق تنہا صف کے پیچھے کھڑا ہو جائے۔وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۵-۱۱-۷۴ء

استفتاء ۱۰۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ

ہماری بستی میں اس سال عید کے موقع پر دو گروہ ہو گئے۔اختلاف صرف اس بات پر ہے کہ ہماری بستی میں پہلے سے ایک مولوی صاحب نماز پڑھاتے تھے اور ابھی ان کی اقتدا ہماری اکثریت کر رہی ہے۔

لیکن فی الوقت دو عالم ہماری بستی میں آئے ہیں۔ایک ندوہ سے فارغ ہیں اور ایک اپنے کو مدنی کہتے ہیں۔لیکن دونوں عقیدہ میں دیوبندی ہیں اور ساتھ ہی زانی بھی۔لیکن اس کے باوجود کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ زانی سے کیا ہوا، عالم تو ہیں لہٰذا اس کے پیچھے نماز پڑھنی چاہیے؟

جو زانی ہو، علم میں سابق امام سے زیادہ ہو، کیا دیوبندی عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز ہو جائے گی؟

کیا بریلوی حضرات کا عقیدہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ہے؟ کیا دیوبندی کے عقیدے باطل ہیں؟

جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: ابرارالحسن ابن شہادت علی وساکنان موضع: مچھریا، وایا نیا گنج، ضلع پورنیہ، پوسٹ کھرنا بازار

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ !

نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا۔حدیث مذکورہ میں زانی کے پیچھے نماز ناجائز اور اس کی اقتدا کرنی حرام حرام ہے۔فقہاء کرام کی تصریحات کے پیش نظر فاسق کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔فان التقدیم الفاسق اثم والصلوٰۃ خلفه مکروھة. ''بیشک فاسق کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کی اقتداء میں نماز ادا کرنا مکروہ ہے۔'' امام محقق

علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے ائمہ ثلاثہ سے نقل کرتے ہیں: لاتجوز الصلوٰۃ خلف اهل الاهوا (غنیہ) ''ترجمہ: اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں۔'' شرح منیہ میں ہے: ولوقدموا الفاسقا یاثمون بناء علی ان کراهة تحریمة لعدم اعتنائه بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه فلایبعد منه الاخلال لاضلال ببعض شروط الصلوٰۃ وفعل ماینافیها بل هو الغالب بالنظر الی فسقه ولذالم تجز الصلوٰۃ خلفه اصلا عند مالک وهو روایة عن احمد.

''ترجمہ: اگرانہوں نے کسی فاسق کومقدم کیاتو وہ گنہ گار ہوں گے اس بناء پر کہ فاسق کا مقدم کرنا مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ امور دینیہ کی پرواہ نہیں کرتا اور دین کے لوازمات پر عمل کرنے سے تساہل برتتا ہے لہٰذا اس سے بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط فوت کردے اور نماز کے منافی عمل کرے بلکہ اس کے فسق کی پیش نظر غالب گمان یہی ہے۔یہی وجہ ہے کہ امام مالک اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک فاسق کے پیچھے نماز جائز نہیں۔''

مراقی الفلاح میں ہے: کره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فتجب اهانة شرعاً فلا یعظم بتقدیمه لامامة. ''ترجمہ: فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا شرعاً اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لئے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں۔'' ائمہ کرام کی تصریحات کے بعد بھی کسی کا یہ کہنا کہ زانی ہے تو کیا ہوا، عالم تو ہے استغفر اللہ! جب عالم فاسقوں کے پیچھے کے متعلق یہ حکم ہے کہ اس کی اقتدا میں نماز نہ پڑھنی چاہیے اس لئے کہ شریعت مطہرہ نے فاسق کی اہانت وتذلیل کا حکم دیا اور امام بنانے میں اس کی تعظیم وتکریم متصور ہوتی ہے، جو خلاف شرع ہے تو پھر زنا جیسے فعل قبیح کا ارتکاب کرنے والا کس طرح قابل امامت ہوگا۔وہ تو سخت گنہگار، مستحق عذاب نار ہے۔کیا عالم حرامکاری کرنے والا مجرم وگنہگار نہیں ہوگا؟ کیا اسلامی تعزیرات صرف جاہلوں کے لئے ہے؟ کیا ایسے بے عمل نالائق عالموں کے لئے قرآن یہ نہیں فرماتا ہے کہ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰاةَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا. (سورہ جمعہ:۵) ان کی مثال جن پر توریت رکھی گئی تھی پھر انہوں نے اس کی حکم برداری نہ کی گدھے کی مثال ہے جو پیٹھ پر کتابیں اٹھائیں۔ایسے عالم کو جو امامت کے لئے آگے بڑھائیں گے سب کے سب گنہگار ہوں گے۔جب فاسق فی العمل کے متعلق یہ حکم ہے تو فاسق فی العقیدہ اس سے بدرجہا بدتر وقابل نفرت وملامت ہے۔لہٰذا وہ تمام فرقے جو سلف صالحین وبزرگان دین وائمہ مجتہدین وعلمائے کاملین کے طریقہ ومسلک کے الگ ہیں اور انبیائے کرام واولیائے عظام کی شان میں بیہودہ کلمات استعمال کرتے ہیں یا اپنی کتابوں میں لکھے ہیں کہ ان کے پیچھے ہرگز نماز نہ ہوگی باتفاق ائمہ کرام وعلمائے اسلام ایسے عقیدے کے تمام لوگ بدمذہب، گمراہ، بے دین بلکہ خارج از اسلام ہیں۔خواہ مذکورہ اداروں کے پڑھے ہوئے ہوں یا دیوبند کے سابق امام اگرچہ علم میں زانی، عالم یا دیوبندی سے کم ہے۔اگر وہ پابند شرع ہے تو امامت کا مستحق وہی ہے۔اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ. (سورہ حجرات:۱۳) ''ترجمہ: بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے'' (ترجمہ کنزالایمان) انبیاء ومرسلین وبزرگان دین کے متعلق دیوبند کا جیسا عقیدہ ہے اس کے پیش نظر ان کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔دیوبندیوں کے عقائد باطلہ وخیالات فاسدہ اظہر من الشمس۔محبوب ربّ العالمین کو توہین تنقیص کرنے والوں کا عقیدہ بلاشبہ باطل ومردود ہیں۔بریلوی حضرات کا عقیدہ یقیناً صحیح ودرست ہے۔یہ حضرات اِهْدِنَا الصِّرَاطَ

الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ "ہم کو سیدھا راستہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا۔" (ترجمہ کنز الایمان) کے مطابق منعم علیہم کے طریقہ ومسلک پر ہیں جس کی تشریح قرآن حکیم میں موجود ہے: فَاُولٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰئِكَ رَفِيْقًا. (سورہ نساء:۶۹) "تو اسے ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ اور یہ کیا ہی اچھے ساتھی ہیں۔" (ترجمہ کنز الایمان) بریلی مسلک کے لوگ اسی طریقہ پر عمل کرتے ہیں جو طریقہ اہلسنّت والجماعت کا شروع سے اب تک رہا ہے اور جس راستہ پر سلف سے لیکر خلف تک تمام اکابرین ملت چلتے آئے۔ دیوبندی مسلک اس کے خلاف اور انبیاء والمرسلین، صدیقین، شہدا وصالحین کی عظمت جیسی کرنی چاہیے، اس کے منکر تفصیل کیلئے علمائے ملت اسلامیہ کی تصنیفات کا مطالعہ کیجئے۔ وهو الهادى الىٰ طريق الحق والصّواب. وعنده امّ الكتاب واليه المرجع والمآب.

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۷-۱۱-۷۴ء

استفتاء ۱۰۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

(۱) ہمارے پیش امام صاحب نے نس بندی کو جائز قرار دیا ہے اور عورتوں کو سمجھا بجھا کر کہ زیادہ لڑکا ہونے سے کمزور ہو جاؤ گی اور کھانے پینے کی تکلیف ہوگی اور بچوں کو لکھانا پڑھانا مشکل ہو جائے گا، زیادہ اولاد تکلیف دہ ہوگی اس لئے چلو آپریشن کرالو تم لوگوں کو روپیہ دلا دوں گا، کہہ کر عورتوں کو بہلا کر لے جاتا ہے اور آپریشن کرا دیتا ہے۔ اس لئے قرآن وحدیث کی روشنی میں اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔ ہماری انجمن بڑکا گاؤں کے افراد کو تسلی کر دیں کیوں کہ یہاں انتشار کا ڈر ہے۔

(۲) ہمارے امام مسجد چرم قربانی خود اپنے کھانے پینے اور پوشاک بنانے میں خرچ کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں امام ہوں، میرا حق ہے کہ چرم قربانی میں کھاؤں گا اور یہ امامت سے برطرف ہونا نہیں چاہتے ہیں۔

(۳) ہمارے امام مسجد محلہ میں، بازار میں، علاقے میں، گلی کوچہ میں دن بھر سر ننگے گھومتے ہیں۔ سر پر کبھی ٹوپی نہیں رکھتے ہیں۔ اکثر صبح کی نماز قضا کرتے ہیں۔ صرف جمعہ کی نماز میں ٹوپی پہنتے اور نماز پڑھاتے ہیں۔ ویسے پانچوں وقت پر شاید ایک وقت مسجد میں کبھی آتے کبھی وہ بھی نہیں۔ نماز کے وقت ٹوپی پہنتے یا گمچھا لپیٹ لیتے ہیں۔ اس لئے مسئلہ دریافت کرنا ہے کہ امام کو ننگا سر گھومنا کیسا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں

ارشاد فرمائیں تا کہ ہم ساکنان بڑکا گاؤں انجمن اصلاح المسلمین کو اطمینان ہو جائے ورنہ بہت زیادہ اس کا یہاں جھگڑا ہے۔ ادارۂ شرعیہ بہار میں یہ استفتاء ارسال کیا جا رہا ہے۔ خدارا جلد از جلد جواب ارشاد فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ امید ہے کہ آپ ہم لوگوں کی گذارش کو نہ ٹھکرائیں گے۔

المستفتی: علماء اہلسنّت محمد شرف الدین، کلوتھ مرچنٹ، مقام و پوسٹ بڑکا گاؤں، ضلع ہزاری باغ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!

(۱) صورت مسئولہ میں امام صاحب کا یہ فعل شریعت مطہرہ کے حکم کے خلاف ہے۔ امام مذکور کو خدائے عز و جل کی صفت رزاقیت پر یقین نہیں۔ قرآن حکیم میں ہے: وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا. ''اور زمین پر چلنے والا کوئی ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ کرم پر نہ ہو۔'' حدیث شریف میں جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی موجود ہے کہ آپ نے کثرت سے بچہ دینے والی عورت سے شادی کرنے کی ترغیب دی ہے اور فرمایا ہے کہ میں قیامت کے دن کثرت امت پر فخر کروں گا تنــاکــحـوا الـودود لولود. ''ترجمہ: جو زیادہ محبت کرنیوالی اور زیادہ بچہ جننے والی ہو۔'' دوسری جگہ ہے فــانـي مـكـاثـربكم الامم. ''میں تمہارے ساتھ اور امت میں کثرت ظاہر کرنے والا ہوں۔'' لہٰذا قطع نسل کرنے اور کرانے والا سخت مجرم خطا کار و گنہگار ہے۔ چونکہ امام صاحب کا یہ فعل قطعی احکام شرعیہ کے خلاف ہے اس لئے ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اگر پڑھ لیا تو اس کا لوٹانا ضروری ہوگا۔ عوام مسلمانوں کو ایسے امام کا بائیکاٹ کرنا ضروری ہے۔

(۲) چرم قربانی کی قیمت غربا و مساکین کو دینا چاہیے یا دینی مدارس میں غریب طلبا کے مصرف میں خرچ کرنا چاہیے۔ اگر امام موصوف بالکل غریب اور صدقہ کے مستحق ہیں تو چرم قربانی لے سکتے ہیں۔ اگر وہ غریب اور مستحق نہیں ہیں تو امام ہونے کی وجہ سے ان کو چرم قربانی لینا اور کھا جانا ہرگز نہیں چاہیے۔

(۳) امام کو ننگے سر ادھر ادھر گھومنا جائز نہیں اور قصداً جماعت چھوڑنا سخت گناہ ہے۔ جماعت واجب ہے اور بلا عذر واجب کو ترک کرنے والا فاسق ہے اور فاسق کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ لہٰذا ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے پرہیز کیا جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کــــتـــــبــــه

۸-۳-۷۶ء

استفتاء ۱۰۷

مسئلہ: محترم المقام جناب مفتی صاحب اسلام ومسنون۔
ازراہ کرم مندرجہ ذیل فتویٰ سے آگاہ کرنے کی زحمت گوارہ کریں گے۔ عین نوازش ہوگی۔
ایک صاحب جو امام کے نہ رہنے پر امامت کرتے ہیں وہ مہاجنوں کا روپیہ ہڑپ کر بیٹھے ہیں۔ جائیداد کے رہتے ہوئے مہاجن کو نہیں دیتے ہیں اور بغض وکینہ جن کا شیوہ ہے، جھوٹ بھی بولتے ہیں۔ اگر کسی سے بحث ومباحثہ ہوتا ہے تو برسوں برس تک بات چیت نہیں کرتے ہیں۔ لوٹری کا ٹکٹ بھی خریدتے ہیں۔ اس نے یہ بھی کہا کہ نہ میں انجمن کا کوئی کام انجام دوں گا اور نہ اپنی ذات سے ہونے دوں گا۔ اگر کسی بات کا کسی سے بدلہ لینا ہوا تو انجمن کی آڑ میں بدلہ لینا چاہتے ہیں، مسجد کے اندر جھوٹ بولتے ہیں۔ یہ سب باتیں جن کے اندر موجود ہوں وہ امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ چونکہ امام کے نہ رہنے پر امامت کرنے لگتے ہیں۔ ازراہ کرم جواب جلد دیں گے۔

المستفتی: محمد یحیٰ کلوتھ مرچنٹ، پرانی بازار، گومو، دھنباد
۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ !

صورت مسئولہ میں شخص مذکور اپنی عادت قبیحہ واعمال شنیعہ کی بنا پر ہرگز لائق امامت نہیں۔ اس لئے کہ وہ مذکورہ اوصاف کے پیش نظر فاسق وفاجر ہے اور فاسق کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی، قابل اعادہ ہوتی ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: **کرہ امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فیجب اهانته شرعاً فلایعظم بتقدیمه للامامة** "فاسق عالم کی امامت دینی معاملات میں بے اعتنائی برتنے کی وجہ سے مکروہ ہے جب کہ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔ امامت کے لیے آگے بڑھا کر اس کی تعظیم نہیں کی جائیگی۔" غنیۃ شرح منیہ میں ہے: **انهم لوقدموا فاسقاً یاثمون بناء علیٰ ان کراهة تحریمة بعدم اعتنائه بامور دینه وتساهله فی الاتیان بلوازمه فلایبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوٰة وفعل ماینافیها بل هو الغالب بالنظر الیٰ فسقه ولذا لم تجز الصلوٰة خلفه اصلا عند مالک وهو روایة عن احمد.** "اگر لوگوں نے کسی فاسق کو مقدم کردیا تو اس بناء پر گنہگار ہوں گے کہ اس کی تقدیم کی کراہت تحریمی ہے کیونکہ امور دینیہ میں لاپرواہی برتتا ہے۔ اور امور دینیہ کے تقاضوں اور لوازمات کو پورا کرنے میں تساہل سے کام لیتا ہے بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط کو خالی چھوڑنے کا ارتکاب کرتا ہو۔ اور نماز کے منافی بعض اعمال بجالاتا ہو۔ بلکہ اس کے فسق کے پیش نظر ایسا کرنا غالب گمان ہے۔ اسی لیے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔ امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت اس طرح ہے۔" حدیث شریف سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا **لایحل لمسلم ان یهجر اخاه فوق ثلٰثة ایام.** یعنی تین دنوں سے زیادہ کسی مسلمان سے ترک سلام وکلام جائز نہیں۔ جھوٹے کے متعلق نص

صریح قرآن حکیم میں موجود لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ. ''جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' لہٰذا جس شخص میں ایسے برے صفات پائے جائیں وہ قابل امامت نہیں۔ اگر اس کی اقتدا میں نماز پڑھی تو لوٹانا ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـتـبـہ

۱۹-۶-۷۶ء

استفتاء ۱۰۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک مسجد میں امام کے انتقال کے بعد فوری طور پر مسجد کمیٹی نے اپنے ایک آدمی کو امام کی جگہ پر عارضی طور پر رکھا اور مستقل امام کے لئے اخبار میں اعلان کا وعدہ کیا۔ جب ہفتہ دو ہفتہ کے بعد اعلان نہیں ہوا تو مقتدیوں نے کمیٹی سے دریافت کیا تو مقتدیوں کے کہنے پر کمیٹی نے امام کے لئے اعلان کیا اور حافظ قاری کے ساتھ جو عالم ہوں ان کو ترجیح دی جائے گی۔ اعلان کے بعد مذکورہ صفات کے لوگوں نے درخواستیں دیں۔ انٹرویو بھی ہوا لیکن انتخاب کا اعلان نہیں کیا گیا۔ دریافت کرنے پر کمیٹی نے کہا کہ انتخاب ہو گیا ہے۔ مگر اب تک چار ماہ ہوگئے اور امام نہیں بلائے گئے اور وہی عارضی امام نماز پڑھا رہے ہیں۔ مگر مقتدیوں کی مذہبی تشنگی اور ناراضگی بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ حافظ قاری نہیں صرف عالم ہیں۔ اسکول میں ہیڈ مولوی ہیں۔ آواز پست ہے۔ بڑھاپا طاری ہے۔ نماز میں اکثر سہو کرتے ہیں۔ گھر کا ماحول غیر شرعی ہے۔ قرآن کے الفاظ صحیح مخرج سے ادا نہیں کر سکتے۔

(۱) تو کیا ایسے امام جن میں مندرجہ بالا خرابیاں ہوں اسے نماز پڑھانا چاہیے یا نہیں؟

(۲) مقتدی ان کے پیچھے نماز پڑھنا پسند نہیں کرتے تو امام کو الگ ہو جانا چاہیے یا نہیں؟

(۳) ایسے امام کو جب کہ مقتدی ان سے ناخوش ہیں اور انہیں کہہ دیا ہے کہ آپ نماز نہ پڑھائیں، پھر بھی وہ نماز پڑھاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمیں مقتدیوں نے نہیں رکھا ہے بلکہ مسجد کمیٹی نے رکھا ہے۔ تو کیا مقتدیوں کو امامت سے معزول کرنے کا حق حاصل ہے یا نہیں؟ یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ مسجد کمیٹی کا کوئی فرد اس مسجد کا نمازی نہیں ہے۔ سب دوسرے محلہ کے رہنے والے ہیں۔ مفصل و مدلل جواب دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

المستفتی: محمد سلیم الدین جراح، انوگرہ روڈ، گیا

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ!

امام کے لئے عالم بالسنۃ اور پابند شریعت ہونا ضروری ہے اور ساتھ ہی قرآن حکیم کی قرات صحیح طور پر کرتا ہو، مسائل دینیہ و احکام شرعیہ کا جاننے والا ہو۔ اگر امام میں شرعی اعتبار سے کوئی نقص یا خرابی ہو تو کمیٹی کے ممبران یا سربراہ کو قطعی یہ حق حاصل نہیں ہوگا کہ وہ عام نمازیوں کی رائے کے خلاف اپنی مرضی سے ایسے آدمی کو امام بنائیں جس کو شرعی نقائص کی بنا پر مقتدی پسند نہ کرتے ہوں اگر کمیٹی کے لوگ امام مذکور کو معزول نہ کریں تو عام نمازیوں کو یہ حق ہوگا کہ وہ کسی دوسرے متشرع امام کو باتفاق رائے امام مقرر کریں جو اس کا اہل ہو۔

(۱،۲،۳) جب عام مقتدی امام مذکور کی اقتدا میں شرعی نقائص کی بنا پر نماز نہیں پڑھنا چاہتے ہیں تو خود امام کو الگ ہو جانا چاہیے۔ حدیث شریف میں ایسے امام کے لئے تہدید آئی ہے کہ ایسے امام کی نماز اس کے سر سے اوپر نہیں چڑھتی اور امام مذکور غیر شرعی امور کا ارتکاب کرے اور صحیح طور پر تلاوت قرآن مجید نہ کر سکے تو مقتدیوں کو چاہیے کہ ایسے امام کی اقتدا میں نماز نہ پڑھیں۔ مسجد کمیٹی کے ممبران کو نمازی ہونا چاہیے جو مسجد اور مسلمانوں کی اصلاح و فلاح کا خیال رکھے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـــــــــــــــــــتبہ

۱۳-۸-۷۶ء

استفتاء ۱۰۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) زید حنفی المذہب اور دنیاوی تعلیم یافتہ اور کچھ دینی معلومات رکھتا ہے۔ میلاد و قیام، فاتحہ و تیجہ کا قائل و عامل ہے۔ مگر علمائے وہابیہ اور دیوبندیہ کے پیچھے نماز پڑھ لیتا ہے۔ ان سے میل جول اور اچھا جانتا ہے۔ اپنے یہاں میلاد و جلسہ میں تقریر کے لئے بلاتا ہے اور تبلیغی جماعت کو برحق جانتا ہے۔ اس کی کتابوں کو پڑھ کر عوام کو سناتا ہے اور اسے مانتا ہے۔ خود مسجد کا امام بھی ہے۔ حال ہی میں ان کے یہاں رجبی شریف کا جلسہ تھا۔ درمیان تقریر میں مولوی جمال الدین دیوبندی نے یہ کہا کہ "میلاد پاک" کرنے والا سب سے پہلے ابولہب تھا اور نبوت سے پہلے تک اس نے کیا۔ تم لوگ جس حال میں رہتے ہوئے چلے آتے ہو اور کھڑے ہو کر جو سلام پڑھتے ہو کیا وہ پہنچ پاتا؟ تین آدمی احمد نام کا ہوگا جو لوگوں کو گمراہ کرے گا اور حرمین طیبین اور عرب میں عرصہ سال سے سعودی و وہابی کی حکومت ہے جس سے حقانیت اور مقبولیت کا

پتہ لگتا ہے۔ اگر مردود اور کافر ہوتا تو ایسے مقدس سرزمین پر حکومت کیوں ہوتی؟ اللہ کا عذاب نازل ہو جاتا۔ احمد نام کو اس نے وضاحت نہیں کیا۔ معمہ ہی رکھ دیا۔ لہٰذا ایسی صورت میں زید کے پیچھے نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اور شریعت کا کون حکم اس پر صادر ہوگا؟ مولوی جمال الدین کا قول کہاں تک صحیح ہے اور شریعت کا حکم کیا ہے؟ بعض جاہل پر حکومت والی بات اثر کر گئی ہے۔ مدلل جواب بحوالہ کتب چاہیے۔

(۲) ایک گاؤں میں تین طبقہ کے لوگ ہیں۔ شیعہ وسنی صحیح العقیدہ، دیوبندی وہابی اور ایک ہی جامع مسجد ہے اور عیدگاہ بھی اس صورت میں۔ کیا کچھ وقفہ کر کے ہر ایک طبقہ پنجوقتہ نماز و جمعہ اور عیدین علیحدہ اپنی جماعت اس میں قائم کر سکتا ہے یا نہیں؟ ایک جگہ سے فتویٰ آیا ہے کہ دو جمعہ ایک مسجد میں قائم نہیں ہو سکتا جس کی بنا پر سنی حضرات کو تشویش ہے۔

(۳) خالد سنی صحیح العقیدہ اور صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے۔ عرصہ ایام سے دین کی خدمت کرتا آ رہا ہے۔ چند دنوں پیشتر منتظمین افراد نے حساب و کتاب کی ذمہ داری ان کے حوالہ کر دی تھی جس کی بنا پر ایک ہندہ سے معاملات (لین دین) اور گفت وشنید کا رابطہ پیدا ہو گیا۔ چونکہ ہندہ اس سے برابر اناج وغیرہ مول لیتی رہی ہے اور یہ غریب مزدور کسان عورت ہے مگر کچھ ہی دن گذرے کہ منتظمین افراد نے موصوف پر یک بیک ہندہ کے ساتھ ناجائز فعل (زنا) کا الزام لگایا جب کہ خالد موصوف کو منتظمین کے ساتھ کسی بنا پر تو تو میں میں ہو گیا اور اس کے پہلے کوئی بات نہیں تھی۔ جب عوام کو اس کا علم ہوا تو فوراً ان لوگوں نے الزام باندھنے والوں سے عینی شہادت طلب کیا مگر یہ لوگ گواہ دینے سے معذور ہے اور اتنا ہی ثبوت دیا کہ میں نے رات و دن میں محض اور ان کی موجودگی میں گفتگو کرتے دیکھا ہے اور کبھی تنہا۔ اس کے علاوہ کہیں بھی اور کچھ نہیں دیکھا گیا۔ ہندہ کے شوہر نے بھی اپنی بیوی سے حلفاً دریافت کیا تو اس نے قرآن مجید اٹھا کر اپنی برأت اور پاک وصاف ہونے کا اظہار دیا جس کا علم سب لوگوں کو ہے۔ واضح رہے کہ منتظمین کو خالد سے سنیت کی اشاعت اور حق بات کہہ دینے کی بنا پر ہمیشہ سے دونوں میں عداوت اور برخاست کر دینے کی کوشش رہی۔ بہر حال! آج تک نہ کسی نے ناجائز فعل کا عینی شہادت پیش کیا اور نہ ان لوگوں نے اپنی گواہی دی۔ لہٰذا ان سب صورتوں میں کیا خالد پر ناجائز تعلق کا حکم صادر ہوگا؟ اور کیا ان کے پیچھے نماز نہ ہوگی؟ ورنہ جن لوگوں نے یہ الزام و بہتان ڈالا اور ایسوں کا جنہوں نے ساتھ دیا ان پر شریعت کا کیا حکم اور وعید ہے۔ بحوالہ کتاب وسنت جواب دے کر ہم مسلمانان اہل سنت کو اطمینان بخشیں۔ بینوا وتوجروا۔ فقط والسلام

المستفتی: عبدالرحمٰن، اسٹیشن ماسٹر، سیوان

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــــ!

الجواب اللھم ارنا الحق حقا وارنا الباطل باطلاً

(۱) صورت مسئولہ میں زید کے جو اوصاف و کردار بیان کئے گئے ہیں اس کے پیش نظر وہ گمراہ و بدعقیدہ ہے یا وہ خود مسائل شرعیہ و علوم دینیہ سے ناواقف و نابلد ہونے کی بنا پر حق و باطل میں فرق و امتیاز نہیں کر سکتا۔ صحیح العقیدہ ہونے کا تعلق میلاد و قیام، فاتحہ و ایصال ثواب کے ماننے یا نہ ماننے پر نہیں اور نہ ان چیزوں کا تعلق اعتقادیات سے ہے۔ یہ تو فروعی و جزوی مسائل میں ہیں جو اہل حق اور بدمذہبوں میں بطور شناخت کے حد فاصل بنے ہوئے ہیں کہ سنی صحیح العقیدہ اس کے عام طور پر عامل ہیں اور بدمذہب و گمراہ فرقہ اسے تسلیم نہیں کرتا۔ مگر مصلحتاً و ضرورۃً ان امور مذکورہ کو ناجائز و حرام کہنے والے بھی میلاد، قیام فاتحہ کرنے سے دریغ نہیں کرتے۔ بہرحال قرآن حکیم میں ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَادُّوْنَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ الخ کتنی صراحت کے ساتھ ایمان والوں کی پہچان بتائی گئی کہ خدا اور رسول آخرت پر ایمان لانے والے اللہ و رسول اللہ سے دشمنی رکھنے والوں سے محبت کر ہی نہیں سکتے چاہے ان کے باپ یا بیٹے یا خاندان کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔

اللہ و رسول کے دشمنوں سے دوستی کرنے والا، ان کو اچھا جاننے والا، ان کی اقتدا میں نماز پڑھنے والا، ان سے محبت کے تعلقات پیدا کرنے والا بھی انہیں لوگوں کی جماعت میں شامل ہوگا اور دونوں کے لئے ایک ہی حکم ہوگا۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے دور رہنا چاہیے۔ قرآن حکیم نے ایسے ظالموں کے پاس بیٹھنے سے بھی منع فرمایا وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ. ''اور جو کہیں شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔ (کنزالایمان) سوال تفصیل طلب ہے مگر موقع نہیں۔ جس مولوی نے میلاد پاک اور سلام و قیام کے سلسلہ میں اپنی حماقت و جہالت کا اظہار کیا ہے اس کے جواب کے لئے تو دفتر چاہیے۔ اس نے اپنے دل کی بات کہی ہے واقعی اس کا سلام بارگاہ بیکس پناہ میں نہیں پہنچے گا۔ وہاں تو اہل محبت کا سلام پہنچتا ہے گستاخوں کا نہیں۔ ابولہب نے میلاد پاک کی خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا جس کا صلہ اس کو آج بھی مل رہا ہے کہ دوشنبہ کو کچھ سکون مل جاتا ہے۔ اس مولوی سے کہئے کہ آپ حرمین شریفین کے لئے وہابی کی حقانیت کے قائل اس وجہ سے ہیں کہ اسے حکومت حاصل ہے گویا آپ معیار ایمان دولت ہی کو قرار دیتے ہیں تو یہاں کے ہندو کافر آپ سے زیادہ مالدار ہیں۔ خود حکومت ہی کافر کی ہے تو یہ بھی حق پر ہے۔ ایسے جاہل گمراہ بدمذہب سے مسلمانوں کو کنارہ کش ہی رہنا چاہئے۔ حدیث شریف میں ان سے بچنے اور دور رہنے کی تاکید فرمائی گئی ایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم. ''تم ان سے دور رہو اور ان کو اپنے سے دور رکھو کہ کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور کہیں فتنہ میں ڈال دیں۔'' قرآن حکیم نے صحابہ کرام کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ. ''کافر پر سخت ہیں اور آپس میں نرم دل۔''

(۲) جمعہ کی امامت کا مسئلہ پنجگانہ نمازوں کی امامت سے جداگانہ ہے۔ جمعہ کی امامت کے لئے سلطان اسلام کا ماذون ہونا ضروری ہے جہاں سلطان اسلام یا اس کا نائب نہ ہو وہاں عام مسلمان کو اقامت جمعہ وتقرری امام کا حق حاصل ہے۔ تنویر الابصار اور درمختار میں ہے یشترط لصحتها السلطان او مامورہ باقامتها وقالوا یقیمها امیر البلد ثم الشرطی ثم القاضی ثم من ولاہ قاضی القضاۃ ونصب العامة غیر معتبر مع ذکرا ما مع عدمهم فیجوز للضرورۃ. "ترجمہ: جمعہ صحیح ہونے کے لئے سات شرطیں ہیں، انہیں سلطان اسلام یا اس کے نائب کا جمعہ قائم کرنا، فقہاء کرام نے فرمایا کہ سلطان اسلام جمعہ قائم کریں گے، پھر ان کے نائب پھر قاضی پھر جس کو قاضی القضاۃ نے اپنا نائب مقرر کیا ہو، جو مذکور ہوئے ان کی موجودگی میں عام لوگوں کا امام مقرر کیا ہوا معتبر ہے۔ ہاں اگر ان میں سے کوئی موجود نہ ہو تو ضرورتاً عام لوگوں کا مقرر کردہ معتبر ہوگا۔" فتاویٰ ہندیہ میں ہے: لو تعذر الاستیذان من الامام فاجتمع الناس علیٰ رجل یصلی بهم الجمعة جاز. "جہاں سلطان اسلام یا اس کا نائب نہ ہو تو عوام الناس جس کو امام جمعہ کے لئے مقرر کردیں جائز ہے۔" اگر مقررہ امام نے جمعہ پڑھادیا تو دوسری جماعت جمعہ کی جائز نہیں۔ ہاں اگر مقررہ امام نے جمعہ نہیں پڑھایا بلکہ کسی غیر ماذون نے پڑھایا تو اب وہ امام جمعہ پڑھا سکتا ہے جس کو عامۃ المسلمین نے جمعہ کے لئے مقرر کیا ہے۔ سوال میں جن فرقہ باطلہ ضالہ کا ذکر کیا گیا ہے اس کی جماعت نہ جماعت ہے نہ اس کی نماز نماز۔ پھر بھی بہتر یہ ہے کہ سنی صحیح العقیدہ اپنی نماز جمعہ پہلے پڑھ لیا کریں تاکہ تشویش باقی نہ رہے۔

(۳) کسی شخص پر بغیر ثبوت وشہادت کے زنا کا الزام لگانا سخت معیوب و گناہ عظیم ہے۔ شک وشبہ کی بنا پر کسی کو زانی کہنا سخت قبیح وشنیع ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ فَلَا تَجَسَّسُوْا وَلَا یَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا. دوسری جگہ فرمایا وَالَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِیْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ. "اور جو پارسا عورتوں کو عیب لگائیں پھر چار گواہ معاینہ کے نہ لائیں تو انہیں اسی کوڑے لگاؤ، اور ان کی کوئی گواہی کبھی نہ مانو اور وہی فاسق ہیں۔" لہٰذا جن لوگوں نے خالد پر زنا کا اتہام لگایا اور عینی شہادت پیش نہ کرسکے وہ جھوٹے گنہگار مستحق عذاب نار مردود الشہادۃ ان لوگوں کو اعلانیہ توبہ کرنا چاہئے۔ خالد کی اقتداء میں نمازیں پڑھنا شرعاً جائز و درست ہے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۲-۹-۷۶ء

استفتاء ۱۰۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
ایک حافظ قرآن جو بظاہر سنی ہیں اور عرصہ سے ہم لوگوں نے ان کی اقتدا میں نماز پڑھی ہے لیکن اس سال لوگوں نے دیکھا کہ حافظ صاحب جس گاؤں میں امامت کررہے ہیں وہاں کچھ لوگ دیوبندی عقیدے کے ہیں۔ وہ میلاد، قیام وفاتحہ کے قائل نہیں ہیں۔ حافظ موصوف جب دیوبندی کی مجلس میں جاتے ہیں تو قیام نہیں کرتے ہیں اور سنی کی مجلس میں قیام وسلام کرتے ہیں۔ غرضیکہ جہاں جیسا وہاں ویسا ان کا یہ عمل رہتا ہے۔ جب لوگوں نے ان سے دریافت کیا تو وہ خاموش رہے۔ جب سے ہم لوگوں کو ان کی بدعقیدگی کا حال معلوم ہوا ہے تو اس میں اختلاف ہوگیا ہے کہ ان کی اقتدا میں نماز اور تراویح درست ہے یا نہیں؟ لہٰذا صحیح فیصلہ شرع کی روشنی میں کیا ہوگا۔ واضح ہو کہ جن لوگوں نے اس حافظ کے پیچھے نماز پڑھی ہے ان کی نماز ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرزاق، دوکاندار، دادپور، چوپارن، ہزاری باغ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ
حافظ صاحب موصوف کی اقتدا میں جو نماز قبل پڑھی گئی وہ ہوگئی۔ آئندہ کے لئے ایسے صلح کلی کے پیچھے نماز پڑھنے سے احتراز کیا جائے۔ قرآن حکیم میں ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ. یعنی ایمان والوں کی یہ شان نہیں کہ وہ اللہ و رسول کے دشمنوں سے دوستی کریں۔ اگرچہ ان کے باپ یا بیٹا یا قبیلہ کے لوگ ہی کیوں نہ ہوں۔ حافظ صاحب سے دریافت کیجئے اگر وہ اپنے عقائد میں پختہ سنی صحیح العقیدہ ثابت ہوں تو خیر ورنہ ان کو ہمیشہ کے لئے امامت سے علیحدہ کردیا جائے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

ک ت

۱۱-۹-۷۶ء

استفتاء ۱۱۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین اس مسئلہ میں

(۱) ہم لوگوں کے محلہ میں ایک شخص ایسے ہیں جو سال میں اکثر چیت، بیساکھ، جیٹھ، اساڑھ چار مہینے لگاتار نماز پڑھنا قصداً چھوڑ دیتے ہیں جو کہ معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے اور گواہ بھی موجود ہے۔ باوجود نماز چھوڑنے کے ان کو امامت کا بہت زیادہ شوق ہے۔ اگر ان کو نہ روکا جائے تو ہر وقت نماز پڑھانے کے لئے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ ان کی دل شکنی ہوگی لیکن نمازی لوگ جبراً وقہراً نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اس محلہ میں ہمیشہ نماز پڑھنے والے اور ان سے زیادہ پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں۔ ایسی صورت میں ایسا شخص امامت کرسکتا ہے؟

(۲) علماء کرام سے سنتے ہیں کہ سود لینا اور دینا دونوں حرام ہے۔ کیا ہندوؤں سے قرض لے کر اور سود ادا کرنے والے شخص کی امامت درست ہے؟ مکمل جواب دیں گے۔ فقط

المستفتی: عبدالحق تیغی

۱۱-۱۰-۷۶

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ

(۱) قصداً نماز ترک کرنے والا سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے فاسق معلن ہے۔ ایسے امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی، قابل اعادہ ہوگی۔ اگر غلطی سے پڑھ لیا تو لوٹانا ضروری ہوگا **کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اھتمامہ بالدین فوجب اھانتہ شرعاً فلا یعظم بتقدیمہ الامامۃ.** (مراقی الفلاح) ''فاسق عالم کی امامت مکروہ تحریمی ہے امور دینیہ کے عدم اہتمام کی وجہ سے تو شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔ امامت کے لئے مقدم کرکے اس کی تعظیم جائز نہیں۔''

اور جب خود مقتدی شرعی قباحتوں کی بناپر جبراً اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں تو نماز کس طرح ہوگی۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بلا رعایت ایسے شخص کو امامت سے روکیں۔

(۲) سود کی حرمت نص قطعی (قرآن حکیم) سے ثابت ہے۔ ایسے شخص کی امامت درست نہیں۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۵-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۱۱۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتی اعظم حضرت اس مسئلہ میں کہ

(۱) زید جو حافظ وقاری ومقرر امام مسجد ہے وہ مولانا عبدالرشید گنگوہی و جناب اشرف علی تھانوی کو جنہوں نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں میں حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان و مرتبے کی کھلی تکذیب وتوہین کی ہے، کو اپنا پیشوا، پیر و ولی بدل وجان علی الاعلان کہتا ہے۔ نیز محفل میلاد میں قیام کرنے کو، علاوہ نذر و نیاز فاتحہ وغیرہ کو غیر ضروری قرار دیتا اور انجام دہی سے گریز کرتا ہے۔ ایسے امام کی امامت میں اہلسنت والجماعت کی نماز ہوگی یا نہیں ہوگی؟

(۲) مذکورہ بالا امام کے پیچھے جو مولوی یا مولانا پنجگانہ نمازیں پڑھتا ہو اس کی (مولوی۔مولانا) بھی امامت میں جمعہ وعیدین کی نماز پڑھنی اہلسنت کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے؟ جواب باصواب سے ممنون ومشکور فرمائیں گے نوازش ہوگی۔ فقط

المستفتی: شہادت علی، خازن پولس لائن مسجد کمیٹی، پورلیا، ضلع پورلیا (مغربی بنگال)

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــ

دشمن رسول سے دوستی کرنا مومن کی شان نہیں۔ قرآن حکیم میں ہے: لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ الخ. یعنی ایسا تم نہیں پاؤ گے کہ اللہ عزوجل اور قیامت پر ایمان لانے والے خدا اور رسول کے دشمنوں سے دوستی کریں اگرچہ ان کے باپ یا بیٹا یا خاندان کے لوگ ہی کیوں نہ ہو۔ لہٰذا جو لوگ شان رسالت میں توہین وتنقیص کرنے والوں کو اچھا سمجھے وہ بھی انہیں لوگوں میں سے ہے چہ جائیکہ ان کو اپنا بزرگ و [illegible] سمجھنا العیاذ باللہ تعالیٰ۔ ماں باپ کو برا کہنے والوں سے انسان لڑائی کرے لیکن جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بیہودہ کلمات استعمال کرنے والوں سے دوستی ومحبت (اللہ کی پناہ) ایسا عالم مقرر ہو محدث ہو امام ہو جو بھی کچھ ہو شریعت کی نگاہ میں ذلیل ہے گنہگار ہے مستحق عذاب نار ہے لائق غضب جبار ہے اور اس کو جو مانے اس کی اقتدا میں اس کی خباثت قلبی کو جانتے ہوئے نماز پڑھے وہ بھی انہیں لوگوں میں سے ہے۔ ایسے لوگوں سے ملنا جلنا، سلام کلام، میل محبت کرنا حرام ناجائز وگناہ عظیم ہے۔ ایاکم وایاهم لایضلونکم ولا یفتنونکم. ان سے دور رہو، اپنے سے ان کو دور رکھو کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کردیں، فتنہ میں نہ ڈال دیں۔ ان کی اقتدا میں ہرگز نماز جائز نہ ہوگی۔ جو ان کو امام بنائے گا وہ مجرم وخطا کار ہوگا۔

لہٰذا زید حافظ قاری عالم کے پیچھے نماز ناجائز ہوگی اور جو امام مذکور کو اچھا سمجھے اس کی اقتدا میں نماز پڑھے اس کے پیچھے بھی نماز جائز و درست نہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۵-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۱۱۳

مسئلہ: معظم ومکرم جناب مفتی صاحب وجمیع اساتذہ، وعلماء جماعت اہلسنّت! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان دین متین مسئلہ ذیل میں
ہم جمیع مسلمان تقریباً سو گھر کی آبادی میں رہنے والے ہماری آبادی کے درمیان ایک عالی شان مسجد ہے جس میں کہ پنج وقتی جمعہ وعیدین کی نمازیں ہوتی ہیں۔۳-۴سال قبل سے ہماری بستی میں چند حضرات ایسے گندے خیال کے ہو چکے ہیں جو کہتے ہیں کہ جو شخص مر کر مٹی میں سڑ گیا وہ ختم ہو گیا۔ اس کی قبر پر کیا جاتا ہے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نیاز، فاتحہ، میلاد وقیام کا ثبوت کسی کتاب سے نہیں ملتا ہے۔ آج سے قبل ڈھائی کا عرصہ ہوا کہ ہم تمام تیلو بستی کے رہنے والے ایک امام عالم دین منتخب کر کے مسجد و مدرسہ کی امامت اور درس کی خدمت دین کا شرف حاصل کیا۔ آہستہ آہستہ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا اور مذکورہ حضرات کی خباثت تک ظاہر ہوتی گئی۔ امام وقت نے خوب خوب ان مفتی حضرات اور بدعقیدہ حضرات کی تردید کی جس کی وجہ سے بدعقیدہ حضرات مولانا سے کھلم کھلا دشمنی مول لے کر مولانا کو بغیر کسی الزام کے امامت سے برطرف کر دیا۔ بعدہ ہم تمام اہلسنّت نے مولانا کو روک لیا اور امامت پر برقرار رکھا۔ لیکن مسجد میں مولانا کے پیچھے نماز ادا کرنے میں طرح طرح کے الزامات اور مقدمے عائد ہونے لگے۔ اس لئے ہم تمام لاچار ومجبور ہو کر اور کچھ مصلحت کی بنا پر مسجد میں نماز بادل ناخواستہ اور انفرادی طور پر ادا کر رہے تھے۔ اب کچھ دن پہلے سے مفتن حضرات اپنی منشا کے مطابق امام مقرر کر کے اور پارٹی بندی کر کے نماز پڑھوا رہے ہیں اور پارٹی بندی کسی صورت ختم کرنے کا نام تک نہیں لیتے اور متبرک مہینہ رمضان المبارک کا آ گیا۔ اب ایسی صورت حال میں ہم جمیع اہلسنّت رمضان کی جماعت کی نماز کس طرح اور کیسے اور کس جگہ ادا کریں؟ بینوا توجروا!!

المستفتی: صفدر حسین، عبد المجید، علاء الدین، امیر حسین، عثمان

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ!

موجودہ امام کے جو اوصاف وکردار سوال میں لکھے گئے ہیں اس کے مطابق امام مذکور بدعقیدہ گمراہ ہے۔ اس کا تعلق اسی نابکار وگستاخ جماعت سے ہے جس کو وہابی ودیوبندی کہتے ہیں، جنہوں نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین وتنقیص شان کر کے اپنی عاقبت برباد کی اور غضب جبار کے مستحق بنے، جس کے بدعقیدہ ہونے پر علمائے حرمین شریفین نے فتوے دیئے ہیں۔
لہٰذا ایسے امام کے پیچھے ہرگز نماز جائز نہ ہوگی۔ امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ائمہ ثلثہ سے نقل کرتے ہیں کہ

لاتجوز الصلوۃ خلف اهل الاهواء. (اہل بدعت کے پیچھے نماز جائز نہیں) مراقی الفلاح میں ہے: کره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدین فیجب اهانته شرعاً فلا یعظم بتقدیمه الامامة. یعنی فاسق عالم جوضروریات دین اور احکام شرعیہ کی پرواہ نہیں کرتا اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ شرعاً ایسا شخص قابل نفرت وملامت ہے۔ امام بنا کر اس کی تعظیم نہیں کرنی چاہئے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے بدعقیدہ امام کو جو انبیاء مرسلین، شہدا وصالحین کی توہین کرے ان کے مسلک کے خلاف کام کرے اسے فوراً امامت سے علیحدہ کردیں۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔ اگر پڑھیں گے تو پھر نماز لوٹانی ہوگی۔
وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

استفتاء ۱۱۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین

(۱) زید نام کا ایک شخص کسی مسجد میں بہت دنوں سے صرف جمعہ اور عید بقرعید کی نماز پڑھاتے آرہے ہیں۔ وہ قاری ہیں اور اپنی لڑکی کی شادی دیوبندی جماعت کے عالم سے یعنی مولانا سے کر چکے ہیں اور وہ کٹر سنی خاص چادر چڑھانے والے بھی کہتے ہیں۔ مگر اب نہیں کرتے ہیں۔ سنی مولانا جو باہر سے بلوائے جاتے ہیں ان کے ساتھ میلاد وتقریر میں شریک نہیں ہوتے ہیں۔ ہر جمعہ کی فرض نماز میں اور اس کے علاوہ بھی فرض نماز میں تکبیر کے وقت کھڑے ہو جاتے ہیں تب تکبیر کہی جاتی ہے۔ جب کہ دو سال تک سنی مولانا مفتی رفاقت حسین صاحب کے کہنے پر تکبیر کے وقت بیٹھتے تھے اور پھر اس کو چھوڑ دیئے ہیں۔ ایک دینی مدرسہ قائم ہوا ہے۔ اس میں مولانا اور حافظ ہیں اور زید اس مدرسہ کے صدر بھی ہیں مگر زید نے کبھی بھی مولانا کو نماز جمعہ پڑھانے کے لئے نہیں کہا۔ کیا زید کے پیچھے سنی جماعت والے کو نماز جمعہ یا کوئی فرض پڑھنا جائز ہے؟ اگر ہے تو کس طرح سے حوالہ کے ساتھ لکھیں؟

(۲) سنی جماعت کے عالم کی نماز اس مذکورہ بالا اوصاف قبیحہ کے حامل زید کے پیچھے درست ہے؟ قاری کے پیچھے عالم کی نماز ہوسکتی ہے یا نہیں؟ حوالہ کے ساتھ لکھیں۔

المستفتی: محمد یٰسین قادری، زین العابدین انصاری، محمد موسیٰ رائی

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!

(۱) پیش امام صاحب سے دریافت کیجئے کہ وہ اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، اسمٰعیل دہلوی کو کیسا سمجھتے

ہیں۔ حفظ الایمان، تقویۃ الایمان، تحذیر الناس وغیرہ کتابوں کے بارے میں ان کا کیا خیال ہے؟ اگر ان لوگوں کو وہ بزرگ عالم اور اچھا بتلائیں اور ان کتابوں کو مذہبی اور اچھی کتابیں کہیں تو یقیناً وہ بدعقیدہ گمراہ بدمذہب ہیں۔ ان کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ اہلسنت و جماعت کو ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ تکبیر کے وقت کھڑا رہنا مکروہ ہے۔ جب مکبر حی علی الصلوٰۃ کہے تو امام و مقتدی کو کھڑا ہونا چاہیے۔ ان سے دریافت کیجئے کہ وہ پہلے بیٹھے رہتے تھے اب کیوں کھڑے رہتے ہیں۔ غرضیکہ ان سے صاف طور پر پوچھئے کہ وہ وہابی و دیوبندی کو کیسا سمجھتے ہیں؟ اگر وہ انہیں برا کہیں تو ٹھیک ہے ورنہ ان کو امامت سے علیحدہ کیجئے۔

(۲) صرف قاری جو عالم نہ ہو اس کے پیچھے سنی صحیح العقیدہ عالم کی نماز نہ ہوگی جب کہ قاری کا عقیدہ مشتبہ ہو۔ امامت کے لائق وہ ہے جو شرعی مسائل اور دینی احکام کو زیادہ جانتا ہو۔ امام کے لئے وضو و نماز و دیگر فرائض کے مسائل پوری طرح جاننا ضروری ہے۔ سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ امام کا سنی صحیح العقیدہ ہونا دینی مسئلہ سے واقف ہونا۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۱۱۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی۔ نااتفاقی کی بنا پر عرصہ دراز تک زید نے ہندہ کو کھانا خرچ نہیں دیا۔ وہ عرصہ تک انتظار کر کے بغیر طلاق دوسری شادی کر لی۔ اس سے کئی بچے بچیاں ہوئیں۔ اب وہ تمام کی شادی بیاہ اپنے لوگوں سے کرتی گئی۔ اتفاق سے ایک حافظ صاحب نے اس کی دختر سے شادی کر لی۔ کیا اس کے پیچھے اقتدا درست ہے۔ اگر درست ہے تو براہ کرم جواب جلد عنایت فرمانے کی زحمت گوارا کریں۔ اگر نہیں ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

المستفتی: علی حسین استر میاں، مقام جرگری، دبروج پور، پلوجوری، ایس پی

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ !

صورت مذکورہ میں ہندہ سخت گنہگار و مستحق غضب جبار ہے۔ اس کی دوسری شادی ناجائز ہوئی اور اس سے جو اولاد ہوئی وہ شرعاً ناجائز و حرامی ہوئی۔ اگر کسی حافظ صاحب نے اس کی لڑکی سے شادی کی تو شرعاً وہ شادی جائز و درست ہوئی۔ خطا اس کی ماں نے کی لڑکی مجرم نہیں۔ اگر حافظ صاحب امامت کے لائق پابند صوم و صلوٰۃ اور مسائل دینیہ سے واقف ہیں تو ان کی اقتدا میں نماز

درست ہوگی۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۶-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۱۱۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مدام جناب من السلام علیکم قبول بعد خدمت گذارش یہ ہے کہ ایک سوال ادارۂ شرعیہ میں پیش کرتا ہوں۔ برائے مہربانی قرآن اور حدیث کا حوالہ دے کر جواب سے بہت جلد آگاہ کریں۔

(۱) یہاں پر ملٹری کیمپ ہے جس میں ایک مولانا صاحب گورنمنٹ کے طرف سے ملٹری لوگوں کے امام ہیں۔ صرف جمعہ ہفتہ میں پڑھاتے ہیں۔ لیکن قابل شخص نہیں اور سی پی کے رہنے والے ہیں اور ان کی تقریر بھی اچھی ہے۔ ہم لوگ کے یہاں اکثر تقریر بھی کرتے ہیں۔ لیکن چند آدمی اختلاف پیدا کرتے ہیں کہ ان کے پیچھے نماز درست نہیں ہوگی کیوں کہ وہ اپنی بی بی صاحبہ کو بازار کے روز برقعہ لگا کر سائیکل پر لے جاتے ہیں اور دوکان میں گھوم گھوم کر سودا لیتے ہیں۔ یہ سب آنکھ کی دیکھی ہوئی بات لکھتا ہوں۔ جواب سے آگاہ کریں۔

(۲) سنی ہوئی بات لکھتا ہوں جس کا گواہ ملٹری کیمپ میں سنیما ہال ہے وہ بی بی کے ساتھ سائیکل میں جا کر سنیما بھی دیکھتے ہیں۔ اس کا بھی حدیث کا حوالہ دے کر جواب دیں۔

۸۶/۹۲

الجواب ـــــ بعون الملک الوہاب ـــــ!

صورت مذکورہ میں امام مذکور کا فعل خلاف شرع ہے جس کی وجہ سے ان کی اقتدا میں نماز مکروہ ہوگی۔ مراقی الفلاح میں ہے کرہ امامه الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فيجب اهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للامامة. یعنی احکام شرعیہ کی خلاف ورزی کرنے والے فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے۔ اس لئے ایسا شخص لائق اہانت ہے۔ امام بنا کر اس کی تعظیم شرعاً درست نہیں ہوگی۔ لہٰذا امام صاحب کو اس غیر شرعی امور کے ارتکاب سے منع کیجئے۔ اگر وہ اس کام کو چھوڑ دیں تو ان کو منصب امامت پر رہنے دیجئے ورنہ انہیں علیحدہ کرکے کسی دوسرے امام کو، جو پابند شرع ہوں، مقرر کیجئے۔ وھو اعلم بالصواب۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۳۰-۱۱-۷۶ء

استفتاء ۱۱۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید ایک مسجد کا امام ہے ان کی لڑکی کی شادی ہو چکی تھی۔ کچھ دن بعد وہ لڑکی امام صاحب کے گھر سے دوسرے آدمی کے ساتھ فرار ہوگئی۔ چار دن بعد پھر امام صاحب کے گھر آئی اور رہنے لگی۔ اس کا شوہر ناراض ہو کر طلاق دے دیا۔ کچھ دن بعد امام صاحب نے اس کی شادی دوسری جگہ کرنا چاہا لیکن لڑکی راضی نہ ہوئی۔ لڑکی کہتی تھی کہ جس کے ساتھ ہم نے ناجائز کیا ہے اس کے ساتھ شادی بھی کروں گی۔ یہ خبر تمام پھیل گئی اور لوگوں کو اعتراض ہوا کہ امام صاحب کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں۔ چنانچہ امام صاحب نے استعفیٰ دے دیا اور لڑکی کی شادی اسی آدمی کے ساتھ کر دیا جس کے ساتھ وہ گھر سے فرار ہوئی تھی۔ اب پیش امام صاحب بغیر کفارہ ادا کئے ہوئے دوسری مسجد میں نماز پڑھانے لگے۔ اس حالت میں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد حقیق، مہراج گنج، بستول، سیوان

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ!

صورت مذکورہ میں گناہ کا ارتکاب لڑکی نے کیا، پیش امام صاحب کی شرعاً خطا نہیں ہے۔ جب شوہر نے اس کو طلاق دے دی تو اس نے اپنے پسند کے مطابق دوسرے سے شادی کر لی۔ اس میں بھی اس کے والد مجرم نہیں۔ لہٰذا اس امام کی اقتدا میں نماز صحیح اور درست ہوگی۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

استفتاء ۱۱۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ ذیل میں!

(۱) جس امام سے متقدیوں کا اختلاف ہو اس کے پیچھے نماز درست ہے یا نہیں؟

(۲) اگر امام ہوتے ہوئے امام صاحب مقتدیوں میں نفاق پیدا کرے تو اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

(۳) امام صاحب دعا میں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگے کہ اے اللہ یہاں کہ مسلمان پر قہر نازل کر۔ اس کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

(۴) ایک امام قوم کا رہبر اپنی بیوی کو نوکرانی کے حیثیت سے رکھے ہوئے ہو تو کیا فرماتے ہیں علمائے کرام؟

المستفتی: محمد سلیم خان، مسلم جنرل انجمن کمیٹی، بنار ہاٹ، جلپائی گوڑی

۸٦/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ!

(۱) صورت مذکورہ میں سائل نے یہ تشریح نہیں کی ہے کہ مقتدی امام صاحب سے مخالفت کیوں کرتے ہیں اور شک کرنے کی وجہ کیا ہے۔ اگر امام میں فی الحقیقت شرعی قباحتیں پائی جاتی ہیں یعنی خلاف شرع کام کرنے کی وجہ سے مقتدی اس کے خلاف ہیں تو ایسے امام کی اقتدا میں مقتدیوں کی نماز جائز نہ ہوگی اور اگر دنیاوی یا ذاتی عداوت کی بنا پر مقتدی امام سے ناراض ہیں تو مقتدی مجرم ہوں گے، امام کی خطا نہیں۔

(۲) اگر کوئی امام مقتدیوں میں افتراق پیدا کرے تو ایسے امام کی اقتدا میں نماز شرعا درست نہ ہوگی۔ امام قوم کا رہبر و مقتدا ہوتا ہے۔ اسے قوم کی اصلاح کرنا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ جب دو آپس میں جھگڑیں تو فَاَصْلِحُوا بَيْنَهُمَا ''تو ان میں صلح کراؤ'' آپس میں اختلاف و نقصان پیدا کرنا سخت گناہ ہے۔

(۳) امام کا فرض یہ ہے کہ مقتدیوں کی اصلاح و ہدایت و مغفرت کے لئے دعا کرے نہ یہ کہ مقتدیوں کے لئے قہر نازل کرنے کی دعا۔ نعوذ باللہ ایسے امام کے پیچھے شرعاً نماز جائز نہیں۔

(۴) شریعت مطہرہ میں شوہر و بیوی کے حقوق کی تشریح موجود ہے۔ مردوں کے لئے اگر یہ فرمایا گیا ہے کہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ. ''مرد عورتوں کے افسر ہیں۔'' اس حقیقت سے عورتوں پر مرد کو فضیلت حاصل ہے اور دوسری جگہ عورتوں کے متعلق ارشاد فرمایا: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. یعنی عورتوں کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے اخلاق کا برتاؤ کرو۔ لہٰذا عورتوں کو بالکل نوکرانی کی طرح رکھنا خلاف شرع ہے۔ اس حالت میں عورت کی حق تلفی ہوتی ہے جو شرعاً ناجائز و گناہ ہے۔ امام صاحب کو اس حرکت سے باز آجانا چاہیے ورنہ وہ شرعاً گنہگار ہوں گے۔ و ھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

استفتاء ۱۱۹

مسئلہ: بحضور عالی جناب مفتی صاحب، ادارۂ شرعیہ، پٹنہ، بہار! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ!

گزارش خدمت یہ ہے کہ ہمارے علاقہ میں مقام کرمہ ڈاکخانہ کرمہ ضلع ہزاری باغ ایک قصبہ ہے۔ وہاں کے امام مسجد ایک عالم ہیں اور مقرر بھی ہیں اور اپنے کو اہلسنت بھی کہتے ہیں۔ قصبہ کے لوگوں نے ان کو سنی سمجھ کر رکھ لیا ہے۔ اس کے قبل ایک دیوبندی مدرسہ میں تعلیم پا چکے ہیں اور قیام وغیرہ کرتے ہیں۔ مگر

نماز اور بیرون نماز ہر حال میں سورہ فاتحہ میں مغضوب کو مغظوب کہتے ہیں۔ ض کو ظ پڑھتے ہیں۔ مدرسہ کے طلبا بھی جو سالوں سال سے مغضوب پڑھتے آئے ہیں آج سب نے ض کو ظالین پڑھتے ہیں اور ان کو زور دیا جا رہا ہے۔ پوچھنے پر بولتے ہیں کہ دونوں کے معنی ایک ہیں، کوئی فرق نہیں ہے۔ کوئی عالم قاری مفتی بھی ظالین اور ضالین میں فرق نہیں بتاتے ہیں۔ یہ بہت بڑا ہنگامہ ہو گیا ہے اور فساد کا گڑھ بنا جا رہا ہے۔ اب ہم ساکنان کرمہ بہ ادب گذارش کرتے ہیں کہ اس صورت میں علمائے کرام کیا فرماتے ہیں کہ مغضوب کو مغظوب اور ضالین کو ظالین والضحٰی کو والظحٰی پڑھنے والا کیسا ہے؟ نماز ہوتی ہے یا نہیں اور معنی میں فرق ہے یا نہیں؟ خدارا قرآن و حدیث کی روشنی میں ارشاد فرما کر ہم عوام اہلسنت والجماعت کی بے چینی کو دور فرمائیں۔ آپ کے جواب کا بڑی بے چینی سے انتظار کر رہے ہیں۔

نوٹ — مولانا فرماتے ہیں کہ تمام لوگ وضو کو وظو بھی کہتے ہیں اس لئے ہم بھی ولا الضالین کو ولا الظالین کہتے ہیں۔

المستفتی: شرف الدین کلاتھ مرچنٹ، مقام و پوسٹ بڑکا گاؤں، ہزاری باغ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!

صورت مذکورہ میں امام کا ضالین کو ظالین پڑھنا غلط اور مفسد صلوۃ ہے۔ فتاویٰ قاضی خان میں ہے ان قرا غیر المغضوب بالظاوبالدال تفسدصلوة و لاالضالين بالظاء المعجمة او الدال المهملةاو بالذال المعجمة تفسد. "اگر غیر المغضوب کو ظاء یا دال سے پڑھا تو نماز فاسد ہو جائیگی اور ولا الضالین کو ظاء معجمہ یا دال مہملہ یا ذال معجمہ سے پڑھا تو نماز فاسد ہو جائیگی۔" نیز حلیہ میں خزانۃ الاکمل سے ہے: اذا قرأ مكان الظاء ضادا اومكان الضاد ظاء فقال القاضي المحسن الاحسن ان يقال ان تعمد ذالك تبطل صلاته عالماً كان او جاهلاً اما لو كان مخطيا اراد الصواب فجرىٰ هذا على لسانه او لم يكن ممن يميز بين الحرفين فظن انه ادىٰ الكلمة كما هى فغلط جازت صلوته وهو قول محمد بن مقاتل. "جب ظاء کی جگہ ضاد یا ضاد کی جگہ ظاء پڑھا تو قاضی محسن احسن فرماتے ہیں کہ اگر اس طرح جان بوجھ کر پڑھا تو بالاتفاق مطلقا نماز باطل ہوگی، خواہ عالم ہو یا جاہل۔ اور اگر سہواً پڑھا یا بلا قصد زبان سے نکل گیا۔ یا اس نے صحیح مخرج ادا کرنے کی کوشش کی مگر ادا نہ کر سکا یا دونوں حرفوں میں علم نہ ہونے کی وجہ سے تمیز نہ کر سکا تو اس صورت میں نماز جائز ہوگی۔ اور یہی محمد بن مقاتل کا قول ہے۔" علاوہ ازیں امام اجل ابوبکر محمد بن الفضل و امام برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ وغیرہ و علامہ علی قاری مکی رحمہم اللہ تعالیٰ تصریح فرماتے ہیں کہ قصداً ض کی جگہ ظ پڑھے تو کافر ہے۔ محیط برہانی میں ہے: سئل الامام الفضلي عمن يقرأ الظاء المعجمة مكان الضادالمعجمة او على العكس فقال لاتجوز امامة و لو تعمد يكفر. "امام فضلی سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو ضاد معجمہ کی جگہ ظاء معجمہ یا ظاء معجمہ کی جگہ ضاد معجمہ پڑھتا ہے تو آپ نے فرمایا اس کی امامت جائز نہیں اور اگر عمداً ایسا پڑھے تو کفر ہے۔" مختصر یہ کہ اگر قصداً ض کی جگہ ظ پڑھا تو نماز فاسد و

باطل ہوگی اور اگر سہواً پڑھا یا زبان سے بلا قصد نکل گیا یا اس نے صحیح مخرج ادا کرنے کی کوشش کی مگر ادا نہ کر سکا یا دونوں حرفوں میں علم نہ ہونے کی وجہ سے تمیز نہ کر سکا تو نماز جائز ہوگی۔ ضالین اور ظالین میں فرق نہ جاننا امام صاحب کی جہالت پر مبنی ہے اور طرفہ یہ کہ امام صاحب ظالین پڑھنے پر زور دیتے ہیں۔ استغفر اللہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب بالقصد ایسا پڑھتے ہیں تو بلا شبہ ان کی اقتدا میں نماز نہ ہوگی۔ ھذا ما ظھر عندی و العلم عند المولیٰ تعالیٰ۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۹-۱۱-۷۶ء

استفتاء ۱۴۰

مسئلہ: علماء دین شرع متین اس مسئلے میں کیا فرماتے ہیں

(۱) میرے یہاں جامع مسجد کے امام مرض قبیح کے مریض ہیں جس باعث ان کی طہارت مشکوک رہتی ہے۔ بعض اوقات وہ جھوٹ بولنے وعدہ خلافی کرنے کے بھی خوگر ہیں۔ مسجد کی آمدنی سے کچھ رقم لے کر اپنی ذات میں تصرف کرنے کا ان کا شیوہ ہے۔ مسجد کی جانماز اکثر اوڑھنے اور بچھانے کے مصرف میں استعمال کرتے ہیں۔ میت کی تجہیز و تکفین کے بعد جا بجا قبر پر آذان دلواتے ہیں۔ میلاد شریف کے موقع پر نعرۂ تکبیر و رسالت نعرۂ غوث کے ساتھ اپنا نعرہ بھی لگواتے ہیں۔ مسلمانوں میں اختلاف پیدا کرنا ان کا مشغلہ ہے۔ ایسی حالت میں ان کی امامت درست ہے یا نہیں؟

(۲) مسجد کی چیزیں ذاتی استعمال میں لانا یا کسی تارک نماز کو دینا درست ہے یا نہیں؟

(۳) ذاتی نعرہ لگوانا۔ قبر پر آذان دلانا جائز ہے یا ناجائز؟ برائے کرم شرعی مسئلے سے مستفیض فرمائیں۔ ممنون و مشکور ہوں گا۔

نیاز مند

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــ بعون الملک الوھاب ــــــ

امام موصوف میں کچھ ایسی باتیں پائی جاتی ہیں جس کی بنا پر وہ شرعاً مجرم و خطا کار ہیں۔ خصوصاً جھوٹ بولنا اور وعدہ خلافی کرنا اور مسلمانوں میں افتراق پیدا کرنا سخت گناہ و حرام ہے۔ اگر وہ ان باتوں سے توبہ کریں تو ان کی اقتدا درست ہوگی ورنہ نہیں۔

بعد دفن میت قبر پر آذان دینا مستحب و مندوب ہے اور میت کے لئے مفید۔ اس لئے امام کا یہ فعل جائز اور مستحسن ہے۔ میلاد شریف میں نعرۂ تکبیر و رسالت کے ساتھ اپنے نام کا نعرہ لگوانا خود ستائی پر مبنی ہے۔ لہٰذا ناجائز ہے۔ مسجد کی رقم کو اپنے مصرف

میں لانا ناجائز وگناہ ہے۔ مسجد کے جانماز کو استعمال کرنا بھی شرعاً گناہ اور کسی دوسرے کو دینا ناجائز۔ وھو تعالیٰ اعلم
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

استفتاء ۱۲۱

مسئلہ: بخدمت شریف جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
مندرجہ ذیل استفتا کا شرعی جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں گے۔
یہاں کی مسجد کے امام حافظ قرآن ہیں اور مندرجہ ذیل نقائص ان کے اندر پائے جاتے ہیں۔ داڑھی ایک مشت سے کم ہے اور سنیما ہال کی تفریح کرتے ہوئے برابر دیکھے جاتے ہیں اور ان کا لباس ووضع قطع سنت کے خلاف ہے۔ بازار میں ننگے سر سیر کرتے رہتے ہیں۔ مندرجہ بالا نقائص والے امام کی اقتدا میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟ انہی سب وجوہ کی بناپر جماعت میں دن بدن نا اتفاقی بڑھتی جارہی ہے اور دو پارٹی ہوگئی ہے۔

المستفتی: محمد قاسم، مال بازار، این بی ریڈیو ہاؤس، کال ٹیکس بوری، پوسٹ مال جلپائی گوری

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ!

صورت مذکورہ میں امام موصوف غیر شرعی امور کے ارتکاب کی بناپر فاسق ہے اور فاسق کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ مراقی الفلاح میں ہے **کرہ امامۃ الفاسق العالم بعدم اہتمامہ بالدین یجب اہانتہ شرعاً فلا یعظم بتقدیمہ الامامۃ.** یعنی فاسق عالم جو امور دینیہ کا اہتمام نہیں کرتا اس کے پیچھے نماز مکروہ ہوگی اور شرعاً وہ قابل اہانت ہے۔ اسے امام بناکر تعظیم کرنا جائز نہیں۔ غنیۃ شرح منیہ میں ہے: **انھم لو قدموا فاسقا یاثمون بناء علیٰ ان کراھۃ تحریمۃ لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلایبعدمنہ الاخلال ببعض شروط الصلوۃ وفعل ماینافیہا بل ھو الغالب بالنظرالیٰ فسقہ ولذالم تجز الصلوۃ خلفہ اصلا عند مالک وھوروایۃ عن احمد.** ''اگر کسی فاسق کو لوگ امام بنائیں تو سب بنانے والے گنہگار ہوں گے کیونکہ امور دینیہ میں اس کی بے اعتنائی لاپرواہی اور لوازم شریعت کی ادائیگی میں تساہلی کے سبب بعض شرائط نماز کا چھوڑ دینا اور فعل منافی نماز کا بجالانا اس سے بعید نہیں بربناء ایں اس کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔ اور اسی لیے امام مالک کے نزدیک اس کے پیچھے سرے سے جائز ہی نہیں۔ اور یہی امام احمد سے مروی ہے۔'' لہٰذا امام مذکور کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ وھو تعالیٰ اعلم
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

استفتاء ۱۲۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

ایک حافظ قرآن ہیں، صاحب ایمان ہیں۔ تقریباً آٹھ سال سے ہم لوگوں کی بستی میں مسجد و مدرسہ کے کاموں کو اچھی طرح انجام دیتے ہوئے آئے اور اس کے قبل ۲۵ سال سے زیادہ ہوا ہوگا کہ ہم لوگوں کے یہاں دینی تعلیم دے کر کچھ دنوں کے لئے گریڈیہہ ہزاری باغ چلے گئے تھے۔ پھر تراویح کی ضرورت کے پیش نظر متفقہ طور پر مشورہ کر کے ان کو بلا لیا گیا۔ حافظ صاحب موصوف کام انجام دیتے رہے۔ کچھ دنوں کے بعد بستی میں دو پارٹی ہوگئی۔ چند آدمیوں نے حافظ صاحب کے متعلق جھوٹ موٹ پروپیگنڈہ شروع کر دیا کہ یہ دیوبندی وہابی ہیں۔ فوراً حافظ صاحب نے اپنے محلہ کی جامع مسجد میں جمعہ کے دن اعلان کیا کہ چند لوگوں نے ہم پر دیوبندی کا الزام لگایا ہے۔ میں بخدا مسجد میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر ہم دیوبندی خیالات کے ہوں تو سرکار دو عالم تاجدار مدینہ ﷺ کی امت سے خارج ہو جاؤں۔ اس قسم پر بھی مخالف پارٹیوں کو یقین نہ آیا اور اب دوسرا اعلان کیا کہ حافظ صاحب کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی کھانا ناپسند کیا۔ لہٰذا جب شادی یا عقیقہ کے موقع پر حافظ صاحب جانور ذبح کرتے ہیں تو لوگ گوشت کھانا پسند نہیں کرتے۔ لہٰذا ایسے مسلمان کے متعلق علمائے دین کا کیا خیال ہے اور شریعت کا کیا حکم ہے؟

محمد شریف انصاری، بھرا بستی، امام نگر، چاس، دھنباد

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ

صورت مذکورہ میں جب حافظ صاحب موصوف نے بذریعہ قسم وہابیت و دیوبندیت سے اپنی برأت ظاہر کی تو مسلمانوں کو چاہئے کہ ان کے سنی ہونے کا یقین کر لیں اور کسی طرح کی بدگمانی نہ کریں۔ قرآن حکیم میں ہے یَـاَیُّهَـا الَّـذِیْنَ آمَـنُوْا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ الخ. اے ایمان والو اکثر گمان سے پرہیز کرو اس لئے کہ بعض گمان گناہ ہوتا ہے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا: وَلَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُوْلًا. لہٰذا برے گمان سے اجتناب و پرہیز ضروری ہے۔ پھر جب کہ کوئی شخص اپنی دیانتداری و ایمانداری کی قسم کھائے تو اس پر یقین نہ کرنے والے گنہگار ہوں گے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳-۴-۷۷ء

استفتاء ۱۲۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں
زید جس کا تلفظ قطعی درست نہیں ہے۔ یعنی س کو ش ک کو ق وکو ح الف اور ہمزہ کو ع اور غ کو گ پڑھتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کی نماز جو قرآن شریف صحیح پڑھتے ہیں زید کے پیچھے ہوگی یا نہیں؟

۹۲/۸۶ھ

الجواب بعون الملک الوھاب

صورت مذکورہ میں قرآن حکیم صحیح پڑھنے والے کی نماز زید کے پیچھے نہیں ہوگی اور اگر زید امامت کرے گا تو خود گنہگار ہوگا اور دوسروں کی نمازوں کے خراب کرنے کا جرم بھی اسی پر عائد ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۳-۵-۷۷ء

استفتاء ۱۲۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
ہم لوگوں نے ایک حافظ کو بچوں کی تعلیم وامامت کے لئے رکھا ہے۔ لیکن وہ کم سنتے ہیں اور مسائل نماز سے بھی اتنی واقفیت نہیں ہے جتنا کہ امام کو ہونا چاہئے، جناب حافظ صاحب موصوف سے لوگوں نے پوچھا کہ نماز میں کتنے فرائض ہیں اور کتنے واجبات ہیں تو وہ جواب نہ دے سکے اور پھر پوچھا گیا کہ اعتکاف کیا ہے فرض ہے یا واجب تو حافظ صاحب نے فرمایا: عبادت ہے اب بستی کے کچھ بچے لوگوں کا کہنا ہے کہ ہم لوگ حافظ صاحب کو نہیں رکھیں گے اور یہ لوگ حافظ صاحب کے خلاف ہیں۔ ان کی امامت کو نا جائز کہتے ہیں لہٰذا گزارش ہے کہ از روئے شرع شریف ایسے امام جو مسائل نماز سے واقفیت نہ رکھتے ہوں ان کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے کہ ان کو امامت کے لئے رکھا جائے یا کوئی دوسرے امام جو مسائل نماز وطہارت سے واقفیت رکھتے ہوں ان کو بلایا جائے بینوا توجروا!
المستفتی: سخاوت حسین موضع برواہیرا، ڈاکخانہ جرنگڈیہہ ضلع گریڈیہہ

۸۶/۹۲ھ

الجواب

امام کو عالم بالسنہ ہونا ضروری ہے جو طہارت اور نماز و روزہ کے مسائل سے بخوبی واقف ہو اور قرآن حکیم کی تلاوت صحیح طور پر کر سکے امام مذکور اگر سنی صحیح العقیدہ ہیں اور ضروری مسائل سے پوری واقفیت نہیں رکھتے اور ان سے زیادہ جاننے والا دوسرا کوئی وہاں نہیں ہے تو امام موصوف کے پیچھے نماز جائز ہونے میں کوئی کلام نہیں لیکن بہتر و افضل یہ ہے کہ شرعی مسائل جو زیادہ جانتا ہو اسے امام مقرر کیا جائے یا خود حافظ صاحب سے گزارش کی جائے کہ وہ ضروری مسائل کی معلومات حاصل کریں اور اس کے لئے وہ بہار شریعت و قانون شریعت وغیرہ کتابوں کا مطالعہ کریں اور وہ وضو، نماز وغیرہ مسائل سیکھنے اور اس کی معلومات حاصل کرنے میں سستی و غفلت کریں تو ان کی جگہ کسی عالم دین جو شرعی مسائل کو بخوبی جانتے ہوں امام مقرر کیا جائے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۹/۹/۷۷ء

استفتاء ۱۲۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

تراویح کی نماز میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم تمام سورتوں کی ابتداء میں بآواز بلند پڑھنا عندالاحناف کیا حکم رکھتا ہے۔

ہمارے شہر کی چوک بازار مسجد کے امام صاحب اس سال تراویح میں قرآن پاک سناتے ہوئے ہر سورہ کی ابتداء میں بآواز بلند بسم اللہ پڑھتے ہیں ہم لوگوں نے اپنی معلومات کے مطابق کتاب بہار شریعت و شرح وقایہ امام صاحب کو دکھایا لیکن وہ نہیں مانتے اور ضد پر ہیں کہتے ہیں کہ میں پڑھوں گا چنانچہ شہر کے علماء سے جب ہم لوگوں نے مسئلہ دریافت کیا تو علماء نے جواب دیا کہ تراویح کی نماز میں حنفیہ کے نزدیک پورے قرآن پاک میں صرف ایک بار کسی سورہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ایک مرتبہ باواز بلند پڑھنا سنت ہے اور باقی سورتوں میں آہستہ پڑھنا مستحب جب امام صاحب کو اس کا علم ہوا تو کہنے لگے کہ علماء شہر میرے پاس آ کر دلیل پیش کریں۔ میں بھی دلیل رکھتا ہوں جب علماء جمع ہوئے تو امام صاحب نے شرح وقایہ کی حاشیہ کی عبارت کو پیش کیا جس کو چاقو یا بلیڈ سے کھرچ کر غلط بنا دیا تھا چنانچہ ایک جگہ فِیْ اَیِّ سورۃ شاء کو مٹا کر فی کل سورۃ لکھ دیا علماء نے اس تحریف پر گرفت کی تو ادھر اُدھر کرنے لگے اور جھنجلاہٹ میں کہنے لگے کہ سب علماء میرے پیچھے نماز پنجگانہ ادا کریں تو میں تسمیہ بالجہر چھوڑ دوں گا جب دلیل مانگی گئی

تو کوئی دلیل نہ پیش کر سکے امام صاحب کے اس فعل کی وجہ سے مسلمانوں میں سخت اختلاف پیدا ہوگیا ہے اور لوگ دو گروپ میں تقسیم ہوگئے۔

اب امام صاحب نے تسمیہ بالجہر چھوڑ دیا ہے مگر غلطی ماننے پر تیار نہیں ہیں۔ جو اپنے قول و فعل سے لوگوں میں تفرقہ پیدا کرے ایسا شخص امامت کے لائق ہے یا نہیں؟ اور ہماری اقتدا اس امام کے پیچھے صحیح ہوئی یا نہیں۔ مدلل حوالہ کتب کے ساتھ تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: عبدالرحمٰن رحمانیہ ہوٹل سبزی مارکیٹ، ڈالٹین گنج، پلاموں

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ بعون الملک والوہاب ــــــــــ!

صورت مسئولہ میں تسمیہ بالجہر کے متعلق علماء شہر نے جو جواب دیا وہ بالکل صحیح و درست ہے اور احناف کا یہی مسلک ہے کہ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قرآن حکیم کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان برائے فصل لائی گئی اور کسی سورہ کا جزو نہیں۔ امام صاحب نے انتہائی جرأت و بیباکی کے ساتھ شرعی احکام و مسائل میں غلط بیانی سے کام لیا اور حق واضح ہو جانے پر بھی اپنی غلطی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ **استغفر الله!** امام صاحب جب اصل کتاب کی عبارت کو محو کر کے اپنے مطلب کے مطابق گھٹا بڑھا سکتے ہیں اور شرعی احکام میں ترمیم و تنسیخ کر کے لوگوں کو گمراہ کر سکتے ہیں تو شرعاً وہ فاسق ہیں مسائل شرعیہ سے بے اعتنائی کو دیکھتے ہوئے یہ بھی ممکن ہے کہ بغیر وضو ہی نماز پڑھا دیں یا سجدہ سہو ضروری ہو اور نہ کریں: مراقی الفلاح میں ہے: **کره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فيجب اهانته شرعاً فلايعظم بتقديمه للامامة۔** ”فاسق عالم کی امامت دینی معاملات میں بے اعتنائی برتنے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے۔ امامت کے لئے آگے بڑھا کے اس کی تعظیم نہیں کی جائیگی“

غنیۃ شرح منیہ میں ہے: **انهم لو قدموا فاسقا ياثمون بناء على ان كراهة تحريمة لعدم اعتنائه بامور دينه وتساهله في الاتيان بلوازمه فلا يبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوٰة وفعل لماينافيها بل هو الغالب بالنظر الى فسقه ولذا لم تجز الصلوة خلفه اصلا عنه مالك ورواية عن احمد.**

”اگر لوگوں نے کسی فاسق کو مقدم کر دیا تو اس بناء پر گنہگار ہوں گے کہ اس کی تقدیم کی کراہت تحریمی ہے۔ کیوں کہ اُمور دینیہ میں لاپرواہی برتتا ہے۔ اور امور دینیہ کے تقاضوں اور لوازمات کو پورا کرنے میں تساہلی سے کام لیتا ہے۔ بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط کو خالی چھوڑنے کا ارتکاب کرتا ہو اور نماز کے منافی بعض اعمال بجالاتا ہو۔ بلکہ اس کے فسق کے پیش نظر ایسا کرنا غالب گمان ہے۔ اس لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔ امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یوں ہی ہے۔

لہٰذا امام مذکور کی اقتدا میں شرعاً نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ **وھو اعلم**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۷۷/۹/۲ء

استفتاء ۱۲۶

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ :

(۱) زید حافظ قرآن ومولوی ہے اور اپنے گاؤں کا امام ہے زید کے چچازاد بھائی خالد نے دشمنی سے یہ الزام لگایا کہ زید نے میری بیوی کے ساتھ زنا کیا خالد نے دو گواہوں کو بھی سکھلا کر کھڑا کر دیا مگر گواہوں نے کہا کہ ہم نے زنا کرتے زید کو نہیں دیکھا ہے اور خالد کی بیوی بھی قسم کھا کر کہتی ہے کہ میرے ساتھ کسی نے زنا نہیں کیا ہے۔ امام صاحب بھی انکار کرتے ہیں مگر خالد اور اس کے پارٹی کے آدمی امام صاحب کو بے گناہ ماننے کو تیار نہیں ہیں اور امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار نہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں کیا کرنا چاہیے۔

(۲) ایک عالم دین نے قرآن کا حوالہ دیکر اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھ کر خالد اور خالد کی پارٹی کو بتائے ہوئے کہا قرآن کے مطابق امام صاحب بے گناہ ہیں خالد اور خالد کی پارٹی نے کہا کہ ہم لوگ قرآن وحدیث کچھ نہیں جانتے اور نہ مانتے ہیں کہ قرآن کیا کہتا ہے اور کیا نہیں کہتا ہے ہم قرآن کو نہیں جانتے ہم لوگوں کا دماغ جو کہتا ہے ٹھیک ہے تو ایسے لوگوں کے لیے کیا حکم ہے۔

(۳) بکر حافظ قرآن ہے اور اپنے گاؤں کا امام ہے مگر امام صاحب کی بیوی بر سر عام بازار میں تجارت کرنے جاتی ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز درست وجائز ہے؟

(۴) قرآن کو غلط ٹھہرانے والا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کو نہیں ماننے والا کیا مسلمان ہوسکتا ہے جو صرف من مانی نماز عید بقرعید کی پڑھتا ہو۔

(۵) ایک مسلمان جو اپنے بھائی پر اپنے جسمانی طاقت کی وجہ سے زنا کا الزام لگایا اور وہ کسی بھی طرح ثابت نہیں تو اس نے صرف اپنے بھائی پر الزام لگایا یا اللہ کے فرمان کو بھی توڑا ایسے شخص اور اس کے معاون کے لئے کیا حکم ہے۔

(۶) وہ امام جس کا ذکر اوپر میں گزرا وہ مسجد میں موجود ہے اور ایک جاہل شخص جو ایک بھی مسئلہ نہیں جانتا امامت کرے تو اس کی امامت قابل قبول ہے یا نہیں؟

(۷) ایک شخص اپنی جوانی کی آن شان میں کہہ دیا کہ ہم قرآن وحدیث کچھ نہیں مانتے ہم کو جہنم ملے گا اور وہ شخص توبہ کئے بغیر مر گیا تو کیا اس کی جنازہ کی نماز پڑھیں گے یا نہیں؟ ان ساتوں سوالوں کے جواب جلد دیکر مشکور فرمائیں۔

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ اللهم هداية الحق والصواب ــــــــــ

(۱) صورت مذکورہ میں جب تک زنا کا عینی شاہد شہادت نہ دے زید پر زنا کی تہمت لگانا جائز نہیں قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً

اَبَدًا وَاُوْلٰئِکَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ یعنی جو لوگ پارسا عورتوں پر تہمت لگائیں اور چار گواہ پیش نہ کریں تو ان کو اسی کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو وہ لوگ فاسق ہیں۔ لہذا بغیر ثبوت و شہادت زنا کا الزام لگانے والے سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں۔ و العیاذ باللہ!

(۲) جو شخص یہ کہے کہ ہم قرآن و حدیث کو کچھ نہیں جانتے نہ مانتے ہیں وہ اسلام سے خارج ہو گیا اسے پھر سے تجدید ایمان و تجدید نکاح کرنا چاہیے۔ ایسا کہنا کفر ہے اور اس جملہ سے ایمان بھی رخصت اور بیوی بھی نکاح سے باہر ہو گئی۔

(۳) ایسا شخص جس کی بیوی بے پردہ بازاروں میں تجارت کرے اس کی اقتداء میں نماز مکروہ ہو گی۔

(۴) ایسا شخص فاسق معلن ہے اگر وہ قرآن کو نہیں مانتا یا غلط بتاتا ہے تو کافر ہو گیا وہ پھر سے ایمان لائے اور تجدید نکاح کرے۔

(۵) اس کا جواب لکھ گزرا کہ اسے اسی کوڑے مارنا چاہیے اور جو شخص اس کا ساتھ دے وہ بھی گنہگار اور اس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

(۶) حافظ قرآن و عالم کی موجودگی میں جاہل کی امامت ناجائز اور اس کی اقتداء میں شرعاً نماز نہ ہو گی۔

(۷) قرآن کو نہ ماننے والا مرتد اور مرتد کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ و ھو اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۳/۹/۷۷ء

استفتاء [۱۲۷]

مسئلہ: علمائے کرام السلام علیکم ایک عالم نے نسبندی کرا لیا ہے وہ امامت کرتے ہیں اور نیاز فاتحہ ذبیحہ بھی کام کرتے ہیں چند مولویوں نے اس سے سوال کیا کہ امام صاحب آپ نے روپیہ کی لالچ میں نسبندی کرا لیا ہے کیا یہ جائز ہے تو بولتے ہیں کہ حدیث سے جائز ہے لہذا شریعت کی روشنی میں جواب دیں کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے امام کے لئے چرم قربانی و صدقہ فطر لینا جائز ہے؟

المستفتی: لالو میاں ساکن لالو ڈلیہ، پوسٹ کھیمی ہزاری باغ

۲۷ رستمبر

۹۲/۸۶ء

الجواب

(۱) بغیر کسی معقول عذر کے نسبندی کر کے قطع نسل کرنا شرعاً ناجائز و گناہ ہے۔ خصوصاً روپے کی لالچ میں اس قبیح حرکت کا ارتکاب کبیرہ گناہ ہے۔ امام صاحب کا یہ کہنا ہے کہ نسبندی حدیث سے ثابت ہے بالکل غلط اور حدیث پاک پر افتراء ہے۔ ان سے کہئے کہ وہ اس سلسلہ میں حدیث پیش کرے کہ کس حدیث میں اسے جائز فرمایا ہے۔ حدیث پاک میں تو زیادہ بچہ

دینے والی عورت سے شادی کرنے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ قیامت میں امت محمد یہ علی صاحبہا التحیۃ کی زیادتی ہو۔

(۲) ایسا امام فاسق ہے اور فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔امام اگر صاحب نصاب ہے تو اسے صدقۂ فطر چرم قربانی لینا درست نہیں۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۵/۱۰/۷۷ء

استفتاء ۱۲۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں بینو اوتو جروا!

(۱) حافظ نابینا تیمم سے امامت کر سکتے ہیں یا نہیں؟ جبکہ وہاں مقتدی باوضو ہیں پڑھے لکھے اور مسئلے مسائل سے واقفیت رکھنے والے ہوں تو امامت کوئی کر سکتا ہے۔اس مسئلے کے مطابق جو واقعات ہے اسے بھی پیش کر دینا چاہتا ہوں۔تاکہ شک کی گنجائش ختم ہو جائے۔مغرب کا وقت تھا اور قریب آٹھ دس آدمی نماز پڑھنے والے تھے۔اس میں کچھ تو کم پڑھے لکھے اور تین چار اشخاص ایسے بھی تھے جو مسائل سے بھی واقف اور اچھے پڑھے لکھے تھے اور ایک حافظ بھی تھے جو نابینا تھے سبھی لوگ وضو بنائے اور حافظ صاحب تیمم کئے تو سبھی لوگوں میں امامت کرنے کا مستحق کون شخص ہیں؟ حافظ صاحب یا دوسرے مقتدی؟ نماز حافظ صاحب نے پڑھائی۔تو ہم لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں؟ جواب سے نوازیں۔

(۲) مسئلہ کے مطابق ماسٹر جمال صاحب کو نماز میں کچھ شک ہوا جو مقتدی بھی تھے تو ماسٹر صاحب نے حافظ صاحب سے مسئلہ پوچھا کہ ہم لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں تو حافظ صاحب نے جواب دیا کہ عالم حافظ تیمم سے نماز پڑھا سکتا ہے اگر آپ کو میرے جواب سے تشفی ہوئی تو خاموشی اختیار کریں ورنہ امام کی بیماری کی تلاشی لی جائے گی۔اس مفہوم سے پتہ چلتا ہے اور شک بھی ہوتا ہے کہ وضو بنانے میں حافظ صاحب کو کوئی عذر نہیں تھا۔جبکہ وہ صبح میں غسل بھی کئے تھے اور برابر کرتے ہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ پانی ان کے لئے نقصان دہ نہیں تھا۔ساتھ ہی ساتھ سوال کے جواب میں ماسٹر صاحب کو لکھتے ہیں کہ تم کیا جانو؟ تم تو ایک نمبر کے جاہل اور دوسرے نمبر کے فاسق اور تیسرے نمبر کے زانی ہو جبکہ ماسٹر صاحب باصلاحیت پڑھے لکھے نمازی اور متقی شخص ہیں۔تو انہوں نے ایسے الفاظ سے نوازا ہے تو وہ عالم اور حافظ علماء دین کی نظر میں کیسے ہیں جو مسئلہ پوچھنے والے کو اتنا بڑا الزام دیتے ہیں؟ جواب سے مرحمت فرمائیں۔فقط والسلام

المستفتی: ظہیر الدین انجمن اصلاح المسلمین، کورہانس ساسا گر
پوسٹ پٹ راٹو ویل لیحر ضلع پلاموں (بہار)

۷۸۶/۹۲

الجواب

صورت مسئولہ میں اگر حافظ نابینا نے کسی معقول شرعی عذر کی بنا پر تیمم سے نماز پڑھائی اور مقتدیوں سے زیادہ مسائل شرعیہ کا جاننے والا وہی ہے تو نماز ہوگئی۔ بحرالرائق میں ہے: قید کراھة امامة الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولی۔ ''ترجمہ: نابینا کی امامت کی کراہت کو اس قید کے ساتھ مقید کیا گیا ہے کہ نابینا قوم میں افضل نہ ہو لیکن اگر وہ فضیلت علمی واخلاقی میں فوقیت رکھتا ہے تو اسی کی امامت اولیٰ ہے۔'' اور اگر بغیر عذر شرعی حافظ صاحب نے تیمم سے نماز پڑھائی تو خود ان کی نماز نہ ہوئی مقتدیوں کی کس طرح ہوگی۔ حافظ صاحب اور ان کا یہ کہنا کہ حافظ عالم تیمم سے نماز پڑھا سکتا ہے غلط ہے۔ نمازی و متقی آدمی کو فاسق وزانی کہنے والا شخص گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ اسے توبہ کرنا چاہئے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۵/۱۲/۷۷ء

استفتاء ۱۲۹

مسئلہ: واجب الاحترام جناب قبلہ مفتی صاحبان السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حسب ذیل معاملات از روئے شرع اجاگر فرما کر ممنون ومشکور فرمایا جائے۔

۱۔ ایک خاندانی امام مسلک حنفی اور مشربا قادری ضرور ہے۔ پہلے ہی سے نماز جمعہ وقتی نماز پڑھاتا ہے اور نماز جنازہ میں ہاتھ چھوڑ کر سلام پھیرتا تھا اب کچھ دن سے متولی مسجد جس کا کوئی خاص عقیدہ نہیں ہے۔ ذاتی دشمنی اور اپنے نام ونمود کے کہنے سے اور امامت سے نکال دینے کے خوف سے ہاتھ چھوڑ کر نماز جنازہ پڑھتا ہے اور یہی نہیں بلکہ بہار شریعت کو ترچھی نظر سے دیکھتا ہے۔ ۲۔ اور اپنے لڑکے کو خرچ دیکر علیگڑھ پڑھاتا ہے جو تبلیغی جماعت کا امیر بھی ہے۔ یہ باتیں امام صاحب کے جاننے میں ہے۔ مختصر یہ کہ اب وہ آزاد امام نہ رہ کر مقید امام ہوگیا ہے۔ جو بھی متولی یا ویسے لوگ ذاتی مفاد کے تحت کہیں گے۔ کر رہا ہے۔ آیا ایسے امام کے اقتدا میں وقتی اور جمعہ اور عیدین کی نماز ادا کرنے کا کیا حکم ہوگا۔ پہلی فرصت میں جواب مرحمت فرما کر مشکور کریں۔ قبلہ نائب مفتی واشرفی صاحبان کو خصوصی سلام وعلیکم

المستفتی: محمد نواب خانصاحب قادری تیغی موضع ڈاکخانہ۔ بارا ضلع غازیپور

۹۲/۸۶ھ

الجواب

صورت مذکورہ میں جب امام صاحب شرعی ضابطہ واصول کے خلاف متولی مسجد کے حکم کو ترجیح دیتے ہیں اور احکام شرعیہ کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ مصلحت اور دنیوی مفاد کے پیش نظر متولی یا دوسرے لوگوں کے کہنے کے مطابق عمل کرتے ہیں تو ایسے امام کی اقتدا میں اگرچہ وہ اپنے کو حنفی وقادری کہتے ہوں۔ نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ حدیث شریف میں ارشاد فرمایا۔ ترجمہ اگر تم کو یہ خوش آئے کہ خدا تمہاری نمازوں کو قبول کرے تو چاہئے کہ تمہارے بہتر تمہاری امامت کریں کہ وہ تمہارے اور رب کے درمیان سفیر ہیں (رواہ الحاکم فی المستدرک) قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا۔ ترجمہ فتنہ، قتل سے بھی زیادہ برا ہے بیشک جو لوگ۔ مومنین و مومنات کو فتنہ میں ڈالتے ہیں پھر وہ اس سے توبہ نہیں کرتے تو ان کے لئے عذاب جہنم ہے دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔ کہ خود اور مومنوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور وہ نہیں دھوکہ دیتے ہیں مگر اپنی ذات کو، اور وہ نہیں سمجھتے۔ لہٰذا جب وہ امام اسقدر بے احتیاطی اور مداہنت فی الدین وسہل نگاری سے کام لیتا ہے۔ تو اسے برطرف کر کے کسی عالم باعمل متقی و پرہیز گار کو امامت کے لئے منتخب کیا جائے۔ متولی کو یہ ہرگز حق نہیں کہ وہ جبراً علماء المسلمین کے رائے کے خلاف ایسے آدمی کو امام بنائے جو مشتبہ ہو اور مسائل دینیہ میں اپنی طرف سے ترمیم کرے۔ نماز جنازہ ہاتھ چھوڑ کر پڑھنا جائز نہیں اور سلام کے وقت ہاتھ چھوڑ دینا چاہئے (درمختار) علاوہ ازیں بدمذہب سے میل جول بھی شرعاً ناجائز وممنوع ہے براہ کرم استفتاء جوابی لفاف میں ارسال فرمائیں کارڈ میں سوال وجواب ضابطہ کے خلاف ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی؛ خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۹/۱۲/۷۷ء

استفتاء ۱۳۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ

ہمارے محلہ کی مسجد میں جو امام صاحب نماز پڑھاتے ہیں وہ میلاد پڑھتے ہیں اور اس پر نذرانہ ودعوتیں قبول کرتے ہیں اور پورے اہتمام کے ساتھ ۲۲/رجب کو کونڈہ بھرتے ہیں اور قرآن پاک بھی صحیح نہیں پڑھتے ہیں ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اور وہ امامت کے قابل ہیں یا نہیں؟ اور میلاد پڑھنا کونڈے بھرنا کیسا ہے؟ بینوا وتوجروا!

المستفتی: سید منور علی میلادخوان بھوپال

۲۸/دسمبر ۱۹۷۷ء

بملاحظہ اقدس عالی مرتبت حضرت علامہ ارشد القادری صاحب مدظلہ العالی فیض العلوم جمشید پور

التماس ہے کہ شہر بھوپال میں ایک پیش امام کے متعلق ایک استفتا یہاں کے لوگوں نے تحریر کرکے شہر بھوپال کے قاضی صاحب ومفتی صاحب سے اس کا جواب لکھوایا ہے جو آپ کے ملاحظہ اقدس میں پیش کیا جاتا ہے جو بالکل افتراق پرمبنی ہے۔ اور وہ جواب استفتا آنجناب ملاحظہ اقدس میں بحسنہ پیش ہے شریعت حقہ سے ان حضرات نے جو مذاق کیا ہے آیا وہ اصلاح طلب ہے یا اس پر اصلاحی قلم اٹھانیکی ضرورت ہے کیونکہ جن حضرات نے فتویٰ دیا ہے اس سے یہاں کے لوگوں میں انتشار وبدعقیدگی وبدامنی پھیلنے کا احتمال ہے لیکن اس قسم کے جوابات میں کہاں تک صداقت ہے۔ براہ کرم بعد ملاحظہ پورے غوروخوض وضاحت وتفصیل سے شریعت کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمانے کی زحمت گوارہ کریں۔

المستفتی: محمد شبیر خاں، مکان۔۶۷ چکلو درروڈ جہاں گیرآباد بھوپال مدھیہ پردیش

۸۶/۹۲ ۷

هذا الجواب ـــــــ بعد الی الصواب ـــــــ!

نحمده ونصلی علی رسوله الکریم!

صورت مسئولہ میں شرعاً امام اس شخص کو بنایا جائے جو تمام مقتدیوں اور مصلیوں میں ہراعتبار سے بہتر ہے۔ عالم ہو حافظ ہو، متقی ہو، پرہیزگار ہو، دیندار ہو، معمر ہو، خوبصورت ہو، بدعت دین میں نئے کام کو کہتے ہیں جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ. ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لیجانے والی ہے کونڈہ وغیرہ بدعت ہے میلاد میں قیام کو لازم قرار دینا بدعت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر وناظر سمجھنا شرک ہے ایسے شخص کو جو بدعتی ہے امام نہ بنایا جائے اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب!

الجواب: سید وجد الحسین، قاضی شہر بھوپال

مفتی عبدالرزاق صاحب
مہر یکم رمضان ۱۳۹۷ھ

۸۶/۹۲ ۷

الجواب ـــــــ اللهم هداية الحق والصواب ـــــــ!

صورت مسئولہ میں امام صاحب کا میلاد پڑھنا نذرانہ ودعوتیں قبول کرنا شرعاً جائز ودرست ہے میلاد شریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور آپ کے اخلاق کریمہ واوصاف پسندیدہ وفضائل جمیلہ وسیرت مبارکہ کے بیان کو کہتے ہیں اور شرعاً اس کا بیان باعث از دیار محبت وتازگی ایمان ہے حضور جناب رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور آپ کے اخلاق حمیدہ کا ذکر قرآن حکیم میں مختلف عنوان کے ساتھ بیان کیا گیا ہے: قَالَ تَعَالٰى قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ. ''ترجمہ: بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔'' وَقَالَ عَزَّ اِسْمُهٗ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ''ترجمہ: بیشک تمہارے پاس تم میں سے وہ رسول تشریف لائے جن پر

تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے، تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان۔" وَقَالَ جَلَّ جَلَالُهُ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ الخ۔ "بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا" حدیث شریف میں ہے کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع صحابہ میں اپنے حسب ونسب کی شرافت وعظمت بیان فرما کر طعن کرنے والوں کا جواب دیا۔ اور یہ بھی ہے کہ شاعر بارگاہ رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی مدح سرائی نظم میں کرتے اور ان کے لئے منبر بچھایا جاتا اور حضور اکرم ﷺ فرماتے: اللھم ایدہ بروح القدس "اے اللہ ان کی روح القدس کے ذریعہ مدد فرما"۔ نیز قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرو اور یہ حکم مطلق بلا مقید فرمایا۔ جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ مخواں اور اخدا از بہر حفظ شرع و پاس دیں۔ دگر ہر وصف کش میخواہی اندر مدحش املا کن۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہر وہ فعل جس کی شریعت مطہرہ نے ممانعت نہ فرمائی اور جس سے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم اور انکی عظمت شان ورفعت مکان کا اظہار ہو اسے کرنا باعث اجر عظیم اور امتثال حکم رب جلیل ہے۔ نیز سیکڑوں ائمہ کرام وفقہائے عظام وعلمائے اسلام نے میلاد وقیام کو مستحسن ومندوب پسندیدہ ومرغوب سمجھا اور مدت سے یہ اعمال خیر بین المسلمین متوارث ہے در مختار میں ہے: ماتوارثه المسلمون فوجب اتباعه جو فعل مسلمانوں میں رائج ومتوارث ہو اسے کرنا ضروری ہے۔ مواہب وشفا شریف اور ان کی شروح مثل زرقانی علامہ علی قاری وغیرہ میں موجود ہے کہ واعلم ان حرمة النبي صلى الله عليه وسلم بعدموته وتعظيمه وتوقيره بنفسهااى بعد وفاته لازم على كل مسلم كما كان سماع اسمه وكذا نعته وسيرته اى فى جميع هيأته ومن حركاته وسكناته الخ ايكماذكرواجبا حال حياته اى لأنه الان حيى يرزق فى علو درجاته ورفعة حالاته وذالك اى التعظيم والاكرام عندذكره صلى الله عليه وسلم وذكر حديثه وكلامه وبسننه. فقیہ محدث مولانا عثمان بن حسن دمیاطی اپنے رسالہ اثبات قیام میں فرماتے ہیں: القيام عند ذكر ولادة سيدالمرسلين امر لاشك فى استحبابه واستحسانه وندبه يحصل لفاعله من الثواب الاوفر والخير الاكبر. اس سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر جس طرح آپ کی حیات ظاہری میں مسلمانوں پر ضروری تھی اسی طرح اب بھی آپ کے نام اقدس اور آپ کی سیرت مبارکہ کے بیان کے وقت ضروری ہے کہ آپ زندہ ہیں رزق دیئے جاتے ہیں اور ذکر ولادت پاک کے وقت قیام کرنا ایسا فعل ہے جس کے مستحسن ومندوب ومرغوب وپسندیدہ ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں ہے اور اس کا کرنے والا اجر عظیم کا مستحق ہوتا ہے۔

امام علامہ احمد بن محمد قسطلانی شرح بخاری شریف میں فرماتے ہیں: الفعل يدل على الجواز وعدم الفعل لايدل على المنع فعل جواز کی دلیل ہے اور عدم فعل ممانعت کی دلیل نہیں۔ تفسیر روح البیان میں ہے: ومن تعظيمه عمل المولد اذالم يكن فيه منكر قال الامام السيوطى يستحب لنااظهار الشكر لمولده عليه السلام یعنی میلاد شریف کرنا حضور کی تعظیم سے ہے جبکہ اس میں کوئی ناجائز وغیر مشروع کام نہ ہو اور حضور کی میلاد پاک کے سلسلہ میں اظہار شکر مستحب ہے

ترمذی ابن ماجہ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: الحلال ما احل اللہ فی کتابہ والحرام ما حرم اللہ فی کتابہ وماسکت عنہ فھو مما عفا عنہ نیز سنن ابی داؤد شریف میں ہے ما احل اللہ فھو حلال وما حرم فھو حرام وماسکت عنہ فھو عفو یعنی پروردگار عالم نے اپنی کتاب میں حلال وحرام کی تصریح فرمادی تو جس کو حلال فرمایا وہ حلال اور جس کو حرام فرمایا وہ حرام اور جن چیزوں کے تعلق کچھ نہ فرمایا وہ معاف ہے۔ تو جن چیزوں کو خدائے عزوجل اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ائمہ دین نے حرام وناجائز نہ فرمایا اب کوئی شخص اگر اپنی طرف سے اسے ناجائز وحرام کہے تو شریعت طاہرہ پر افترا ہوگا بغیر کسی دلیل کے کسی چیز کو مکروہ بھی نہیں کہا جاسکتا تو بلا دلیل حرام کہہ دینا انتہائی جسارت وکھلی ہوئی حماقت وسفاہت ہے۔ بخاری شریف جلد ۲ میں ہے فلما مات ابو لھب اریہ بعض اھلہ بشر حیاتہ قال لہ ماذا لقیت قال ابو لھب لم الق بعدکم خیرا انی لقیت بھذہ بعتاقتی ثویبہ۔ یعنی ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے کسی شخص نے اسے خواب میں برے حال میں دیکھ کر اس سے پوچھا تو ابولہب نے جواب دیا کہ مرنے کے بعد میں نے کوئی بھلائی نہیں دیکھی صرف یہ کہ جس انگلی سے اشارہ کر کے (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سنکر ثویبہ لونڈی کو آزاد کیا تھا اس سے کچھ سیرابی مل جاتی ہے اس واقعہ سے میلاد وقیام کو ناجائز کہنے والوں کو عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ مختصر یہ کہ اس سلسلہ میں اگر ائمہ کرام وفقہائے عظام کی تصانیف کثیرہ واقوال وبراہین وافرہ کو بیان کیا جائے تو ضخیم کتاب ہوجائے۔

تمام امور محدثہ کو جو خیر القرون کے بعد ایجاد ہوئے اسے ناجائز وحرام قرار دینا سراسر حماقت وجہالت وسفاہت ہے حدیث شریف جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ فلہ اجرھا واجر من عمل بھا من غیر ان ینقص من اجورھم شئی ومن سن فی الاسلام سنۃ سیئۃ فعلیہ وزرھا ووزر من عمل بھا الخ یعنی جس نے اسلام میں نئی چیزیں ایجاد کیں جو فی نفسہ اچھی ہے تو موجد وعامل دونوں کو ثواب ملے گا اور جس نے اسلام میں برا طریقہ نکالا تو موجد وعامل دونوں گنہگار ہونگے اس سے معلوم ہوا کہ ہر نئی چیز ناجائز وباعث گناہ نہیں بلکہ بعض بدعت تو ضروری اور باعث ثواب ہوتی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح باجماعت کے متعلق فرمایا نعمت البدعۃ ھذہ یعنی یہ کتنی اچھی بات ہے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نماز چاشت کے متعلق فرماتے ہیں: انھا بدعۃ ونعمۃ البدعۃ وانھا لمن احسن ما احدثہ الناس یعنی کیا ہی عمدہ بدعت ہے۔ اور بلاشبہ یہ ان بہتر چیزوں میں سے ہے جو لوگوں نے نکالی ہے اگر تمام امور جو عہد رسالت کے بعد ایجاد ہوئے سب ناجائز وممنوع ہیں تو مفتی صاحب وقاضی صاحب کا کیا خیال ہے جمع قرآن حکیم کے متعلق اور قرآن مجید کے حرکات وسکنات کے متعلق اور مسجدوں کو آراستہ کرنے کے بارے میں اور مجلس وعظ وجلسہ دستار بندی وختم بخاری اور تعلیم نحو وتدوین اصول فقہ مسافر خانے اور مدرسے بنانے کے متعلق اور ان کتابوں کے بارے میں جو بہت بعد میں تصنیف ہوئیں جن میں سیکڑوں مسائل ایسے موجود ہیں جو قرون اولی میں نہ تھے جیسے فتاوی عالمگیریہ فتاویٰ اسعدیہ فتاوی حامدیہ، طحطاوی علی الدرر وطحطاوی علی المراقی الفلاح وعقود الدرایہ درمختار ونصاب الاحتساب وغیرہم۔

امام کا نذرانہ لینا و دعوتیں قبول کرنا بھی جائز درمختار باب اجارہ الفاسدہ میں ہے ویفتی بصحتها لتعلیم القرآن والامامة والاذان. "تعلیم قرآن، آذان اور امامت پر اجرت کو صحیح ہونے کا فتویٰ دیا جائے گا۔" علمائے متاخرین نے جب اسے جائز قرار دیا تو نذرانہ لینا بھی شرعاً اور دعوتیں قبول کرنا مسنون۔

باقی رہا کونڈہ بھرنا اور اس کا ثواب نذر کرنا تو احادیث کریمہ سے نیک اعمال کا ثواب مردے کو پہنچانا ثابت ہے کہ مردہ کو ثواب پا کر خوشی ہوتی ہے سنن ابی داؤد و سنن نسائی شریف میں ہے عن سعد بن عبادہ رضی اللّٰہ عنه انه قال یارسول اللّٰہ ان ام سعد ماتت فای الصدقة افضل قال الماء قال فحفر بئرا وقال هذه لام سعد یعنی حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مری ماں نے انتقال کیا تو کونسا صدقہ افضل ہے آپ نے ارشاد فرمایا پانی تو انہوں نے کنواں کھود کر کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لئے ہے دوسری حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے عرض کیا یا رسول اللہ انـمـا نتصدق عن موتانا ونحج عنهم وندعوهم فهل یصل الیهم قال نعم انه یصل وانه لیفرحون کما تفرح احدکم بالطبق اذا اهدی الیه۔ ہم اپنے مردوں کے لئے صدقہ کرتے ہیں اور ان کی طرف سے حج کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں تو کیا ان کو پہنچتا ہے فرمایا ہاں بیشک وہ پہونچتا ہے اور وہ اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کسی کو تحفہ ملنے پر خوش ہوتا ہے۔

ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے: من صام او صلی او تصدق وجعل ثوابها لغیره من الاموات والاحیاء جاز ویصل ثوابها الیهم عند اهل السنة والجماعة کذا فی البدائع وبهذا اعلم انه لافرق بین ان ینوی عند الفعل للغیر او یفعله لنفسه ثم بعد ذالک یجعل ثوابه لغیره لاطلاق کلامهم۔

> "ترجمہ: کسی نے روزہ رکھا یا نماز پڑھا یا صدقہ کیا اور اس کا ثواب مردوں اور زندوں کو پہنچایا تو یہ جائز ہے اور اہلسنت والجماعت کے نزدیک اس کا ثواب بھی ان لوگوں تک پہنچتا ہے بدائع میں ایسے ہی ہے۔ اور اسی سے جاناو لوکہ میرے نزدیک اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ عمل کے وقت دوسرے کے لئے نیت کرے یا اپنے کے لئے ہو یا پھر اس کا ثواب دوسرے کے لئے کر دے۔ علماء کرام کے کلام کے مطلق ہونے کی وجہ سے۔

اس سے معلوم ہوا کہ روزہ نماز صدقہ کا ثواب مردوں و زندوں کو پہونچانا جائز ہے اور اہلسنت و جماعت کے نزدیک غیر کو پہنچانا ہر طرح جائز ہے۔ مولوی اشرف علی و رشید احمد کے مرشد حاجی امداد اللہ صاحب فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں نفس ایصال ثواب ارواح اموات کو کسی میں کلام نہیں اس میں تخصیص و تعیین کو موقوف الیہ ثواب کا سمجھے یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اگر یہ اعتقاد نہ ہو بلکہ کوئی مصلحت تغیر ہیئات کذائیہ ہے تو کچھ حرج نہیں پھر فرماتے ہیں گیارہویں حضرت غوث پاک کی دسویں بیسویں۔ چہلم، ششماہی، سالانہ وغیرہ اور توشہ شیخ عبدالحق کا وسہ منی حضرت بوعلی قلندر و حلوہ شب برأت، و دیگر طریق ایصال ثواب اسی قاعدے پر مبنی ہیں علاوہ ازیں شاہ ولی اللہ اپنی کتاب الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں لکھتے ہیں: پس دہ مرتبہ درود خوانند ختم تمام کنند و برقدرے شیرینی فاتحہ بنام خواجگان چشت عموماً بخوانند و حاجت از خدا سوال نمایند۔ یہی شاہ صاحب

زبدۃ النصائح میں ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں شیر برنج بنا بر فاتحہ بزرگے بقصد ایصال ثواب بروح ایشاں پزند و بخورند مضائقہ نیست و اگر فاتحہ بنام بزرگے دادہ شود اغنیا را ہم خوردن جائز ست۔ اس سے کونڈہ کا مسئلہ بھی واضح ہوگیا اگر کسی مصالح شرعیہ عرفیہ کی بنا پر کسی خاص تاریخ و دن میں ایصال ثواب کیا جائے تو بھی مضائقہ نہیں البتہ اس کو ضروری و واجب اعتقاد کرنا صحیح نہیں کہ بغیر تعیین کے ثواب ہی نہ پہونچے گا۔

اگر امام صاحب قرآن حکیم صحیح طریقہ پر نہیں پڑھتے تو ان کی اقتدا میں نماز جائز نہیں اس لئے کہ امام کے لیے اعلم بالسنۃ ہونا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے: **الاحق بالامامۃ تقدیما بل نصبا الاعلم باحکام الصلاۃ ثم الاحسن تلاوۃ وتجویدا للقرأۃ.** "ترجمہ: امامت کا سب سے زیادہ بلکہ دائمی طور پر مقرر کئے جانے کا وہ حقدار ہے جو احکام صلوٰۃ کو زیادہ جاننے والا ہو اس کے بعد وہ شخص جو تجوید و قرأت کا زیادہ علم رکھتا ہو۔" تنویر میں ہے: **الاحق بالامامۃ الاعلم باحکام الصلاۃ.** "امامت کا سب سے حقدار وہ شخص ہے جو احکام صلوٰۃ زیادہ جاننے والا ہو۔" لہٰذا جب امام مذکور میں وہ اوصاف نہیں پائے جاتے جو امامت کیلئے ضروری ہیں کہ وہ مسائل دینیہ جیسے نماز وغیرہ کے مسائل سے ناواقف اور نہ قرآن حکیم کو صحت لفظی کے ساتھ پڑھتے ہیں تو ان کی اقتداء میں نماز صحیح نہ ہوگی۔ **ھذا ما ظھر عندی. وھو اعلم بالحق والصواب!**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲/۱/۷۸ء

استفتاء ۱۳۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
پیش امام کا فعل سود پر روپیہ لینا اور اس کا سود دینا بیک وقت مدرسہ کا ناظم اعلیٰ ہونا اور محصل بن کر چندہ وصول کرنا اور ساتھ ہی امامت بھی کرنا اس طرح کے شخص کے پیچھے نماز درست ہے یا ناجائز؟
کسی مسجد کے صحن میں مدرسہ قائم کرنا اور اس میں بچے وبچیوں کو بیٹھ کر پڑھانا درست ہے یا نہیں؟ براہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل جواب سے ممنون فرمائیں۔ فقط والسلام علیکم

المستفتی: محمد لقمان ٹائم سروس صدر بازار، داناپور کینٹ، پٹنہ

۹۲/۸۶ء

الجواب!

شریعت مطہرہ میں سود لینا اور دینا دونوں ناجائز وحرام **قَالَ تَعَالٰی اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا.** "ترجمہ: اللہ نے بیع حلال کیا اور سود حرام کیا۔" ایسا شخص فاسق ہے اگر فی الحقیقت وہ اس فعل قبیح کا مرتکب ہے تو لائق امامت نہیں ایسے شخص کو سمجھایا جائے

اور شرعی قانون سے آگاہ کردیا جائے اگر پھر بھی وہ توبہ نہ کرے تو اسے امامت سے معزول کردیا جائے۔ موجودہ دور میں سختی سے عام طور پر لوگ راہ راست پر نہیں آتے اس لئے ایک مسلمان کو گناہ سے بچانے کے لئے جو آسان صورت ہو اختیار کی جائے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا کہ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ ''ترجمہ: اپنے رب کی راہ کی طرف بلاؤ پکی تدبیر اور اچھی نصیحت سے اور ان سے اس طریقہ پر بحث کرو جو سب سے بہتر ہو۔'' اگر سمجھانے پر امام صاحب توبہ کرلیں تو ان کی امامت جائز ہوگی مدرسہ کا ناظم ہونا اور چندہ وصول کر کے بچوں کی تعلیم کا انتظام کرنا کار ثواب ہے اس فعل کی وجہ سے وہ لائق ملامت نہیں ہوسکتا۔ مسجد میں دینی مدرسہ قائم کر کے بچوں کی تعلیم دینا بھی جائز و درست ہے ہاں مسجد کی طہارت و پاکیزگی کا خیال بہر حال ضروری ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۳/۲/۷۸ء

استفتاء ۱۳۲

مسئلہ: مکرمی و محترمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اپنی معلومات کے سلسلہ میں چند سوالات کے جواب کا خواستگار ہوں ممنون و مشکور ہونے کا موقع دیں!

سوال۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس بارے میں کہ ہمارے یہاں ایک شخص امامت کرتے ہیں ہمارے یہاں سے قریب راور کیلا میں پالن حقانی صاحب گجراتی کی تقریر تھی اس میں شرکت کرنے کے لیے ہمارے امام صاحب گئے تھے اس لئے کچھ لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ امام صاحب حقانی صاحب کی تقریر سننے کے لئے گئے تھے اس لئے ان کے پیچھے نماز ادا نہیں کرتے ہیں اور پیش امام صاحب پہلے کی طرح سلام قیام فاتحہ خوانی درود و سلام وغیرہ کرتے ہیں جماعت کی اکثریت ان کے پیچھے نماز ادا کرتی ہے اس کے بعد علامہ ارشد القادری کی تقریر میں بھی امام صاحب شریک ہوئے۔ ایسی صورت میں حقانی کی تقریر میں شریک ہونے کی وجہ سے ہم لوگ ان حضرات کے کہنے پر پیش امام صاحب کی اتباع چھوڑ دی ان کو امامت نہیں کرنے دی۔ واضح رہے کہ ہمارے امام صاحب سند یافتہ عالم نہیں ہیں ضعیف العمر۔ حاجی صوم و صلاۃ کے پابند اور مسائل دینیہ سے واقفیت رکھتے ہیں اور اعتراض کرنے والے کوئی سند یافتہ عالم نہیں ہیں اور پرہیزگاری میں بھی امام صاحب سے زیادہ نہیں ہیں۔

سوال۲: ایک شخص حافظ قرآن ہوتے ہوئے بھی کم از کم ۱۲-۱۴ سال ایک جگہ گزار دینے کے باوجود ایک بار بھی عوام کو قرآن پاک کی چند سورتیں نہیں سنائے صوم و صلاۃ کے پابند ہیں لیکن سینما تھیٹر ناچ گانے میں

اکثر شرکت کرتے ہیں ٹاٹا کمپنی میں ملازمت کرتے ہیں کوئی سند یافتہ عالم نہیں ہیں۔ اہلسنت وجماعت کا عقیدہ رکھتے ہیں ایسے شخص کو پیش امام بنانا شرعی اعتبار سے کہاں تک درست ہے۔

المستفتی: محمد ادریس، لیل پہاڑ سنبل پور، اڑیسہ

۲۵/۴/۷۸ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــــــــــــ!

صورت مذکورہ میں اس امام کا عقیدہ وعمل اگر شریعت کے مطابق ہے اور وہ صحیح العقیدہ سنی ہیں تو بلاشبہ ان کی اقتداء صحیح اور ان کے پیچھے نماز جائز و درست ہے۔ بدمذہبوں کی تقریر سننے یا ان کے جلسوں میں شرکت کرنے سے بدعقیدگی کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا جو لوگ ان کے خلاف ہیں اور ان کی اقتداء میں نماز نہیں پڑھتے وہ غلطی پر ہیں۔

قرآن حکیم میں ہے: وَلَا تَقْفُ مَالَیْسَ لَکَ بِہٖ عِلْمٌ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ کُلُّ اُولٰئِکَ کَانَ عَنْہُ مَسْئُوْلًا۔ "ترجمہ: اور اس بات کے پیچھے نہ پڑ جس کا تجھے علم نہیں بیشک کان اور آنکھ اور دل ان سب سے سوال ہونا ہے۔"

بغیر دلائل کسی کی نیت پر حملہ کرنا شرعاً جائز نہیں اِیٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اجْتَنِبُوْا کَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ الخ۔ "ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمانوں سے بچو بیشک کوئی گمان گناہ ہو جاتا ہے۔" لہٰذا امام مذکور کی اقتداء میں بلاشبہ نماز جائز و درست ہوگی۔

وھو تعالیٰ اعلم!

سینما تھیٹر ناچ گانا وغیرہ شرعاً ناجائز وحرام ہے اور اس کا دیکھنے والا فاسق۔ اور فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ لہٰذا اگر امام صاحب اس فعل قبیح سے توبہ کرلیں تو ان کی اقتداء میں نماز جائز و درست ہوگی ورنہ مکروہ۔ لہٰذا ان کو مسئلہ بتایا جائے۔ اور سمجھایا جائے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۵/۵/۷۸ء

استفتاء ۱۳۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) جمعہ کے خطبہ کے دوران زید نے صرف خطبہ ثانیہ پڑھ کر ختم کر دیا کیا اس سے خطبہ کے احکام ادا ہو گئے یا نہیں؟ یہ پڑھانے والے اہل حدیث تھے اس کے پیچھے نماز ہوگی یا نہیں ہوگی۔ ہم مصلیان کرام کو واقف کر دیں گے ہم لوگ ناواقف ہیں اس لئے میں آپ کی طرف رجوع کرتا ہوں جس سے اچھی طرح

ہم لوگ عمل کر سکیں۔

(۲) زید نے چاند گرہن کی نماز جماعت سے پڑھائی کیا جماعت سے پڑھنا ثابت ہے بہار شریعت میں دیکھا ہے کہ چاند گرہن کی نماز جماعت سے نہیں ہے تو پھر زید نے ایسا کیوں کیا؟ جواب سے مطلع فرمائیں جس سے اچھی طرح ہم لوگ صحیح راستے پر عمل کر سکیں۔

(۳) جمعہ وعید کے دن زوال رہتا ہے یا نہیں زید کہتا ہے کہ میرے نزدیک زوال جمعہ وعید کو نہیں ہوتا زوال کے دن قربانی کرنی اور مزار اقدس پر فاتحہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ اگر درست ہے تو ہمیں معلوم کرائیں گے جس سے ان کو منہ توڑ جواب دے سکوں۔

المستفتی: عبدالستار قریشی، محلّہ دجرا پٹنہ۔ا

۷/۵/۷۸ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ اللهم هداية الحق والصواب ــــــ !

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صرف الحمدللہ کی مقدار پڑھ دینے سے خطبہ جمعہ کا فرض ادا ہو جاتا ہے اور صاحبین کے نزدیک طویل خطبہ جس کو عرف عام میں لوگ خطبہ کہہ سکیں پڑھنا ضروری ہے۔لہٰذا فرض تو ایک ہی خطبہ پڑھنے سے ادا ہو جاتا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ محض فرض کی مقدار ہی پر اکتفا کیا جائے بلکہ خطبہ جتنا طویل پڑھا جائے گا سب اسی فرضیت ہی کے حکم میں شامل ہوگا۔جیسے کہ فرض نمازوں میں قرأت کی فرضیت اگر چہ ایک ہی آیت پڑھنے سے ادا ہو جاتی ہے مگر صرف اسی پر اکتفا کرنا مناسب نہیں جمعہ میں صرف ایک ہی خطبہ پڑھنا خلاف سنت متواترہ ہے اگر چہ نماز جمعہ ہو جائے گی موجودہ دور کے اہل حدیث عقیدہ ومسلک کے اعتبار سے وہابی، دیوبندی کی طرح ہیں جن کے عقائد فاسدہ کی بنا پر علمائے ملت نے ان کی اقتداء میں نماز کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے کیونکہ یہ لوگ شان رسالت میں توہین آمیز کلمات لکھتے ہیں اور رسول کو معاذ اللہ اپنے جیسا بشر قرار دیتے ہیں تفصیل کے لئے حفظ الایمان، براہین قاطعہ۔صراط مستقیم،تقویۃ الایمان کا مطالعہ کریں لہٰذا اس کی اقتداء میں ان کی بدعقیدگی کی بنا پر نماز صحیح نہ ہوگی۔

سورج گرہن کی نماز سنت مؤکدہ ہے اور جماعت سے پڑھی جائے گی۔چاند گرہن کی نماز مستحب ہے اور یہ نماز تنہا پڑھی جائے گی۔اگر سورج گرہن میں تنہا نماز پڑھی تب بھی ہو جائیگی۔امام صاحب نے چاند گرہن میں جماعت سے نماز پڑھی یہ فعل خلاف سنت ہوا امام مسجد کو یہ مسئلہ معلوم نہیں۔

زوال کا وقت روزانہ ہوتا ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جمعہ وعیدین کے دن زوال کا وقت نہیں ہوتا وہ شرعی احکام سے نابلد اور جاہل ہیں جس طرح ظہر کا وقت بعد زوال شروع ہوتا ہے ویسے ہی جمعہ کا بھی۔زوال کے وقت جمعہ وعیدین کی نماز جائز نہیں۔

زوال کے وقت نماز اور سجدۂ تلاوت کی ممانعت ہے۔ قرآن حکیم کی تلاوت بھی بہتر نہیں بلکہ زوال کا وقت ختم ہونے پر تلاوت قرآن حکیم کرنا چاہیے۔ زوال کے وقت قربانی کر سکتے ہیں اور مزار شریف میں فاتحہ پڑھنے اور ایصال ثواب کرنے میں مضائقہ نہیں اور بہتر یہ ہے کہ بعد زوال ہی فاتحہ پڑھے کیونکہ اس میں بھی قرآن مجید کی آیات کی تلاوت ہوتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۷۸/۵/۸ء

استفتاء ۱۳۴

مسئلہ ۳۳۱: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید حافظ قرآن اور مسجد کا پیش امام ہے وہ اکثر مسلمانوں کو نصیحت کرتا ہے کہ اپنا رہبر واقتداء کسی غیر مسلم کو ہرگز منتخب نہ کیا جائے۔ لیکن ابھی حالیہ گزشتہ الیکشن میں ایک مسلمان کے مقابلہ میں ایک غیر مسلم امیدوار تھا۔ زید نے خود اور مع اہل وعیال اپنا ووٹ غیر مسلم کو ضروری سمجھ کر دیا اور زید کی موجودگی میں اس غیر مسلم امیدوار کے لئے آٹھ سو غلط ووٹ چھاپے گئے غیر مسلم مذکور نے اس سے قبل قبرستان کے جھگڑے کے سبب چند مسلمانوں کو تعصبا جیل ڈالوائی تھی اس سے مسلمانوں کو فائدہ کی امید نظر نہیں آرہی ہے نیز زید نے گاؤں کے صاحب ثروت مسلمان کی سرخروئی حاصل کرنے کے لیے غیر مسلم کو ووٹ دیا صورت مذکورہ بالا میں امامت کا مستحق ہے یا نہیں نیز زید کے لیے شرعی حکم کیا ہے۔ بینوا توجروا!

المستفتی: محمد مرغوب احمد، مقام رام دلیا، پوسٹ گوندرا، ضلع مشرقی چمپارن، بہار

۸۶/۹۲ء

الجواب

تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ: یعنی نیکی وبھلائی تقویٰ و پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد واعانت کرو اور ظلم وسرکشی میں امداد نہ کرو۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا الخ: ”اے ایمان والو غیروں کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری برائی میں کمی نہیں کرتے ان کی آرزو ہے۔ (ترجمہ کنزالایمان) یعنی اے ایمان والو! اپنے غیر کو اپنا رازدار نہ بناؤ وہ تمہاری ایذا رسانی میں کمی نہ کریں گے ان کے عداوت ظاہر ہو چکی ہے اور تمہاری طرف سے جو اس غیر کے دل میں عداوت پوشیدہ ہے وہ بہت بڑی ہے۔ علاوہ ازیں قرآن حکیم میں ایمان والوں کی یہ شان بیان فرمائی کہ وہ کافروں پر سخت اور آپس میں یعنی مسلمانوں پر رحم دل ہیں حافظ موصوف نے اس کے برعکس خلاف ورزی کی علاوہ ازیں جب

وہ دوسروں کو یہ نصیحت کرتے ہیں کہ غیر مسلم کی مدد نہ کی جائے اور خود اس جرم کے مرتکب ہوئے سخت مذموم ہے۔ جس سے ان کے اندر منافقت کی صفت پائی گئی۔ لہٰذا جب تک وہ اعلانیہ توبہ نہ کریں ان کی اقتداء نہ کی جائے حافظ موصوف کا یہ فعل فسق ہے اور فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۵/۷/۷۸ء

استفتاء ۱۳۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں:

(۱) زید کہتا ہے کہ داڑھی صرف ٹھوڑی (ٹھڈی) ہی پر ایک مشت ہونی چاہیے پوری جگہ ہو یا نہ ہو اور ایک مشت کی مقدار تقریباً ۴/ انچ ہے۔ اور عمرو کہتا ہے کہ ڈاڑھی پوری جگہ پر ایک مشت ہونی چاہیے اور ایک مشت کی مقدار ۶/ انچ ہے۔

(۲) زید کہتا ہے کہ حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز جائز نہیں اور شریعت کے مطابق داڑھی رکھنے والے کے پیچھے نماز جائز ہے۔ اگر چہ وہ فرض کا تارک یا حرام کا مرتکب معلن ہو جیسے نماز نہ پڑھتا ہو، سود دیتا ہو، زمین رہن رکھتا ہو جب کہ اسے معلوم ہو کہ یہ حرام ہے عمرو کہتا ہے کہ جب شریعت مطہرہ کے مطابق داڑھی نہ رکھنے پر اس کے پیچھے نماز جائز نہیں تو فرض کے تارک اور حرام کے مرتکب کے پیچھے بدرجہ اولیٰ نماز نہیں ہوگی جب کہ اسے حرمت کا علم ہے اور معلن بھی ہے۔

(۳) کسی جگہ ایسے اشخاص جمع ہوں جن میں شرعاً سبھوں میں کچھ نہ کچھ خامی ضرور ہو اور اس میں اہل علم بھی ہوں تو وہاں امامت کون کرے گا جماعت سے نماز ادا کی جائیگی یا فرداً جواب سے جلد نوازیں۔ والسّلام

المستفتی: ابوالکلام، بھاٹا، رائے پورے، ایم پی

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ !

(۱) زید شرعی مسائل سے واقف نہیں داڑھی کے متعلق زید کا قول بالکل غلط اور خلاف شرع ہے عمر کا قول صحیح و درست ہے۔ داڑھی ایک مشت لمبی ہو اور پورے چہرہ پر ہو جہاں ڈاڑھی نکلنے کی جگہ ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ دائیں بائیں طرف بھی ایک مشت ہو ظاہر ہے کہ ٹھڈی کے نیچے ہی لمبی ہوگی مگر دونوں طرف کٹوانا ناجائز۔

(۲) عمر کا قول بالکل صحیح و درست ہے زید جاہل شرعی مسائل سے بالکل ناواقف معلوم ہوتا ہے بغیر علم کے مسئلہ بیان کرنا سخت گناہ ہے داڑھی منڈوانے والا فاسق اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ تارک فرائض گناہ کبیرہ کا

مرتکب، سود خور کی برائی و مذمت قرآن حکیم میں فرمائی گئی ہے ایسا شخص تو سخت گنہگار مستحق عذاب نار وغضب جبار وقہار ہے لہٰذا ایسے کی اقتداء میں تو نماز ہی درست نہ ہوگی۔

(۳) ایسی صورت میں انفرادی طور پر الگ الگ نماز نہیں پڑھنی چاہیے بلکہ حاضرین میں سے جس میں خامیاں کم اور علم زیادہ ہو اسے امام بنایا جائے اور اس کی اقتداء میں نماز جماعت سے پڑھیں۔ وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۴/۸/۷۸

استفتاء ۱۳۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت والجماعت اس مسئلہ میں:

(۱) بذریعہ آپریشن نسل منقطع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اور منقطع النسل کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اس سال ہماری بستی میں اکثر لوگوں نے ایک نوجوان منقطع النسل عالم کے پیچھے عیدگاہ میں عید کی نماز پڑھی اور کچھ لوگوں نے جامع مسجد میں مقرر امام کی اقتداء میں نماز پڑھی لہٰذا کن لوگوں کی نماز صحیح ہوئی۔

المستفتی: مرزا محمد رحمت اللہ، مقام............، ضلع مرشدآباد، ۲۴ پرگنہ

۲۴/۸/۷۸ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ!

شریعت مطہرہ نے انقطاع نسل کو ناجائز قرار دیا ہے لہٰذا بغیر کسی عذر معقول یا مجبوری کے نسبندی بذریعہ آپریشن ہو یا کسی اور طرح سے شرعاً ممنوع وناجائز ہے۔ قرآن حکیم میں فقر وتنگدستی کی بنا پر اولاد کو قتل کرنے کی صریح ممانعت موجود ہے حدیث پاک میں ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ بچہ دینے والی سے شادی کرنے کی ترغیب دلائی اور کثرت امت کو باعث فخر قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس حکم کی خلاف ورزی کرنے والا یقیناً فاسق ہے اور فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ جن لوگوں نے عیدگاہ میں منقطع النسل امام کے پیچھے نماز ادا کی (اگر وہ امام بغیر کسی شرعی مجبوری کے انقطاع نسل کیا) تو نماز مکروہ تحریمی ہوئی اور جامع مسجد میں مقررہ امام کی اقتداء میں پڑھنے والوں کی نماز بلاشبہ جائز ودرست ہوئی۔ وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۳/۱۰/۷۸ء

استفتاء ۱۳۷

مسئلہ: علمائے دین کیا فرماتے ہیں:

(۱) زید حافظ ہے اور سلسلہ قادریہ سے تعلق رکھتے ہیں عید الفطر وعید الاضحیٰ کی امامت کرتے ہیں لیکن خود پابند نماز نہیں ہیں۔ ہندوؤں کے یہاں پتہ بچھا کر دال بھات کھاتے ہیں۔ ہندوں کی محبت میں رہ کر سیاست کی زندگی گزارتے ہیں کیا ان کے پیچھے نماز جائز ہے؟

(۲) حافظ زید مسلمانوں میں چھوٹی ذات و بڑی ذات کے بھید بھاؤ کو فروغ دیکر ہنگامہ کررہے ہیں دن رات جھوٹ بول کر فساد کراتے ہیں ایسا شخص قوم کی رہنمائی کرسکتا ہے یا نہیں؟

(۳) بکر حاجی ہیں مسجد کے متولی وامام بھی ہیں گاؤں کے سردار بھی۔ انھوں نے مسجد کی امامت چھوڑ دی اور دوسرے امام کو بھی آنے سے منع کرتے ہیں اور مسجد کا حساب وکتاب بھی نہیں دیتے ایسے آدمی سردار بن سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) یہاں پر ہر سال محفل میلاد پاک ہوتی رہی ہے حاجی بکر وحافظ زید برابر اس میں شریک رہے لیکن اس سال جہاں پر میلاد شریف ہوتا ہے اس سے ۵۰ گز کے فاصلہ پر ایک الگ میلاد پاک لوگوں سے یہ کہہ کر شروع کردیا کہ وہ میلاد دوسری برادری کے لوگوں کا ہے۔

اور یہ میلاد ہم لوگوں کی برادری کا ہے۔ حالانکہ عوام نے اعتراض کیا کہ اسلام میں ذات پات کا سوال نہیں ہے سابق میلاد شریف میں زیادہ لوگ تھے اور ان کے ساتھ صرف ان کے ماننے والے ہی تھے۔

(۵) حاجی بکر نے قبرستان کا بھی بٹوارہ کرلیا ہے کہ ایک ذات کا ایک طرف اور نیچی ذات والے کا دوسری طرف۔ حاجی بکر تجارت کرتے ہیں دن بھر جھوٹ بولتے ہیں نماز کے پابند نہیں ہیں گھر گھر میں جھگڑا و مقدمہ کرنے کا سبق سکھاتے ہیں ایسے امام ومتولی کے لئے کیا شرعی حکم ہے؟

(۶) حاجی بکر ننگے سر بازار میں پھرتے ہیں انگریزی بال کٹواتے ہیں ان دونوں کی اقتداء میں نماز پڑھنا، کھانا کھلانا کیسا ہے؟ جو لوگ ان کے ساتھ ہیں ان کے لئے بھی علمائے دین صاف لکھیں تاکہ مسلمانوں کو دھوکہ نہ ہو۔

(۷) الف پڑھا لکھا جانکار ہے لیکن اعلانیہ تاڑی شراب پیتا ہے جوا کھیلتا ہے۔ محفل میلاد پاک کو یہ کہہ کر روکتا ہے کہ میلاد نہیں ہے پوجا اور اسٹیج ام ہورہا ہے جب وہاں سلسلہ قادریہ کے مولانا تقریر کررہے تھے ایسے آدمی کے بارے میں کیا حکم ہے؟

المستفتی: محمد ادریس، کانٹی، مظفرپور، بہار
۷۸/۹/۲۰ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب

(۱) امامت کے لئے عالم بالسنہ جو مسائل دینیہ و احکام شرعیہ کو زیادہ جانتا ہو ضروری ہے اور اس کا پابند شرع متقی و پرہیزگار ہونا بھی لازمی ہے جب حافظ زید پابند نماز ہی نہیں تو وہ کسی طرح امامت کے لائق نہیں زید کی دوسری عادت وخصلت کی بنا پر بھی اس کی اقتداء میں نماز مکروہ ہوگی۔

(۲) مسلمانوں میں تفریق پیدا کرنا۔ جھوٹ بولنا، فساد کرانا شرعاً ناجائز و اشد حرام ہے۔ اسلام نے کالے گورے، عربی عجمی، امیر غریب، حاکم محکوم، چھوٹے بڑے، اونچ نیچ کے بھید بھاؤ فرق و امتیاز کو حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹا دیا اور یہ اعلان کیا کہ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوا۔ ''ترجمہ: اور تمہیں شاخیں اور قبیلیں کیا کہ آپس میں پہچان رکھو (ترجمہ کنزالایمان)۔'' اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ ''بیشک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ جو تم میں زیادہ پرہیزگار ہے (ترجمہ کنزالایمان)۔'' اسلام کے اس سنہرے اصول کے خلاف حافظ موصوف کا عمل کبھی اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ اسے امام بنایا جائے یا اسے قوم کا رہنما تسلیم کیا جائے بلکہ شرعی اصول کے پیش نظر زید فاسق معلن ہے اسے اعلانیہ توبہ کرنا اور ایسے خیالات فاسدہ و افعال ذمیمہ سے اجتناب و پرہیز کرنا چاہیے۔

(۳) حاجی صاحب کو مسجد کا حساب و کتاب صاف رکھنا چاہیے تا کہ لوگوں کو غبن و خیانت کا شبہ نہ ہو اور اگر وہ خود امامت نہیں کرتے ہیں تو دوسرے امام کو منع نہیں کرنا چاہیے یہ سخت گناہ ہے اور ایسا کرنے والا ظالم ہوگا۔ سردار نہیں ہوسکتا۔

(۴) میلاد شریف ایک بستی میں دو چار جگہ بھی ہوسکتی ہے مگر یہ کہہ کر کہ وہ میلاد دوسری برادری کا ہے۔ اور یہ میلاد اپنا ہے۔ سراسر لغو و ناجائز الفاظ ہیں۔ اس سے وہی چھوٹے بڑے کا فرق امیر و غریب کا امتیاز ہوتا ہے جو ناجائز و حرام ہے: کل مومن اخوة۔ ''ہر مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں''۔

(۵) حاجی بکر کا مذکورہ خیال کے مطابق قبرستان تقسیم کرنا کہ یہ ایک ذات کا ہے دوسرا نیچ ذات کا ہے سراسر خلاف شرع اور گناہ ہے۔

(۶) حاجی موصوف امامت کے لائق نہیں ہیں انکو امام بنانا گناہ ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ حاجی موصوف اور ان کے ساتھیوں کو ان کی بری حرکت سے بچائیں۔

(۷) الف بدمذہب گمراہ، فاسق ہے ایسے آدمی سے میل جول رکھنا اس کی صحبت میں بیٹھنا ناجائز و گناہ ہے۔ میلاد شریف کو استنجام کہنے والا خدا اور رسول جل وعلا و صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۵/۹/۷۸ء

استفتاء ۱۴۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ حسب ذیل میں:
محلہ مولوی چک کی مسجد میں ایک امام صاحب کو رکھا گیا وہ نہ حافظ ہیں نہ قاری نہ عالم معمولی پڑھے لکھے آدمی ہیں بازار میں بیڑی کی دوکان کرتے تھے مسجد کے قریب ہی ان کا مکان ہے چونکہ دوکان کرتے تھے اس لئے تین وقت غیر حاضر رہتے تھے عشاء وفجر کی نماز پڑھاتے تھے اور جمعہ کی امامت خاص طور پر کرتے تھے۔ دوکان ختم ہوگئی تو دن میں مسجد آنے لگے کچھ دنوں کے بعد عشاء وفجر میں نہیں آتے تھے لوگوں کے کہنے پر غیر معقول جواب دیکر نکل جاتے تھے، دربھنگہ کے مولوی فضل احمد صاحب جو عالم اور پیر طریقت ہیں تشریف لائے عشاء کے وقت پیر صاحب کو امامت کے لیے کہا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ جو امام ہیں وہ نماز پڑھائیں تو امام مذکور اور دو ایک مقتدی نے کہا کہ یہاں امام نہیں ہیں آپ ہی نماز پڑھایئے چنانچہ انہوں نے نماز پڑھائی صبح کی نماز میں امام مذکور نہیں آئے تو پیر صاحب نے فرمایا کہ کیا بات ہے امام مذکور صرف جمعہ کے امام ہیں حالانکہ ان کو ظہر، عصر، مغرب میں نماز پڑھاتے دیکھا ہے لوگوں نے تفصیل بیان کی تو پیر صاحب نے فرمایا کہ جب ان کا مکان مسجد کے قریب ہے آذان سنتے ہیں اور مسجد میں نہیں آتے تو امام مذکور کی نماز گھر میں نہیں ہوتی ہے وہ بے نمازی رہے اور جمعہ کی نماز پڑھایا تو کسی کی نماز نہ ہوئی لوگوں نے امام مذکور کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا، امام موصوف اپنے ہم خیال لوگوں کو جو پابند نماز نہ تھے ان کو لیکر زبردستی نماز پڑھانے لگے آج تک یہی طریقہ انھوں نے اختیار کیا کہ کبھی ظہر کبھی عصر کبھی مغرب میں آئے عشاء وفجر میں تو قطعی نہیں رہتے ہیں جب تمام لوگوں نے دریافت کیا تو امام مذکور نے جواب دیا کہ بحالی کے وقت ہم نے کہہ دیا تھا کہ ہم معذور ہیں تیمم کرکے نماز پڑھ لیتے ہیں اور جمعہ کے دن غسل وغیرہ کرکے نماز پڑھادیتے ہیں حالانکہ لوگوں کی گواہی ہے کہ انہوں نے ایسا نہیں کہا تھا بہرحال نمازیوں نے ان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دیا اتفاقی وقت کہ چاندپور کے مولانا محمد یوسف صاحب دلسنگھ سرائے کی جامع مسجد میں تشریف لائے وہ عالم وپیر طریقت ہیں لوگوں نے معذور کا مسئلہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ معذور آدمی امام نہیں ہوسکتا اور غیر معذور کی نماز معذور کے پیچھے نہ ہوگی بہار شریعت کا تیسرا حصہ دکھلایا گیا جس میں یہ تھا کہ معذور کے پیچھے غیر معذور کی نماز نہ ہوگی اب دریافت طلب یہ ہے کہ معذور امام کی اقتداء میں نماز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: نیاز احمد ریڈی میڈ شوپ، گوری بازار، دلسنگھ سرائے، سمستی پور، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ اللهم هداية الحق والصواب ـــــــــ !

صورتِ مسئولہ میں اگر امام مذکور بلا کسی عذر شرعی کے تارک جماعت ہے تو وہ فاسق ہے۔ نماز باجماعت کی تاکید اور اس کے ترک پر وعید بکثرت احادیث کریمہ سے ثابت ہے یہاں تک کہ بغیر عذر کے جماعت میں حاضر نہ ہونے والوں کے گھروں میں آگ لگا دینے کا ارادہ کیا گیا اور حضرت عبداللہ بن ام مکتوم نابینا صحابی کو بھی آذان سننے کے بعد جماعت میں شریک ہونے کا حکم کیا گیا۔ درمختار میں ہے: **الجماعة سنة مؤكدة للرجال وقيل واجبة وعليه العامة اى عامة مشائخنا وهو الراجح عند اهل المذهب۔** "ترجمہ: مردوں کے لئے جماعت سنت مؤکدہ ہے اور بعض فقہاء نے فرمایا کہ جماعت (میں حاضر ہونا) واجب ہے اور اسی (آخری قول) پر ہمارے عام مشائخ ہیں اور یہی (آخری قول) اہل مذہب کے نزدیک راجح ہے۔" لہٰذا آذان سنکر جماعت میں شریک نہ ہونا فسق ہے اور فاسق کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ غنیۃ میں ہے: **لو قدموا فاسقا ياثمون بتبيين الحقائق لان فى تقديمه تعظيمه وقد وجب عليهم اهانة شرعا۔** "اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو لوگ گنہ گار ہوں گے حقیقت ظاہر ہو جانے کے بعد اس لئے کہ فاسق کو امام بنانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے حالانکہ شرعاً مسلمانوں پر فاسق کی اہانت واجب ہے۔" لہٰذا تارک جماعت امام کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی امام مذکور نے اپنے کو معذور بتایا اس کی صراحت نہ کی کہ کس قسم کا عذر ہے اگر اس کا عذر شرعاً جائز ہے اس لئے تیمم کرتا ہے اور اس سے بہتر کوئی لائق امامت نہیں ہے تو متوضی کی اقتدا متیمم کے پیچھے ہو جائے گی۔ تنویر میں ہے: **صح اقتداء متوضىء بتيمم** بحرالرائق میں ہے: **ترجيح المذهب بفعل عمرو بن العاص رضى المولىٰ عنه حين صلى بقومه بالتيمم لخوف البرد من غسل الجنابة وهم متوضؤن ولم يامرهم عليه الصلوٰة والسلام بالاعادة حين علم.** "ترجمہ: مذہب کی ترجیح حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے فعل سے کہ جب انہوں نے لوگوں کو تیمم سے نماز پڑھائی غسل جنابت میں ٹھنڈی کے خوف کی وجہ سے باوجودیکہ مقتدی باوضو تھے اور بعد علم رسول پاک نے نماز کے اعادہ کا حکم نہیں دیا۔" لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ غیر معذور کی امامت معذور کرے بلکہ معذور خود دوسرے طرح کے معذور کی امامت نہیں کرسکتا۔ وهو تعالىٰ اعلم!

کتبہ ـــــــ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۰/۹/۷۸ء

استفتاء ۱۳۹

مسئلہ. کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ڈاڑھی منڈوانے والا اور خشخشی کرانے والا اور حدشرع سے کم رکھنے والا فاسق ہے یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز فرض خواہ تراویح پڑھنا چاہیے یا نہیں؟ اور حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حق میں کیا ارشاد فرمایا ہے اور وہ حشر کے دن کس گروہ میں اٹھے گا احکام شریعت حصہ دوم صفحہ ۳۳ مسئلہ ۳۷ کا جواب دیکھا گیا لیکن عوام کا کہنا ہے کہ فلاں فلاں جگہ تو حد شرعی سے کم رکھنے والے امام نماز پڑھاتے ہیں تو وہاں کے لوگ کیسے نماز پڑھتے ہیں اور اس کتاب میں عربی کی مستند کتابوں سے عربی عبارت مع صفحہ کا حوالہ نہیں دیا گیا ہے۔ اس لئے ہم اسے نہیں مانتے ہیں برائے کرم عربی کتابوں سے عربی عبارت مع صفحہ کا حوالہ قلمبند فرمائیں۔

المستفتی: نیاز احمد ریڈی میڈ، شوپ گدری بازار، دلسنگھ سرائے، سمستی پور، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــــ

خالق کائنات جل جلالہ کا ارشاد گرامی ہے: مَاۤ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا: ''ترجمہ: جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔'' دوسری جگہ ارشاد فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ''ترجمہ: بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے۔'' روح کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیر شعر اللحیۃ یعنی حضور کی ریش مبارک کے بال بہت تھے (رواہ مسلم) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضخم الھامۃ عظم اللحیۃ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا اور ریش مبارک بڑی تھی۔ (رواہ البیہقی) اس سلسلہ میں بکثرت احادیث کریمہ موجود ہیں۔ داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کتروانے کے متعلق حضور کا ارشاد گرامی ملاحظہ ہو: عن انس رضی اللہ عنہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُحفُوا الشوارب واعفوا اللحی ولا تشبھوا بالیھود۔ ''ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مونچھیں خوب پست کرو اور داڑھیوں کو بڑھاؤ اور یہودیوں جیسی صورت نہ بناؤ۔''
حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قصوا سبالکم ووفروا عثانینکم وخالفوا اھل الکتاب۔ ''ترجمہ: لبیں ترشواؤ اور داڑھیاں وافر رکھو اور اہل کتاب (یہودی ونصاریٰ) کا خلاف کرو۔'' ابن طبقات میں عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی حضور نے فرمایا: لکن ربی امرنی ان احفی شاربی واعفی لحیتی مگر میرے رب نے مجھے فرمایا کہ اپنی لبیں کترواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ مختصر یہ کہ داڑھی اسلام کی علامت سے ہے اور تمام انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم

کی سنت مستمرہ ہے۔ داڑھی منڈواکر یا کترواکر حد شرع سے کم رکھنے والا فاسق معلن ہے اس کی اقتداء میں نماز خواہ فرض ہو یا نفل مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی یہ کہنا کہ فلاں جگہ حد شرع سے کم رکھنے والا امام ہے اس کی نماز کیسے ہوتی ہے سراسر جہالت وحماقت ہے ہر شخص اپنے فعل کا ذمہ دار ہے۔ داڑھی منڈوانے والا فاسق مردود الشہادۃ مخنث ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۰/۹/۷۸ء

استفتاء ۱۴۰

مسئلہ : قاضی شریعت ادارۂ شرعیہ بہار السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ! مندرجہ ذیل سوالوں کا شرعی جواب عنایت فرمائیں!

(۱) ایک حافظ کو تراویح پڑھانے کے لیے لایا مگر بکر نے یہ کہہ کر روک لگادی کہ حافظ کی داڑھی چھوٹی ہے اس لئے اس حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا درست نہیں۔ (حافظ موصوف کی داڑھی دو انگلی کے برابر ہے اور قریب چالیس گز کی دوری سے بھی نظر آتی ہے)۔

(۲) امام مسجد جن کی بائیں یا داہنی ناک چھدی ہوئی ہے ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست ہے کہ نہیں فیصلہ سے جلد مطلع کریں تا کہ آپسی تنازع ختم ہو۔

المستفتی: نور احمد، پٹرول پمپ گھاٹ، نوادہ، پوسٹ دلسنگھ سرائے ضلع سمستی پور

۷۸۶/۹۲

الجواب ! ______

(۱) داڑھی منڈوانے والا فاسق معلن ہے اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ حد شرع سے کم داڑھی رکھنے والا بھی اس حکم میں داخل ہو جائے گا کم از کم داڑھی ایک مشت ہونی چاہیے چالیس گز کی دوری سے نظر آنا اس کے جواز کے لئے کافی نہیں اور نہ شریعت طاہرہ نے ایسی دوری کی کوئی قید لگائی ہے اگر اس کے قبل حافظ مذکور کی اقتداء میں بکر نے تراویح پڑھی تو اس نے غلطی کی اپنی اور دوسروں کی نماز خراب کی اس کا وہ جواب دہ ہوگا۔

(۲) اگر بچپن میں کسی نے کسی عذر معقول کی بنا پر ناک چھیدی تو ظاہر ہے کہ چھیدنے والے نے ناجائز کام کیا اس کی وجہ سے امام مجرم قرار نہیں دیا جائے گا اور اس کی اقتداء میں نماز جائز و درست ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۹/۹/۷۸ء

استفتاء[141]

مسئلہ: محترم المقام ولائق صد احترام عالی جناب مفتی صاحب السلام علیکم!

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں:

ایک نابینا حافظ قرآن وقاری ہیں۔ بعض آدمی اعتراض کرتے ہیں کہ نابینا حافظ کی اقتداء میں نماز درست نہیں۔ لہٰذا بالتفصیل یہ جواب دیں کہ نابینا امامت کرسکتا ہے تو کون کون سی نمازوں کی؟ اور اگر امامت نہیں کرسکتا تو کونسی نماز کی؟ کس نماز میں ان کو امام بنایا جاسکتا ہے۔؟

المستفتی: مولانا عبدالواحد صاحب، تھانہ روڈ، مدھوپور
۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــــــــــ!

اگر کوئی شخص نابینا سے زیادہ علم وفضل رکھنے والا جماعت میں موجود ہو تو نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہوگی ہندیہ میں ہے: **تجوز امامة الاعرابی والاعمی والعبد الا انها تکره ۔** ''ترجمہ: اعرابی، اندھا اور غلام کی امامت بالکراہت جائز ہے۔'' بحر میں کراہت تنزیہی اور خانیہ میں غیر اولیٰ لکھا ہے یعنی اندھے کے مقابلہ میں دوسرے کی امامت افضل ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عثمان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے اپنی قوم کی امامت فرماتے حالانکہ یہ نابینا تھے سفر میں روانگی کے وقت دو بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن ام مکتوم نابینا صحابی کو مدینہ منورہ میں نیابت عطا فرمائی کہ وہ وہاں رہ جانے والوں کی امامت کریں **عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم استخلف ابن ام مکتوم یؤم وھو اعمیٰ ۔** ''ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین بنایا کہ وہ امامت کریں اور وہ نابینا تھے۔''

بحرالرائق میں ہے: **قید کراھة امامة الاعمی فی المحیط وغیرہ بان لایکون افضل القوم فان کان افضلھم فھو اولیٰ ۔** ''ترجمہ: محیط وغیرہ میں کراہت امامت اعمی کی قید اس بناء پر لگائی گئی ہے کہ جب وہ قوم سے افضل نہ ہو اگر وہ افضل ہو تو وہی اولی بالامامت ہے۔''

مختصر یہ کہ نابینا کی امامت جائز ہے اگر پوری جماعت میں نابینا ہی سب سے زیادہ عالم ومتقی ہے تو امامت کا حق اسی کو ہے اور اگر نابینا سے زیادہ بہتر اور مسائل جاننے والے موجود ہوں تو نابینا کی امامت مکروہ تنزیہی ہوگی نابینا تمام نمازوں کی امامت کرسکتا ہے بشرطیکہ اس سے افضل وہاں موجود نہ ہوں۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۹/۸/۸۶ء

استفتاء ۱۴۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ایک مسجد کے امام صاحب جو نوجوان ہیں بڑی لاابالی طبیعت کے ہیں کثرت سے جھوٹ بولتے ہیں برسر محفل اپنی تعریف کرتے ہیں۔ اپنے علم پر ان کو بڑا فخر ہے۔ موصوف بہت شوقین ہیں برابر اپنی تصویر کھچواتے رہتے ہیں ریڈیو سے خاص دلچسپی ہے حد یہ ہے کہ مسجد کے کمرے میں بیٹھ کر ریڈیو سے گانا سنتے ہیں۔ تصویر کی دوکان میں بیٹھ کر تلاوت قرآن حکیم کرتے ہیں اور اس پر اجرت لیتے ہیں صرف اسی پر بس نہیں ہے بلکہ غیر قوموں کے مذہبی جلوس میں گاہ گاہ شرکت کرتے ہیں اور وہاں بھی کلام پاک کی تلاوت کرتے ہیں امام موصوف کی ان قبیح وناشائستہ حرکتوں سے تمام مصلی نالاں وبیزار ہیں اور مسجد کے نمازیوں میں کمی آتی جارہی ہے۔ عرض یہ ہے کہ ایسے امام کی اقتداء میں نماز صحیح ودرست ہوگی یا نہیں؟ یا اس امام کو برطرف کر دینا چاہیے۔ مقتدی اور منتظم مسجد کو اس سلسلہ میں کیا کرنا چاہیے۔
المستفتی: بندہ فاضل محمد عفی عنہ، حسن آباد لین کلکتہ
یکم جولائی ۸۰ء

۹۲/۸۶ ء

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ !

امام مذکور کے جو اوصاف وکردار بیان کئے گئے ہیں اس کے پیش نظر وہ فاسق معلن سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے قرآن حکیم نے جھوٹے پر لعنت فرمائی قال تعالیٰ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ. ''جھوٹے پر اللہ کی لعنت'' علاوہ ازیں مسجد کے کمرے میں بیٹھ کر ریڈیو بجانا، غیر مسلموں کے مذہبی جلوس میں شریک ہونا اور وہاں تلاوت قرآن حکیم کرنا، نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا. ''ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں۔'' ایسے فاسق وفاجر امام کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی۔ فان التقدیم الفاسق اثم والصلوٰۃ خلفہ مکروھۃ. ''فاسق کو امامت کے لئے آگے بڑھانے میں گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔'' امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہمارے ائمہ ثلثہ سے نقل کرتے ہیں: لاتجوز الصلوٰۃ خلف اھل الاھواء. ''ہوس پرستوں کے پیچھے نماز جائز نہیں۔'' غنیۃ شرح منیہ میں فرمایا: انھم لو قدموا فاسقایاثمون بناء علی ان الکراھۃ تحریمۃ لعدم اعتنائہ بامور دینہ وتساھلہ فی الاتیان بلوازمہ فلا یبعد منہ الاخلال ببعض شروط الصلوٰۃ وفعل بماینافیھا بل ھو الغالب بالنظر الی فسقہ ولذالم تجز الصلوٰۃ خلفہ اصلا عند مالک وھو روایۃ عن احمد۔ ''ترجمہ: اگر لوگوں نے فاسق کو مقدم کر دیا تو اس بناء پر گنہگار ہوں گے کہ اس کی تقدیم کی کراہت تحریمی ہے۔ کیونکہ امور دینیہ میں لاپرواہی برتتا ہے۔ اور امور دینیہ کے تقاضوں اور لوازمات کو پورا کرنے میں تساہل سے کام لیتا ہے، بعید نہیں کہ وہ نماز کے بعض شرائط کو خالی چھوڑنے کا

ارتکاب کرتا ہو اور نماز کے منافی بعض اعمال بجالاتا ہو۔ بلکہ اس کے فسق کے پیش نظر ایسا کرنا غالب گمان ہے۔ اس لئے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کے پیچھے نماز ہوتی ہی نہیں۔ امام احمد بن حنبل سے بھی ایک روایت یوں ہی ہے۔"

مراقی الفلاح میں ہے: **کرہ امامۃ الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعا فلا يعظم بتقديمه للامامة.** "فاسق عالم کی امامت دینی معاملات میں بے اعتنائی برتنے کی وجہ سے مکروہ ہے۔ شرعاً اس کی اہانت واجب ہے تو امامت کے لئے آگے بڑھا کر اس کی تعظیم نہیں کی جائے گی۔" تصریحات مذکورہ سے معلوم ہوا کہ فاسق کی امامت مکروہ ہے اسے امامت کے لئے آگے بڑھانا گناہ وہ اپنی بدکرداری و بداعمالی کی بنا پر لائق توہین ہے اور امامت میں اس کی تعظیم متصور ہے اس لئے وہ لائق امامت نہیں لہٰذا اس امام کی اقتداء میں ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھی جائے بلکہ اسے فوراً معزول کر کے دوسرا متشرع امام کو رکھا جائے اور جب تک وہ امام اعلانیہ توبہ نہ کرے اس سے قطع تعلق کیا جائے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۱ رمضان ۱۴۰۰ھ، ۸۰/۸/۴ء

استفتاء ۱۴۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

زید نے اپنی بیوی کو بوجہ یا بلا وجہ طلاق دے دیا۔ دین مہر دینے سے انکار کیا۔ کیا ایسی حالت میں یہ امامت کے فرائض کو انجام دے سکتے ہیں یا نہیں؟ فقط

المستفتی: باشندگان ساکن بارہ ڈیہہ سہسرام، رہتاس

۹۲/۸۶ء

الجواب ______ بعون الملک الوھاب ______!

بعد طلاق بیوی کا دین مہر زید کے ذمہ واجب الادا ہے اور عدم ادائیگی کی صورت میں زید شرعاً مجرم وخطا کار ہے۔ اگر کسی مجبوری کی بنا پر فی الحال ادا کرنے سے معذور ہے لیکن ادا کرنے کا ارادہ ہے، جب تو اس کی اقتدا صحیح ہوگی۔ اور اگر ادا کرنے سے بغیر کسی عذر و مجبوری کے انکار کرتا ہے اور آئندہ ادا کرنے کی نیت بھی نہیں ہے تو ایسا شخص فاسق ہے۔ اس کی اقتدا میں نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ وھو اعلم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۷/ ذی الحجہ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۱۴۴

مسئلہ: علمائے شرع متین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں:
ایک حافظ قرآن اور ساتھ ہی تجوید بھی جانتے ہیں اور نماز کے تمام فرائض وواجبات سنن ومستحبات ومکروہات ومفسدات سے بخوبی واقف ہیں۔
دوسرے شخص پرائمری اسکول کے ٹیچر ہیں اور بچوں کو اردو قرآن پڑھادیا کرتے ہیں اور داڑھی بھی رکھتے ہیں۔ بچوں کو اردو قرآن پڑھادینے اور داڑھی رکھ لینے کی وجہ سے لوگ مولوی کے خطاب سے نوازتے ہیں۔ فقہی مسائل میں اور علمی صلاحیت میں بہ نسبت حافظ صاحب کے کم ہیں اب ان دو شخصوں میں کون مستحق امامت ہے۔

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ بتوفیق الملک الوهاب ــــــــــ!

امامت کے متعلق فقہائے کرام وائمہ عظام کی تصریحات کے پیش نظر امام کو عالم بالسنہ ہونا ضروری ہے۔ جو جس قدر زیادہ کتاب وسنت اور فقہی و دینی مسائل کا جاننے والا ہوگا وہی مستحق امامت ہوگا، صورت مذکورہ میں وہ حافظ قرآن جو نماز سے متعلق جملہ فرائض وواجبات سنن ومستحبات اور مکروہات ومفسدات کے مسائل جانتے ہیں اور انہیں تجوید کا علم بھی ہے استحقاق امامت انہیں کو حاصل ہے ان کی موجودگی میں دوسرا کوئی بھی شخص جو مسائل دینیہ سے واقف نہیں ہے وہ لائق امامت نہیں اگرچہ وہ بظاہر پابند شریعت ومتشرع ہو۔ درمختار میں: **الاحق بالامامة تقديماً بل نصبا الاعلم باحكام الصلوٰة ثم الاحسن تلاوةً تجويداً للقرآن** ۔ ''امامت کا سب سے زیادہ حقدار بلکہ مقرر کئے جانے کا وہ ہے جو احکام صلوٰۃ کا زیادہ جانکار ہے پھر جس کی قرأت اچھی ہو۔'' تنویر میں ہے: **الاحق بالامامة الاعلم باحكام الصلوٰة** ۔ ''امامت کا سب سے زیادہ حقدار وہ ہے جو احکام صلوٰۃ کا زیادہ جانکار ہے۔'' مذکورہ عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ حافظ مذکور کی موجودگی میں اسکول کے ٹیچر کی امامت ترجیح بلا مرجح ہے ایسا کرنے کی وجہ سے اسکول کے ماسٹر اور ان کی ہمنوائی کرنے والے اور انہیں امام بنانے والے سب کے سب مجرم وخطاوار قرار دیئے جائیں گے حافظ صاحب میں اگر کوئی شرعی نقص نہیں تو امامت کا استحقاق انہیں کو حاصل ہے۔ **وهو تعالیٰ اعلم!**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی خادم دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۲۱ر محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

الجواب صحیح
محمد اشرف رضا قادری خادم دارالافتاء
۲۱ر محرم الحرام ۱۴۰۵ھ

استفتاء [۱۴۵]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید بہت ہی معمولی پڑھا لکھا آدمی ہے۔ قرآن شریف صحیح صحیح دیکھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا ہے۔ پیشہ در حجام ہے۔ یعنی وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی حجامت بناتا ہے، داڑھی مونڈتا ہے۔ ہندوؤں کے یہاں جو شادی بیاہ کی رسمیں ہوتی ہیں، جیسے نروا سجانا وغیرہ، ان کے بچہ کی پیدائش کے موقع پر اس کا مونڈن وغیرہ کرنا، مرنے پر مونڈن وغیرہ کا کام کرنا، غرض ایک ہندو نائی جس کام کو انجام دیتا ہے، یہ بھی کرتا ہے اور بہرا بھی ہے۔ خوب بلند آواز سے بولنے پر کچھ سنتا ہے۔ ایسے شخص کو امام مقرر کرنا کیسا ہے؟ اس کے پیچھے نماز پڑھنے والوں کی نماز کیسی ہوگی؟ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ بستی کے لوگ کسی اچھے آدمی کو امامت کے لئے بحال کر سکتے ہیں۔ براہ کرم واضح ومدلل جواب سے نوازیں۔ بینوا توجروا!

المستفتی: فقیر احمد، جھریا
۳۰-۷-۷۶ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!

صورت مذکورہ میں زید قابل امامت نہیں۔ امام کے لئے شریعت مطہرہ میں جو شرائط ہیں ان میں سب سے پہلی شرط امام کا عالم بالسنۃ ہونا ضروری ہے۔ یعنی احکام ومسائل شرعیہ کا جاننے والا ہو اور قرآن حکیم کی قرات صحیح طرز سے کر سکتا ہو۔ پھر امام کا پابند شرع، متقی وپرہیزگار اور وجیہہ ہونا ہے۔ زید میں چونکہ مذکورہ صفتیں معدوم ومفقود ہیں، علاوہ ازیں جو اعمال وافعال زید کے سوال میں مذکور ہیں ان میں اکثر اعمال خلاف شرع ہیں۔ لہٰذا ایسی صورت میں زید ہرگز امامت کے لائق نہیں۔ زید بعض کام ایسا بھی کرتے ہیں جو اس کے فسق پر دلالت کرتا ہے۔ اس سلسلہ میں فقہ کی اکثر وبیشتر کتابوں میں اس کی صراحت موجود ہے کہ کرہ امامة الفاسق ولو کان عالما. لہٰذا زید کی اقتدا میں نماز پڑھی جائے گی تو وہ مکروہ ہوگی۔ زید کی جگہ دوسرے شخص کو جو امامت کا اہل ہو اسے امام بنایا جائے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱-۸-۷۶ء

+++

استفتاء ۱۴۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
جمعہ کو خطبہ دونوں پڑھنے کے بعد امام مصلے پر بیٹھ جاتے ہیں اور جب مکبر حی علی الفلاح پر پہونچتے ہیں تو امام اور مقتدی دونوں کھڑے ہوجاتے ہیں اور پنج وقتی نمازوں میں بھی حالت وہی ہے کہ جب تک مکبر حی علی الفلاح نہیں کہہ لے۔ اس وقت تک امام ومقتدی نہیں کھڑے ہوتے ہیں۔
اور اگر امام مقتدی کھڑے ہی ہوکر تکبیر سنیں تو کیا حرج ہوگا؟

المستفتی: عبدالجلیل، موضع حضرت جنداہا، ضلع: مظفر پور

الجواب ــــــــــ فتویٰ نمبر ۹۰۵

جمعہ کے خطبہ کے بعد حالت اقامت میں اس طرح بیٹھنے کا شرعاً ثبوت نہیں ہے۔ اس کو ترک کرنا چاہیے اور اگر اس کو ضروری سمجھ کر کیا جائے تو سخت گناہ کی بات ہوگی۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم!

محمد صدر عالم، ۷۰/۸/۹ء

مہر امارت شرعیہ بہار واڑیسہ، خانقاہ رحمانیہ مونگیر

مورخہ ۷۰/۸/۱۵ء

مذکورہ بالا جواب جو مونگیر سے آیا ہے، من وعن نقل کردیا ہے۔ آپ سے یہی گزارش ہے کہ ہم لوگوں کو کیا کرنا چاہیے۔ جواب مفصل ومدلل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرماکر مشکور فرمائیں:

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ **اللّٰھم ھدایة الحق و الصواب** ــــــــــ!

صورت مستفسرہ میں امام ومقتدی جس طرح حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوتے ہیں بالکل جائز ودرست ہے اور اس کے خلاف کرنے پر وہ گنہ گار ہوں گے۔ اس سلسلہ میں تمام فقہائے کرام وائمہ عظام کی تصریحات موجود ہیں۔ یہاں تک کہ اگر مکبر اقامت کہہ رہا ہو اور کوئی مسجد میں داخل ہو تو حکم ہے کہ بیٹھ جائے اور کھڑا نہ ہو جب مکبر حی علی الفلاح کہے تو امام ومقتدی کھڑے ہوں۔ شرح وقایہ ص ۱/۱۵۷ میں ہے کہ: ویقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوٰۃ ویشرع عند قدقامت الصلوٰۃ یعنی امام اور قوم حی علی الصلوۃ کہتے وقت کھڑے ہوں اور قدقامت الصلوٰۃ پر نماز شروع کردیں۔
عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایہ میں ہے: وفیہ اشارۃ الی انہ اذا دخل المسجد یکرہ لہ انتظار الصلاۃ قائما بل یجلس فی موضع ثم یقوم عند حی علی الفلاح و بہ صرح فی جامع المضمرات یعنی اس میں اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو نماز کا انتظار کھڑے ہوکر کرنا مکروہ ہے بلکہ ایک جگہ بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح کہتے وقت

کھڑا ہو۔ جامع مضمرات میں بھی اس کی تصریح کی گئی ہے۔ غایۃ الاوطار شرح درمختار میں ہے: دخل المسجد والمؤذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاہ ۔ یعنی کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا، اس حال میں کہ مؤذن اقامت کہہ رہا ہو تو امام کے اپنی جانماز پر کھڑے ہونے تک بیٹھ جائے۔ درمختار جلد اوّل: والقیام الامام ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح خلافا لزفر فعندہٗ عندحی علی الصلوٰۃ ان کان الامام بقرب المحراب والا فیقوم کل صف ینتھی علیہ الامام علی الاظھر یعنی درمختار میں ہے کہ امام اور قوم حی علی الفلاح کہتے وقت کھڑے ہوں۔ امام زفر کے نزدیک حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں۔ یہ اس وقت ہے جب کہ امام محراب مسجد میں موجود ہو۔ ورنہ پھر جس صف کے پاس امام پہونچے اس صف والے کھڑے ہوں۔ جس کو خدائے عزوجل نے عقل سلیم اور دین میں سمجھ بوجھ عطا کی ہے اس کے لئے یہ چند جملے کافی ہیں۔ ویسے تو کتب فقہ کے تمام حوالے سپرد قلم کئے جائیں تو اس کے لئے ایک دفتر کی ضرورت ہے۔ ناسمجھ، متعصب اور ہٹ دھرم کے لئے پورا قرآن مجید واحادیث نبویہ کا مضمون بھی ناکافی ہوگا۔

جن مفتی صاحب کا جواب استفتاء کے ساتھ لکھا ہوا ہے وہ شاید فقہائے کرام وائمہ عظام سے زیادہ شریعت کے جاننے والے ہیں یا ان کے نزدیک فقہ کی مستند ومعتبر کتابیں اس لائق ہیں کہ وہ گنگا وگنڈک کی طوفانی موجوں کی نذر کردی جائیں۔ امور شرعیہ میں صرف اپنی عقل سے کام نہیں لیا جاتا۔ کسی بات کو صرف جائز وناجائز کہہ دینا تو آسان ہے مگر ناجائز کی دلیل مشکل ہے۔ مفتی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ بغیر دلیل شرعی کے کسی کام کو ہم مکروہ بھی نہیں کہہ سکتے اور ناجائز کہہ دینا تو بڑی جسارت ہے۔ اگر اقامت کے وقت بیٹھنا ناجائز ہے تو مفتی صاحب کوئی دلیل پیش کرتے، اپنے دعوے کو ثابت کرتے، خدائے عزوجل عقل سلیم عطا فرمائے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۸/۸/۷۰ء

استفتاء ۱۴۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں:

(۱) مؤذن نے آذان دی اگر کسی دوسرے مصلی نے امام کے پیچھے تکبیر کہی اور یہ مکبر امام کے داہنی جانب دو آدمی کے بعد کھڑا تھا۔ کیا یہ صحیح ودرست ہے۔

(۲) جتنے بھی مصلی نماز جماعت سے پہلے حاضر تھے یا بیٹھے ہوئے جماعت کے منتظر تھے۔ جب مکبر تکبیر کہنے کو کھڑا ہوا تو ان میں سے کچھ کھڑے ہوگئے اور کچھ حی علی الفلاح پر کھڑے ہوئے۔ اس پر

آقائے نامدار، سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا فرمان ہے؟

(۳) نماز جمعہ کے وقت آذان دی جاتی ہے تو اس اذان کے بعد، دعا مانگنا، جس طرح کہ عام وقت کی آذان کے بعد، دعا مانگتے ہیں جائز ہے یا نہیں؟

(۴) نفل نماز تو کثرت سے پڑھنی چاہیے لیکن اگر مغرب کی نفل نماز چھوڑ دی یا بیٹھ کر پڑھا یا عشاء کے وقت آخری دو رکعت نفل بیٹھ کر پڑھا، تو ان تینوں حالتوں کو حدیث سے بیان فرمائیں کہ صحیح کیا ہے؟

المستفتی: خادم الخدام و مطیع غلام مصطفےٰ قطب الدین قادری رضوی
گدے دے، پوسٹ گدی اے بازار، ڈاک خانہ گلی والے، ہزاری باغ

۸۶/۹۲ے

الجواب ـــــــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ـــــــــــ !

(۱) اقامت کہنا مؤذن کا حق ہے۔ بغیر اس کی اجازت ورضا کے دوسروں کو تکبیر کہنا مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: من اذن فهو يقيم ۔ درمختار میں ہے: اقام غير من اذن بغيبته لايكره مطلقا وان بحضوره كره ان لحقه وحشة ۔ مؤذن کی عدم موجودگی میں اگر دوسرے آدمی نے تکبیر کہی تو مکروہ نہیں اور مؤذن کی موجودگی میں، اگر اس کو پریشانی اور بُرا معلوم ہو تو دوسرے کا اقامت کہنا مکروہ ہے۔ بکر کو امام کے پیچھے اقامت کہنی چاہیے۔ اگر دوآدمی کے بعد، داہنی طرف کھڑے ہو کر اقامت کہی جب بھی جائز اور درست ہے لفضل اليمين۔

(۲) بوقت اقامت، امام ومقتدی سبھوں کو بیٹھے رہنا چاہیے اور جب مکبر حی علی الصلوٰة کہے تو کھڑے ہونا چاہیے۔ فقہائے کرام وائمہ عظام نے اقامت کے وقت کھڑے رہنے کو مکروہ لکھا ہے۔ مسلم شریف کی حدیث جو حضرت ابی سلمہ اورعبداللہ بن ابی قتادہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اقيمت الصلوٰة فلا تقوموا حتى تروني ۔ اس میں سرور کائنات نے فرمایا کہ جب تکبیر کہی جائے تو جب تک مجھے نہ دیکھ لو مت کھڑے ہو۔ تصریحات علامہ نووی میں ہے: واعلم ان بلالا كان يراقب خروج النبي صلى الله عليه وسلم من حيث لايراه غيره او الا القليل فعند اول خروجه يقيم ولايقوم الناس حتى يروه یعنی حضرت بلال رضی اللہ عنہ، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حجرۂ مبارکہ سے نکلنے کو اس طرح اہتمام سے دیکھتے تھے کہ دوسرے صحابی کم دیکھتے تھے تو جیسے ہی حضور باہر نکلتے حضرت بلال اقامت کہنا شروع کر دیتے اور صحابہ بیٹھے رہتے جب تک حضور کو نہ دیکھ لیتے کھڑے نہ ہوتے ۔ واختلف العلماء من السلف عمن بعد هم متى يقوم الناس للصلوٰة ومتى يكبر الامام فمذهب الشافعية وطائفة يستحب ان لايقوم احد حتى يفرغ المؤذن من الاقامة وقال ابو حنيفة رحمهُ الله تعالىٰ والكوفيون يقومون في الصف اذا قال حي على الصلاة فاذا قال قد قامت الصلاة كبر الامام.

عن جابر بن سمرة قال كان بلال يؤذن ثم يمهل فاذارای النبی صلی الله علیه وسلم قد خرج اقام الصلوة لايقيم حتى يرى النبی صلی الله علیه وسلم فاذاراه اقام حين يراه (رواه مسلم والبيهقى) قال محمداخبرنا ابوحنيفة قال حدثناطلحة بن مطرف عن ابراهيم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ينبغي للقوم ان يقوموا فيصفوا لی ان قال محمد وبه ناخذ وهوقول ابی حنيفة (كتاب الآثار امام محمد) وابويوسف احتج بحديث عمر رضی الله عنه فانه بعد فراغ المؤذن من الاقامة كان يقوم المحراب۔

''ترجمہ: متاخرین علمائے سلف کا اس میں اختلاف ہے کہ لوگ نماز کے لئے کب کھڑے ہوں اور امام کب تکبیر کہے تو اس میں مذہب شافعی اور اس کے ایک گروہ کا موقف یہ ہے کہ جب تک موذن اقامت سے فارغ نہ ہو جائے کوئی کھڑا نہ ہو اور یہ مستحب ہے۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور علماء کوفیین کا قول ہے کہ لوگ صف بندی کے لئے اس وقت کھڑے ہوں جب مکبر حی علی الصلوۃ کہے اور جب مکبر قد قامت الصلوۃ کہے تو امام نیت باندھ لے (تکبیر تحریمہ کہے) حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں حضرت بلال رضی اللہ عنہ آذان کے بعد اس وقت تک ٹھہرے رہتے جب تک نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو (اپنے حجرہ سے) نماز کیلئے خروج کرتے نہیں دیکھ لیتے یعنی جب دیکھ لیتے کہ حضور نماز کے لئے تشریف لا رہے ہیں تو اقامت کہتے۔ (اس حدیث کو امام مسلم اور بیہقی دونوں نے روایت کیا ہے) امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم کو خبر دیا امام اعظم نے وہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سے حدیث بیان کی طلحہ بن مطرف نے وہ حضرت ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ جب مکبر حی الفلاح کہے تو قوم کو کھڑا ہو کر صف بندی کرنا چاہیے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم اسی قول کو لیتے ہیں اور یہی امام اعظم کا بھی قول ہے۔ (کتاب الآثار للامام محمد) اور امام ابو یوسف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو حجت بناتے ہیں۔ کیونکہ وہ مکبر کی اقامت سے فراغت کے بعد محراب پر کھڑے ہوتے تھے۔''

مذکورہ بالا آثار و روایات کے تحت ائمہ کرام و فقہائے عظام کا مسلک و عمل اظہر من الشمس ہو گیا کہ یقوم الامام والقوم اذاقال الموذن حی علی الفلاح عند علمائنا الثلاثة یعنی ہمارے امام ابوحنیفہ و امام محمد و امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ نے بھی اسی پر اتفاق کیا کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے تو امام اور سب لوگ کھڑے ہو جائیں علاوہ ازیں فقہ کی معتبر و مستند کتابیں جیسے درمختار، ردالمحتار، تنویر الابصار، بدائع، کنز، نور الایضاح، الاصلاح، ظهيريه، ذخیره طحطاوی علی مراقی الفلاح، مضمرات، ملتقى الابحر شرح مجمع الانهر، محيط، هنديه، عالمگیری، فتاوی بزازیه، بحرالرائق، عوان المذهب، وقايه، جامع الرموز و غیرہا میں اس مسئلہ کی توضیح و تشریح کی تفصیل موجود۔

(۳) خطبہ کی آذان کے بعد، بلا حرکت زبان، دل میں دعا کرنا درست ہے۔ زبان سے دعا نہ مانگنا چاہیے۔ اجابة الاذان مکروهة (نہر الفائق) درمختار میں ہے: ينبغي ان لا يجيب بلسانه اتفاقا فی الاذان بين يدى الخطيب یعنی اس پر سب کا اتفاق ہے کہ خطیب کے سامنے جو آذان ہوتی ہے اس میں زبان سے آذان کا جواب دینا یا دعا مانگنا اچھا

نہیں ہے اور دونوں خطبوں کے درمیان بھی دعا مانگنا غیر مشروع ہے۔ جامع الخطیب میں دونوں خطبوں کے درمیان ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو ناجائز لکھا ہے۔ طحاوی نے کہا کہ دونوں خطبوں کے درمیان دعا مانگنا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ یہاں بھی بلا حرکت زبان، دل میں دُعا مانگنے میں مضائقہ نہیں، جیسا کہ بحر الرائق اور فتح الباری سے واضح ہوتا ہے اور عمارہ بن رویبہ رضی اللہ عنہما نے جب بشر بن مروان کو خطبہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے دیکھا تو بد عادی اور یہ بدعت خلفائے مروانیہ کی ایجاد کردہ ہے۔

(۴) نفل نماز پڑھنے سے ثواب اور نہ پڑھنے پر زجر و توبیخ یا گناہ نہیں۔ بیٹھ کر پڑھے یا کھڑے ہو کر، ہاں کھڑے ہو کر پڑھنے میں دوگنا ثواب ملے گا۔ عشاء کی آخری دو رکعت نفل میں اختلاف ہے مگر یہ بھی کھڑے ہو کر پڑھنا افضل ہے اس لئے کہ ایک صحابی نے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو وتر کے بعد نفل بیٹھ کر پڑھتے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ! حضور نے تو کھڑے ہو کر پڑھنے میں زیادہ ثواب ارشاد فرمایا ہے اور خود حضور بیٹھ کر پڑھ رہے ہیں تو حضور نے ارشاد فرمایا: لست کمثلکم، یعنی میں تمہاری طرح یا تمہارے جیسا نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں اور بہت ساری باتیں سرکار کی ذات اقدس کے ساتھ مخصوص تھیں وہاں یہ نفل بیٹھ کر پڑھنا بھی خصوصیات سے تھا۔ وھو اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۴ر نومبر، ماہ صیام ۷۰ء

استفتاء ۱۴۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

زید جامع مسجد کا امام ہے جو اہل سنت وجماعت کے عقیدے کا ہے اور بکر مسجد کا مؤذن ہے جو دیوبندی خیال کا ہے اور پانچوں وقت نماز میں آذان کہتا ہے اور تکبیر بھی، تو براہِ کرم فرمائیں کہ اس مؤذن کی آذان اہل سنت کے یہاں درست ہے یا نہیں؟ جو عقیدۂ اہل سنت ہو لکھیں۔ خدا اجر عظیم دے گا۔

المستفتی: سید بدر عالم نازاں رضوی، کلورام، موٹر پارٹس، جوگبنی، پورنیہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ !

اگر بکر کا عقیدہ وہی ہے جو عام وہابیوں، دیوبندیوں کا ہے، تو ایسے بدعقیدہ مؤذن کی آذان درست نہیں اس لئے کہ عقائد کے اعتبار سے وہ فاسق ہے اور فاسق کی آذان مکروہ، مؤذن کا پابند شرع ہونا ضروری ہے جو لوگوں میں باوقار ہو، دیندار و پرہیزگار ہو اور جو اقامت نماز کو اچھی طرح جانتا ہو۔ درمختار میں ہے: ویکرہ اذان فاسق ولو عالما۔ "فاسق کی آذان مکروہ ہے اگرچہ عالم ہو۔"

وھو تعالیٰ اعلم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۶
کتــبہ

۲۸/۲/۷۰ء

استفتاء ۱۴۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بیچ میں

(۱) زید خطبہ ثانی دے کر جمعہ کے دن مصلی پر بیٹھ جاتا ہے۔ جب مؤذن اشھد ان محمد رسول اللہ کہتا ہے تو زید کھڑا ہو جاتا ہے۔ زید کا کہنا ہے کہ محمد رسول اللہ کا احترام کر و سب کا احترام ہو جائے گا۔

(۲) خصی ایک سال کا ہو گیا ہے مگر دانتا نہیں۔ اس کی قربانی ہو سکتی ہے؟

(۳) خالد نے خاص دو بہن کو رکھا ہے۔ بڑی سے پہلے نکاح کر لیا اور چھوٹی کو ایسے رکھا۔ دونوں کے ساتھ زنا کرتا ہے۔ اس کے دوکان سے سودا خریدنا کیسا ہے؟

۹۲/۸۶ ح

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــــــ!

(۱) زید کا خطبہ کے بعد بیٹھنا شرعاً جائز و درست ہے لیکن اشھد ان محمد رسول اللہ کہنے پر کھڑا ہو جانا صحیح و درست نہیں۔ فقہ کی عامہ کتب میں یہ مسئلہ موجود ہے۔ **یقوم الامام والقوم عند حی علی الصلوۃ۔** یعنی جب مکبر حی علی الصلوٰۃ کہے تو امام اور تمام مقتدی کھڑے ہو جائیں۔ زید نے جو وجہ بیان کی ہے یہ اس کا اختراع ہے اور جمہور ائمہ کرام و فقہائے عظام کے قول کے خلاف ہے۔

(۲) جب مکمل ایک سال کا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔ دانتا ہونا کوئی شرط نہیں۔

(۳) خالد نے اپنی بیوی کی بہن سے نکاح نہیں کیا ہے تو وہ بیوی اس کے لئے جائز ہے۔ اگر بغیر نکاح اس کی بہن کو رکھ کر زنا کرتا ہے تو وہ زانی، فاسق، گنہگار، مستحق عذاب نار ہے۔ اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا جائز ہے۔ اگر توبہ کرے تو ٹھیک ہے اور وہ جب بیوی کی بہن سے شادی کرے گا تو دونوں حرام ہو جائیں گی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتــبہ

۱۲-۱-۷۵ء

استفتاء ۱۵۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
جمعہ کی آذان ثانی مسجد کے اندر ہونی چاہئے یا باہر؟ یہاں پہلے اندر آذان ہوتی تھی۔ اب ہم نے باہر آذان دلوایا ہے چونکہ شرعی کوئی عذر نہیں اور تمام لوگ ایک ہی مسلک کے ہیں۔ ایک شخص نے ہنگامہ مچا رکھا ہے۔ لہٰذا از روئے شرع مفصل جواب عنایت فرمائیں۔ کچھ لوگوں نے یہ کہا کہ کٹھ ملے لوگ اپنے گھر سے نیا نیا مسئلہ نکالتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اور ایک شخص نے داڑھی کا مذاق بنایا ہے۔ ایسوں کے حق میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد مجیب الرحمٰن، ہنگلی
۳-۱۱-۷۶ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــ

مسجد کے اندر آذان دینے کو فقہائے کرام نے مکروہ لکھا ہے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے: **ینبغی ان یوذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یوذن فی المسجد.** "آذان گاہ یا خارج مسجد آذان کہی جائے اندرون مسجد آذان کہنا جائز نہیں۔" فقہ کی مستند و معتبر کتابوں میں یہ مسئلہ بالتفصیل موجود ہے۔ جیسے فتاویٰ عالمگیریہ، فتاویٰ قاضیخان، بحر الرائق، فتاویٰ ہندیہ، طحطاوی علی المراقی الفلاح، فتاویٰ خلاصہ، فتح القدیر، شرح نقایہ برجندی وغیرہا اور سب سے بڑھ کر قابل عمل وہ حدیث ہے جو سنن ابی داؤد شریف میں بسند حسن حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علیٰ باب المسجد وابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما.** "جمعہ کے دن جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر شریف پر تشریف رکھتے تو آپ کے سامنے دروازے کے پاس آذان ثانی دی جاتی۔ اور حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دور میں بھی ایسا ہی ہوتا۔" لہٰذا خطبہ کی آذان مسجد سے باہر یا دروازہ مسجد پر ہونی چاہیے۔ مسجد کے اندر منبر کے قریب آذان دینا مکروہ ہے۔

اعتراض کرنے والے کہ کٹھ ملا نے اپنے گھر سے مسئلہ نکالا ہے وہ سخت جاہل نادان ہیں۔ انہیں توبہ کرنا چاہیے اگر داڑھی والے کا مذاق کیا تو صرف توبہ کرے اور اگر داڑھی کا مذاق اڑایا اور برا کہا تو توبہ کے ساتھ تجدید ایمان وتجدید نکاح بھی کرے۔ کیونکہ انبیاء ومرسلین کی سنت مستمرہ کو برا کہنا حرام وکفر ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

استفتاء ۱۵۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں
ہمارے یہاں مسجد میں امام مقرر ہیں اور قابل شخص ہیں لیکن برابر ایک نابالغ لڑکے سے آذان دلاتے ہیں۔ اہلسنت کے ایک امام نے ان سے کہا کہ نابالغ کی آذان درست نہیں ہوسکتی کیوں کہ آذان میں تیرہ جگہ کفر کے کلمات ہیں۔ مولانا عبدالعزیز قادری لکھنوی صاحب کی حدیث ہے بچے کا لفظ صحیح نہیں ہوسکتا ہے۔ بالغ کو آذان دینا درست ہے۔ لیکن وہ نہیں مانتے۔ بچہ کی عمر ۹-۱۰ سال کی ہے۔ مولانا عبدالعزیز صاحب کی حدیث مسائل ضروریہ میں دیکھی گئی۔ آذان میں کلمات کفر تیرہ ہیں، حدیث کا صفحہ ۶۱ ہے اور دوسری کتابوں میں بھی دیکھا گیا کہ عاقل و بالغ آذان دے سکتا ہے۔ برائے مہربانی حدیث و قرآن کا حوالہ دے کر جواب دیں۔

المستفتی: امجد علی بیگ کیراف سونے لال رائے
پان دوکان، مقام بانرہاٹ بازار، پوسٹ بانرہاٹ، ضلع جلپائی گوری

۹۲/۸۶ ے

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــ

صورت مسئولہ میں نابالغ کی آذان مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے: یوذن لکم خیارکم. (ابوداؤد وابن ماجہ)۔ "تم میں جو زیادہ بہتر ہیں وہی آذان کہیں۔" اگر کسی ناسمجھ لڑکے نے آذان دی جو اوقات نماز و آذان کو بخوبی نہیں جانتا تو دوبارہ آذان کہی جائے گی۔ اگر وہ لڑکا سمجھدار، صاحب عقل و تمیز ہے جس کی آواز پر لوگوں کو اعتماد ہو تو وہ آذان کہہ سکتا ہے۔ کرہ اذان المرأۃ والمجنون والسکران وکذا الصبی لا یعقل. (کذا فی البنایہ والبحر)۔ "عورت، مجنوں، نشہ سے مدہوش اور ناسمجھ بچہ کا آذان دینا مکروہ ہے۔" غرض مؤذن کو عاقل بالغ ہونا چاہیے جو الفاظ آذان کو صحیح طور پر ادا کرسکے اور لوگوں میں وجیہہ و باعظمت ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱-۲-۷۷ء

استفتاء ۱۵۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
ہمارے یہاں کے امام صاحب نے چند لوگوں کے مشورہ سے نماز باجماعت کا یہ طریقہ قائم کیا ہے کہ مکبر کے سوا امام ومقتدی صف میں بیٹھے رہتے ہیں جب مکبر حی علی الفلاح پر پہونچتا ہے۔ تو سب لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں اور جمعہ کی ثانی آذان بھی خارج مسجد یعنی آذان خانہ سے دلواتے ہیں۔ جس پر بستی کے چند لوگ اور گردونواح کے مسلمان معترض ہیں کہ دین میں یہ نیا طریقہ نکالا گیا ہے جو غلط ہے۔ لہٰذا قرآن پاک اور حدیث شریف کی روشنی میں جواب خلاصہ مع دلیل تحریر فرمایا جائے کہ یہ طریقہ شرعاً درست ہے یا نہیں؟ فقط والسلام مع الاکرام!

المستفتی: حبیب اللہ عفی عنہ، مقام وڈاک خانہ: موتی پور، وایہ روشرا، ضلع دربھنگہ
۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــ وهو الموفق للحق للصواب ـــــــ!

صورت مستفسرہ میں تکبیر کے وقت، امام ومقتدی کا بیٹھنا اور حی علی الفلاح پر اُٹھنا جائز و درست ہے۔ اس سلسلہ میں تمام فقہائے کرام وائمہ عظام کی تصریحات موجود ہیں، یہاں تک کہ اگر اقامت کے وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اسے بھی بیٹھ جانا چاہیے اور جب مکبر حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح کہے تو کھڑا ہونا چاہیے۔ شرح وقایہ میں ہے: ويقوم الامام والقوم عند حي على الصلوٰة ويشرع عند قد قامت الصلوٰة ۔ یعنی امام وقوم حی علی الصلوٰۃ کہتے وقت کھڑے ہوں اور قد قامت الصلوٰۃ پر نماز شروع کریں۔ عمدۃ الرعایۃ فی حل شرح الوقایہ میں ہے: وفيه اشارة الى انه اذا دخل المسجد يكره لهٗ انتظار الصلاة قائما بل يجلس في موضع ثم يقوم عند حي على الفلاح وبه صرح في جامع المضمرات ۔ یعنی اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہو تو کھڑے ہو کر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ وہ ایک جگہ بیٹھ جائے پھر حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہو۔ غایۃ الاوطار شرح درمختار میں ہے: دخل المسجد والمؤذن يقيم قعد الى قيام الامام في مصلاه یعنی اگر کوئی مسجد میں داخل ہوا اور مؤذن اقامت کہہ رہا ہو تو امام کے جائے نماز پر کھڑے ہونے تک بیٹھ جائے۔ درمختار جلد اول (میں ہے) والقيام لامام وموتم حين قيل حي على الفلاح خلافا لزفر رحمه الله فعندهٗ عند حي على الصلاة ان كان الامام بقرب المحراب والا فيقوم كل صف ينتهي عليه الامام على الاظهر۔

مسجد کے اندر آذان دینا ائمہ کرام وفقہائے عظام نے مکروہ فرمایا ہے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے: ينبغي ان يوذن على المئذنة او خارج المسجد ولا يؤذن في المسجد ۔ یعنی مسجد کے مینارے پر یا مسجد کے باہر آذان دینی چاہیے۔ مسجد میں آذان

نہ کہی جائے۔ فتح القدیر میں ہے: الاقامة فی المسجد لا بدوا ماالاذان فعلی المئذنة فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لایؤذن فی المسجد یعنی تکبیر تو مسجد میں ضرور ہوگی لیکن آذان تو وہ مینارے پر ہو اور مینارہ نہ ہو تو مسجد کے باہر، علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ مسجد میں آذان نہ ہو۔ آگے چل کر باب الجمعۃ میں فرمایا ہے: هو ذکر الله فی المسجد ای فی حدوده لکراهة الاذان فی داخله۔ وہ اللہ کا ذکر ہے مسجد میں یعنی حوالی مسجد کے اندر اس لئے کہ مسجد کے اندر آذان دینی مکروہ ہے۔ اسی طرح فقہ کی معتبر و مستند اکثر کتابوں میں ہے کہ مسجد کے اندر آذان نہ دی جائے۔ جیسے فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ عالمگیریہ، فتاویٰ قاضی خاں، بحر الرائق، فتاویٰ ہندیہ، طحطاوی علی المراقی الفلاح۔ سب سے بڑھ کر لائق عمل وہ حدیث ہے جو سنن ابی داؤد شریف میں، بہ سند حسن مروی ہے: عن السائب بن یزید رضی الله تعالیٰ عنه قال کان یؤذن بین یدی رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکر وعمر ۔ یعنی جمعہ کے دن، جب سرور کائنات ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے روبرو مسجد کے دروازے پر آذان دی جاتی اور اسی طرح ابی بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں۔ اس حدیث شریف سے "بین یدی" کا مفہوم واضح ہو گیا۔ لوگوں نے جو "بین یدی" کا مطلب سمجھ لیا ہے کہ مسجد کے اندر امام و منبر کے نزدیک ہی آذان کہی جائے یہ غلط ہے۔ "بین یدی" کا مطلب سامنے اور روبرو کے ہیں۔ لہٰذا جو آذان مسجد کے دروازے پر ہو یا فنائے مسجد میں جہاں کوئی چیز حائل نہ ہو، محاذات امام میں داخل اور بین یدی کا اطلاق اس پر صادق آئے گا۔ وهو اعلم بالصواب وعنده ام الکتاب والیه المرجع والمآب۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۰/۹/۷۰ء

استفتاء ۱۵۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) ہمارے یہاں زمانۂ قدیم سے آذان ثانی بروز جمعہ بوقت خطبہ، اندرون مسجد بہ نزد خطیب ہوتی چلی آرہی تھی مگر کچھ دنوں سے محاذی امام، بیرون مسجد یعنی بہ صحن مسجد بہ متصل باب مسجد ہو رہی ہے۔ اب اس پر بعض لوگ معترض ہیں اور پھر اندرون مسجد کرنا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صحیح ثبوت احادیث شریفہ اور کتب معتبرہ فقہ وغیرہ سے نہ ملنے تک ہم لوگ نہیں مانیں گے۔ لہٰذا مفصل و مدلل و مکمل بحوالۂ کتب معتبرہ جواب سے نوازیں۔ عین کرم ہوگا۔

نوٹ: یہ بھی واضح کر دیں کہ آذان بہتر بیرونِ مسجد ہے یا اندرون مسجد یہاں ایک مولانا فاضل دیوبند ہیں وہ کہتے ہیں کہ "آذان ثانی، چاہے اندر دو یا باہر دو، یہاں دو یا یا وہاں دو، سب جائز ہے۔" کیا ان کا

کہنا صحیح ہے؟ کیا اس میں چشم پوشی بھی ہے؟ جو شخص شریعت مطہرہ یا حدیث مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھپائے اس کے بارے میں شریعت مطہرہ کا فتویٰ کیا ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ "اندرون مسجد آذان ہونے پر اجماع امت ہے، لہٰذا "اجماع امت" کی تعریف بھی واضح کردیں۔

(۲) مختلف مقامات سے ریڈیو سے رویت ہلال کی خبر آجائے تو کیا اُس خبر پر عید کی نماز پڑھ لیں گے؟ زید کہتا ہے کہ مختلف جگہوں سے ریڈیو سے خبریں آجائیں تو یہ خبر، تواتر سے مانی جائے گی۔ میں یہ بات بہ حیثیت عالم کے کہہ رہا ہوں۔" کیا زید کا کہنا صحیح ہے۔؟ "تواتر" کی تعریف بھی کردیں۔ بینوا و توجروا عنداللہ، فقط والسلام

المستفتی: محمد شاکر رضوی، مقام مجھی چکیا، پوسٹ: باراچکیا، ضلع چمپارن
۱۹ر ذی قعدہ ۹۱ھ

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــــ !

(۱) صورت مسئولہ میں اندرونِ مسجد آذان دینے کو فقہائے کرام وائمہ عظام نے مکروہ لکھا ہے، فتاویٰ خانیہ میں ہے: ینبغی ان یوذن علی المئذنة اوخارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد۔ یعنی آذان مینارے پر یا مسجد کے باہر دینی چاہیے، مسجد کے اندر نہیں، فتاویٰ خلاصہ وفتاویٰ عالمگیریہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ فتح القدیر میں ہے: الاقامة فی المسجد لابد وامـا الاذان فعلی المئذنة فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لایؤذن فی المسجد یعنی تکبیر تو مسجد میں ضروری ہوگی لیکن آذان یا تو مینارے پر ہو اور اگر مینارہ نہ ہو تو مسجد سے باہر اور مسجد میں آذان نہ کہی جائے۔ علاوہ ازیں فقہ کی اکثر مستند ومعتبر کتابوں میں ہے کہ اندرون مسجد آذان نہ دی جائے جیسے "فتاوی ہندیہ" طحطاوی علی المراقی الفلاح، "فتاویٰ خلاصہ" وفتاویٰ عالمگیریہ، فتاویٰ قاضی خان وبحر الرائق وغیرہا، سب سے زیادہ قابل عمل وہ حدیث ہے جو سنن ابی داؤد شریف میں بہ سند حسن حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذاجلس علی المنبر، یوم الجمعة علی باب المسجدوابی بکروعمر رضی اللہ عنہما یعنی جمعہ کے دن جب جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر جلوہ فرما ہوتے تو حضور کے رُوبرو مسجد کے دروازے پر آذان دی جاتی اور یہ طریقہ حضرات ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہما کے وقت تک رائج رہا۔ اس حدیث شریف سے "بین یدی الامام" یا "بین یدی المنبر" کا مفہوم اظہر من الشمس ہوگیا اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ جو لوگ "بین یدی" کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ امام ومنبر کے قریب، ایک ہاتھ کے فاصلے پر ہو یہ غلط ہے بلکہ "بین یدی" کا مفہوم سامنے اور رُو برو کے ہیں۔ لہٰذا جو آذان مسجد کے دروازے یا مینارے پر امام کے سامنے جہاں کوئی چیز حائل نہ ہو، محاذات ومواجہہ امام میں داخل، اور "بین یدی" کا اطلاق اس پر صادق آئے گا۔ امام ابن الحاج مکی مالکی مدخل میں فرماتے ہیں: ان السنة فی اذان الجمعة اذا صعد الامام علی المنبر ان

یکون المؤذن علی المنار کذالک کان علی عهدالنبی صلی الله علیه وسلم وابی بکروعمروصدرامن خلافة عثمان رضی الله عنهم ثم زادعثمان رضی الله عنه اذا تأخر بالزوراء موضع بالسوق و بقی الاذان الذی کان علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم علی المنار والخطیب علی المنبراذ ذالک ثم لما تولی هشام نقل اذان الذی کان علی المنار حین صعودالمنبر بین یدی۔ آگے فرمایا ہے کہ فقد بان ان فعل ذالک فی المسجدبین یدی الخطیب بدعة تمسک بعض الناس بها ثم صار کانه سنة معمول بهاولیس له اصل فی الشرع ''یعنی جمعہ کی آذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب امام منبر پر چڑھے تو مؤذن مینارہ پر ہو سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور حضرت صدیق وعمر رضی اللہ عنہما کے دورخلافت میں اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کی ابتداء میں یہی طریقہ تھا۔اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مقام زوراء پر دوسری آذان کا اضافہ کیا۔زوراء، بازار میں ایک جگہ تھی اور پہلی آذان حسب زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم باقی رہی یعنی خطیب کے منبر پر بیٹھنے پر مینارہ پر ہوتی رہی۔خلفائے راشدین نے خطبہ کی آذان میں کوئی ردوبدل نہیں کیا۔یہاں تک کہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسی سال بعد) خلیفہ ہشام بن عبدالملک مروانی کا دور آیا تو اس نے تغیر کردیا اور آذان اول کو خطیب کے ممبر پر بیٹھنے کے وقت کردیا۔اس سے یہ ظاہر ہوا کہ مسجد میں خطیب کے سامنے آذان دینا بدعت ہے۔خیر القرون میں ایسا نہ تھا اور اب لوگوں نے اس کو مسنون طریقہ سمجھ لیا حالانکہ شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔'' لہٰذا آذان ثانی مسجد کے باہر دروازے پر محاذی امام میں ہونا چاہیے۔مسجد کے اندر آذان نہ دینا چاہیے۔فاضل دیوبند کی نظر شاید اس نکتہ پر نہ پہونچی یا اگر اُن کو مذکورہ بالا اقوال ودلائل معلوم ہوں تو انہوں نے عمداً حقیقت کو چھپایا۔حالانکہ ایسا نہ چاہیے کہ کیونکہ جان بوجھ کر احکام شرعیہ کو چھپانا سخت مذموم وقابل ملامت ہے۔

(۲) تمام فقہائے کرام وائمہ عظام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ رمضان شریف کے روزے یا عیدین کی نمازیں یا اور کوئی فرائض وواجبات کا انحصار رویت ہلال پر ہے یا شرعی شہادتوں پر۔رویت ہلال کے سلسلہ میں ظن ''تخمین'' وہم وگمان اور اندازہ کا کوئی اعتبار نہیں۔حدیث شریف میں ہے: لاتصوموا حتی ترواالهلال ولاتفطرواحتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا له. دوسری حدیث میں ہے: فان غم علیکم فاکملواالعدة، ثلثین تیسری حدیث میں حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔حضور نے ارشاد فرمایا: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم صوموا الرویته وافطروا الرویته فان غم علیکم فاکملوا اعدة شعبان ثلثین۔رویت ہلال کے ثبوت کے لئے احادیث مذکورہ میں کس قدر وضاحت سے فرمایا گیا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور افطار کرو اگر ابر وباد یا کسی اور موانع کی وجہ سے، رویت ہلال کا ثبوت شرعی طور پر نہ ہو سکے تو مہینہ کے تیس دن، پورے کرو۔اس سلسلہ میں موجودہ دور جہالت میں جو افواہ پھیلی ہوئی ہے کہ ریڈیو، ٹیلی فون، ٹیلی گرام، جنتری، کلینڈر کے ذریعہ جو دیکھنے اور سننے میں آیا اس پر لوگوں نے یقین کرلیا۔ایسا کرنا گناہ اس لئے کہ رویت ہلال کے لئے شہادت شرط ہے نہ کہ خبر۔ان آلات سے دی ہوئی خبریں، خبریں ہی ہیں شہادت نہیں۔

نوٹ : اجماع کی چند قسمیں ہیں۔اجماع صحابہ،اجماع تابعین وتبع تابعین،اجماع سلف صالحین،اجماع علمائے متاخرین،اہل الرائے مجتہدین جواصول فقہ کی کامل بصیرت رکھتے ہوں کسی مسئلہ میں ان کے اتفاق کو''اجماع امت'' کہتے ہیں۔
''تواتر'' کا مطلب ہے:کسی روایت یا واقعات کو ایسے راویوں کی جماعت نے نقل کیا جن کا جھوٹ پر اتفاق کرنا عادتاً محال ہو، یعنی اوّل تا آخر اتنے لوگوں نے اس کو بیان کیا کہ ان پر جھوٹ کا اطلاق نہ کیا جاسکتا۔

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
۲۴/۱/۲/۷۲ء

استفتاء ۱۵۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ پنجوقتی نماز میں صلوٰۃ پکارنا کیسا ہے؟اوراس کا ثبوت کہاں سے ہے؟فقط

المستفتی:وصی احمد حامدی،مدرس مدرسہ اہلسنت جامع العلوم،مدنپور،بردوان
۹۲/۸۶ء

الجواب!

آذان کے بعد صلوٰۃ پکارنا جسے عربی میں تویب کہتے ہیں تویب کے معنی اعلان بعد اعلان کے ہیں۔بحر الرائق میں ہے:
قولہ ویثوب ای المؤذن والتثویب العود الی الاعلام بعد الاعلام و وقتہ بعد الاذان علی الصحیح کما ذکرہ قاضیخان وفسرہ وفی روایۃ الحسن بان یمکث بعدالاذان قدرعشرین آیۃ ثم یثوب ثم یمکث کذالک ثم یقیم۔ ''ترجمہ:اور مصنف کا قول''ویثوب''یعنی مؤذن تویب کہے اور تویب کے معنی اعلان بعد اعلان کے ہیں اوراس کا وقت قول صحیح پر آذان کے بعد ہے جیسا کہ اس کو ذکر کیا ہے قاضی خاں نے اوراس کی تفسیر کی ہے۔حضرت امام حسن کی روایت میں ہے کہ آذان کے بعد بیس آیت تلاوت کرنے کی مقدار ٹھہرے پھر تویب (صلوٰۃ کہے، پھراتنی ہی دیر ٹھہر کر تکبیر کہے۔''
یعنی آذان کے بعد تقریباً بیس آیات تلاوت کرنے کی مقدار ٹھہرلے پھر تویب (صلوۃ) کہے پھراتنی ہی دیر ٹھہر کر تکبیر کہے اس اعلان کی دو قسمیں ہیں۔ایک قدیم دوسری حادث جیسے **الصلوٰۃ خیر من النوم** ابتداء میں یہ جملہ آذان کے بعد کہا جاتا تھا بعد میں علماء کوفہ نے آذان کے ساتھ ملا دیا۔دوسرا طریقہ جو علمائے کوفہ نے رائج کیا ہے وہ یہ کہ آذان واقامت کے درمیان **حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح** دو-دوبار کہا جائے۔اس سے معلوم ہوا کہ تویب کے لئے خاص لفظ مقرر نہیں بلکہ جہاں کے باشندے جس لفظ سے متعارف ہیں انہیں الفاظ وکلمات سے اعلان کیا جائے۔جیسے صرف **الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا قامت قامت** وغیرہ یا **الصلوٰۃ یرحمک اللہ** تو اگرچہ یہ اعلان حادث ہے لیکن علمائے متاخرین نے موجودہ دور میں عوام کی غفلت اور نماز

سے سستی و بے پرواہی کو دیکھتے ہوئے سوائے مغرب کے ہر نماز کے لیے بہتر قرار دیا ہے اور یہ اس لئے کہ جماعت سے کچھ قبل صلوٰۃ پکارنے پر غافل وکاہل نمازی فوراً مسجد میں حاضر ہو جائیں اور جماعت سے نماز ادا کریں۔اب اکثر مسجدوں میں لوگ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ بلند آواز سے پکار کر لوگوں کو نماز کے لئے بلاتے ہیں۔اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں اور نہ اس کی ممانعت پر کوئی دلیل بلکہ بارگاہ رسالت میں سلام کا نذرانہ پیش کرنا باعث اجر عظیم اور اعلان کا مقصد بھی حاصل لہٰذا اس طرح تھویب پکارنا جائز و درست ہے۔وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۷/۸/۷۸

استفتاء ۱۵۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

(۱) جمعہ کے روز آذان ثانی ہوتی ہے وہ از روئے شرع کہاں دینی جائز ہے مدلل ثبوت کے ساتھ جواب ارسال فرمائیں تاکہ لوگ دین کی صحیح بات کو اپنی عملی زندگی میں لائیں اس لئے کہ یہاں پر کچھ روز سے آذان ثانی مسجد کے آنگن میں دی جاتی ہے۔

(۲) آذان ثانی پہلی آذان ہے یا دوسری یہاں کہ علماء کا کہنا ہے کہ آذان ثانی پہلی آذان ہے مدلل جواب ارسال فرمائیں۔

المستفتی: ظفر الحسن بوکارو، تھرل، گریڈیہہ

۹۲/۸۶

الجواب

(۱) جمعہ کے دن آذان ثانی مسجد کے باہر یا مینارے پر ہونی چاہیے۔فقہائے کرام نے مسجد کے اندر آذان کو مکروہ لکھا ہے، فتاویٰ خانیہ میں ہے: **ینبغی ان یوذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یوذن فی المسجد** یعنی آذان ثانی مینارے پر یا مسجد کے باہر دینی چاہیے۔مسجد میں نہ دینی چاہیے فتح القدیر میں ہے: **الاقامۃ فی المسجد لا بد واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لا یوذن فی المسجد**. یعنی تکبیر اقامت تو مسجد کے اندر ہی کہنی چاہیے لیکن آذان دینا مینارے پر ہو اگر مینارہ نہ ہو تو مسجد کے باہر ہو مسجد کے اندر نہ ہونی چاہیے۔ابوداؤد شریف کی حدیث میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر**۔یعنی جمعہ

کے دن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف لاتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر آذان دی جاتی تھی اور یہی طریقہ حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے دور خلافت میں رائج تھا جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو شروع میں آذان ویسے ہی ہوتی رہی بعد میں حضرت عثمان نے ایک آذان مقام زوراء پر دلوانا شروع کیا اور پہلی آذان جیسے ہوتی تھی یعنی خطبہ کے وقت وہ سابق دستور پر باقی رہی۔

(۲) آذان ثانی پہلی آذان ہے حضور ﷺ کے وقت ہوتی تھی اس وقت دو آذان نہیں تھی ایک ہی آذان خطبہ کے وقت ہوتی تھی اب موجودہ زمانہ میں جو آذان پہلے ہوتی ہے وہ دوسری آذان ہے جو حضرت عثمان کے وقت سے لوگوں کی سستی و غفلت کی بناپر شروع کی گئی علمائے کرام کا کہنا صحیح ہے۔وھو اعلم!

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۳/۹/۷۸ء

استفتاء ۱۵۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
عیدین یا جمعہ کی نماز میں اگر جماعت کثیرہ کی وجہ سے مکبرین کا بھی انتظام کیا جائے جو اپنے فرائض انجام دیتے رہیں اور اس کے ساتھ محض استماع قرات کی نیت سے لاؤڈ اسپیکر بھی استعمال کیا جائے تو یہ صورت درست ہوگی یا نہیں؟ اور اس صورت میں نماز درست ہوگی یا نہیں؟ اس سلسلہ میں زید (جو اپنے وقت کے جید سنی عالم ہیں) کا قول یہ ہے کہ عموم بلوئی کی وجہ سے اس صورت میں نماز درست ہوگی۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ اگر عموم بلوئی کی بنیاد پر بقول زید یہ صورت درست ہے اور اس میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے تو پھر رمضان وعیدین کے موقع پر رویت ہلال کا جو اعلان ریڈیو سے ہوتا ہے اسے بھی درست مانا جائے اس لئے کہ عموم بلوئی اس سے زیادہ ان حالات میں ہے کہ ہر کس وناکس ریڈیو کی تصدیق کے لئے بے چین ہو اٹھتا ہے۔ یہاں تک کہ بعض جگہ علمائے اہل سنت کے افراد بھی اس میں ملوث نظر آتے ہیں۔
اس لئے تفصیلی طور پر دلائل کے ساتھ جواب مرحمت فرمایا جائے کہ ہر دو صورت مذکورہ بالا کے لئے شرعی طور پر کیا حکم ہے اور کیوں؟ اور موخر الذکر مسئلہ میں محض عموم بلوئی کی بنیاد پر اول الذکر مسئلہ پر قیاس کر کے ریڈیو سے رویت ہلال کے اعلان پر عمل کر سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں جب کہ دونوں مسئلوں میں علت مشترک ہے؟ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: غلام حسنین رضوی، معرفت چاند ہوٹل، فیبر یکیشن روڈ، بوکارو اسٹیل سٹی-۱۱، ضلع دھنباد، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ

صورت مسئولہ میں شریعت مطہرہ نے نماز میں جماعت کثیرہ کی صورت میں مکبر کے انتظام کا حکم فرمایا ہے اور یہی سنت ہے اور قابل عمل بھی۔ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: **من احیٰ سنتی فقد احبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ.** "جس نے میری سنت کو زندہ کیا تو اس نے مجھ سے محبت کیا اور جس کو مجھ سے محبت ہوگی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔" دوسری جگہ فرمایا **من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مأۃ شہید.** "جو میری سنت پر فساد زمانہ کے وقت قائم رہے تو اس کے لئے سو شہیدوں کے برابر ثواب ہے" استماع قرات امام صحت نماز کے لئے ضروری نہیں کہ خواہ مخواہ سنت کے مقابلہ میں آلات جدیدہ کا استعمال کر کے نماز میں بدعت کا ارتکاب کیا جائے۔ پھر جب تکبیر تحریمہ وتکبیر انتقالات رکوع وسجود کے لئے مکبر کا انتظام کر دیا گیا تو لاؤڈ اسپیکر رکھنے کا کیا معنی؟ جب کہ امام کی قرات کا سننا مقتدیوں کے لئے واجب وضروری نہیں اور بغیر قرات کی آواز سنے

ہوئے بھی نماز میں کسی طرح کا خلل واقع نہیں ہوتا۔ ہاں اگر مکبر کی آواز پر تکبیر تحریمہ وانتقالات یعنی رکوع وسجود کیا جائے اور لاؤڈ اسپیکر کی صدا پر نہیں تو ایسی صورت میں صحت نماز کا فتویٰ دیا جاسکتا ہے اور اثنائے نماز میں ایک رکن بھی لاؤڈ اسپیکر کی صدا پر اگر ادا کیا جائے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ ردالمحتار شامی جلد اول صفحہ ۴۴۳ میں ہے: المبلغ اذا قصد التبليغ فقط خاليا عن قصد الاحرام فلا صلوة لهٗ ولا لمن يصلي بتبليغه في هذه الحالة لانه اقتدىٰ بمن لم يدخل في الصلوة فان قصد بتكبير الاحرام مع التبليغ للمصلين فذالك هو المقصود منه شرعاً كذافي فتاوىٰ الشيخ محمد بن محمدى الغرىٰ المقلب بشيخ الشيوخ و وجهه ان تكبيرة الافتتاح او ركن فلا بد في تحققها من قصد الاحرام اى الدخول في الصلاة و اما التسبيح من الامام والتحميد من المبلغ و تكبيرات الانتقال منها اذاقصد بماذكر من الاعلام فقط فلا فساد في الصلاة كذا في القول البليغ في حكم التبليغ السيد احمد الحموى واقره السيد ابو السعود في حواشي مسكين والفرق ان قصد الاعلام غير مفسد كما لوسبح ليعلم غيره انه في الصلوة ولما كان المطلوب وهو التكبير علىٰ قصد الذكر والاعلام علىٰ هذه المسئلة الخ. عبارت مذکورہ سے یہ معلوم ہوا کہ تکبیرات امام کا وہ مبلغ جو تکبیر افتتاح سے تحریمہ کی نیت نہ کرے بلکہ صرف امام کی آواز کی تبلیغ کی نیت کرے وہ لم يدخل في الصلوة ہے یعنی وہ مصلی نہیں اور غیر مصلی کی آواز پر نماز صحیح نہ ہوگی۔ آلہ مکبر الصوت نہ انسان ہے نہ نمازی نہ داخل فی الصلوۃ۔

مولانا کا قول اس معنی کر صحیح ہوگا کہ مقتدی صرف قرأت لاؤڈ اسپیکر پر سنیں اور تکبیرات انتقالات مکبر کی آواز پر یعنی رکوع وسجود صرف مکبر کی آواز پر کریں۔ مختصر یہ کہ نماز میں نہ لاؤڈ اسپیکر کا استعمال درست نہ رویت ہلال کے سلسلہ میں عموم کا لحاظ رکھتے ہوئے ریڈیو ٹیلی گرام وغیرہ آلات جدیدہ سے سنی ہوئی خبروں پر اعتبار جائز۔ تفصیل کے لئے دیکھئے القول الاظهر في عدم جواز الصلوة باقتداالاؤ ڈاسپیکر. وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۹-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۱۵۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس معاملہ میں کہ:

ادارۂ اہل سنت، بریلی شریف سے لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے کے متعلق معلومات کیا۔ حکم ملا کہ لاؤڈ اسپیکر پر نماز نہیں ہوگی۔ حکم مانا گیا، تعمیل کرنا اہلسنت کا فرض ہے۔ حضرت مفتی جہانگیر خان صاحب، بریلی شریف، حال مقام ''انجمن تعلیم الاسلام'' اودے پور نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا۔ وہ کہتے ہیں کہ

"لاؤڈ اسپیکر پر نماز جائز ودرست ہے۔علماء نے اس کو صحیح مانا ہے" ہم نے ان سے قرآن پاک وحدیث شریف سے حوالہ طلب کیا مگر وہ حوالہ نہ دے سکے صرف پرچہ "نوری کرن" و "اعلیٰ حضرت" کا حوالہ دیا۔ مفتی جہانگیر صاحب کا جواب صحیح ودرست نہیں ہے، کیا مفتی صاحب اس طرح شرع کے خلاف فتویٰ دینے کا حق رکھتے ہیں۔ کیا اُن کے فتویٰ پر عمل کرنا ہوگا۔ ہم تو عمل کرنا نہیں چاہتے کیوں کہ وہ شرع کے خلاف حکم دیتے ہیں۔ اُن مفتی صاحب کے لئے حکم فرمایا جائے کہ وہ اس طرح کیوں فتویٰ دیتے ہیں۔ ہم اَن پڑھ ہیں مگر پھر بھی ہم سب خدا اور رسول سے ڈرتے ہیں، عالم لوگ نہیں ڈرتے، جی چاہے بس حق ناحق فیصلہ دے دیتے ہیں۔ ناحق فیصلہ دینے والے مفتی کے لئے مناسب حکم فرمایا جائے۔ امید ہے جواب فوراً دے کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

المستفتی: منشی امیر محمد قادری، مقام گوگندہ، راجستھان

۱۳ر ربیع الاوّل ۹۲ھ

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــــ !

علمائے احناف نے لاؤڈ سپیکر سے نماز کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے اور یہی صحیح ودرست ہے۔ مولانا جہانگیر خاں صاحب صاحب علم اور مفتی ہیں تعجب ہے کہ مولانا موصوف نے کس طرح اور کہاں سے لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھنا جائز بتایا۔ ہوسکتا ہے یہ مولانا کی ذاتی تحقیقات ہو۔ ورنہ مولانا تو خود سُنّی صحیح العقیدہ مفتی وعالم ہیں۔ اُن سے ایسی غلطی تو نہیں ہونی چاہیے۔ بہر حال پھر اُن سے دوبارہ استفسار کیا جائے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ اس آلۂ مکبر الصوت سے نماز نہیں ہوتی، اس سے توجہ الی اللہ نہیں ہوتی۔ مانع خشوع وخضوع ہے۔ خود متکلم کی آواز نہیں ہوتی بلکہ وہ آلۂ مکبر الصوت سے آواز پھیلتی اور بلند ہوتی ہے اور اس کے خراب ہوجانے پر جو خلل ہوگا وہ ظاہر۔ علاوہ ازیں شریعت طاہرہ نے اس کے لئے مکبر کا حکم دیا ہے تو مشین کی کیا حاجت۔ بہر حال مولانا موصوف سے اس کے جواز پر دلیلیں طلب کی جائیں وہ جو کہیں اس پر غور کرنے کے بعد ہی ان پر تنقید وتبصرہ کریں۔

وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاءادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۵ر جمل ۹۲ھ ، ۷؍۷؍۷۲ء

استفتاء ۱۵۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

(۱) لاؤڈاسپیکر پر نماز پڑھنا پڑھانا جائز ہے یا ناجائز۔ اگر جائز ہے تو اس کی کیا دلیل اور اگر ناجائز ہے تو اس کی کیا دلیل ہے؟

(۲) آذان داخل مسجد جائز ہے یا ناجائز اور اس کے لئے کیا دلیل ہے؟

المستفتی: ممن میاں محلہ گزری بازار، چمنی مرچنٹ، پٹنہ سٹی

۲۵-۹-۷۵ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ

(۱) لاؤڈاسپیکر کی آواز کی تحقیق اور اس سلسلہ میں اب تک جو تجسس اور چھان بین ہوئی اس سے یہی ثابت ہوا کہ لاؤڈ اسپیکر سے جو آواز سنی جاتی ہے وہ صرف صدا ہے اور صدا کی تکبیروں پر تحریمہ وانتقالات کرنا صحیح ودرست نہیں اور نہ اس کی اتباع واقتدا جائز۔ اگر یہ کہا جائے کہ لاؤڈ اسپیکر مبلغ ومکبر ہے جو امام کی آواز کو دور تک پہنچاتا ہے تو اس قول کی بنا پر اس کی مسموع آواز پر تحریمہ وتکبیر انتقالات شرعاً جائز نہیں اس لئے کہ مبلغ ومکبر کا خود نماز میں داخل ہونا شرط ہے۔ یعنی امام کی اقتدا میں شریک جماعت ہونا ضروری۔ یہی وجہ ہے کہ غیر نمازی نمازی کو لقمہ نہیں دے سکتا۔ اگر مصلی اس کے قول پر عمل کرے گا، نماز باطل ہو جائے گی۔ علی ہذا القیاس اگر مقتدی نے امام کی آواز پر تحریمہ باندھ لیا اور پھر لاؤڈ اسپیکر کی صدا پر رکوع وسجود کئے تو اسی وقت نماز فاسد ہو گئی۔ اس لئے کہ وہ مکبر لم یدخل فی الصلوۃ ہے۔ ہاں جو مقتدی امام کے قریب صرف امام کی آواز پر نماز پوری کرے گا اس کی نماز بلاشبہ جائز ودرست ہوگی۔ ردالمحتار شامی جلد اول مصری ص ۴۴۳ کی اس عبارت کو بغور پڑھئے المبلغ اذا قصد التبليغ فقط خالياً عن قصد الاحرام فلا صلوة له ولا لمن يصلى بتبليغه فى هذه الحالة لانه اقتدىٰ بمن لم يدخل فى الصلوة فان قصد بتكبير الاحرام مع التبليغ للمصلين. فذالك هو المقصود منه شرعاً كذا فى فتاوىٰ الشيخ محمد بن محمد الغزى الملقب بشيخ الشيوخ ووجهه ان تكبيرة الافتتاح اور كنا فلا بدله اى تحققها من قصد الاحرام اى الدخول فى الصلوة واما التسميع من الامام والتحميد من المبلغ و تكبيرات الانتقال منهما اذا قصد بما ذكر من الاعلام فقط فلا فساد فى الصلوة كذا فى القول البليغ فى حكم التبليغ لسيد احمد الحموى واقره السيد ابو السعود فى حواشى مسكين والفرق ان قصد الاعلام غير مفسد كما لو سبح ليعلم غيره انه فى الصلوة ولما كان المطلوب هو التكبير علىٰ قصد الذكر الاعلام علىٰ هذه المسئلة الخ. شامی کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوا کہ امام کی تکبیرات کا وہ مبلغ ومکبر جو تکبیر افتتاح سے تحریمہ کی نیت نہ کرے بلکہ صرف امام کی آواز کی تبلیغ کی نیت کرے وہ

لم یدخل فی الصلوۃ یعنی وہ مصلی نہیں غیر مصلی ہے اور غیر مصلی کی آواز پر جو نماز پڑھی جائے گی باطل ہوگی۔ اگر اس آواز پر نماز کی بنا کی تو سرے سے باطل، اس نے نماز شروع ہی نہ کی۔ غرضیکہ یہ بات ظاہر ہوگئی کہ جب غیر مصلی آدمی کی آواز کی اقتدا مفسد صلوۃ ہے تو آلہ مکبر الصوت تو نہ انسان ہے نہ نمازی بلکہ وہ تو نماز میں داخل ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا، پھر اس کی صدا پر نماز کے جواز کا حکم کیونکر دیا جاسکتا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰۤا اُولِی الْاَلْبَابِ.

اب اس کے عدم جواز کی دوسری دلیل بھی ملاحظہ کیجئے۔ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے من احیٰ سنتی فقداحبنی ومن احبنی کان معی فی الجنۃ. یعنی جس نے میری سنت کو زندہ رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: من احی بسنتی عندفسادامتی فلہٗ اجرماۃ شہید. یعنی میری امت میں بگاڑ پیدا ہوتے وقت جس نے میری سنت کو زندہ کیا اسے سو شہیدوں کا ثواب ہے۔ حدیث پاک کو ذہن میں رکھئے اور پھر دیکھئے کہ حامیان لاؤڈ اسپیکر مکبر قائم کرنے کی سنت پر عمل کرتے ہیں یا مکبر کی سنت کے خلاف بدعت سیئہ کو تقویت دیتے ہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ سنت کو مٹا کر بدعت وضلالت کو جاری کرنے کی جسارت نہ کریں۔

تیسری قباحت تو ظاہر وباہر ہے کہ آلہ مکبر الصوت کے استعمال سے نماز کی روح و جان خشوع وخضوع ختم ہو جاتا یقینی ہے۔ حالانکہ قرآن حکیم کا ارشاد: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِیْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ. ”ترجمہ: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے، جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے۔“ اس سے عدم خشوع بھی پایا گیا اور لغو سے اعراض بھی نہیں پایا جاتا بلکہ سنت کی جگہ لغو وضلالت کا استعمال پایا گیا۔ مزید برآں بجلی کی کارگزاری معلوم اکثر وبیشتر درمیان میں ہی مسٹر لاؤڈ اسپیکر چپ سادھ دیتے ہیں اور ایسی بولتی ماری جاتی ہے کہ پوری تقریب ونماز ختم ہو جانے پر بھی اس خودساختہ مکبر کی نیند نہیں ٹوٹتی جس کا نتیجہ ظاہر ہے۔ مختصر طور پر یہ چند باتیں تحریر کردی گئی۔ اگر مستفتی زیادہ تشریح و تفصیل کا خواہاں ہو تو حضرت شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خان قدس سرہٗ کا رسالہ القول الاظهر فی عدم جواز الصلوۃ باقتداء لاؤڈاسپیکر ....

(۲) ائمہ کرام وفقہائے عظام نے اندرون مسجد آذان دینے کو مکروہ فرمایا ہے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے: ینبغی ان یوذن علی المئذنۃ اوخارج المسجد ولا یوذن فی المسجد. یعنی مسجد کے مینارے پر یا مسجد کے باہر آذان دی جائے، مسجد میں نہ دی جائے۔ فتح القدیر میں ہے: الاقامۃ فی المسجدلابدواماالاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجدوقالوالایوذن فی المسجد. یعنی اقامت تو مسجد میں ضرور ہی ہوگی لیکن آذان وہ مینارہ پر ہوگی۔ اگر مینارہ نہ ہو تو مسجد کے باہر علماء نے مسجد کے اندر آذان دینے کی ممانعت کی۔ باب الجمعہ میں ہے: ھوذکر اللہ فی المسجدای فی حدودہ لکراھۃ الاذان فی داخلہ. ”اندرون مسجد یا حدود مسجد میں آذان کہنے کی کراہت کی وجہ سے۔“ غرضیکہ فقہ کی تمام مستند کتابوں میں اس کی تصریح وتفصیل موجود ہے۔ جیسے فتاویٰ خلاصہ، عالمگیریہ، فتاویٰ قاضیخان، بحرالرائق، فتاویٰ ہندیہ، طحطاوی، علی المراقی الفلاح

وغیرہا اور سب سے زیادہ لائق عمل وہ حدیث شریف ہے جو سنن ابی داؤد میں بسند حسن سائب بن یزید رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعة علیٰ باب المسجد وابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما۔ یعنی سرور کائنات علیہ افضل الصلوات جمعہ کے دن جب منبر پر تشریف فرما ہوئے تو مسجد کے دروازے پر آذان دی جاتی اور حضرات صدیق وفاروق رضی اللہ عنہما کے عہد میں بھی ہوتا رہا۔ اس حدیث سے بین یدی کا مطلب بھی پوری طرح واضح ہو گیا کہ اس لفظ سے مراد امام کے سامنے ہے نہ کہ اندرون مسجد منبر سے ہاتھ بھر کے فاصلہ پر۔ لہٰذا جو آذان مسجد کے دروازے پر یا خارج مسجد امام کے سامنے (روبرو) دی جائے گی بین یدی کا اطلاق اس پر صحیح ہوگا۔ مدخل میں ہے خلاصہ جمعہ کی آذان میں جب امام منبر پر ہو تو موذن کو مینارہ پر ہونا چاہیے۔ یہی طریقہ زمانہ رسالت مآب میں نیز دور صدیقی وفاروقی میں رائج رہا۔ بلکہ حضرت ذی النورین کے آغاز دور خلافت میں بھی یہی طریقہ تھا پھر حضرت عثمان نے بازار میں مقام زوراء پر دوسری آذان رائج کی اور جو آذان سرکار دو جہاں کے وقت میں مینارہ پر ہوتی تھی وہ اپنی جگہ علیٰ حالہ باقی رہی۔ اس کے ۸۰ سال بعد جب خلیفہ ہشام بن عبدالملک مروانی کا دور آیا تو اس نے ردوبدل کر دیا اور آذان اول کو خطبہ کے وقت کر دیا۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ منبر کے قریب آذان دینا بدعت ہے اور اب لوگوں نے اسی کو طریقہ مسنونہ تصور کر لیا ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

ک ــــــــــــــــــــ ب

۳۰ رستمبر ۱۹۷۵ء

استفتاء ۱۵۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسائل کے بارے میں:

(۱) لاؤڈاسپیکر پر نماز درست ہے یا نہیں ہمارے یہاں اس سلسلہ میں کچھ لوگ چوں وچرا کرتے ہیں میں نے خود کچھ علمائے کرام سے دریافت کیا تو بعض درست کہتے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ درست نہیں اور اکثر مسجدوں میں لاؤڈاسپیکر پر نماز ہوتی ہے۔

(۲) رویت ہلال کی خبر جو ریڈیو اخبار، ٹیلی فون سے ہوتی ہے درست ہے کہ نہیں بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جو لوگ ریڈیو ٹیلی فون سے خبر کرتے ہیں وہ کونسا جز شریعت کا ہے جس پر محمول کر کے خبر کرتے ہیں کیا ناقوس۔ سنکھ۔ گھنٹہ وغیرہ کو ریڈیو ٹیلی فون پر محمول کرنا روا ہے اگر نہیں تو پھر کونسا جز وہے۔

(۳) لوہے یا اسٹیل کی چینن والی گھڑی پہن کر نماز پڑھنا یا پڑھانا درست ہے یا نہیں بعض مولانا پہن کر پڑھاتے ہیں اور بعض نماز کے وقت اتار دیتے ہیں جس سے عوام میں اختلاف ہو جاتا ہے اس لئے آپ حدیث وقرآن کی روشنی میں مکمل دلیل اور سند صحیح کے ساتھ جواب دیں کسی نے امارت سے مسئلہ دریافت

کیا تو کہا کہ جامع الرموز میں لکھا ہے کہ درست ہے اور پھر وہیں سے دوسرے صاحب سے وہی مسئلہ دریافت کیا تو تحریر کیا کہ مسبوط کے اندر لکھا ہے درست بھی ہے اور نہیں بھی۔ آپ حضرات عوام پر رحم کیجئے اور ہر مسئلہ کو صحیح طریقہ پر پیش کریں۔ اس وقت بہار میں دو مشہور ادارے ہیں پورے بہار کے مسلمان ان ہی دونوں اداروں کے حکم کو مانتے ہیں ایسا کیوں نہیں کیا جاتا کہ خاص طور پر رویت ہلال کے مسئلہ پر دونوں ادارے کے مفتی ایک ساتھ غور کریں اس کے بعد اعلان کریں تو مسلمان اس مسئلہ میں نہیں اُلجھتے۔ عید کا موقع ہے اس لئے جلد جواب دیں۔

المستفتی: محمد ظہیر الحق پیش امام جامع مسجد سواباد بازار، پوسٹ باکس خورا، ضلع دھنباد

۹۲/۸۶ء

الجواب

(۱) لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر نماز صحیح و درست نہ ہوگی اس سلسلہ میں اب تک جو تحقیقات ہوئیں ان سے یہی پتہ چلتا ہے کہ لاؤڈ اسپیکر سے نکلی ہوئی آواز صدائے محض ہے جس پر تحریمہ و رکوع و سجود صحیح نہیں نہ ان کی اتباع و اقتدا جائز اگر اسے مکبر قرار دیا جائے تو مکبر کا جماعت میں شامل ہونا اور امام کا مقتدی ہونا ضروری ہے۔ لاؤڈ اسپیکر نہ آدمی ہے نہ نمازی نہ مقتدی پھر اس کا مکبر ہونا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے اس کی مثال تو ایسی ہوئی جیسے کسی نماز کو غلطی کرنے پر غیر نمازی لقمہ دے ظاہر ہے کہ اگر مصلی نے دوسرے کی آواز پر عمل کیا تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی۔

ردالمحتار شامی جلد اول ۴۴۳ میں ہے: المبلغ اذا قصد التبليغ فقط خاليا عن قصد الاحرام فلا صلاة له ولا لمن يصلي بتبليغه في هذه الحالة لانه اقتدى بمن لم يدخل في الصلاة فان قصد بتكبير الاحرام مع التبليغ للمصلين فذالك هو المقصود منه شرعاً۔

ترجمہ: ''مبلغ یعنی مکبر کا ارادہ فقط تبلیغ ہو احرام کا قصد نہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں اور نہ اس کی جو خارج صلوٰۃ شخص کی تکبیر سے نماز پڑھے اس لئے کہ اس نے اس شخص کی اقتدا کی جو نماز میں شامل نہیں ہے اور اگر اس کا ارادہ تبلیغ مصلین کے ساتھ ساتھ تکبیر احرام ہو تو شرعاً یہی مقصود ہے۔''

عبارت مذکورہ سے یہ واضح ہے کہ وہ مبلغ و مکبر جو تکبیر افتتاح سے تحریمہ کی نیت نہ کرے بلکہ صرف امام کی آواز کی تبلیغ کی نیت کرے وہ نماز میں داخل نہیں یعنی وہ مصلی نہیں اور غیر مصلی کی آواز پر جو نماز پر پڑھی جائے گی وہ باطل ہوئی ظاہر ہے کہ لاؤڈ اسپیکر نہ نمازی ہے نہ آدمی نہ مصلی بننے کی اس میں صلاحیت پھر اس کی آواز پر اقتدا کس طرح صحیح ہوگی۔

عدم جواز کی دوسری دلیل یہ کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: من احب سنتي فقد احبني ومن احبني كان معي في الجنة یعنی جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا دوسری جگہ فرمایا: من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مأة شهيد یعنی میری امت

میں بگاڑ کے وقت جس نے میری سنت کو قائم رکھا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا اجر ہے حامیان لاؤڈ اسپیکر سنت کے مقابلہ میں ایک بدعت و ضلالت کا ارتکاب کرتے ہیں جو شرعاً ناجائز۔

(۲) آلات جدیدہ میں جیسے ریڈیو، ٹیلی فون، ٹیلیگرام وغیرہ سے جو خبریں رویت ہلال کے سلسلہ میں دی جاتی ہیں وہ شرعاً قابل اعتماد نہیں اور اس خبر پر عیدین کی نمازیں پڑھنا یا روزہ رکھنا جائز نہیں جن اسلامی فرائض و واجبات کا تعلق رویت ہلال سے ہے وہاں ظن و تخمین اور اندازے سے کام نہیں لیا جا سکتا ہے تصدیق رویت کے لئے شریعت مطہرہ نے جو ضابطہ و اصول متعین فرمائے ہیں انہیں اصولوں کی بنیاد پر رویت کی تصدیق ہو سکتی ہے جیسے شہادت یا شہادت علی الشہادت یا کتاب القاضی الی القاضی، یا استفاضہ اس کے علاوہ جتنی بھی صورتیں ہیں وہ سب کے سب ناقابل عمل قرار دی جائیں گی۔

حدیث شریف میں ہے: لاتصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاقدروا له "ترجمہ: روزہ نہ رکھو یہاں تک کہ رمضان کا چاند دیکھ لو اور افطار نہ کرو یہاں تک شوال کا چاند دیکھ لو اگر آسمان ابر آلود ہو تو تیس کی گنتی پوری کرو۔" دوسری جگہ فرمایا: فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلثین "ترجمہ: اگر آسمان ابر آلود ہو تو تیس کی گنتی پوری کرو" تیسری جگہ ارشاد ہوا: صوموا الرویته وافطروا الرویته فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلثین "ترجمہ: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اگر آسمان ابر آلود ہو تو تیس کی گنتی پوری کرو۔" مذکورہ احادیث کریمہ سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور افطار کرو اگر کسی موانع کی وجہ سے چاند نظر نہ کرے تو تیس دن پورے کرو۔ معلوم ہوا کہ تصدیق رویت کے لئے شہادت ضروری ہے نہ کہ خبر۔ خبر محتمل صدق و کذب ہوتی ہے۔

(۳) لوہے، پیتل، اسٹیل وغیرہ کی چین لگا کر نماز پڑھنا ممنوع ہے مردوں کے لئے صرف ساڑھے چار ماشے سے کم چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز اور دوسری کسی دھات کی ناجائز۔ ترمذی و ابوداؤد شریف میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ سرور کائنات ﷺ کی خدمت مبارکہ میں ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تم سے بت کی بُو آتی ہے اس نے وہ انگوٹھی پھینک دی پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوا تو فرمایا کیا بات ہے تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو اس نے اسے بھی پھینک دیا جب مذکورہ دھاتوں کی انگوٹھی جائز نہیں تو چین میں ان چیزوں کا استعمال کس طرح جائز ہوگا۔ علاوہ ازیں زیور سے مشابہ ہے۔ اور مردوں کو ایسی چیزوں کے استعمال کی اجازت نہیں جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہوں۔

ادارۂ شرعیہ بہار نے کوشش کی کہ دونوں ادارے شرعی ضابطہ کے مطابق رویت ہلال کی تصدیق کر کے متفقہ اعلان کریں امارت شرعیہ بہار نے ریڈیو، ٹیلی فون کی خبروں کو معتبر سمجھ کر رویت ہلال کا اعلان کیا اور ادارۂ شرعیہ نے شرعی شہادت پر رویت کی تصدیق کو موقوف رکھا اس لئے جمعرات و جمعہ کو دو دن عید منائی گئی۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۵/۱۰/۷۷ء

استفتاء ۱۶۰

مسئلہ: محترم المقام جناب مفتی صاحب دامت برکاتہم۔ السلام علیکم
کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں: عید کی نماز عیدگاہ میں لاؤڈ اسپیکر میں پڑھانا جائز یا ناجائز۔ شرع کے مطابق تفصیل کے ساتھ جواب جلد عنایت فرمائیں۔ فقط والسلام
المستفتی: قاری ثناء اللہ، مدرس اسلامیہ قریشی محلہ لوہردگاہ (رانچی)

۸۶/۹۲ ک

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ برکاتہٗ! لاوڈ اسپیکر سے سنی جانی والی آواز صدا ہے جسے فقہاء نے محاکاۃ سے تعبیر فرمایا اور قرأت کی نفی کی حاشیہ مراقی الفلاح للعلامۃ السید الطحطاوی میں ہے: لانھا محاکاۃ۔ "ترجمہ: اس لئے کہ وہ محاکات یعنی (نقل شدہ آواز) ہے"۔ غنیۃ للعلامۃ ابراہیم الحلبی میں ہے: لانھا محاکاۃ ولیس بقراۃ۔ "اس لئے کہ وہ محاکات ہے قرأۃ نہیں۔" اور جب وہ محاکاۃ ہے قران نہیں تو اس سے تکبیرات انتقالیہ سنکر رکوع وسجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز باطل ہوگی لانہ تلقن فی الخارج وھو مفسد۔ "ترجمہ: اس لئے کہ وہ خارج کی تلقین ہے اور وہ مفسد ہے۔" لیکن اگر مقتدی حضرات اس کی آواز پر انتقالات نہ کریں تو نماز تو باطل نہ ہوگی مگر اس کا استعمال لغو ونا جائز ہوگا۔ والمولیٰ تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۲/ اکتوبر ۱۹۷۷ء

استفتاء ۱۶۱
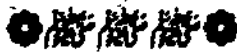
مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
''ولا الضّالین'' کو کوئی بہ آواز لفظ ''ظالین'' ادا کرے تو اس کی نماز درست ہوگی یا نہیں؟ ازراہِ کرم مستند حوالہ سے مطلع فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبدالحنان قادری، گھاٹ شیلہ مسجد، ضلع سنگھ بھوم
۲۳/۱۰/۷۲ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب وھوالموفق للصواب!

صورت مذکورہ ''ضٌ'' کے بدلے قصداً ''ظ'' پڑھنے سے باجماع ائمہ متقدمین وباتفاقِ اجلہ متاخرین نماز باطل وفاسد ہوجائے گی۔ ض۔ ظ۔ ذ۔ ز۔ یہ سب حروف متغائرہ ومتباینہ ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو دوسرے کی جگہ قصداً بولنا، استعمال کرنا یعنی تبدیل حروف قطعاً ناجائز وحرام، یہاں تک کہ امام اجل ابوبکر ابوالفضل فضل وامام برہان الدین محمود صاحب ذخیرہ وغیرہا اورعلامہ علی قاری کی تصریح فرماتے ہیں کہ جوشخص قصداً ''ض کو'' ''ظ'' پڑھے کافر ہے، محیط برہانی میں ہے: سئل الامام الفضلی عمن یقرء الظاء المعجمة مکان الضادالمعجمة اوعلی عکس فقال لا تجوز امامتهٗ ولم تعمد یکفر۔ ''امام فضل سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو ضاد معجمہ کی جگہ ظاء معجمہ یا ظاء معجمہ کی جگہ ضاد معجمہ پڑھتا ہے تو فرمایا کہ اس کی امامت جائز نہیں۔ اور قصداً ایسا پڑھتا ہے تو کافر ہے۔'' منح الروض الازہر میں ہے: کون تعمدهٗ کفراً لاکلام فیه۔ ''قصداً ایسا پڑھنا کفر ہے اس میں کوئی کلام نہیں۔'' عالمگیری میں ''ض'' یا ''ظاء'' کی جگہ عمداً ''ز'' پڑھنے کو کفر لکھا: حیث قال سئل عمن یقرء الزاء مقام الضاد قال لایجوز امامته ولو تعمد یکفر۔ ''جس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو ضاد کی جگہ زاء پڑھتا تو فرمایا کہ اس کی امامت جائز نہیں اگر قصداً ایسا پڑھتا تو کافر ہے۔'' قاری سے اگر بغیر قصد تبدیل ''ض'' مشابہ دال، بلکہ عین دال ادا ہو تو اس پر مطلقاً فسادِ نماز کا حکم نہ ہوگا۔ جماہیر محققین نے اس کی تصریح کی ہے کہ جہاں ''ض'' کی جگہ ''د'' پڑھنے سے معنی نہ بگڑیں تو فساد کا حکم نہ ہوگا جیسے افیدوا بتضمین معنی المن والانعام فی قوله تعالیٰ عن اھل النار افیضوا علینا من الماء ومثل اکواب مودوعة موضع موضوعة ورادیة مردیة مکان راضیة مرضیة۔ ('' مَنّ اور انعام کے معنی کو شامل ہونے کی وجہ سے ارشاد باری تعالیٰ جہنمیوں کی طرف سے ''افیضوا علینا من الماء'' کی جگہ ''افیدوا'' اور جیسے موضوعۃ کی جگہ فی اکواب مودوعۃ اور راضیۃ مرضیۃ کی جگہ رادیۃ مردیۃ۔'' اسی طرح 'ہندیہ') میں 'خانیہ' سے منقول۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ شرح منیہ، میں فرماتے ہیں: فی الخانیة والخلاصة انه ان لم یتغیر المعنی جازمطلقاوان تغیر المعنی فان لم یشق التمییز بین الحرفین فسدت

عندالکل وان شق فاکثرھم لاتفسد۔" خانیہ میں خلاصہ سے ہے کہ اگر حرف بدلنے سے معنی نہ بدلے تو مطلقاً جائز ہے اور اگر معنی بدل جائے تو اگر دونوں حرفوں کے درمیان سے امتیاز ختم نہ ہو تو سبھوں کے نزدیک نماز فاسد ہوتی اور اگر امتیاز ختم ہوگیا تو اکثر کے نزدیک فاسد نہ ہوگی۔" علامہ محقق ابراہیم حلبی نے 'غنیۃ شرح المنیہ' اور علامہ علی قاری مکی نے منح فکریہ، شرح مقدمہ جزریہ قاضی خان سے عبارت نقل فرمائی جس میں صراحتاً مذکور ہے کہ قاضی خان 'ضالّین' کی جگہ 'دالین' بہ دال مہملہ پڑھنے سے نماز صحیح بتاتے ہیں اور 'ذالین' بہ ذال معجمہ پر فاسد۔ اوّل نے فرمایا: ھذا فصل ابدال احد ھذہ الاحرف الثلثة اعنی الضاد والظاء والذال من غیرہ فلنوردماذکرہ فی فتاویٰ خان من ھذاالقبیل قرأولاالضالین بالظاء المعجمة اوالدال المھملة لاتفسدلوجود لفظھما فی القرآن وقرب المعنی لصحة تقدیرولاالضالین ای المستمرین فی الضلال "دالّین" ای القائلین ھل ندلکم علی رجل الایة ولو قرأ بالذال المعجمة تفسدلبعد معناہ الخ۔ حاصل کلام یہ کہ تبدیل حروف کی تین صورتیں ہوسکتی ہیں۔ عمد، خطا، عجز۔ عمدا یعنی قصداً قرآن حکیم کے حروف کو تبدیل کرنا مطلقاً حرام، ناجائز وگناہ وباعث فساد نماز، بصورت "خطا" یعنی غلط حروف زبان سے نکل گئے حالانکہ کہ ایسی صورت شاذ ونادر ہی ہوتی ہے تو اس کے لئے حکم یہ ہے کہ معنی صحیح ہونے کی صورت میں نماز درست خلافاً لابی یوسف فیمااذالم یکن مثلہ فی القرآن اور اگر معنی میں فساد پیدا ہوجائے تو نماز باطل وفاسد۔ اور اگر بدلا ہوا کلمہ یا حروف قرآنِ مجید میں نہ ہو تو معنی میں فساد پیدا ہو یا نہ ہو باتفاق اجماع ائمہ متقدمین نماز باطل وخراب ہوگی اور بصورت "عجز" حتی الامکان صحت واصلاح کی کوشش کرے اور برابر کرتا رہے۔ بعد مراعات شرائط جو کچھ ادا ہو، اس پر جواز کا حکم ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم۔

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲/۱۱/۷۲ء

استفتاء ۱۶۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

ہمارے گاؤں میں مسلک احناف کی مسجد ہے جس میں احناف اہل سنت ہی نماز پڑھتے رہے اگر کوئی دُوسرے مسلک یا دُوسرے عقیدہ کا آدمی کبھی مسجد میں آجاتا تو مسلک حنفی "اہل سنت والجماعت" کا احترام کرتا اور کبھی کوئی فتنہ پیدا نہ کرتا لیکن ادھر کئی ماہ سے وہابی عقیدے کے چند افراد نے مسجد میں آکر "اہلسنّت والجماعت" کے جذبات کو برانگیختہ کردیا، بایں طور کہ حنفی عقائد کے بچوں کو طمع دیکر آمین بالجہر کہنے پر اُکسایا اور اپنے عقیدے کا پرچار شروع کیا۔ حنفی المذہب اہل سنت کے لئے یہ ناقابل برداشت بات ہوگئی۔ بالآخر تصادم کی صورت پیدا ہوگئی۔ "اہل سنّت والجماعت" آمین بالجہر نہ کردینے

پر مصر اور آمین بالجہر کہنے والوں کے اخراج پر کمربستہ اور وہابی جماعت کے چند افراد، آمین بالجہر کہنے پر بضد اور اپنی تحریک کے قیام پر کوشاں دونوں جماعتیں جمعہ کے دن مسجد میں، آلات حرب وضرب و آتشیں اسلحہ سے لیس و مسلح ہوکر آمادۂ پیکار تھیں۔ امام جامع مسجد نے قیام امن و دفع فتنہ کی خاطر سورۂ فاتحہ کی تلاوت نماز میں بالسّر اور ضم سورۃ کی تلاوت بالجہر کی اور سجدۂ سہو بھی ادا کیا۔ اس صورت میں نماز کی صحت قائم رہی یا نہیں؟ محقق جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا وتوجروا

المستفتی: محمد مصطفیٰ خاں، مقام و پوسٹ: سلطان پور، وایہ مہنار، ضلع ویشالی (مظفر پور)

۲۶/۴/۷۳ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــ وهو الموفق للصواب ــــــــــــ!

سرّی نماز میں، اگر سہواً جہر سے قرأت کی تو سجدۂ سہو لازم ہوگا۔ اسی طرح جہری نماز میں، قرأت بالسّر کرنے پر سجدہ سہو واجب اور اگر بلا عذرِ شرعی قصداً ایسا کیا تو نماز صحیح نہ ہوگی بلکہ واجب الاعادہ ہوگی۔ ردّ المحتار میں ہے: **الاسرار یجب علی الامام والمنفرد فیما یسر فیه وهو صلاة الظهر والعصر والثالثة من المغرب وصلوة الکسوف والاستسقاء.** ”سرّی نمازوں میں امام اور منفرد پر قرأت بالسّر واجب ہے اور وہ نماز ظہر وعصر اور مغرب کی تیسری رکعت اور نماز کسوف واستسقاء سرّی نمازیں ہیں۔“ درمختار میں ہے: **تجب سجدتان بترک واجب سهواً کالجهر فیما یخافت فیه وعکسهٗ۔** ”سہواً ترک واجب سے سہو کے دو سجدے واجب ہوتے ہیں۔ جیسے جہری نماز میں قرأت بالجہر فوت ہوجائے یا اس کے برعکس یعنی سرّی نماز میں قرأت بالجہر کرنا۔“ عالمگیری وبحر الرائق میں ہے: **لایجب السجود فی العمد وانما یجب الاعادة جبر النقصانهٗ.** ”قصداً ترک واجب سے سجدۂ سہو واجب نہیں ہوگا بلکہ نماز کا اعادہ واجب ہوگا اس کی کو پوری کرنے کے لئے۔“ یعنی جہر کی جگہ سرّ اور سرّ کی جگہ جہر بالقصد کرنے سے نماز لوٹانا واجب ہے۔ جب امام صاحب نے قصداً جہر کی جگہ، قرأت بالسّر کی تو پھر سجدۂ سہو کرنا بے سود۔ اس لئے یہ غلطی سہواً واقع نہ ہوئی بلکہ عمداً ایسا کیا۔ لہٰذا سجدۂ سہو کرنے پر بھی نماز نہ ہوئی بلکہ اس نماز کا اعادہ ضروری ہوا۔ بدمذہبوں کی یہ چال ہمیشہ رہی کہ وہ اپنے مسلک وعقائد کی ترویج واشاعت کے لئے احکام شرعیہ واحترامِ مسجد کا بھی خیال نہیں کرتے۔ شریعت طاہرہ نے بدمذہبوں سے دور رہنے کا حکم دیا۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۴/۵/۷۳ء

استفتاء ۱۶۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان وشرع متین اس مسئلہ میں کہ:
زید نماز پڑھا رہا تھا زید نے دو آیت پڑھی اس کے بعد سہو ہونے پر زید فوراً آگے بڑھا یعنی اٹھارہویں پارہ سے چھوڑ کر اٹھائیسویں پارہ کی آیت شروع کر دی اور نماز پوری کی جب کہ دو آیت بمقابلہ تین آیت نہ تھی بکر نے زید سے کہا کہ آپ کو سجدہ سہو کرنا چاہیے زید نے بکر سے سجدہ کی دلیل طلب کی تو بکر نے جواب دیا کہ سورۂ فاتحہ کے بعد دو آیت پڑھ کر پھر دوسری آیہ پڑھی لہٰذا سورہ فاتحہ کے بعد جو دو آیت پڑھی وہ وقفہ میں شمار ہوگا کیا بکر کا یہ قول صحیح ہے۔ امام سے اگر مندرجہ بالا طریقہ پر سہو جائے تو قرآن حکیم کی دوسری سورہ پڑھ کر نماز پوری کر سکتا ہے یا نہیں؟ یا جس سورہ کو شروع کیا ہے اسی کو پڑھنا ضروری ہے اور نماز ہوئی یا نہیں؟ مدلل جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں!

المستفتی: وصی احمد حامدی مدرسہ غوثیہ معین الاسلام، بلیسگرہ، ہزاری باغ
۶/۱۱/۷۸ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــ

فرض نمازوں میں ایک سورہ سے زیادہ نہیں پڑھنا چاہیے اگر پڑھے گا تو بشرط اتصال سورہ مکروہ نہ ہوگا اور اگر متفرق سورتیں پڑھے گا تو مکروہ ہے کما فی الغنیہ ورد المحتار۔ اور اگر مقتدیوں پر گراں گزرے تو مکروہ تحریمی ہوگا۔
صورت مذکورہ میں اگر زید بقدر مایجوز به الصلوٰۃ پڑھ چکا تھا تو انتقال سورہ کی ضرورت نہ تھی کہ اس سے نماز ہو جاتی اور اگر اس پر اکتفا کرنا کافی نہ تھا تو بہر حال دوسری سورہ کا پڑھنا ضروری تھا اور ایسی صورت میں چونکہ ترک واجب نہ ہوا اس لئے سجدہ سہو ضروری نہیں۔ ہاں اگر پہلی سورہ کو چھوڑ کر دوسری آیہ پڑھنے میں بقدر ادائے رکن سوچتا رہا اور اتنی دیر خاموش رہا جس میں نماز کا کوئی رکن ادا ہو سکتا تھا تو یہ وقفہ سجدہ سہو لازم کر دے گا کما فی الدر المختار وغیرہ۔ بکر کا یہ کہنا کہ سورۂ فاتحہ کے بعد جو دو آیت پڑھی گئی وہ وقفہ میں شمار ہوگا۔ صحیح نہیں بہر حال نماز ہو گئی۔ وهو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۱/۱۱/۷۸ء

استفتاء ۱۶۴

مسئلہ: بخدمت شریف عالی جناب مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ایک عالم صاحب جو اہل سنت والجماعت کے ہیں اور ان کی نورانی تقریر یہ بہت دنوں سے لوگ سنتے آرہے ہیں۔ اہلسنّت کے علمبردار ہیں آج ان کی تقریر میں کچھ لوگ اعتراض کئے کہ یہ غلط ہے۔ وہ یہ بیان کررہے تھے کہ شعبان المعظم کی پندرہویں شب عبادت کی شب ہے۔ پوری رات نفل نماز پڑھنی چاہیے۔ قرآن کی تلاوت کرنی چاہیے یا حلوہ روٹی فاتحہ کرکے اور کھاپی کر رات بھر سونے کی رات نہیں ہے۔ اگر جو شخص اس رات کو حلوہ روٹی کھا کر سوجائے گا عبادت نہ کرے گا اس کا کھانا حرام ہے۔ چونکہ عبادت کی رات میں قصداً لاپرواہی کرنے والا رات کو سویا رہے اس لئے انہوں نے ایسا کھانے کو حرام کہا۔ اس پر لوگ اعتراض کئے کہ تم غلط بیان دیئے۔ یہ حرام نہیں ہوسکتا۔ اس پر بات بہت بڑھ گئی۔ اس لئے حضور سے گزارش ہے کہ قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں اور اس فتویٰ کا جواب جلد از جلد ارسال فرمائیں تاکہ اطمینان ہوجائے اور فساد رک جائے۔ امید قوی ہے کہ حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے کہ حضور اس پر غور فرمائیں اور ہم ساکنان بڑکا گاؤں کو اطمینان دلائیں گے۔ جواب کا بڑی بے چینی سے انتظار کررہے ہیں۔ کل احباب اور برادران اہلسنّت بڑکا گاؤں کے طرف قدمبوسی اور ادارہ کے عہدیداران وعلماء کرام کے ذات عالیہ میں السلام علیکم

نوٹ—— مولانا نے جو بیان دیا وہ صحیح یا غلط اس کی تشریح فرمادیں گے۔ فقط والسلام

المستفتی: خاکپا علماء اہلسنّت بدرالدین صابری

۹۲۰/۸۶ء

الجواب—— **بعون الملک الوھاب**——!

شعبان المعظم کی پندرہویں شب بلاشبہ بڑی عظمت والی رات ہے۔ اس دن روزہ رکھنا، شب میں عبادت کرنا اور اپنے آباواجداد نیز جملہ مسلمین ومسلمات کے نام فاتحہ کرنا قبرستان جاکر تمام مردوں کے لئے ایصال ثواب کرنا یقیناً امر مستحسن مندوب مرغوب وخوب ہے۔ لیکن مولانا کا یہ فرمانا کہ اس شب میں عبادت نہیں کرنا اور کھاکر پی کر سوجانا وہ حرام کھانا ہے۔ یہ قول شرعاً غلط ہے اور احکام شرعیہ میں اضافہ ہے۔ اس لئے کہ مذکورہ شب میں جو اعمال خیر کئے جاتے ہیں وہ مستحب ہیں واجب یا فرض نہیں۔ پھر جو لوگ پنجوقتہ نمازوں سے غافل ہیں اور فرائض ادا نہیں کرتے اس کے متعلق مولانا کا کیسا فتویٰ ہوگا۔ مولانا خود اس رات میں ادا کی جانے والی نمازوں کو نفل فرمارہے ہیں تو کیا نفل کے ترک کرنے پر کھانا حرام ہوجائے گا؟ لہٰذا مولانا کا یہ جملہ ناقابل توجہ

ہے۔وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۵-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۱۶۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسائل میں کہ:

(۱) تہجد کی نماز، رمضان شریف یا کسی عبادت کی رات (جیسے شب قدر، شبِ برأت) میں باجماعت پڑھ سکتے ہیں؟

(۲) رمضان شریف کے علاوہ، وتر باجماعت پڑھ سکتے ہیں؟

(۳) مصلّی کے آگے سے گزرنا کیسا ہے؟ اس مسئلہ میں کیا محلّہ کی مسجد یا جامع مسجد کا حکم الگ الگ ہے؟ بہر حال مندرجہ بالا مسئلوں کا جواب بحوالۂ کتب معتبرہ عنایت فرمائیں۔ ان الله لایضیع اجر المحسنین۔

المستفتی: محمد توفیق احمد قادری، امام بازار مسجد، ڈورنڈہ، رانچی
۳۰ جولائی ۱۹۷۳ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

(۱) ہمارے ائمہ کرام رحمھم اللہ کے یہاں رمضان شریف کے علاوہ اور دنوں میں "تداعی" کے ساتھ باجماعت نوافل مکروہ ہیں۔ صرف تراویح وکسوف وصلوٰۃ استسقاء باجماعت پڑھنا چاہیے۔ اس کے علاوہ دیگر نوافل باجماعت اگر "تداعی" کے ساتھ ہوں تو ائمہ احناف نے اسے مکروہ لکھا ہے "تداعی" کے معنیٰ لوگوں کو بلانا اور جمع کرنا۔ درّ مختار میں ہے: **ولایصلی الوتر ولاالتطوع بجماعۃ رمضان ای ذالک علی سبیل التداعی بان یقتدی اربعۃ بواحد۔** تداعی کے طور پر رمضان کے علاوہ وتر اور نفل جماعت سے ادا نہیں کی جائے گی بایں طور کہ چار مقتدی ہوں۔" ردّالمحتار میں ہے: **امالو اقتدیٰ واحد بواحد اواثنین بواحد فیجوزبلا خلاف** ۔"ایک یا دو مقتدی ہوں تو بالاتفاق جائز ہے۔" البتہ تین آدمیوں کی جماعت میں اختلاف ہے۔ غنیّہ میں ہے: **وفی الثلاثۃ اختلاف** "اور تین مقتدی ہوں تو اختلاف ہے۔" یعنی دو آدمی اگر مل کر پڑھیں تو جائز ہے۔ "تداعی" اُس وقت متحقق ہوگی جب چار یا اس سے زیادہ باجماعت پڑھیں۔ تین تک کراہت نہیں۔ ردّالمحتار میں ہے: **نعم ان کان مع المواظبۃ کان بدعۃ فیکرہ**۔ یعنی اگر اس پر مداومت ومواظبت کی جائے تو بدعت ومکروہ ہے۔ اگر احیاناً کبھی اتفاقی طور پر پڑھ لیں تو مکروہ نہیں۔ یہ تو اصل

مسئلہ کا حکم ہے۔ مگر اگر عوام شب قدر یا شب برأت میں اس طرح پڑھیں تو انہیں منع بھی نہ کرنا چاہیے اس لئے کہ وہ کسی طرح خدا کی یاد اور اس کی عبادت تو کر لیتے ہیں۔ درمختار میں ہے: **اما العوام فلا یمنعون من فعلها۔** ''عوام کو ان افعال سے منع نہیں کیا جائے گا۔''

(۲) رمضان شریف کے علاوہ وتر جماعت سے نہیں پڑھنا چاہیے۔ تفصیل جواب ۱ میں گزر چکی۔

(۳) نمازی کے آگے سے گزرنا سخت ممنوع ہے۔ گزرنے والا گنہگار ہوگا۔ اگر گزرنے والے کو اس کا گناہ معلوم ہو جائے تو چالیس دن کھڑے رہنا گوارہ کرے گا اور گزرنے کو پسند نہ کرے گا۔ یہاں کی عام مسجد اور جامع مسجد عموماً ایک ہی حکم میں ہیں۔ صحرا یا بڑی مسجد میں حالت نماز میں، نمازی کی نگاہ، جہاں تک پہونچ رہی ہو، اس کے آگے سے گزرنا ناجائز ہے۔ فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے خوارزم کی مسجد کو بڑی مسجد فرمایا ہے۔ جس میں سولہ ہزار ستون ہیں۔ باقی مسجدوں کو مسجد صغیر ہی شمار کیا ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۳/۸/۷۳ء

استفتاء ۱۶۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل میں:

(۱) بغیر طہارت عورت ہو یا مرد، کنویں میں گر جائے تو وہ پانی ناپاک ہوا یا نہیں؟ اگر شریعت مطہرہ ناپاک قرار دے مگر بستی والے نہ نکالیں تو پانی استعمال کرنے سے دو ایک سال بعد پاک ہو جائے گا۔

(۲) ہمارے شہر میں جمعہ کی آذان ایک فاسق شخص دیتا ہے۔ آذانِ ثانی خارج مسجد منذ نہ پر نہیں ہوتی بلکہ خطیب کے سامنے، ہاتھ ڈو ہاتھ کے فاصلہ پر کہی جاتی ہے۔ زید نے منع فرمایا، ساتھ ہی ایک پرچہ بھی چھپوا کر دیا۔ مسجد کے امام اور مہتمم اس پرچہ کو مسجد میں نہیں لٹکاتے ہیں، نہ اُس پر عمل کرتے ہیں۔ امام کے متعلق بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ اُن کے دروازے پر مسجد ہے مگر وہ صبح کی نماز کبھی بھی مسجد میں نہیں پڑھتے اور داڑھی کترواتے ہیں۔ زید ہر جگہ سے پریشان ہو کر اس مسجد میں صرف نماز جمعہ پڑھتا تھا مگر وہ اب یہ صورت حال دیکھ کر سخت پریشان ہے۔ اگر یہاں نماز جمعہ نہیں پڑھتا اور پرہیز کرتا ہے تو اور دوسری سبھی مسجد کے امام، جہاں جمعہ ہوتا ہے، فاسق ہی ہیں تو ظاہر ہے کہ زید یہاں جمعہ نہ پڑھے تو اُسے جمعہ سے محروم ہونا پڑے گا۔ اس حالت میں زید کیا صورت اختیار کرے؟

(۳) ظہر کی نیت کرنی تھی اور بھول کر ''عصر'' کہہ دیا تو نماز کا اعادہ کرنا ہوگا یا نماز ظہر ہو گئی؟ اور چار رکعت

کی نماز پڑھ رہے ہیں۔ تیسری رکعت میں سورۂ ''ناس'' پڑھ دیا تو چوتھی رکعت میں کیا پڑھے؟

(۴) مغرب کی نماز جو امام پڑھاتا ہے، وہ امامت کا اہل نہیں، فاسق معلن ہے تو جماعت ختم ہونے پر نماز پڑھی جائے یا کسی دوسری جانب ہٹ کر نماز پڑھ لے۔ مغرب کی جماعت ختم ہونے تک وقت کم رہ جاتا ہے۔ فرض کے علاوہ اوّابین اور قضائے عمری بھی پڑھتا ہے۔ اس صورت میں جماعت کی دوسری جانب نماز پڑھ لے تو نماز ہوگی یا نہیں؟ اگر نہیں ہوئی تو زید برابر دوسرے گوشہ میں نماز پڑھتا ہے کیوں کہ پورے مصلی فاسق ہیں۔ انتظار میں بہت دیر ہو جاتی ہے۔ جیسا حکم ہو۔ زید اس پر عمل کرے۔

(۵) تہجد کی نماز اور اشراق مسجد میں پڑھنا افضل ہے کہ گھر میں؟ بہت سے لوگوں کا کہنا ہے کہ گھر کو بھی خالی نہ چھوڑے۔ عرض ہے کہ مسجد میں ۲۷ رکعت کا ثواب ملنے کی جو بات کہتے ہیں اس کے لئے کیا حکم ہے؟

بینوا توجروا!

المستفتی: محمد یعقوب علی خاں قادری، رضوی، ساری پور، بکسر، ضلع آرہ

۱/۸/۷۳ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــــــــــ!

(۱) اگر کنویں میں گرنے والے کے جسم پر نجاست لگی ہو تو کل پانی نکالا جائے، کنواں پاک ہو جائے گا۔ اگر نجاست لگی نہ ہو تو صرف بیس سے تیس ڈول پانی نکالنا کافی ہوگا۔ اگر کنواں نجس ہو جائے اور ایک بار پانی نہ نکالا گیا بلکہ روزانہ تھوڑا تھوڑا پانی نکالا گیا تو جب یہ یقین ہو جائے کہ مقررہ مقدار میں پانی نکل گیا تو اس کی طہارت کا حکم دیا جائے گا۔

(۲) جمعہ کی آذانِ ثانی خارج مسجد ہونی چاہیے۔ سنن ابی داؤد شریف میں، بہ سند حسن حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد.** ''انہوں نے کہا کہ جمعہ کے روز جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم منبر شریف پر جلوہ افروز ہوئے تو آپ کے روبرو مسجد کے دروازہ پر آذان دی جاتی۔'' فتح القدیر میں ہے: **الاقامۃ فی المسجد لابد واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لا یوذن فی المسجد.** ''تکبیر تو مسجد میں ہی ہوگی اور آذان مینارے پر دی جائے گی اگر مینارہ نہ ہو تو فناء مسجد میں اور فقہاء کرام نے فرمایا مسجد میں آذان نہیں دی جائے گی۔'' اگر یہ حقیقت ہے کہ امام صاحب، صبح کی نماز مسجد میں، بلا عذر شرعی نہیں پڑھتے اور داڑھی کترواتے ہیں تو وہ فاسق معلن ہیں، ان کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ ایسے امام کو منصب امامت سے معزول کر دینا چاہیے۔ اگر کسی مسجد میں، متشرع امام نہ ہو، سب کے سب فاسق ہی ہوں تو زید مسلمانوں کو شرعی مسئلہ بتا کر امام کو امامت سے الگ کرے۔ اگر وہ امام کو معزول کرنے پر قادر نہ ہو تو یہ دیکھے کہ اگر امام اعلانیہ قانونِ شرعیہ و مسائل دینیہ کے خلاف کرتا ہے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھے، تنہا پڑھے، **فان تقدیم**

الفاسق اثم و الصلوٰۃ خلفہٗ مکروھۃ تحریما ۔"اس لئے کہ فاسق کو مقدم کرنا گناہ ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔" اگر اعلانیہ گناہ نہیں کرتا تو نماز اس کی اقتدا میں پڑھ لے۔ لان الجماعۃ واجبۃ والصلوٰۃ خلف فاسق غیر معلن لاتکرہ اِلاّ تنزیھا۔"اس لئے کہ جماعت واجب ہے اور فاسق غیر معلن کے پیچھے نماز محض مکروہ تنزیہی ہے۔"

(۳) اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ: عمل کا دارومدار نیت پر ہے، نیت ارادۂ قلب کا نام ہے لیکن زبان سے کہہ لینا بہتر ہے۔ اگر دل میں نمازِ ظہر ادا کرنے کا ارادہ تھا اور بھول کر اتفاقی طور پر "عصر کا" لفظ زبان پر آ گیا تو ظہر ہی ادا ہوگی۔ اگر غلطی سے تیسری رکعت میں سورۂ ناس پڑھ لیا ہے تو چوتھی رکعت میں اس کے پہلے کی کوئی سورۃ پڑھ لے۔ چوتھی رکعت میں بھی سورۂ ناس ہی پڑھنی چاہیے۔ اگر قصداً ایسا کیا تو مکروہ ہے اور سہواً پڑھ لیا تو مکروہ بھی نہیں۔ نماز بہرصورت ہوجائے گی۔ غنیۃ شرح منیہ میں ہے: ویکرہ ان یقرأ فی الثانیۃ وفوق التی قرأھا فی الاولیٰ لان فیہ ترک الترتیب الذی اجمع علیہ الصحابۃ ھذا اذا کان قصداً اما سھوا فلا۔"دوسری رکعت میں پہلی رکعت کی قرأت سے اوپر والی سورہ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ ایسا کرنے میں ترتیب کا ترک ہے جس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ کراہت اس وقت ہے جب عمداً پڑھے تو سہواً میں نہیں۔"

(۴) جماعت ختم ہوجانے پر نماز پڑھے بلکہ جماعت کے وقت مسجد میں نہ رہے کہ متہم بمخالفتِ جماعت نہ ہو اگر مسجد میں ٹھہرے تو جماعت میں شریک ہوجائے پھر اپنی نماز کا اعادہ کرے لیکن اگر اس کی شخصیت ایسی ہو کہ دُوسرے لوگ اس کو جماعت سے نماز پڑھتے دیکھیں تو یہ خیال کریں کہ امام مذکور کے پیچھے بلا کراہت نماز ہوجاتی ہے جب ہی تو یہ متشرع ہونے کے باوجود اس کی اقتدا میں نماز پڑھتے ہیں، تو ایسی صورت میں امام مذکور کے پیچھے نماز نہ پڑھے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے فاسق امام کو فوراً علیحدہ کرکے دوسرے مستحق امامت کو امام بنائیں ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ درّ مختار میں ہے: والا حق بالامامۃ تقدیما بل نصبا الاعلم باحکام الصلوٰۃ صحۃ وفساد ابشرط اجتنابہ الفواحش۔"امامت کیلئے مقدم کئے جانے بلکہ ہمیشہ کے لئے امام مقرر کیئے جانے کا زیادہ مستحق وہ ہے جو صحت وفساد نماز کے مسائل سے زیادہ آگاہ ہو بشرطیکہ وہ بری باتوں سے اجتناب کرتا ہو۔" زید نے جو نمازیں علیحدہ پڑھیں وہ ہوگئیں۔

(۵) فرض نمازوں کے علاوہ تمام سنن ونوافل کا گھر میں پڑھنا افضل ہے۔ ہاں تراویح وتحیۃ المسجد، مسجد ہی میں پڑھی جائیں گی۔ حدیث شریف میں ہے: صلوٰۃ المرء فی بیتہ افضل من صلاتہ فی مسجدی ھذا الا المکتوبۃ (رواہ ابوداؤد) "گھر میں نوافل مرد کے لئے میری اس مسجد سے افضل ہیں مگر فرض نماز مسجد ہی میں افضل ہے ابوداؤد نے روایت کیا" ہدایہ میں ہے: والا فضل فی عامۃ السنن والنوافل المنزل وھو المروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ "تمام سنن ونوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے اور یہی بات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔" فتح القدیر میں ہے: عامتھم علیٰ اطلاق الجواب کعبارۃ الکتاب وبہ افتیٰ الفقیہ ابوجعفر قال الا ان یخشیٰ ان یشتغل عنھا اذا رجع فان لم یخف فالافضل البیت. "عام فقہاء نے عبارت کتاب کی طرح مطلقاً جواب دیا ہے اور فقیہ ابوجعفر

نے اسی پر یہ کہتے ہوئے فتویٰ دیا ہے مگر اس صورت میں کہ جب کسی مشغولیت کی بناء پر گھر لوٹ کر نوافل کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو۔ (تو مسجد ہی میں پڑھ لے) ہاں اگر خوف نہ ہو تو گھر ہی میں ادا کرنا افضل ہے۔" شرح صغیر میں ہے: ثم السنة فی سنة الفجر و کذا سائر السنن ان یاتی بہا امافی بیتہ وهو الافضل او عندباب المسجد واما السنن التی بعدالفریضة فانہ ان تطوع بہافی المسجد فحسن وتطوعہ بہا فی البیت افضل وهذا غیر مختص بمابعدالفریضة بل جمیع النوافل ما عداالتراویح وتحیة المسجدالافضل فیہاالمنزل لماروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ کان یصلی جمیع السنن والوتر فی البیت۔" پھر سنت، سنت فجر میں اسی طرح بقیہ سنن میں کہ ان کو گھر میں ادا کرے اور یہی افضل ہے یا دروازۂ مسجد کے پاس ادا کرتے رہیں مگر وہ سنتیں جو فرائض کے بعد ہیں اگر مسجد میں ادا کرے تو بھی درست اور گھر میں ادا کرے تو زیادہ بہتر ہے۔ اور یہ صرف ان سنن کا معاملہ نہیں جو فرائض کے بعد ہیں بلکہ تراویح و تحیۃ المسجد کے علاوہ باقی تمام نوافل کو گھر میں ادا کرنا افضل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سنن و وتر کو گھر میں ہی ادا فرماتے تھے۔" خلاصہ یہ ہے کہ فرض سے قبل، سنن و نوافل تو بہر صورت گھر ہی میں پڑھنا افضل ہے اور وہ سنتیں جو مابعد الفرض ہیں اگر یہ خطرہ ہو کہ گھر جانے سے کسی کام کی بنا پر ادائے سنت میں تاخیر ہوگی اور اطمینان و سکون حاصل نہ ہوگا تو وہ مسجد ہی میں پڑھ لے ورنہ گھر میں پڑھے۔ مذکورہ بالا تصریحات کے پیش نظر تہجد و اشراق کا بھی یہی حکم ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۳۱/۷/۷۳ء

استفتاء ۱۶۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

رمضان المبارک میں شبینہ پڑھنا یا پڑھوانا جائز ہے یا ناجائز براہ کرم تفصیلی جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد رستم نیو مارکیٹ، پٹنہ

۱۶/ستمبر ۱۹۷۷ء

۹۲/۸٦ے

الجواب!

صورت مسئولہ میں اگر شبینہ میں لوگ منہیات و منکرات کا ارتکاب نہ کریں تو بیشک وہ جائز اور باعث اجر و ثواب ہے کہ قرآن حکیم کے ایک ایک حرف کے پڑھنے پر دس دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں حدیث شریف میں: من قرأ حرفاً من کتاب اللہ فلہ حسنة والحسنة بعشر امثالہا لااقول الم حرف ولکن الف حرف ولام حرف ومیم حرف۔

"ترجمہ: جس نے قرآن کے ایک حرف کو پڑھا اس کے لئے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔
راوی فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نہیں کہتا ہوں کہ الم ایک حرف ہے۔ بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف اور میم ایک حرف ہے۔ (گویا الم کے پڑھنے میں تیس نیکیاں لکھی جاتی ہیں)۔

شبینہ پڑھنا اکابرین ملت سے ثابت ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تیس سال تک ہر رات ایک ختم قرآن مجید پڑھتے تھے۔

ردالمحتار میں ہے: قال الحافظ الذهبی قد تواتر قیامه باللیل وتهجده وتعبده ای ومن ثم کان یسمی بالوتد لکثرة قیامه باللیل بل احیاه بقراة القرآن فی رکعة ثلاثین سنة۔

"ترجمہ: حافظ ذہبی نے فرمایا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ مسلسل ہر رات تہجد اور دیگر عبادت الٰہی میں مصروف رہتے تھے اور اسی وجہ سے ان کو "وتد" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کیوں کہ راتوں میں کثرت سے قیام کرتے تھے۔ اور یہیں تک بس نہیں بلکہ تیس سال تک ہر رات ایک رکعت میں پورے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے۔

جب امام موصوف علیہ الرحمہ کے فعل سے یہ ثابت ہے کہ ایک رکعت میں قرآن حکیم ختم کرتے تھے تو یقیناً یہ شرعاً جائز ہے۔
فتاویٰ عالمگیری میں ہے: انما یتمسک بافعال اهل الدین۔ "بیشک اہل دین کے افعال سے شبینہ کی دلیل پیش کی جاتی ہے۔"

یعنی متقی وصالحین کے عمل سے تمسک جائز ہے خود امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قرآن کریم شروع کرتے اور دایاں پاؤں رکاب میں رکھتے وقت قرآن حکیم ختم فرماتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعلق حدیث پاک میں ہے کہ وہ اپنے گھوڑے کو زین کرنے کے لئے فرماتے اور اتنی دیر میں زبور یا توراۃ شریف ختم فرما لیتے جس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا ہے عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ خُفِّفَ عَلٰى دَاوٗدَ الْقُرْآنُ فَكَانَ يَاْمُرُ بِدَوَابِّهٖ فَتُسْرَجَ فَيَقْرَأُ الْقُرْآنَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُسْرَجَ دَوَابُّهٗ.

جن لوگوں نے شبینہ کو مکروہ لکھا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قاری اتنی جلدی اور تیزی میں قرأت کرے کہ سننے والوں کو کچھ سمجھ میں نہ آئے اور صحیح الفاظ ادا نہ کر سکے آج بھی بہت سے حافظ تراویح اس طرح پڑھاتے ہیں کہ سوائے یعلمون تعلمون کے کچھ سمجھ میں نہیں آتا اس طرح قرآن حکیم کی تلاوت نماز میں ہو یا خارج نماز بہر حال مکروہ ہے مگر یہ کراہیت تنزیہی ہے نہ کہ تحریمی۔
ابوداؤد، ترمذی وابن ماجہ شریف میں۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے لم یفقه منی قرء القران فی اقل من ثلاث یعنی جس نے تین رات سے کم میں قرآن حکیم ختم کرلیا اس نے سمجھ کر نہ پڑھا یہاں افضلیت کی نفی ہے نہ کہ ناجائز ومکروہ۔ بہر حال اگر مقتدیوں پر کسل اور بار نہ ہو اور وہ توجہ سے سن سکیں اور قاری قرآن حکیم کو صحت لفظی کے ساتھ پڑھے تو بہر حال شبینہ جائز ودرست ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
۱۹/۹/۷۷

استفتاء ۱۶۸

مسئلہ: جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ...................... السلام علیکم!
مقامی مسجد میں امامت کے لئے ایک حافظ صاحب مقرر ہیں کچھ لوگ یہ چاہتے ہیں کہ رمضان شریف میں وہ تراویح میں دو ختم پڑھائیں ایک ختم چاند رات سے چودھویں تک دوسرا ختم پندرھویں سے شروع کر کے ستائیسویں کی شب کو ختم کریں اس تجویز پر بعض لوگ معترض ہیں ان کا کہنا ہے کہ ایک ہی مسجد میں ایک ہی حافظ کا دو ختم تراویح پڑھانا درست نہیں صحیح صورت حال سے آگاہ فرما کر مشکور و ممنون بنائیں۔ والسلام

المستفتی: مختار احمد خاں کروحسانا وک حمزہ پوری
ہیڈ ماسٹر ام ای اسکول سی پی این، پوسٹ سوندان ہزاری باغ

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ!

تراویح میں ایک ختم قران تو ضروری ہے اس کے علاوہ مزید قران ختم کرنا مستحب و باعث اجر و ثواب ہے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ایک ہی مسجد میں ایک ہی حافظ کا دو بار قران ختم کرنا صحیح نہیں وہ غلط کہتے ہیں وہ مسائل شرعیہ سے ناواقف ہیں۔ وہو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۱/۸/۷۷ء

استفتاء ۱۶۹

مسئلہ: بحضور جناب قاضی صاحب! ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ گذارش یہ ہے کہ:

(۱) قربانی کس پر واجب ہے۔ زید گھر کا مالک ہے اور زید کے لڑکے باہر کام کرتے ہیں لڑکوں کی کمائی کا پیسہ زید ہی کے ہاتھ میں آتا ہے اور زید مالک نصاب ہے اور زید اپنے نام سے بیسوں سال سے قربانی دیتا چلا آ رہا ہے۔ اس سال زید اپنے نام کے بجائے لڑکے یا بیوی یا لڑکی یا باپ ماں مرحوم یا پیر و مرشد یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا ازواج مطہرات کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو یہ قربانی جائز ہوگی یا نہیں اور زید کے سر سے قربانی اترے گی یا نہیں؟ اور زید نے ایک ہی خصی خریدا ہے تفصیلی جواب سے مطلع فرمائیں۔

(۲) تراویح کتنی رکعت ہے کوئی آٹھ پڑھتے ہیں آٹھ رکعت کس امام کے نزدیک ہے اور بارہ رکعت چھوڑنے

والا گنہگار ہوگا یا نہیں۔

(۳) وتر کی نماز کتنی رکعت ہے کوئی ایک رکعت پڑھتا ہے کوئی دو کوئی تین رکعت کیا ایک دو رکعت بھی جائز ہے اور جائز ہے تو کس امام کے نزدیک واضح کریں۔

نوٹ: مزید یہ بھی واضح کریں۔۹۲/۷۸۶ کا کیا مطلب ہوتا ہے۔

المستفتی: محمد رحمت اللہ، مقام و پوسٹ چتر ویتی، وایہ کونا ڈیم، ضلع گریڈیہہ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

(۱) قربانی صاحب نصاب پر واجب ہے جو ۵۲ تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے یا اس کی مقدار روپے پیسے کا مالک ہو زید جب گھر کا مالک ہے اور لڑکے کی آمدنی کا بھی وہ مالک ہے تو ایسی صورت میں زید پر اپنی طرف سے ایک قربانی کرنی واجب ہے اگر زید اپنے عوض میں لڑکا لڑکی یا بیوی یا والدین کی طرف سے کرے گا اور اپنی طرف سے نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا اور قربانی اس کے ذمہ باقی رہ جائے گی۔ ہاں اپنی طرف سے کرنے کے بعد چاہے جس کی طرف سے کرے جائز ہے۔

(۲) تراویح بیس رکعتیں ہیں بیہقی و عبد بن حمید بغوی نے روایت کی ہے: عن ابن عباس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ سوی الوتر یعنی نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم رمضان شریف میں وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھتے تھے۔ مؤطا امام مالک میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال کنا نقوم فی عھد عمر بعشرین رکعۃ (رواہ البیہقی) راوی مذکور فرماتے ہیں کہ ہم عہد فاروقی میں ۲۰ رکعتیں پڑھتے تھے اسی میں ہے: عن ابی الحسنات ان علی بن طالب رضی اللہ عنہ امر رجلا یصلی بالناس خمس ترویحات عشرین رکعۃ یعنی حضرت علی نے ایک شخص کو پانچ ترویحہ کے ساتھ بیس رکعت پڑھانے کا حکم فرمایا ملا علی قاری نے شرح نقایہ میں فرمایا: فصار اجماعاً لما روی البیہقی باسناد صحیح انھم کانوا یقیمون علی عھد عمر رضی اللہ عنہ بعشرین رکعۃ وعلی عھد عثمان وعلی رضی اللہ عنھم۔

"ترجمہ: بیہقی نے جو صحیح اسناد کے ساتھ روایت کیا ہے اس کی وجہ سے اجماع ثابت ہوگیا کہ حضرت عمر و حضرت عثمان و حضرت علی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔"

درمختار میں ہے: التراویح سنۃ مؤکدۃ لمواظبۃ الخلفاء الراشدین وھی عشرون رکعۃ۔ "ترجمہ: خلفاء راشدین کے بیس رکعت پر مواظبت فرمانے کی وجہ سے تراویح سنت مؤکدہ ہے۔"

مذکورہ تصریحات سے یہ معلوم ہوگیا کہ تراویح بیس رکعت ہے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے بیس رکعت پر مواظبت فرمائی اور یہی سنت ہے اور امام اعظم کا یہی مسلک ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں آٹھ رکعت ہیں، مسلک حنفیہ کی بناء پر ۱۲ رکعت چھوڑنے والے گنہگار ہوں گے۔

(۳) ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت اوپر گذری جس سے وتر کی تین رکعت ثابت ہیں میرے یہاں ایک رکعت کی کوئی نماز نہیں، مسلک شافعیہ میں بھی ایک رکعت سے وتر نہیں بلکہ دو رکعت کے ساتھ ایک رکعت ملائی جاتی ہے۔

(۴) ۷۸۶ بسم اللہ شریف کے اعداد ہیں۔ اور ۹۲ راسم پاک محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عدد ہیں۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۷۸/۱۱/۷ء

استفتاء ۱۷۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) رمضان المبارک کی کسی تاریخ میں چند حفاظ باہم مل کر باری باری پورا قرآن حکیم ایک شب میں ختم کریں تو درست ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتب معتبر جواب دیں۔

(۲) مسجد کے اندر لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ آذان دینا از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ مفصل جواب دیں؟

(۳) رمضان المبارک میں تراویح اور حالت نماز میں کم از کم ایک ختم قرآن کرنا سننا یا سنانا کیسا ہے نیز فعل رسول کیا ہے، نماز تراویح کے متعلق اور حکم کیا ہے۔ بعض مدعیان علم وفضل اسے بدعت وضلالت کہہ کر کم علم نوجوانوں کو تراویح کا مخالف بنانے میں سرگرم ہیں۔

(۴) شہر کی ایک جامع مسجد میں وقتی طور پر ایک سرکاری اسکول ہے جس میں دو مولوی بچوں کو پڑھانے پر مقرر ہیں۔ لیکن ان میں ایک ہیڈ مولوی صاحب جو ماشاءاللہ نہایت متقی پرہیزگار اور صوم وصلوٰۃ کے پابند ہیں جب مسجد میں آذان ہوتی ہے یا کبھی وقت ہوتے ہی وہ مسجد سے باہر کہیں چلے جاتے ہیں اور پوچھنے پر فرماتے ہیں کہ یہ امام میرے عقیدے کے خلاف ہے حالانکہ امام صاحب جو حافظ قرآن ہیں حنفی المسلک ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اب تک بظاہر کوئی قول وفعل ان سے ایسا صادر نہیں ہوا ہے جس سے ان کے بدعقیدہ ہونے کا کچھ بھی شبہ ہو اس کے متعلق شریعت کا حکم کیا ہے۔

المستفتی: عبداللہ، پٹنہ سٹی

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ

(۱) ایک شب میں قرآن مجید ختم کرنے میں اگر دشواری وبے رغبتی نہ ہو اور پڑھنے والا الفاظ قرآن کو صحیح طور پر ادا کر سکے تو بلا شبہ جائز ودرست ہے۔ اگرچہ علمائے کرام وفقہائے عظام نے ختم قرآن کے لئے کم از کم تین دن مقرر فرمائے ہیں

جیسا کہ سنن ابی داؤد شریف و ترمذی و ابن ماجہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہے لم یفقہ من قرأ القرآن فی اقل من ثلاث یعنی جس نے تین رات سے کم میں قرآن حکیم ختم کیا اس نے کچھ نہ سمجھا۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تین دن سے کم میں ختم قرآن جائز نہیں بلکہ اس سے صرف اس قدر معلوم ہوا کہ تین دن سے کم میں ختم کرنے والے نے کچھ نہ سمجھا اس سے افضلیت کی نفی ہے خود حضرت امام ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان دو رکعت میں ختم قرآن فرماتے (کذا فی الدر المختار) اکثر بزرگان دین و سلف صالحین وائمہ مجتہدین سے ایک شب میں ختم قرآن کرنا ثابت ہے لہٰذا چند حفاظ کامل کر ایک شب میں ختم قرآن کرنا جائز و درست ہے۔

(۲) مسجد کے اندر آذان دینے کو فقہائے کرام نے مکروہ لکھا ہے لاؤڈ اسپیکر پر آذان دی جاسکتی ہے مگر بہتر ہے کہ مسجد کے باہر دی جائے۔

(۳) رمضان شریف میں ۲۰؍ رکعات تراویح سنت مؤکدہ ہے اور تراویح میں پورا قرآن مجید پڑھنا و سننا بھی سنت مؤکدہ ہے۔ جان رحمت ولی نعمت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح پڑھنا ثابت نہیں اگر چہ آپ ہمیشہ قیام لیل فرماتے ہیں اور شب میں بکثرت نوافل ادا کرتے تھے تراویح خلفائے راشدین میں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی سنت ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین المهديين عضوا عليها بالنواجذ. ''تمہارے لئے میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت نمونۂ عمل ہے تم اُسے مضبوطی سے تھام لو'' (ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ) جو لوگ اسے بدعت و ضلالت کہتے ہیں وہ گمراہ بے دین عدو خلفائے راشدین و محب روافض ضالین مضلین ہیں۔

(۴) جب ہیڈ مولوی خود مذہبی دیندار متقی پرہیزگار ہیں۔ تو ظاہر ہے موجودہ امام میں انہوں نے کوئی شرعی قباحت عیوب ونقائص دیکھے ہوں گے یا انہیں اس کی گمراہی و بدعقیدگی کا حال معلوم ہوگا جس کی بناء پر وہ اس کی اقتداء نہیں کرتے ہاں اگر فی الحقیقت وہ بدعقیدہ نہیں تو مولوی صاحب کو بلا کسی وجہ معقول کے اس کی اقتدا سے انکار کرنا صحیح نہیں اور اگر واقعی امام بدعقیدہ ہے اور کسی مصلحت کی بناء پر بدعقیدگی کا وہ اظہار نہیں کرتا ہے تو اس کی اقتدا میں نماز درست نہ ہوگی۔ وهو اعلم وعلمه جل مجدهٗ۔

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۸۰/۸/۴ء، ۲۱ رمضان ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۱۷۱

مسئلہ: محترمی ومخدومی مفتی ادارہ شرعیہ السلام علیکم۔ جناب عالی! حسب ذیل سوالوں کے جوابات دیکر کرم فرمائیں:

(۱) اقامت کے وقت تو امام ومقتدی بیٹھے رہتے ہیں اور قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہوجاتے ہیں اس کا کیا ثبوت ہے؟ کس کتاب میں اور یہ کیا سنت ہے یا نفل؟ بالتفصیل فرمائیں۔

(۲) آذان ثانی جمعہ جو بیرون مسجد دی جاتی ہے اس کا بھی ثبوت مرحمت فرمائیں

(۳) جمعۃ الوداع میں علمی کا اردو خطبہ منبر پر پڑھا جاسکتا ہے؟ چونکہ یہاں کے امام صاحب اردو نہیں پڑھتے۔ پونے ایک بجے سے ایک بجے تک فصیح تقریر کرکے عربی خطبہ پڑھتے ہیں مگر الوداع کے اشعار بہت افسوس ناک ہیں لہٰذا پڑھا جائے یا نہیں اگر حکم ہو تو پڑھا جائے؟

المستفتی: فقیر نور العارفین فریدی اشرفی، انجمن اسلامیہ، براٹ نگر براجونی، پورنیہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــــ

(۱) فقہائے کرام نے بوقت اقامت قیام کو مکروہ فرمایا ہے شرح وقایہ میں ہے: **یقوم الامام و القوم عند حی علی الصلوٰة ویشرع عند قد قامت الصلاة** یعنی امام اور قوم حی علی الصلوٰۃ کہتے وقت کھڑے ہوں اور قد قامت الصلوٰۃ کے وقت نماز شروع کردیں۔ عمدۃ الرایہ فی حل شرح الوقایہ میں ہے: **وفیہ اشارۃ الی انہ اذا دخل المسجد یکرہ لہ انتظار الصلوۃ قائما بل یجلس فی موضع ثم یقوم عند حی علی الفلاح و بہ صرح فی المضمرات.** ”اور اس میں اس بات کی جانب اشارہ ہے کہ جب مسجد میں داخل ہوں تو کھڑے ہوکر نماز کا انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ اپنی جگہ پہ بیٹھ جائے اور حی علی الفلاح کے وقت کھڑے ہوں جس کی صراحت مضمرات میں کردی گئی ہے۔“ غایۃ الاوطار شرح درمختار میں ہے: **دخل المسجد والمؤذن یقیم قعد الی قیام الامام فی مصلاہ** ۔ ”مسجد میں کوئی داخل ہوا اور مؤذن اقامت کہہ رہا ہو تو بیٹھ جائے جب تک کہ امام اپنے مصلیٰ پر کھڑا نہ ہوجائے۔“ درمختار جلد امیں ہے: **والقیام لامام ومؤتم حین قیل حی علی الفلاح خلافا لزفر فعندہ عند حی علی الصلاة ان کان الامام بقرب المحراب والافیقوم کل صف ینتھی الیہ الامام علی الاظہر** ۔ ”نماز کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب حی علی الفلاح کہا جائے۔ اس میں امام زفر کا اختلاف ہے۔ ان کے نزدیک حی علی الصلوٰۃ پر کھڑا ہونا چاہیے۔ مقتدی حی علی الفلاح پر اس وقت کھڑے ہوں جب امام محراب کے قریب ہو اگر امام محراب کے قریب نہ ہو تو ظاہر تو یہ ہے کہ جس جس صف تک امام پہنچتا جائے اس صف کے لوگ کھڑے ہوتے جائیں۔“ مذکورہ بالا تصریحات سے یہ واضح ہوگیا کہ بوقت اقامت کھڑا رہنا مکروہ ہے یہاں تک کہ اگر تکبیر کے وقت کوئی شخص مسجد میں آئے تو اسے چاہیئے کہ کھڑا نہ رہے بلکہ کسی جگہ بیٹھ جائے اور

حی علی الفلاح کے وقت کھڑا ہو۔

مسلم شریف میں حضرت ابی سلمہ اور عبداللہ بن ابی قتادہ سے مروی ہے: قال رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلّم اذا اقیمت الصلوۃ فلاتقوموا حتی ترونی ۔"جب نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو تم لوگ کھڑے نہ ہو جب تک مجھے نہ دیکھ لو"تصریحات علامہ نووی میں ہے: واعلم ان بلالا کان یراقب خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم من حیث لا یراہ غیرہ اوالا القلیل فعند اول خروجہ یقیم ولا یقوم الناس حتی یروہ. "جان لو کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے حجرہ شریفہ سے نکلنے کو بہت غور سے دیکھتے تھے آپ کو ان کے علاوہ کوئی نہیں دیکھ پاتا تھا یا بہت ہی کم لوگ دیکھ پاتے تھے۔ پہلے خروج کے وقت حضرت بلال اقامت کہتے تھے اور لوگ نہیں کھڑے ہوتے تھے یہاں تک کہ سرکار کو دیکھ لیتے۔" یعنی جان رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا جب تکبیر کہی جائے تو جب تک مجھے نہ دیکھ لو کھڑے مت ہو۔ علامہ نووی کی تصریح یہ بتاتی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے حجرہ مبارک سے نکلنے کو حضرت بلال رضی اللہ عنہ بہت ہی غور سے دیکھتے رہتے اور آپ کے نکلتے وقت حضرت بلال اقامت کہتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر لوگ کھڑے ہو جاتے۔

واختلف العلماء من السلف فمن بعدھم ومتی یقوم الناس للصلوۃ متی یکبر الامام فمذھب الشافعیۃ وطائفۃ یستحب ان لا یقوم احد حتی یفرغ الموذن من الاقامۃ و قال ابوحنیفۃ والکوفیون یقومون فی الصف اذا قال حی علی الصلوۃ فاذا قال قد قامت الصلوۃ کبر الامام. "اس مسئلہ میں علماء سلف اور ان کے بعد کے علماء کا اختلاف ہے کہ لوگ نماز کیلئے کب کھڑے ہوں گے اور امام کب تکبیر کہے گا؟ امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ تکبیر میں مقتدی اس وقت کھڑے ہوں جب مؤذن اقامت سے فارغ ہو جائے۔ امام اعظم ابوحنیفہ اور علماء کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے تو مقتدی صف میں کھڑے ہو جائیں۔ اور جب قد قامت الصلوٰۃ کہے تو امام تکبیر کہے۔"

وعن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ قال کان مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یمھل فلایقیم فاذا رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد خرج اقام الصلوۃ حین یراہ (رواہ المسلم والبیہقی) "جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن انتظار کرتے، کھڑے نہ ہوتے، یہاں تک کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکلتے دیکھ لیتے تو نماز کے لئے اقامت کہتے۔" قال محمد اخبرنا ابوحنیفۃ قال حدثنا طلحۃ بن مطرف عن ابراھیم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح ینبغی للقوم ان یقوموا فیصفوا فاذا اقام المؤذن الصلوٰۃ کبر الامام قال محمد وبہ ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ (کتاب الآثار للامام محمد) "حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ مجھ کو امام اعظم ابوحنیفہ نے خبر دی امام اعظم فرماتے ہیں کہ مجھ سے طلحہ بن مطرف نے حدیث بیان کی اور وہ ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ جب مؤذن حی علی الفلاح کہے لوگ نماز کے لئے کھڑے ہوں، یہی مناسب ہے، پھر صفوں کو سیدھی کریں۔ کندھے سے کندھا ملائیں۔ جب مؤذن اقامت کہے تو امام نماز کے لئے تکبیر کہے۔ امام محمد فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔" علاوہ ازیں فقہ کی تمام مستند و معتبر کتابوں میں اس مسئلہ کی تشریح و تفصیل موجود ہے جیسے درمختار، ردالمحتار، تنویرالابصار، بدائع، کنز، نورالایضاح، الاصلاح، ظہیریہ،

ذخیرہ، طحطاوی علی المراقی الفلاح، مضمرات ملتقی الابحر محیط، ہندیہ عالمگیری، فتاوی بزازیہ، بحرالرائق، جامع الرموز وغیرہ۔

مسجد کے اندر آذان کو فقہائے عظام نے مکروہ لکھا ہے۔ فتاوی خانیہ میں ہے: ینبغی ان یوذن علی المئذنہ او خارج المسجد ولایوذن فی المسجد یعنی مسجد کے مینارے پر یا خارج مسجد آذان دی جائے مسجد کے اندر نہ دی جائے۔ فتح القدیر میں ہے: الاقامۃ فی المسجد لابد واما الاذان فعلی المئذنہ فان لم یکن ففی فناء المسجد و قالوا لایوذن فی المسجد۔ "اقامت مسجد کے اندر ضروری ہے۔ اور اگر مسجد کا صحن نہیں ہے تو آذان مینار پر دے۔ فقہاء فرماتے ہیں کہ مسجد کے اندر آذان نہ دی جائے۔" فقہ کی اکثر و بیشتر کتابوں میں مسجد کے اندر آذان دینے کو مکروہ لکھا ہے۔ جیسے فتاوی عالمگیریہ فتاوی قاضیخان، بحرالرائق، فتاوی ہندیہ، طحطاوی علی المراقی الفلاح، خلاصہ فتح القدیر، شرح وقایہ جندی وغیرہ، اس سلسلہ میں سب سے زیادہ قابل اعتماد و لائق عمل وہ حدیث ہے جو سنن ابی داؤد شریف میں بسند حسن حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قال کان یوذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر رضی اللہ عنھما یعنی جمعہ کے دن جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے سامنے مسجد کے دروازے پر اذان دی جاتی اور یہی طریقہ خلافت صدیقی و فاروقی میں بھی رائج رہا۔ حدیث مذکورہ سے بین یدی کا مفہوم بھی واضح ہو گیا کہ اس کا مطلب سامنے اور روبرو کے ہیں ایک دو ہاتھ کے فاصلہ پر نہیں اور مسجد کے دروازے پر امام کے سامنے جو آذان دی جاتی ہے وہ بین یدی کے مفہوم میں داخل نہیں ہے اور عوام نے جو بین یدی کا مفہوم نزدیک امام اور منبر کے قریب سمجھا ہے وہ غلط محض ہے۔

امام ابن الحاج مکی مالکی رحمۃ اللہ علیہ مدخل میں فرماتے ہیں: ان السنہ فی اذان الجمعۃ اذا صعد الامام علی المنبر ان یکون المؤذن علی المنار کذالک کان علی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر وصدرا من خلافۃ عثمان رضی اللہ عنہ ثم زاد عثمان اذا ناً آخر بالزوراء وھو موضع بالسوق وابقی الاذان الذی کان علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنار والخطیب علی المنبر اذ ذالک ثم لما تولی ھشام نقل اذان الذی کان علی المنار حین صعود المنبر بین یدیہ۔ آگے فرماتے ہیں: فقد بان ان فعل ذالک فی المسجد بین الخطیب بدعۃ تمسک بعض النّاس بھا ثم صار کانہ سنۃ ولیس لہ اصل فی الشرع۔

"جمعہ کے اذان میں سنت یہ ہے کہ جب امام منبر پر چڑھے تو مؤذن مینار پر ہو ایسے ہی رسول ﷺ، صدیق اکبر، عمر فاروق اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور خلافت کے آغاز تک تھا۔ پھر عثمان رضی اللہ عنہ نے اس آذان پر دوسری آذان بڑھا کر بازار میں (ایک مکان کے چھت پر دلوائی) جو آذان رسول کریم ﷺ کے زمانے میں مینار پر ہوتی تھی اور خطیب اس وقت منبر پر ہوتا تھا۔ یہ آذان حضرات عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بازار ہی میں ہوتی رہی۔ پھر جب ہشام خلیفہ بنا تو بازار والی آذان کو پہلے کی طرح مینار پر دلوایا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آذان ثانی مسجد کے اندر خطیب کے سامنے دینا بدعت ہے۔ بعض لوگوں نے اس سے استدلال کرتے ہوئے (جب ہشام خلیفہ بنے تو بازار والی آذان کو مسجد کی طرف منتقل کر دیا) مسجد کے اندر آذان ثانی کو جائز قرار دیا پھر یہ سنت ہو گئی حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔"

خطبہ جمعہ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں پڑھنا سنت متوارثہ کے خلاف ہے: وماتوارثه الناس فوجب اتباعه ''جوفعل مسلمانوں میں رائج ہو اس کا کرنا ضروری ہے'' خطبہ میں اردو وغیرہ نہ پڑھنا چاہئے ہاں قبل خطبہ وعظ ونصیحت کر سکتے ہیں بشرطیکہ نمازیوں کو تکلیف نہ ہو۔ اگر سائل کو الوداع کی نظم بہت پسند ہے تو بعد نماز جمعہ بیٹھ کر اطمینان سے پڑھیں۔ وہو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

استفتاء ۱۷۲

مسئلہ: محترمی ومخدومی حضرت مفتی صاحب، ادارۂ شرعیہ! السلام علیکم۔ مزاج گرامی۔

(۱) خطبہ جمعہ کے قبل جو آذان ہوتی ہے اس کے متعلق یہاں کے مسلمانان اہلسنت کے درمیان سخت اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ کسی کا کہنا ہے کہ منبر کے قریب جیسا کہ زمانہ قدیم سے رائج ہے وہی طریقہ درست ہے۔ دوسرے گروہ کا کہنا ہے کہ یہ آذان مسجد سے باہر ہونا چاہئے کیوں کہ کوئی آذان بھی مسجد کے اندر جائز نہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ مسئلہ ہذا کی صحیح صورت کیا ہے اور قبل خطبہ آذان کہاں ہونی چاہیے۔ اگر مسجد سے باہر ہونی چاہیے تو مسجد کا حلقہ کہاں تک ہے؟ بیرونی صحن کیا مسجد میں داخل نہیں؟ اگر داخل ہے تو پھر مسجد سے باہر کا مطلب کیا ہے؟ صاف صاف جواب دیں اور کتاب وسنت وفقہ حنفی کے حوالوں کے ساتھ تحریر فرمائیں کہ آذان کہاں ہونی چاہیے۔

(۲) زمانہ قدیم سے تقریباً تمام سنی مساجد میں اور حرمین شریفین میں یہ آذان منبر کے قریب ہی ہو رہی ہے۔ علماء نے کیوں روک تھام نہیں کی؟

سوال دوم — مغرب، عشاء یا صبح کی نماز قضا پڑھی جائے تو یہ نمازیں جہر کے ساتھ پڑھی جائیں یا آہستہ؟

المستفتیان: مسلمانان تھانہ روڈ، مدھوپور، سنتھال پرگنہ

۲۴-۶-۷۷ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ!

(۱) مسجد کے اندر آذان دینے کو فقہائے کرام نے مکروہ لکھا ہے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے: **ينبغي ان يوذن على المئذنة اوخارج المسجد ولا يوذن فى المسجد.** یعنی مسجد کے مینارہ پر یا خارج مسجد آذان دی جائے۔ مسجد کے اندر آذان نہ کہی جائے۔ فتح القدیر میں ہے: **الاقامة فى المسجد لابدواما الاذان فعلى المئذنة فان لم يكن ففى فناء المسجد**

وقالوا الایوذن فی المسجد. ''ترجمہ: اقامت مسجد میں کہنا ضروری ہے آذان مینار پر دے فقہاء فرماتے ہیں کہ مسجد میں آذان نہ دی جائے۔'' فقہ کی اکثر و بیشتر معتمد و مستند کتابوں میں ہے کہ مسجد کے اندر آذان نہ دی جائے جیسے فتاویٰ عالمگیریہ، فتاویٰ قاضیخان، بحرالرائق، فتاویٰ ہندیہ، طحطاوی علی المراقی الفلاح، فتاویٰ خلاصہ، فتح القدیر، شرح نقایہ، برجندی وغیرہا۔ اور سب سے بڑھ کر لائق عمل وہ حدیث ہے جو سنن ابی داؤد میں بسند حسن حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے قال کان یوذن بین یدی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اذاجلیس علی المنبر یوم الجمعۃ علیٰ باب المسجد وابی بکر وعمر رضی اللّٰہ عنھما. یعنی جمعہ کے دن جب سرورعالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور کے روبرو مسجد کے دروازے پر آذان دی جاتی۔ اسی طرح حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ میں ہوتا رہا۔ اس حدیث پاک سے بین یدی کا مفہوم بھی واضح ہو گیا۔ عوام نے جو اس کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ امام کے نزدیک منبر کے ایک ہاتھ کے فاصلہ پر آذان دی جائے، یہ غلط ہے۔ بین یدی کا مفہوم سامنے کے ہیں جہاں کوئی مانع و حجاب نہ ہو۔ امام ابن الحاج مکی مدخل میں فرماتے ہیں: ان السنۃ فی اذان الجمعۃ اذا صعد الامام علی المنبر ان یکون المؤذن علی المنار کذالک کان علیٰ عھدالنبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر رضی اللّٰہ عنھما وصدرا من خلافۃ عثمان رضی اللّٰہ عنہ ثم زاد عثمان اذاناً آخر بالزوراءُ ھو موضع بالسوق وابقی الاذان الذی کان علیٰ عھد رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم علی المنار والخطیب علی المنبر اذ ذاک ثم لما تولّٰی ھشام نقل اذان الذی کان علی المنار حین صعود المنبر بین یدیہ. آگے فرمایا ہے کہ فقد بان ان فعل ذالک فی المسجد بین یدی الخطیب بدعۃ تمسک بعض النّاس بھا ثم صار کانہ سنۃ معمول بھا ولیس لہٗ اصل فی الشرع.

''ترجمہ: جمعہ کے آذان میں سنت یہ ہے کہ جب امام منبر پر چڑھے تو مؤذن مینار پر ہو ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صدیق اکبر، عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت کے آغاز تک تھا۔ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مقام زوراء پر دوسری آذان کا اضافہ کیا۔ زوراء بازار مدینہ میں ایک جگہ تھی اور پہلی آذان حسب زمانہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم باقی رہی یعنی خطیب کے منبر پر بیٹھنے پر منارہ پر ہوتی رہی۔ خلفاء راشدین نے خطبہ کے آذان میں کوئی ردوبدل نہیں کیا یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ۸۰/ اسی سال بعد ہشام بن ملک بن مروان کا دور آیا تو اس نے خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت میناروالی آذان کو منبر کے سامنے کر دیا۔ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آذان ثانی مسجد کے اندر خطیب کے سامنے دینا بدعت ہے۔ بعض لوگوں نے اس سے استدلال کرتے ہوئے (کہ جب ہشام خلیفہ بنے تو بازاروالی آذان کو خطیب کے سامنے دلوایا۔ مسجد کے اندر آذان ثانی کو جائز قرار دیا پھر یہ سنت ہو گئی حالانکہ شریعت میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔''

صحن مسجد مسجد ہی کے حکم میں ہے، مسجد سے خارج نہیں۔ جیسا سننے میں آیا ہے کہ حرمین شریفین میں بھی آذان خطبہ جمعہ منبر کے نزدیک نہیں ہوتی بلکہ مئذنہ جہاں پنجوقتی آذانیں ہوتی ہیں وہیں سے خطبۂ جمعہ کی آذان بھی ہوتی ہے۔ اگر ہوتی بھی ہو تو یہ کوئی شرعی دلیل جواز کی نہیں۔ بحمدہ تعالیٰ آج بھی ہندوستان میں مختلف مساجد میں آذان خطبہ مسجد کے باہر ہی ہوتی ہے۔

(۲) جہری نمازوں کی قضا اگر با جماعت ادا کی جائے تو جہر لازم ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـــہ

۲۰-۶-۷۶ء

استفتاء ۱۷۳

مسئلہ: محترم جناب مفتی صاحب سلام مسنون!

دو سوال عرضِ خدمت ہے، جواب سے فوراً ہی مشکور فرمائیں:

(۱) جمعہ کی آذان ثانی جو خطبہ کے قبل ہوتی ہے اس کے بعد دُعا مانگنا ممنوع و مکروہ ہے یا جائز ہے؟

(۲) جو شخص میلاد شریف کو ''کنہیا کے جنم'' کے ساتھ تشبیہ دے، اس کیلئے کیا حکم ہے؟ جواب جلد دیں۔

المستفتی: مرزا محمد رحمت اللہ اشرفی، مقام وڈاکخانہ ساگر دیگھی، ضلع مرشد آباد

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ وباللہ التوفیـــــــــــــــــــــــق!

(۱) جمعہ کی آذانِ ثانی کا جواب یا اس کے بعد دُعا کے متعلق امام ابوحنیفہ و صاحبین کا اختلاف ہے۔ ہمارے امام کے نزدیک جائز نہیں اور صاحبین جواز کے قائل ہیں۔ ''تبیین الحقائق'' میں امام کے قول کو ترجیح دی ہے اور ''نهایه وعنایه'' میں صاحبین کے قول کو پسند کیا ہے۔ لہٰذا امام کے قول پر ہی عمل بہتر ہے۔ اگر کوئی شخص صاحبین کے قول پر عمل کرے تو اس سے جھگڑنے کی ضرورت نہیں۔ دُعا یا آذان ثانی کا جواب اگر بغیر حرکت زبان، دل سے دیں تو جائز ہے۔ درمختار میں ہے: **اذا خرج الامام من الحجرة ان كان والافقيامه للصعود فلا صلوة ولا كلام الى تمامها وقالا لاباس بالكلام قبل الخطبة.** ''جب امام حجرہ سے نکل کر ممبر پر کھڑے ہو جائیں تو خطبہ کے پورا ہونے تک نماز و بات چیت جائز نہیں اور صاحبین نے فرمایا کہ خطبہ سے پہلے کلام میں حرج نہیں۔'' ردّالمحتار میں ہے: **اجابة الاذان مكروهة.** ''آذان ثانی کا جواب دینا مکروہ ہے۔'' ہاں! امام کیلئے دُعا یا آذان ثانی کا جواب زبان سے بھی دینا جائز ہے۔ **وقد صح كلا الامرين عن سيّد المرسلين صلى الله تعالىٰ عليه واله وسلم۔**

(۲) جو شخص ذکر رسول کی مقدس مجلس کو کنہیا کے جنم سے تشبیہ دے وہ سخت گنہگار بیہودہ، نابکار، مستحق غضب جبار و قہار اور لائق عذاب نار ہے۔ اگر اس نے ذکرِ رسول کی توہین کی غرض سے ایسا کہا تو اس کا یہ کلمہ **منجر الى الكفر** ہوگا۔ بہرحال وہ شخص، گمراہ، بے دین، جاہل و بدمذہب ہے۔ جب تک وہ توبہ نہ کرے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سے ترکِ موالات کریں۔ اس سے میل جول کرنا جائز نہیں۔ ارشاد خداوندی ہے: **وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ**

الظّٰلِمِیْنَ۔ ''اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (کنز الایمان)

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۱/۱۰/۷۲ء

استفتاء ۱۷۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) آذانِ ثانی جمعہ، مسجد کے اندر، منبر سے ہاتھ، دو ہاتھ کے فاصلے پر پست آواز سے جیسا کہ ہندوستان میں اکثر جگہ رائج ہے۔ ہونی چاہیے یا خارج مسجد، اگر مسجد کے اندر آذان دینا منع ہے۔ تو اس کی دلیل کیا ہے؟ اور خارج مسجد آذان کس زمانے سے ہوتی آ رہی ہے؟ اور اندرون مسجد آذان کا رواج کب سے پڑ گیا مفصل مدلل جواب مرحمت فرمائیں گے۔ چونکہ یہاں لوگوں میں بہت اختلاف ہو گیا ہے۔ برائے کرم جواب میں تاخیر نہ کریں بلکہ پہلی فرصت میں جواب مرحمت فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔

(۲) موجودہ زمانہ میں تیرہویں صدی چل رہی ہے یا چودھویں صدی، زید کہتا ہے تیرہویں صدی چل رہی ہے۔ جواب جلد دیں۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: احقر عبد العزیز قادری، سوانگ کولیری، ضلع ہزاری باغ
۸/ستمبر ۷۲ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــ وھو الموفق للحق والصواب ـــــــ

(۱) فقہائے کرام ائمہ عظام نے مسجد کے اندر آذان مکروہ لکھا ہے۔ ''فتاویٰ خانیہ میں ہے: **ینبغی ان یوذن علی المئذنة او خارج المسجد ولا یوذن فی المسجد۔** ''مینارہ پر یا خارج مسجد آذان دی جائے اندرون مسجد آذان نہ دی جائے۔'' چنانچہ ''فتاویٰ عالمگیریہ'' اور ''فتاویٰ خلاصہ'' میں ایسا ہی ہے۔ فتح القدیر میں ہے: **الاقامة فی المسجد لابد واما الاذان فعلی المئذنة فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لایؤذن فی المسجد،** ''اقامت مسجد کے اندر ضروری ہے اور آذان مینارہ پر اور اگر مینارہ نہ ہو تو مسجد کے باہر آذان دی جائے۔ فقہاء کرام نے فرمایا کہ مسجد کے اندر آذان دینا جائز نہیں۔'' فقہ کی معتبر ومستند کتابوں میں بھی یہی لکھا ہے: جیسے فتاویٰ ہندیہ، طحطاوی علی مراقی الفلاح، فتاویٰ خلاصہ، فتاویٰ عالمگیریہ، فتاویٰ قاضی خان وبحر الرائق وغیرہ۔

(۲) اصولاً یہ چودھویں صدی چل رہی ہے، تیرہویں صدی ختم ہو چکی۔ نہ معلوم مسلمان، اس کی تحقیق کے درپے کیوں

ہیں؟ ہونا تو یہ چاہیے کہ:فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا. ''تو جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔'' (کنزالایمان) وھو اعلم بالصواب وعندہٗ ام الکتاب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۵/۹/۷۲ء

استفتاء ۱۷۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید کہتا ہے کہ جمعہ میں آذان ثانی مسجد کے اندر منبر سے ایک ہاتھ کے فاصلہ پر دینا چاہیے اور یہی درست وصحیح ہے اور عمر کا کہنا ہے کہ مسجد کے اندر نہیں۔ باہر صحن میں آذان ثانی درست ہے۔ لہٰذا مسئلہ صحیح ودرست پر کون ہے؟ اس کو وضاحت کے ساتھ اور ساتھ سند کے مکمل ومدلل جواب سے نوازیں اور عنداللہ وعندالرسول ماجور ہوں۔

المستفتی: حاجی منصف ومحمد یوسف وجملہ مسلمانان، محمد پور، تھانہ: بینی پٹی، ضلع: دربھنگہ

۱۴/۲/۷۱ء

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ـــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ـــــــ!

صورت مسئولہ میں، عمر کا قول صحیح درست ہے۔ مسجد کے اندر آذان دینے کو ائمہ کرام وفقہائے عظام نے مکروہ لکھا ہے۔ فتاویٰ خانیہ میں ہے: ینبغی ان یوذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد یعنی مسجد کے مینارے پر یا خارج مسجد آذان دی جائے اور مسجد کے اندر آذان نہ کہی جائے۔ فتح القدیر میں ہے:الاقامۃ فی المسجد لا بدو اما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد وقالوا لا یؤذن فی المسجد۔ یعنی تکبیر تو مسجد میں ضروری ہوگی لیکن آذان تو وہ مینارہ پر ہو اور مینارہ نہ ہو تو مسجد کے باہر۔ اور فقہاء کرام نے فرمایا کہ مسجد کے اندر آذان نہ دی جائے۔ اسی طرح فقہ کی اکثر وبیشتر مستند ومعتبر کتابوں میں ہے کہ مسجد کے اندر آذان نہ دی جائے۔ جیسے فتاویٰ خلاصہ، فتاویٰ عالمگیریہ، فتاویٰ قاضی خان، بحرالرائق، فتاویٰ ہندیہ، طحطاوی علی مراقی الفلاح اور سب سے بڑھ کر لائق عمل وہ حدیث ہے جو سنن ابی داؤد شریف میں، بہ سند حسن حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم اذاجلس علی المنبر یوم الجمعة علی باب المسجد وابی بکروعمررضی اللہ عنہما ۔یعنی جمعہ کے دن جب سرورکائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم منبر پر جلوہ افروز ہوتے تو حضور پاک کے روبرو مسجد کے دروازے پرآذان دی جاتی اوراسی طرح حضرت ابوبکروعمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں اس حدیث شریف سے"بین یدی "کامفہوم بھی واضح ہوگیا۔عوام نے "بین یدی" کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ امام ومنبر کے نزدیک ایک ہاتھ کے فاصلہ پرآذان دی جائے،وہ غلط ہے بلکہ"بین یدی " کامفہوم "سامنے"اور"روبرو" کے ہیں۔لہٰذا آذان مسجد کے دروازے پر ہو،امام کے سامنے جہاں کوئی چیز حائل نہ ہو۔محاذات امام میں داخل ہے اوربین یدی کا اطلاق اس پرصادق آئے گا۔شارع علیہ السلام سے اندرون مسجد آذان کا کہیں ثبوت نہیں ملتا۔امام ابن الحاج مکی مالکی"مدخل"میں فرماتے ہیں:ان السنة فی اذان الجمعة اذا صعدالامام علی المنبران یکون المؤذن علی المینار، کذالک کان علی عہدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکروعمر وصدرابن خلافة عثمان رضی اللہ عنہ ثم زادعثمان رضی اللہ عنہ اذا نا اخر بالزوراء وھوموضع بالسوق وابقیٰ الاذان الذی کان علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنار والخطیب علی المنبر اذ ذاک ثم لما تولیٰ ھشام نقل الاذان الذی کان علی المنار حین صعودالمنبر بین یدیہ آگےچل کرفرمایا کہ فقد بان ان فعل ذالک فی المسجد بین یدی الخطیب بدعة تمسک بعض الناس بھا ثم صار کانہ سنة معمول بھا ولیس لہ اصل فی الشرع ۔"یعنی جمعہ کی آذان کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ جب امام منبر پر چڑھے تو مؤذن منارہ پرہو۔سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے دورخلافت میں،اورحضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانۂ خلافت کی ابتداء میں یہی طریقہ تھا۔بعدازاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مقام"زوراء"پردوسری آذان زیادہ کی اور"زوراء"بازار میں ایک جگہ تھی اورپہلی آذان حسب سابق زمانۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم علی حالہ باقی رہی،یعنی خطیب کے بیٹھنے کے وقت منارہ پرہوتی رہی اورخلفائے راشدین نے خطبہ کی آذان میں کوئی ردّوبدل نہ کیا۔حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اسّی سال بعد،جب خلیفہ ہشام بن عبدالملک مروان کا دورآیا توانہوں نے اس میں تغیر کردیا اورآذان اوّل کوخطیب کے منبر پر بیٹھنے کے وقت کردیا۔اس سے یہ ظاہر ہوگیا کہ خطیب کے سامنے مسجد میں آذان بدعت ہے۔زمانۂ خیرالقرون میں ایسانہ تھااوراب لوگوں نے اسی کوطریقہ مسنونہ تصورکرلیا۔حالاں کہ شرع میں اس کی کوئی اصل نہیں۔" وھوتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم. ھذا ماظھرلی والعلم بالحق عند ربی واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم۔

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی،خادم دارالافتاءادارۂ شرعیہ بہار،پٹنہ۶

۲۱رفروری ۱۹۷۱ء

استفتاء ۱۷۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
جمعہ کے خطبۂ اول میں بارک اللہ لنا ولکم فی القرآن المجید کے پڑھنے کے قبل، کوئی آیت شریفہ پڑھ کر خطیب اردو زبان میں امر بالمعروف کرے جس سے عوام وخواص کو سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق ہو تو یہ صورت جائز ہے یا نہیں؟ ''امداد المفتیین'' میں اسے ناجائز اور بدعت لکھا ہے کیا یہ درست ہے؟ جب کہ یہ عجم ہے تو عربی کے ساتھ غیر عربی کی اجازت شریعت نے دی ہے یا نہیں۔ یہاں آپس میں اختلاف واقع ہے۔ لہٰذا جواب مع الدلائل سے مطلع فرمایا جائے۔ بینوا توجروا!

المستفتی: محمد عارف باللہ، مدرسہ ضیاء العلوم ومقام وپوسٹ: کواتھ، ضلع شاہ آباد (آرہ)
۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ـــــــــ!

صورت مستفسرہ میں خطبۂ جمعہ عربی ہی میں ہونا چاہیے اس لئے کہ جان رحمت سرکار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان برکت نشان سے عہد صحابہ کرام وتابعین عظام وائمہ اسلام تک ہمیشہ خطبۂ جمعہ عربی زبان ہی میں مذکور و ماثور۔ حالاں کہ زمانۂ صحابہ میں اکثر بلاد عجم میں اسلام کی اشاعت ہو چکی تھی لیکن ان حضرات کا کبھی بھی عجمی زبان میں خطبہ دینا مذکور نہیں۔ اور نہ دونوں زبان ملانے کی کوئی روایت موجود۔ لہٰذا عربی زبان کے ساتھ کسی دوسری زبان کا خلط، خطبہ میں سنت متوارثہ کے خلاف ہوگا۔ ہاں! اگر امام ضرورت کے پیش نظر عوام کو کسی امر منکر سے منع کرنا چاہے تو لامحالہ عربی زبان نہ سمجھنے کی وجہ سے اُردو ہی میں منع کرے گا اور یہ کلام خطبہ ہی میں ہوگا۔ لہٰذا اس کی اجازت ہے، ایسا کرنا مکروہ نہ ہوگا بلکہ ضرورت داعیہ کی بنا پر منع کرنا واجب بھی ہوسکتا ہے کیوں کہ امر بالمعروف بھی خطبہ کے مقاصد حسنہ سے ہے: کمافی الدر المختار یکرہ تکلمہ فیھا الا لامر بالمعروف لانہ منھا۔ یوں خطبہ کا مختصر حصہ اردو میں ہونا مکروہ نہیں۔ ھذا ما ظھر لی وباللہ التوفیق۔ موجودہ دور میں جب کہ عام مسلمانوں میں دینی امور سے غفلت ولاپرواہی دن بدن بڑھتی جارہی ہے اور جمعہ میں مسلمانوں کا اجتماع غنیمت ہے۔ زمانے کے بدلے ہوئے حالات اور تقاضائے وقت کے پیش نظر مسلمانوں میں جذبۂ ملّی پیدا کرنا اور دینی شعور کو بیدار کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لئے بہتر یہ ہوگا کہ اگر نمازیوں کو ادائیگی سنت میں خلل واقع نہ ہو تو خطیب صاحب قبل خطبہ پند ونصائح، تذکیر وموعظت سے مسلمانوں کو مستفیض کریں یا پھر بعد اختتام جمعہ، تھوڑی دیر لوگ توقف کریں اور جو کچھ وعظ ونصیحت کی جائے وہ سن کر جائیں تا کہ کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملے۔ وھو اعلم بالصّواب والیہ المرجع والمآب۔

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
۱۵/۹/۷۰ء

استفتاء ۱۷۷

مسئلہ: معظمی ومکرمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ وبرکاتہٗ گزارش خدمت یہ ہے کہ ہم لوگ یعنی تقریباً تین سو مسلمان ایک کمپنی میں ملازم ہیں، کمپنی کی طرف سے جمعہ وعید الاضحیٰ وعید الفطر اور قبرستان کے لئے کچھ زمین دی گئی ہے۔ اس میں ہم لوگ جمعہ پڑھتے ہیں۔ شرعاً یہ جائز ہے یا نہیں؟ یہاں سے قریب دو میل کے فاصلے پر، ایک مسجد ہے، وہاں جماعت ہوتی ہے، وہاں کے پیش امام وہابی ہیں۔ اس وجہ سے ہم لوگ وہاں جمعہ کی نماز کے لئے نہیں جاتے ہیں اور اسی وجہ سے ہم لوگوں نے یہاں جمعہ قائم کیا ہے۔ جہاں جمعہ قائم کیا گیا ہے وہ میدان کی شکل میں ہے۔ براہ مہربانی جواب شرعی سے مطلع کریں۔

المستفتی: محمد یعقوب، نیو کینڈاہ کوئیلری، پوسٹ: کینڈاہ بردوان

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ ہو الموفق للصواب ــــــــــ !

صورت مسئولہ میں بدمذہب کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ اگر مجبوراً آپ لوگوں نے ایسی جگہ جمعہ قائم کیا ہے جو میدان کی طرح ہے تو وہاں نماز جائز ہو جائے گی تنویر الابصار ودرّ مختار میں ہے: **یشترط لصحتها المصر وفنائه وهو ما حوله اتصل به اولا لاجل مصالحه کدفن الموتى ورکض الخيل......الخ. کما حرره ابن الكمال وغيره** ـ "صحت جمعہ کے لئے مصر اور فنائے مصر کا ہونا شرط ہے اور وہ جگہ جو مصر کے آس پاس مصر کی مصلحتوں کے لئے ہے وہ فنائے مصر ہے جیسے قبرستان، گھوڑ، دوڑ کا میدان وغیرہ جیسا کہ ابن کمال نے اس کو تحریر کیا ہے۔" ردّ المحتار میں ہے: **قد نص الائمة على ان الفناء ما اعد لدفن الموتى وحوائج المصر کرکض الخيل والدواب وجمع العساکر والخروج للرمي وغير ذالک.** "ائمہ نے نص بیان فرمایا کہ فنائے مصر وہ ہے جس کے تحت قبرستان اور مصر کی ضرورتیں جیسے گھوڑ دوڑ اور جانوروں کا میدان اور لشکروں کی جمع ہونے اور تیر اندازی کی جگہ وغیرہ" جمعہ کے لئے شہر یا فنائے شہر ہونا چاہیے۔ مسجد یا مکان کی شرط نہیں۔ میدان میں بھی جمعہ ہو سکتا ہے۔ لیکن اذن عام ضروری ہے۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے: **السلطان اذا صلى فى داره ان فتح باب داره جاز وان لم ياذن العامة لا تجوز** ـ "اپنے گھر میں نماز پڑھے اگر اس کے گھر کا دروازہ کھلا ہے تو جائز ہے اور اگر اذن عام نہیں ہے تو جائز نہیں۔" نیز درمختار میں ہے: **يشترط لصحتها المصر وفنائه وهو ما حوله لاجل مصالحه کدفن الموتى ورکض الخيل. وهو تعالىٰ اعلم!**

نوٹ: مسائل پوسٹ کارڈ میں لکھ کر نہ بھیجیں اصولاً غلط ہے۔

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۸/۱/۱۷ء

استفتاء ۱۷۸

مسئلہ: مکرمی! اسلام علیکم ـــــ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطبہ پڑھنے کے وقت تعوذ کا پڑھنا، اگر چہ مان لیا کہ ضروری ہے تو کیا اسے بلند آواز سے پڑھنا چاہیے۔ تحریر کریں۔

المستفتی: محمد سلیم الدین انصاری، موضع بلہا، ڈوگروا، پوسٹ: رجواڑہ، ضلع دربھنگہ

۱۹؍۷؍۷۱ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــــ!

صورت مسئولہ میں خطبہ شروع ہونے سے پہلے تعوذ یعنی اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم آہستہ پڑھے۔ پھر حمد الٰہی سے خطبہ شروع کرے۔ ردالمحتار میں ہے: قوله یبدؤ ای قبل الخطبة الاولیٰ بالتعوذ سرّاً بحمدالله تعالیٰ والثناء علیه یعنی خطبۂ اولیٰ کے قبل اعوذ آہستہ پڑھ کر خدا کی حمد وثنا سے خطبہ شروع کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۱۴؍۷؍۷۱ء

استفتاء ۱۷۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ:

بروز جمعہ قبل نماز تقریر کر سکتے ہیں یا نہیں؟ کیوں کہ ہمارے چند ناواقف مفتیوں نے اسے ناجائز بتلایا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر قبل جمعہ تقریر کی جائے تو جو لوگ سنت ادا کرتے ہیں، انہیں خلل ہو جاتا ہے۔ صحیح قول کیا ہے؟ وضاحت فرمادیں۔ بینوا توجروا!

المستفتی: احقر الناس، خطا کار، عبد المصطفیٰ محمد نصر اللہ بن علی مرتضیٰ غفرلہ

بجرکھی، چری، سنتھال پرگنہ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــ **اللّٰھم ھدایة الحق والصواب** ـــــــ!

بروز جمعہ قبل نماز وعظ وتقریر کرنے میں شرعاً کوئی مضائقہ نہیں، ہاں! اگر تقریر سے نمازیوں کی نماز میں خلل واقع ہو اور ان کے خیالات منتشر ہوتے ہوں تو ایسی حالت میں تقریر نہ کرنی چاہیے۔ ایسے موقع پر تو بلند آواز سے تلاوت قرآن حکیم ودیگر

اوراد و وظائف بھی نہیں کر سکتے۔ اگر تمام نمازی سنت و نوافل سے فارغ ہوں تو تقریر کرنے میں مضائقہ نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

یکم دسمبر ۷۱ء

استفتاء ۱۸۰

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:
زید جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے کھڑا ہوا۔ اثنائے خطبہ میں اس نے اپنی مَن مانی تقریر شروع کر دی۔ کیا اثنائے خطبہ میں تقریر کرنا ازروئے شرع جائز ہے؟ یا حرام ہے؟ شریعت کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے سرفراز فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔

المستفتی: محمد صلاح الدین ملک، بھر کنڈا، ہزاری باغ
۲۷/اپریل ۷۲ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــ وھوالموفق للحق والصواب ـــــــــ !

غیر عربی میں خطبۂ جمعہ پڑھنا، سنت متوارثہ کے خلاف اور مکروہ تنزیہی ہے۔ صحابہ کرام و تابعین عظام و فقہائے اسلام نے ہمیشہ خالص عربی زبان میں ہی خطبہ دیا۔ کسی دور میں بھی عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں ان حضرات سے خطبہ دینا منقول نہیں۔ لہٰذا متوارث کی اتباع ضروری ہے۔ درّ مختار میں ہے: **ماتوارثه المسلمون فوجب اتباعهم** ۔ "جو فعل مسلمانوں میں رائج ہوا سے کرنا واجب ہے۔" لہٰذا اثنائے خطبہ میں، اپنی من مانی تقریر کرنا مکروہ ہے۔ حرام و ناجائز نہیں۔ اگر **الامر بالمعروف ونهي عن المنكر** . "بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنے" کے پیش نظر، خطیب ضرورتاً دو ایک کلمہ غیر عربی میں کہہ دے تو مضائقہ نہیں۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۹/۷/۲/۷ء

استفتاء ۱۸۱

مسئلہ: محترم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض ہے کہ ہم لوگوں کی آبادی قریب پچیس گھر مسلمانوں کی ہے اور ہم لوگوں کے بزرگوں کے وقت سے، ایک مسجد بھی تعمیر شدہ ہے۔ یہاں عیدین کی نماز بھی پڑھی جاتی ہے۔ مگر افسوس کہ یہاں نمازی بہت کم ہیں۔ صرف پانچ، چھ آدمی پنجوقتہ نمازوں میں رہتے ہیں اور ایک مدت سے تقریباً دس بارہ سال سے جمعہ بھی ہم لوگ قائم کئے ہوئے ہیں۔ بہت سارے لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ یہاں جمعہ جائز نہیں۔ اس لئے کہ جمعہ کی جو بھی شرائط ہیں وہ یہاں نہیں جمعہ میں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ سات یا آٹھ یا دس آدمیوں سے مل کر ہم لوگ جمعہ پڑھتے ہیں اور زیادہ ہوئے تو بیس آدمی۔ لہٰذا دریافت طلب ہے کہ ہم لوگ جمعہ قائم رکھیں، یا بند کردیں۔ بینوا توجروا!

المستفتی: وکیل احمد، موضع انگرا، ضلع گیا

۸۶/۹۲ ۷

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ

دیہات میں جمعہ وعیدین باتفاق ائمہ حنیفہ رضی اللہ عنہم ممنوع وناجائز ہے۔ درمختار میں ہے: **صلوٰۃ العید فی القریٰ تکرہ تحریماای لانه اشتغال بما لایصح الخ وفی ردالمحتار ومثله الجمعة** ۔ ''دیہات میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے اس لئے کہ ایسی چیز میں مشغول ہونا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ اور ''ردالمحتار'' میں ہے کہ عید کی طرح جمعہ بھی دیہات میں جائز نہیں۔'' جمعہ کی صحت کے لئے منجملہ اور شرائط کے ''مصر'' (شہر) کی شرط ضروری ہے۔ **فی الشامی عن القهستانی وعن الجواهر لوصلوافی القریٰ لزمهم اداء الظهر** ۔ فتاویٰ شامی میں ''قہستانی'' اور ''جواہر'' کے حوالے سے ہے کہ دیہات میں اگر جمعہ پڑھ لیا تو ظہر کی نماز ادا کرنا ضروری ہے۔ جمعہ کی صحت کے لئے جماعت کثیر شرط نہیں۔ ہمارے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک امام کے علاوہ، تین مرد عاقل وبالغ کا ہونا ضروری ہے اس سے کم میں جائز نہیں، لیکن جس دیہات میں ہمیشہ سے جمعہ ہوتا آیا ہے، اُسے بند کرنا بھی مناسب نہیں، اس لئے کہ لوگ کسی طرح خدا کی یاد تو کر لیتے ہیں مگر اس کے بعد نماز ظہر بہ نیت فرض ضرور ادا کریں کہ اس نماز جمعہ سے نماز ظہر ساقط نہیں ہوئی۔ ہاں جہاں نہیں ہوتا ہے وہاں جمعہ قائم نہ کیا جائے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۵/۸/۱۹۷۳ء

استفتاء ۱۸۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں
گوپال گنج کی مسجد میں ایک امام دیوبندی ہے اور مصلیان حضرات سنی ہیں تو امام سے کہا جاتا ہے کہ نماز جمعہ خطبہ کا ترجمہ بھی بیان کیا جاتا ہے جو کہ ایک مدت سے ترجمہ قبل بیان کیا جاتا تھا لیکن عشرہ سال سے یہ ملتوی ہو گیا۔ لہٰذا آپ برائے کرم اس کے بارے میں واضح طور پر جواب عنایت فرمائیں۔ احسان ہوگا۔ فقط والسلام

المستفتی: بارالقادری، گوپال گنج، امام مسجد ہذا
۹ رشوال المکرم

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ

عوام میں بہت ایسی باتیں رائج ہیں جس کا شرعاً کوئی ثبوت نہیں۔ انہیں میں سے جمعہ کے خطبہ میں اردو میں خطبہ دینا یا عربی کا ترجمہ (معنی) بیان کرنا یا عربی خطبہ پڑھنے کے بعد اردو زبان میں تقریر کرنی یہ سنت متوارثہ کے خلاف ہے۔ عہد رسالت سے عہد صحابہ، تابعین، تبع تابعین کہیں سے اس کا ثبوت نہیں ملتا ہے کہ صحابہ یا تابعین جب عجمی ممالک جہاں کے لوگ عربی نہیں جانتے تھے جب فتح کے بعد وہاں پہنچے تو ان حضرات نے صرف عربی زبان میں خطبہ دیا قوم کی زبان میں نہیں۔ حالانکہ مفتوحہ ممالک کی زبان یا محاورے کا لحاظ رکھتے ہوئے وہاں کی زبان میں خطبہ دینا چاہیے مگر ایسا نہیں کیا۔

بہرحال اگر آپ لوگ خطبہ کا ترجمہ یا تقریر و وعظ سننا چاہیں تو امام صاحب سے کہئے کہ وہ خطبہ کی آذان سے پہلے کھڑے ہو کر خطبہ کا معنی یا تقریر کر دیں اور آذان کے بعد صرف عربی میں خطبہ دیں۔

مگر تعجب ہے کہ آپ نے یہ لکھا ہے کہ امام دیوبندی ہیں اور عوام مصلّیان سنی ہیں۔ یہ کیسے سنی ہیں جو دیوبندی کو امام مقرر کر لیا ہے ان کے پیچھے نماز بھی پڑھتے ہیں حالانکہ دیوبندیوں کا عقیدہ سنیوں کے بالکل خلاف ہے اور اختلاف عقیدہ کی بنا پر ان کے پیچھے سنی کی نماز نہیں ہوگی۔ ان کے عقیدوں کو جاننے کے لئے ان کی کتابیں پڑھئے، یہاں اس کی تفصیل ممکن نہیں۔

نوٹ ـــ مسئلہ جوابی لفاف میں بھیجیں کارڈ میں نہیں

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۵-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۱۸۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے میں
مہراج گنج میں دو مسجد ہے۔ دونوں میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ ایک مسجد کے امام صاحب پر۔ مفتی ثناء اللہ صاحب بنارس کا فتویٰ ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں ہے۔ اس حالت میں جمعہ کی نماز کے بدلے ظہر کی نماز پڑھ سکتا ہوں۔ جواب سے مطلع کریں۔

المستفتی: محمد عقیق بستوی، پوسٹ مہراج گنج، ضلع سیوان

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــــ !

سائل کا سوال تشریح طلب ہے۔ ایک مسجد کے امام کے پیچھے نماز درست نہ ہونے کی کیا وجہ ہے۔ اگر واقعی وہ امام فاسق ہے اور اس نے خلاف شرع ایسا کوئی کام کیا ہے جس کی وجہ سے اس کی اقتدا میں نماز درست نہیں تو دوسری مسجد میں نماز جمعہ ادا کی جائے۔ اگر دوسری مسجد کا امام بھی نا اہل فاسق، بدعقیدہ، گمراہ ہو تو ایسی صورت میں دوسرے امام کا انتخاب کیا جائے۔ اگر یہ بھی ناممکن ہو تو بجائے جمعہ کے ظہر کی نماز پڑھیں۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

استفتاء ۱۸۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
زید عالم اور امام ہے جمعہ کی فرض نماز ادا کرنے کے بعد پھر چار رکعت فرض ظہر با جماعت ادا کرتے ہیں کیا یہ درست ہے اور ایسے عالم کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے بحوالہ کتب معتبرہ جواب عنایت فرمائیں!

المستفتی: محمد یقین الدین ایل، پی اسکول، بشن پور وتھ رٹ، ضلع پورنیہ، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــ !

صورت مذکورہ میں امام صاحب کا بعد نماز جمعہ فرض ظہر با جماعت ادا کرنا شرعاً ممنوع و ناجائز ہے ایسی صورت میں عوام کے گمراہ ہونے کا خطرہ ہے اگر کسی جگہ جمعہ کی بعض شرط مفقود ہونے کی وجہ سے نماز جمعہ میں شک و تردد واقع ہو تو خواص کیلئے جمعہ کی

چار رکعت سنت بعد والی پڑھنے کے بعد احتیاطاً چار رکعت پڑھنے کا حکم ہے۔ اور اس کی نیت یوں کرے کہ وہ پچھلی ظہر جس کا وقت میں نے پایا اور ادا نہ کیا اسے پڑھ رہا ہوں اس کے بعد دو رکعت سنت بعد والی پڑھے۔ لیکن جمعہ پڑھتے وقت جمعہ کو صحیح سمجھ کر خاص فرض جمعہ کی نیت سے ادا کرے اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ اگر اس کے ذمہ کوئی ظہر کی نماز قضا باقی ہے اگر جمعہ صحیح ہو گیا تو یہ رکعتیں قضا نماز میں شمار ہوں گی اور اگر کوئی ظہر باقی نہ ہوگی تو یہ رکعتیں نفل ہو جائے گی۔ اگر ظہر کی کوئی قضا مصلی کے ذمہ باقی نہیں تو چاروں رکعتوں میں سورہ ملائے اور اگر قضائے عمری باقی ہے تو دو رکعت میں سورہ ملائے اور دو خالی پڑھے ایسی صورت میں یہ رکعتیں فرض ہی میں شمار ہوں گی یا تو پہلے قضا نماز کے ادا میں محسوب ہوں گی اور شک کی صورت میں آج کے ظہر کے بدلہ میں ہوگی لیکن یہ حکم خواص کیلئے ہے عوام کے لئے یہ حکم نہیں اور نہ انہیں احتیاط کی ضرورت فتاوی عالمگیری میں ہے: **فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعة لوقوع الشک فی المصر اوغیرہ واقام اهله الجمعة ،ینبغی ان یصلّوا بعد الجمعة اربع رکعات وینووا بها الظهر حتی لولم تقع الجمعة موقعها یخرج عن عهدة فرض الوقت بیقین کذا فی الکافی وهکذافی المحیط ثم اختلفوا فی نیتها قیل ینوی آخرظهرعلیه وهوالاحسن والاحوط ان یقول نویت اخرظهر ادرکت وقته ولم اصله بعدکذا فی القنیة.**

”ترجمہ: ہر وہ مقام جہاں شہر ہونے یا نہ ہونے میں شک کی وجہ سے جواز جمعہ میں شک ہو جائے وہاں جمعہ کے بعد چار رکعات بہ نیت ظہر ادا کی جائیں تا کہ اگر جمعہ نہ ہوا تو وقتی فرض کی ادائیگی بالیقین ہو سکے۔ الکافی اور محیط میں بھی اسی طرح ہے پھر وہ اپنے ذمے آخری ظہر ادا کر رہا ہے۔ اور یہی احسن ہے اور احوط یہ ہے کہ یوں ارادہ کرے کہ میں آخری ظہر پڑھ رہا ہوں جس کا وقت میں نے پایا اور اسے ابھی تک ادا نہیں کیا جیسا کہ منیہ میں ہے۔“

مراقی الفلاح میں: **وبفعل الاربع مفسدة اعتقادالجهلة ان الجمعة لیست بفرض اوتعدوالمفروض فی وقتها ولایفتی باربع الاالخواص یکون فعلّهم ایاها فی منازلهم.وهوتعالیٰ اعلم!**

”ترجمہ: ان چار رکعات کی ادائیگی جاہل لوگوں کے اعتقاد میں فساد برپا کرے گی کہ جمعہ فرض ہے یا نہیں، یا ایک ہی وقت میں متعدد فرائض ہو سکتے ہیں، لہٰذا چار رکعات ظہر کا فتویٰ صرف خواص کے لئے ہے۔ اور ان کا فعل (رکعات کی ادائیگی) بھی اپنے گھروں میں ہوگی۔“

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳/۱۲/۷۸ء

استفتاء ۱۸۵

(۱) خطبہ نماز کا حصہ ہے یا وعظ تقریر کا۔
(۲) خطبہ کا ذکر قرآن پاک میں آیا ہے کہ عربی کے علاوہ مخلوط یا کسی زبان میں خطبہ نہیں دیا جاسکتا ہے یا حدیث پاک میں اور قرآن کے کون سے پارہ میں ہے مرحمت فرمائیے گا۔
اس خطبہ کی ابتدا کب سے ہوئی ہے حضور نبی مکرم تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وائمہ مجتہدین یا پیران عظام کہیں یہ بھی فرمایا ہے کہ عربی کے علاوہ مخلوط یا کسی زبان میں خطبہ برسر منبر دیا جاسکتا ہے۔

نوٹ: سرکاروالا سے گذارش کہ سوالات کا جواب ہندی زبان میں مرحمت فرمادیں تو بہتر ہوگا چونکہ عدالت میں اس کا کیس چل رہا ہے تاکہ عدالت سمجھ سکے۔ فقط والسلام

المستفتی: سید وصی علی قادری چشتی صابری، درگدائے افضل قادری عفی عنہ
۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ

۷۸۶/۹۲

الجواب

خطبہ جمعہ وغیرہ:

जुमा की नमाज़ सहीह होने के लिये ख़ुत्बा शर्त है। इसके बग़ैर जुमा की नमाज़ सहीह नही। इसी लिये ख़ुतबा के बग़ैर हुज़ूर सल्लल्लाहु अलैहि वसल्लम ने कभी भी जुमा की नमाज़ नही पढ़ी है। उम्दतुर्रयाया में है:

ان النّبی صلی اللہ علیہ وسلم ماصلاھا بدون الخطبۃ ذکرہ البیھقی الخ۔

ख़ुतबा नमाज़ का हिस्सा है। यही वजह है कि ख़ुतबे की हालत में नामज तक पढना मना है। उमदतुर्रयाया में ख़ुतबा के नमाज़ होने की सराहत है। चुनान्चे सफ़ा 288 के हाशिये पर है। في الخطبة لانها صلاة

हूज़ुर के बाद सहाबा ताबईन अईम्मा जो तमाम इस्लामी मुल्कों में फैले हुए थे। कभी भी गैर अरबी में ख़ुतबा नहीं पढ़ा हालोंके जो उर्ज़ आज पेश किया जात है वह उस वक़्त भी था। अगर गैरे अरबी में ख़ुतबा पढ़ना दुरूस्त होता तो वह लोग यक़ीनन पढ़ते। जब उन्होंने नहीं पढ़ा तो हमें क्या हक़ मिलता है। मिज़ान पहली जिल्द के सफ़ा 983 पर है।

فان کل باب لم یفتحه الشارع فلیس لاحد ان یفتح. "ہر وہ دروازہ جس کو شارع نے نہیں کھولا کسی کے لئے کھولنا جائز نہیں۔"

बहर कैफ गेरे अरबी में खुतबा पढ़ना सुनते मोतवरिसा की मुखालेफ़त और मकरूह है।
उमदतुर्रयाया सफा 282 में है।

لاشک فی ان الخطبه بغیر العربیه خلاف السنة الموارثة من النبی. "عربی زبان کے علاوہ میں خطبہ دینا خلاف سنت ہے۔"

फकत वल्लाहो तआला आलम!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۹/۱۰/۷۷ء

استفتاء ۱۸۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ہمارے یہاں مسجد میں ایک عالم صاحب جو عمر اور بیماری کی وجہ سے اس قدر ضعیف و کمزور ہیں کہ جمعہ کا خطبہ بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور نماز بھی پہلی رکعت تو کھڑے ہو کر پڑھاتے ہیں لیکن دوسری رکعت بیٹھ کر پڑھاتے ہیں۔ جمعہ کے علاوہ اور کسی وقت کے نماز میں نہیں آتے ہیں جب کہ مسجد کے دروازے ہی پر ان کا مکان ہے۔ ہم تمام گاؤں والے بچوں کی تعلیم و امامت کی غرض سے دو۔ دو حافظ قرآن خوش الحان قاری رکھے ہوئے ہیں پنجوقتی نماز پابندی کے ساتھ قاری صاحب ہی پڑھاتے ہیں عالم صاحب نماز تراویح کے بالکل مخالف ہیں تراویح کو بدعت عمری بتاتے ہیں اس صورت میں عالم صاحب کے پیچھے ہم لوگوں کی نماز ہوتی ہے یا نہیں؟ جواب باصواب سے مطلع فرمائیں عین کرم ہوگا۔
المستفتی: محمد حشمت خان، موضع و پوسٹ کھجورا، وایہ باڑھ، ضلع پٹنہ
۹۲/۸۶ک

الجواب

صورت مسئولہ میں جمعہ کا خطبہ کھڑے ہو کر پڑھنا مسنون ہے بغیر کسی خاص مجبوری و عذر معقول کے بیٹھ کر خطبہ پڑھنا گناہ ہے کہ اس سے سنت ترک ہوتی ہے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم وصحابۂ کرام وتابعین عظام نے ہمیشہ خطبہ کھڑے ہو کر ہی پڑھا ہے ہاں دوسرا کوئی امامت کے لائق نہ ہو تو مجبوراً ایسا کیا جائے گا۔ اگر نماز میں قیام کرنا متعذر رہو کہ کھڑے ہونے کی طاقت

نہیں تو ایسی حالت میں تکبیر تحریمہ کھڑے ہو کر کہے اور جب تک کھڑا ہو سکتا ہو کھڑا رہے اور جب کھڑا ہونا ناممکن ہو بیٹھ جائے۔

جماعت واجب ہے باوجود قدرت و استطاعت کے جماعت ترک کرنا سخت گناہ اور اس کا مرتکب فاسق ہے۔ بلا عذر ترک جماعت پر سخت تہدید و وعید فرمائی گئی اور تارک جماعت کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہے۔ مراقی الفلاح میں ہے: **کره امامة الفاسق العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب اهانته شرعاً فلا يعظم بتقديمه للامامة۔**

''ترجمہ: فاسق عالم کی امامت مکروہ ہے کیونکہ وہ دین کی اتباع کا اہتمام نہیں کرتا شرعاً اس کی تذلیل واجب ہے پس امامت کے لئے تقدیم کی صورت میں اس کی تعظیم درست نہیں۔''

غنیۃ شرح منیہ میں ہے: **انهم لو قدموا فاسقاياثمون بناء على ان كراهة تحريمه لعدم اعتنائه باموردينه وتساهله في الايتان بلوازمه فلا يبعد منه الاخلال ببعض شروط الصلوٰة وفعل بماينا فيها بل هوغالب بالنظرالى فسقه ولذالم تجز الصلوٰة خلفه اصلا عند مالك وهورواية عن احمد۔**

> ''ترجمہ: اگر لوگوں نے فاسق کو امام بنایا تو لوگ گنہگار ہوں گے اس لئے کہ اس کی تقدیم برائے امامت مکروہ تحریمی ہے کیونکہ وہ امور دینیہ میں لاپرواہی برتتا ہے اور نماز کے لوازمات کی ادائیگی میں تساہل سے کام لیتا ہے ممکن ہے وہ نماز کے بعض شرائط ادا نہ کرے (یا ایسا کام کردے جو نماز کے منافی ہو بلکہ ایسا کرنا اس کے فسق کے پیش نظر اغلب ہے اسی وجہ سے اس کے پیچھے بالکلیہ نماز نہیں ہوگی امام مالک کے نزدیک اور ایک روایت کے مطابق امام محمد کے نزدیک بھی۔''

تراویح سنت مؤکدہ ہے جس کا چھوڑنا گناہ ہے۔ بیہقی بن حمید بغوی نے روایت کی ہے: **عن ابن عباس رضی الله عنه ان النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم كان يصلّی فی رمضان عشرين ركعة سوى الوتر۔** ''ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم رمضان شریف میں وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھتے تھے۔'' سرور کائنات نے صرف دو دن تراویح پڑھی اور فرمایا اگر پابندی کی جائے تو ممکن ہے کہ فرض ہو جائے اس لیے تم لوگ گھر میں ہی پڑھ لیا کرو۔ عہد صدیقی میں بھی کوئی خاص اہتمام نہ تھا لوگ متفرق طور پر پڑھتے تھے حضرت عمر نے باضابطہ اس کا اہتمام کیا اور بیس رکعت تراویح پڑھی لہٰذا تراویح سنت رسول بھی ہے مگر پابندی اور جماعت اور بیس رکعت کی تعداد سنت فاروقی ہے اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے۔ مؤطا امام مالک میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: **قال كنا نقوم فی عهد عمر بعشرين ركعة رواية البيهقی باسناد صحيح۔** ''ترجمہ: ہم لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے۔ بیہقی کی روایت صحیح اسناد کے ساتھ ہے۔'' اسی میں ہے: **عن ابی الحسنات ان علی ابن ابی طالب امر رجلا ان يصلی بالنّاس خمس ترويحات عشرين ركعة۔** ''ترجمہ: حضرت ابوالحسنات سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو پانچ ترویحہ کے ساتھ بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا۔'' ملا علی قاری نے شرح نقایہ میں فرمایا: **فصار اجماعاً لماروی البيهقی باسناد صحيح انهم كانوا يقيمون علی عهد عمر بعشرين ركعة وعلی عهد عثمان وعلی رضی الله عنهما۔** ''ترجمہ: تو اجماع ہو گیا جس کو بیہقی نے صحیح اسناد کے ساتھ بیان کیا کہ صحابہ کرام حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے دور خلافت میں بیس رکعت

تراویح پڑھتے تھے۔"

درمختار میں ہے: التراویح سنة مؤكدة لمواظبة الخلفاء الراشدين (وهي عشرون ركعة). "ترجمہ: تراویح سنت مؤکدہ ہے خلفاء راشدین کے مواظبت اختیار کرنے کی وجہ سے (اور وہ بیس رکعت ہے)۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا عليها بالنواجذ رواه احمد وابو داؤد والترمذي وابن ماجه. "ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم پر میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔"

عن حذيفة قال قال رسول لله صلى الله عليه وسلم اقتدوا بالذين من بعدى من اصحابى ابى بكر وعمر۔
"ترجمہ: حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد میرے صحابہ میں سے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی پیروی کرو۔"

بحرالرائق میں ہے: صرح المصنف بانها سنة وصححه صاحب الهداية والظهيرة وذكر في الخلاصة ان المشائخ اختلفوا في كونها سنة وانقطع الاختلاف برواية الحسن عن ابي حنيفة انه سنة. وذكر في الاختيار ان ابا يوسف سال اباحنيفة عنه ومافعله عمر فقال التراويح سنة مؤكدة ولم يتخرجه عمر من تلقاء نفسه ولم يكن فيه مبتدعا ولم يامر به الا عن اصل لديه وعهد من رسول الله صلى الله عليه وسلم (وحكى غير واحد الاجماع على سنيتها وقد بينها رسول الله صلى الله عليه وسلم وندبها اليها واقامها في بعض الليالي ثم تركها خشية ان تكتب على امته كما ثبت في الصحيحين وغيرهما) ثم وقعت المواظبة عليها في اثناء خلافة عمر رضى الله عنه ووافقه على ذالك عامة الصحابة رضى الله عنهم كما ورد ذلك في السنن ثم مازال الناس من ذلك الصدر الى يومنا هذا على اقامتها من غير نكير وكيف لا وقد ثبت عنه صلى الله عليه وسلم عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين الخ.

"ترجمہ: صراحت کی مصنف (شیخ عبداللہ ابن احمد بن محمود المعروف بحافظ الدین النسفی) نے کہ تراویح بیس رکعت سنت ہے اور اس کی تصحیح صاحب "ہدایہ" اور "ظہیریہ" نے کی اور خلاصہ میں مذکور ہے کہ مشائخ نے اس کے سنت ہونے میں اختلاف کیا ہے، اور اختلاف منقطع ہوگیا حضرت حسن کی روایت سے کہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تراویح سنت ہے۔ اور "اختیار" میں ذکر کیا گیا ہے کہ حضرت امام ابو یوسف نے حضرت امام اعظم سے عرض کیا حضرت عمر نے کیا کیا؟ تو انہوں نے فرمایا تراویح سنت مؤکدہ ہے اور حضرت عمر اس کے موجد نہیں ہیں اور اس کا حکم انہوں نے اپنی طرف سے نہیں دیا مگر یہ کہ اس کی اصل رسول پاک کے زمانہ سے ہے اور متعدد فقہاء کرام سے اس کے سنت ہونے پر اجماع کی حکایت بیان کی گئی ہے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی فضیلت بیان فرمائی اور رمضان المبارک کے بعض راتوں میں اس کو قائم فرمایا پھر امت پر فرض ہو جانے کے خوف سے اس کو ترک

فرمادیا جیسا کہ بخاری ومسلم اور حدیث کی دوسری کتابوں میں مرقوم ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس پر مواظبت اختیار فرمائی گئی اور عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کی موافقت فرمائی جیسا کہ حدیث کی کتابوں میں مذکور ہے۔ پھر اس زمانے سے لیکر اب تک بلا نکیر ہمیشہ لوگ اس کو ادا کرتے رہے اور بھلا کیسے نہیں ہو حالانکہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول ہے کہ تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت لازم ہے۔"

لہٰذا مذکورہ دلائل سے تراویح کا سنت متوارثہ ہونا ثابت ہے۔ درمختار میں: **ماتوارثه المسلمون فوجب اتباعه** "مسلمانوں پر امور متوارثہ کا اتباع لازم ہے"۔ لہٰذا عالم صاحب کا انکار اور اس کی مخالفت شرعاً ناجائز و باعث گناہ ہے۔ اور سنت متوارثہ کی مخالفت سے عالم صاحب فاسق ہوئے اور فاسق کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ۔ وھو اعلم!

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۵/۸/۷۸ء

استفتاء ۱۸۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں

(۱) ایک بڑے دیہات میں تقریباً مسلمانوں کی دو سو گھر کی آبادی ہے اور ہندو دس گھر ہیں۔ مسلمانوں کی تعداد ایک ہزار ہے اس بستی میں ایک پختہ مسجد ہے جس کی چوڑائی ساڑھے نو گز اور لمبائی سوا چودہ گز ہے۔ جمعہ میں دو سو ڈیڑھ سو اور کبھی سوا سو کی جماعت پنج وقتہ نماز میں بیس پچیس آدمی ہوتے ہیں۔ امام و موذن بھی مقرر ہیں۔ وہاں سے کچھ کم ایک میل پر ایک قصبہ ہے جہاں تھانہ، ڈاک، بازار، اسپتال، آفس ہیں۔ وہاں بھی پختہ مسجد ہے۔ لیکن مسلمانوں کی آبادی کم ہے۔ پنجوقتہ نماز نہیں ہوتی، جمعہ ہوتا ہے۔ دونوں جگہ ہمیشہ سے تعلقات ہیں۔ میدانی اریا ہے۔ چھوٹے چھوٹے چھ سات گاؤں کے لوگ اس بڑے دیہات کی مسجد میں آیا کرتے تھے اب ان گاؤں میں بھی مسجدیں بن گئی ہیں۔ اب وہ لوگ نہیں آتے ہیں۔ یہاں کی مسجد بہت پرانی سینکڑوں سال کی ہے۔ زیادہ تعداد ہونے کی وجہ سے مسجد اور بڑھا دی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ ہم لوگوں کی جمعہ کی نماز اس مسجد میں ہوتی ہے یا نہیں؟

(۲) ایک مسجد میں تین امام ہیں۔ ایک امامت کرتے ہیں اور دین دنیا کے سدھار کے کاموں اور دیہات میں دین اسلام پھیلانے کے لئے جاتے ہیں۔ وہ مسئلہ کی معلومات بھی رکھتے ہیں۔ پہلے امام ایک میل کی دوری پر ہیں۔ وہ جمعہ پڑھانے آتے ہیں لیکن ہمیشہ پاہی پر رہتے ہیں۔ جمعہ و پنجوقتہ دونوں کے لئے مقرر کئے گئے ہیں اور ایک امام کا پاہی تین میل کی دوری پر ہے۔ وہ کبھی کبھی مسجد میں حاضر ہوتے ہیں۔

ان میں کس امام کی امامت ٹھیک ہے؟

(۳) بکر بیمار تھا۔ ان کے والد ووالدہ اور کچھ لوگوں نے مل کر بکر کی بیوی سلمہ سے دین مہر زبردستی بخشوالیا۔ جب بکر اچھا ہو گیا تو والد ووالدہ کے کہنے سے اس نے سلمہ کو تین طلاق دے دیا۔ سلمہ جہیز کا سامان گھڑی سائیکل وغیرہ طلب کرتی ہے تو بکر کہتا ہے کہ شادی میں ہم نے بھی ہنسولی وغیرہ دیا ہے۔ جب سلمہ یہ چیزیں دے گی تو ہم بھی جہیز کا سامان دیں گے۔ سلمہ شادی کے بعد تین سال بکر کے یہاں رہی۔ اب میکہ میں ہے۔ سلمہ یہ کہتی ہے کہ میری عزت ان سامانوں ہی کے مثل ہے؟ چند لوگوں نے بکر سے سامان دینے کو کہا لیکن اس نے نہیں دیا۔ سوال یہ ہے کہ زبردستی دباؤ دے کر مہر بخشوانے سے ادا ہو گیا اور جہیز کا سامان سلمہ کو ملنا چاہئے یا نہیں؟ برادری واسلام سے بکر کو کیا سزا ملنی چاہئے؟

(۴) دیہات کی مسجد میں آذان کے بعد چھ سات آدمی جمع ہوئے۔ امام کا انتظار کیا جانے لگا۔ ایک آدمی نے تنہا نماز پڑھ لی۔ بعد میں مقتدیوں نے امام کے ساتھ نماز پڑھا۔ سوال یہ ہے کہ امام کا انتظار کب تک کیا جائے؟ کیا انتظار کے بعد جس آدمی نے تنہا نماز پڑھی اس کی نماز ہوئی یا نہیں؟

(۵) ہمارے یہاں کھیت میں دھان ایک بیگہ میں پندرہ بیس من ہوتا ہے جب کہ سرکاری بندھی سے پانی پٹتا ہے اور پٹوئن رہیں ایک ہزار میں ایک بیگہ زمین رکھتے ہیں اور سال میں دو یا چار روپے پٹوئن کے طور پر لیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ آسمانی اور سرکاری پٹوئن سے جو پانی پٹتا ہے اس کا پٹوئن کا رواج بذریعہ شرع شریف مطلع کریں۔

(۶) زید نے اپنی نابالغہ لڑکی زینب کی شادی بکر سے کر دیا۔ بالغہ ہونے کے بعد زینب بکر کے یہاں جانے کو تیار نہیں ہے۔ اپنا نکاح فسخ کرانا چاہتی ہے۔ تو کیا والد کے کئے ہوئے نکاح کو زینب فسخ کر سکتی ہے؟ بمطابق مسلک حنفی کے مطلع کریں۔

(۷) جمعہ کے خطبہ میں جو چوتھا خطبہ مع اشعار عربی میں شعر کی طرح ہے اس کو پڑھا جائے یا نہیں؟

(۸) دو آدمی ہیں، ایک اسلامیہ مدرسہ کا مدرس ہے لیکن بوڑھاپے کی وجہ سے کمر جھک گئی ہے، دوسرا عمر میں لگ بھگ برابر ہے۔ عربی تعلیم سے ناواقف ہے۔ ایک مرض مرگی میں کبھی کبھی مبتلا ہو جاتا ہے۔ ان دونوں میں امامت کے قابل کون ہے؟

(۹) نکاح میں ایک خطبہ پڑھا جائے کہ دونوں خطبے پڑھے جائیں؟

(۱۰) قصبہ کی مسجد میں جمعہ کی نماز ہوتی ہے۔ تقریباً تیس آدمی آتے ہیں۔ وہاں تھانہ، ڈاکخانہ، بازار، اسپتال وغیرہ ہے لیکن مسلمانوں کی آبادی کم ہے۔ یعنی چالیس گھر۔ ہندو تقریباً چار سو گھر آباد ہیں۔ وہاں موذن

مقرر نہیں ہے۔ امام ہمیشہ داڑھی کترواتے ہیں۔ یعنی نہیں کے برابر رکھتے ہیں اور چرا غہ، فطرہ، جنازہ کا کپڑا، اناج لیتے ہیں۔ پنجوقتہ آذان و نماز بھی نہیں ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ جمعہ کی نماز ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے جب کہ آدھا میل پر اس سے افضل امام بہت سے ہیں؟ کچھ لوگ دیہات کی مسجد جو آدھا میل پر ہے، اس میں چلے جاتے ہیں کیوں کہ وہاں امام افضل مقرر ہیں اور جماعت دوسو آدمیوں کی ہوتی ہے۔ پنجوقتہ نماز بھی ہوتی ہے تو ان کی نماز ہو جاتی ہے کہ نہیں؟ قصبہ کے امام کو داڑھی کتروانے سے منع کیا جاتا ہے تو نہیں مانتے ہیں۔

المستفتی: بدرالدین ولد بندے علی صدر، ساکن دیوائن، ڈاکخانہ کون، ضلع مرزاپور (اتر پردیش)

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ!

(۱) اگر اس دیہات میں ہمیشہ سے جمعہ ہوتا آ رہا ہے اور مسلمانوں کی آبادی بھی زیادہ ہے تو جمعہ اسی مسجد میں ہونا چاہیے اور حال میں جن دیہاتوں میں نئی مسجدیں لوگوں نے بنائی ہیں وہاں پنجوقتہ نمازیں پڑھیں اور جمعہ اسی پرانی مسجد میں پڑھیں جہاں پہلے سے جمعہ ہوتا آ رہا ہے۔ نئی مسجدوں میں نماز جمعہ نہ ہوگی۔

(۲) ان تینوں اماموں میں جو امام زیادہ مسئلہ جانتے ہوں اور دین کی معلومات زیادہ رکھتے ہیں، ساتھ ہی شریعت کے پابند و پرہیزگار دیندار ہیں وہی جمعہ پڑھائیں۔

(۳) سلمہ سے زبردستی مہر معاف کرانے کے بعد اسے طلاق دینا گویا اس پر ظلم کیا گیا ہے۔ اس سلمہ نے خوشی سے معاف نہیں کیا ہے تو مہر معاف نہ ہوا۔ بکر کو اس کا مہر دینا چاہیئے۔ اگر مہر نہیں دیتا ہے تو اس کے جہیز کا سامان سلمہ کو واپس دینا ضروری ہے۔ اگر نہ دے گا تو بکر گنہگار ہوگا۔ برادری کے لوگوں کو چاہیئے کہ بکر سے سلمہ کا دین مہر دلوائیں اور اس کے جہیز کا سامان واپس کرائیں۔

(۴) جس شخص نے امام کے انتظار کے بعد اپنی نماز تنہا پڑھ لی اس کی نماز ہوگئی۔ جو وقت نماز کا مقرر ہے ۵-۱۰ منٹ امام کا انتظار کریں۔ اگر امام نہ آئے تو اسی میں سے کوئی آدمی جو نماز پڑھانا جانتے ہوں وہ نماز پڑھادیں۔ امام کو وقت کی پابندی کرنا چاہیے۔

(۵) اس مسئلہ کو صاف طریقہ پر لکھیں۔ اس کا مفہوم سمجھ میں نہیں آیا کہ سائل کیا دریافت کرنا چاہتا ہے۔

(۶) باپ ولی جابر ہے۔ اس کا کیا ہوا نکاح وہ لڑکی فسخ نہیں کر سکتی۔ ہاں باپ اگر فاتر العقل، پاگل یا بیوقوف ہے کہ اس نے غیر کفو میں یا ایسے لڑکے سے شادی کر دی جو لڑکی کے لائق نہیں تو لڑکی کو اختیار ہوگا۔

(۷) جمعہ کا خطبہ صرف عربی میں پڑھا جائے۔ اردو کے اشعار وغیرہ پڑھنا خلاف سنت ہے۔

(۸) نکاح میں صرف ایک خطبہ جو کتابوں میں لکھا ہے، پڑھنا چاہیے۔ دو خطبہ کی ضرورت نہیں۔

(۹) جو امام عربی و دینی مسائل زیادہ جانتا ہے وہی امامت کرے گا۔

(۱۰) جس مسجد میں امام شریعت کا پابند صحیح العقیدہ ہو جمعہ وہاں پڑھنا چاہیے۔ قصبہ کی مسجد میں اگر امام داڑھی منڈا ہے تو اس

کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ اگر نماز پڑھ لی گئی تو اس کو لوٹانا پڑے گا۔ اس امام کو الگ کر کے دوسرے امام کو رکھیں جو پابند صوم وصلوٰۃ، پرہیز گار وعالم ہو۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۸-۵-۷۷ء

استفتاء ۱۸۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

تین بستیاں متصل ہیں، اس میں قاضی چک بڑی بستی ہے جس کی آبادی تین سو گھر ہے۔ وہاں ایک مسجد بھی ہے اور اسکول و مدرسہ بھی۔ عرصہ دراز سے وہاں جمعہ کی نماز ہوتی آرہی ہے۔ اس سے اتر جانب ساٹھ گھروں پر موضع سون برسا آباد ہے۔ اور اس کے مشرق جانب شاہ محمد پور آباد ہے جس کی آبادی بھی ساٹھ گھروں پر مشتمل ہے۔ یہاں بھی ایک مسجد ہے جس میں عرصہ دراز سے عیدین کی نماز ہوتی آرہی ہے۔ شاہ محمد پور سے پورب جانب ایک آبادی چالیس گھروں پر مشتمل چرکوپہ آباد ہے۔ شاہ محمد پور میں آج چار ہفتوں سے جمعہ کی نماز شروع ہوگئی ہے۔ ۳۰، ۲۵ آدمیوں کی جماعت ہوتی ہے۔ کیا یہاں کی مسجد میں جمعہ کی نماز قائم کرنا جائز ہے یا نہیں؟ جلد سے جلد جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: سراج الدین، بیڑی دوکان، مقام و پوسٹ رفیع گنج ضلع اورنگ آباد، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــ!

شاہ محمد پور جس کی آبادی ساٹھ گھروں پر مشتمل ہے وہ یقیناً قطعاً دیہات ہے اور دیہات میں جمعہ وعیدین کا قیام جائز نہیں ہے۔ لہٰذا جن لوگوں نے وہاں جمعہ قائم کیا ہے ان پر ضروری ہے کہ جمعہ ختم کر دیں اور ظہر کی نماز جماعت سے پڑھیں۔ درمختار میں ہے: **صلوٰۃ العید فی القریٰ تکرہ تحریماً الخ.** ''دیہات میں عید کی نماز مکروہ تحریمی ہے۔'' اور ردالمحتار میں ہے: **قولہ صلوٰۃ العید الخ ومثلہ الجمعۃ.** ''دیہات میں عید کی نماز اور اس طرح جمعہ کی نماز مکروہ تحریمی ہے۔'' ہاں جہاں عرصہ دراز سے عوام جمعہ کی نماز پڑھ رہے ہیں انہیں منع نہیں کیا جائے گا۔ **واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم ورسولہ صلی اللہ علیہ وسلم۔**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۵ رربیع النور ۱۴۰۳

استفتاء ۱۸۹

مسئلہ! کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں علمائے کرام ومفتیان شرع متین کہ:
زمانہ قدیم سے جمعہ کے روز خطیب علمی خطبہ سے لوگوں کو خطاب کیا کرتے تھے لیکن عرصہ چھ ماہ سے ایک جدید خطبہ بنام خطبات رحمانی ایجاد ہوا جس میں خلفائے راشدین کے نام مبارکہ کا نہ اول ذکر ہے نہ ثانی۔ صرف ضمناً اتنا ذکر ہے وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. (سورۂ توبہ:۱۰۰) ''سب میں اگلے پہلے مہاجر اور انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔'' کیا اتنے ذکر سے مستحب ادا ہو جاتا ہے جبکہ حضرت ابن عمر خود راوی ہیں جس کو بخاری شریف میں روایت کیا ہے عن ابن عمر كنا نقول ورسول الله صلى الله عليه وسلم حي افضل امة النبي صلى الله عليه وسلم بعده ابوبكر ثم عمر ثم عثمان ثم علي. ''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ہی میں کہہ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کی امتیوں میں ب سے افضل حضرت ابوبکر پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی پھر مولیٰ علی رضی اللہ عنہم ہیں۔'' واضح ہو کہ اتنی کھلی ہوئی اور واضح حدیث کے پیش نظر خطبات رحمانی سے تسکین نہیں ہوتی چونکہ سیدنا ابوبکر صدیق وسیدنا عمر فاروق وسیدنا عثمان غنی وسیدنا علی مرتضیٰ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا سید الشہداء حضرت حمزہ حضرت عباس حضرت حسن حسین رضی اللہ عنہم کا نام نامی اسم گرامی انفرادی طور پر اس ناچیز کی نظروں سے جتنی بھی خطبے کی کتابیں گزری ہیں سب میں تحریر پایا الا خطبات رحمانی کے۔ لہٰذا ازراہ کرم حدیث وقرآن کی روشنی میں مدلل ومکمل جواب سے مطمئن فرمائیں کہ ہم اہل سنت خطبات رحمانی کو جمعہ میں پڑھیں یا خطبہ علمی کو نوازش وکرم ہوگا۔

المستفتی: محمد فاروق قادری
۹ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

۹۲/۸۶ء

الجواب

صورت مسئولہ میں جہاں تک خطبہ کے جواز اور فرض ادا ہونے کا سوال ہے وہ تو خطبہ اول ہی سے حاصل ہو گیا۔ خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین کے اسمائے مبارکہ کا ذکر نہ تو فرض ہے نہ واجب مگر بلاضرورت سنت متوارثہ قدیمہ دائمہ کو چھوڑنا اور مسلمانوں کی تنفیر کا باعث ہونا اور لوگوں کو اعتراض وتنقید کا موقع دینا اور ارشاد نبی کریم علیہ التحیتہ والتسلیم بشروا ولا

تنفروا. ''خوشخبری سناؤاور نفرت نہ پھیلاؤ'' کی مخالفت کرنا دیندار عاقل وعالم کا کام نہیں۔لہٰذا خلفائے راشدین کے مناقب وفضائل جو خطبہ میں محمود ومعمول وماثور ہیں انہیں ضرور بجالانا چاہئے اس لئے کہ سلف صالحین وپیشوایان دین وائمہ مجتہدین نے اسی طریقہ کو مستحسن ومحبوب ومرغوب سمجھا اس لئے جدید خطبہ علمی کا پڑھنا مناسب وبہتر ہے۔وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۸۱/۲/۲۴، ۱۸ ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ

استفتاء ۱۹۰

مسئلہ: مندرجہ ذیل مسئلہ میں مفتی شرع کا فیصلہ کیا ہے۔عیدین کی جماعتوں میں تقریباً ڈھائی سو افراد شریک ہیں امام دوسری رکعت میں تیسری تکبیر ہی کو چوتھی سمجھ کر رکوع میں چلا جاتا ہے اور مقتدی کانوں تک ہاتھ اٹھا دیتے ہیں لیکن جب پہلی صف والے دیکھتے ہیں کہ امام رکوع میں ہے تو وہ لوگ بھی رکوع میں چلے جاتے ہیں اور پیچھے والے اپنی اگلی صف والے کی تقلید کرتے ہیں (اگر چہ اس امر کی تصدیق نہیں کی جاتی ہے کہ آخری صف والے مقتدی رکوع میں جا پائے تھے یا نہیں کہ امام قومہ کی حالت ہی میں آ جاتا ہے امام کو شبہہ تک نہیں ہوتا ہے کہ دوسری رکعت میں تیسری تکبیر پر ہی میں نے رکوع کیا۔ وہ سجدہ سہو بھی نہیں کرتا ہے اور نماز پوری کر کے خطبہ شروع کر دیتا ہے مگر خطبہ شروع ہوتے ہی امام کو جب اس غلطی کی اطلاع دی جاتی ہے کہ دوسری رکعت میں ایک تکبیر چھوٹ گئی ہے تو امام کا یہ کہنا ہے کہ عیدین میں ایک یا دو تکبیریں چھوٹ جانے سے کوئی حرج نہیں ہے پھر وہ خطبہ پورا کر دیتا ہے ایسی صورت میں نماز ہوئی یا نہیں؟ اور امام کا فتویٰ درست صادر ہوا یا غلط اور اس کی تلافی کی صورت کیا ہوگی جواب مدلل اور سلیس زبان میں رقم فرمائیں۔بینوا و توجروا!

المستفتی: محمد قیس افضل پورنیہ

۹۲/۸۶ے

الجواب ــــــــــــ بعون الملک والوهاب ــــــــــــ

عیدین کی نماز میں امام سے سہو ہو جانے کی صورت میں کثرت جماعت کی بنا پر اگر مقتدیوں میں اختلاف و انتشار کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں سجدہ سہو ترک کرنے کی اجازت ہے بلکہ اسے بہتر فرمایا ہے درمختار میں ہے: **السهو فی صلوٰۃ العید والجمعة والمکتوبة والتطوع سواء والمختار عند المتاخرین عدمه فی الاولیین لدفع الفتنة واقره المصنف به وجزم فی الدرر** ۔"ترجمہ: صلاۃ عید، جمعہ، فرائض اور نوافل میں سجدہ سہو برابر ہے۔اور متاخرین کا مختار مذہب یہ ہے کہ دفع فتنہ کے لئے عیدین اور جمعہ کی نماز میں سجدۂ سہو نہ ہو۔مصنف نے اسی کو برقرار رکھا اور درر میں اسی پر اعتماد کیا ہے۔"

ردالمحتار میں ہے: **الظاهر ان الجمع الكثير فيما سواهما كذلك كما بحثه بعضهم وكذا بحثه الرحمتی وقال خصوصاً فی زماننا وفی جمعة حاشيه ابی السعود عن العزمية انه ليس المراد عدم جوازه بل الاولیٰ تركه لئلا يقع الناس فی فتنة.** "ترجمہ: حاشیہ ابوالسعود کے باب الجمعہ میں عزمیہ کے حوالے سے ہے کہ اس سے مراد سجدۂ سہو کا عدم جواز نہیں بلکہ سجدۂ سہو نہ کرنا اس لئے اولیٰ ہے تا کہ لوگ فتنہ میں مبتلا نہ ہوں۔"

مذکورہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ مجمع و انتشار کی وجہ سے سجدہ سہو عیدین و جمعہ میں ترک کیا جا سکتا ہے اور جہاں یہ وجہ

علت نہ پائی جاتی ہو وہاں سجدہ سہو چھوڑنا نہ چاہیے بلکہ اس کا کرنا ضروری ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۵/۱/۷۸ء

استفتاء ۱۹۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہم برادرانِ مسلم: بھیلوا کے عیدین کی نماز موضع سندر گنج میں کچہری کے میدان میں ادا کرتے تھے اس میدان میں عید کی نماز بہت قبل سے ہوتی ہے۔ میدان بنگالی اسٹیٹ کا تھا جواب بہار سرکار کے قبضے میں ہے۔ جس میں سالانہ میلہ لگتا ہے۔ میلہ لگنے کی وجہ سے وہ میدان گندگی سے بھرا رہتا ہے۔ اس کی صفائی کے لئے حکومت کی طرف سے کوئی انتظام نہیں۔ اور جھگڑا کے ڈر سے نہ عوام ہی کراتی ہے خدا کا شکر ہے کہ اس سال وہاں مسجد کی تعمیر ہو چکی ہے جو بہت وسیع ہے جگہ کی کوئی کمی نہیں ہے سندر گنج کے آس پاس کے گاؤں والے وہاں عید کی نماز پڑھنے آتے ہیں:

اس سال عید کے چاند کی رات اعلان کیا گیا کہ عید کی نماز تعمیر مسجد میں ہوگی مگر گاؤں کے لوگوں نے وہاں دیکھا کہ نماز عید تعمیر مسجد میں نہ ہو کر اس میدان میں ہی پڑھنے کی تیاریاں کروانے لگے وہاں کے لوگوں کا کہنا تھا کہ میدان کو چھوڑ کر مسجد میں نماز نہیں ہوگی۔

ہم لوگ چالیس گھر مسلمان ہیں تقریباً ۱۰۰ آدمیوں کی جماعت ہوسکتی ہے دوسری بات یہ کہ امام کو لوگوں نے ڈانٹ کر میدان میں نماز پڑھنے کیلئے کہا۔ ان ساری باتوں سے ہم لوگ واپس آگئے اور اپنے گاؤں میں نماز ادا کیا۔ کربلا کا میدان ہے۔ جو بہت ہی لمبا چوڑا اور ہم لوگوں کی اپنی زمین ہے اس سے قبل دو تین گاؤں کے لوگ جو وہیں نماز ادا کرتے تھے مگر اب اپنے گاؤں میں ہی عیدگاہ مقرر کر کے نماز ادا کرتے ہیں جو ہمارے گاؤں سے ۲ میل کی دوری پر ہے۔ ایک گاؤں اور ہے جو ہمارے یہاں سے ۳ میل کی دوری پر ہے وہاں بھی مسجد ہے اور اس میں نماز عید بھی ادا کرتے ہیں واضح رہے کہ سندر گنج بھی ہمارے یہاں سے ۲ میل کے فاصلے پر ہے اب ہم لوگ اپنے گاؤں میں ہی نماز عید پڑھنے کے لئے عیدگاہ کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں کیا ہم لوگ عیدگاہ بنا کر اس میں عیدین کی نماز ادا کر سکتے ہیں۔

المستفتی، مسلمانان بھیلوا ضلع اورنگ آباد

۸۶/۹۲ھ

الجواب ——————————————————!

صورت مذکورہ میں نئی جگہ عیدین و جمعہ قائم کرنے کی اجازت نہیں۔ تکرہ صلاۃ الجمعۃ فی القری. "دیہات میں جمعہ کی نماز مکروہ ہے۔" ہاں جہاں قائم ہے وہاں روکیں گے نہیں۔ عوام کو پڑھنے دیں گے یہ کہنا صحیح نہیں کہ مسجد میں عید کی نماز نہیں ہوسکتی ہے ہاں عیدگاہ میں پڑھنا افضل ضرور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۹/۱۰/۷۷ء

استفتاء ۱۹۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

ایک امام نے عید کی نماز سوا گیارہ بجے دن میں پڑھائی۔ کیا سوا گیارہ بجے دن میں نماز پڑھائی جاسکتی ہے جب کہ ضحوۂ کبریٰ ۱۵ ستمبر ۷۷ء کو گیارہ بجکر ۴ منٹ پر شروع ہوتا ہے کیا ضحوۂ کبریٰ میں کوئی نماز پڑھی جاسکتی ہے؟ بلسہ میں ۱۵ ستمبر جمعرات کو امام نے عیدگاہ میں سوا گیارہ بجے نماز پڑھائی کیا وہ نماز عید درست ہوگی۔

المستفتی: محمد عمر ابوالعلائی موضع بلسہ ضلع پٹنہ

۲۵/۹/۷۷

۸۶/۹۲ھ

الجواب ——————————————————!

ضحوۂ کبریٰ میں کوئی نماز نہیں پڑھی جاسکتی چونکہ ۱۵ ستمبر کو ضحوۂ کبریٰ کا وقت ۱۱ بجکر ۴ منٹ پر شروع ہوتا ہے اور ۱۱ بجکر ۴۳ منٹ پر ختم ہوجاتا ہے اور امام مذکور نے ۱۱ بجکر ۱۵ منٹ پر نماز عید پڑھائی اس لئے وہ نماز شرعاً نہ ہوئی امام نے غلطی کی جس کی وجہ سے عامۃ المسلمین کی نماز خراب ہوئی اگر کوئی نماز غیر وقت میں پڑھی جائے تو اس کی قضا لازم ہوگی مگر عید کی نماز کی قضا نہیں ہاں اگر رویت کا اعلان ایسے وقت میں ہوا کہ نماز کا وقت ختم ہوگیا ہو تو دوسرے دن عید کی نماز پڑھی جاسکتی تھی مگر امام مذکور نے غلطی کی اب تو اس کی قضا بھی نہیں ہوسکتی۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۶/۹/۷۷ء

استفتاء ۱۹۳

مسئلہ: بخدمت شریف جناب مفتی صاحب! السلام علیکم۔
گذارش یہ ہے کہ زید نے عید کی نماز اقامت کے ساتھ پڑھائی ہے۔ لہٰذا اقامت کے ساتھ عید کی نماز یا بقرعید کی نماز پڑھانا زید کا جائز ہے؟ شریعت کا کیا حکم ہے اور زید کا یہ کہنا ہے کہ کوئی حرج نہیں ہے۔ ایسا کہنا زید کا جائز ہے؟ اور زید پر شریعت کا کیا حکم لازم آتا ہے؟ جواب دے کر ممنون فرمائیں گے۔ فقط

المستفتی: خادم مولوی محمد صدیق حسینی، ضلع چمپارن
۵/اکتوبر ۱۹۷۶ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــ

عیدین کی نماز میں اقامت (تکبیر) کہنا شریعت مطہرہ سے ثابت نہیں۔ لہٰذا زید کا عید کی نماز اقامت کے ساتھ پڑھانا کتاب وسنت کے خلاف ہے اور جو فعل نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی سنت کے خلاف ہو وہ شرعاً ممنوع ہوگا۔ ہمارے لئے شریعت مطہرہ کا حکم یہ ہے کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔ "تمہارے لئے رسول اللہ کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔" اور جو فعل اس کے خلاف ہوگا وہ یقیناً ناقابل قبول۔ لہٰذا زید کو آئندہ ایسے اقدام سے پرہیز کرنا چاہیے۔ بہر حال نماز تو ہوگئی لیکن شریعت مطہرہ کے حکم کے خلاف آئندہ ایسی جسارت سے احتیاط چاہیے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۰-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۱۹۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) عالم دین نے روزہ رکھتے ہوئے عید الفطر کی نماز پڑھائی۔ اس لئے کہ انہوں نے نہ تو چاند دیکھا اور نہ ہی انتیس کی رویت تسلیم کی مگر عوام کے اصرار پر انہوں نے نماز پڑھائی۔ اُن کی جگہ کوئی دوسرا امام نہ تھا کیا یہ نماز جائز ہوئی؟ یا نہیں، یا اس کی کوئی اور صورت بھی ہے۔

(۲) کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عید الاضحیٰ کی نماز ایک مرتبہ ہو چکی تھی لیکن اس جماعت میں قریب دس آدمی نماز نہ پڑھ سکے۔ اور اُن میں کوئی بھی ایسا نہ تھا جو امامت کر سکے تو جو لوگ پہلے پڑھ چکے

تھے، انہیں میں سے ایک شخص نے امامت کی۔ یہ نماز ہوئی یا نہیں؟ اس کے متعلق جواب دیں۔

المستفتی: منظور احمد، کباڑی مارکیٹ، اکزیبیشن روڈ، پٹنہ

۲۳/۱/۱۲۷ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــ

(۱) صورت مسئولہ میں جب امام نے انتیس کی رویت تسلیم نہ کی اور بحالت صوم نماز پڑھائی۔ ایسے امام کی اقتدا میں نماز جائز نہ ہوئی۔ اور جن لوگوں نے ان کو خلاف حقیقت امامت کے لئے مجبور کیا وہ گنہگار ہوئے۔

(۲) جن لوگوں نے نماز عید الاضحیٰ ادا کرلی تھی، ان کی اقتدا میں جن لوگوں نے نماز پڑھی، اُن کی نماز نہ ہوئی اس لئے کہ جب امامت کرنے والے نے واجب ادا کرلیا تو اس کے ذمہ سے وجوب ساقط ہوگیا۔ دوبارہ جو اُس نے نماز پڑھائی تو امام کی نماز نفل ہوئی اور نفل پڑھنے والے کے پیچھے، واجب ادا کرنے والے کی نماز صحیح و درست نہیں۔ اس لئے بعد میں پڑھنے والوں کی نماز قطعی نہ ہوئی اور وجوب ان کے ذمہ باقی رہا جس کی وجہ سے وہ گنہ گار ہوئے۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۲۳/۱/۱۲۷ء

استفتاء ۱۹۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں:

(۱) اگر آسمان پر ابر ہو۔ اور عید الفطر کا چاند اس اطراف میں کوئی نہ دیکھے اور ریڈیو یا اخبار میں چاند کا اعلان ہو جائے وہ بھی اعلان کرنے والا غیر مسلم ہو جسے امارت شرعیہ کے مولوی مجاہد الاسلام نے خبر دی ہے کہ عید کا چاند نظر آ گیا مگر کس مسلمان نے دیکھا کوئی تشریح نہیں بتائی ویسی حالت میں مسلمان کو کیا کرنا چاہیے۔ تیس روزہ پورا کر کے نماز عید پڑھنی چاہیے یا ریڈیو کی خبر کو مان کر نماز عید پڑھنی چاہیے براہ کرم حوالہ کے ساتھ جواب دیں۔

(۲) جو لوگ اپنے آپ کو اہلسنت والجماعت کہتے ہیں پھر بھی دشمن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسلمان جانتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز بھی پڑھتے ہیں میل جول رکھتے ہیں ویسے کے بارے میں کیا حکم ہے۔ حوالہ کے ساتھ جواب دیں۔

المستفتی: خادم سید بدر عالم رضوی، پبلک آٹو الکٹرک، ورکس کٹھارا، ضلع گریڈیہہ

۲۸/۸/۷۸ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب

(۱) اسلام ایک مکمل دستور حیات ونظام زندگی پیش کرتا ہے اس کے مقابلہ میں اپنی کمزور وناقص عقل اور وہم وگمان ظن وتخمین کو دخل دینا اور اس پر اعتماد کرنا سراسر جہالت وحماقت ہے۔ رویت ہلال کے متعلق ائمہ کرام وفقہائے عظام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ نماز وروزہ ودیگر فرائض وواجبات جن کا تعلق رویت ہلال سے ہے وہاں ظن وگمان واندازہ سے کام لینا شرعاً جائز نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: **صوموا لرؤیته وافطروا لرؤیته فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلثین۔**

"ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو پس اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔"

دوسری جگہ ہے: **لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاقدروا له** ۔"ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تک روزہ نہ رکھو جب تک چاند نہ دیکھ لو اسی طرح جب تک کہ عید کا چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ چھوڑو اور جب مطلع ابر آلود ہو تو چاند کے لئے اندازہ کرلو۔"

موجودہ دور کے آلات جدیدہ جیسے ریڈیو، ٹیلی گرام وغیرہ سے دی ہوئی خبروں پر یقین واعتماد کرنا سراسر عقل ونقل کے خلاف ہے ہاں اگر رویت کا ثبوت بطریق موجب ہو جائے تو اس پر عمل کیا جائے گا۔

(۲) دشمن مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کو مسلمان جاننے والا بھی انہیں لوگوں میں شمار کیا جائے گا ایسے لوگوں سے میل جول جائز نہیں آیات قرآن یہ بتاتی ہیں کہ خدا اور رسول پر ایمان لانے والوں کی یہ شان نہیں کہ وہ خدا اور رسول کے دشمنوں سے دوستی کریں۔ لہٰذا دشمن رسول کو دوست جاننے والے کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۹/۹/۷۸ء

استفتاء ۱۹۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان دین دریں مسائل:

(۱) عید کی نماز میں اول تکبیر کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ جہر کے ساتھ پڑھنا پھر تین تکبیر کہنا سہواً کیسا ہے؟

(۲) عورت کے ساتھ بوس وکنار کے وقت پانی کے رنگ کی رطوبت دو چار قطرہ مرد کے آلہ سے اگر خارج ہو جائے تو غسل کرنا کیا واجب ہوگا؟

(۳) منی، مذی اور ودی کی کیا کیا پہچان ہے۔ بینوا توجروا!

المستفتی: مخدوم شاہ از کاٹھمنڈو
۱۶؍شوال ۹۸ھ

۹۲/۸۶ھ

الجواب

(۱) نماز ہو جائے گی اور چونکہ عید کی نماز ہے اس لئے سجدہ سہو بھی ضروری نہیں۔
(۲) غسل واجب نہ ہوگا۔ غسل اخراج منی سے واجب ہوتا ہے، ایسے موقع پر منی خارج نہیں ہوتی بلکہ مذی یا ودی نکلتی ہے۔
(۳) منی وہ مادہ ہے جو بوقت جماع یا بحالت نوم شہوت لذت کے ساتھ جھٹکے سے نکلتی ہے یہ گاڑھی سفید رنگ کی ہوتی ہے بکثرت اخراج سے انسان کمزور ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد مذی ہوتی ہے یہ منی سے رقیق ہوتی ہے اور سفید ہی رنگ کی ہوتی ہے یہ منی سے قبل یا خواہشات کے ہیجان کے وقت بغیر دفق کے نکلتی ہے اس سے غسل واجب نہیں ہوتا۔ ودی سب سے زیادہ رقیق ہوتی ہے، پیشاب ہی کی طرح ہوتی ہے مگر اس میں چکناہٹ ہوتی ہے۔ یہ عموماً استنجا سے قبل بغیر شہوت و ہیجان کے نکل آتی ہے۔

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۳؍۱۰؍۷۸ء

كتابُ الجنائز

☆ باب العامّة۔ 370

استفتاء ۱۹۷

مسئلہ: مفتیان شرع متین ان مسائل میں کیا فرماتے ہیں کہ:

(۱) ایک حاملہ عورت بیمار تھی، اس کو دردِ زہ کے عالم میں ہسپتال لے جایا گیا۔ بچہ پیٹ میں مر چکا تھا اور مردہ ہی پیدا ہوا۔ یا آپریشن کر کے نکالا گیا بہرصورت بچہ مردہ پیدا ہوا یعنی پیٹ ہی میں مر چکا تھا۔ اس کے تھوڑی دیر کے بعد عورت کا بھی انتقال ہو گیا۔ دونوں لاشوں کو غسل دے کر الگ الگ کفنایا گیا، مسجد کے پیش امام و مدرّس کو بلایا گیا، انہوں نے دونوں کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھائی۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ بچہ مُردہ پیدا ہوا ہے۔ اس لئے اس کے جنازے کی نماز نہیں ہوگی، اسے یوں ہی دفن کر دیا جائے مگر انہوں نے کسی کی بات نہ سنی اور ایک ساتھ نماز پڑھادی اور دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا۔ اس پر بھی لوگوں نے اعتراض کیا۔ امام صاحب نے کہا کہ ایسا ہوسکتا ہے۔ لہٰذا امام کا یہ فعل کیسا ہوا؟

(۲) جو پیش امام بچوں کو مسجد میں، امامت کی تنخواہ کے علاوہ اجرت لیکر پڑھائے اس کا کیا حکم ہے؟

(۳) جو شخص اپنی داڑھی ترشواتا ہو جو حد شرع کے خلاف ہو، حالانکہ اس کو پوری داڑھی نکلتی ہے۔ اس کے لئے کیا حکم ہے؟

المستفتی: سید شاہ ظفر احمد جلال نیازی احسانی، اورنگا، پرُولیا کوئیلری، ضلع بردوان

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ هو الموفق للصواب ــــــــــ !

(۱) صورت مستفسرہ میں امام صاحب نے غلطی کی۔ جو بچہ مُردہ پیدا ہوا۔ اس کی نماز نہیں پڑھی جائے گی۔ **درمختار وردالمحتار** وغیرہ۔ ایک قبر میں ایک سے زیادہ مُردے کو بغیر کسی ضرورت و مجبوری کے دفن کرنا جائز نہیں۔ اگر الگ الگ دفن کرنا مشکل ہو یا کسی قسم کی مجبوری ہو تو دفن کر سکتے ہیں۔ مگر دونوں مردے کے درمیان مٹی وغیرہ سے آڑ کر دیں۔ (عالمگیری) امام مذکور نے جو غلطی کی۔ اب اس کا تدارک مشکل ہے۔ ہاں! امام صاحب کو آئندہ احتیاط سے کام لینا چاہیے جو مسئلہ معلوم نہ ہو وہ علمائے کرام سے دریافت کرلیں خواہ مخواہ دینی و شرعی امور میں خودسری نہ کریں۔

(۲) اجرت لے کر مسجد میں تعلیم دینا اچھا نہیں، متقدمین اس کے خلاف ہیں۔

(۳) داڑھی منڈوانے والا، ترشوانے والا، حد شرع سے کم رکھنے والا، سب کے لئے ایک ہی حکم ہے یعنی وہ فاسق ہے۔ اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی قابل اعادہ ہوگی۔ کیوں کہ اس نے خلاف شرع کام کیا ہے۔ ایسے امام کو منصب امامت سے الگ کر دینا چاہیے۔ امام کو متشرع ہونا ضروری ہے۔ اگر وہ امام نہیں جب بھی فاسق معلن ہے۔ شرعی امور میں اس کی

شہادت نا قابل قبول ہے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ۶
کتبہ

۴/۱/۷۱ء

استفتاء ۱۹۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین درج ذیل مسائل میں کہ:

(۱) زید کی بیوی ناظمہ خاتون کا انتقال ہوگیا۔ ناظمہ خاتون کے جنازے کی نماز پڑھانے کے لئے زید اجازت دے سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ اجازت نہیں دے سکتا ہے تو کیوں؟ ازروئے شرع فیصلہ کردیا جائے؟

(۲) خالد نے اپنی لڑکی شاہدہ خاتون کا نکاح بکر سے کیا، چونکہ حلالہ کی شرطوں پر عمل کرنا تھا۔ اس نے حلالہ کی پوری شرط بکر کو بتادی تھی۔ رات میں نکاح ہوا۔ بکر نے بلا مجامعت کئے، شاہدہ کو طلاق مغلظہ دے دیا۔ دوسری رات میں مسجد کے پیش امام نے یہ سمجھتے ہوئے کہ غیر مدخولہ کے لئے عدت نہیں ہے، شاہدہ کا نکاح، اوّل شوہر سے پڑھادیا۔ یہ فعل جائز ہوا یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہے تو امام صاحب کے لئے شرع کیا حد جاری کرتی ہے۔ ازروئے شرع شریف فیصلہ کردیا جائے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد محی الدین آسی، سری پور۳، ضلع ضلع بردوان

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــــ !

(۱) نماز جنازہ کی اجازت ولی اقرب کو ہے جس طرح نکاح و وراثت میں، ولی اقرب کی موجودگی میں ولی ابعد کو حق نہیں پہونچتا، اسی طرح نماز جنازہ کی اجازت عصبہ بنفسہٖ کے ہوتے ہوئے دُوسرا نہیں دے سکتا۔ یعنی سب میں مقدم بیٹا، پوتا، پھر پڑپوتا۔ اگر نہ ہوں تو پھر باپ، پھر دادا، پھر پڑدادا، علی ھذہ القیاس اس کے نہ ہونے پر حقیقی بھائی، پھر سوتیلے بھائی۔ اگر یہ لوگ نہ ہوں گے۔ تو پھر ذوی الارحام کو حق حاصل ہوگا۔ وہ بھی نہ ہوں تو شوہر اجازت دے سکتا ہے۔

(۲) حلالہ کے لئے وطی شرط ہے۔ اگر بغیر مجامعت طلاق دے دی تو حلالہ نہ ہوا۔ جب حلالہ نہ ہوا تو طلاق مغلظہ کی صورت میں، شوہر اوّل سے نکاح باطل و ناجائز ہوا۔ میاں بیوی میں فوراً تفریق کردی جائے ورنہ دونوں فعل حرام کے مرتکب اور گنہگار ہوں گے۔ امام صاحب شرعی مسائل سے نابلد معلوم ہوتے ہیں۔ ان کو نکاح پڑھانے سے قبل نکاح کے جملہ مسائل وجزئیات سے واقفیت حاصل کرلینا چاہیے۔ امام مذکور نے چونکہ جہالت وعدم واقفیت کی بناپر ایسا کیا۔ اس لئے

ان کو اعلانیہ توبہ کرنا چاہیے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۴/۱/۱۲ ۷ء

استفتاء ۱۹۹

مسئلہ: قابل صد احترام جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
ایک مسئلہ حاضر خدمت ہے جہاں تک ممکن ہو جواب باصواب سے جلد مطلع فرمائیں۔
ایک مسلمان عورت ایک غیر مسلم مَرد کے ساتھ بھاگ کر چلی گئی اور عرصہ آٹھ سال تک اس کے پاس رہی۔ ایک لڑکا بھی ہوا جو ابھی تک موجود ہے اس کے بعد اس عورت کو اس غیر مسلم مَرد نے جس کے ساتھ اور جس کے پاس وہ رہتی تھی کسی وجہ سے بھگا دیا جس کو آج چھ ماہ کا عرصہ ہو رہا ہے۔ اس درمیان میں وہ اِدھر اُدھر محنت مزدوری کر کے اپنی زندگی گزار رہی تھی۔ اس چھ ماہ کے اندر اس عورت میں مذہب اسلام کی کوئی علامت نہیں پائی گئی۔ مثلاً روزہ، نماز، کلمہ وغیرہ اور اس عورت کا انتقال ہو گیا۔ اب اس مردہ عورت کا کفن، نماز جنازہ وغیرہ اسلامی قاعدے کے مطابق ہوگی یا نہیں؟ از روئے شریعت اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

المستفتی: حافظ ظہیر الحق، پیش امام جامع مسجد، نواباد بازار، پوسٹ: بکس جوڑا، ضلع دھنباد
۲۵/۹/۱۲ ۷ء

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ـــــــ وھو الموفق للحق والصواب ـــــــ !

صورت مسئولہ میں عورت مذکورہ سے جب تک صراحتاً کلمات کفریہ یا افعال واعمال مشرکانہ کا صدور نہ ہوا ہو اس کو مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ کافر کے ساتھ فرار ہونا یا اس کے ساتھ زنا کا ارتکاب کرنا، اس کے کافر ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ہاں! وہ کبیرہ گناہ کی مرتکب ہوئی جس کی وجہ سے وہ گنہگار، مستحق عذاب نار ہوئی، یہ اس کا ذاتی فعل ہوا۔ جس کی بنا پر اُسے سزا ہوگی۔ روزہ، نماز، کلمہ اس پر فرض تھا جس کو اس نے اُدا نہ کیا۔ نماز جنازہ ہم پر فرض ہے۔ ہم اپنا فرض کیوں چھوڑیں۔ لہٰذا اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور اس کی تجہیز و تکفین اسلامی اُصول و قاعدے کے مطابق ہوگی۔ حدیث شریف میں ہے: **الصلوٰۃ واجبة علیکم علی کل مسلم یموت برّا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر، رواہ ابو داؤد، وابو یعلیٰ والبیھقی بسند**

صحیح عن ابی ھریرة ومعناہ لا بن ماجه عن واثلة ابن الاسقع والطبرانی فی الکبیر وابی نعیم فی الحلیة عن ابن عمر رضی الله عنهما یعنی مسلمان کے جنازے کی نماز پڑھنی تم پر واجب ہے، وہ نیک ہو یا فاسق وگنہگار اگر چہ اس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۹/۹/۷۲ء

استفتاء[۲۰۰]

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر کے بعد، ہاتھ کھول کر سلام پھیرنا چاہئے یا سلام پھیر کر ہاتھ کھولنا چاہئے۔ پہلی صورت میں سلام اوّل سے قبل داہنا ہاتھ کھول دے اور سلام ثانی سے قبل بایاں ہاتھ کھولے یا یہ کہ دونوں ہاتھ کھول کر پھر سلام پھیرے اور دوسری صورت میں دونوں طرف سلام پھیر کر کتنی دیر کے بعد ہاتھ کھولنا چاہیے؟ اُمید ہے کہ کتب حنفیہ کے دلائل کے ساتھ جواب دے کر مشکور وماجور ہوں گے۔ فقط والسلام

المستفتی: غلام حیدر اشرفی، کاٹھمنڈو، نیپال
۳/۱۲/۷۲ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــــ!

صورت مسئولہ میں چوتھی تکبیر کے بعد داہنی طرف سلام پھیرتے وقت ہی ہاتھ کھول دے۔ بائیں طرف سلام پھیرنے کے لئے ہاتھ باندھے نہ رکھے (درمختار) وھو تعالیٰ اعلم وعلمهٗ جل مجدهٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۴/۱/۷۲ء

استفتاء ۲۰۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:
زید مسلمان کے گھر میں پیدا ہوا اور بچپن سے جوانی تک نماز روزہ وغیرہ کرتا تھا۔ جوانی میں ہندوؤں کی چھوٹی ذات بھنگی کی ایک عورت سے زید کا ناجائز تعلق ہو گیا۔ نتیجہ یہ رہا کہ اس نے نماز، روزہ وغیرہ سب چھوڑ دیا۔ بس کبھی کبھی عید و بقرعید کی نماز پڑھ لیا کرتا تھا۔ جس عورت سے تعلق تھا اس کے اور اس کی قوم کے ہر کام میں شریک رہتا تھا، شادی وغمی میں ساتھ ساتھ وہ شراب نوشی کرتا اور خنزیر کا گوشت کھاتا تھا وہ پوجا کی ہوئی چیزیں بھی کھاتا تھا۔ رات و دن اسی عورت کے گھر میں رہتا تھا۔ اسی حالت میں تقریباً پینتیس سال گزر گئے۔ اس کے بعد توبہ کیا مگر پھر کچھ دن کے بعد اسی عورت کے گھر چلا گیا اور پہلے کی طرح رہنے لگا۔ اسی حالت میں رات کو مر گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ زید کا کفن دفن شریعت محمدی کے مطابق کیا جائے گا یا نہیں؟ جواب بحوالۂ کتب جلد سے جلد عنایت فرمائیں۔ بینوا و توجروا۔

المستفتی: فقیر شمس الدین احمد رضوی، بچرا، درگاپور، بردوان

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــــــــ

صورت مذکورہ بالا میں اگر زید نے شراب پی اور خنزیر کا گوشت کھایا تو اس فعل سے وہ کبیرہ گناہ کا مرتکب ہوا۔ جب تک اس سے کلمات کفریہ یا اعمالِ مشرکانہ کا صدور نہ ہوا ہو، اسے مسلمان کہا جائے گا اور مرنے کے بعد اس کے جنازے کی نماز (ہوگی) اور مسلمانوں کی طرح اس کی تجہیز و تکفین بھی کی جائے گی حدیث شریف میں ہے: الصلاۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت برا کان او فاجرا وان ھو عمل الکبائر۔ رواہ ابو داؤد ابو یعلیٰ والبیھقی عن ابی ھریرۃ۔ ''تم پر ہر مسلمان کی جنازہ کی نماز پڑھنا واجب ہے خواہ نکوکار مرے یا بدکار اور اگر چہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب ہو اس حدیث کو ابو داؤد نے ابو یعلی سے روایت کی اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔'' احکام شرعیہ کی تعمیل اس پر ضروری تھی، اُسے ادا نہ کر کے وہ گنہگار رہا۔ جنازے کی نماز ہم پر فرض ہے۔ ہم اسے کیوں چھوڑیں۔ ہاں! اگر زید نے کوئی اعمال مشرکانہ کیے یا کلمات کفر بولا تو نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ ہدایہ میں ہے: اذا مات الکافر وله ولی مسلم یغسل غسل الثوب النجس ویلف فی خرقۃ وتحفر حفیرۃ من غیر مراعاۃ سنۃ التکفین واللحد ولا یوضع فیھا بل یلقی۔ وھو تعالیٰ اعلم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۶/۱/۷۲ء

استفتاء ۲۰۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ:
زید مسلمان ہے اور سُنی جماعت بھی ہے مگر اس نے اپنی زندگی میں کبھی نماز پنجگانہ اور عیدین کی نماز نہیں پڑھی اور نہ زندگی میں کسی نے اس کو نماز پڑھتے دیکھا اور وہ مرگیا۔ اس کے جنازے کی نماز پڑھنا ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں تسلی بخش جواب سے سرفراز فرمائیں۔ ممنون ومشکور ہوں گا۔
المستفتی: مختار حسین، بھرکنڈا، ضلع ہزاری باغ
۲۷/اپریل ۷۲ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــ وباللہ التوفیــــــــــق
صورت مسئولہ میں تارک صلوٰۃ ہونے کی وجہ سے زید اگر چہ سخت گنہگار مستحق غضب جبار ہے مگر یہ اس کا ذاتی فعل ہے جس کی سزا اس کو ہوگی اور نماز جنازہ ہم پر واجب ہے۔ اس نے اپنا فرض ادا نہ کیا۔ ہم اپنا فرض کیوں چھوڑیں۔ لہٰذا زید کے جنازے کی نماز پڑھنا مسلمانوں پر ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ہے: الصلوٰۃ واجبۃ علیکم علی کل مسلم یموت براکان اوفاجرا وان ھوعمل الکبائر رواہ ابو داؤد وابویعلیٰ والبیھقی بسند حسن صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ومعناہ لابن ماجۃ عن واثلۃ ابن الاسقع والطبرانی فی الکبیر وابی نعیم فی الحلیۃ عن ابن عمر رضی اللہ عنھما یعنی مسلمان کے جنازے کی نماز پڑھنا تم پر واجب ہے وہ نیک ہو یا فاسق وگنہگار اگرچہ اس نے کبیرہ گناہ کئے ہوں۔ وھو تعالیٰ اعلم
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
۹/۷/۷۲ء

استفتاء ۲۰۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
بعد دفن میت قبر پر آذان دینا کیسا ہے؟ اس سے میت کو اجر وثواب ہوگا یا نہیں؟ اور قبر پر آذان دینا احادیث سے ثابت ہے یا نہیں؟ جواب مدلل مع حدیث کے عنایت فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔
المستفتی: محمد حامد حسین قادری امانی بیلا شنکر، دربھنگوی
۲۹/ربیع الاول ۱۳۹۶ھ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ

بعد دفن میت قبر پر آذان دینا جائز مستحب ومندوب ہے۔ کتب احادیث وفقہ سے اس کے جواز کا ثبوت ملتا ہے۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے: لقنوا موتاکم لا الہ الا اللّٰہ. یعنی اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ اس حدیث شریف کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ ایک معنی مجازی اور دوسرا معنی حقیقی۔ معنی مجازی تو وہ کہ مرتے وقت کلمہ تلقین کرو اس لئے کہ 'موتاکم' کے معنی اپنے مردوں کو حالانکہ مرنے والا ابھی زندہ ہے اور اسے کلمہ تلقین کیا جارہا ہے۔ لہٰذا مجازاً مرنے والے کو مردہ کہا گیا اور معنی حقیقی یہ ہے کہ مرنے کے بعد جب قبر میں رکھا جائے اور اس کے بعد جب منکر نکیر کے سوال کا وقت ہو تو کلمہ تلقین کرو۔ شامی نے تلقین موتی کی بحث میں لکھا: اما عند اھل السنة فالحدیث ای لقنوا موتاکم محمول علی حقیقة وقد ورد عنه صلی اللّٰہ علیه وسلم انه امر بالتلقین بعد الدفن فیقول یا فلان بن فلان اذکر دینک الذی کنت علیھا. "اہلسنت والجماعت کے نزدیک یہ حدیث "یعنی اپنے مردوں کو تلقین کرو" حقیقی معنی پر محمول ہے اور یہ معنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہے کہ انہوں نے بعد دفن تلقین کرنے کا حکم دیا کہ لوگ کہیں کہ اے فلاں بن فلاں اپنے اس دین کو یاد کرو جس پر تو تھا۔" لہٰذا اہل سنت کے نزدیک یہ حدیث اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے۔ شامی میں ہے: انما لا ینھٰی عن التلقین بعد الدفن لانه لا ضرر فیه نفع فان المیت له انس بالذکر ورد فی الاثار. "دفن کے بعد تلقین سے نہ روکا جائے اس میں میت کا نقصان نہیں ہے بلکہ نفع ہے تاکہ میت ذکر سے مانوس ہوں۔ حدیث اس کے متعلق وارد ہے۔" آذان میں پوری تلقین اور منکر نکیر کے سوالوں کا مکمل جواب موجود ہے۔ نوادرالاصول میں امام محمد علی الترمذی فرماتے ہیں: ان المیت اذا سئل من ربک تری له الشیطن فیشر الی انی ان ربک فلھذا ورد السوال اثبت له حین سئل. "میت سے جب سوال کیا جاتا ہے کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو شیطان اپنی طرف میت کو دکھاتا ہے اور اشارہ کرتا ہے میں تمہارا رب ہوں۔ اس لئے کہ اس وقت میت سے سوال کیا جاتا ہے تاکہ وہ سوالات کے وقت ثابت قدم رہے۔" مشکوٰۃ باب الاذان میں ہے: اذا نودی للصلوٰۃ ادبر الشیطن لهٗ ضراط حتی لایسمع الاذنین. "جب نماز کے لئے آذان دی جاتی ہے تو شیطان گوز کرتے ہوئے بھاگتا ہے تاکہ آذان کے کلمات اس کے دونوں کان سن نہ لے۔" امام احمد وطبرانی وبیہقی نے حضرت جابر رضی المولیٰ عنہ سے روایت کیا ہے جس میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن کے متعلق بیان کیا ہے کہ سبح النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم ثم کبر وکبر النّاس قالوا یارسول اللّٰہ لم سَبَّحْتَ قال لقد تضایق ھذا الرجل الصالح قبره فرج اللّٰہ عنه. "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی پھر تکبیر فرمائی تو لوگوں نے بھی تکبیر کہی اور لوگوں نے سوال کیا یارسول اللہ آپ نے کیوں تسبیح پڑھی تو فرمایا کہ اس نیک بندے کی قبر تنگ ہوگئی تو اللہ نے اس کو کشادہ فرمادیا"۔ مذکورہ بالا احادیث نبویہ وعبارت فقہیہ سے ثابت ہوا کہ آذان قبر بے شمار فوائد کی حامل ہے اور اس کا مندوب ومرغوب مطلوب وپسندیدہ وخوب ہونا اظہر من الشمس ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

ـــــــ کـ ـــــــ بـه

۱۵-۴-۷۶ء

استفتاء ۲۰۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
ہماری بستی میں بعد نماز جنازہ، قبرستان میں قبر پر آذان دی جاتی ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے۔ اس کی سند قران وحدیث میں ہے یا نہیں؟ اور اس پر عمل کرنا کیسا ہے؟ مفصل تحریر فرمائیں۔ بینوا وتوجروا
المستفتی: معین الدین، ساکن بنی، پوسٹ بنی، وایہ منوہر پور، ضلع بھوجپور (آرہ)
۹۲/۸۶ء

الجواب

بعد دفن قبر پر آذان دینا مستحب وشرعاً جائز ودرست ہے اور باعث اجر عظیم وفضل جسیم، احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ اور کتب فقہ میں اس کا ثبوت موجود۔ مشکوٰۃ شریف میں ہے: لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ یعنی اپنے مُردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ اس حدیث کے دو معنی ہوسکتے ہیں۔ ایک معنی مجازی، دوسری معنی حقیقی۔ مجازی معنی تو یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ کی تلقین کرو اگر چہ وہ ابھی مرا نہیں مگر چونکہ وہ مرنے والا ہے۔ اس لئے، یوں اُسے مردہ فرمایا اور حقیقی معنی یہ کہ مرنے کے بعد، بعد دفن منکر نکیر کے سوال کے وقت مُردے کو کلمہ (کی) تلقین کرو۔ شامی نے تلقین موتی کی بحث میں لکھا ہے: اما عند اهل السنة فالحديث اى لقنوا موتاكم محمول على حقيقة وقد ورد عنه صلى الله عليه وسلم انه امر بالتلقين بعد الدفن فيقول يا فلان بن فلان اذكر دينك الذى كنت عليها۔ اہل سنت والجماعت کے نزدیک حدیث "لَقِنُوْا مَوْتَاكُمْ" اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے بعد دفن تلقین کا حکم فرمایا تو کہا اے فلاں بن فلاں اپنے اس دین کو یاد کر جس پر تو دنیا میں تھا۔" لہٰذا اہل سنت کے نزدیک حدیث مذکورہ اپنے حقیقی معنی ہی پر محمول ہے۔ شامی میں ہے: انما لا ينهى عن التلقين بعد الدفن لانه لاضرر فيه بل فيه نفع فان الميت ليانس الذكر كما ورد فى الآثار۔ "بعد دفن تلقین سے روکا نہیں جائے گا اس لئے کہ اس میں کوئی ضرر نہیں بلکہ نفع ہے اس لئے کہ میت ذکر سے مانوس ہوتا ہے جیسا کہ حدیثوں میں منقول ہے۔" لہٰذا آذان میں پوری تلقین اور منکر نکیر کے سوالوں کا جواب موجود ہے۔ نوادر الوصول میں امام محمد بن علی الترمذی فرماتے ہیں: اذا سئل الميت من ربك ترىٰ له الشيطن فى صورت فيشير الى نفسه انى اناربك فلهذا ورد سوال التثبيت له حين سئل. "جب مردے سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے؟ شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کرتا ہے یعنی میں تیرا رب ہوں اس لئے حکم آیا کہ میت کے لئے جواب میں ثابت قدم رہنے کی دعا کریں۔" مشکوٰۃ شریف باب الاذان میں ہے: اذا نودى للصلوة ادبر الشيطن له ضراط حتى لا يسمع۔ "جب آذان دی جاتی ہے تو شیطان پیٹھ پھیر کر گوز مارتا بھاگتا ہے یہاں تک کہ کلمات آذان نہ سنے۔" امام احمد وطبرانی وبیہقی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کی جس میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے دفن کے متعلق بیان کیا ہے: سبح النبى صلى الله عليه وسلم وسبح الناس معه طويلا ثم كبر وكبر الناس ثم قالوا يارسول الله

لماسمعت قال لقد تضایق علی ھذا الرجل الصالح قبرہٗ فرج اللّٰہ عنہ۔" نبی ﷺ دیر تک سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے اور صحابۂ کرام بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر حضور اللہ اکبر اللہ اکبر فرماتے رہے اور صحابہ بھی حضور کے ساتھ کہتے رہے پھر صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے تسبیح کیوں پڑھی؟ ارشاد فرمایا اس نیک مرد پر اس کی قبر تنگ ہوئی تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے وہ تکلیف اس سے دور کی اور قبر کشادہ فرمادی۔" مذکورہ دلائل سے واضح ہے کہ آذان قبر بے شمار فائدے کی حامل ہے۔ لہٰذا اس کا مندوب و محبوب و مرغوب و مطلوب و پسندیدہ و خوب ہونا اظہر من الشمس۔ وَھُوَ تَعَالیٰ اَعْلَمُ

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۷۳/۱۲/۱۴ء

استفتاء ۲۰۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

میری والدہ کی عمر ۵۵ سال کی ہے۔ ان کی پیدائش کے وقت آذان نہیں دی گئی تھی جب کہ ہر مسلمان کے لئے نماز جنازہ ضروری ہے تو آذان کے لئے کیا مسئلہ ہے؟ میری والدہ سب سے دریافت کرتی ہیں کہ بغیر آذان نماز ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اب تک ان کو تشفی بخش جواب نہ مل سکا۔ لہٰذا جلد جواب دیں گے۔

المستفتی: غلام سرور، محلہ پارس ٹولی، ڈورنڈا، رانچی

۸۶/۹۲

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ

اگر آپ کی والدہ کی پیدائش کے وقت آذان نہیں دی گئی تو شرعاً کوئی جرم و گناہ نہیں اور نہ آپ کی والدہ سے اس کی باز پرس ہوگی۔ بچہ کی ولادت کے وقت آذان مسنون ہے فرض و واجب نہیں۔ آپ کی والدہ کا خیال غلط ہے کہ جب بوقت ولادت آذان نہ ہوئی تو اب بعد مرنے کے جنازہ کی نماز کیسے ہوگی۔ ولادت کے وقت جو آذان دی جاتی ہے وہ نماز جنازہ کی آذان نہیں ہوتی بلکہ شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے آذان کہی جاتی ہے۔ ہر آذان کے لئے نماز ضروری نہیں۔ جیسے وبا و طاعون کے لئے جن و شیطان کے بھگانے کے لئے راستہ بھول جانے پر آذان دیں۔ لہٰذا آپ اپنی والدہ کو اطمینان دلادیں کہ جنازہ کی نماز کے لئے اذان نہیں ہوتی ہے۔ آپ کی والدہ کے انتقال پر نماز جنازہ ہوگی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۸-۷-۷۶ء

كتابُ الزّكوٰة

باب العامّہ 380

استفتاء ۲۰۶

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
زید نے اپنے خاص بھائی کو ایک ہزار روپے شادی میں خرچ کے لئے دیا۔ اس وقت زید کے بھائی کے پاس نہ اتنی جائیداد ہے، نہ روپیہ ملنے کی ابھی امید نہ ایک بار روپیہ ملنے کی اُمید۔ کیا اُس روپے پر زید پر زکوٰۃ نکالنا فرض ہے؟ از روئے شرع فیصلہ کردیا جائے۔

المستفتی: محمد محی الدین، سری پوری ۳، بردوان

۸۶/۹۲ ے

الجواب ـــــ بعون الملک الوہاب ـــــ !
وجوبِ زکوٰۃ کے لئے مال کا مالک ہونا شرط ہے۔ جب فی الحال زید کے قبضہ میں مال موجود نہیں تو زید پر، اُس مال کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ جب بھائی زید کو روپے واپس کرے گا تو گزشتہ سال کی زکوٰۃ بھی زید کو ادا کرنا ضروری ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۴/۱/۴۷ء

استفتاء ۲۰۷

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین درج ذیل مسائل کے بارے میں کہ:
(۱) گورنمنٹ اسکول میں زکوٰۃ، صدقہ فطر، چرم قربانی اور خیرات کا پیسہ لگانا جائز ہے یا نہیں؟ جو شخص ان پیسوں کو جائز سمجھے اس کو امام بنانا کیسا ہے؟ اور جو لوگ ایسے شخص کو اپنا امام ورہبر سمجھیں ان کا کیا حکم ہے؟ نیز اس بات کو براہ کرم واضح کردیں کہ گورنمنٹ اپنے اسکول کی ہر ضرورت پوری کرتی ہے یا نہیں؟
(۲) بعد نماز، مصلّی کے کسی گوشہ کو لپیٹ دینا کیسا ہے؟ کتب فقہ میں اس کی کچھ اصلیت ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد تاج الدین، مدرسہ ریاض العلوم، جھالدہ، ضلع بردوان

۲۳ر جنوری ۱۹۷۳ء

۸۶/۹۲ ے

الجواب ـــــ وھوالموفق للصواب ـــــ !
(۱) گورنمنٹ اسکول، جہاں طلبا سے فیس لی جاتی ہے اور اس کا پورا نظم ونسق گورنمنٹ خود کرتی ہے اور نصاب تعلیم بھی

گورنمنٹ ہی کا وضع کردہ ہوتا ہے، ایسے اسکولوں میں صدقۂ فطر اور چرم قربانی وغیرہ دینا جائز نہیں۔ قرآن حکیم میں ہے:
اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ الخ ۔ ''زکوٰۃ تو فقراء مساکین کیلئے'' جو لوگ اسے جائز سمجھتے ہیں وہ احکام شرعیہ سے ناواقف ہیں۔ غلط مسئلہ بتانے والوں اور مسائل شرعیہ نہ جاننے والوں کو امامت کا حق نہیں اور جو لوگ ایسے شخص کو امام بنائیں گے، وہ شرعاً گنہ گار ہوں گے۔ امام کے لئے احکام شرعیہ کا جاننا اور مسائل دینیہ سے واقف ہونا ضروری ہے۔ مشاہدہ یہ ہے کہ گورنمنٹ اپنے اسکولوں کی کفالت کرتی اور اس کے تمام اخراجات کی ذمہ دار ہوتی ہے۔

(۲) بعد نماز مصلیٰ کو پلٹ دینے کا کوئی شرعی ثبوت نہیں اور نہ اس کی کوئی اصلیت وحقیقت ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم۔

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

استفتاء ۲۰۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
اگر زید اور بکر دونوں مل کر چالیس بھر سونا رکھتے ہوں اور ایک سو بھر چاندی رکھتے ہوں تو سونے کی زکوٰۃ کس قدر اور چاندی کی زکوٰۃ کس قدر دینی ہوگی۔ برائے کرم واضح کر کے اس کا حساب تحریر فرمائیں تا کہ دونوں شخص سونا چاندی کی زکوٰۃ نکال کر اپنے مال کو طیب کریں۔ فقط

المستفتی: سید مطیع الرحمٰن، لکچرر پولی ٹیکنک سہرسہ شہر، سہرسہ
۱۸/۹/۷۲ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب

صورت مذکورہ میں سونے کے نصاب زکوٰۃ میں یعنی ساڑھے سات (۷½) تولہ اور چاندی کی نصاب زکوٰۃ دوسو درہم یعنی ساڑھے باون (۵۲½) تولہ ہے۔ تولہ کے اعتبار سے رائج الوقت روپیہ سوا گیارہ ماشہ کا ہوتا ہے۔ سونے چاندی کی زکوٰۃ، نصاب کے اعتبار سے چالیسواں حصہ ہے۔ اس میں قیمت کا لحاظ نہیں ہوتا بلکہ وزن کا اعتبار ہوتا ہے۔ درمختار میں ہے: والمعتبر وزنها اداءً ووجوبا لاقيمتها ۔ لہٰذا ساڑھے سات (۷½) تولہ سونے کی زکوۃ ۲ ماشہ ہوگی اور ساڑھے باون تولہ (۵۲½) چاندی کی زکوٰۃ، ایک تولہ، ۳ ماشہ، ۶ رتی، اسی حساب سے سونے وچاندی کی زکوٰۃ نکالیں۔ یعنی ساڑھے سات تولہ سونا کے بعد، ہر ایک تولہ، ۶ ماشہ پر ۳⅘ رتی بڑھاتے جائیں اور چاندی میں ۵۲ تولہ ۶ ماشہ، یعنی ساڑھے باون (۵۲½) تولہ کے بعد، ہر دس تولہ، چھ ماشہ پر ۳ ماشہ ۱⅕ رتی بڑھاتے جائیں۔ اس حساب سے چالیس تولہ سونے کی زکوٰۃ، تقریباً ایک تولہ، دو ماشہ، آٹھ

رتی ہوگی اور سوتولہ چاندی کی زکوٰۃ ۲ تولہ، ۷ ماشہ، ۴ رتی تخمیناً ہوگی۔

نوٹ: واضح ہو کہ تولہ اور بھری کے فرق کو بھی سمجھ لینا ضروری ہے کہ دونوں ہم وزن ہوتے ہیں یا کم وبیش اگر ان دونوں وزن میں فرق ہوگا تو پھر حساب غلط ہو جائے گا۔ زکوٰۃ تولہ ہی کے حساب سے نکالی جائے گی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۱۵/۹/۷۲ء

استفتاء ۲۰۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو حسب ذیل ہے۔

ایک مدرسہ میں چرم قربانی وفطرہ، زکوٰۃ کی رقم وصول کی گئی یا اپنا مدرسہ سمجھ کر جمع کیا گیا۔ مگر فی الوقت مدرسہ میں کوئی یتیم ونادار طلبہ موجود نہیں ہے۔ صرف ایک مدرس ہیں اور چند مقامی طلبہ جو غریب ہیں۔ انہیں اس پیسے سے کتابیں دی جاتی ہیں۔ مگر مدرس کو نہیں دیا جاتا ہے۔ کیا وہ پیسے مدرس کی تنخواہ وطعام کے لئے دیئے جاسکتے ہیں لیکن لوگوں کا ارادہ ہے کہ آئی ہوئی آمدنی اور آنے والی آمدنی کے ذریعہ مدرسہ کو خوب سے خوب ترقی کی راہ دکھائیں۔ فقط

المستفتی: محمد صابر جمالی کنکوری، ایم پی، رائے گڑھ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

صورت مسئولہ میں اگر مدرسہ مذکور میں غریب ونادار طلبا کو مفت دینی ومذہبی تعلیم دی جاتی ہے اور ان کے لئے کتابیں فراہم کی جاتی ہیں تو ایسی صورت میں مذکورہ رقم یعنی فطرہ وچرم قربانی وغیرہ کی آمدنی مدرسہ میں صرف کی جاسکتی ہے اور اس سے مدرسین کی تنخواہیں بھی دی جاسکتی ہیں جس سے مدرسہ میں ترقی ہو۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

نوٹ: فطرہ وزکوٰۃ کی رقم مدرسین کو درس کے عوض بصورت مشاہرہ نہیں دی جاسکتی۔ ہاں اگر وہ مدرس فقیر ومسکین ہے تو مصرف زکوٰۃ ہے لہٰذا اُسے وہ رقم بصورت زکوٰۃ وفطرہ دی جاسکتی ہے بدل تدریس میں نہیں۔ ہاں اگر ضرورۃً حیلۂ شرعی کر لیا گیا ہو تو وہ رقم بھی مشاہرہ یا عمارت کے مصرف میں لائی جاسکتی ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

استفتاء ۲۱۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زکوٰۃ وصدقات، فطرہ وچرم قربانی کی رقم کن کن چیزوں پر صرف کی جاسکتی ہے۔ نیز ان رقوم کو مدرسہ کی تعمیر عمارت یا مدرس کی تنخواہ میں صرف کرنے کی کیا صورت ہوسکتی ہے جب کہ ضلع پلاموں شہر ڈالٹین گنج میں کوئی دینی ادارہ نہ تھا؟ چند مخلصین کی جدو جہد سے یہ ادارہ بنام احسن العلوم قائم کیا گیا جس کی زیادہ تر آمدنی زکوٰۃ، فطرہ وچرم قربانی ہے۔ لہٰذا برائے کرم جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: جلال الدین، ڈالٹین گنج، پلاموں، مدرسہ احسن العلوم، ڈالٹین گنج
۷۴-۱۰-۳۰

۸۶/۹۲ ۷

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!

صورت مستفسرہ میں زکوٰۃ وصدقات واجبہ کے مصارف کو قرآن حکیم کی آیۂ کریمہ **اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِيْنِ** میں تفصیلاً بیان فرمایا گیا ہے کہ اس کے مستحقین فقراء ومساکین، عاملین، مکاتب کو آزادی کے سلسلے میں دینا مدیون کو ادائے قرض کے لئے دینا، فی سبیل اللہ اور مسافر، زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے یعنی اس کے مستحقین کو اس مال کا مالک بنا دینا اور صدقہ مندوبہ مستحبہ میں نہ تملیک شرط اور نہ مذکورہ بالا مستحقین کی شرط ہے۔ بلکہ اس کے علاوہ بھی صدقہ نافلہ دوسروں کو دے سکتے ہیں۔ ہاں اگر مدرسہ میں صدقہ واجبہ دینا چاہیں تو اس کے لئے شرعی حیلہ کریں تو بہتر ہے وہ یہ کہ مہتمم مدرسہ کسی غریب طالب علم کو زکوٰۃ کی رقم دے دیں اور وہ طالب علم رقم مذکور اپنی طرف سے مدرسہ میں دیدے تو اس کے جواز میں کوئی شبہ باقی نہ رہے گا۔ زکوٰۃ کا مال تعمیر مساجد وتجہیز وتکفین میت میں دینا ناجائز۔ درمختار میں ہے: **لاتصرف الی بناء المسجد ولاالی کفن المیت** یعنی رقم زکوٰۃ تعمیر مساجد اور تکفین میت میں خرچ نہیں کی جائے گی۔ رہا سوال صدقہ مندوبہ مستحبہ، تو وہ جسے چاہے دے دے۔ چرم قربانی کا مصرف ہرگز وہ نہیں جو زکوٰۃ کا ہے۔ دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ قربانی کی اصل غرض وغایت قربت اور اراقۂ دم ہے۔ جب تک ذبح نہیں کیا ہے قربانی کے جانور سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں (جیسے اون کاٹنا، دودھ دوہنا وغیرہ)۔ بعد قربانی جائز اس لئے کہ جو مقصد تھا حاصل ہوگیا۔ اسی لئے قربانی کی کھال کو اگر صدقہ نہ کرے بلکہ بعینہ اپنے استعمال میں لائے تو بھی جائز جیسے اس سے ڈول، موزہ، چھلنی، جانماز وغیرہ بنائے۔ فتاویٰ بزازیہ میں ہے: **ویجوز الانتفاع بجلدها بان یتخذها فراشا او فروا او جرابا او غیر ذلک.** فتاویٰ قاضیخان میں ہے: **ولا بأس بان یتخذ من جلد الاضحیه فروا او بساطا او متکاء یجلس علیه.** کذا فی الدر المختار، وفی غرر الاحکام وفی الکافی وہکذا فی الہدایہ وشروح الکنز ورد المحتار وغیرہا **من معتمدات الاسفار.**
''چرم قربانی سے نفع حاصل کرنا جائز ہے بلکہ بستر، برتن، پوستین یا اس کے علاوہ دوسری چیز بنا کر بھی انتفاع جائز ہے''۔ مختصر یہ کہ چرم قربانی

مدرسہ میں دینا، بنائے مسجد و سرائے وتکفین میت وغیرہ مصارف میں خرچ کرنا جائز و درست ہے اور مدرسہ کے طلبا کو واہل علم کو دینا افضل بلکہ ان کے لئے دوسرے شہر سے زکوٰۃ کا مال لانا جائز و درست اور دوسروں کے لئے ناجائز ہے۔ درمختار میں ہے: کـــرہ نـقـلـهـا الاالیٰ طالب العلم وفی المعراج التصدق علیٰ عالم الفقراء افضل ''ترجمہ: مال زکوٰۃ کو طالب عالم کے علاوہ کے لئے دوسرے شہر میں منتقل کرنا مکروہ ہے اور''معراج'' میں ہے کہ فقیر عالم پر صدقہ کرنا افضل ہے۔'' غرضیکہ چرم قربانی وصدقہ فطر وغیرہ کو، مدارس دینیہ کے مہتمم و ناظم کے حوالہ کردے اور وہ غریب طلبا کی تعلیم وخورش و پوشش پر صرف کریں۔ یہ صورت بھی جائز ہے۔ ھذاھو التحقیق ،واللہ ولی التوفیق!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـتـــــــــــــــــبـہ

۱۸-۱۱-۷۴ء

استفتـــــــاء ۲۱۱

مسئلہ: محترم بندہ نواز! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

میں آپ کی طرف رجوع کررہا ہوں تاکہ زکوٰۃ کے مسئلہ میں میرے شکوک دور ہوجائیں۔ آپ کے گرانقدر اوقات کچھ ضائع ہوں گے۔ امید کہ آپ ضرور توجہ فرمائیں گے اور میری الجھنوں کو دور کریں گے۔

(۱) زیورات (سونا اور چاندی) کا کیا حد معافی ہے؟ اب اگر زید کے پاس حد معافی سے زیادہ ہے تو زکوٰۃ حد معافی الگ کرنے کے بعد زیورات پر عائد ہوں گے یا حد معافی (چھوٹ) کو بھی زکوٰۃ نکالنے میں شامل کرنا ہوگا۔

(۲) زکوٰۃ کی شرح کیا ہوگی؟ زکوٰۃ دینے کے لئے کیا طریقہ اختیار کرنا ہوگا؟ سنار سے یہ کہا جائے کہ ان زیورات کو فروخت کرنا ہے تم خریدو گے۔ اگر اس نے اثبات میں جواب دیا تب اسی سے پورے زیورات کی قیمت لگوایا اور بعدہٗ ڈھائی روپیہ فیصد کے حساب سے زکوٰۃ نکال دیا یا سونا چاندی ہی کی شکل میں نکالنا ہوگا؟ تو کتنے پر کتنا؟ زیورات تو خالص سونے کے نہیں بنتے ہیں، اس میں ملاوٹ ہوتی ہے۔ پس خالص سونا کا ایک تخمینہ سنار سے کروانا ہوگا تب ہی سونا کی شکل میں زکوٰۃ کی ادائیگی ہوسکتی ہے۔

(۳) زیورات قبل کے بنے ہوئے اس وقت سونا کا بھاؤ بہت کم تھا مگر آج کل بہت چڑھا ہوا ہے۔ اگر خالص سونا پر زکوٰۃ دینی ہو تو کس بھاؤ میں سونا کی قیمت لگائی جائے۔

(۴) زید کے پاس زیورات بھی ہیں اور نقد بھی ہیں تو کیا الگ الگ رکھ کر زکوٰۃ کا حساب لگایا جاسکتا ہے کیوں کہ نقد پر بھی ڈھائی فیصد روپیہ زکوٰۃ بنتی ہے۔

(۵) زید نے برسوں سے زکوٰۃ ادا نہیں کی ہے۔ اب دینا چاہتا ہے۔ گزشتہ برسوں کی زکوٰۃ کا کیا حکم ہے؟

(۶) بعض آدمی زید کو بتاتے ہیں کہ فقہ حنفی میں ہر سال زیور پر زکوٰۃ ادا کرنا ہے اور فقہ شافعی میں صرف ایک بار۔ اگر یہ بات صحیح ہے تب تو فقہ شافعی کی رو سے اس سال زیور پر زکوٰۃ نکالنے سے گزشتہ سالوں کی عدم ادائیگی کا ازالہ خود بخود ہوتا ہے۔ ماں سے بیٹی کو بھی جب یہ زیور آئندہ منتقل ہوئے تب بھی اس پر زکوٰۃ عائد نہ ہوگی۔

(۷) زکوٰۃ کے حقداروں میں نادار رشتہ دار بھی آسکتے ہیں۔ گرچہ سید ہی ہوں؟ کیا شافعی فقہ سید کو زکوٰۃ دینا جائز رکھتا ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔

المستفتی: ایس این ہدیٰ، جمال روڈ، پٹنہ-۱

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ !

پیکر اخلاص ومحبت۔ سلام وتحیت مزاج گرامی! مرسلہ استفتاء موصول ہوا۔ چونکہ سوال والے کاغذ پر جگہ کی تنگی تھی اس لئے دوسرے کاغذ پر جواب دیا جارہا ہے۔

(۱) زکوٰۃ کے سلسلہ میں سونے کا نصاب ساڑھے سات تولہ ہے۔ اس سے اگر کچھ بھی کم ہوگا تو اس پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی اور چاندی میں زکوٰۃ کا نصاب ساڑھے باون تولہ ہے۔ اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں۔ یعنی اس سے کم پر زکوٰۃ معاف ہے۔ نصاب پورا ہونے ہی پر زکوٰۃ دینی ہوگی۔ اگر سونا یا چاندی نصاب کی حد سے زیادہ ہے تو پورے پر زکوٰۃ دینی ہوگی۔ حد معافی کو الگ نہیں کیا جائے گا۔ ہاں اگر نصاب سے تھوڑا زیادہ ہو تو نصاب ساڑھے سات تولہ کی زکوٰۃ دینی ہے۔ جیسے اگر کسی کے پاس آٹھ تولہ یا ساڑھے آٹھ تولہ سونا ہو تو وہی ساڑھے سات تولہ پر زکوٰۃ دینی ہے۔ اگر نصاب کا $\frac{1}{5}$ حصہ نصاب سے زیادہ ہوگا تو اب نصاب اور زیادہ پر بھی زکوٰۃ دینی ہوگی۔ ایسے ہی اگر ساڑھے باون تولہ سے زیادہ ۶۰ تولہ چاندی ہے تو ساڑھے باون تولہ کی زکوٰۃ دینی ہے۔ ہاں اگر سونا ۹ تولہ ہوگا اور چاندی ۶۳ تولہ تو چونکہ پانچواں $\frac{1}{5}$ حصہ زیادہ ہوا تو پورے کی زکوٰۃ دینی ہوگی۔ خلاصہ یہ کہ نصاب پر جب تک پانچواں $\frac{1}{5}$ حصہ زیادہ نہ ہو بلکہ اس سے کم ہو تو اس نصاب ہی پر زکوٰۃ دینی ہے فاضل پر نہیں۔ ساڑھے سات تولہ سونا کی زکوٰۃ دو ماشہ سونا ہے اور ساڑھے باون تولہ چاندی پر ایک تولہ تین ماشہ ۶ رتی چاندی زکوٰۃ میں دینی ہے۔ واضح ہو کہ سونے چاندی کی زکوٰۃ میں وزن کا اعتبار ہے قیمت کا نہیں۔ ہاں اگر سونے یا چاندی کی زکوٰۃ روپیہ کی صورت میں ادا کرنی ہے تو مقررہ نصاب میں جتنا سونا یا چاندی دینا ہے اس کی قیمت لگا کر روپیہ بھی دے سکتے ہیں۔ جیسے ساڑھے سات تولہ سونا میں دو ماشہ سونا کی قیمت اور ساڑھے باون تولہ چاندی میں ایک تولہ ۳ ماشہ ۶ رتی چاندی کی قیمت جو ہوگی وہ دینی ہوگی۔

(۲) سونا یا چاندی بقدر نصاب ہونے پر چالیسواں حصہ زکوٰۃ ہے۔ خواہ زیورات ہوں یا سونا چاندی ہو سونے چاندی کے

زیورات کی قیمت لگا کر اس قیمت پر روپیہ میں زکوٰۃ دینا صحیح نہ ہوگا بلکہ وزن کا اعتبار ہوگا۔ یہ صحیح ہے کہ زیورات میں کھوٹ بھی ہوتا ہے مگر کھوٹ کم اصل زیادہ تو کھوٹ کا اعتبار نہیں۔ پورے کو سونا یا چاندی ہی قرار دینا ہوگا۔ ہاں اگر کھوٹ زیادہ اور اصل کم تو ایسی صورت میں اصل کا تخمینہ لگا کر اگر بقدر نصاب ہوا تو زکوٰۃ دینی ہوگی ورنہ نہیں۔

(۳) قبل کے بنے ہوئے زیورات میں بھی موجودہ قیمت کا اعتبار ہوگا۔ پہلے کی خریداری کے وقت کا اعتبار نہیں۔

(۴) زیورات و نقد رقم کا حساب الگ الگ کرنا ہوگا۔

(۵) جب سے زکوٰۃ نہیں دی ہے گزشتہ سالوں کا بھی حساب کر کے دینا ہے۔

(۶) جی ہاں۔ ہر سال زیور کی زکوٰۃ دینی ہے۔ جس کے پاس زیور منتقل ہوگا سال ختم ہونے پر اسی کو زکوٰۃ دینی ہے۔ ایک بار دینے سے ہمیشہ کے لئے بری الذمہ نہ ہوگا۔

(۷) نادار رشتہ داروں کو بھی زکوٰۃ دے سکتے ہیں۔ لیکن بیٹا، باپ، دادا، ماں وغیرہ کو نہیں دے سکتے۔ ایسے ہی بیٹا، پوتا، بیٹی وغیرہ کو زکوٰۃ دینے سے ادا نہ ہوگی۔ سید کو زکوٰۃ دینا گناہ اور اس کا لینا بھی گناہ ہے۔ حدیث پاک میں صراحتاً اس کی ممانعت موجود ہے۔ اختصار کے ساتھ جواب پیش خدمت ہے۔ اگر مزید کوئی شکوک و شبہات بھی رہ گئے ہوں تو مطلع فرمائیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کـــــــــــــــتـــــــــــــــبـــــــــــــــہ

۲۳-۶-۷۷ء

استفتاء ۲۱۲

مسئلہ: حضرت المکرم قبلہ عالی جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ پٹنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۱) گزارش ہے کہ میری بستی میں ایک مدرسہ ہے جس میں بستی کے بچے زیر تعلیم ہیں معلم کا طعام و قیام و تنخواہ بستی پر موقوف ہے مجبوراً بچے صبح و شام مسجد میں پڑھتے ہیں بستی کے چند بچے ایسے بھی ہیں جو یتیم و غریب و بے سہارا ہیں۔ لہٰذا فطرہ، صدقہ، چرم قربانی، زکوٰۃ کی رقم لے کر مدرسہ کے لئے ایک جھونپڑی بنانا جائز ہے یا نہیں؟

(۲) میں یہاں سرکاری ملازم ہوں میرے قریب میں ایک مسجد ہے اس کا امام دیوبندی ہے ایسی صورت میں میں اس کے پیچھے نماز جمعہ پڑھوں یا ظہر کی نماز ادا کروں۔

المستفتی: خطیب مسجد چٹیاں کیر اف محمد عابد حسین رضوی، گنڈک پروجیکٹ اررراج، ضلع مشرقی چمپارن

۷۸۶/۹۲

الجواب

(۱) صورت مذکورہ میں جب کہ بیرونی طلبا نہیں اور نہ وہاں مطبخ کا انتظام ہے صرف بستی کے بچوں کی تعلیم کے لئے زکوۃ وفطرہ لینا جائز نہیں اس لئے کہ زکوۃ میں تملیک شرط ہے جس کی تفصیل قرآن حکیم میں موجود: إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينَ الخ ہاں صدقہ مندوبہ مستحبہ سے مدرسہ تعمیر کر سکتے ہیں بلکہ چرم قربانی بھی بعینہ منتظم ومہتمم مدرسہ کو دے سکتے ہیں اور وہ بطور خود صرف کرے۔ فطرہ وزکوۃ کی رقم کسی مستحق غریب کو دے دی جائے اور وہ اگر اپنے طور پر مدرسہ میں دے دے تو جائز ہے۔

(۲) اگر اس مسجد کے علاوہ قرب وجوار میں کوئی دوسری مسجد ہو تو آپ وہاں جمعہ پڑھیں دوسری مسجد نہ ہو تو ظہر پڑھا کریں۔ وہو اعلم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۲/۸/۷۷

استفتاء ۲۱۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:

(۱) زید کی اپنی بھانجی بیوہ ہے اور وہ بہت مجبور ہے۔ آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں قرض وامداد سے اپنی زندگی گزار رہی ہے۔ زید زکوۃ کی رقم اسے دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۲) زید کے بھانجہ کی بہو بیوہ ہے اس کے والدین بھی نہیں ہیں صرف اس کی ساس ہے اس کو بھی ذریعہ آمدنی کچھ نہیں ہے زکوۃ کی رقم اسے دے سکتے ہیں یا نہیں؟

المستفتی: عبدالرزاق خاں پٹنہ، فروٹ مرچنٹ
۲۶ / اگست ۱۹۷۷ء

۷۸۶/۹۲

الجواب

(۱) زکوۃ کے مصارف کی تفصیل قرآن حکیم میں موجود ہے یعنی فقیر، مسکین، عامل، رقاب، غارم فی سبیل اللہ، ابن السبیل ان سات قسموں کے لوگوں کو زکوۃ اور صدقہ واجبہ دینا چاہیے۔ زکوۃ کی رقم اپنی اصل جیسے ماں باپ دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہم کو یعنی زکوۃ دینے والا جن کی اولاد میں ہے اسے نہیں دے سکتے اور نہ اپنی فرع کو دے سکتے ہیں جیسے اپنی اولاد یا

اولاد کی اولاد کو زکوۃ کی رقم دینا جائز نہیں۔ بھانجی، بھانجہ، داماد، بہو بھتیجہ، بھتیجی سوتیلی ماں، سوتیلا باپ، بیوی کی اولاد، شوہر کی اولاد وغیرہ۔ رشتہ داروں کو دینا جائز ہے۔

(۲) اس کا جواب بھی جواب ۱ سے واضح ہے جب بھانجہ کو زکوۃ وفطرہ دینا جائز ہے تو بھانجہ کی بہو اور اس قسم کے دوسرے رشتہ داروں کو دینا صرف جائز ہی نہیں بلکہ افضل و بہتر ہے۔ وھو اعلم!

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۷۷/۸/۲۷ء

استفتاء ۲۱۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

بستی گورے گاؤں میں ایک مکتب ہے جس میں معلم کی تنخواہ سرکار سے ملتی ہے مکتب پھوس کا بنا ہوا ہے مگر اس کی مرمت کیلئے سرکار سے کچھ امداد نہیں ملتی ہے بستی والے بھی اس کی مرمت کی طرف توجہ نہیں کرتے جس کی وجہ سے مکان کے برباد ہونے کا خوف ہے۔ لہٰذا صدقہ فطر اور چرم قربانی کی رقم سے اس مکتب کی مرمت کرائی جاسکتی ہے یا نہیں۔

المستفتی: معلم گورے گاؤں مکتب، ڈاکخانہ: رائے پور، مہادیو، مظفر پور، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب

صدقہ فطر صدقہ واجبہ ہے اس کے مصارف وہی ہیں جو زکوۃ کے ہیں لہٰذا مکتب میں اس کی رقم صرف نہیں کی جاسکتی اور چرم قربانی اگر چہ صدقہ نافلہ مستحبہ ہے مگر چرم قربانی فروخت کرنے کے بعد اس کی رقم بھی صدقہ کی جائیگی اسے مکتب میں صرف کرنا جائز نہیں۔ وھو اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۷۷/۱۰/۲۳ء

استفتاء ۲۱۵

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
یہاں ایک مدرسہ ہے جس میں ابتدائی درجات کی تعلیم ہوتی ہے سبھی بچے مقامی ہیں اور کسی کو مدرسہ سے کھانا نہیں دیا جاتا ہے اس مدرسہ کو فطرہ وزکوٰۃ کی رقم دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا!

المستفتی: شہاب الدین
۷۸/۸/۱۵ء

۸۶ھ/۹۲

الجواب

قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا: اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا الخ. ''ترجمہ: زکوٰۃ تو انہیں لوگوں کے لئے ہے محتاج اور نرے نادار اور جو اسے تحصیل کرکے لائیں (ترجمہ کنزالایمان)
مذکورہ آیہ کریمہ میں مصارف زکوٰۃ کو بیان کیا گیا وہ سات قسم کے لوگ ہیں فقیر۔ مسکین، عامل، مولفہ قلوب، غلام کو آزاد کرانے کے لیے، مدیون کا دین ادا کرنے کے لئے، خدا کی راہ میں اور مسافر۔
صدقہ فطر، صدقہ واجبہ ہے اس کے مصارف بھی وہی ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے۔ سوال میں جس قسم کے مدرسہ کا ذکر ہے ایسے مدرسہ میں زکوٰۃ یا فطرہ کی رقم نہیں دی جاسکتی۔ وھو اعلم!
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۷۸/۸/۲۱ء

استفتاء ۲۱۶

مسئله: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید ایک صاحب نصاب شخص ہے اور وہ سرکاری ملازمت بھی کرتا ہے۔ اس نے قرض لے کر اپنی لڑکی کی شادی کی۔ کچھ دنوں کے بعد اس کو تنخواہ ملی۔ زید نے اپنی تنخواہ سے قرض ادا کردیا۔ زید اتنے نصاب کا مالک ہے کہ اپنے نصاب کے کچھ ہی حصے سے قرض ادا کرنے کے بعد بھی صاحب نصاب ہے۔ لیکن زید اپنے نصاب سے قرض ادا نہ کرکے اپنی پوری تنخواہ سے ادا کردیا۔ تو کیا زید پر اپنی ملی ہوئی تنخواہ کی زکوٰۃ فرض ہے یا نہیں؟ اگر فرض ہے تو اس کے انکار کرنے والے پر شرع کا کیا حکم ہے؟ حدیث وقرآن کی روشنی میں

مدلل ومفصل بیان فرمائیں۔اور ساتھ ہی یہ بھی بیان فرمائیں کہ کس طرح مقروض پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے۔

المستفتی: محمد الیف الرحمٰن، بسیٹھا، مدھوبنی (بہار)

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ

صاحب نصاب پر بعد حولان حول زکوٰۃ کی ادائیگی فرض ہے۔ مثلاً ابتدائے سال میں اس کے پاس ایک ہزار روپئے تھے اور اختتام سال تک وہ رقم زید کے پاس رہی تو اب اسے مذکورہ رقم کی زکوٰۃ دینی ہوگی۔ درمیان سال میں اگر زید کو پانچ سو روپئے تنخواہ کے ملے اور اس نے اس تنخواہ کی رقم سے قرض ادا کیا یا اور کسی ضرورت میں خرچ کیا، حالانکہ اس کے پاس قرض کے علاوہ کثیر رقم موجود تھی، جس سے وہ قرض ادا کرسکتا تھا، مگر جمع شدہ رقم سے قرض ادا نہ کر کے اپنی تنخواہ سے قرض ادا کیا، تو ایسی صورت میں جمع شدہ رقم کی سال ختم ہوتے ہی زکوٰۃ دینی ہوگی۔ تنخواہ کی رقم ملنے پر فوراً زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔ بلکہ سال گذرنے پر ہی اس رقم کی زکوٰۃ ادا کرنی پڑے گی۔ اگر زید جمع شدہ رقم سے قرض ادا کرتا ہے تو بعد ادائے قرض جو رقم باقی رہی اسی کی زکوٰۃ دینی ہوگی اور اب اسے پوری رقم جمع شدہ کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی۔ ایسا مقروض کہ اگر وہ قرض ادا کرے تو صاحب نصاب نہیں رہے گا تو اس پر زکوٰۃ دینا ضروری نہیں۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتــــــــــــبہ

۱۲ر ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ، ۴ر ستمبر ۱۹۸۲ء

استفتــــــــاء ۲۱۷

مسئلہ: کیا ارشاد گرامی ہے علمائے کرام کا مسئلہ ذیل میں کہ مدرسہ اسلامیہ محی العلوم شکل ٹولی، علی گنج سیوان جو مسلک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمان ہے اور ایک طویل مدت سے دینی وعلمی خدمات انجام دے رہا ہے اور جہاں علوم شرعیہ کی جملہ تعلیم یعنی اردو، فارسی، نحو، صرف، تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ اور عربی ادب کی تعلیم ہو رہی ہے اور جہاں غریب و نادار چالیس بچوں کے طعام وقیام کے نظم کے ساتھ ان کی تعلیم وتربیت کے لیے آٹھ مدرسین بریلی شریف وعربی یونیورسٹی مبارکپور وغیرہ کے فارغین ہیں تعلیمی معیار کے اعتبار سے اس ضلع کا یہ سب سے بڑا مدرسہ ہے یعنی یہاں ہدایہ اخیرین و ترمذی شریف وغیرہ تک کی تعلیم ہوتی ہے ضرورت زندگی کے لیے قدرے انگریزی وحساب وغیرہ بھی پڑھایا جاتا ہے اور جس طرح یوپی کے مدارس الٰہ آباد بورڈ سے منظور ہیں اور لڑکے امتحان دیتے ہیں اسی طرح یہ مدرسہ بھی بہار مدرسہ بورڈ پٹنہ سے منظور ہے اور لڑکے امتحان دیتے ہیں لیکن یوپی کے مدرسوں کو

حکومت سے شاید ایڈ بھی ملتا ہے اور مدرسین کو روپے بھی ملتے ہیں اس مدرسہ کو حکومت سے کچھ نہیں ملتا ہے صرف مدرسین کو محض مختصر سے روپے ملتے ہیں باقی مدرسین کی تنخواہیں اس مدرسہ سے حیلۂ شرعی کی بنیاد پر لڑکوں کی تملیک کے بعد دی جاتی ہیں اور مدرسہ میں کام کے اعتبار سے روم کی قلت ہے اس لئے اس مدرسہ کی جدید اور وسیع عمارت اس مدرسہ کے زیر انتظام غوث الوری کالج کے نام سے بن رہی ہے اور اس میں حیلہ شرعی کی بنیاد پر لڑکوں کی تملیک کے بعد لڑکوں کی اجازت سے روپے صرف ہوتے ہیں اور جس طرح یہ مدرسہ مدرسہ بورڈ پٹنہ سے منظور ہے اسی طرح بہار کے بہت سے مدارس مدرسہ بورڈ پٹنہ سے منظور ہیں جہاں زکوٰۃ وفطرہ کی رقمیں دی جاتی ہیں جیسے علامہ ارشد القادری صاحب کا مدرسہ فیض العلوم جمشید پور، مدرسہ شمسیہ تیغیہ انوار العلوم بر ہڑیا، سیوان، مدرسہ دارا پٹی مظفر پور، مدرسہ جامع العلوم جلال پور جہاں کے منتظمین شدت سے امام اہلسنّت فاضل بریلوی کے مسلک کے پابند ہیں۔
اب ایسی صورت میں دریافت طلب یہ امر ہے کہ مدرسہ اسلامیہ محی العلوم شکل ٹولی، علی گنج، سیوان جو قومی مدد اور زکوٰۃ وفطرہ کی رقم سے چل رہا ہے اس میں اور ان مذکورہ مدرسوں میں زکوٰۃ وفطرہ کی رقمیں دی جاسکتی ہیں یا نہیں؟ اگر دی جاسکتی ہیں تو جو لوگ مدرسہ اسلامیہ محی العلوم اور ان مذکورہ مدرسوں میں زکوٰۃ وفطرہ کی رقم دینے سے منع کرتے ہیں ان پر شریعت مطہرہ کی کونسی دفعہ لاگو ہوگی۔ بینوا توجروا!

المستفتی: غلام محمد شیخ محلّہ علی گنج، سیوان

۲۵ رنومبر ۷۸ء

۹۲/۲۸۶

الجواب ـــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ـــــــــ

صورت مسئولہ میں فقہائے کرام نے بحیلہ شرعی مذکورہ مدات سے وصول شدہ رقوم واجناس کو طلبا و مدرسین پر صرف کرنے کی اجازت دی ہے اگر اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیدیا جائے تو بہت سی دینی درسگاہیں و امور خیر واشاعت دین متین کا کام بند ہوجائے۔ فی الدر المختار: **وقدمنا ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ھذہ الاشیاء وھل له ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم.**

"ترجمہ: اور ہم نے پہلے بیان کیا حیلہ یہ ہے کہ رقم زکوٰۃ فقیر پر صدقہ کیا جائے پھر اسے ان امور کو بجالانے کو کہا جائے۔ کیا فقیر اس کی مخالفت کرسکتا ہے یا نہیں؟ یہ میری نظر سے نہیں گزرا ظاہر یہ ہے کہ مخالفت کرسکتا ہے۔"

وفی ردالمحتار وفی التعبیر ثم اشارۃ الی انه لو امرہ اولا لایجزی لانه یکون وکیلا عنه فی ذالک الخ (ثم نظرفیه ونظرت فی ذالک النظر فبقی الحکم سالما)۔

"ترجمہ: اور "ردالمحتار" اور "تعبیر" میں ہے کہ پھر اشارہ اس طرف ہے کہ اگر فقیر کو اس کا حکم پہلے دیا گیا تو جائز نہیں ہیکہ

وہ مخالفت کرے اس لئے کہ اس صورت میں فقیر وکیل ہو جائے گا (پھر میں نے اس میں غور وفکر کیا تو اس کا حکم باقی پایا) "یعنی فقیر مخالفت کرسکتا ہے"۔

اسی میں ہے: یصرف الی کلھم او الی بعضھم تملیکاً لاالی بناء مسجد و کفن میت وقضاء دینه وثمن مایعتق لعدم التملیک وھو الرکن وقدمنا ان الحیلة ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ ان یفعل ھذہ الاشیاء وھل له ان یخالف امرہ لم ارہ والظاھر نعم۔

"ترجمہ: رقم زکوٰۃ سارے مستحقین یا بعض مستحقین پر تملیکاً صرف کی جائے گی، تعمیر مسجد، کفن میت قرض کو ادا کرنے اور غلام کو آزاد کرنے میں رقم زکوٰۃ خرچ نہیں کی جائے گی تملیک نہ پائے جانے کی وجہ سے حالانکہ زکوٰۃ میں رقم زکوٰۃ کا کسی کو مالک بنانا شرط ہے، اور ہم نے پہلے بیان کیا حیلہ یہ ہے کہ رقم زکوٰۃ فقیر پر صدقہ کیا جائے پھر اسے ان امور کو بجالانے کو کہا جائے۔ کیا فقیر اس کی مخالفت کرسکتا ہے یا نہیں؟ یہ میری نظر سے نہیں گزرا ظاہر یہ ہے کہ مخالفت کرسکتا ہے۔"

مذکورہ بالا تصریحات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بعد تملیک مستحقین دینی درسگاہ وغیرہ مصارف میں مذکورہ رقمیں صرف کی جاسکتی ہیں اور یہ کہ مستحق کردینے سے پہلے یا دیتے وقت یہ کہہ دینا کہ اس رقم کو فلاں کار خیر میں دیدو گے تو یہ تملیک صحیح نہ ہوئی بلکہ یہ صورت توکیل کی ہوگی ایسی صورت میں پھر حیلہ شرعی شرعاً درست نہ ہوگا۔ بہرحال دینی درسگاہوں اور مذہبی اداروں میں حیلہ شرعی صحیح طریقہ پر کرنے کے بعد رقوم مذکورہ صرف کی جاسکتی ہیں لہٰذا جن مدارس اسلامیہ میں شرعی ضابطہ واصول کے پیش نظر حیلہ شرعی کے بعد رقمیں صرف کی جاتی ہیں اس کی مخالفت شرعاً جائز نہیں مخالفت کرنے والوں کو اس قسم کے حرکتوں سے اجتناب و پرہیز کرنا لازمی وضروری ہے۔ وھو اعلم بالصدق والصواب!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۳/۱۲/۷۸ء

کتابُ الصّوم

☆ رویتِ ہلال۔ 394

استفتاء ۲۱۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

(۱) شبینہ جو رمضان المبارک کی ستائیس کو ۲۰ رکعت تراویح میں پورا قرآن پڑھا جاتا ہے، یہ قرآن وحدیث وصحابہ کرام کے عمل سے ثابت ہے یا نہیں، کہ انہوں نے جماعت کی نماز میں رات بھر میں پورا قرآن پڑھا ہے؟

(۲) یہاں کچھ لوگوں نے ۲۹ رشعبان اتوار کو چاند نہیں دیکھا اس لئے پیر کے دن سے روزہ نہیں رکھا اور کچھ لوگوں نے رکھا۔ ایک مولوی صاحب نے کچھ لوگوں کا روزہ توڑ وادیا کہ چاند نہیں دیکھا گیا ہے۔ پھر ۲۹ رمضان کو چاند نظر نہیں آیا۔ ریڈیو کی خبر پر عید منایا تو ۲۹ شعبان کو جو چاند نہ دیکھنے کی وجہ سے روزہ چھوڑ دیا وہ رکھنا ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: محمد سلیم، مقام تیرولڈیہہ، سنگھ بھوم

۲۱-۱۰-۷۵ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ

(۱) قرآن حکیم ختم کرنے کی مدت کم از کم تین دن ہے۔ اس سے کم میں ختم کرنا بہتر نہیں۔ اس لئے کہ فہم معانی وترتیل اس سے کم مدت میں مشکل ہے۔ ہاں جسے ذوق عبادت وشوق تلاوت ہو، کسل وبار محسوس نہ کرے اور الفاظ پورے طور پر ادا کرے تو وہ ایک شب میں ختم قرآن کریم کر سکتا ہے۔ شریعت مطہرہ نے اس سے منع نہیں کیا ہے۔ اکثر اکابرین ملت نے ایک شب میں ختم قرآن کیا ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی المولی عنہ دو رکعت میں پورا قرآن مجید ختم فرماتے (درمختار)۔ بلکہ امام موصوف نے تو تیس سال تک ایک شب میں ختم قرآن کریم کیا ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے: **انما یتمسک بافعال اهل الدین.** بزرگان دین وعلمائے شرع متین کے عمل سے حجت قائم کی جاسکتی ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بایاں پاؤں رکاب میں رکھتے اور دایاں پاؤں رکاب میں رکھنے تک ایک ختم قرآن حکیم کر لیتے **ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ.** حدیث شریف میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام گھوڑے کو زین کرنے کا حکم فرماتے اور اتنی دیر میں زبور یا توریت شریف ختم کر لیتے۔ **عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه عن النّبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال خفف علیٰ داؤد القرآن فکان یا مربد وابه فتسرج فیقرالقران من قبل ان تسرج.** لہٰذا اگر قرآن مجید صاف طریقہ پڑھا جائے اور لوگوں پر شاق ودشوار نہ ہو تو ۲۰ رکعت تراویح میں ایک ختم قرآن جائز ہے۔ شرعاً اس کی ممانعت نہیں۔ **وهو تعالیٰ اعلم**

(۲) حدیث شریف میں ہے **صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غم علیکم فاکملوا عدة ثلثین.** چاند دیکھ کر روزہ رکھو، چاند دیکھ کر افطار کرو۔ اگر کسی موانع کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرو۔ لہٰذا ریڈیو، ٹیلیفون وغیرہ

کی خبروں پر روزہ رکھنا یا عید کرنا شرعاً صحیح و درست نہیں۔ رویت ہلال کے لئے شہادت ضروری ہے۔ ریڈیو کی خبر خبر ہے، جس کا شرعاً اعتبار نہیں۔ اسی سال جن لوگوں نے تیس شعبان پورے کر کے منگل کے دن سے روزہ رکھا ہے انہیں ایک روزہ قضا رکھنا ہوگا۔ اس لئے کہ ان کا روزہ ۲۸ دن کا ہوا۔ نہ ان پر کفارہ دینا ہے نہ وہ شرعاً گنہگار ہوں گے اس لئے کہ انہوں نے حدیث پاک کے مطابق عمل کیا۔ اب جب کہ منگل کے حساب سے ۲۸ دنوں پر چاند نکل آیا تو اس سے ثابت ہوا کہ رمضان شریف کا چاند ۲۹ کو ہو گیا تھا۔ لہٰذا اب ایسی صورت میں انہیں صرف ایک روزہ قضا رکھنا ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۳-۱۰-۷۵ء

استفتاء ۲۱۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

میرا قیام ان دنوں بسلسلہ درس وتدریس مدرسہ احیاء العلوم، موضع تھتیان، ضلع مظفر پور میں ہے۔ یہاں نہ میں نے نہ کسی بھی مسلمان نے ۲۹/ رجب المرجب کو چاند دیکھا۔ میں نے مقامی مسلمانوں کو بتایا کہ رجب کے ۳۰ دن پورے کر کے شب برات منگل کو کرو پھر شعبان کی ۲۹ کو بھی تھتیان میں نہ چاند دیکھا گیا اور نہ کوئی شہادت شرعی پہنچی۔ میں نے لوگوں کو بتایا کہ شعبان کے بھی ۳۰ دن پورے کرو۔ اس طرح یہاں کے لوگوں نے رمضان کا روزہ جمعہ کے دن سے شروع کیا۔ ماہ رمضان میں جب میں کلکتہ پہنچا تو مجھے معلوم ہوا کہ کلکتہ میں شعبان ورمضان کی رویت بالترتیب ۲۹ رجب وشعبان کو ہوئی۔ میں نے اہل تھتیان کو دو روزہ کے قضا کا حکم دیا اور خود بھی اس پر عمل کیا کیوں کہ اس سال رمضان میں روزے ۳۰ ہوئے۔ میرے اس طرز عمل پر کچھ لوگوں کو اعتراض ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مولانا کے مسئلہ بتانے کی وجہ سے تھتیان میں رمضان کے ۲۸ روزے ہو گئے لہٰذا ان کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے۔ دریافت طلب امر یہ ہے کہ صورت مذکورہ بالا میں کیا میں عندالشرع مجرم ہوں؟ مفصل ومدلل جواب عنایت فرما کر ممنون ومشکور ہوں۔

المستفتی: محمد مطیع الرحمٰن رضوی، مدرس مدرسہ احیاء العلوم، تھتیان، ضلع مظفر پور

۲۹ ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

صورت مستفسرہ میں جب موضع مذکور کے کسی مسلمان نے ۲۹ رجب کو چاند نہ دیکھا تو آپ کا حکم شرعی ضابطہ واصول کے

مطابق بالکل صحیح و درست اور حدیث شریف فان غمّ علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین "اگر آسمان ابر آلود ہو تو تیس دن کی گنتی پوری کرو" کے پیش نظر جائز۔ نیز صوموا الرویتکم و افطروا الرویتکم "چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو یعنی عید مناؤ" کے عین مطابق ہوا۔ بعد ازاں جب کلکتہ میں شرعی شہادتوں سے آپ کو ۲۹ کی رویت کا ثبوت مل چکا اور آپ نے دو روزہ قضا رکھنے کا حکم کیا، یہ بھی شرعاً جائز و درست ہوا۔ ہاں بعد تحقیق و ثبوت رویت اگر آپ دو روزہ رکھنے کا حکم نہ فرماتے تو آپ مجرم و گنہگار ہوتے۔ چونکہ آپ نے دونوں صورتوں میں شرعی اصول کو مدنظر رکھا اس لئے شرعاً آپ مجرم و خطاوار نہ ہوئے۔ لہٰذا آپ کی اقتدا میں نماز بلاشبہ جائز و درست ہوگی اور جو لوگ اقتدا کرنے سے انکار کریں گے وہ شرعاً مجرم و خطاوار ہوں گے۔ وھواعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۲-۲-۷۵ء

استفتاء ۲۲۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین رویت ہلال کے مسئلہ کے متعلق

زید کا قول ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ اگر آسمان میں ابر ہو تو شعبان کا تیس (۳۰) دن پورا کر کے روزہ رکھو (بخاری و مسلم)۔ نیز فتویٰ کہ ایک جگہ چاند ہوا تو وہ صرف وہیں کے لئے نہیں بلکہ سارے جہان کے لئے ہے مگر دوسری جگہ کے لئے اس کا حکم اس وقت ہے کہ ان کے نزدیک اس دن اس تاریخ میں چاند کا ہونا شرعی ثبوت سے ثابت ہو جائے یعنی دیکھنے والے کی گواہی پر قاضی کے حکم کی شہادت گزرے یا متعدد جماعتیں وہاں سے آکر خبر دیں (درمختار)۔ لہٰذا مذکورہ بالا حدیث اور فتویٰ کی روشنی میں چاند دیکھ کر ہی روزہ رکھیں گے اور عید کریں گے۔ لیکن عمر کا کہنا ہے کہ جی نہیں، جب تک ریڈیو ایجاد نہ ہوا تھا اس وقت جا کر یا آکر چاند کی خبر دینا ضروری تھا لیکن اس کی ایجاد کے بعد قاضی شریعت چند لوگوں سے شہادت لے کر رویت ہلال کا اعلان کرتے ہیں تو پھر اس پر عمل کرنا ناجائز کیسے ہوگا اور اعلان کی غرض و غایت بھی یہی ہوتی ہے کہ جو لوگ چاند نہ دیکھیں وہ روزہ رکھیں اور عید کریں۔ بفرض محال اگر ریڈیو کی خبر پر عمل ناجائز مان لیا جائے تو پھر ان تمام اداروں کی کیا ضرورت جہاں سے فتویٰ صادر ہوتا ہے اور رویت ہلال کا اعلان ہوتا ہے؟

(۱) بہار شریعت جلد پنجم صفحہ ۱۱۰ میں لکھا ہے کہ تار، ٹیلیفون سے رویت ہلال ثابت نہیں ہو سکتی۔ لفظ ریڈیو نہیں ہے۔

(۲) بہار شریعت کی کتابی شکل اس وقت ہوئی جب کہ ریڈیو ایجاد ہو چکا تھا۔ اگر مصنف صاحب ریڈیو کی خبر کو

غلط سمجھتے تو ضرور اسے بھی لکھتے۔

(۴) پاکستان میں اس بار کسی نے چاند نہیں دیکھا جیسا کہ ریڈیو نے خبر دی تھی۔لیکن پھر بھی علماء اور مفتیوں میں بحث ومباحثہ ہوا۔آخر کار ایک دو جگہ کی خبر پر پورے پاکستان میں روزہ رکھنے کا فیصلہ سنایا گیا اور وہاں کے باشندوں نے اسی پر عمل کیا۔تو پھر ہم قاضی امارت شرعیہ کے اعلان پر روزہ کیوں نہیں رکھ سکتے؟ ہم لکیر کے فقیر بن کر ثواب سے محروم نہیں رہیں گے۔لہٰذا ہم حق پر ہیں۔چنانچہ ریڈیو کے اعلان پر ہی روزہ بھی رکھیں گے اور عید کی نماز بھی پڑھیں گے۔

میرے محترم قاضی صاحب!براہ کرم دونوں کی دلیلوں کو بغور جائزہ لے کر قرآن وحدیث وفقہ کی روشنی میں فیصلہ دیں کہ اگر چاند نظر نہ آئے تو ریڈیو کی خبر پر روزہ رکھنا اور عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

المستفتی: فتویٰ محمد خلیل الرحمٰن کوثر،ستمبر ۹۱ء، پلاموں

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــــ!

ثبوت رویت ہلال کے لئے شریعت طاہرہ نے جو اصول وضابطہ پیش کیا ہے اور اس سلسلہ میں شارع علیہ السلام نے جو صراحت فرمائی ہے اس کے مطابق زید کا قول شرعاً واصولاً صحیح ودرست ہے۔احادیث کریمہ علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ میں اس کی صراحت ووضاحت موجود ہے۔صوموا لرویتکم وافطروا لرویتکم فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین۔یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔اگر کسی موانع کی بنا پر چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرو۔جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی پر سلف سے لے کر خلف تک لوگ عمل کرتے ہیں اور کسی قسم کی ہنگامہ آرائی نہ ہوئی۔مگر برا ہو نئی روشنی وآلات جدیدہ کا جس نے مسلمانوں کے دل ودماغ کو مفلوج کر کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی کو سلب کر لیا۔قابل غور بات یہ ہے کہ جب دنیاوی کچہری میں مقدمات کی شہادت میں شاہد کو کچہری میں حاضر ہو کر گواہی دینا ضروری ہے،ریڈیو یا ٹیلیفون پر دی گئی شہادت دنیاوی مقدمات میں قابل قبول نہیں تو پھر دینی امور میں خبر پر روزہ رکھنا یا عیدین کی نمازیں پڑھنا کس طرح جائز قرار دیا جا سکتا ہے؟ہاں اگر قاضی شریعت کے پاس شاہدین حاضر ہو کر رویت ہلال کی شرعی شہادت دیں اور قاضی رویت ہلال کا اعلان کرے کہ میرے سامنے شرعی شہادتوں سے رویت ثابت ہو چکی ہے تو پھر اس اعلان پر روزہ رکھنا اور عید منانا جائز ہوگا۔اگر قاضی صرف ریڈیو کی سنی ہوئی خبر پر اعلان رویت کرے گا تو اس اعلان پر عمل جائز نہ ہوگا۔اس لئے کہ رویت کے لئے شہادت کی ضرورت ہے نہ خبر کی۔ریڈیو سے خبر ملتی ہے شہادت نہیں اور خبر میں صدق وکذب کا احتمال ہے۔لہٰذا خبر پر روزہ رکھنا اور افطار کرنا ہرگز جائز نہیں۔بہار شریعت میں جو کچھ لکھا ہے اس سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ریڈیو کی خبر پر یقین کر کے روزہ رکھا جائے۔سائل کی عقل پر حیرت وتعجب ہے کہ جب تار وٹیلیفون کی خبر کو بہار شریعت نے ناقابل تسلیم قرار دیا تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ریڈیو کی خبر جائز ہے۔ریڈیو اور ٹیلیفون کے فرق کو قائل نے سمجھا ہی نہیں۔ٹیلیفون پر تو آدمی خود باتیں کرتا ہے اور ریڈیو سے

اعلان کرنے والے عموماً غیر مسلم ہوتے ہیں جو یہ اعلان کرتے ہیں کہ پھلواری شریف کے شاہ صاحب نے رویت تسلیم کر لی ہے یا قاضی کی طرف سے اعلان کیا جا رہا ہے۔ بھلا اس قسم کی باتوں پر کہاں تک عمل جائز ہوگا۔ قائل کا پاکستان کی مثال بھی پیش کرنا شرعی ضابطہ کے خلاف ہے۔ کسی حکومت کا عمل دوسروں کے لئے بطور حجت پیش کرنا حماقت ہے۔ کیا پاکستان میں جو کچھ ہوتا ہے وہ شرعی حدود کے اندر ہوتا ہے۔ اگر ایسا نہیں اور ہرگز نہیں تو پھر اس کی مثال دینا غلط اور اس پر عمل ہمارے لئے ضروری نہیں۔ ہمارے لئے تو قرآن حکیم واحادیث کریمہ کے احکام کافی ہیں۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

استفتاء ۲۲۱

مسئلہ: بحضور جناب مفتی صاحب قبلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مع الخیرہ کر داعی الخیر۔ احوال ضروری یہ کہ خدمت عالیہ میں یہ فتویٰ ارسال کرتا ہوں۔ اُمید ہے کہ جواب دینے میں سستی نہ فرمائیں گے۔

امسال عید کے چاند میں لوگوں کا بارہ بجے شب تک اختلاف رہا کہ چاند ہوا یا نہیں؟ اس اثنا میں، ہمارے محلّہ کے لوگوں نے محلّہ کے صدر صاحب سے کہا کہ "اب کیا ہوگا؟ اب تک چاند کی کوئی خبر نہیں ملی ہے۔" تو انہوں نے کہا کہ "کلکتہ ناخدا کی مسجد سے جب امام صاحب ریڈیو سے خبر نشر کریں گے تو نماز عید ہوگی۔ ورنہ ایسے میں نماز عید نہ ہوگی۔ بہر حال صبح ہونے سے پہلے پہلے، ناخدا کی مسجد کے امام صاحب نے اعلان کرا دیا کہ کل عید کی نماز ہوگی۔ چاند کی خبر فلاں فلاں جگہ سے ملی ہے اور چاند دیکھا گیا ہے لہٰذا اس کے بعد ہم لوگ بستی والے مل کر صدر صاحب کے پاس گئے اور کہا کہ "ناخدا کی مسجد کے امام صاحب نے چاند کی خبر دی ہے، لہٰذا آپ کا کیا خیال ہے؟" تو اُنہوں نے کہا کہ صبح عید ہوگی اور نماز پڑھی جائے گی۔ لہٰذا سب لوگ مسجد میں نماز عید پڑھنے کو گئے تو صدر صاحب نے سب لوگوں کو روک دیا اور صدر صاحب کے شامل جو لوگ تھے ان کی پارٹی کے لوگوں نے ایک طرف الگ ہو کر مشورہ کر کے لوگوں سے کہا کہ "آج عید کی نماز نہیں ہوگی، کل صبح ہم لوگ نماز پڑھیں گے۔" مگر سب لوگوں نے روزہ قضا کر دیا اور عید کی نماز پڑھ لیا۔ جب کہ صدر صاحب اور اُن کی جماعت والے لوگ واپس لوٹ گئے۔ اس صورت میں بستی میں اختلاف ہو گیا اور صدر صاحب نے دوسرے امام کو ٹھیک کر کے رکھ لیا اور نماز پڑھنے والے لوگوں نے اپنے امام قاضی صاحب کو الگ رکھ لیا، جنہوں نے نماز عید پڑھایا تھا۔ اب اس صورت میں شریعت

کا کیا حکم ہے؟ ایسا کرنے اور ایسا کرانے والے شخص کے لئے کیا حکم ہے؟ جواب جلد عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد اسرائیل، کلکتہ ۱۶

۱۴/۲/۲ے۶ء

۹۲/۸۶ے

الجواب ــــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــ!

صورت مستفسرہ میں رمضان شریف کے روزے، عیدین کی نماز یا دیگر اسلامی فرائض وواجبات کی ادائیگی کا انحصار، رویت ہلال یا رویت کی شرعی شہادتوں پر ہے۔ اس سلسلہ میں جنتری، کلینڈر، اخبار، ریڈیو، ٹیلی گرام وغیرہ کی خبریں شرعاً ناقابل عمل ہیں۔ ان چیزوں کے ذریعہ آئی ہوئی خبروں پر یا جنتری و کلینڈر کی تاریخوں پر اعتماد کرنا اور اس کے مطابق عیدین کی نمازیں پڑھنا شرعاً ممنوع و ناجائز ہیں، اس لئے کہ چاند ہونے کا ثبوت شہادت سے ہوگا خبر سے نہیں کیونکہ خبر خبر ہے شہادت نہیں اگر مسجد ناخدا کے امام نے خود چاند دیکھا یا ان کے سامنے دیکھنے والوں نے گواہی دی تو اُن کا اعلان صحیح سمجھا جائے گا بشرطیکہ اعلان میں وہ یہ صراحت کریں کہ میں نے خود دیکھا یا میرے سامنے فلاں فلاں لوگوں نے شرعی شہادت دی۔ بغیر اس کے اُن کے اعلان پر بھی نماز پڑھنا صحیح و درست نہ ہوگا۔ رویت ہلال کے متعلق حدیث شریف میں صراحت موجود ہے: **لا تصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا لہ** ۔ دوسری حدیث میں ہے: **فان غم علیکم فاکملوا عدۃ ثلثین** یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اگر کسی وجہ سے چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کرو۔ صدر صاحب نے غلطی کی کہ پہلے تو امام مسجد ناخدا کے حکم پر نماز پڑھنے کا حکم کیا اور پھر عیدگاہ میں پہنچ کر لوگوں کو چھوڑ دیا اور خود الگ ہو گئے اور کل ہو کر نماز پڑھی۔ اگر امام صاحب کا اعلان شرعاً ناقابل قبول تھا۔ جیسا کہ خود اُن کے اعلان سے ظاہر ہے تو دوسرے لوگوں کو بھی مسئلہ سمجھا دینا چاہیے (تھا) تا کہ تمام لوگ کل ہو کر ایک ساتھ نماز پڑھتے۔ اس طرح جماعت میں تفریق نہ ہوتی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

استفتاء ۲۲۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین، اس مسئلہ میں کہ:

ہماری بستی میں لوگوں نے ۲۹ رمضان شریف کو چاند دیکھے بغیر یا رویت کی شہادت پائے بغیر دو چار ریڈیو اسٹیشنوں کی خبر پر دوسرے دن نماز عید پڑھ لی۔ احقر نے لوگوں کے سامنے متعدد مفتیوں کے فتاوے پیش کئے کہ بغیر چاند دیکھے یا دُوسری جگہوں میں دیکھنے والوں کی شہادت کے بغیر نماز عید حرام ہے۔ اور لوگ گنہگار ہوں گے۔ اس پر ایک مولانا صاحب نے فرمایا کہ "یہ سب تو ٹھیک ہے لیکن دہلی

میں یا اور کسی شہر میں ایک اجتماع ہوا جہاں بڑے بڑے مفتیانِ شرع جس میں متعدد سنی مفتی بھی شامل تھے یہ فیصلہ فرمایا کہ ہندوستان کے کسی شہر میں چاند ہو جانے سے وہ سارے ہندوستان کے لئے رویت سمجھا جائے گا اور ہندوستان کے کسی شہر کے ریڈیو اسٹیشن سے رویت کی خبر نشر ہو جانے سے دوسرے دن عید کی نماز پڑھی جائے گی۔'' اس پر احقر نے کہا کہ '' سارے سنی مفتیوں کی متفقہ رائے اس کے برعکس ہے۔'' بہر حال دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا ایسا اجتماع ہندوستان کے کسی شہر میں ہوا ہے جس میں مندرجہ بالا فیصلہ کیا گیا ہے کہ ہندوستان کے کسی شہر میں چاند ہو جانے سے وہ سارے ہندوستان کے لئے رویت سمجھا جائے گا۔ اور ریڈیو کی خبر پر دوسرے دن نماز عید پڑھی جائے گی۔ تفصیلی جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا و توجروا!

المستفتی: محمد اصغر علی جیبی، منگلا باغ، کٹک، اڑیسہ

۱۷/۱/۷۲ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــــــــــ وهو الموفق للحق والصواب ـــــــــــــــــ!

رویت ہلال کے سلسلہ میں ائمہ عظام وفقہائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ خبر رسانی کے موجودہ آلات جیسے ریڈیو، ٹیلی گرام، ٹیلی فون کے ذریعہ رویت ہلال کی خبریں نا قابل اعتماد ہیں۔ نیز جنتری، کلینڈر اخبار وغیرہ میں لکھی ہوئی تاریخوں پر بھی عمل کرنا شرعاً جائز و درست نہیں۔ مذکورہ بالا ذرائع سے، جو خبریں نشر کی جاتی ہیں، اُن خبروں پر نہ روزہ رکھا جا سکتا ہے اور نہ عیدین کی نمازیں پڑھی جا سکتی ہیں، آلات مذکورہ سے جو خبریں نشر کی جا سکتی ہیں وہ شہادت نہیں بلکہ خبر محض ہیں اور ثبوت رویت ہلال کے لئے شرعی شہادت یا شہادت علی الشہادۃ ضروری ہے نہ کہ خبر۔ علاوہ ازیں جو لوگ ان خبروں کو قابل اعتماد سمجھ کر روزہ رکھتے یا افطار کرتے ہیں۔ اُن کو سمجھنا چاہیے کہ جب دنیاوی معاملات میں اگر کوئی شخص ریڈیو یا ٹیلی فون کے ذریعہ گواہی دے تو کیا اس کی یہ گواہی کورٹ وکچہری میں تسلیم کی جائے گی۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر دینی معاملات واحکام وفرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں کس طرح اس پر یقین کیا جا سکتا ہے۔ شرعی احکام میں ظن، تخمین وگمان کو دخل نہیں دینا چاہیے۔ جب کہ رویت ہلال کے متعلق جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف وصریح ارشاد گرامی موجود ہے کہ **صوموا لرویته وافطروا لرویته فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلثین** یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ اگر کسی موانع کی وجہ سے ۲۹ شعبان کو چاند نظر نہ آسکے تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزے رکھو۔ دوسری حدیث ہے: **لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاقدروا له** ۔'' روزہ نہ رکھو یہاں تک کہ رمضان کا چاند دیکھ لو اور افطار نہ کرو (یعنی عید نہ کرو) یہاں تک کہ شوال کا چاند دیکھ لو اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس کی گنتی پوری کر لو۔'' پھر اس صاف وصریح ارشاد گرامی کے ہوتے ہوئے، ریڈیو کی خبر پر روزہ رکھنا یا نماز عیدین پڑھنا سراسر جہالت وحماقت وسفاہت ہے ـــــ ایک بار اخبار میں یہ مضمون نظر سے گزرا تھا کہ

دہلی میں تمام مسلک اور فرقوں کے علماء کا اجتماع ہونے والا ہے جس میں یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ رویت ہلال کے سلسلہ میں ایسا اصول وضابطہ بنایا جائے کہ ایک جگہ چاند ہو جانے پر پورے ہندوستان میں روزہ وعید ایک ہی دن منائی جائے لیکن پھر اس کے بعد کیا ہوا؟ معلوم نہیں۔ بالفرض اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ ایسا اصول وضع کیا گیا پھر بھی شرعی نقطۂ نظر سے اس کو تسلیم کر لینا ہمارے لئے ضروری نہیں۔ اس لئے کہ صورت مذکورہ میں بھی فیصلے کی خبر ریڈیو ہی کے ذریعہ ہم تک پہونچے گی اور وہ خبر شہادت سے بہر حال کمتر اور ادنیٰ ہوگی۔ لہٰذا جب کہ کوئی شرعی شہادت رویت ہلال کے متعلق نہ دی جائے ہمارے لئے سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہی کافی وبس ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب والیه المرجع والمآب۔

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۹/۱/۱۷ء

استفتاء ۲۲۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس امر میں کہ:

امسال رمضان المبارک کا چاند، بتاریخ ۲۹ شعبان المعظم بروز سنیچر مطابق حساب جنتری واشتہارات مدارس میری بستی یا بستی کے گردونواح وقرب وجوار کی کسی بھی بستی کے کسی بھی فردوبشر نے نہیں دیکھا اور نہ ہی چاند کے دیکھے جانے کی کوئی شہادت اب تک موجود ہو سکی ہے۔ علاوہ ازیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف اور ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ نے بھی بذریعہ شعبۂ نشرواشاعت حکومت بہار، چاند کے نہیں دیکھے جانے کی تصدیق کردی۔ پھر بھی۔

(۱) میری بستی کے کچھ مسلمانوں نے جن میں تعلیم یافتہ بھی ہیں اور ان کی دیکھا دیکھی اوروں نے بھی، بغیر رمضان المبارک کا چاند دیکھے ہوئے رمضان شریف کی نیت سے، بتاریخ ۳۰ شعبان سے روزہ رکھنا شروع کردیا۔ محض اس بنا پر کہ جنتری یا اشتہارات حسابیہ میں، چاند کے دیکھے جانے کے انداز وامکان کے تحت نقشہ افطار وسحری درج کیا گیا ہے۔ اگرچہ اس اشتہار میں بہ عنوان ”رویت چاند“ یہ بھی مذکور ہے کہ ”چاند دیکھ کر روزہ شروع کریں اور چاند دیکھ کر ہی روزہ ختم کریں۔

(۲) بعض حضرات نے اس لئے بھی، بغیر چاند دیکھے، روزہ شروع کردیا کہ جنتری کے حساب سے چاند کا نمودار ہونا لازمی تھا، لیکن افق مغرب پر ابر کا ٹکڑا ہونے کی وجہ سے چاند نہیں دیکھا جاسکا۔

(۳) بعض کا یہ بھی بیان ہے کہ حساب جنتری کے مطابق چاند ہوا ہوگا، لیکن ابر کے باعث دیکھنا مشکل تھا۔

(۴) اکثر لوگوں نے چاند نہ دیکھنے کی وجہ سے اور خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف اور ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ کی

تصدیق کہ "۲۹ شعبان المعظم کو رمضان شریف کا چاند نہیں دیکھا جاسکا" کی خبر سن کر روزہ شروع نہیں کیا۔

(۵) روزہ شروع کرنے والوں میں سے، کچھ حضرات نے کل ہو کر روزہ چھوڑ دیا اور چاند دیکھ کر روزہ شروع کیا ہے۔

(۶) مگر کچھ لوگوں نے شعبان المعظم کی تیس تاریخ سے ہی روزہ رکھنا بحال رکھا ہے اور اپنے روزے کا شمار، اسی تاریخ سے کرتے ہیں، جس تاریخ میں چاند کہیں بھی نہیں دیکھا جاسکا اور جس کی تصدیق خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف اور ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ نے کر دی تھی۔

(۷) یہ لوگ جنھوں نے جنتری، اشتہارات، قیاس اور وہم وگمان کی بنا پر، باوجود صداقتِ عدم مشاہدہ ودیدار چاند منجانب خانقاہ مجیبیہ اور ادارۂ شرعیہ بہار، مذکورہ بالا روزے رکھے، اس کو صحیح ماننے اور شمار روزہ میں اس کو شامل کرنے پر مصر وقائم ہیں۔ براہ کرم قرآن پاک، حدیث شریف اور دین اسلام کے مطابق ان کے لئے حکم فرمائیں کیونکہ روزہ نہیں رکھنے والے، روزہ رکھنے والون کو غلط بتاتے ہیں اور روزہ رکھنے والے، نہیں رکھنے والوں کو غلط کہتے ہیں۔ کچھ لوگ روزہ رکھنے والوں کو، دین کے کام میں زبردستی کرنے والا اور مسئلہ شریعت مطہرہ کے سراسر خلاف کرنے والا قرار دیتے ہیں۔ بعض مدبران قوم کو، اس غلط روی سے خدشہ ہے کہ زبردستی اور من مانی کرنے والے یا جنتری واشتہار پر یقین رکھنے والے، دینی امور میں، رخنہ وخلل ڈال کر، بدعتوں کے بانی ہوں گے اور یہ لوگ زبردستی اور من مانی روا رکھنے کا طریقہ قائم کر دیں گے۔ خدارا ہمیں اس مصیبت سے بچائیں اور صحیح تدبیر بتائیں، ہماری سچی رہنمائی کریں اور تحفظ دین اسلام میں معاونت فرمائیں۔ خدا آپ کو اجر جمیل عطا فرمائے۔ والسلام!

المستفتی: محمد عثمان علی انور قادری، موضع موہن پور، ڈاک خانہ، میرا پور، (ڈھولی) ضلع مظفر پور

مورخہ چہارم رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصوا ـــــــ !

مذہب اسلام ایک نہایت ہی جامع اور پسندیدہ مذہب ہے۔ اسلام نے ہم لوگوں کے لئے ایک مکمل دستور حیات اور نظام زندگی پیش کیا ہے، جس پر عمل کرنے ہی سے انسان حقیقتاً مسلمان بنتا ہے اور حدود شرعیہ میں رہ کر ہی وہ دین ودنیا میں کامیاب و فائز المرام بنتا ہے اور احکام الٰہی فرمان نبوی کے مقابلہ میں اپنی ناقص وکمزور عقل ورائے اور وہم وگمان کو دخل نہیں دیتا بلکہ اپنے تمام خیالات باطلہ دخواہشات وجذبات فاسدہ کو احکام شرعیہ کے مقابلہ میں بالکل چھوڑ دیتا ہے۔ قرآن حکیم میں فرمایا: وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا یعنی تم کو تھوڑا علم کا حصہ دیا گیا اسی لئے دوسرے مقام پر حکم ہوا: مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا یعنی بارگاہ رسالت سے تم کو جو کچھ ملے، اسے لے لو یعنی آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ سلم جو فرمائیں اس پر عمل کرو اور

جس چیز سے منع کردیں اسے چھوڑ دو وقال اللّٰہُ تعالیٰ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْمًا ـــــ "اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی" (کنزالایمان) مسئلہ مسئولہ میں جن چیزوں کے متعلق ا... شرعیہ دریافت کئے گئے ہیں، اس سلسلہ میں فقہائے کرام وائمہ عظام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے روزے ہوں یا عیدین کی نمازیں یا اور کوئی دوسرے فرائض وواجبات، ان کا دارو مدار رویت ہلال پر ہے۔ شرعی شہادتوں پر۔ ظن وتخمین واندازہ وگمان پر فرائض وواجبات کی ادائیگی صحیح ودرست نہ ہوگی۔ حدیث شریف میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاتصوموا حتی تروا الھلال ولا تفطروا حتی تروہ فان غم علیکم فاقدروا لہ۔ "چاند دیکھے بغیر روزہ نہ رکھو اور نہ چاند دیکھے بغیر افطار (عید) کرو۔ اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو مدت پوری کرو" دوسری روایت میں ہے: فان غم علیکم فاکملوا العدۃ ثلثین۔ "اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس کی گنتی پوری کرو" حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموا الرویتہ وافطروا الرویتہ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین۔ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر عید کرو۔ اور اگر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کی تیس شمار کرو" احادیث مذکورہ سے مسئلہ بالکل روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا اور افطار کرنا چاہیے اور اگر کسی وجہ سے ۲۹ تاریخ کو چاند نظر نہ آئے تو تیس دن پورے کر کے روزے رکھے۔ خدا کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ اگر ابر و بادل یا گرد وغبار یا اور کسی موانع کی بنا پر ۲۹ کو چاند نظر نہ آسکا تو مہینہ کے تیس دن پورے کرلو پھر روزہ رکھو۔ اب جو لوگ ان واضح دلائل کے ہوتے ہوئے بھی، اپنی کمزور وناقص عقل کی دُم پکڑے رہیں، اس کا وبال وگناہ ان کے سر ہوگا اور یہ گناہ اور شدید ہوجاتا ہے جب کہ ۳۰ شعبان کو روزہ رکھنے والا یہ کہے کہ جنتری میں یا کلینڈر میں یا اشتہار میں ۲۹ کا چاند لکھا ہے اس لئے چاند کہیں نہ کہیں ضرور ہوا ہوگا۔ استغفر اللہ ونعوذ باللہ۔ گویا سرکار رسالت کا حکم ان کی عقل کے مقابلہ میں قابل قبول ولائق عمل نہیں حالانکہ شرعاً جنتری وکلینڈر وغیرہ کو قطعی طور پر، صحیح جان کر عمل کرنا جائز نہیں بلکہ ان کی صحت پر یقین کرنا اور روزہ وعیدین کا دارومدار، اُن ہی میں لکھی ہوئی تاریخوں پر جاننا گناہ وحرام ہے۔ جن لوگوں نے بھی جنتری کلینڈر وغیرہ پر یقین کر کے ۳۰ ویں شعبان کا روزہ رکھا اور یہ گمان کیا کہ ہم رمضان کا روزہ رکھ رہے ہیں انہوں نے گناہ کیا۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لایتقدمن احدکم رمضان بصوم یوم اویومین الاان یکون رجل کان یصوم صوما فلیصم ذالک الیوم (متفق علیہ) "تم میں سے کوئی رمضان کے ایک یا دو دن پہلے ہرگز روزہ نہ رکھے۔ ہاں جس آدمی کی عادت ہو ان ایام میں روزہ رکھنے کی وہ رکھ سکتا ہے۔" دوسری حدیث شریف میں ہے: عن عمار بن یاسر قال من صام الیوم الذی یشک فیہ فقد عصیٰ اباالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم۔ "عمار بن یاسر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس نے یوم الشک کا روزہ رکھا اس نے ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔" ان حادیث کریمہ سے یہ بات بالکل اظہر من الشمس ہوجاتی ہے کہ رمضان شریف سے ایک دو روز قبل روزہ رکھنے کی ممانعت ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص مقررہ دنوں میں برابر روزہ رکھتا آیا ہے اور اتفاق سے وہی دن ۲۹ شعبان کو آگیا تو اپنی عادت کے مطابق اس تاریخ میں روزہ رکھے ورنہ نہیں۔ دوسری حدیث میں یہ فرمایا کہ جس نے یوم شک میں رمضان کی نیت سے روزہ رکھا اس نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ اور جنتری وغیرہ پر عمل کرنا بغیر چاند دیکھے ہوئے شرعاً جائز نہیں، ہاں نفل کی نیت سے روزہ رکھ سکتے ہیں۔ درمختار میں ہے: ولا یصام یوم الشک ولو صام لواجب آخر کرہ تنزیھا ولو جزم یکونہ عن رمضان کرہ تحریما. "یوم الشک کا روزہ رکھنا جائز نہیں ہے۔ دوسرے واجب کی ادائیگی کی نیت سے (یوم الشک میں) روزہ رکھنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور رمضان کا روزہ ختم کرتے ہوئے رکھنا مکروہ تحریمی ہے۔"

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

استفتاء ۲۲۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کہ:
اگر ۲۹/ رمضان کو مطلع صاف نہ ہو اور چاند نظر نہ آئے تو ریڈیو۔ تار۔ ٹیلی فون۔ اخبار جنتری۔ وائرلیس کی خبر پر روزہ توڑنا۔ یا عید کرنا جائز ہے یا نہیں اگر ان ذرائع خبروں پر روزہ توڑ دیا۔ یا عید کرلی تو شرع کا کیا حکم ہے جواب دلائل کی روشنی میں عنایت فرمائیں۔

المستفتی: شہاب الدین

۹۲/۸۶ء

الجواب!

حدیث میں ہے کہ: صوموا لرویتہ وافطروا لرویتہ فان غم علیکم الھلال فاکملوا العدۃ ثلثین۔
"ترجمہ: چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو (یعنی عید) اور اگر مطلع ابر آلود ہونے کی وجہ سے چاند تم سے پوشیدہ ہو جائے تو تیس کی گنتی پوری کرو۔" ہلال عید کا ثبوت رویت یا شہادت یا شہادت علی الشہادت یا شہادت علی القضاء یا استفاضہ خبر یا کتاب القاضی الی القاضی یا ندائے سلطانی۔ یا اخبار متواترہ ہی سے ہوسکتا ہے عام خبر چاہے کسی بھی ذریعہ سے ہو موجب ثبوت نہیں. واللہ تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۹/۱۰/۷۷ء

استفتاء ۲۲۵

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرح متین مسئلہ ذیل میں:

اس دفعہ دھنباد میں ۲۹؍رمضان المبارک کو عید الفطر کا چاند نہ دیکھا گیا اور نہ کوئی عینی شہادت یا شہادت علی الشہادۃ ملی۔ صبح کو یہاں مسلمانوں کی ایک جماعت کے امیر مولوی عبد الحلیم صاحب دو تین آدمیوں کے ساتھ مسجد رانیع پور میں آئے اور کھڑے مجمع میں یہ اعلان کیا کہ امارت شرعیہ مجیبیہ سے خبر آئی ہے کہ چاند ہو گیا ہے آپ لوگ روزہ توڑ دیں نماز عید کل ہوگی چونکہ گیارہ بجے ہیں۔ اب نماز کا وقت نہیں ہے۔ سوال یہ ہے

(۱) زید و بکر نے مسلمانوں کی ایک جماعت سے کہا کہ شریعت کے چودہ سو برس پُرانے قانون میں ترمیم کر دینا چاہیے اس قائل کے متعلق شریعت مقدسہ کا کیا حکم ہے۔

(۲) رویت ہلال عیدین ورمضان المبارک وشعبان المعظم وغیرہ میں ریڈیو، ٹیلی فون، اخبار، خط، ٹیلی گرام وائرلیس کی خبر کیسی ہے؟

(۳) جن لوگوں نے شرعی قانون سے مطلع ہونے کے باوجود بغیر شہادت شرعی ریڈیو، ٹیلی فون کی خبر سنکر زید و بکر کے غلط اعلان پر روزہ توڑ دیا شرعاً ان لوگوں کا یہ فعل کیسا ہے اور ان کے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ دلائل و براہین کے ساتھ بالتفصیل بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد یوسف قادری کیراف محمد عطاء الرحمٰن، گرگٹ جی۔ ٹی روڈ، دھنباد
۲؍۱۰؍۷۷

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ!

(۱) قائل مذکور نے اگر اس جملہ سے (کہ شریعت کے چودہ سو برس پرانے قانون میں ترمیم کر دینا چاہیے) یہ نیت کی کہ شرعی قانون لائق عمل نہیں تو ایسا خیال انکار کے مترادف ہے اور قائل کو تجدید ایمان وتجدید نکاح کرنا ضروری ہے اور اگر وہ بالکل گنوار جاہل ہے کہ وہ شرعی قوانین کی اہمیت کو بالکل نہیں جانتا اور اپنی جہالت و سفاہت کی بنا پر ایسا کہہ دیا ہے تو اعلانیہ توبہ کرے۔

(۲) شرعی ضابطہ واصول کے پیش نظر آلات جدیدہ جیسے ریڈیو، ٹیلی فون، ٹیلی گرام سے جو خبریں رویت ہلال کے سلسلہ میں دی جاتی ہیں وہ قطعاً ناقابل اعتماد ہیں اور ان خبروں پر عمل کرنا شرعاً جائز نہیں حدیث پاک میں ارشاد فرمایا: صوموا

لرویتہ وافطروا لرویتہ فان غم علیکم فاکملوا عدۃ شعبان ثلثین۔ یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو اگر کسی موانع کی بنا پر چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔ فقہائے کرام نے رویت ہلال کی تصدیق کے لئے عینی شہادت یا شہادت علی الشہادۃ یا کتاب القاضی الی القاضی یا استفاضہ کی شرط لگائی ہے ان کے علاوہ دوسری صورتیں ہرگز قابل اعتماد نہیں۔ مختصر یہ کہ ثبوت رویت کے لئے شرعی شہادت ضروری ہے نہ کہ خبر۔ خبر تو محتمل صدق وکذب ہوتی ہے جب دنیاوی معاملات ومقدمات کا فیصلہ مذکورہ آلات کے ذریعہ دی گئی شہادت وخبر پر نہیں کیا جاتا ہے بلکہ کچہری میں گواہ کی حاضری ضروری ہے تو دین کے معاملہ میں خبر پر کس طرح اعتماد جائز ہوگا؟

(۳) ریڈیو وغیرہ کی خبر پر جن لوگوں نے مسلمانوں کو روزہ افطار کردینے کا حکم دیا وہ شرعاً مجرم وگنہگار ہوئے کہ اس نے شرعی اصول وضابطہ کے خلاف خبر کو خود تسلیم کیا اور دوسروں سے بھی افطار کرنے کو کہا۔ دینی امور واحکام شرعیہ کی ادائیگی کا مدار شہادت پر ہے خبر پر ہرگز نہیں۔ اگر بعد کو رویت کی تصدیق شہادت شرعی سے ہو جائے تو بہتر ورنہ روزہ توڑنے والے کو اس کی قضا کرنی لازم ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۶/۱۰/۷۷ء

استفتاء ۲۲۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) حالت روزہ میں دن کو انگریزی منجن (ٹوتھ پیسٹ) کا استعمال ازروئے شرع جائز ہے یا نہیں؟

(۲) غسل کے فرائض کو روزہ کے دن کیسے ادا کیا جائے جب کہ دن کو احتلام وغیرہ ہو جائے۔

(۳) ازروئے شرع ریڈیو کی خبر شہادت ثابت نہیں اگر پورے شہر کے لوگ ریڈیو کی خبر پر عید منانے کو تیار ہوں اور دو گھر شرع پر ثابت رہیں اور معاملہ خونریزی کا مسجد میں پیش آجائے تو ایسی حالت میں مصلحتاً فساد روکنے کے لئے عید منالینا مقابل شرع عقلمندی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا!

المستفتی: سید مخدوم شاہ ازکھنڈو

۹۲/۸۶ء

الجواب

(۱) بحالت صوم انگریزی منجن کا استعمال شرعاً جائز نہیں اس میں ایسی چیزیں مخلوط ہوتی ہیں جن کا مزہ واثر فوراً حلق وزبان میں محسوس ہوتا ہے۔

(۲) مضمضہ واستنشاق کیلئے غرغرہ وناک میں پانی دیتے وقت احتیاط سے کام لیا جائے گا کہ پانی حلق سے نیچے نہ اتر جائے اور ناک کے ذریعہ دماغ تک نہ پہونچے۔

(۳) شرعاً ریڈیو، ٹیلی فون وغیرہ کی خبریں ناقابل اعتماد ہیں اگر شہر کے تمام لوگ اس خبر پر عید منائیں تو شرعی ضابطہ واصول کے مطابق ان کا یہ فعل لائق تقلید نہیں۔ سائل نے صرف دو گھروں کا ذکر کیا ہے آدمیوں کا ذکر نہیں کہ کتنے آدمی اس خبر کو تسلیم کرنے کو تیار نہیں اگر دو گھر میں صرف دو ہی آدمی ہوں تو ظاہر ہے کہ وہ عید کی نماز علیحدہ کس طرح پڑھ سکیں گے۔ اگر خونریزی وفساد کا یقین کامل ہو تو عامۃ المسلمین کے ساتھ نماز پڑھ لیں کہ اَلْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ "فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے۔" اور دوسرے دنوں ایک روزہ قضا رکھیں بشرطیکہ تحقیقات سے اگر رویت ثابت نہ ہوا گر بعد میں شرعی شہادت سے رویت کی تصدیق ہو جائے تو قضا کی ضرورت نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۵/۱۰/۷۷ء

استفتاء ۲۲۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیان شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ:

(۱) ہمارے شہر میں ۲۹ رشعبان کو مطلع صاف نہ ہونے کی وجہ سے رمضان کا چاند نہیں دیکھا گیا اور نہ یہاں کے قرب وجوار میں چاند دیکھا گیا اور قریب ساٹھ میل اور ستر میل کے قرب وجوار میں چاند دیکھنے کی کوئی خبر نہ ملی ایسی حالت میں ہمیں کتنی دور کی شہادت لانا چاہیے ایسی حالت میں ٹیلی فون، ریڈیو، ٹیلی گرام کی شہادت سے ہم روزہ رکھ سکتے ہیں کہ نہیں؟ مطلع فرمائیں

(۲) ۲۹ رمضان المبارک کو چاند نظر نہیں آیا اور نہ آس پاس کے شہروں سے کوئی خبر ملی ہے کہ وہاں سے شہادت لائی جائے۔ لیکن دہلی، ممبئی، پٹنہ، بنگلور اور کئی جگہوں سے ریڈیو سے خبر ہوئی کہ فلاں فلاں شہر میں چاند دیکھا گیا ہے اور صبح عید کی نماز ہوگی اور بھی کئی جگہ سے ریڈیو سے خبر ملی ہے ایسی صورت میں ہم نماز عید پڑھ سکتے ہیں کہ نہیں شریعت کیا کہتی ہے۔

(۳) ایک مسجد کے خطیب نے کہا کہ ۲۹ رمضان المبارک کو چاند نظر نہیں آیا اور نہ کہیں سے کوئی شہادت ملی اس لئے تیس روزہ پورا کر کے عید کی نماز پڑھی جائے۔ لیکن یہاں کے عوام یہ کہتی ہیں کہ ریڈیو سے کئی جگہ سے خبر ہوگئی ہے اور ریڈیو و ٹیلی فون سے شہادت بھی ہوگئی ہے پھر کیوں نہیں عید کی نماز ہوگی نماز پڑھانا ہوگا اور کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ ریڈیو سے ۲۹ رمضان المبارک کو چاند دیکھنے کی خبر مل گئی ہے

اور آپ یہاں تیس کا حساب لگا رہے ہیں آپ صرف شریعت کو دیکھتے ہیں اکثریت کو نہیں دیکھتے کیا شریعت کے آگے اکثریت کی بات مانی جاسکتی ہے۔

(۴) نماز جمعہ یا نماز عیدلاؤڈ اسپیکر سے ہوسکتی ہے کہ نہیں کیونکہ بہت سے لوگ کہتے ہیں دہلی جامع مسجد، کلکتہ مسجد، مدراس مسجد، لکھنؤ مسجد میں لاؤڈ اسپیکر سے نماز ہوتی ہے۔ وہاں نماز کیسے ہوتی ہے، یہاں نماز کیوں نہ ہوگی خلاصہ مسئلہ کے آگاہ کریں۔

(۵) ہمارے شہر میں ۲۹ رشعبان کو چاند نظر نہیں آیا کیونکہ آسمان پر کالے کالے بادل چھائے ہوئے تھے۔ بہت لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی مگر چاند نظر نہ آیا اور نہ یہاں کے قرب و جوار سے کوئی اطلاع ملی رات کو پٹنہ ریڈیو، آل انڈیا ریڈیو دہلی سے خبر نشر ہوئی کہ یہاں پر چاند دیکھا گیا لہٰذا روزہ رکھا جائے ہمارے شہر کے کچھ لوگوں نے ۲۹ رشعبان کو ریڈیو کے اعلان پر روزہ رکھ لیا اور کچھ لوگوں نے تیس شعبان پورا کر کے روزہ رکھا ہے ۲۹ شعبان کو جو لوگ روزہ رکھے ہیں وہ صحیح ہے یا ۳۰ شعبان کو پورا کر کے رکھنے والے صحیح ہیں مطلع فرمائیں؟

(۶) چھ اور سات رمضان المبارک گزرنے کے بعد دو تین آدمی آئے اور انہوں کہا کہ ہمارے موضع میں کئی لوگوں نے چاند دیکھا ہے اور ہم لوگوں نے بھی چاند دیکھ کر روزہ رکھا ہے ایسی حالت میں چاند کی شہادت ہو جاتی ہے اس شہادت پر یہاں تیس شعبان پورا کر کے روزہ رکھنے والے کا ایک روزہ کم ہو جاتا ہے اب وہ کیا کرے جن لوگوں نے ریڈیو ٹیلی فون کی خبر پر روزہ رکھا ہے وہ بہت خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا روزہ پورا ہو گیا ان دونوں حالتوں میں شریعت کیا کہتی ہے؟

نوٹ :اس کی ایک ایک کاپی بریلی شریف، دیوبند، جامعہ عربیہ ناگپور، امارت شرعیہ پھلواری شریف، ادارۂ شرعیہ سلطان گنج، جامعہ نعیمیہ مرادآباد، درالعلوم اشرفیہ مبارک پور کو بھیج دی گئی ہے۔

المستفتی: محمد کریم الدین عزیزی سید حسین امام ایڈوکیٹ، صدر مسلم مسجد سندر گڑھ اڑیسہ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــــ اللھم ارنا الحق حقا وارنا الباطل باطلاً !

(۱) اصل مسئلہ کے جواب سے قبل اس قدر جان لینا ضروری ہے کہ اسلام ایک مکمل دستور حیات نظام زندگی پیش کرتا ہے اس کے مقابلہ میں اپنی کمزور و ناقص عقل اور وہم و گمان ظن و تخمین کو دخل دینا اور اس پر اعتماد کرنا سراسر جہالت و حماقت ہے قرآن حکیم میں فرمایا: وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ''اور تمہیں علم نہ ملا مگر تھوڑا'' (کنزالایمان)۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا: مَااٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ''اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو'' یعنی سرور کائنات ﷺ جو دیں اسے لے لو جو حکم فرمائیں اسے تسلیم کرو اور جن چیزوں سے منع کریں اسے چھوڑ دو

وَقَالَ تَعَالیٰ مَنْ یُطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا. ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے اس نے بڑی کامیابی پائی۔''

رویت ہلال کے سلسلہ میں ائمہ عظام وفقہائے کرام کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ رمضان شریف کے روزے ہوں یا عیدین کی نمازیں یا دیگر فرائض وواجبات جن کا تعلق رویت ہلال سے ہے وہاں ظن وگمان اور اندازے سے کام لینا شرعاً جائز نہیں حدیث شریف میں ہے: **لاتصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه فان غم علیکم فاقدروا له۔** ''رمضان کا چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور شوال کا چاند دیکھ کر افطار یعنی عید کرو اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس دن پورا کرو'' دوسری جگہ ارشاد فرمایا: **فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلثین** ۔''اگر مطلع ابر آلود ہو تو تیس کی گنتی پوری کرو۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: **قال صلی الله علیه وسلم صوموا لرویته وافطروا لرویته فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلثین** ۔''ترجمہ: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ چاند دیکھ کر افطار یعنی عید کرو۔ اگر (انتیسویں شعبان کو) آسمان ابر آلود ہو تو شعبان کی تیس کی گنتی پوری کرو۔'' احادیث مذکورہ سے یہ مسئلہ اظہر من الشمس ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا اور افطار کرنا چاہیے اگر کسی موانع (ابر وباد) کی بنا پر چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزہ رکھو اس واضح بیان کے بعد آلات جدیدہ، جیسے ریڈیو، ٹیلی فون، ٹیلی گرام وغیرہ سے آئی ہوئی خبروں پر اعتماد کرنا سراسر عقل ونقل کے خلاف ہے۔ رویت ہلال کا ثبوت شرعی ضابطہ واصول کے پیش نظر ۱؎ شہادت یا ۲؎ شہادت علی الشہادۃ، یا ۳؎ کتاب القاضی الی القاضی۔ یا ۴؎ استفاضہ یا کمال عدت ہی سے ہوگا اس کے علاوہ جتنی صورتیں ہیں شرعاً وہ سب کی سب نا قابل قبول ہوں گی۔

رویت ہلال کے سلسلہ میں کتنی دور کی شہادت معتبر ہوگی علمائے احناف کا اس میں اختلاف ہے بعض حضرات مطالع کا بالکل اعتبار نہیں کرتے وہ یہ کہتے ہیں کہ اہل مشرق کی رویت پر اہل مغرب کو روزہ رکھنا اور افطار کرنا جائز ہے جبکہ رویت بطریق موجب ثابت ہو بعض کا قول یہ ہے کہ جتنی مسافت پر اختلاف مطالع ہو وہاں اختلاف مطالع معتبر ہوگا اور اس سے کم میں نہیں اور اس کی مسافت ایک ماہ یا اس سے زیادہ کی راہ قرار دی ہے اور بعض کا یہ کہنا ہے کہ مسافت میں طول شرقی ۷۲ میل یا اس سے زیادہ کی دوری رویت کے لیے نا قابل عمل قرار دی جائے گی۔

طحطاوی حاشیہ مراقی الفلاح میں ہے: **یختلف ثبوته باختلاف المطالع واختاره صاحب التجرید وهو الاشبه لان انفصال الهلال من شعاع الشمس یختلف باختلاف الاقطار کمافی دخول الوقت وهذامثبت فی علم الا فلاک والهیئة، واقل ما تختلف فیه المطالع مسیرة شهر کما فی بحر الجواهر۔**

''ترجمہ: اختلاف مطالعہ کی وجہ سے ثبوت رویت ہلال بھی مختلف ہوتا ہے۔ اسی کو صاحب تجرید نے اختیار کیا ہے اور یہی اشبہ ہے۔ اسلئے کہ چاند کا سورج کی روشنی سے جدا ہونا مختلف ہوتا ہے ملکوں کی اختلاف کی وجہ سے جیسا کہ دخول وقت وخروج وقت میں (بلکہ سورج جب ایک درجہ حرکت کرتا ہے تو کسی ملک میں طلوع شمس ہوتا ہے تو دوسرے ملک میں ٹھیک اسی وقت غروب شمس ہوتا ہے) اور یہ علم الافلاک اور علم ہیئت کے ذریعہ ثابت شدہ ہے اور اختلاف مطلع کی

اقل مقدار ایک مہینہ کی مسافت ہے۔ جیسا کہ بحرالجواہر میں ہے۔

(۱) ریڈیو کی خبر پر نماز عید شرعاً جائز و درست نہیں رویت کی تصدیق کے لئے شہادت کی شرط ہے جس کی تفصیل ۱ میں بیان کی گئی ہے انتہائی افسوس کی بات ہے کہ ناخواندہ عوام کے علاوہ مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ بھی خبر و شہادت میں فرق و امتیاز نہ کر کے آلات جدیدہ سے رویت کی خبر سن کر روزہ و افطار کا اعلان کر دیتا ہے خبر محتمل صدق و کذب ہوتی ہے اور فرائض و واجبات کی ادائیگی کا انحصار عینی شہادت پر ہے نہ کہ خبر پر پھر جب کہ دنیاوی معاملات کورٹ کچہری میں ریڈیو ٹیلی فون کی خبر پر فیصلے نہیں کئے جاتے بلکہ وہاں بھی شاہد و گواہ کا کورٹ میں حاضر ہونا ضروری تو دینی احکام کا فیصلہ ان ناقابل اعتماد ذرائع سے دی ہوئی خبروں پر کس طرح کیا جائے گا۔

(۳) امام صاحب کا قول و فیصلہ شرعی ضابطہ و اصول کے مطابق صحیح ہے اور عوام کا شریعت پر اکثریت کو ترجیح دینا شرعاً و عقلاً ناجائز۔ اول تو خبر کا اس سلسلہ میں کوئی اعتبار نہیں دوسرے عوام اور موجودہ دور کی اکثریت کا حال معلوم کہ شرعی احکام سے ان کو کس قدر دلچسپی و تعلق ہے۔

(۴) آلہ مکبر الصوت سے نکلی ہوئی آواز کے سلسلہ میں اب تک جس قدر تحقیقات و تجسس ہوسکا ہے اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ وہ آواز صدائے محض ہے اور اس آواز پر تحریمہ و انتقالات صحیح نہیں اور نہ ان کی اتباع و اقتداء شرعاً درست اگر اسے مبلغ و مکبر تسلیم کیا جائے کہ اس کی آواز پر مقتدی رکوع و سجود کرتے ہیں تو یہ جائز نہیں اس لئے کہ مبلغ و مکبر کا خود نماز میں شامل ہونا اور امام کا مقتدی ہونا شرط ہے یہی وجہ ہے کہ غیر نمازی نمازی کو لقمہ نہیں دے سکتا اگر مصلی غیر نمازی کے لقمہ دینے پر عمل کرے گا تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اگر مقتدی نے امام کی آواز پر تحریمہ باندھا اور پھر لاؤڈ اسپیکر کی آواز پر رکوع و سجود کرے تو اسی وقت نماز فاسد ہو جائیگی کہ اس لئے کہ آلہ مکبر الصوت لم یدخل فی الصلاۃ ہے جب اس میں مقتدی بننے کی صلاحیت ہی مفقود ہے تو وہ مکبر کس طرح بن سکتا۔ ردالمحتار شامی جلد اول مصری صفحہ ۴۴۳ کی عبارت یہ ہے:

المبلغ اذا قصدا التبليغ فقط خاليا عن قصدالاحرام فلا صلاة له ولالمن يصلى بتبليغه فى هذه الحالة لانه اقتدى بمن لم يدخل فى الصلاة فان قصد بتكبير الاحرام مع التبليغ للمصلين فذالك هوالمقصود منه شرعا كذافى فتاوئ الشيخ محمدبن محمد ن الغزالى المقلب بشيخ الشيوخ.

''ترجمہ: مبلغ یعنی مکبر کا ارادہ فقط تبلیغ ہو احرام کا قصد نہ ہو تو اس کی نماز درست نہیں اور نہ اس کی جو خارج صلاۃ شخص کی تکبیر سے نماز پڑھے اس لئے کہ اس نے اس شخص کی اقتدا کی جو نماز میں شامل نہیں ہے۔ اور اگر اس کا ارادہ تبلیغ مصلین کے ساتھ تکبیر احرام ہو تو شرعاً یہی مقصود ہے جیسا کہ محمد ابن محمد غزالی الملقب شیخ الشیوخ کے فتاویٰ میں ہے''۔

عبارت مذکورہ سے یہ واضح ہے کہ امام کی تکبیرات کا وہ مبلغ و مکبر جو تکبیر افتتاح سے تحریمہ کی نیت نہ کرے بلکہ صرف امام کی آواز کی تبلیغ کی نیت کرے وہ نماز میں ہی داخل نہیں یعنی وہ مصلی نہیں اور غیر مصلی کی آواز پر جو نماز پڑھی جائیگی وہ باطل

ہوگی اور لاؤڈ اسپیکر نہ آدمی نہ مصلی نہ نماز میں داخل نہ نمازی بننے کی اس میں صلاحت پھر اس کی آواز پر اقتدا صحیح کس طرح ہوگی۔

لاؤڈ اسپیکر کے عدم جواز پر دوسری دلیل بھی ملاحظہ فرمائیے جان رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: من احب سنتي فقد احبني ومن احبني كان معي في الجنة یعنی جس نے میری سنت کو زندہ رکھا اس نے مجھے محبوب رکھا اور جس نے مجھے محبوب رکھا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا: من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد یعنی میری امت میں بگاڑ پیدا ہوتے وقت جس نے میری سنت کو قائم رکھا تو اس کے لئے سو شہیدوں کا ثواب ہے اس حدیث پاک کے مفہوم کو ذہن میں رکھیئے اور غور کیجئے کہ حامیان لاؤڈ اسپیکر طریقہ مسنونہ کے مطابق مکبر کا انتظام کرتے ہیں یا ایک سنت کے مقابلہ میں بدعت سیئہ کو تقویت دیتے ہیں اور سنت کو مٹا کر ایک بدعت وضلالت کو جاری وقائم کرنے کی جسارت کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں تیسری قباحت پر بھی غور کیجئے کہ آلہ مکبر الصوت کے استعمال کرنے سے نماز کی روح یعنی خشوع وخضوع وتوجہ الی اللہ ختم ہو جاتی ہے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۔''ترجمہ: بیشک مراد کو پہنچے ایمان والے جو اپنی نماز میں گڑگڑاتے ہیں اور وہ جو کسی بیہودہ بات کی طرف التفات نہیں کرتے۔'' اس سے عدم خشوع بھی پایا گیا اور لغو سے اعراض بھی نہ ہوا بلکہ سنت کی جگہ لغو کا استعمال ہوا۔ آخری قباحت یہ کہ بجلی کی کارگزاری اور آلہ کی خرابی معلوم اکثر جلسہ تقریر کے دروان لاؤڈ اسپیکر ایسا چپ سادھ لیتا ہے کہ پوری تقریر ختم لیکن اس کی بولتی ایسی ماری جاتی ہے کہ نیندیں نہیں ٹوٹتی نتیجہ ظاہر۔

(۵) اس کا جواب ۱ کی تفصیل سے معلوم ہوا حدیث پاک کے مضمون کے مطابق چاند دیکھ کر روزہ رکھنے والے یعنی تیس شعبان پورا کر کے روزہ رکھنے والے صحیح راہ پر ہیں۔

(۶) اگر چند روزہ گزرنے کے بعد شرعی طور پر یہ ثابت ہوگیا کہ ہلال رمضان ۲۹ شعبان ہی کو ہوگیا تو ۳۰ پورا کر کے روزہ رکھنے والے ایک روزہ کی قضا کریں گے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۱/۹/۷۷ء

استفتاء ۲۲۸

مسئله: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ:

سوال ۱: شہر کھڑ کپور سے تقریباً ستر کلومیٹر کی دوری پر کھڑ کپور کے پندرہ بیس افراد نے اور وہاں کے مقامی لوگوں نے رمضان شریف کا چاند دیکھا کھڑ کپور کے باشندے نے یہاں پہنچ کر رویت کی گواہی دی لیکن ان کی گواہی اس لئے مسترد کردی گئی کہ وہ لوگ صوم وصلوۃ کے پابند نہیں ہیں۔ لہٰذا اس کو تفصیل سے بیان کریں کہ جن لوگوں نے ان حضرات کی گواہی پر روزہ رکھا ان کا روزہ صحیح ہوا یا نہیں؟ ریڈیو، ٹیلی گرام اور فون کے ذریعہ یہ معلوم ہوا کہ دہلی کے جامع مسجد کے امام، لکھنو فرنگی محل کے مفتی کلکتہ ناخدا مسجد کے امام نے اعلان کیا تو ایسی صورت میں روزہ رکھنا یا عید کی نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

سوال ۲: زید کا کہنا ہے کہ گھڑی میں اگر اسٹیل کی چین لگی ہو تو اسے اتار کر نماز پڑھو اور چمڑے و پلاسٹک کا بیلٹ ہو تو نماز ہو جائے گی ایسی صورت میں جب کہ گھڑی کے کیس وغیرہ بھی اسٹیل کے ہوں تو کیا نماز درست ہوگی؟

سوال ۳: زید کا کہنا ہے کہ جس شخص کو ایک ہی بیوی سے بیس بچے ہوں اس کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور اسے دوبارہ نکاح کرنا چاہیے یہ بات کہاں تک درست ہے؟

سوال ۴: زید نے ہندہ کو طلاق دیا اور لوگوں پر ظاہر کیا کہ میں نے اپنی بیوی کو طلاق دے دیا جب ہندہ کو یہ خبر ملی تو اس نے لاعلمی ظاہر کیا، سوایسی صورت میں طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟

المستفتی: طاہر اختر کھڑ کپور، ویسٹ بنگال

۷۷/۸/۱۷

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ اللهم هداية الحق والصواب ــــــ

(۱) رمضان شریف کے چاند کی رویت کے سلسلہ میں اگر آسمان ابر آلود ہو تو ایک مسلمان عاقل بالغ یا مستورالحال کی گواہی بھی رویت کی تصدیق کے لئے کافی ہے۔ جب پندرہ بیس افراد نے رویت کی شہادت دی تو اس کی تصدیق کر لینی چاہیے اور ان پر اعتماد کر کے روزہ رکھنا چاہئے ترمذی وابوداؤد شریف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک اعرابی نے حاضر ہو کر رمضان شریف کے چاند دیکھنے کا اقرار کیا تو آپ نے پوچھا کہ تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اعرابی نے کہا ہاں: پھر آپ نے فرمایا تو گواہی دیتا ہے کہ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اعرابی نے کہا: ہاں! تو آپ نے حضرت بلال سے فرمایا کہ کل روزہ رکھنے کے لئے لوگوں میں اعلان کردو ان پندرہ بیس آدمیوں کی شہادت پر جن لوگوں نے روزہ رکھا انہوں نے جائز و درست کیا۔

ریڈیو ٹیلی گرام، ٹیلیفون وغیرہ آلات جدیدہ سے آئی ہوئی خبروں پر نہ روزہ رکھنا نہ عید کرنا درست ہے اس کے لئے شرعی شہادت ضروری ہے ریڈیو سے جو اطلاع ملی وہ خبر ہے شہادت نہیں لہٰذا اس پر عمل شرعاً جائز نہیں۔

(۲) چین والی گھڑی پہن کر نماز مکروہ ہوگی زید کا قول صحیح ہے گھڑی اسٹیل یا پیتل وغیرہ کی ہو تو جائز ہوگی اس لئے کہ الضرورات تبیح المحظورات، "ضرورتیں ممنوعات کو مباح کردیتی ہیں" چین چمڑے وغیرہ کی ملتی ہے گھڑی دوسری دھاتوں کی نہیں ملتی۔

(۳) زید کا قول غلط اور جہالت پر مبنی ہے حدیث پاک میں بکثرت بچہ دینے والی عورت سے نکاح کرنے کی ترغیب موجود ہے یہ جاہلوں کی من گھڑت باتیں ہیں۔

(۴) طلاق ہوگئی صحت طلاق کے لئے ہندہ کو اس کا علم ہونا ضروری نہیں زید کی زبان سے جس وقت طلاق کے الفاظ نکلے طلاق واقع ہوگئی۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۲/۸/۷۷ء

استفتاء ۲۲۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ

رویت ہلال کیلئے اخبارات، خط، تار، ٹیلیفون اور ریڈیو کے ذریعہ ملنے والی خبروں پر اعتبار کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ مع حوالہ کتب و صفحہ جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ فقط والسلام

المستفتی: ممن میاں محلہ گزری بازار، چمنی مرچنٹ، پٹنہ سٹی

۲۵-۹-۷۵ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ

اصل مسئلہ کے جواب سے قبل اس قدر جان لینا ضروری ہے کہ اسلام ایک مکمل دستور حیات و نظام زندگی پیش کرتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں اپنی کمزور و ناقص عقل اور وہم و گمان ظن و تخمین کو دخل دینا سراسر جہالت و حماقت ہے۔ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا. "ترجمہ: اور کچھ تمہیں علم عطا کیا گیا۔" دوسری جگہ فرمایا مَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا

نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا. یعنی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جو دیں اسے لے لو، جو فرمائیں اس پر عمل کرو اور جس چیز سے منع کریں اسے چھوڑ دو۔ وقال تعالیٰ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا. ''اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو اس کے لئے بڑی کامیابی ہے۔''

رویت ہلال کے متعلق ائمہ عظام وفقہائے کرام کا متفقہ فیصلہ ہے کہ ماہ رمضان المبارک کے روزے ہوں یا عیدین کی نمازیں یا اور دیگر فرائض وواجبات، جن کا تعلق رویت ہلال سے ہو وہاں ظن وگمان اور اندازے سے کام لینا شرعاً درست نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: لَا تَصُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوْا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدِرُوْا لَهٗ. ''تم لوگ روزہ نہ رکھو جب تک کہ چاند نہ دیکھو اور روزہ نہ چھوڑو جب تک کہ چاند نہ دیکھو۔ اگر کسی موانع کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے۔ تو ۳۰ روز کی گنتی پوری کرو۔'' دوسری حدیث میں ہے فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلثین. ''اگر کسی موانع کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے۔ تو ۳۰ روز کی گنتی پوری کرو۔'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صوموا الرویته وافطروا الرویته فان غم علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلثین. احادیث مذکورہ سے یہ مسئلہ بالکل روز روشن کی طرح واضح ہے کہ چاند دیکھ کر روزہ رکھنا اور افطار کرنا چاہیے۔ اگر کسی موانع کی بنا پر (جیسے ابر وباد) چاند نظر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کر کے روزہ رکھو۔ اس واضح بیان کے بعد بھی جو لوگ اس کے خلاف کریں اس کا وبال ان کے سر ہوگا۔ رویت ہلال کے سلسلہ میں جو لوگ ریڈیو، ٹیلیفون، ٹیلیگرام وغیرہ آلات جدیدہ پر اعتماد کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں تو چاند ضرور ہی ہوا ہوگا، وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد عالی کے مقابلہ اپنی ناقص عقل کے فیصلہ کو قابل قبول ولائق عمل تسلیم کرتے ہیں۔ رویت ہلال کا ثبوت خبروں سے نہیں بلکہ شہادت شرعی یا شہادت علی الشہادت سے یا کتاب القاضی الی القاضی سے یا استفاضہ سے ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جو بھی صورتیں ہوں گی شرعاً ناقابل قبول قرار دی جائیں گی۔ تعجب وحیرت ہے کہ جب دنیاوی معاملات کے فیصلے ان ذرائع سے نہیں کئے جاسکتے تو دینی امور اور شرعی مسائل میں ان آلات وذرائع پر بھروسہ واعتماد کرنا کس قدر قابل افسوس ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۳۰ ر ستمبر ۱۹۷۵ء

استفتاء ۲۳۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ:

ملک کے ایک حصہ میں رمضان شریف کا چاند دیکھا گیا تو اس ملک کے تمام افراد پر رمضان شریف کا روزہ رکھنا فرض ہوگا یا نہیں؟ یا صرف اسی شہر والوں پر فرض ہوگا جس شہر کے لوگوں نے دیکھا ہے اور ایک ملک والوں نے دیکھا ہے اور پڑوسی ملک والوں نے چاند نہیں دیکھا۔ ایسی حالت میں دونوں ممالک والے روزہ رکھیں گے یا جس ملک والوں نے دیکھا ہے صرف اس ملک والے؟ براہ کرم جواب جلد دیں گے۔

المستفتی: محمد سلیم الدین، موضع بلہا، ڈاک خانہ: رجواڑا، ضلع دربھنگہ

۱۴/۱/۱۷ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــ!

حدیث شریف میں ہے: **صوموا لرویته وافطروا لرویته فان غم علیکم فاکملوا العدة شعبان ثلثین** ۔ یعنی چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ اگر ابر و باد کی وجہ سے چاند نہ دیکھا جاسکے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو، دوسری حدیث میں ہے: **لا تصوموا حتی تروا الهلال ولا تفطروا حتی تروه الخ** ۔ "چاند دیکھے بغیر نہ روزہ رکھو اور نہ افطار کرو۔" لہٰذا ایک جگہ چاند دیکھنے سے پورے ملک والے پر روزہ رکھنا یا افطار کرنا ضروری نہیں۔ اوّل تو یہ کہ ایک وسیع ملک میں بھی مطالع کا فرق ہوتا ہے۔ ممکن ہے، ایک جگہ چاند دیکھا جائے اور دوسری جگہ نہ دیکھا جاسکے اور ایک جگہ اگر چاند دیکھا گیا تو یہ سن کر کہ فلاں جگہ کے لوگوں نے چاند دیکھا ہے۔ ایسی خبر پر نہ روزہ رکھنا صحیح، نہ افطار کرنا درست۔ ہاں اگر شرعی طور پر شہادت مل جائے۔ یا خود چاند دیکھنے والے نے آ کر گواہی دی یا جس کے سامنے گواہی دی گئی وہ کہے کہ میرے سامنے گواہوں نے چاند دیکھنے کی شہادت دی ہے تو ایسی صورت میں اس پر یقین کرتے ہوئے روزہ افطار کیا جاسکتا ہے اور اگر اختلاف مطالع ہو تو کسی طرح بھی ایک جگہ کا حکم دوسرے جگہ کے لئے نافذ نہ ہوگا۔ وھو اعلم!

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۴ جنوری ۱۷ء

كتابُ الحج

☆باب العامّة۔ 417

استفتاء۲۳۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
کوئی شخص اپنی ضعیف العمری، ناتوانی، نابینائی یا محروم ہوجانے کے سبب، صاحب استطاعت ہونے کے باوجود، شریعت کا اہم فریضہ یعنی فریضۂ حج ادا نہ کرسکا اور اب شخص مذکور کے فرزند سعید کی خواہش ہے کہ اپنے مجبور ومعذور یا اپنے مرحوم والدین کے عوض کسی مناسب شخص کو حج بدل میں بھیج کر اپنے والدین کو حج جیسے عظیم المرتبت فریضۂ اسلامیہ کا ثواب ایصال کرے۔ اب اس سلسلہ میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ:

(۱) حالتِ مذکورہ بالا میں معذور ومرحوم یا مجبور شخص کا فریضہ ادا ہوگا یا نہیں؟
(۲) ضعیف العمر، ناتواں، نابینا، اپاہج اور معذور شخص مسلمان مَرد وعورت پر، صاحب استطاعت ہونے کی حالت میں حج فرض ہے یا نہیں؟ اگر ایسی حالت میں حج فرض ہے تو اسی شخص کو سفر کرنا لازم ہے یا دُوسرے شخص کو بھی بدل میں بھیجا جاسکتا ہے۔؟
(۳) حج بدل میں کس قسم کے مسلمان کو بھیجنا چاہیے؟
(۴) غیر شادی شدہ مگر متقی و پرہیزگار شخص کو حج بدل کے لئے بھیجا جاسکتا ہے؟
(۵) مرد کے عوض عورت اور عورت کے عوض مرد، حج بدل کرسکتا ہے؟
(۶) جس شخص نے، عدمِ استطاعت کے سبب حج نہ کیا ہو، اُسے حج بدل میں بھیجا جاسکتا ہے؟
(۷) جس شخص کو حج بدل میں بھیجا جائے، اُسے آمدورفت کے کرائے اور متعلقہ اخراجات کے علاوہ اس کے متعلقین کے لئے بھی رقم دینا ضروری ہے؟ اگر ہاں! تو کتنے مہینوں کے اخراجات کا بار اٹھانا لازمی ہے؟
مذکورالصدر سوالات کے جوابات شریعت اسلامیہ کی روشنی میں، حنفی مسلک کی معتبر کتابوں سے عنایت فرماکر عنداللہ ماجور ہوں۔ والسلام

المستفتی: شیخ نظام الدین، عادوبندرہ، ملک اسٹریٹ، چونا گلی سڑک، کلکتہ۱۲
۶/۳/۷۴ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــ!

صورت مذکورہ میں ضابطۂ شرعی یہ ہے کہ بدنی عبادت میں نیابت نہیں ہوتی۔ مالی عبادت میں مطلقاً نیابت جائز ہے۔
درمختار میں ہے: **البدنية كصلوٰة والصوم لاتقبلها مطلقا والمركب منهما كحج تقبل النيابة عندالعجز فقط**

لکن بشرط دوام العجز الی الموت وبشرط نیة الحج عنه۔ ''عبادت بدنی جیسے نماز وروزہ اس میں مطلقا نیابت جائز نہیں اور عبادت بدنی اور مالی جیسے کہ حج تو اس میں دوامی عجز جو موت تک ہو تو نیابت جائز ہے بایں شرط کہ نائب اصل کی طرف سے حج کی نیت کرے۔''

(۱) سوال میں مجبور ومرحوم کے متعلق ایک ساتھ دریافت کیا گیا ہے۔ حالاں کہ مجبور ومرحوم میں فرق ہے۔ مجبور سے وہ مجبور مُراد ہوگا جس کا عذر نا قابل زوال ہو۔ حج بدل سے فرض ادا ہوگا، گروہ حج بدل کرانے کے بعد، پھر تندرست ہو گیا تو اُسے پھر حج کرنا ہوگا۔ مرحوم کے ذمہ فریضہ حج باقی رہ گیا ہے تو اس کے ثلث مال سے حج بدل کیا جائے گا۔ ایسی صورت میں اُس کے ذمہ سے حج ادا ہو جائے گا۔ اور اگر اس نے وصیت نہ کی اور اس کے لڑکے نے اپنی طرف سے مال خرچ کرکے باپ کا فریضہ ادا کیا بطور تبرع واحسان کے تو باپ کے ذمہ سے حج ساقط نہ ہوا۔ اور اگر اس نے وصیت نہیں اور وارث نے خود یا کسی غیر کے ذریعہ اس کی طرف سے حج کرایا تو امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ اگر خدا نے چاہا تو حج مورث کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔

(۲) فرض ہے۔ ایسی حالت میں جبکہ وہ سفر کی صعوبت برداشت کرنے کے قابل نہیں تو دُوسرے کو حج میں بھیج کر حج بدل کرائے گا۔

(۳) حج بدل میں مامور کا اہل ہونا شرط ہے۔ درّ مختار میں ہے: لکنه تشترط لصحته النیابة اهلیة المامور لصحته الافعال ۔ یعنی عاقل بالغ، ارکانِ حج کو جاننے والا اور اس کے مسائل کو سمجھنے والا ہو۔ بہتر یہ ہے کہ جو فریضہ حج ادا کر چکا ہو اُسے بھیجا جائے اور جس نے حج نہ کیا اُسے بھی بھیجنا جائز اور اگر نائب پر خود حج فرض ہو تو اُسے بھیجنا مکروہ تحریمی ہے۔

(۴) ضرور بھیجا جا سکتا ہے۔ شرعاً کوئی قباحت نہیں۔

(۵) کر سکتا ہے۔

(۶) بلاشبہ بھیجا جا سکتا ہے۔

(۷) حج بدل میں جانے والے کو کرایہ آمد و رفت ضروری متعلقہ اخراجات دینا ہوگا۔ اس کے متعلقین کا نفقہ بھیجنے والے پر نہیں ہے۔ اگر اُجرت پر بھیجے گا۔ حج ادا نہ ہوگا۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۷۴/۴/۸/۳ء

كتابُ النّكاح

☆ باب العامّة 420

☆ باب المحرمات 465

☆ باب المصاهرة 508

☆ باب الكفؤ والولی 510

☆ باب المہرؔ 525

☆ باب الجہاز 537

استفتاء ۲۳۲

مسئلہ: بخدمت گرامی حضرت مفتی صاحب! دار القضاء ادارۂ شرعیہ ــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہوں۔ ذیل کے استفتاء کا جواب دے کر مشکور فرمائیں گے۔ تاخیر نہ کریں گے۔

(۱) قاضی اگر دو گواہوں کے سامنے لڑکی سے (کلمہ اول، دوم، ایمان مفصل ومجمل پڑھانے کے بعد) پوچھتا ہے کہ ''کیا آپ مجھے اس بات کا اختیار دیتی ہیں کہ بہ عوض اتنا روپیہ سکہ رائج الوقت، علاوہ نان ونفقہ کے، آپ کا نکاح فلاں لڑکے سے (لڑکے کا نام مع ولدیت وپتہ وغیرہ بتلا کر) کرادوں؟'' جواب میں لڑکی ''ہاں'' کہتی ہے۔ (لڑکی بالغہ ہے) قاضی واپس لڑکے کی محفل میں آ کر، لڑکے سے کہتا ہے کہ: ''فلاں فلاں دو گواہوں کے سامنے (گواہوں کا تعارف لڑکا اور لڑکی دونوں ہی سے کرایا جاچکا ہے) لڑکی نے مجھے اس کا اختیار دیا ہے کہ اتنا روپیہ سکہ رائج الوقت علاوہ، نان ونفقہ کے عوض اُس کا (لڑکی کا) نکاح تم سے کرادوں (لڑکی کا نام مع ولدیت، پتہ وغیرہ بھی بتلایا جاچکا ہے) اس لئے بی بی فلاں بنت فلاں کا نکاح بہ عوضِ اتنا روپیہ سکہ رائج الوقت، علاوہ نان ونفقہ کے، آپ سے میں نے کیا۔ آپ نے قبول کیا؟'' لڑکے نے ''قَبِلْتُ'' ''میں نے قبول کیا'' کہا۔ تین بار قاضی انہیں الفاظ کو دہراتا ہے اور لڑکا بھی ''قبلتُ میں نے قبول کیا۔'' کہتا ہے۔ بعدہٗ خطبۂ مسنونہ پڑھ کر دُعا کرادی جاتی ہے۔ کیا اتنا کہنے اور کرنے سے نکاح درست ہوا یا نہیں ہوا؟

(۲) کیا نکاح میں تین بار ایجاب وقبول کرانا ضروری ہے؟

(۳) کیا محفل نکاح میں لڑکے، لڑکی کو کلمہ پڑھانا (جب کہ دونوں کلمہ پڑھتے اور جانتے ہوں) یا دُعائے قنوت پڑھانا، ضروری فرض یا شرائط نکاح میں سے ہے؟

(۴) کیا دین مہر میں دینار سُرخ کا تذکرہ بھی ضروری یا شرط نکاح ہے؟

(۵) دینار کے عوض (لڑکا لڑکی کی منظوری سے) روپیہ کی مقدار معین کرلینا درست ہے یا نہیں؟ مثلاً فی دینار ۲۵ یا ۵۰ روپئے۔

(۶) ایک دینار سُرخ کتنے ہندوستانی سکہ کے برابر ہوگا؟

(۷) اگر بیوی اور شوہر کے مابین، دین مہر کی مقدار کے متعلق تنازعہ ہوجائے تو کس کی بات درست مانی جائے گی؟

(۸) اگر نکاح کے وقت، دین مہر میں سکہ رائج الوقت کے ساتھ، دو دینار سُرخ کہہ کر عقد باندھا گیا اور بعد میں کسی وقت بیوی اور شوہر میں، نزاع وافتراق کی نوبت آ گئی تو ایک دینار کے عوض کتنے روپے واجب الادا

ہوں گے اور ایسی صورت میں شریعت کس کی بات کو درست مانے گی اور تسلیم کرے گی؟

(۹) اگر ایجاب وقبول عربی اُردو کے بجائے انگریزی، لاطینی یا چینی کسی بھی دُوسری زبان میں (جب کہ گواہان اور لڑکا لڑکی اس زبان کو سمجھتے ہوں) کرایا جائے تو نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

(۱۰) جواز نکاح کے لئے، کن کن باتوں کا ہونا ضروری ہے؟ یعنی شرائط نکاح کیا کیا ہیں؟ ہندوستان میں، دینار کو سکہ رائج الوقت کہنا درست ہے یا نہیں؟ مثلاً پانچ سو روپے، دو دینار سرخ سکہ رائج الوقت۔

(۱۱) ایجاب وقبول کا صحیح طریقہ تحریر فرمائیں، خود کو قاضی تصور کرتے ہوئے۔ براہ کرم مذکورہ سوالوں کے جواب مع حوالۂ کتب معتبرہ کے دیں تاکہ بریلوی یا دیوبندی کا سوال نہ اُٹھ سکے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ فقط والسلام

المستفتی: عبدالحمید، سینٹرل سونڈا کولیری، ضلع ہزاری باغ

۲۸/ ذی الحجہ ۹۱ھ

۹۲/۸۶ھ

الجواب

(۱) بصورت مذکورہ نکاح بالکل صحیح ودرست ہوگا۔ شرعاً اس میں کوئی نقص وخرابی نہیں خطبۂ نکاح قبل ایجاب وقبول پڑھا جائے یا بعد، دونوں طریقہ سے جائز ہوگا۔ پہلے خطبہ پڑھنا مسنون ہے۔

(۲) تین بار کہنا ضروری نہیں۔ ایک بار کہنے سے بھی نکاح ہوجائے گا۔ ہاں! تین بار بہتر اولیٰ ہے۔

(۳) کلمہ وغیرہ پڑھانا نہ فرض ہے نہ واجب نہ شرائط نکاح سے ہے۔ کلمہ نہ پڑھانے سے نکاح میں کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ جب دونوں ہی مومن ومسلم ہیں، پھر کلمہ پڑھانے کی کیا حاجت، اگر کلمہ پڑھایا گیا تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔

(۴) دینار کا تذکرہ بھی نہ ضروری ہے نہ شرط نکاح سے ہے بلکہ عبث اور غیر ضروری ہے کیونکہ دینار سُرخ اب نایاب نہ سہی کمیاب ضرور ہے، اس لئے اس کا تذکرہ فضول ہے۔

(۵) جب کہ دینار سُرخ رائج نہیں تو اس کا مہر میں مقرر کرنا لغو وعبث ہے، اس کے عوض روپے کا اضافہ ہی بہتر وضروری ہے۔

(۶) دینار سُرخ سونے کا ہوتا تھا اور سونے کی قیمت کے اعتبار سے، دینار کی قیمت میں بھی کمی زیادتی ہوتی تھی اور اب بھی وہی حساب ہوگا۔ ایک دینار غالباً (۷/۱) بھر کے قریب ہوتا تھا اس وقت اس کی قیمت موجودہ سکے کے اعتبار سے تقریباً ایک سو بیس روپے ہوگی۔

(۷) اگر عورت مہر مثل یا اس سے زیادہ کا دعویٰ کرتی ہے تو قسم کے ساتھ اس کی بات تسلیم کی جائے گی اور اگر شوہر مہر مثل یا اس سے کم کی مقدار بتاتا ہے تو قسم کے ساتھ، مرد کی بات مانی جائے گی اور دونوں میں سے جو گواہ پیش کرے گا اس کی بات تسلیم کی جائے گی۔ اگر دونوں قسم کھائیں یا دونوں گواہ پیش کریں تو مہر مثل دینا واجب ہوگا۔ وھو اعلم

(۸) اس کا جواب نمبر ۶ اور ۷ میں دیا جاچکا ہے کہ دینار کی قیمت میں سونے کی قیمت کے اعتبار سے کمی زیادتی ہوتی ہے۔ فی الحال تقریباً ایک سو بیس یا ایک سو پچیس روپے کا ایک دینار ہوگا۔ جو قسم کھائے یا گواہ پیش کرے اسی کی بات تسلیم کی جائے گی۔

(۹) نکاح درست ہو جائے گا۔

(۱۰) شرائط نکاح میں عورت مرد کا عاقل ہونا، بالغ ہونا، دو گواہوں کا موجود ہونا، گواہوں کا مسلمان ہونا اور منکوحہ کی تعیین بھی ضروری ہے۔ ہندوستان میں دینار سکہ رائج الوقت نہیں، ایسا کہنا لغو ہے۔ جو روپیہ عام طور چلتا ہے وہی سکہ رائج الوقت ہے۔

(۱۱) سوال نمبر ا میں جو طریقہ لکھا ہے وہ صحیح و درست ہے۔ ایجاب وقبول کا بصیغۂ ماضی ہونا بہتر ہے۔ صیغۂ حال سے بھی نکاح ہو جائے گا۔ نکاح سے قبل خطبہ پڑھنا مستحب ہے۔ ایجاب وقبول کا ایک مجلس میں ہونا ضروری ہے۔ نکاح بذریعہ وکالت یا ولایت بھی صحیح ہے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۹ / فروری ۱۹۷۲ء

استفتاء ۲۳۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ان مسائل میں کہ:

(۱) بحالت حمل نکاح جائز ہے یا نہیں؟

(۲) اگر ناجائز تعلقات کی بنا پر حمل زید ہی سے قائم ہوا پھر زید نے بحالت حمل نکاح کرلیا آیا یہ نکاح ہوا یا نہیں؟

(۳) اگر بحالت حمل زید کا نکاح نہیں ہوا تو پھر وضع حمل اور اختتام نفاس کے بعد زید نکاح کرسکتا ہے یا نہیں؟

بینوا توجروا!

ڈبلو وزیر علی، کیوا اینڈ برادرس پینٹ سروس، محلہ گیوال بیگھہ، شہر گیا
۱۳ / ربیع الثانی ۹۰ھ

۹۲/۸۶ ء

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للحق للصواب ــــــــــ!

(۱) سوالات مذکورہ بالا میں بحالت حمل نکاح جائز نہیں، اس لئے کہ حالت حمل یا تو پہلے شوہر کے طلاق کے بعد ہوگا یا انتقال کے بعد اور موت وطلاق کی عدت وضع حمل کے بعد ہی ختم ہوگی تو عدت کے اندر دوسرے مرد سے نکاح صحیح وجائز نہیں ہوسکتا۔

(۲) اگر حمل زنا سے ہے تو زانیہ حاملہ سے زانی وغیر زانی دونوں کا نکاح جائز ہے۔ فرق یہ ہے کہ جس آدمی کے زنا سے حمل ہے

توزانی بعد نکاح اس حاملہ زانیہ سے وطی ومباشرت بھی کرسکتا ہے اور اگر غیر زانی نے زانیہ حاملہ سے نکاح کیا تو حالت حمل میں نکاح تو ہو جائے گا مگر چونکہ زنا غیر مرد نے کیا اور نکاح دوسرے سے ہوا تو ایسی حالت میں شوہر اس سے مباشرت یعنی وطی نہیں کرسکتا جب تک کہ وضع حمل نہ ہو جائے بچہ پیدا ہو جانے کے بعد اس سے وطی کرسکتا ہے۔

(۳) اگر زانیہ کا حمل زید ہی سے تھا تو بہر صورت اس سے نکاح ومباشرت جائز ہے بلکہ وضع حمل کے بعد تو ہر شخص جو اس سے نکاح کرنا چاہے، کرسکتا ہے۔ درمختار میں ہے: وصح نكاح حبلىٰ من الزنا حبلىٰ من غيره اى الزنا حتى تضع لثبوت نسبه۔ یعنی صحیح ہے نکاح حاملہ کا جس کا حمل زنا سے ہے زنا کے علاوہ حاملہ سے نکاح جائز نہیں۔ اس لئے کہ اس کا نسب ثابت ہے۔ وهو اعلم وعلمه جل مجده اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

استفتاء ۲۳۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

احمد کی نسبت سلمہ کے ساتھ اور محمود کی نسیمہ کے ساتھ طے پائی۔ لیکن ایجاب وقبول کراتے وقت غلطی سے پہلی بار احمد کے ساتھ سلمہ کے بجائے نسیمہ کا نام لے لیا لیکن فوراً ہی مولوی صاحب نے کہا کہ نسیمہ کا نہیں بلکہ سلمہ کا نکاح پڑھا رہا ہوں کیا تم اسے اپنی زوجیت میں قبول کرتے ہو؟ احمد نے قبول کرلیا۔
اب کچھ لوگ کہتے ہیں کہ احمد کا نکاح نسیمہ سے ہوا ہے سلمہ سے نہیں۔ ان لوگوں کا کہنا کہاں تک جائز ہے۔ ازروئے شرع تفصیل سے جواب مرحمت فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: مشتاق احمد، امیر منزل، بیل پاڑہ، مدھوپور

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ وهو الموفق للصواب ــــــــــ !

صورت مستفسرہ میں احمد کا نکاح سلمہ سے صحیح ودرست ہو گیا اس لئے کہ قاضی نے فوراً نسیمہ کے لئے ایجاب کو رد کرکے اور اپنی غلطی کا اظہار واقرار کرکے نسیمہ کی بجائے سلمہ کا نام لے کر ایجاب وقبول کرایا تو اب شک وشبہہ کی گنجائش باقی نہ رہی جو لوگ اس قسم کا شک وشبہہ ظاہر کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں ایسے کلمات کو بدل الغلط کہتے ہیں۔ وهو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۰/۷/۷۰ء

استفتاء ۲۳۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
زید کی لڑکی کی شادی ہوئی۔ تقریباً دو سال شوہر کے ساتھ رہی اس درمیان زید کا بڑا داماد اس لڑکی کو اپنے ہمراہ کلکتہ لے گیا۔ کلکتہ میں کچھ لوگوں نے لڑکی کے شوہر کو تلاش کر کے لڑکی کو اس کے حوالہ کر دیا۔ لڑکی شوہر کے ہمراہ ایک ڈیڑھ ماہ رہی۔ اس کے بعد لڑکی کو زید کے گھر پہونچا دیا۔ زید لڑکی کو لے کر اس کے گھر پہونچا آیا، لیکن لڑکے کے گھر والوں نے نہیں رکھا۔ لڑکی کو زید واپس لے آیا۔ اس اثناء میں لڑکی ایک دوسرے شخص کے ہمراہ فرار ہوگئی۔ دو تین دن کے بعد اسے پکڑ کر لائے۔ اب دو سال سے لڑکی زید کے گھر ہے۔ شوہر کا نہ کوئی پتہ ہے اور نہ ہی لڑکی کی اس کے شوہر کے گھر والے دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ اور لڑکی فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتی ہے۔ زید ہر اعتبار سے کمزور ہے۔ لہٰذا از روئے شرع حکم دیا جائے تا کہ لڑکی کی کوئی صورت کی جائے۔ فقط

المستفتی: عبد الغنی، ساکن سمری عالم پور، ڈاک خانہ، چھو نٹا، ضلع: مظفر پور
۲ر جمادی الآخر ۹۰ھ

۸۶/۹۲ ء

الجواب ـــــــــــــ وهو الموفق للصواب ـــــــــــــ !

صورت مستفسرہ میں لڑکی کو نکاح ثانی کرنے کی اجازت کسی طرح بھی نہیں دی جا سکتی جب تک کہ شوہر اسے طلاق نہ دے دے۔ غیر مطلقہ کا نکاح ناجائز و حرام ہے۔ لہٰذا شوہر کو راضی کر کے اس سے کسی طرح طلاق حاصل کی جائے یا شوہر اگر خلع کے لئے آمادہ ہو تو خلع کرایا جائے۔ اگر شوہر طلاق یا خلع کے لئے تیار نہ ہو تو پھر لڑکی کو اس کے حوالہ کر دیا جائے۔ اگر شوہر لا پتہ ہے جب بھی لڑکی کو دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں۔ مفقود الخبر ہونے کی بنا پر ابھی لڑکی کو مزید انتظار و تلاش کرنا ہوگا۔ مسلک امام مالک کے پیش نظر بھی، ابھی ۲ر چار سال اور انتظار کرنا ہوگا۔ اس کے بعد ہی کوئی صورت نکل سکتی ہے۔ وهو اعلم وعلمه جل مجدهٗ اتم واحکم۔

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۱۳ر اگست ۷۰ء

استفتاء ۲۳۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) زید نے اپنی لڑکی ہندہ کی شادی وہابی کے گھر میں کی ہے۔اس کے لئے شریعت کا حکم کیا ہے؟

(۲) زید کی ایک دوسری لڑکی ہے، اس کی شادی بھی وہابی کے لڑکے سے کرنے کے لئے اس نے بات چیت کی ہے اس کے لئے حکم شریعت کیا ہے؟

(۳) بستی کے لوگ زید کو منع کرتے ہیں، لیکن وہ نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ کیا وہ مسلمان نہیں؟ اب زید کے ساتھ بستی کے لوگوں کو کیا سلوک اور برتاؤ کرنا چاہیے جواب جلد مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: حافظ بابو جان، حسن پورہ، پوسٹ: دامودر پور، چمپارن

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــ !

فرقۂ وہابیہ گمراہ و بے دین ہے۔ یہ ۱۲۰۹ھ میں پیدا ہوا۔ اس فرقہ کا بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی تھا۔ اس نے حرمین شریفین میں مسلمانوں پر ایسے روح فرسا مظالم ڈھائے کہ الامان والحفیظ۔ اس کے عقائد باطلہ قرآن وحدیث کے خلاف ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں ایسے ناشائستہ وتوہین آمیز کلمات اپنی کتابوں میں لکھے ہیں جس کے پڑھنے اور سننے سے مسلمانوں کا ایمان لرز جاتا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ان کی خباثت قلبی کی بنا پر، علمائے اہلسنّت نے ان کو خارج اسلام لکھا۔ مسلمانوں کو سب سے زیادہ ایمان عزیز ہے۔ یہ ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں، اپنے جبہ ودستار سے لوگوں کو دام تزویر میں پھانستے ہیں اس لئے ان کے یہاں شادی بیاہ کرنا، ان سے سلام وکلام کرنا، میل جول رکھنا ناجائز وحرام ہے۔ ایاکم وایاھم لایضلونکم ولایفتنونکم، یعنی ان سے دور رہو اور اپنے سے ان کو دور رکھو، ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ تم کو فتنہ میں ڈال دیں اور گمراہ کر دیں۔ زید کو اس کی حقیقت اور اس کے بیہودہ کلمات سے آگاہ کریں کہ وہ ان سے رشتہ منقطع کر لے۔ اگر حقیقت معلوم ہونے پر بھی زید نہ مانے اور وہابی فرقہ کو اچھا جانے اور اس کے یہاں شادی بیاہ کرے، تو پھر مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سے قطعی طور پر قطع تعلق کر لیں اور زید کے ساتھ سلام وکلام، میل جول ترک کر دیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں سے دوستی کرنا ایمان اور مسلمان کی شان نہیں۔ وھو اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۷۱/۱/۸ء

استفتاء ۲۳۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ہندہ کو شوہر کے بھائی کا ناجائز حمل رہ گیا جس سے ناجائز بچہ پیدا ہوا۔ ایسی شکل میں ازروئے شرع فرمائیں کہ ہندہ کو اس کا شوہر رکھ سکتا ہے یا نہیں اور ہندہ اپنے شوہر کی منکوحہ رہی یا نہیں؟

المستفتی: صاحب جان میاں، موضع کمال پور، پوسٹ: بروراج، مظفر پور

۸۶/۹۲ ک

الجواب

ہندہ فعل حرام کی مرتکب ہوئی لہٰذا وہ سخت گنہ گار مستحق عذاب نار ہے۔ زنا کی وجہ سے نکاح باطل نہیں ہوا۔ نکاح، زنا کے بعد بھی باقی رہتا ہے۔ اب بھی ہندہ اپنے شوہر کی بیوی ہے۔ یہاں اسلامی حکومت نہیں کہ زانی وزانیہ کو سنگسار کیا جائے یا دُرّے لگائے جائیں۔ ہندہ اعلانیہ توبہ کرے اور اس کا شوہر اگر اسے رکھنا چاہتا ہے تو رکھ سکتا ہے۔ شرعاً کوئی ممانعت نہیں۔ یہ اس کی مرضی وخوشی پر موقوف ہے۔ وھو اعلم بالحق والصواب۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۷ مارچ ۱۹۷۱ء

استفتاء ۲۳۸

مسئلہ: علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں، کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ:
ہمارے اطراف کے لوگ اکثر وبیشتر اپنی لڑکیوں کی شادی میں عمر کا خیال نہیں رکھتے اور لڑکی کی شادی جس شخص سے کرتے ہیں اس سے یا اس کے گارجین سے روپیہ لیکر نکاح کر دیا کرتے ہیں۔ ایک شخص نے اپنی غریبی دکھلا کر تقریباً چار سو روپیہ لیکر عمر دراز شخص سے جس کی عمر ۴۵ سال سے زائد ہوگی۔ اپنی چھ سوا چھ سال کی بچی کا نکاح کر کے اسے رخصت کر دیا۔ بچی کو، اپنے ماں باپ کے یہاں کچھ کھانے پینے کی تکلیف تھی۔ آٹھ سال کی عمر تک یعنی شادی کے بعد، ڈیڑھ، پونے دو برس گزرنے تک وہ دو مرتبہ اپنے شوہر کے گھر آئی گئی اور کئی کئی روز تک وہاں ٹھہری۔ جب آٹھ برس کی ہوئی۔ اس وقت سے آج تک کہ لگ بھگ اٹھارہ برس عمر ہونے کو ہے پھر وہ لڑکی اپنے بوڑھے شوہر کے پاس نہ گئی اور نہ وہ بوڑھا

شوہراس کے پاس آیا۔ وہ لڑکی اپنے ایک رشتہ دار کے گھر، نابالغی سے بلوغیت میں آئی اور وہیں پرورش پاکر جوان ہوئی وہ ہنوز وہیں ہے، کام وغیرہ کرتی اور کھاتی پیتی ہے۔ اس کے رشتہ دار نے بہت کوشش کی کہ وہ شوہر کے پاس جائے اکثر لوگ بھی سمجھا کر تھک گئے۔ مگر لڑکی بوڑھے شوہر کے پاس جانا تو درکنار اس کو دیکھنا بھی نہیں چاہتی اور وہ بوڑھا شوہر بھی بوڑھے ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے لڑکی کو نہ تو لے جانے کے واسطے آتا ہے، نہ کسی کے ذریعہ کچھ خبر بھجواتا ہے۔ اور وہ لڑکی کو طلاق بھی نہیں دینا چاہتا ہے۔ ایسی حالت میں اب لڑکی کو اپنے رشتہ دار کے گھر رہ کر کسی دیگر جوان سے محبت ہوگئی ہے۔ لیکن ناجائز ہونے سے اس کے رشتہ دار نے روک رکھا ہے اس مسئلہ میں فتویٰ سے جو حکم صادر ہوگا عمل میں لایا جائے گا۔

المستفتی: دراب اللہ میاں، موضع الک جھاری جوت (رانی گنج)
ڈاکخانہ کھوڑی باڑی، ضلع دارجلنگ (بنگال)

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــ ھوالموفق للصواب ـــــــــ!

صورت مذکورہ میں نابالغہ لڑکی کا نکاح معمر وسن رسیدہ شخص سے منعقد ہوگیا لیکن اس طرح عمر کا لحاظ نہ کر کے شادی کرنے والا اور کرانے والا دونوں گنہگار ہوئے۔ باپ کو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ لڑکی کا انکار بالکل درست ہے۔ محلّہ کے لوگوں کو چاہیے کہ اس بوڑھے شوہر کو سمجھائیں۔ مسئلہ بتائیں اور خوف خدا دلائیں اور طلاق دینے پر مجبور کریں ورنہ اگر لڑکی کوئی غلط اقدام کرے گی اور گناہ کی مرتکب ہوگی تو اس کا سارا الزام اور ذمہ داری اس بوڑھے شوہر پر ہوگی جس نے لڑکی کی خواہشات وجذبات سے ناجائز فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ اگر شوہر طلاق دینے پر راضی نہ ہو تو محلّہ کے سربرآوردہ حضرات لڑکی کا خلع کرادیں اور اگر وہ کسی طرح طلاق یا خلع پر راضی نہ ہو تو لڑکی ایک استغاثہ دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ میں قاضی شرع کے پاس پیش کرے اس کے بعد دارالقضاء سے جو بھی مناسب صورت ہوگی اس پر عمل کیا جائے گا لیکن پہلے اس کے بوڑھے شوہر کو سمجھایا جائے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتـــــــــــــــــــــــــــــــبہ

۲۸/مارچ ۷۱ء

استفتاء ۲۳۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ میں کہ:
زید اپنے حقیقی برادر خورد بکر کے انتقال کے بعد، جب کہ عرصہ ہوگیا، بکر کی زوجہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا ازروئے شریعت، زید کا اپنے برادر خورد کی بیوی سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ براہ کرم جواب مرحمت فرمائیں۔
المستفتی: محبوب میاں، دھوبی ڈیہہ، پوسٹ کز ہر باری، گریڈیہہ، ہزاری باغ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــــ وھو الموفق للصواب ـــــــــــ!
صورت مذکورہ میں، اپنے چھوٹے حقیقی بھائی کے انتقال کے بعد، زید اس کی بیوی سے شادی کرسکتا ہے۔ جس طرح بڑے بھائی کی بیوی، (بھاوج) سے بھائی کے انتقال کے بعد، شادی جائز ہے، اسی طرح چھوٹے بھائی کی بیوی سے بھی شرعاً نکاح کرنا جائز ودرست ہے۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۶/۵/۷۱ء

استفتاء ۲۴۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین، مسائل میں کہ:
(۱) ہندہ بالغہ ہے اس کے والدین نے بغیر ہندہ کی اجازت کی زید سے شادی کردی۔ اب ہندہ زید کے پاس جانا نہیں چاہتی ہے۔ ہندہ بکر سے شادی کرنے کو تیار ہے۔ بکر بھی تیار ہے۔ یہ درست ہے یا نہیں؟
(۲) نکاح کے وقت قاضی صاحب نے بکر کو ہندہ سے اجازت لینے کو بھیجا۔ بکر نے جب ہندہ سے اجازت مانگی تو ہندہ رونے لگی اور کچھ نہ کہا بکر نے آ کر قاضی صاحب سے سچی ہی بات بتادی، قاضی صاحب نے نکاح پڑھادیا یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟ واضح رہے کہ ہندہ بالغہ ہے اور تعلیم یافتہ ہے۔
(۳) فاسق وفاجر اگر نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت لینے جائے تو اس کی گواہی پر نکاح درست ہوگا یا نہیں؟ مدلل جواب دیں گے۔

المستفتی: عبدالصمد قادری سکندر علی، سون برسا، مظفر پور

۸۶/۹۴ھ

الجواب ـــــــــ وهو الموفق للحق والصواب ـــــــــ !

(۱) صورت مذکورہ بالا میں باپ ولی جابر ہے۔ اس کے کیے ہوئے نکاح کو ہندہ فسخ نہیں کر سکتی۔ ہاں! ہندہ اگر بالغہ ہے اور اس کو نکاح کی خبر قبل سے نہ تھی اور باپ نے غیر کفو میں اس کی شادی کر دی تو جس وقت ہندہ کو خبر ملی، فوراً اس کو انکار کا حق تھا۔ حدیث شریف میں ہے: والبکر رضاها صماتها۔ یعنی بکر کو جب نکاح کی خبر ملی اور وہ چپ رہی تو یہ اس کی رضا کی دلیل ہے۔ لہٰذا بکر سے ہندہ کا شادی کرنا درست نہ ہوگا۔ اگر چہ قرآن حکیم نے عاقلہ بالغہ کو اختیار دیا ہے۔ قولہ تعالیٰ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْ اَنْفُسِهِنَّ مِنْ مَّعْرُوْفٍ (سورہ بقرہ: ۲۴۰) ''تو تم پر اس کا مواخذہ نہیں جو انہوں نے اپنے معاملہ میں مناسب طور پر کیا۔ (ترجمہ کنز الایمان) اور صحیح مسلم شریف کی حدیث اس کی موید ہے۔ الایم احق بنفسها، ''بالغہ اپنے نفس کی زیادہ حقدار ہے۔'' مگر یہ اس صورت میں ہے جب کہ بالغہ اپنی طبیعت سے کفو میں نکاح کرے اور جب باپ نے شادی کر دی تو خبر پا کر خاموش رہنے سے حق فسخ ساقط ہو گیا۔ اگر باپ بد تدبیر یا مست یا فاسق ہے تو لڑکی کو فسخ کا اختیار ہوگا۔

(۲) اگر ہندہ بوقت اذن بغیر آواز کے روئی تو یہ اس کی اجازت سمجھی جائے گی اور اگر آواز سے روئی تو نہ اذن سمجھا جائے گا نہ رد۔ او تبسمت او بکت بلاصوت، فلو بصوت لم یکن اذناً ولا ردحتی لو رضیت بعدهٗ انعقد، کذافی المعراج ـ ''اگر بوقت اجازت ہنسی یا بلا آواز روئی (تو یہ اذن ہے) اور اگر آواز کے ساتھ روئی تو یہ نہ اجازت ہے اور نہ رد۔ اگر اس کے بعد راضی ہو گئی تو نکاح منعقد ہو گیا۔ ایسے ہی ''معراج'' میں ہے۔'' قاضی صاحب کو چاہیے تھا کہ جب ہندہ عاقلہ بالغہ تھی تو خود اس سے اجازت لے کر نکاح پڑھاتے لیکن انہوں نے بکر کو بھیجا اور اس کے بیان پر نکاح پڑھایا تو نکاح ہو گیا لیکن آہستہ آہستہ رونے میں تو ہندہ کو فسخ کا اختیار نہیں اور اگر آواز سے روئی تو بعد نکاح حق فسخ حاصل ہے وہ بھی اُسی وقت کچھ دنوں کے بعد اگر کسی اور عذر کی بنا پر وہ نکاح رد کرنا چاہتی ہے تو یہ جائز نہیں۔

(۳) محض فاسق و فاجر کے اس کہنے پر کہ ہندہ نے نکاح کی اجازت دے دی، نکاح درست نہ ہوگا اس لئے کہ بوجہ فسق و فجور وہ مردود الشہادۃ ہے۔ ہاں! اگر اس کے ساتھ اور لوگوں نے بھی شہادت دی یا اذن دیتے وقت اور لوگ موجود تھے تو ایسی صورت میں نکاح منعقد ہو جائے گا اور اس کے جواز میں کلام نہیں۔ وهو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۲۲/۵/۷۱ء

استفتاء ۲۴۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس باب میں کہ:

(۱) سوتیلی خالہ سے نکاح جائز ہے یا نہیں؟ جب کہ وہ حقیقی نانا ہی کی اولاد ہے۔ ازراہِ کرم حنفی مسلک کے تحت جواب دے کر ممنون فرمائیں۔

المستفتی: سید نیاز الدین، اسلام پور، پٹنہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ وھو الموفق والصواب ـــــــــ !

(۱) صورت مسئولہ میں، خالہ جب حقیقی نانا ہی کی لڑکی ہے تو اس سے نکاح جائز نہیں۔ **وھو اعلم**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۹/۵/۷۱ء

استفتاء ۲۴۲

مسئلہ: معظمی ومحترمی اعلیٰ مرتبت حضرت قبلہ جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک صاحب اپنے لڑکے کا رشتہ کر رہے ہیں، مگر لڑکی پھوپھی زاد بہن کی لڑکی ہے یعنی لڑکے کی رشتہ میں بھانجی ہوئی اور یہاں مسئلہ صاف نہ ہونے کی وجہ سے روک دیا گیا ہے تو اس کے بارے میں فرما دیجئے۔ اسی انتظار میں، ابھی لڑکے والے کو روکا گیا ہے۔ حضور سے التجا ہے کہ جلد سے جلد جواب عنایت فرما دیں، تاخیر نہ ہو۔

المستفتی: ڈرائیور محمد یونس صاحب، مقام گول پاڑہ، ڈاک خانہ: رام گڑھ کینٹ، ضلع ہزاری باغ

۱۱/مارچ ۷۲ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ وھو الموفق للصواب ـــــــــ !

صورت مسئولہ میں پھوپھی زاد بہن کی لڑکی سے نکاح شرعاً جائز ودرست ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاُحِلَّ لَکُمْ مَاوَرَاءَ ذٰلِکُمْ. "اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔" (کنز الایمان) وَھُوَ تَعَالٰی اَعْلَمُ!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۰/۵/۷۲ء

استفتاء ۲۴۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
زید کی بیوی نے اپنے شوہر پر غیر لڑکی سے الزام لگایا کہ ہمارا شوہر فلاں عورت کے ساتھ رہتا ہے جس کی عمر ۲۲ سال ہے۔ اس کے بعد بستی کے خاص لوگوں نے زید کی بیوی سے پوچھا کہ "حقیقت میں بات کیا ہے؟" تو وہ بولی کہ "مجھے اپنے شوہر سے کچھ جھگڑا تھا، اس وجہ سے اور دوسرے آدمی کے کہنے سے جھوٹا الزام لگایا تا کہ شوہر ہم سے راضی رہے۔" زید کی عمر تقریباً ساٹھ سال ہے اور زید صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے۔ پھر زید سے بستی کے لوگوں نے سچی بات پوچھی کہ "حقیقت کیا ہے؟" تو زید نے قسم کھا کر کہا کہ "یہ بات بالکل غلط ہے۔" اس کے بعد زید نے اسی لڑکی سے اپنے لڑکے کا عقد کرادیا۔ اب بستی میں 'پارٹی' چل رہی ہے۔ غیر پارٹی والے کہتے ہیں کہ "یہ نکاح ناجائز ہوا۔" اور آپس میں یہ بھی کہتے ہیں کہ "جعلی گواہ رکھ کر فتویٰ لکھو، کہ کیا جواب آتا ہے؟" اور یہ بھی کہتے ہیں کہ "دشمن کو ناجائز طریقے سے زیر کرنا چاہیے۔" لہٰذا علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ جلد جواب دیں۔ بینوا وتوجروا!

المستفتی: محمد عزیز انصاری، بسری، پلاموں

۹۲/۸۶ ے

الجواب ــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ــــــ!

صورت مستفسرہ میں جب زید کی بیوی نے زنا کی تہمت لگائی، پھر جھوٹ کا اقرار بھی کیا تو زید مجرم نہیں۔ علاوہ ازیں خود زید نے قسم کھا کر، اپنی برأت وصفائی پیش کی۔ لہٰذا جب کہ زید صوم وصلوٰۃ کا پابند ہے تو بلاشبہ اس کی قسم کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور شرعاً زید کو مجرم کہنا گناہ ہوگا۔ جب زید کی برأت ثابت ہوگئی تو ایسی صورت میں جب زید نے اس لڑکی سے اپنے لڑکے کی شادی کردی تو شرعاً یہ شادی جائز ہوئی۔ ہاں جب زنا کا ثبوت، شہادت شرعی یا اقرار مجرم سے ہو جاتا تو شادی ناجائز ہوتی۔ جب ارتکاب معصیت کا ثبوت نہیں تو شادی کے عدم جواز کا فتویٰ دینا گناہ ہے۔ وھو اعلم!

کتبہ: محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۷۲/۱/۷ء

استفتاء ۲۴۴

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے متعلق کہ:
زید اور ہندہ کی شادی ہوئی ان دونوں سے تین اولا د ہوئی زید کا انتقال ہو گیا۔ اب ہندہ نکاح ثانی جناب بکر سے کرنا چاہتی ہے لیکن بکر کی بہن ہے جو ہندہ کے ایک لڑکے سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ بکر کی بہن کا نکاح ہندہ کے لڑکے کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ جب کہ بکر ہندہ سے نکاح کر چکا ہے۔ از راہِ کرم اِس کا جواب بحوالۂ کتب معتبرہ عنایت فرما کر شکر گزار کریں۔

المستفتی: محمد منیر الدین، مقام ہری پال ڈیہہ، پوسٹ: گرُ دا، وایہ: رانگاڈیہہ، پورولیہ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــ !

صورت مستفسرہ میں بکر کی بہن کا نکاح ہندہ کے لڑکے سے جائز ہوگا۔ لعدم الموانع ۔ "ممانعت نہ ہونے کی وجہ سے" قرآن حکیم میں ہے: وَاُحِلَّ لَکُمْ مَاوَرَاءَ ذَالِکُمْ۔ "اور ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔" وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۶/۷/۷۲ء

استفتاء ۲۴۵

مسئلہ : علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ میرے اپنے چچا صاحب کا لڑکا اور میری لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ از روئے شرع اطلاع کریں۔

المستفتی: ولی محمد، پیش امام جامع مسجد، سودیڈیہہ، پوسٹ: بھُچوا، ضلع دھنباد، بہار

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــ !

چچا کے لڑکے سے، اپنی لڑکی کی شادی شرعاً جائز و درست ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاُحِلَّ لَکُمْ مَاوَرَاءَ ذَالِکُمْ. "ان کے سوا جو رہیں وہ تمہیں حلال ہیں۔" (کنز الایمان) وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۸/۸/۷۲ء

استفتاء ۲۴۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ایک شخص نے شادی کی اور اس کے چار بچے ہیں۔ کچھ دنوں سے اُس نے ایک لڑکی سے، ناجائز تعلقات قائم کر رکھا ہے اور اسے چار ماہ کا حمل بھی ٹھہر گیا ہے۔ جب لوگوں نے اُس لڑکے کو ناجائز حرکت کرتے ہوئے پکڑا تو اس لڑکے نے اس سے عقد کرلیا اس حالت میں جب کہ اُسے چار مہینے کا حمل تھا۔ کیا اس کا عقد کرلینا جائز ہوا؟ نکاح کے بعد پہلی بیوی کو اس نے گھر سے نکال دیا۔ مہربانی فرما کر اس کا کتب دینیہ سے جواب دیں کہ اب اُس لڑکے کے ساتھ کیا کیا جائے؟ فقط والسلام

المستفتی: غلام شاہد فدائی، لوہردگا، رانچی (بہار)

۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــــ !

صورت مسئولہ میں اگر اس لڑکی کو شخص مذکور ہی سے ناجائز چار ماہ کا حمل تھا اور پکڑے جانے پر اس شخص نے حاملہ لڑکی سے شادی کرلی تو یہ نکاح شرعاً جائز ہوا اور وہ شخص شادی کے بعد اس لڑکی سے مجامعت بھی کرسکتا ہے۔ اور اگر وہ لڑکی شادی شدہ ہے اور شوہر موجود ہے تو نکاح ناجائز وحرام ہوگا۔ جاز النکاح حبلی من زنا. ''حاملہ بالزنا سے نکاح جائز ہے۔'' نکاح کے بعد جو اس نے پہلی بیوی کو گھر سے نکال دیا اس بنا پر وہ سخت گنہگار اور لائق تعزیر ہے۔ اگر اس کو رکھنا نہیں چاہتا ہے، تو اس کا دین مہر دے کر اُسے بذریعہ طلاق اپنی زوجیت سے خارج کردے۔ اگر وہ ایسا نہیں کرتا ہے تو بستی کے لوگوں کو چاہیے کہ ان دونوں کے درمیان مصالحت کرادیں۔ اگر وہ ان دونوں ہی صورتوں میں سے کسی پر عمل نہ کرے تو عام مسلمانوں کو اس سے سلام وکلام، میل جول ترک کردینا چاہیے۔ وھو اعلم بالصواب!

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

استفتاء ۲۴۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
مسماۃ جاناں اور مسمی یار محمد ان دونوں میاں بیوی کا آپس میں جھگڑا تھا اور اسی جھگڑے کی وجہ سے، وہ اپنے والدین (ماں باپ) کے گھر ہی رہتی تھی۔ آخر کار، یار محمد نے اپنی منکوحہ جاناں کو طلاق دے دی۔ یار محمد نے جب طلاق دی ہے تو جاناں حالتِ حیض میں تھی۔ اس حیض کے بعد، دو حیض اور آئے۔ اس

دو ماہ کے بعد جاناں نے فیض محمد سے ساز باز کرلیا۔ یہاں تک کہ جاناں، بغیر نکاح فیض محمد سے ہمبستر ہوگئی اور اس سے جاناں کو حمل بھی قرار پا گیا۔ اس کے بعد تین مہینہ، دس دن گزار کر، جاناں نے فیض محمد سے نکاح کرلیا۔ یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ براہ کرم جواب مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: فیض محمد معرفت حافظ محمود عالم، محلہ چھیپان، بیکانیر، راجستھان

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــ اللّٰھم ھدایة الحق والصواب ـــــــ !

صورتِ مذکورہ میں حالت حیض میں طلاق دینے کی بنا پر یار محمد گنہگار ہوا، اس کو عدت کے اندر رجعت کرلینی چاہیے۔ لیکن جب دو حیض آنے کے بعد اثنائے عدت میں جاناں نے فعل حرام کا ارتکاب کیا جس سے حمل بھی قرار پا چکا تو اَب عدت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر اُس زانی سے جاناں نے نکاح کرلیا، ایسی صورت میں دونوں گنہگار ہوئے۔ لیکن نکاح درست ہوا، اس لئے کہ زانی کا نکاح زانیہ حاملہ سے، اگر اسی زانی کا حمل ہے تو جائز و درست ہے۔ صح نکاح الحبلیٰ من زنا. "حاملہ بالزنا سے نکاح جائز ہے۔" وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۴/۳/۲۳ھ

استفتاء ۲۴۸

مسئلہ: محترم المقام جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمة اللّٰہ وبرکاتہٗ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مندرجہ ذیل مسئلوں میں:

(۱) جناب مولوی محمد حسین صاحب نے جناب محمد سلیمان صاحب کی لڑکی ستارہ بیگم (محلہ چوتھائی کلھی، جھریا) کا ایجاب وقبول مندرجہ ذیل الفاظ میں کرایا۔

پہلا ایجاب: ستارہ بیگم بنت محمد سلیمان صاحب کا نکاح بعوض ۲۵۰۰ سکہ رائج الوقت دو دینار سُرخ، علاوہ نان ونفقہ کے آپ کے ساتھ کیا جاتا ہے، آپ کو قبول ہے؟

دوسرا ایجاب: ستارہ بیگم بنت محمد سلیمان کا نکاح بعوض ۲۵۰۰ سکۂ رائج الوقت دو دینار سُرخ علاوہ نان ونفقہ آپ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ آپ کو قبول ہے؟

تیسرا ایجاب: بنت محمد سلیمان، ستارہ بیگم کا نکاح بعوض ۲۵۰۰ سکۂ رائج الوقت دو دینار سرخ علاوہ نان ونفقہ کے، آپ کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ آپ کو قبول ہے؟

ایجاب ہوا اور لڑکے نے تینوں بار جواب دیا "قبول کیا" یہ واضح رہے کہ اس محلہ کے سابق نکاح خواں مولوی جناب فضل حق صاحب ایجاب وقبول کے وقت وہاں موجود تھے۔ دوسرے دن مولوی فضل حق نے یہ پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ "نکاح ہوا نہیں، نکاح لڑکی کے باپ کے ساتھ ہوگیا" جس سے محلہ والوں اور معززین شہر کو بڑی تشویش ہوئی۔ چنانچہ چوتھے دن محلہ والے نے شہر کے معززین کو بلایا جس میں جھریا جامع مسجد کے امام جناب عبدالرحمٰن صاحب مونگیری بھی تھے۔ **النكاح ينعقد بالايجاب والقبول بلفظين يعبر بهما عن الماضي لان الصيغه وان كانت للاخبار وضعافقد جعلت للانشاء شرعا فعادللحاجة وينعقد بلفظين يعبر باحدهماعن الماضي وبالاخرعن المستقبل مثل ان يقول زوجني فيقول زوجتك** ۔ "نکاح ایجاب وقبول کے ایسے دولفظ سے منعقد ہوجاتا ہے جس کو ماضی سے تعبیر کیا گیا ہو اگرچہ صیغہ ماضی اخبار کے لئے وضع کیا گیا ہے مگر شرعاً انشاء کے لئے بنادیا گیا ہے حاجت کو دفع کرنے کے لئے۔ اور نکاح ایسے دولفظوں سے بھی منعقد ہوجاتا ہے جن میں سے ایک کو ماضی اور دوسرے کو مستقبل کے لئے تعبیر کیا گیا ہو۔ مثلاً مرد کہے مجھ سے شادی کرلو تو عورت کہے میں نے تجھ سے شادی کی۔" ہدایہ کی مندرجہ بالا عبارت کی وجہ سے امام جامع مسجد، جھریا نے، چوتھے دن دوبارہ نکاح کردیا، کیا دوبارہ نکاح کرنا درست ہے؟ جواب مدلل عنایت فرمائیں۔ عین نوازش ہوگی۔

(۲) سابق نکاح خواں مولوی فضل حق کا یہ کہنا ہے کہ "نکاح ہوا نہیں، نکاح لڑکی کے باپ کے ساتھ ہوگیا۔" کیا یہ درست ہے؟

(۳) دوسرے نکاح کی حیثیت از روئے شرع کیا ہوگی؟

(۴) سابق نکاح خواں جناب مولوی فضل حق صاحب اور نکاح ہذا کے پڑھانے والے مولوی جناب عبدالرحمٰن صاحب مونگیری کے ساتھ شرعی نقطۂ نظر سے کس طرح کے تعلقات رکھے جائیں؟

(۵) نکاح اوّل کے بعد، میاں بیوی کے درمیان جوازدواجی تعلق دوتین دن تک قائم رہے، اُس کا کیا حکم ہوگا؟ بینوا توجروا!

المستفتی: مہدی حسن خاں، حبیب الرحمٰن خاں، چوتھی کلی، جھریا، دھنباد

۷۳/۹/۱۲ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــ بعون الملك الوهاب ــــــ!

(۱) صورت مذکورہ میں، نکاح درست ہوا۔ درمختار میں ہے: **وينعقد ايضا بما اى بلفظين وضع احدهما للماضي والأخر للاستقبال اوللحال فالاول الامر كزوجني اوزوجيني او كوني امراتي.** "اور نکاح ایسے دولفظوں سے

بھی منعقد ہو جاتا ہے جن میں اسے ایک ماضی اور دوسرا استقبال یا حال کے لئے وضع کیا گیا ہو پہلے سے مراد امر ہے جیسے تو مجھ سے شادی کرلے یا میری بیوی ہو جا۔'' آگے لکھا ہے: والثانی المضارع المبدأ بهمزة اوبنون اوبتاء كزوجينى نفسك اذالم ينو الاستقبال یعنی بصیغۂ مضارع بھی جو مصدر بہمزہ یا مصدر بتاء یا مصدر بنون ہو نکاح منعقد ہو جائے گا بشرطیکہ متکلم اُس سے معنی استقبال کا ارادہ نہ کرے بلکہ معنی حال مُراد لے۔ لہٰذا جواز نکاح میں کوئی کلام نہیں۔ فعل ماضی کے الفاظ سے تحقق ویقین پیدا ہوتا ہے۔ ہدایہ کی عبارت عدمِ جوازِ نکاح پر دلالت نہیں کرتی۔

(۲) سابق نکاح خواں کا قول، نا قابل توجہ شرعاً غلط ہے۔ قائل گنہگار ہوا۔

(۳) تکرار نکاح میں شرعاً گناہ وقباحت نہیں۔ انعقاد نکاح میں شک وشبہہ ہو یا بغیر شبہ بھی اگر تجدید نکاح کرلیا تو جائز ہے۔

(۴) سابق نکاح خواں نے نہ معلوم کس بنا پر ایسا فتویٰ دیا۔ ممکن ہے قاضی ثانی سے اُن کو ذاتی مخاصمت ہو ورنہ یہ کہنا کہ ''لڑکی کے باپ سے نکاح ہوا انتہائی جہالت ہے۔ پھر جب کہ بوقتِ نکاح سابق نکاح خواں خود موجود تھے۔ اگر اُن کی موجودگی میں، خلافِ شرع فعل کیا گیا تو اُصولاً ان کو منع کرنا ضروری تھا بہر حال اُن کو یہ کہنا جائز نہ تھا اور دوسرے نکاح خواں نے جو تجدید نکاح کرایا یہ فعل بر بنائے شک وشبہہ ہوا۔ لہٰذا شرعاً جائز اور افضل کہ اس سے نکاح میں شک وشبہ باقی نہ رہا۔

(۵) چونکہ نکاح اوّل شرعاً جائز ودرست ہوا۔ اس لئے زن وشو میں جواز دواجی تعلقات رہے وہ بالکل جائز ودرست ہے۔
وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

استفتاء ۲۴۹

مسئلہ: محترمی! جناب قاضی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار، سلطان گنج پٹنہ
گزارش ہے کہ درج ذیل مسئلہ کے بارے میں، اپنی گرانقدر رائے سے نوازیں۔
کلکتہ کے ایک شخص نے شادی کی اور اس کو بائیس اولادیں ہوئیں تو لوگوں نے یہ فتویٰ دیا کہ بائیس اولاد کے بعد نکاح جاتا رہتا ہے۔ لہٰذا دوبارہ نکاح کرنا ہوگا چنانچہ لوگوں نے اس کی دوبارہ شادی کرائی اور باضابطہ طعام ولیمہ کا اہتمام ہوا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا یہ جائز ہے اور کیا ایسی صورت میں دوبارہ نکاح کرنا فرض ہے؟ اگر ہاں! تو مجھے خبر کریں اور اگر نہیں تو آپ اپنے باوثوق ذرائع سے اس طرح کی باتوں کو مشتہر ہونے سے روکیں، یہ شرع اور سماج دونوں ہی کے لئے ناسور ہے۔ والسلام

المستفتی: ولی عالم، لیدر مرچنٹ، پچھم دروازہ، پٹنہ سیٹی
۲۰/ رمضان المبارک ۹۳ھ

۸۶/۹۲ھ

الجواب

جو شخص کہتا ہے کہ بائیس اولادوں کے بعد، تجدید نکاح ضروری ہے وہ جاہل، نادان، اور مسائل شرعیہ سے قطعی نابلد وناواقف ہے۔ وہ شریعت پر افترا باندھتا ہے۔ بائیس کیا اگر بالفرض سینکڑوں اولادیں ہو جائیں جب بھی نکاح میں کوئی نقص وخرابی نہیں آتی۔ جاہل قائل کو ایسی لایعنی باتوں سے توبہ کرنا چاہیے۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۹/۱۰/۷۳ء

استفتاء ۲۵۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) ایک شخص نے لڑکی سے جا کر پوچھا کہ آپ کا دین مہر کیا ہے؟ لڑکی اپنا دین مہر ۵۰۰ روپئے دو دینار بولی۔ اس شخص نے دین مہر کے علاوہ آگے پیچھے کچھ نہ پوچھا کہ نکاح پڑھانے کا وکیل ہمیں یا فلاں صاحب کو بناتی ہو۔ اور پوچھنے والے نے مجلس میں آکر قاضی سے کہا کہ لڑکی دین مہر ۵۰۰ روپئے دو د ار بولی ہے، آپ نکاح پڑھا دیں۔ یا قاضی نے اس سے پوچھا اور اس نے مذکورہ کلمات کہا اور قاضی صاحب نے ایجاب وقبول کرا دیا۔ لڑکی سے بغیر اجازت صرف اس شخص سے دین مہر پوچھ کر تو یہ نکاح صحیح ہوا یا نہیں؟

(۲) عدت تو دو ہے۔ ایک جب تک حمل والی عورت کو بچہ پیدا نہ ہو جائے دوسری وہ جس کو تین حیض نہ آ جائے۔ لیکن بعض عورتیں ایسی ہیں کہ سال بھر تک حیض بند رہتا ہے تو اس کی عدت کب پوری ہوگی؟ بعض عورتوں کو ۶-۷-۸ مہینے تک حیض نہیں آتا۔

(۳) ایک مجلس میں تین یا چار نوشے ہیں تو چاروں کے سامنے ہو ہو کر چار بار خطبہ پڑھنا ضروری ہے یا چاروں کے بیچ میں ہو کر ایک بار پڑھ دینا کافی ہے؟

المستفتی: عبد القدوس، مدرس مدرسہ سراج ملت، مخذوا، گڑھوا
۱۸-۲-۷۶ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــ

(۱) اگرلڑکی عاقلہ بالغہ ہے اوراس کی اجازت کے بغیرنکاح پڑھادیا گیا تو یہ نکاح فضولی ہوگا اورلڑکی کی اجازت پرموقوف ہوگا۔اگرلڑکی چاہےتوانکارکرسکتی ہےاورچاہےتوجائزقراردےسکتی ہے۔

قرآن حکیم میں ہے: وَالّٰٓئِیْ یَئِسْنَ مِنَ الْمَحِیْضِ مِنْ نِّسَآئِکُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُھُنَّ ثَلٰثَۃُ اَشْھُرٍ وَّالّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُھُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَھُنَّ. اورتمہاری عورتوں میں جوحیض سےناامیدہوگئیں اگرتم کو کچھ شک ہوتوان کی عدت تین ماہ ہےاوران کی بھی جنہیں ابھی حیض نہیں آیااورحمل والی کی عدت وضع حمل ہے۔

(۲) اگرعورت کوپہلےحیض آچکاہےاوراب نہیں آتاہےحالانکہ وہ ابھی سن ایاس کونہیں پہنچی ہے(یعنی حیض نہ ہونے کی عمرنہیں ہے)تواس کی عدت حیض ہی سے پوری ہوگی۔جب تک تین حیض نہ آجائے عدت پوری نہ ہوگی۔اگرسن ایاس کوپہنچ چکی ہےتوعدت تین ماہ قراردی جائے گی۔

(۳) ایک ہی بارسکھوں کےسامنےخطبہ پڑھ دیناکافی ہوگا۔وھواعلم.

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی،خادم دارالافتاء،ادارۂ شرعیہ بہار،پٹنہ

کـــــــــــــــــــــــــــــــــتبہ

۲۶-۲-۷۵ء

استفتاء ۲۵۱

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

(۱) نابالغ زیدکی شادی نابالغہ ہندہ سےہوئی تھی۔زیدکےوالدرخصتی سےقبل انتقال کرچکے تھے۔اسی اثنامیں زیدکی ماں نےاپنےہونےوالےسمدھی سےعقدکرلیااوراس سےایک بچی بھی موجودہے۔اس واقعہ سےبرہم ہوکرزیداپنی بیوی سےالگ تھلگ ہے۔حالانکہ یہ دونوں اب بالغ ہوچکےہیں مگرزیدہندہ کواپنےگھرنہیں لےجاتاہے۔ہندہ اپنےگھرپرہے۔کئی بارپنچایت بھی ہوئی مگرزیدبرابریہی کہتاہےکہ وہ میری بہن ہوگئی اب کسی طرح بیوی نہیں رہی۔لہٰذااب والدین جوچاہیں کریں۔جب لوگوں نےطلاق دینےکوکہاتوزیدیہ کہتاہےکہ جب میری ماں نےمیرےسسرسےشادی کرلی تواب وہ میری بہن ہوگئی اس لئےطلاق کاکیاسوال۔نہ وہ پہلےبیوی تھی نہ اب ہے۔حضوروالاسےگذارش ہےکہ جلدازجلدازروئےشرع جواب عنایت فرماکرمشکورہوں۔

(۲) دینار کا وزن کیا ہے اور دینار و دینار سرخ میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟

المستفتی: وارث علی معرفت پیش امام صاحب، لائن مسجد، گریڈیہہ

۹۲/۸۶ ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

(۱) زید کی والدہ کا سمدھی سے شادی کر لینے سے زید اور اس کی بیوی کے نکاح میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔ زید پر حقوق زوجیت اور اس کے نان و نفقہ کی ادائیگی ضروری ہے۔ زید اگر اپنی بیوی کو نہیں رکھنا چاہتا ہے تو اسے طلاق دے کر الگ کر دے۔

(۲) دینار کا وزن تقریباً آٹھ آنے سے زیادہ ہوتا ہے جواب نایاب ہے۔ نہ ہندوستان میں رائج ہے نہ کسی دوسرے ممالک میں۔ دینار سرخ کا سونا چونکہ بہت عمدہ ہوتا ہے اس لئے اس کی قیمت دینار سے زیادہ ہوتی ہے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبــــــــــہ

۱۶-۱-۷۵ء

استفتاء ۲۵۲

مسئلہ: جناب مفتی صاحب، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ!

عرض یہ ہے کہ میرا شوہر آس محمد ولد عبد الغفور، محلہ و پوسٹ کوشٹیا، ضلع پنا، مشرقی پاکستان (بنگلہ دیش) میں مارچ ۱۹۷۱ء کے فساد کے موقع پر شہید ہو گئے۔ میں اور میری والدہ مع آٹھ بہنیں کسی طرح جان بچا کر قریش محلہ آسنسول اپنے رشتہ دار کے یہاں آ گئی ہوں۔ بڑی مشکل سے زندگی گزر رہی ہے۔ ایسی حالت میں دوسرا نکاح کر سکتی ہوں یا نہیں؟ یا شوہر کے انتقال کا سوگ کچھ دن اور کروں۔ اس فساد کے موقع پر والد اور بھائی بھی شہید ہو گئے ہیں۔

المستفتی: تارہ خاتون بنت محمد یٰسین مرحوم
۳۰-۷-۷۵ء

۹۲/۸۶ ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

بر تقدیر صدق سوال اگر واقعی آپ کے شوہر مشرقی پاکستان کے فساد کے موقع پر شہید ہو گئے تو اب دوسری شادی کر سکتی ہیں۔ مزید سوگ منانے کی ضرورت نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبــــــــــہ

۲-۸-۷۵ء

استفتاء ۲۵۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ذیل کے مسئلہ میں

زید تقریباً ۱۳-۱۴ سال قبل اپنے ہی گاؤں میں گیارہ سو روپے دین مہر میں نیچے دی ہوئی شرطوں کے ساتھ زینب سے نکاح کیا۔ مگر ۳-۴ سال بعد ہی سے تمام شرطوں کے خلاف سلوک کرتا رہا۔ نہ ہی کھانا دیتا تھا اور نہ ہی پہننے کا کپڑا ضرورت کے تمام سامان زینب کو میکہ سے ملتے رہے۔ حالانکہ زید صاحب جائیداد تھا آخر میں اپنی زمین فروخت کر کے روزگار کی تلاش میں جمشید پور چلا گیا۔ زینب کو بھی وہاں پہنچا دیا گیا۔ زید وہاں بھی زینب کو ہر طرح کی تکلیف دیتا رہا۔ کام پر جانے کو مجبور کرتا رہا اور زینب اعتراض کرتی رہی۔ اس نوک جھونک میں دو مہینہ گزر گیا۔ آخر کار زینب کو راضی خوشی اس کے میکہ بھیج دیا اور دھوکہ دیکر کلثوم سے شادی کر لیا۔ زینب دو بچوں کی ماں ہے اور آج چھ مہینہ سے میکہ میں ہے۔ زید کہتا ہے زینب کو طلاق بھی نہیں دوں گا اور لاؤں گا بھی نہیں۔ اس درمیان دوسری عورت کے ذریعہ حیلہ بہانہ بنا کر کے اپنے دونوں بچوں کو بھی بلا لیا۔ حالانکہ بچے ابھی چھوٹے چھوٹے ہیں۔ ادھر بغیر بچہ کے ماں رو دھو رہی ہے۔ براہ کرم مندرجہ ذیل شرائط کے پیش نظر سوالوں کے جوابات دے کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

شرطیں یہ ہیں ــــ

(۱) میں بیوی موصوفہ کو قرآن و حدیث کے مطابق نماز روزہ وغیرہ کی تعلیم دوں گا اور دلواؤں گا اور پردہ پوشیدہ کے ساتھ رکھ کر کھانا کپڑا دوں گا۔ ایسا نہیں کروں گا جس سے بیوی موصوفہ کی توہین ہو۔ اگر کروں یا میرے گھر والے میں سے کوئی کرے تو اس وقت بیوی موصوفہ اپنے میکہ میں رہ کر یا کسی رشتہ دار کے یہاں رہ کر شریفوں کی طرح مجھ سے کھانا کپڑا کے لئے خرچ لے سکتی ہے۔ آئندہ اس بارے میں کسی قسم کا عذر نہیں کروں گا۔

(۲) اچھی نہ ہونیوالی کسی بھی بیماری کے علاوہ بیوی موصوفہ کی بلا اجازت دوسری شادی نہیں کروں گا۔ اگر کروں تو اس بیوی کو طلاق دینا یا نہ دینا پہلی بیوی کو اختیار رہے گا۔

(۳) شادی یا غمی میں بیوی موصوفہ اپنے میکہ یا کسی رشتہ دار کے یہاں جانے کا خیال ظاہر کرنے سے بلا عذر پہنچا دوں گا اور لے آؤں گا۔

(۴) اگر نوکری کے لئے غیر ملک جانا ہوا تو بیوی موصوفہ کے لئے کھانا کپڑا کا بندوست کر کے جاؤں گا اور جب تک غیر ملک میں رہوں گا کھانے کپڑے کا خیال رکھوں گا۔ اگر خیال نہ رکھوں تو یہ شادی کا بندھن (رشتہ) قائم رکھنا یا نہ رکھنا بی بی موصوفہ کے اختیار میں ہوگا۔

(۵) مہر نامہ کا روپیہ معاف کرانے کے لئے بیوی موصوفہ کے باپ، ماں، بھائی یا رشتہ دار کے دستخط شدہ دلیل کے بغیر زبانی معافی لینا قابل قبول نہیں ہوگا۔

میرے لکھے ہوئے تمام شرطوں میں سے اگر ایک بھی شرط کے خلاف کیا تو بیوی موصوفہ مہر نامہ کا روپیہ طلب کرنے کے ساتھ ساتھ مجھ سے وصول کر سکتی ہے۔ اس سے میرا کسی بھی رشتہ دار یا اعتراض یا عذر قابل قبول نہ ہوگا۔

(۱)(الف) زید نے جب کہ کسی شرط کا پالن نہ کیا، برابر اس کا خلاف کرتا رہا تو کیا زینب اپنے میکہ میں رہکر کھانا کپڑا کے لئے خرچ لے سکتی ہے یا نہیں؟

(ب) زینب اپنی لڑکیوں کو اپنے پاس رکھ سکتی ہے یا نہیں؟ جب کہ لڑکی دونوں چھوٹی چھوٹی ہیں۔

(۲)(الف) شرط (۲) کے مطابق اگر زینب کلثوم کو تین طلاق دے دے تو کیا یہ طلاق از روئے شرع صحیح ہوگی یا نہیں؟

(ب) زید کے لئے کلثوم حرام ہوگی یا نہیں؟ اطمینان بخش جواب عنایت کریں۔

المستفتی: طالب علی انصاری، رسول ڈیہہ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــ !

(۱) (الف) صورت مستفسرہ میں شرط (۱) کے پیش نظر زینب اپنے میکہ میں رہ کر زید سے نفقہ وکسوہ لینے کی مستحق ہے۔ اس لئے کہ زید نے شرط کی خلاف ورزی کی اور زید پر اپنے عہد وقول وقرار کی بنا پر خرچ دینا واجب ہوگیا۔

(ب) اگر لڑکیاں چھوٹی اور نا سمجھ، تربیت کی محتاج ہیں تو جب تک وہ ماں کی تربیت کی محتاج رہیں گی، ماں کے پاس رہیں گی جس کی مدت فقہائے کرام نے لڑکیوں کے لئے تقریباً ۹ سال مقرر کئے ہیں۔ جب لڑکیاں سمجھدار ہو جائیں گی یعنی اپنے ضروری کاموں کو خود انجام دینے لگیں گی اور ماں کی محتاج نہ رہیں تو والد کو ماں کے پاس سے لے جانے کا اختیار ہوگا۔ ہاں اگر ماں کی عادت وخصلت اچھی نہ ہو جس سے یہ خطرہ ہو کہ لڑکیاں ماں کے زیر سرپرستی رہ کر خراب ہو جائیں گی یا ان کے عادات واطوار خراب ہو جائیں گے تو ایسی صورت میں والد کے حوالہ کی جا سکتی ہیں۔

(۲) شرط ۲ و ۳ کے مطابق اگر زید نے اس کی خلاف ورزی کی ہے اور باہر جا کر اس نے زینب کا نفقہ نہیں دیا یا اس کا انتظام نہیں کیا تو شرط کے مطابق زینب کو طلاق دینے کا اختیار ہے اور خود بھی زید کی زوجیت سے علیحدہ ہو سکتی ہے۔

(ب) اگر بغیر کسی عذر معقول کے شرط (۲) کے مطابق زینب کی اجازت ومرضی کے بغیر اس نے کلثوم سے شادی کی ہے تو زینب کو طلاق دینے کا اختیار ہے اور جب شرط کے مطابق زینب کلثوم کو شوہر کی طرف سے طلاق دے گی تو کلثوم شوہر کے لئے مطلقہ سمجھی جائے گی۔ وھو تعالیٰ اعلم

نوٹ: سوالنامہ میں ہے "شرطوں کے ساتھ زینب سے نکاح کیا یعنی شرطیں پہلے طے ہوئیں نکاح بعد میں ہوا۔ اگر یہی حقیقت

ہے تو ان شرطوں کا کوئی اعتبار نہیں کہ ابھی زینب مذکورہ زید کی بیوی ہوئی ہی نہیں ہے تو شرائط کا اختیار اسے کیسے حاصل ہوگیا۔ فقط مصحح

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۶-۵-۷۶ء

استفتاء ۲۵۴

مسئلہ: علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ
سکونتی بیوی بنت روزن میاں مقام دھرم پور پنچایت شادی شدہ تھی مگر اس کے دل میں پیسہ کی طمع ہوئی اور لڑکی سکونتی کو گھر سے نکال کر میکہ پہنچا دیا۔ کچھ دنوں کے بعد اس کے شوہر نے کہا کہ مجھے روپیہ دو تو میں سکونتی کو اپنی زوجیت سے نکال دوں گا نہیں تو میں زندگی بھر اسے طلاق نہیں دوں گا۔ آخر کار مجبوراً بستی کے ایک لڑکے نے جس کا نام اشرف حسین ہے، بولا کہ ٹھیک ہے میرے پاس روپیہ ہے لے کر اس کے شوہر کو دے دیں۔ چنانچہ اس کی مانگ کے مطابق روپیہ دے دیا گیا اور اس نے اپنی زوجیت سے علیحدہ کر دیا۔ اس کے بعد اشرف حسین اور سکونتی کے گارجینوں میں گفتگو ہوئی اور بات طے ہوگئی۔ وقت مقررہ پر بارات گئی تو وہاں کے محمد شفیع نے آروپ لگا کر مجلس میں خلاف پیدا کر دیا اور لڑکے لڑکی پر زنا کا الزام لگایا۔ چنانچہ لڑکا و لڑکی سے پوچھا گیا۔ ان دونوں نے قرآن اور خدا اور اپنے ایمان کا حوالہ دے کر بولے یہ الزام ہم پر غلط ہے۔ یہاں سے کچھ دور موضع کرواں کے پنچایت کے معزز و معتبر شیخ گلاب محمد اس مجلس میں موجود تھے اور پنچایت کے صدر بھی ہیں انہوں نے نکاح پڑھایا اور کہا کہ ہم فتویٰ منگوا دیں گے۔ محمد شفیع بولے کہ نہیں اس پر کفارہ ہے ۹۰-۶۰ روپے کفارہ دیں تو نکاح درست ہوگا ورنہ ناجائز ہے۔
اس لئے گذارش ہے کہ اس کا جواب جلد دیں۔

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ !

محترم شیخ گلاب محمد و مولوی خیرالوریٰ صاحبان! سلام و رحمت۔ مرسلہ استفتاء موصول ہوا۔ سوال میں جو باتیں لکھی ہیں اس کے مطابق جب سکونتی بی بی کو اس کے شوہر نے روپیہ لے کر طلاق دے دی اور عدت گزار کر اس کی دوسری شادی اشرف علی سے ہوئی تو یہ نکاح شرعاً جائز و درست ہوا۔ اس کو ناجائز کہنے والے اور ساٹھ روپئے کفارہ میں دینے کے بعد نکاح جائز ہونے کا دعویٰ کرنے والے سخت مجرم و گنہگار ہیں۔ بالفرض اگر مان لیا جائے اور ان دونوں نے زنا کیا تو اس کا کفارہ روپیہ نہیں ہوسکتا اول

تو زنا کا ثبوت نہیں اگر زنا ثابت بھی ہو جائے تو اس سے نکاح ناجائز نہیں ہوگا۔ زانی وزانیہ کا نکاح جائز ہے۔ شفیع صاحب دینی مسائل سے ناواقف ہیں اور خواہ مخواہ ناجائز فتویٰ لگا کر لوگوں کو پریشان کرتے ہیں اس لئے ان کی باتوں پر توجہ نہ کی جائے جب شرعی حیثیت سے بعد انقضائے عدت نکاح ہوا تو وہ بالکل صحیح ہوا۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۴-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۲۵۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلے میں کہ

ہندہ کی عمر تقریباً ۱۴ر برس کی ہے۔ اس کو ناجائز حمل ظاہر ہوا۔ دستور کے مطابق گاؤں کی پنچایت نے ہندہ سے دریافت کیا کہ بتاؤ یہ ظلم تمہارے ساتھ کس نے کیا۔ اس نے بکر کا نام بتایا جس کی عمر تقریباً ۲۱ر سال کی ہے۔ جب بکر کو پنچایت نے پوچھا تو اس نے کھلا انکار کیا اور برابر انکار ہی کرتا رہا۔ حتیٰ کہ ڈرانے دھمکانے کے انداز میں پنچایت نے آگ پر کھڑا کرنے اور بھی کتنی قسم کی سختی کرنے کا حکم دینا شروع کر دیا۔ چنانچہ اس وقت بکر کو اپنے بیگانوں نے سمجھانا شروع کیا کہ اگر واقعی تم سے غلطی ہوگئی ہے تو اقرار کرلو۔ اسی ضمن میں اس کے چچا وغیرہ نے اپنے ہر انداز میں پنچایت کے درمیان ہی پنچایت سے لے جا کر سمجھایا مگر بکر انکار ہی کرتا رہا اور یہ بھی کہا کہ اگر میری گردن بھی اتر جائے گی تو بھی ہم غلط اقرار نہیں کریں گے اور پھر اسی طرح سمجھاؤ، ڈراؤ، دھمکاؤ کے درمیان انجمن میں آکر یہ کہہ دیا کہ جب آپ لوگ کہتے ہیں تو ہندہ اگر قرآن لے کر یہ کہہ دے کہ اگر میں غلط کہتی ہوں تو میں کوڑھی ہو جاؤں۔ اعتماد تھا کہ کوئی مسلم ومسلمہ غلط معاملے میں یہ کہہ نہیں سکتا لیکن موقع آنے پر ہندہ نے قرآن پاک لے کر قسم کھالیا۔ حالانکہ قسم کے وقت ہندہ سے یہ کہا گیا کہ دیکھو اگر تم جھوٹ کسی کے بتائے اور سکھائے پر کہو گی تو تم پر قرآن کی مار پڑے گی۔ اس پر بھی وہ بکر کے سامنے بکر کا ہی نام لیا۔ چنانچہ پنچایت کے فیصلہ کے مطابق ہندہ کا نکاح بکر سے کر دیا گیا اور پنچایت کے کچھ لوگوں نے ہندہ سے پوچھا کہ جو ہونا تھا سو ہوا لیکن اب بھی سچائی پر آجاؤ۔ تب ہندہ نے کہا کہ چند عورتوں نے مل کر ہم کو آپ کا نام بتانے کو کہہ دیا تھا۔ ہم نے اس عالم ندامت و پریشانی میں بلا سمجھے بوجھے آپ کا نام بتا دیا حالانکہ زید جو میرا پھوپھا ہے، اس نے میرے ساتھ زنا کیا۔ واقعہ یوں ہے کہ ایک دن ہم دادی کے گھر تنہا سوئے ہوئے تھے۔ مکان میں وہ آئے اور ہمارے ساتھ اس نے زبردستی زنا کر لیا۔ ہم نے لاج وشرم کے مارے یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کیا۔

جب یہ بات بکر نے دوسروں پر ظاہر کیا تو چند دوسرے لوگوں نے بھی ہندہ سے دریافت کیا تو ہندہ نے اپنے پھوپھا ہی کا نام ظاہر کیا۔ جب پنچایت کو یہ حال بتایا گیا تو پنچایت نے جواب دیا کہ ہم لوگوں نے قرآن پاک ہاتھوں میں دے کر اس کے بیان کے مطابق فیصلہ کیا ہے خطا نہیں کیا۔ اس لئے ہم دوسرا فیصلہ نہیں کر سکتے۔ ایسی حالت میں ہندہ و بکر کا نکاح ہوا یا نہیں؟ بکر ہندہ کو اپنے گھر میں رکھ کر اس کے ساتھ بود و باش کرے یا نہیں؟ فیصلہ کرنے والے اور نکاح پڑھانے والے پر کیا حکم شریعت مطہرہ لاگو ہوگا؟ از راہ کرم بحوالہ کتب معتبرہ فتویٰ شریعت تحریر فرمایا جائے۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد ریاض الدین، ساکن دھتکیڈیہہ، جمشید پور

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــــــ

صورت مذکورہ میں بقول ہندہ بکر شرعاً مجرم نہیں۔ ہندہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ اس پر اعلانیہ توبہ لازم۔ ہندہ نے دوبارہ پھوپھا کا نام لیا۔ اس پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔ جب قرآن حکیم لے کر وہ جھوٹی قسم کھا گئی تو اس کی باتوں کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ پنچوں نے جو فیصلہ کیا اور ہندہ کا نکاح بکر سے کر دیا اس سلسلہ میں پنچ حضرات بھی مجرم نہیں اس لئے کہ انہوں نے ہندہ کے حلفیہ بیان پر فیصلہ کیا اور بکر کا نکاح بھی شرعاً جائز قرار دیا جائے گا۔ ہدایہ میں ہے وان تزوج حبلیٰ من الزنا جاز النکاح ولا یطاها حتی تضع حملها. یعنی حاملہ زانیہ کا نکاح جائز ہے مگر اس عورت سے وطی جائز نہیں جب تک کہ بچہ پیدا نہ ہو جائے۔ ہاں اگر حمل اسی زانی کا ہے جس سے نکاح ہوا تو اس کو قبل ولادت وطی کرنا بھی جائز ہے اور اس پر اس عورت کا نفقہ بھی ضروری ہوگا۔ درمختار میں ہے: لو نکحها الزانی حل له وطیها اتفاقاً والولد له والزمه نفقة. اب جب کہ بکر سے اس عورت کا نکاح ہو چکا ہے اور نکاح بھی جائز ہے تو جب تک وضع حمل نہ ہو جائے بکر اس عورت سے قربت نہ کرے۔ اس سے الگ رہے۔ بعد ولادت قربت کرنا جائز ہوگا۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کـــــــــــــــــــــــــــتـــــــــــــــــــــــــبـــــــــــــــــــــــــہ
۲۲-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۲۵۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

زید شادی شدہ ہے۔ اس نے ایک کنواری لڑکی سے زنا کیا جس کے نتیجہ میں لڑکی حاملہ ہوگئی۔ اب زید نے اس حاملہ لڑکی سے نکاح کر لیا۔ نکاح خواں نے بتایا کہ زانی زید یہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے اس کے

ساتھ زنا کیا ہے اور زانیہ لڑکی بھی اقرار کرتی ہے کہ زید نے میرے ساتھ زنا کیا ہے اس لئے نکاح جائز ہے۔ لہٰذا عرض ہے کہ نکاح کا ایسا کرنا اور کہنا جائز ہے یا ناجائز مطلع کریں۔

المستفتی: محمد اسلام اختر فردوسی، ہند مولوی پرانی بازار، دھنباد
۲۰-۱-۷۷ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ !

زانیہ حاملہ کا نکاح شرعاً جائز و درست ہے۔ اگر نکاح کرنے والا وہی شخص ہے جس کے نطفہ سے زانیہ حاملہ ہوئی ہے تو بعد نکاح اس کو زانیہ سے قربت و مجامعت کرنا جائز ہے اور اگر غیر زانی نے نکاح کیا تو نکاح صحیح ہوگا لیکن قبل وضع حمل اس کے لئے قربت جائز نہ ہوگی۔ ہدایہ میں ہے: **ان تزوج حبلی من الزنا جاز النکاح و لا یطاھا حتی تضع حملھا.** ''حاملہ زانیہ سے نکاح جائز ہے۔ اور جب تک وضع حمل نہ ہو جائے اس سے وطی جائز نہیں۔'' درمختار میں ہے: **لو نکح الزانی حل له وطیها اتفاقا والولد له و الزمه نفقة.** ''اگر زانی نے حاملہ زانیہ سے نکاح کیا تو اس کے لئے بالاتفاق وطی جائز ہے اور ولد کا زانی کا ہوگا اس کا نفقہ اس زانی پر ہی لازم ہے۔'' لہٰذا اگر زانی و زانیہ نے اقرار زنا کیا تو بعد نکاح وہ قربت کر سکتا ہے اور بچہ اسی زانی کا ہوگا۔ چونکہ استقرار حمل قبل نکاح ہوا اس لئے وہ بچہ حرامی ہوگا اور زانی پر اس کا نفقہ ضروری ہوگا۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کـــــــــــــــــــــــــــــتـــــــــــــــــــــــــــــبـــــــــــــــــــــــــــــه
۲۴-۱-۷۷ء

استفتاء ۲۵۷

مسئلہ: محترم و مکرم جناب قاضی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

(۱) گزارش یہ ہے کہ ایک آدمی جس کی عمر ۵۵ سال ہے، نس بندی کر کے دھوکے سے ایک ۲۲ سالہ لڑکی سے شادی کر لی۔ لڑکی ایک دو روز اس کے یہاں ٹھہری۔ اس کے بعد والدین کے یہاں آگئی اور اب وہ جانا نہیں چاہتی ہے اور وہ شخص لے جانا چاہتا ہے۔ لوگوں کو کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کریں۔

(۲) پوست قربانی مسجد و مدرسہ میں لگانا چاہیے یا نہیں؟

المستفتی: محمد اسماعیل، ویوٹانڈ، کھرچنا، گریڈیہہ

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ !

(۱) نسبندی کرانے والے ۵۵ سالہ عمر کے آدمی کو جوان لڑکی سے شادی نہیں کرنی چاہیے۔ اول تو نسبندی شرعاً ناجائز ہے۔ جس

کی وجہ سے وہ شخص گنہگار رہوا۔ اس کے بعد پھر ۲۲ سالہ لڑکی سے شادی نہیں کرنی چاہیے اور جب لڑکی اس کے پاس رہنا نہیں چاہتی تو اس آدمی کو چاہیے کہ لڑکی کو طلاق دے کر زوجیت سے خارج کردے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے گا تو گنہگار ہوگا۔

(۲) قربانی کے جانور کی کھال مسجد ومدرسہ کے متولی ومہتمم کو دے دے تو وہ اپنے طور پر صرف کرسکتا ہے اور مسجد ومدرسہ کے کاموں میں اسے لگا سکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـــــــــــتـــــــــــبـــــــــــہ

۶-۴-۷۷ء

استفتاء ۲۵۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق مغلظہ دے دیا اور پھر وہ بعد طلاق ہندہ کو دوبارہ رکھنا چاہتا ہے۔ مقامی علمائے کرام نے کہا کہ بغیر حلالہ ہندہ کا نکاح دوبارہ زید سے نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ ہندہ کا نکاح حلالہ کے لئے بکر سے کیا گیا۔ بعد نکاح بغیر خلوت صحیحہ بکر نے طلاق دے دیا۔ عدت گزرنے کے بعد جب زید سے دوبارہ نکاح کا وقت آیا تو فریقین سے معلوم ہوا کہ خلوت صحیحہ نہیں ہوئی ہے۔ تو جواب طلب یہ امر ہے کہ کیا حلالہ کے لئے دوبارہ بکر سے نکاح کرنا ہوگا اگر نہیں تو کیا عمرو سے ہندہ کا نکاح حلالہ کے لئے کردیا جائے اور بعد خلوت صحیحہ عمرو طلاق دے دے تو عدت گزرنے کے بعد زید سے نکاح ہوسکتا ہے جب کہ زید ہندہ کا تیسرا شوہر ہوگا۔ ہندہ کے دوسرے شوہر بکر کو زید سے نکاح کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد یوسف، کوکرانندا، سندرگڑھ

۱۴-۶-۷۷ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــــ!

صورت مذکورہ میں اگر بعد انقضائے عدت ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی اور اس نے بغیر مجامعت ہندہ کو طلاق دے دی تو طلاق واقع ہوجائے گی۔ لیکن حلالہ صحیح نہ ہوا اس لئے کہ حلالہ کے لئے زن وشوہر میں مباشرت ومجامعت ضروری ہے۔ لہٰذا زید کے لیے ہندہ اب بھی حلال نہ ہوئی۔ بکر نے جو ہندہ کو طلاق دی وہ کیسی اور کس طرح۔ اگر صرف ایک بار طلاق دی تو بکر ہندہ کو تجدید نکاح کرکے رکھ لے اور بعد مجامعت طلاق دے تو اب زید سے ہندہ کی شادی ہوسکتی ہے۔ اس لئے کہ غیر موطوہ ایک طلاق سے بائن

ہوجاتی ہے اور اگر بکر نے یکبارگی تین طلاقیں دے دی ہیں تو اب بکر سے دوبارہ نکاح نہیں ہوگا اور نہ زید ہی اس سے نکاح کرسکتا ہے۔ لہٰذا بہتر صورت یہی ہے کہ بعد انقضائے عدت ہندہ کی شادی عمرو سے کردی جائے اور بعد مجامعت عمرو ہندہ کو طلاق دیدے تو پھر بعد عدت ہندہ کی شادی پہلے شوہر زید سے ہوسکتی ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۹-۶-۷۷ء

استفتاء ۲۵۹

مسئلہ: جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض یہ ہے کہ

ایک مسلمان نے پہلی شادی کی اور دوسری لڑکی سے بھی نکاح کرچکا ہے اور تیسری غیر مسلمہ لڑکی سے محبت کرکے رکھ لیا ہے اور دو لڑکا و ایک لڑکی بھی پیدا ہوچکی ہے اور اس سے نکاح نہیں ہوا ہے۔ پہلی بیوی اور دوسری بیوی اور تمام لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ جب اس کو رکھا ہے تو نکاح کرلو۔ وہ بھی تیار ہے لیکن اولاد کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ کتنا کفارہ دینا ہوگا اور کہاں دینا ہوگا؟ آپ سے عرض ہے کہ اس کا جواب جلد دیں گے۔

المستفتی: محمد مسلم کیراف اڈو سروس، باغ دومرا، جلپائی گوری

۲۷-۶-۷۷ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

آپ اس غیر مسلمہ لڑکی کو مسلمان کرکے اس سے نکاح کرلیجئے۔ اس سے جو بچے پیدا ہوئے وہ حرامی ہوئے۔ اب جو نکاح کے بعد بچے ہوں گے وہ جائز و حلالی ہوں گے۔ آپ نے زنا کا ارتکاب کیا اس لئے آپ گنہگار ہوئے۔ اعلانیہ توبہ کیجئے اور خدا عزوجل سے اپنے گناہ کی مغفرت چاہیے اس کے لئے کوئی کفارہ نہیں۔ ویسے زانی کے لئے سنگسار کرنے کا حکم ہے مگر ہندوستان میں کسی کو رجم نہیں کیا جاسکتا۔ اب سوائے توبہ کے کوئی دوسری صورت نہیں ہے۔ اگر آپ چاہیں تو بطور خود خدا کی راہ میں روپیہ پیسہ خرچ کرسکتے ہیں۔ کسی غریب کو دیں یا کسی ادارہ میں بھیج دیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۸-۶-۷۷ء

استفتاء ۲۶۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں

ہندہ کی شادی زید سے ہوئی پانچ سال ہوئے کہ ایک بچہ تولد ہوا۔ اس کے بعد زید پاگل ہو گیا اور چند قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو گیا۔ لڑکی شوہر کو چھوڑ کر میکہ چلی آئی۔ ایک سال مسلسل گزر جانے کے بعد لڑکی کے خالو نے اس کی دوسری شادی کر دی اور اس طرح لڑکی دوسرے شوہر کے ہمراہ زندگی گزارنے لگی۔ دو ماہ بعد دوسرا شوہر انتقال کر گیا۔

اس کے بعد پہلا شوہر بھی اب اچھا ہو گیا۔ نہ پاگل پن رہا نہ دوسرا کوئی مرض۔ اب ہندہ پہلے شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر ممنون و مشکور فرمائیں گے۔

نوٹ: اگر پہلا شوہر ہندہ کی طرف رجوع نہ کرے تو تیسری شادی کے لئے کیا فرماتے ہیں؟ فقط والسلام!

المستفتی: محمد مشتاق، سکرا بازار، پوسٹ..........، ضلع مظفر پور

۳-۷-۷۷ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــــ!

شوہر اول کے مریض یا مجنوں ہونے کی صورت میں بغیر طلاق یا فسخ نکاح کے ہندہ کی دوسری شادی ناجائز ہوئی۔ چونکہ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی ہے اس لئے ہندہ اب تک اسی کی زوجیت میں سمجھی جائے گی اور دوسری شادی کا گناہ اس کے ذمہ ہوگا۔ ہندہ اعلانیہ توبہ کرے۔

اب اگر ہندہ پہلے شوہر کے ساتھ رہنا چاہتی ہے اور شوہر بھی رکھنے کو آمادہ ہے تو رکھ سکتا ہے۔ اس لئے کہ ہندہ بدستور اس کی زوجیت میں باقی ہے اور اگر شوہر اول ہندہ کو رکھنا نہ چاہے تو اس سے طلاق حاصل کرنے کے بعد ہی ہندہ بعد عدت دوسرے سے نکاح کر سکتی ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـــــــتـــــــبـــــــہ

۲-۷-۷۷ء

استفتاء ۲۶۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ہندہ اور زینب دونوں حقیقی بہن ہیں اور ہندہ کے پاس لڑکا ہے اور زینب کی پوتی ہے اس صورت میں ہندہ کے لڑکے سے زینب کے لڑکے کی حقیقی لڑکی (یعنی پوتی) سے نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔ بینوا وتوجروا!

المستفتی: محمد صلاح الدین ساکن برہ تبرہ، ڈاکخانہ ضلع آرہ
۲۵ / جولائی ۱۹۷۷ء

۸۶/۹۲ے

الجواب!

ہندہ کے لڑکے کا نکاح زینب کی پوتی سے شرعاً جائز و درست ہوگا لعدم الموانع۔ وھو اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۲/۸/۷۷ء

استفتاء ۲۶۲

مسئلہ: بعدالت قاضی شریعت دارالقضاء ادارۂ شرعیہ، پٹنہ، بہار۔ جناب عالی!
میں زاہد النساء بنت محمد عثمان خاں ساکن حسین آباد، ڈاک خانہ مبارک پور ضلع اعظم گڑھ کی رہنے والی ہوں میرا نکاح والد کے انتقال کے بعد میرے چچا یعنی محمد شفیع خاں نے اپنے لڑکے عبدالوحید بن محمد شفیع خاں ساکن مذکور سے کردیا بوقت نکاح میری عمر ڈیڑھ سال کی تھی اور میں نابالغہ تھی صرف نکاح ہی ہوا تھا رخصتی نہیں ہوئی ہے بعد نکاح تیرہ سال پر میں بالغہ ہوئی اور اسی وقت اسی مجلس میں بلا تاخیر و جبر و اکراہ میں نے اپنے نفس کو اختیار کیا یعنی اپنے نکاح کو ختم کیا اور اسی وقت گواہاں یعنی صغیر احمد بن احمد علی القادری و محمد حنیف بن محمد شفیع خاں سے بھی اس بات کا اظہار کردیا کہ میں ابھی بالغ ہوگئی اور اپنے نفس کو اختیار کرتی ہوں۔
دستخط گواہان: صغیر احمد بقلم خود نشان انگوٹھا، محمد حنیف، زاہد النساء بنت محمد عثمان بقلم خود

۸۶/۹۲ے

الجواب!

اگر چچا کے علاوہ کوئی ولی اقرب نہ تھا اور عبدالوحید کا پیشہ چال چلن بھی شریفانہ تھا تو نکاح ہوگیا مگر بعد بلوغ زاہدہ کو فی الفور

فسخ نکاح کا اختیار باقی تھا اب بالغہ ہونے پر اس نے اگر فوراً اسی مجلس میں اپنی نارضامندی کا اظہار کرتے ہوئے نکاح فسخ کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا۔ لہٰذا بر تقدیر صدق مستفتیہ بعد اختیار نفس و فسخ نکاح وہ دوسری شادی کر سکتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۷/۸/۷۷ء

استفتاء ۲۶۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید نے اپنی بیوی ہندہ کو غصہ و نشہ کی حالت میں دو تین طلاق دے دی جب اس کی خبر گاؤں کے سردار کو ہوئی تو امارت شرعیہ پھلواری شریف اور ادارۂ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ سے فتویٰ حاصل کیا اور اسی فتویٰ کے مطابق زید کو حکم دیا کہ تم اپنی بیوی کو حلالہ کرالو۔ زید نے حلالہ کرانے سے انکار کیا تو گاؤں کے سردار نے اس کا سوشل بائیکاٹ کر دیا۔

کچھ عرصہ کے بعد زید حلالہ کرانے پر راضی ہوا۔ رات کو غیر مرد سے ہندہ کا نکاح ہوا لیکن کل ہو کر پتہ چلا کہ ہندہ حمل سے ہے گاؤں کے سردار کی تحقیقات سے ہندہ کو حمل ہونا ثابت ہوا اس نکاح کے بارے میں علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

المستفتی: لعل محمد انصاری کیر وف بیجناتھ ساؤ، کلوتھ مرچنٹ، ویشالی

۲۵/۷/۷۸ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــ وھو الموفق للصواب ـــــــ !

صورت مذکورہ میں جب ہندہ حاملہ تھی تو اس کا غیر مرد کے ساتھ نکاح جائز نہ ہوا اس لئے کہ یہ نکاح حالت حمل میں عدت کے اندر ہوا اور عدت کے اندر نکاح حرام ہوتا ہے۔ ”وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ (قرآن)“ ”اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہونچے“ (ترجمہ کنز الایمان)۔ ہندہ حاملہ کو جب شوہر نے طلاق دی تو جب تک اس کو بچہ پیدا نہ ہو جائے طلاق کی عدت باقی رہے گی بعد ولادت ہی ہندہ حلالہ کے لیے دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہے۔ اور جب تک ہندہ حاملہ رہے گی زید کو اس کا خرچ (نفقہ) دینا ہوگا اس لئے کہ اس کی عدت بعد ولادت ہی ختم ہوگی۔ جس دوسرے مرد سے ہندہ کی شادی ہو گئی ہے۔ اس سے فوراً علیحدہ ہو جانا ضروری ہے اس لئے کہ شرعاً یہ نکاح حرام و ناجائز ہوا۔ درمختار میں ہے: صح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیرہ۔ ”ترجمہ: زانیہ حاملہ کا نکاح صحیح ہے اور غیر زانیہ حاملہ کا صحیح نہیں۔“ حلالہ کے لیے

ولادت کے بعد ہندہ دوسرے مرد سے شادی کرے گی اور دوسرا شوہر بعد مجامعت جب اس کو طلاق دے گا تو پھر طلاق کی عدت گزار کر ہندہ کی شادی پہلے شوہر زید سے ہو سکتی ہے۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۶/۷/۷۸ء

استفتاء ۲۶۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ:
ایک قاضی صاحب نے زید کا نکاح مجلس میں پڑھایا اور کہا کہ فلاں صاحب کی لڑکی مری وکالت سے آپ کی زوجیت میں دی جاتی ہے۔ کہئے! میں نے قبول کیا۔ زید نے کہا: میں نے قبول کیا لیکن حاضرین مجلس میں سے کسی نے زید کے الفاظ کو اچھی طرح نہیں سنا کیونکہ اس نے یہ الفاظ بہت آہستہ کہے۔

المستفتی: عبد اللہ شاہدی
یکم اگست ۱۹۷۸ء

۹۲/۸۶ ء

الجواب!

صورت مذکورہ میں بوقت نکاح شاہدین کا ہونا ضروری ہے بغیر حضور شاہدین نکاح جائز نہیں گواہوں کا معاً دونوں لفظ ایجاب وقبول جلسہ واحدہ میں سننا اور سمجھنا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے: **شرط حضور شاهدين حرين او حر و حرتين مكلفين سامعين قولهمامعاعلى الاصح فاهمين انه نكاح على المذهب** (بحر) "دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی موجودگی میں جو کہ عاقل بالغ اور حر ہوں اور انہوں نے لڑکے اور لڑکی کا ایجاب وقبول ایک مجلس میں سنا ہو تو نکاح ہو جائے گا بشرطیکہ ان گواہوں نے اس کو نکاح سمجھا ہو۔ مذہب یہی ہے۔" اگر حاضرین مجلس میں کسی نے زید کے اقرار قبول کو نہیں سنا تو شرعاً نکاح صحیح وجائز نہ ہوا۔
وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۵/۸/۷۸ء

استفتاء ۲۶۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی بیوی کو حالت حمل میں دو طلاق دے دیا اور آج قریب پانچ ماہ بعد بچہ پیدا ہوا۔ اب دونوں اس بات پر راضی ہو گئے ہیں کہ ہم لوگوں کا نکاح پھر سے ہو جائے۔ اب ایسی صورت میں حکم شرعی کے مطابق کیا کرنا ہوگا؟ کس طرح نکاح جائز ہوگا؟ جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں گے۔

المستفتی: سید علی قادری، محمد ایوب صاحب، تاج ہوٹل، متصل چھوٹی مسجد، صدر بازار، ڈالٹین گنج

۱۰-۱۰-۷۵ء

۹۲/۸۶ ۷

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ!

صورت مستفسرہ میں زید تجدید نکاح کرے۔ اگر قبل انقضائے عدت رجوع کر لیتا تو دوبارہ نکاح کی ضرورت نہ ہوتی۔ مگر اب چونکہ عدت ختم ہو چکی تو پھر سے نکاح کرنا ہوگا۔ اس میں حلالہ کی ضرورت نہیں۔ اس لئے کہ زید نے صرف دو طلاق دی تھیں۔ اگر تین طلاق دیتا تو حلالہ ضروری تھا۔ ھذا ماظہر عندی وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــبہ

۴-۱۱-۷۵ء

استفتاء ۲۶۶

مسئلہ: بحضور مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

زید نے اپنی بیوی کو دو طلاق دیا۔ چونکہ بہت زیادہ شوہر کی نافرمان تھی اور شریعت کے خلاف بھی قدم اٹھا دیتی تھی اس لئے دو طلاق دے دیا کہ راستہ پر آ جائے اور وہی ہوا کہ راستہ پر آ گئی۔ مگر آج تقریباً تین ماہ سے زیادہ ہو گئے اب دونوں میاں بیوی پریشان ہیں اور چاہتے ہیں کہ بیوی کو اپنا لیں۔ مگر بعض مولوی صاحبان فرماتے ہیں کہ اب نکاح نہیں کر سکتے ہیں۔ چونکہ میعاد عدت سے زیادہ ہو گئی۔ تین ماہ تیرہ دن سے بھی زیادہ وقت گزر گیا اس لئے اب نکاح نہیں ہوگا۔ اس سلسلہ میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟

المستفتی: علماء اہلسنت، بدرالدین صابری، ہزاری باغ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

برتقدیر صدق سوال دوطلاقوں کے بعد بھی اگر چہ عدت گزر چکی ہے بغیر حلالہ تجدید نکاح کافی ہے۔قرآن حکیم میں ہے اَلطَّلاَقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ الآیۃ. ''طلاق دوبار ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے(کنزالایمان) شرح وقایہ میں ہے: ونکاح مبانۃ بلاثلاث فی عدتھاو بعدھاو لاتحل حرۃ بعد ثلث. ''تین سے کم طلاق بائن والی سے نکاح عدت کے اندر یا عدت کے بعد جائز ہے۔اور تین طلاق کے بعد آزاد عورت سے نکاح (بغیر حلالہ کے) جائز نہیں۔'' ہاں اگر تین طلاق دی ہوتی تو بغیر حلالہ جائز نہ ہوتا جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:فَاِنْ طَلَّقَھَا فَلاَ تَحِلُّ لَہٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْکِحَ زَوْجًا غَیْرَہٗ.(الآیۃ) ''پھر اگر تیسری طلاق دی تو وہ حلال نہ ہوگی جب تک کہ دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے'' (کنزالایمان) مضمون سوال سے بھی ظاہر ہے کہ زید نے اس کے نشوز اور غیر مشروع کام کرنے کی بنا پر بہ نیت اصلاح دو طلاق دی۔لہٰذا یہ طلاق مغلظہ نہ تھی جس کے لئے حلالہ ضروری ہو۔وھو اعلم

واضح ہو کہ اب زید صرف ایک طلاق کا مالک ہے۔جس دن ایک طلاق دے گا عورت زوجیت سے بالکل خارج ہو جائے گی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی،خادم دارالافتاء،ادارۂ شرعیہ بہار،پٹنہ

کتبہ

۲۴-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۲۶۷

مسئلہ بحضور مفتی صاحب! میں عبدالرزاق ولد صغیر میاں موضع بندہ بیگہ تھانہ پریا ضلع گیا کا ہوں۔ میں نے اپنی بیوی کو ایک معمولی بات کی بنا پر جھگڑا کر کے طلاق نامہ لکھ کر اس کے میکہ بھیج دیا جس کو آج دس برس ہو رہا ہے۔طلاق نامہ میں میں نے یہ بات لکھی تھی۔بغیر کسی گواہ اور مشورہ کے میں نے لکھا کہ جب تم یہاں سے بھاگ کر اپنے گھر اپنے بھائی کے ساتھ چلی گئی ہو تو ہم تم کو طلاق دیتے ہیں۔اب تم میری ماں کے برابر ہو۔

طلاق دینے کے ایک سال بعد میں نے دوسری شادی کر لی جس سے ایک بچہ بھی ہے۔لیکن بعد میں مجھے بہت ندامت ہوئی اور افسوس بھی کہ میں نے کیا کر دیا۔میری پرانی بیوی ابھی تک میرے نام پر ہے اور دوسرا نکاح کر لیا ہے۔اب میں بھی چاہتا ہوں کہ اس کو دوبارہ اپنی شریک حیات بناؤں اس لئے حضور کے پاس حاضر ہوا ہوں کہ جیسا حکم ہو ویسا کروں۔لہٰذا عرض ہے کہ شریعت کے مطابق حکم دیا جائے۔

المستفتی: عبدالرزاق ولد صغیر میاں موضع بندہ بیگہ،ضلع گیا

۳۰-۱۰-۷۶ء

۸۶/۹۲ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ

برتقدیر صدق مستفتی اگر عبدالرزاق نے اپنی بیوی کو وہی جملہ خط میں لکھا جو سوال میں درج ہے تو اس جملہ سے صرف ایک طلاق واقع ہوئی۔ اگر عبدالرزاق عدت کے اندر اپنی بیوی سے رجعت کر لیتے تو تجدید نکاح کی ضرورت نہ ہوتی۔ اب جب کہ طلاق دیئے ہوئے ایک مدت ہوگئی تو بعد تجدید نکاح وہ عورت عبدالرزاق کی زوجیت میں آسکتی ہے۔ لہٰذا اگر عبدالرزاق اس کو اپنی زوجیت میں لانا چاہتے ہیں اور عورت بھی راضی ہے تو پھر سے دوبارہ نکاح کر کے عورت کو اپنی زوجیت میں رکھ سکتے ہیں۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــبہ

۳۰-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۲۶۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے میں کہ

محلہ بدوپور بازار سے بھکن پورہ ایک برات گئی جس میں دولہا کے ساتھ چند براتی شامل تھے۔ جب بھکن پورہ پہنچے تو وہاں عقد کا انتظام ہونے لگا۔ زیر غور یہ مسئلہ ہے کہ (۱) قمر النساء بنت محمد سلیم مرحوم (۲) شہزادی بیگم بنت محمد سلیم مرحوم (۱) قمر النساء کی شادی آج سے تقریباً دو سال قبل کسی دوسری جگہ ہو چکی ہے اور (۲) شہزادی بیگم کی شادی ابھی گذشتہ کل ہوئی لیکن زید قمر النساء کا شوہر بجائے قمر النساء کے ایجاب وقبول کے وقت شہزادی بیگم کے نام پر نکاح قبول کیا۔ قاضی نے کچھ دھیان نہ دیا اور رخصتی کے وقت شہزادی بیگم کے بدلے قمر النساء زید کے گھر گئی اور اس سے ایک بچہ بھی ہے۔ اب شہزادی اپنے میکہ رہی جب نکاح میں بدوپور بازار والے گئے اعتراض کی شکل پیدا ہوئی کہ اس نام سے آپ نے پہلے بھی نکاح زید سے کرائی ہے اور آج بھی اسی نام کو پیش کرتے ہیں۔ ان کے عزیزوں نے کہا نام بدل جانے سے کیا ہوگا نکاح درست ہے۔ ہم لوگ براتی معترض ہے مگر مولوی عثمان صاحب اور مولوی نظام قادری صاحب نے ہم لوگوں کو سمجھایا اور کہا نکاح درست ہے۔ ہم لوگوں کو تشفی نہ ہوئی۔ ابھی شہزادی بیگم کل میرے محلہ میں رخصت ہو کر آئی ہے۔ مگر ہم لوگوں نے زوجین کے تعلقات سے الگ رکھا ہے۔ اب شرعی حکم قاضی پر اہل محفل پر کیا ہوگا (۱) قمر النساء (۲) شہزادی بیگم اور زید نیز نیا دولہا بکر پر وہ مفصل تحریر فرما کر ہم لوگوں کو گناہوں سے نجات دلائیں۔ بینوا توجروا!

المستفتی: محمد شفیق، مقام و پوسٹ بدوپور بازار، ویشالی

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ ا

بوقت نکاح منکوحہ کا متمیز ہونا ضروری ہے۔ شاہدین اسے پہچانتے ہوں اگر نقاب ڈال کر مجلس میں حاضر ہو تو بوقت نکاح اس کی طرف اشارہ کافی ہے مگر احتیاطاً چہرہ کھولنا بہتر ہے اور بحالت غیبت متعارف و تمیز کے لئے باپ دادا کا نام لینا ضروری ہے اور اگر صرف نام ہی سے تمیز پیدا ہو جائے تو باپ دادا کا نام ضروری نہیں۔ ردالمحتار میں ہے: **فی البحر لابدمن تمییز المنکوحة عندالشاهدین تنتفی الجهالة فان کانت حاضرة منتقبة کفی الاشارة الیهاوالاحتیاط کشف وجهها فان لم یرواشخصهاوسمعواکلامهامن البیت ان کانت وحدها فیه جازولومعها اخری فلالعدم زوال الجهالة وان کانت غائبة ولم یسمعوا کلامهابان عقد لهاوکیلها فان کان الشهود یعرفونها کفی ذکراسمها اذا علمواانه ارادهاوان لم یعرفوهالابدمن ذکراسمها واسم ابیهاوجدها۔**

ترجمہ: بحر میں ہے کہ گواہوں کے نزدیک منکوحہ کی تمیز ضروری ہے تاکہ جہالت منتفی ہو جائے اگر منکوحہ مجلس نکاح میں نقاب پوش ہو تو اس کی طرف اشارہ کیا جائے اور احتیاط یہ ہے کہ اس کا چہرہ کھول دیا جائے۔ اگر گواہان اسے نہ دیکھتے ہوں اور گھر سے اس کے کلام کو سنتے ہوں جب وہ گھر میں تنہا ہو تو نکاح صحیح ہے اگر اس کے ساتھ کوئی اور ہو تو صحیح نہیں جہالت پائے جانے کی وجہ سے۔ اگر وہ مجلس میں غیر موجود ہو اور گواہان اس کے کلام کو نہ سنتے ہوں بایں طور کہ اس کے وکیل نے عقد کر دیا تو اگر گواہان اسے پہچانتے ہوں تو محض اس کا نام لینا کافی ہے جب وہ جانیں کہ اس سے فلاں مراد ہے اور اگر گواہان نہ پہچانتے ہوں تو اس کا اور اس کے باپ دادا کا نام لینا ضروری ہے۔"

سوال میں اس کی وضاحت نہیں کہ زید و شاہدین کو قمر النساء و شہزادی بیگم کا تعارف اور ان دونوں میں تمیز حاصل تھی یا نہیں اور بوقت نکاح زید نے بجائے قمر النساء کے شہزادی بیگم کو نکاح میں قبول کیا تو زید کا نکاح شہزادی بیگم سے ہو گیا۔ عالمگیری میں ہے: **لرجل بنتان کبری عائشه وصغریٰ فاطمه اراد ان یزوج الکبری وعقد باسم فاطمه ینعقد علی الصغری ولوقال زوجت ابنتی الکبریٰ فاطمه لاینعقدعلی احدهما۔** کذافی الظہیریہ ولوالجیہ میں ہے: **لاینعقد علی احدهمالانه لیس له ابنة کبریٰ بهذاالاسم. ونحوه فی الفتح عن الخانیة. ولا تنفع النیة ههناولامعرفة الشهود بعدصرف اللفظ عن المراد.**

"ترجمہ: ایک شخص کی دو بیٹیاں ہیں ایک بڑی جس کا نام عائشہ اور چھوٹی جس کا نام فاطمہ ہے اس نے بڑی کا نکاح کرتے ہوئے فاطمہ کا نام لیا تو چھوٹی کا نکاح ہو گیا اور اگر نکاح کرتے ہوئے اس نے یوں کہا کہ میں نے اپنی بڑی بیٹی فاطمہ کا نکاح کیا تو کسی بیٹی کا نکاح نہ ہوا۔ ظہیریہ میں ایسے ہے کسی بیٹی کا نکاح نہ ہوا کیونکہ اس کی کوئی بڑی بیٹی اس نام کی نہیں ہے اور فتح میں خانیہ سے یہ بھی مروی ہے اور یہاں نیت اور گواہوں کا فہم کارآمد نہ ہوگا جب کہ اس نے مراد خلاف صریح لفظ استعمال کیا ہے۔"

یعنی مثلاً زید کی دو لڑکیاں ہیں بڑی عائشہ، چھوٹی فاطمہ، بڑی کے نکاح کے وقت بجائے عائشہ کے فاطمہ کہے تو فاطمہ سے

عقد ہو گیا اور اگر یہ کہا کہ میں اپنی بڑی لڑکی فاطمہ کا نکاح کرتا ہوں تو کسی سے نہ ہوگا۔ اس لئے کہ اس کی بڑی لڑکی فاطمہ نہیں ہے۔ ایسی صورت میں گواہوں کی نیت ومعرفت مفید نہ ہوگی۔

مضمون سوال کے پیش نظر شہزادی بیگم زید کی منکوحہ ہوئی اور اب اس کا نکاح بکر کے ساتھ باطل محض وناجائز ہوا۔ لہٰذا ایسی صورت میں زید شہزادی بیگم کو طلاق دے اور پھر بکر شہزادی سے تجدید نکاح کرے۔ شہزادی پر عدت نہیں اور زید کا نکاح چونکہ قمر النساء کے ساتھ صحیح و درست نہ ہوا۔ اسلئے اتنے دنوں تک زن وشوہر کی طرح جو تعلقات رہے وہ ناجائز ہوئے اور بچہ ولد الزنا قرار دیا جائے گا۔ ہاں زید قمر النساء سے تجدید نکاح کر کے زوجیت میں رکھ سکتا ہے۔ اگر قاضی واہل مجلس ناکح ومنکوحہ وسرپرستوں نے جہالت کی بنا پر ایسا کیا تو سبھوں پر اعلانیہ توبہ ضروری ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب والیہ المرجع وللمآب

محمد فضل کریم غفر الرحیم رضوی، خادم دار القضاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۵ رشوال ۱۴۰۴ھ

استفتاء ۲۶۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

ہندہ کا نکاح نابالغی کی حالت میں ہندہ کی ماں نے بکر کے ساتھ کر دیا اس وقت ہندہ کی عمر چھ برس کی تھی نکاح کے بعد ہندہ برابر اپنی ماں کے پاس ہی رہی عقد کے کچھ دنوں بعد ہندہ کی والدہ کا انتقال ہو گیا ہندہ کی ماں کے انتقال کے بعد دوسرے شخص کے پاس پرورش پاتی رہی ہندہ کے شوہر بکر نے اپنی دوسری شادی کر لی اور اس سے اولاد بھی ہوئی ہندہ بلوغ کے بعد بکر کے یہاں جانے سے انکار کرتی ہے۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ کے انکار کے بعد نکاح برقرار رہا یا نہیں؟ ہندہ کے سرپرنہ اس وقت والد کا سایہ تھا نہ دادا کا نہ بھائی کا۔ امید ہے کہ جواب مرحمت فرما کر ممنون ومشکور فرمائیں گے۔ فقط

المستفتی: محمد حنیف فدائی، امرت نگر، ہزاری باغ، بہار

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــ وھو الموافق الصواب ــــــــ!

صورت مذکورہ میں بوقت بلوغ ہندہ کو خیار فسخ حاصل تھا کہ جس وقت وہ بالغہ ہوئی فوراً اس نکاح سے اپنی بیزاری ونارضامندی کا اظہار کرتی یعنی جس مجلس میں اسے حیض کا خون آیا اسی جگہ وہ نکاح کو رد کر دے اس جگہ سے اٹھکر دوسری جگہ چلی گئی اس کے بعد عدم رضا کا اظہار کیا تو یہ فسخ نکاح کیلئے کافی نہ ہوگا۔ درمختار میں ہے: وان کان المزوج غیرھما (ای غیر الاب ابیہ ولو الام او القاضی) لایصح النکاح من غیر کفو اوبغبن فاحش اصلا وانکان من کفو وبمھر المثل صح

ولکن لھما خیار الفسخ بالبلوغ او العلم ۔بحر میں ہے: واستفید من بطلانه بسکوتها انه لایمتد الی اخر المجلس وعلی هذا قالوا ینبغی ان یبطل مع رویة الدم

"اور اگر نابالغہ کا نکاح اس کے باپ دادا کے علاوہ نے کردیا اگر چہ اس کی ماں یا قاضی ہی کیوں نہ ہو تو غیر کفو یا غبن فاحش سے بالکل نکاح صحیح نہیں ہے، اور اگر کفو ہی میں نکاح کیا مہر مثل کے ذریعہ تو صحیح ہے لیکن نابالغہ کو بلوغ یا علم ہونے کے بعد فسخ نکاح کا اختیار ہے۔اس کا سکوت بطلان نکاح میں مفید ہوگا جب کہ وہ اسی مجلس میں نکاح کو فسخ کردے اور اسی پر فقہاء نے فرمایا کہ صغیر اور صغیرہ کے لئے مناسب ہے کہ بالغ ہوتے ہی نکاح باطل کردے۔"

سوال میں اس کی وضاحت نہیں کہ ہندہ نے بعد بلوغ کب اور کس وقت انکار کیا لہٰذا نکاح لازم قرار دیا جائے گا اور اب ہندہ کا بکر کے یہاں جانے سے انکار مفید نہ ہوگا اور نہ اس کے کہنے سے نکاح فسخ ہوگا اپنی گلوخلاصی کے لئے ہندہ بکر سے خلع کرسکتی ہے۔وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتــــــــــبہ

۲۴/۶/۷۹ء، ۸ر رجب المرجب ۱۳۹۹ھ

استفتاء ۲۷۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید کو اس کے خالو و خالہ اپنے گھر پر اکیلا لے گئے زید اس وقت نابالغ تھا لیکن کچھ عقل و شعور رکھتا تھا خالو و خالہ نے زید کو سکھایا پڑھایا کہ میں تمہارا نکاح اپنی لڑکی سے کردیتا ہوں زید نے انکار کیا پھر زید کو دھمکی دی گئی زید کچھ نہ بولا اسی روز نکاح کردیا گیا زید کا کوئی ولی نہ تھا دونوں طرف کے ولی زید کے خالو ہی تھے زید دل سے راضی نہ تھا اور اب تک وہ یہی کہہ رہا ہے دین مہر ایک ہزار روپے رکھا گیا زید بالکل غریب ولاچار بے بس آدمی ہے ۳-۴ روپے کی مزدوری کر کے زندگی بسر کرتا ہے۔

(۲) خالو و خالہ نے اپنی لڑکی کو زید کے گھر پر پہونچا دیا لڑکی ایک ہفتہ رہ کر بھاگ گئی پھر دوسری بار خالو و خالہ نے لڑکی کو زید کے یہاں پہونچا دیا دو ایک روز کے بعد لڑکی نے طلاق کا اظہار کیا مطلب یہ ہے کہ وہ بولی ہم کو طلاق دیدو ہم نہیں رہیں گے پھر بھاگ کر اپنے میکے چلی گئی زید کا اس لڑکی سے کوئی تعلق نہیں رہا یعنی جو ہونا چاہیے وہ نہیں تھا لڑکی کا کہنا ہے کہ ہم کچھ نہیں لیں گے یعنی کہ مہر معاف کردیا۔

(۳) زید یہ سب دیکھ کر طلاق نامہ لکھ کر بذریعہ ڈاک روانہ کردیا اس طلاق نامہ کو زید کے خالو نے وصول کیا اس وقت وہ چار آدمیوں کے ساتھ تھا اس نے لڑکی کو زید کے یہاں رکھ کر دھمکایا کہ طلاق نہیں ہوئی اور

لڑکی کو چھوڑ کر چلا گیا اس وقت زید ڈر سے کچھ نہ بولا اور گھر چھوڑ کر بھاگ گیا زید کے خالو کو وہاں کے پنچ لوگوں نے پکڑا تو لڑکی واپس لے گیا یعنی فیصلہ کیا کہ طلاق ہو گئی اب وہ دین مہر کے لیے زید کو پریشان کر رہا ہے اور زید کا کہنا ہے ہم تو شروع ہی سے انکار کرتے تھے دین مہر کیا ہوتا ہے ہمکو کچھ پتہ نہیں تھا اور اب وہ زبردستی کرتے ہیں کہ دینا ہوگا ان تینوں سوالوں کا جواب دیکر ہم لوگوں کو واقف کریں۔

المستفتی: آزاد مستری کلکتہ سائیکل کمپنی، پوسٹ چاس، دھنباد

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ!

(۱) صورت مسئولہ میں جب زید نابالغ تھا اور نکاح کرنے سے انکار کرتا رہا اس کے خالو نے ڈرا دھمکا کر زید کو نکاح کرنے پر مجبور کیا اور نکاح کر دیا گیا لیکن زید اب تک انکار کرتا رہا تو شرعاً یہ نکاح ہی درست نہ ہوا پھر زید کی بغیر رضا کے ایک ہزار دین مہر رکھنا بھی شرعاً جائز نہ ہوا۔

(۲) لڑکی کو زید کے خالو و خالہ نے اس کے گھر پہونچا دیا اور لڑکی بھاگ گئی زن وشو کے تعلقات بھی قائم نہ ہوئے اور لڑکی نے طلاق کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا اور مہر معاف کرنے کا اقرار بھی کیا تو بشرط صحت نکاح دین مہر معاف ہو گیا اب اس کا مطالبہ شرعاً جائز و درست نہیں اگر بالفرض نکاح کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو لڑکی کو مہر لینے کا حق تھا اور جب وہ معاف کر چکی تو اس کے والد کو مطالبہ مہر کا کوئی حق نہیں ہے۔

(۳) اگر زید کے خالو نے اس نکاح کو صحیح و جائز تسلیم بھی کر لیا تو تحریری طلاق کے بعد طلاق واقع ہو گئی اور زن وشو کے تعلقات ختم ہو گئے اب زید کے خالو کا دین مہر کا مطالبہ کرنا اور زید کو پریشان کرنا شرعاً ناجائز ہے۔ اول تو اس وجہ سے کہ زید سے زبردستی نکاح کیا گیا جب کہ شروع سے وہ برابر انکار کرتا رہا دوسرے یہ کہ لڑکی نے خود طلاق کا مطالبہ کیا اور دین مہر معاف کرنے کا اقرار کیا اور زید کا یہ کہنا کہ ہم شروع سے انکار کرتے رہے اور دین مہر کیا ہوتا ہے ہم کو کچھ پتہ نہیں ہے۔ لہٰذا زید کے خالو کا دین مہر کا مطالبہ شرعاً جائز نہیں بلکہ صریح ظلم ہے زید کے خالو کو اس قسم کی ناروا حرکت سے پرہیز کرنا اور خدا سے ڈرنا چاہیے۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۷/۹/۷۸ء

استفتاء ۲۷۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان وشرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
اللہ رکھے میاں کی شادی آج عرصہ بارہ سال قبل ہو چکی ہے اوران کی اولاد بھی ہے لیکن صرف اتنی بات ہے کہ صرف لڑکیاں پیدا ہوئیں لڑکا ایک بھی نہیں ہے۔اللہ رکھے اب اپنی بیوی سے بیزار ہو کر اسے اپنے گھر سے نکال دیا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ دوسرا نکاح کرے۔ادھر اس کی موجودہ بیوی حاملہ ہے اور میکہ والے انتہائی غریب ہیں دریافت کرنا یہ ہے کہ اگر اللہ رکھے طلاق دیکر یا بغیر طلاق دیئے دوسرا نکاح کرنے کا ارتکاب کرے تو ایسی صورت میں اللہ رکھے پر شرعی کوئی پابندی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو دارالافتاء ادارۂ شرعیہ کی عدالت میں لڑکی کے لیے کیا چارہ جوئی ہے؟ صورت مسئولہ میں بہتر راستہ بتلادیں مہربانی ہوگی۔فقط

المستفتی: غلام رسول حواری، معرفت مولانا شبیر احمد اشرفی
مقام رانک، پوسٹ چوپارن، ضلع ہزاری بارغ

۹۲/۸۶ے

الجواب

شرعی قانون کے پیش نظر اللہ رکھے کا اپنی بیوی سے بیزار ہونا اور اسے گھر سے نکال دینا قطعی ناجائز و باعث گناہ عظیم ہے، اللہ رکھے اپنے اس قبیح و مذموم فعل کی بنا پر سخت گنہگار و مستحق غضب جبار ہے لڑکا یا لڑکی مشیت ایزدی پر موقوف ہے اللہ رکھے نوشتہ تقدیر و مرضی الٰہی کے خلاف چاہتا ہے اس لئے اس پر توبہ لازم اور اسے چاہیے کہ اپنی شریک حیات کو حسن اخلاق کے ساتھ رکھے اور اس کے تمام حقوق ادا کرے۔اور جس خیال کے ماتحت وہ دوسری شادی کرنا چاہتا ہے اس سے باز رہے اور توبہ کرے۔

وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۰/۱۱/۷۸ء

استفتاء ۲۷۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ میں کہ

زید کو شادی کئے ہوئے چند سال ہوئے۔ زید کی بیوی ہندہ زید کے یہاں ایک بار آئی اور دوسری مرتبہ میکے والے سے کہا گیا کہ رخصت کیا جائے تو میکے والے ہندہ کو زید کے پاس جانے دینے سے انکار کر دیا اور غلط الزامات گھریلو زید کے گھر والوں پر عائد کر دی۔ بہت لوگوں نے سمجھایا، کوشش کی مگر ہندہ کے والدین ہندہ کو سسرال نہیں آنے دیتے۔ حتیٰ کہ زید کچھ روز انتظار کیا کہ مصالحت ہو جائے گی۔ مگر ہندہ کے والدین نے اخراجات ہندہ کا مقدمہ زید پر دائر کر دیا۔ زید مجبوراً عدالت میں حاضر ہوا اور وہاں بھی کہا کہ اگر آپ میرے پاس ہندہ کو دینا نہیں چاہتے تو شرعی طور سے فیصلہ کرا لیں۔ حالانکہ میں ہندہ کو رکھنا چاہتا ہوں لیکن ہندہ کے والدین نہیں چاہتے ہیں۔ اور زید غریب آدمی مقدمہ پر جہاں تک ہو سکا حاضر ہوتا رہا۔ ہندہ کے والدین اہل زر ہیں، رشوت دے کر کورٹ سے ڈگری کرا لی۔ کورٹ نے فیصلہ دیا ہے کہ جب تک ہندہ کی دوسری شادی نہیں ہو جاتی اس وقت تک فی ماہ اسی (۸۰) روپے ہندہ کو دینا پڑیں گے اور ہندہ زید کے پاس نہیں رہے گی، میکے رہے گی اور زید نے اگر طلاق دے دیا تو دین مہر، عدت خرچ مع سامان کے دینا پڑے گا اور بعدہٗ جب تک شادی نہ ہوگی خرچ اسی (۸۰) روپے دوسری شادی تک دینا پڑے گا۔ اب مجھ غریب کے لئے ایک آخری شرعی عدالت ہے۔ اس لئے دریافت طلب امر ہے کہ مسلم لاء کے اعتبار سے اور شریعت محمدیہ کے رو سے کورٹ کا یہ فیصلہ صحیح ہے یا غلط اور زید طلاق دے کر ہندہ کے دین مہر عدت خرچ وغیرہ ادا کرے تو کورٹ کے مقرر کردہ اسی (۸۰) روپے ماہانہ دینا از روئے شرع بھی جائز ہے۔ براہ کرم مع حوالات شرعیہ جواب مرحمت فرمائیں تا کہ کورٹ میں پیش کر کے معاملے کا حل نکالا جا سکے۔ عین کرم ہوگا۔ فقط والسلام

المستفتی: اختر حسین، عبدالغنی کی باڑی، بی ٹی روڈ، اوڑنپاڑہ، ٹیٹا گڑھ، ۲۴ پرگنہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

وھو الموفق والصواب۔ شریعت مطہرہ نے عورت و مرد دونوں کے حقوق کی نشاندہی فرمائی ہے اور جہاں اَلرِّجَالُ قَوّٰامُوْنَ عَلَى النِّسَاءِ "مرد عورتوں پر حاکم ہیں۔" فرما کر عورتوں پر مردوں کو فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے تا کہ عورتیں اطاعت و فرمانبرداری و خدمت گزاری کے ذریعہ اپنے شوہروں کو راضی و خوش رکھیں اور نشوز و نافرمانی سے پرہیز کریں، اسی طرح مردوں پر عورتوں کے جو حقوق و ذمہ داریاں ہیں اس کی بھی وضاحت فرمائی ہے اور عورتوں کا نفقہ و کسوہ و حقوق زوجیت کی ادائیگی مردوں پر

ضروری اور واجب قرار دیا ہے اور عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (النساء:۱۹) ''اوران کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو'' فرما کر عورتوں کے ساتھ حسن اخلاق پیار و محبت سے پیش آنے کا حکم فرمایا ہے اور اس پر سختی وزیادتی ظلم وتشدد کرنے سے منع کیا ہے۔ اگر کسی بنا پر ازدواجی زندگی خوشگوار نہ گزرے اور معقول عذر و مجبوری کے پیش نظر شوہر بیوی کو رکھنا نہ چاہے، تو بدرجہ مجبوری طلاق دے کر اسے قید زوجیت سے آزاد کردینے کا بھی شوہر کو حق حاصل ہے۔ ایسی صورت میں شوہر کو اپنی بیوی کا دین مہر دینا ہوگا۔ قال تعالیٰ وَاٰتُوا النِّسَاءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً. ''اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے دو۔'' اور بعد طلاق اگر عورت حاملہ نہ ہو تو تین ماہ عدت کا نفقہ اور حالت حمل میں وضع حمل تک کا خرچ شوہر کو دینا ہوگا۔ اسلامی وشرعی قانون کے مطابق مہر وعدت کے نفقہ کے علاوہ عورت کو اس سے زیادہ کچھ لینے کا حق نہیں اور نہ مردوں کو اس کے علاوہ کچھ دینا ضروری ہے۔ لہٰذا مہر، عدت کے خرچ کے علاوہ مردوں سے کچھ زیادہ جبراً وصول کرنا یا جب تک دوسری شادی نہ ہو اس کا ماہانہ مقرر کر کے شوہر سے وصول کرنا شرعی واسلامی قانون کے خلاف اور مداخلت فی الدین ہے۔ علاوہ ازیں نشوز ونافرمانی کی صورت میں اگر شوہر رکھنا چاہے اور بیوی اس کی مرضی کے خلاف اپنے میکہ میں رہے تو نافرمانی کی بنا پر شوہر اس کے نان نفقہ کا بھی ذمہ دار نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۲/ذوالقعدہ ۱۴۰۲ھ

استفتاء ۲۷۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

عقد خطبہ بیٹھ کر پڑھنا سنت ہے یا کھڑے ہو کر؟ انگوٹھی پہنانا کیسا ہے؟ عقد پڑھانے کا مسنون طریقہ تحریر کردیں عین کرم ہوگا۔

المستفتی: محب اللہ، موضع سنولی، پوسٹ پرنی پرتائی، دیوریا

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

خطبہ نکاح کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر وافضل ہے۔ بوقت نکاح انگوٹھی پہنانا رسم ورواج ہے اور اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ اگر انگوٹھی نہ پہنائی جائے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں، ہاں انگوٹھی سونے کی نہ ہونی چاہیے کہ سونا مرد کے لئے جائز نہیں۔ نکاح کا مسنون طریقہ فقہ کی عام کتابوں میں لکھا ہوا ہے۔ نکاح میں خطبہ مسنونہ پڑھنے کے بعد ایجاب وقبول بصیغہ ماضی دو عادل ثقہ گواہوں کے سامنے کرایا جائے جیسے فلانہ بنت فلاں کو بعوض اتنے دین مہر پر فلاں فلاں گواہوں کی موجودگی میں تمہاری زوجیت میں دیا۔ لڑکا یہ کہے کہ میں نے قبول کیا۔ نکاح میں مہر کا تعین اور گواہوں کی موجودگی ضروری ہے۔ زیادہ تفصیل کتابوں

میں دیکھئے۔ وھواعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۰-۴-۷۷ء

استفتاء ۲۷۴

مسئلہ: نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم!

بخدمت: شمس العارفین، سراج السالکین، قطب العارفین حضرت علامہ مفتی فضل کریم صاحب قبلہ! ادارۂ شرعیہ پٹنہ ۶ دامت برکاتہم

عالی جناب، قامع بدعت، محی السنت کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں جو حسب ذیل ہے:

زید نے، ہندہ یعنی طاہرہ خاتون کو اپنی زوجیت میں لیا۔ کچھ دنوں اپنے ساتھ رکھا۔ بروجہ تکلیف خانہ داری، ہندہ کے بھائی محمد اسرائیل نے زید کو گالی گلوج مار پیٹ کر کے۔ جبراً طلاق لے کر، کاغذ لکھالیا۔ ہندہ کے اصرار پر، ہندہ کا بھائی اسرائیل زید کو اپنے گھر لایا۔ ایک حافظ صاحب امام جامع مسجد نے بکر کے ساتھ جو کہ بستی ہی کا رہنے والا ہے، صبح کو ہندہ کا نکاح پڑھا دیا اور پھر بغیر وطی و دخول کے، بکر سے شام کو طلاق دلا کر زید یعنی خاوند اولیٰ سے نکاح پڑھایا۔ زید ہندہ کو اپنے مکان پر دُوسری بار لے گیا۔ کچھ دن رکھا جب ہندہ کو نطفہ قرار پایا تو زید نے اپنی دوسری شادی کر لی اور ہندہ یعنی طاہرہ خاتون کو چھوڑ دیا مگر اُسے دوسری بار طلاق نہیں دیا۔ ہندہ کے بھائی اور اس کے والد نے ڈیڑھ سال بعد، ان تمام باتوں کو پوشیدہ رکھ کر، حکیم محمد نسیم سے جو سُنّی، فیضی، چشتی، اشرفی ہیں یہ کہہ کر کہ ''لڑکی تعلیم یافتہ ہے، مسماۃ (بیوہ) ہے۔'' یعنی حکیم محمد نسیم کو دھوکہ دے کر اور محترم جناب حضرت مفتی محمد سلیمان رضوی مظفر پوری کو بلا کر ہندہ کا نکاح ان کے ساتھ کرا دیا۔ نکاح کی دوسری رات جب حکیم محمد نسیم صاحب اور ہندہ ایک کمرے میں آپس میں ملے اور رات بھر رہے تو ہندہ نے ان سے بتایا کہ ''میں مسماۃ (بیوہ) نہیں ہوں۔ میرا پہلا شوہر زندہ ہے۔ اس نے پہلی بار طلاق دیا تھا، دوسری بار طلاق نہیں دیا ہے۔'' اس پر حکیم نسیم صاحب نے اب طاہرہ خاتون کو لانے اور اس کے ساتھ وطی و دخول سے انکار کر دیا ہے۔ وہ بولتے ہیں کہ ''مجھ کو دھوکہ دے کر تمام کام کیا گیا ہے۔ اس لئے میرا نکاح درست نہیں ہوا۔ یہ تمام باتیں پہلے معلوم ہوتی تو میں ہندہ کو اپنے نکاح میں قبول نہیں کرتا۔ میں گناہ میں مبتلا ہو گیا ہوں، اللہ معاف فرمائے۔'' اب حضور والا سے التماس ہے کہ ان سوالوں کا خلاصہ جواب دیں:

(۱) کیا ہندہ (طاہرہ خاتون) زید یعنی خاوند اولی کی زوجیت میں ہوگی؟

(۲) کیا ہندہ (طاہرہ خاتون) بکر کے نکاح میں جس سے حلالہ کے لئے ہندہ کا نکاح ہوا اور جس نے بغیر وطی ودخول ہندہ کو طلاق دیا۔

(۳) کیا ہندہ (طاہرہ خاتون) زید یعنی اپنے خاوند اولی کی زوجیت میں ہوگی جس نے دوسری بار اُسے اپنے نکاح میں لیا اور طلاق نہیں دیا۔

(۴) کیا ہندہ (طاہرہ خاتون) حکیم محمد نسیم کی زوجیت میں ہوگی جن سے چوتھی بار نکاح ہوا؟

(۵) کیا حکیم محمد نسیم پر یہ لازم ہوگا کہ وہ ہندہ (طاہرہ خاتون) کا وہ مہر ادا کریں جو نکاح میں رکھا گیا ہے؟

ان تمام باتوں کے لئے شرع متین کا جو متفقہ فیصلہ ہو، تحریر کریں۔

المستفتی: محمد موسیٰ رضوی مظفر پوری

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــــ !

صورت مسئولہ میں اگر زید نے بحالت اکراہ ملجی ہندہ کو طلاق دی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔ اکراہ ملجی کو اکراہ تام بھی کہتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ جبراً اور زبردستی کرنے والے نے ضرب شدید کی یا کوئی عضو جیسے کان یا ناک وغیرہ کاٹنے کی دھمکی دی یا جان سے مارڈالنے پر آمادگی کا اظہار کیا اور وہ اس ایذا رسانی پر قادر بھی ہو جس کو دھمکی دی جارہی ہو اُسے اگر اس بات کا یقین ہو کہ میں اگر اُس کے کہنے کے مطابق نہیں کروں گا تو وہ جو کچھ کہہ رہا ہے، کر گزرے گا۔ اگر زید کے ساتھ یہی اکراہ تام کیا گیا تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر صرف مار پیٹ ہی کی دھمکی تھی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور ہندہ اس کی زوجیت سے خارج ہو جائے گی۔ اکراہ کی اس دوسری صورت کو اکراہ غیرہ ملجی یا اکراہ غیر تام کہتے ہیں۔ ایسے اکراہ میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔

(۱) صورت مسئولہ میں اگر زید کے ساتھ اکراہ تام کیا گیا تو طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر صرف مار پیٹ ہی کی دھمکی تھی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔

(۲) حلالہ کے لئے وطی شرط ہے، بغیر جماع حلالہ درست نہ ہوا۔

(۳) جب شرعاً حلالہ صحیح نہیں ہوا تو زید کا اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا بھی جائز نہ ہوا اور شرعاً زید زانی اور حرام کار متصور ہوگا۔

(۴) اصل مسئلہ طلاق اول کے جواز یا عدم جواز پر موقوف ومنحصر ہے۔ اگر طلاق اوّل اکراہ تام کی بنا پر دی گئی تو واقع نہ ہوئی اور ہندہ زید کی زوجیت میں رہے گی اور اگر اکراہ غیر تام میں زید نے طلاق دی تو واقع ہوگئی اور ہندہ کا دوسرا نکاح بکر سے صحیح۔ مگر چوں کہ بکر نے بغیر وطی۔ طلاق دے دیا۔ اس لئے، زید کے لئے ہندہ حلال نہ ہوئی اور زید سے جو نطفہ قرار پایا وہ شرعاً ناجائز وحرام ہے۔ ایسی صورت میں زید کا دوبارہ طلاق دینا یا نہ دینا برابر ہے۔ اس لئے کہ بغیر حلالہ جب دوسرا

نکاح باطل ہوا تو طلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پھر حکیم نسیم سے ہندہ کی شادی ایسی صورت میں جائز متصور ہوگی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

استفتاء ۲۷۵

مسئلہ: جناب عالی! بعد سلام مسنونہ گزارش خدمت یہ ہے کہ:

محمد نظام الدین صاحب کی شادی کے موقع پر جو عقد نکاح مولوی صاحب نے پڑھایا، اس میں "محمد نظام الدین خاں" کی جگہ نظام حسن کہا اور لڑکی کے نام میں بھی یوں فرق ہوا کہ "اختری فاطمہ" کی جگہ "اختر النساء" کہا۔ البتہ لڑکے اور لڑکی کے "والدین" کا نام ٹھیک لیا گیا۔ تو بتایا جائے کہ ایسی صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں؟ چند لوگوں کو اس پر اعتراض ہے کہ یہ نکاح درست نہیں ہوا، نکاح دوبارہ پڑھانا چاہیے۔ اسلئے میں حضور کے پاس لکھ رہا ہوں کہ از روئے شرع شریف مطلع فرمائیں، عین نوازش ہوگی۔ فقط والسلام

المستفتی: احقر العباد محمد اکرام الحق نوری، القادری، کوارٹر نمبر ۱۹ ڈی گورنمنٹ کالونی، پوسٹ آئی، ای، گومیہ، ضلع گریڈیہہ، ہزاری باغ
بتاریخ: ۱۹ دسمبر ۱۹۷۳ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــ!

وکیل یا قاضی نے بوقتِ نکاح، عورت کی غیر موجودگی میں، عورت یا اس کے باپ کا نام غلط کہہ دیا تو جہالت کی وجہ سے نکاح صحیح نہ ہوگا۔ اس لئے نکاح میں عورت اور اس کے باپ کے نام کی تعیین و تخصیص ضروری ہے۔ ہاں! عورت بذات خود نکاح کی مجلس میں موجود ہو اور نکاح کے وقت اس کی طرف اشارہ کیا کہ یہ عورت تمہارے نکاح میں دی گئی، تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ عورت کی موجودگی میں۔ اگر نام میں غلطی بھی ہوگی تو مضر نہیں۔ درمختار میں ہے: **غلط وكيلها بالنكاح في اسم ابيها بغير حضورها لم يصح للجهالة وكذالو غلط في اسم الا اذا كانت حاضرة واشاره اليها فصحيح.** "وکیل نے وقت نکاح عورت کی غیر موجودگی میں اس کے یا اس کے باپ کے نام میں غلطی کی تو جہالت کی وجہ سے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔ مگر جب عورت محفل نکاح میں موجود ہو اور اس کی طرف اشارہ کیا تو نکاح صحیح ہے۔ (نام میں غلطی ہونا مضر نہیں)" غرض صحت نکاح کے لئے رفع جہالت ضروری ہے۔ اگر لڑکا اور لڑکی دونوں قبل ہی سے ایک دوسرے کو جانتے پہچانتے ہوں اور دونوں کو یہ علم ہو کہ میرا نکاح فلاں سے ہو رہا ہے تو نام میں تھوڑی تبدیلی کے بعد بھی نکاح صحیح ہو جائے گا۔ ورنہ نہیں۔ بہر حال صورت مذکورہ میں تجدید نکاح ہی بہتر ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

استفتاء ۲۷۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:
زید کسی عورت سے زنا کرتے ہوئے پکڑا گیا اور جس عورت سے زنا کیا، اس کا شوہر دوسال قبل انتقال کر چکا ہے۔ جب یہاں کی انجمن میں بات پہونچی تو انجمن کا یہ فیصلہ ہوا کہ اس زانی کا نکاح اسی عورت سے کر دیا جائے جب اس نے اس عورت سے زنا کیا تو اب شادی بھی کوئی دوسرا اُس سے نہیں کرے گا۔ لہٰذا زید سے ہی شادی کر دی جائے مگر اب دریافت طلب یہ ہے کہ زید اس سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر کر سکتا ہے تو کس شرط پر؟ پوری وضاحت کے ساتھ قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرما کر ہم تمام اہلِ انجمن فیض الاسلام، بجرا کوئیلری کو شکریہ کا موقع دیں اور جواب ''شان ملت'' میں بھی شائع فرمادیں۔

قاری بدرالدین صابری، خطیب مسجد بجرا کوئیلری، ہزاری باغ
۷۰/۸/۴ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــ وھوالموفق للحق للصواب ـــــــــ !

زانی کا نکاح زانیہ سے جائز ودرست ہے۔ اس میں کسی شرط کی ضرورت نہیں۔ اگر زنا سے حمل بھی قرار پاجائے جب بھی زانیہ حاملہ کا نکاح زانی سے جائز ہوگا۔ درمختار میں ہے: وصح نکاح حبلی من زنا لاحبلی من غیرہ ای الزنا لثبوت نسبہ یعنی حاملہ زانیہ کا نکاح صحیح ہے زنا کے علاوہ اور حاملہ سے نکاح جائز نہیں اس لئے کہ اس کا نسب ثابت ہے۔ قرآن حکیم میں غیر شادی شدہ زانی وزانیہ کے لئے حکم ہے کہ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔ ''تو اُن میں ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ'' (کنزالایمان) مگر ہندوستان میں، اسلامی حکومت نہیں کہ حدود شرعیہ اس پر جاری کئے جائیں اور اسلامی وشرعی قانون کے مطابق زانی وزانیہ پر حد جاری ہو۔ لہٰذا دونوں اعلانیہ اپنے گناہ سے توبہ کریں اور آپس میں نکاح کرلیں۔ وھو اعلم وعلمہٗ عزوجل اتم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۵/ اگست ۷۰ء

استفتاء ۲۷۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
صاحب جان ملا کی بیوی سے قریب چھ سال سے تعلق باہمی تھا۔ بعدہٗ دوسرے شخص نے صاحب جان ملا کو مبلغ ۵۰ روپئے دیکر طلاق لے لیا۔ بعد طلاق قریب دوڈھائی گھنٹہ بعد بکر نے طلاق لینے والے کے ساتھ نکاح پڑھادیا۔ اب کچھ لوگ بکر کے خلاف ہوگئے بایں وجہ کہ بکر اس بستی کا امام ہے اور بکر کو یہ معلوم تھا کہ یہ نکاح پڑھانا حرام ہے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ جن لوگوں نے بکر کو کہا کہ نکاح پڑھا دیجئے، ان لوگوں کے اور بکر کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ جن لوگوں نے کہا اور جس نے نکاح پڑھایا۔ ان لوگوں کی بیوی ان کے نکاح میں رہی یا نکاح سے خارج ہوگئی۔ خلاصۂ جواب سے آگاہ کریں گے۔

المستفتی: سید حسن رضا، موضع ہاٹ اسٹریا، پوسٹ خاص، ضلع بانکوڑہ، ویسٹ بنگال
۱۰/۱۰/۷۰ء

۹۲/۸۶ ء

الجواب ـــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ـــــــ

صورت مستفسرہ میں بغیر انقضائے عدت، صاحب جان کی مطلقہ بیوی کا نکاح قطعی ناجائز وحرام ہوا۔ اس لئے کہ عدت میں دوسرے سے نکاح جائز نہیں۔ نکاح کرنے والے پر ضروری ہے کہ فوراً اس عورت سے کنارہ کش اور علیحدہ ہوجائے۔ اگر وہ عورت کو الگ نہ کرے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اس کے ساتھ اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا، سلام وکلام ترک کردیں۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ یعنی اگر شیطان تم کو بھلا بھی دے تو یاد آنے پر ظالموں کے ساتھ نہ بیٹھو۔ اور جن لوگوں نے باوجود اس بات کے جاننے کے کہ عدت میں نکاح حرام ہے، نکاح کرنے یا پڑھانے کی ترغیب دی یا اس فعل سے راضی وخوش ہوئے اور بکر (جاننے کے) باوجود اس فعل مذموم وغیر مشروع کا مرتکب ہوا۔ وہ سب کے سب سخت گنہگار مستحق غضب جبار ہیں کہ انہوں نے عمداً قصداً حکم خداوندی وفرمان نبوی کے خلاف کیا۔ اس طرح انہوں نے احکام شرعیہ کا استخفاف کیا اور عملاً ناجائز وحرام کو حلال سمجھا لہٰذا سبھوں کو توبہ وتجدید نکاح ضروری ہے۔ بالخصوص بکر جب تک تجدید نکاح اور اعلانیہ توبہ نہ کرے۔ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ایسے شخص کو امام بنانا جائز نہیں۔ وھو تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہٗ اتم۔

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
۲۵/۱۰/۷۰ء

استفتاء ۲۷۸

مسئلہ: جناب محترم صاحب!السلام علیکم، عرض ہے کہ میری بہن ببیگنی کی شادی، روز ید میاں کے لڑکے محمد قاسم سے ہوئی ہے۔ مگر اس سال انہوں نے میری بہن کو، ناجائز الزام لگا کر، انہوں نے میرے گھر پہونچا دیا اور کہا کہ اب اسے نہیں رکھیں گے۔ انہوں نے موضع برڈیہا، تھانہ نگر، میں ہی قدرت میاں کی لڑکی سے نکاح کرلیا ہے۔ جس لڑکی سے نکاح کیا ہے، اس کی شادی دیہول میں الٰہی بخش میاں کے لڑکے سے ہوئی تھی، جس کو طلاق نہیں دی گئی۔ ۱۶؍رمضان ۹۰ھ کو وہ قدرت میاں کے یہاں گئی۔ جب ہم لوگوں کو معلوم ہوا تو پانچ آدمی ہم لوگ گئے جس لڑکی سے نکاح ہو رہا تھا، اس کے سسر بھی آئے تھے۔ بہت بات چیت ہوئی۔ آخر میں ۱۰۰؍روپئے اور زیور لڑکی کے خسر کو دیا۔ مگر لڑکی کا شوہر موجود نہ تھا۔ ۱۶؍رمضان کو ہی طلاق نامہ لکھا گیا اور کہا گیا کہ لڑکا موجود نہیں ہے۔ دو روز کے بعد لڑکا آئے گا تو طلاق نامہ پر دستخط کردے گا اور اسی رات میں اس لڑکی کا نکاح میرے مہمان قاسم میاں کے ساتھ کردیا گیا۔ جس قاضی نے نکاح پڑھایا وہ نائیڈیہی میں بچوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ اس لئے حضور سے عرض ہے کہ بہت جلد اس پر غور کریں، نہیں تو یہ رسم بہت خراب ہو جائے گی کہ بغیر طلاق کے بھی نکاح پڑھایا جا رہا ہے۔ اب وہ میری بہن کو نہیں رکھے گا۔ اس معاملہ میں خود آکر فیصلہ کرانا اور نکاح فسخ کرانا ہوگا؟

المستفتی: کعب الدین، پوسٹ نگر اوٹاری ضلع پلاموں

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــــــ

مذکورہ بالا سوال میں جس طرح طلاق و نکاح کے متعلق دریافت کیا گیا ہے وہ قطعی خلاف شرع و ناجائز ہے۔ قاسم کا پہلی بیوی پر الزام رکھ کر چھوڑ دینا اسلامی اصول کے منافی ہے۔ اس بنا پر قاسم گنہگار ہوگا۔ اسے چاہیے کہ یا تو اپنے ساتھ زوجۂ اولیٰ کو رکھے اور اگر رکھنا پسند نہ کرے تو اسے طلاق دے کر اپنی زوجیت سے خارج کردے۔ پھر قاسم کا غیر مطلقہ عورت سے نکاح کرنا حرام و باعث گناہ عظیم ہے۔ صرف طلاق نامہ لکھ دینے سے طلاق واقع نہ ہوگی۔ جیسا کہ سوال میں لکھا ہے کہ لڑکی کا شوہر موجود نہ تھا، اس کے غائبانہ میں دوسرے نے طلاق نامہ لکھا اور کہا کہ لڑکا بعد میں دستخط کردے گا۔ اس طرح طلاق واقع نہ ہوئی اور جب تک طلاق نہ ہو اور عدت نہ گزر جائے اس کو نکاح کرنا قطعی ناجائز و حرام ہوگا۔ اس لئے قاسم کو چاہیے کہ فوراً دوسری عورت جس سے اس نے نام نہاد نکاح کیا ہے الگ کردے ورنہ زنا کا ارتکاب ہوگا اور جس قاضی نے نکاح پڑھایا ہے باوجودیکہ اس کو معلوم تھا کہ عورت کو ابھی طلاق نہیں دی گئی ہے اور نہ عدت گزری ہے اس قاضی کا اپنا نکاح بھی فسخ ہوگیا۔ اس لئے کہ اس نے حرام کو حلال سمجھا۔ لہٰذا قاضی صاحب کو بھی توبہ و تجدید نکاح کرنا ضروری۔ جب تک قاسم اس عورت کو الگ نہ کرے اور قاضی توبہ و تجدید نکاح

نہ کرے۔ مسلمانوں کو ان دونوں سے سلام وکلام، میل جول ترک کر دینا ضروری ہے۔ علاوہ ازیں جن لوگوں نے بھی اس ناجائز نکاح کو جائز وحلال سمجھا سبھوں پر توبہ کرنا ضروری ہے۔ وھو اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۳/۱۲/۷۰ء

استفتاء ۲۷۹

مسئلہ: علمائے کرام! السلام علیکم۔

اس مسئلہ کا کیا حکم ہے کہ مجھ مقبول احمد کو اپنی سالی سے شادی کرنے کا خیال ہے۔ وہ میری بیوی کی سوتیلی بہن ہے۔ میری بیوی بھی موجود ہے اور حکم واجازت بھی دے رہی ہے۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: مقبول احمد (معرفت) مسجد امام مکی دین مولوی فضل الرحمٰن، موضع و پوسٹ، میگرہ، گیا

۳۰/ ذی الحجہ ۹۰ھ

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیــــــــــق!

بیوی کی موجودگی میں سالی سے شادی مطلقاً ناجائز وحرام ہے، خواہ ایک ماں باپ سے ہو یا باپ ایک ہو، ماں دو۔ یا ماں ایک ہو، باپ دو۔ غرض کہ سوتیلی سالی سے بھی نکاح حرام وناجائز ہے۔ قرآن کریم میں ہے: وَاَنۡ تَجۡمَعُوۡا بَيۡنَ الۡاُخۡتَيۡنِ ۔ ''اور دو بہنیں اکٹھی کرنا''۔ (ترجمہ کنزالایمان) وھو اعلم!

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۷ مارچ ۷۱ء

استفتاء ۲۸۰

شرائط نامہ

(۱) آج بتاریخ ۲۳ ستمبر ۷۱ء بروز سنیچر، بوقت ساڑھے نو (9½) بجے شب، مَیں اپنی ساس صاحبہ جمیرا بی بی کے مکان میں میر غلام نبی اور اپنے سسر شیخ عاشق حسین صاحب کی موجودگی میں کلام پاک کی قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں کہ آج کی تاریخ سے مَیں اپنی ساس صاحبہ جمیرا بی بی کے مکان میں رہوں گا۔

اور میری اہلیہ صاحبہ بھی یہیں رہیں گی۔ مَیں اپنی بیوی صاحبہ کا کھانا خرچہ ہر مہینہ مبلغ تیس روپے اور دیگر سامان تیل، صابن، کپڑا وغیرہ دوں گا۔ اس وقت مبلغ تیس روپے دے رہا ہوں، آج کی تاریخ سے مَیں پروردگار کے کلام پاک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ کسی بات پر ساس صاحبہ یا سسر یا بیوی سے کسی قسم کا بُرا برتاؤ نہیں کروں گا۔

(۲) میری ساس صاحبہ جمیرا بی بی مجھے اپنے بچہ کے ایسا دیکھیں گی اور مَیں بھی آج کی تاریخ سے ان کو اپنی ''ماں'' خیال کر کے چلوں گا۔ وہ مجھے جس طرح چلائیں گی میں ان کے کہنے پر عمل کروں گا۔

(۳) میں ان گواہوں کی موجودگی میں اقرار کرتا ہوں کہ مندرجہ بالا اقرار شرائط میں نے لکھا ہے کہ میں نے اپنی بیوی اللہ رکھی بی بی کو، اگر ماہواری تیس روپے اور کپڑا وغیرہ، ٹھیک، مطابق شرائط نامہ نہ دیا تو اللہ رکھی بی بی کی طلاق آپ سے آپ ہو جائے گی۔

(۴) میں اپنی بیوی سے، شوہر کی حیثیت سے چلوں گا، مثلاً جس طرح عورت مرد میں دنیاداری ہوتی ہے۔ اگر نہ ہو تو اللہ رکھی بی بی کی طلاق آپ سے آپ ہو جائے گی۔ ان گواہوں کے سامنے مَیں ان شرائط کو تسلیم کرتا ہوں۔ فقط

دستخط ــــــ غلام یونس

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ:

زید نے اقرار کیا کہ میں نے اپنی بیوی اللہ رکھی بی بی کو ماہواری تیس روپے اور کپڑا وغیرہ ٹھیک، مطابق شرط نہ دیا تو اللہ رکھی بی بی کی طلاق آپ سے آپ ہو جائے گی۔ اس شرط کے بعد زید مذکور، گیارہ ماہ تک، اپنی بیوی موصوفہ کو نان ونفقہ دیتا رہا۔ اس اثنا میں جب کہ شوہر سفر میں تھا۔ اس کے پاس لڑکی کی والدہ کا، جو اس وقت ان دونوں کی مربی تھیں، اچانک ایک خط پہونچا کہ اس ماہ رواں کا نان ونفقہ بابت تیس روپے مت بھیجو، مَیں تمہاری بیوی کو، تمہارے پاس عنقریب پہونچا رہی ہوں۔ چنانچہ اس خط کی وجہ سے اس ماہ، زید نے روپیہ بھیجنا ملتوی کر دیا۔ مہینہ ختم ہونے پر بھی جب کہ زید کی بیوی اور ساس نہ پہونچیں تو پھر زید نے اپنی ساس صاحبہ کے پاس منی آرڈر سے بیس روپے زادِ راہ روانہ کیا کہ جلد چلی آئیں، لیکن ساس صاحبہ نے یہ روپیہ واپس کر دیا اور نہ زید تک پہونچیں اور نہ کوئی جواب دیا۔ دوسرا مہینہ اسی آمد ورفت کی کشش وپنج میں گزرا۔ تیسرا مہینہ شروع ہوا تو اچانک زید کی بیوی کی طرف سے، زید کو وکیل کا ایک نوٹس پہونچا کہ آپ نے چونکہ ایفائے شرائط نہیں کیا اس لئے میں مطلقہ ہو چکی ہوں۔ میرا دَین مہر جلد روانہ کر دیں۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ زید کی ساس جس کو زید نے مربی سمجھ کر سب کچھ سپرد کر دیا تھا، اس نے جب خط لکھا اور زید نے اپنی ساس پر بھروسہ کیا کہ وہ میری بیوی کو ضرور لائیں گی اور انہیں کے منع کرنے پر اس نے وہ روپیہ دینا بھی بند کیا تو کیا صورت مذکورہ میں خلاف شرط ہو کر طلاق واقع ہو جائے گی

امید ہے کہ مفصل جواب دیں گے زید نے قسم کھا کر ایفائے شرائط کا وثوق دیا ہے تو کیا کفارہ قسم لازم آئے گا لفاف ہذا میں "شرائط نامہ" بھی ارسال خدمت ہے۔ وکیل کا نوٹس جانے کے بعد سے اب تک نا اتفاقی کے سبب شوہر نے روپیہ نہیں دیا ہے۔ مذکورہ اللہ رکھی نے وکیل کے نوٹس کے کچھ دنوں بعد دوسری جگہ نکاح ثانی کر لیا۔ بینوا و توجروا۔

المستفتی: غلام غوث، پلاسودھا، پوسٹ لنکا پورا، براہ: ٹینڈ کور، ضلع کٹک، اڑیسہ

۲۰/محرم الحرام ۹۱ھ

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ـــــــــــ !

بر تقدیر صدق مستفتی زید شرائط نمبر ۱، نمبر ۲ پر پوری طرح عمل کرتا رہا۔ نیز شرط نمبر ۳ میں کئے گئے عہد کے مطابق اپنی خوش دامن کے حکم کے مطابق کہ "ماہ رواں کا نان ونفقہ مت بھیجو۔ زید نے مقررہ رقم نہ بھیجی اور اہلیہ وخوش دامن کا انتظار کرتا رہا۔ پھر زادراہ کے لئے بیس روپے جس کو اس کی ساس نے واپس کر دیا۔ لہٰذا ایسی صورت میں زید کی طرف سے ایفائے عہد کی خلاف ورزی نہ ہوئی اور نہ شرعاً وہ مجرم قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ اس پر کفارہ لازم ہوگا اور نہ اس کی بیوی پر طلاق واقع ہوگی بلکہ رشتہ زوجیت باقی رہا اور اللہ رکھی بی بی کا نکاح ثانی شرعاً ناجائز وحرام ہوا اور نکاح پڑھانے والا سخت مجرم وگنہگار مستحق عذاب نار ہوا۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

استفتاء ۲۸۱

مسئلہ: محترم بزرگ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ناچیز اپنی مطلقہ سے نکاح کرنا چاہتا ہے، شریعت کا حکم نہیں ہے۔ ازراہ کرم اب بتائیے کہ باری باری سے کتنے کتنے دنوں تک انہیں عدت میں بیٹھایا جائے تاکہ نکاح فسخ نہ ہو اور کون طریقہ اچھا ہوگا؟ ایلا یا طلاق بائن یا کونسا دوسرا طریقہ جس سے ایک کو عدت میں بیٹھایا جائے اور دوسری کو نکاح میں لیا جائے ذرا غور کر کے نکاح کی صورت بتائیں اور پہلی والی بھی عدت کے بعد دوسرے کے نکاح میں نہ جائے۔ میرے نکاح میں ہی آئے۔ براہ کرم جلد از جلد مندرجہ ذیل پتہ پر ساتھ کے لفاف میں جواب روانہ کریں، عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: عبد النعیم، ہیڈ کلرک، برنی انچل، پوسٹ: پلونجیا، وانیہ سریا، ضلع ہزاری باغ

۱۰/۱۱/۷۲ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــ وهو الموفق للصواب ــــــــــــــ !

قرآن حکیم میں دو بہنوں کو ایک ساتھ زوجیت میں رکھنا ناجائز و حرام قرار دیا گیا ہے: قال الله تعالیٰ: وَأَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ ۔ ''اور دو بہن اکٹھی کرنا (حرام ہے)''۔ ایک بہن کو زوجیت میں رکھتے ہوئے، دوسری سے شادی کرنے پر دونوں حرام ہو جائیں گی۔ لہٰذا آپ اپنی بیوی کی بہن سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو پہلے اپنی بیوی کو طلاق بائن دینا ہوگا۔ پھر اس کی بہن سے آپ شادی کر سکتے ہیں اور اگر پھر آپ پہلی مطلقہ بیوی کو زوجیت میں لانا چاہیں تو بغیر حلالہ اس سے شادی جائز نہ ہوگی۔ اگر بعد انقضائے عدت اس عورت نے دوسرے مرد سے شادی کی اور اس نے طلاق دے دی تو عدت گزرنے کے بعد اس کی شادی آپ سے ہوگی مگر پھر دوسری بیوی کو شادی کرنے سے پہلے طلاق دینی ہوگی۔ آپ کا سوال کہ کسی دوسرے مرد کے پاس بھی نہ جائے اور میرے لئے حلال ہو جائے۔ یہ صورت جائز نہ ہوگی۔ اس سے پرہیز کیجئے۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۹/۱/۷۱ء

استفتاء ۲۸۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

زید نام کا ایک لڑکا ہے جو شادی شدہ ہے۔ اس کی اولاد بھی ہے اور اپنی بیوی بھی ہے جس کی عمر تقریباً پچیس سال ہے۔ وہ تعلیم یافتہ ہے اور گورنمنٹ اسکول میں ہنوز کام کر رہا ہے۔

ہندہ نام کی ایک جاہل لڑکی ہے۔ شادی نابالغی میں ہوئی تھی اور ابھی سن بلوغ کو پہونچی ہی تھی کہ لڑکی اور زید میں ناجائز تعلق پیدا ہو گیا۔ لڑکی شادی کے بعد یا اور کبھی بھی اپنے سسرال نہیں گئی اور نہ اپنے شادی شدہ لڑکے'' سے اس کی ملاقات، دید وشنید یا خلوت صحیحہ ہوئی۔ مگر ایسے حال میں زید اور ہندہ میں ناجائز تعلق ہونے سے حمل قرار پا گیا۔ چار ماہ گزرنے پر حمل ظاہر ہوا۔ جب لڑکی سے پوچھا گیا تو لڑکی نے زید کا نام لیا اور زید نے بھی چند آدمیوں کے سامنے ہندہ سے ناجائز تعلق پیدا کرنے کا اقرار کیا اور لڑکی کو اپنے نکاح میں لینے کا وعدہ و اقرار کیا۔ بعد اقرار کے زید کے گھر والوں نے لڑکی کے پہلے شوہر سے طلاق دلا کر زید سے اس کی شادی کر دی اس حال میں کہ ہندہ کا حمل پانچویں ماہ سے گزر رہا تھا۔ بعض عالم کہتے ہیں کہ شادی ہوئی ہی نہیں اور بعض کہتے ہیں کہ شادی ہو گئی۔ اس سلسلہ میں صحیح مسئلہ سے واقف کرایا جائے۔

لڑکی کو نو ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا اور ایک ہفتہ زندہ رہ کر قضا کر گیا۔ اب زید، ہندہ کو رکھنا نہیں چاہتا اور کہتا ہے کہ "میرا نکاح باطل ہو گیا اور اب ہم کو اس لڑکی سے شادی کرنا بھی نہیں ہے۔" جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: محمد یونس، شکراداں، ڈاکخانہ: سنولا ہاٹ، ضلع بھاگلپور، بہار
۹/۶/۷۲ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ وهو الموفق للحق والصواب ــــــــــ !

بر تقدیر صدق سوال، اگر واقعی ہندہ کو زید ہی سے ناجائز حمل تھا اور شوہر نے خلوت صحیحہ یا وطی سے قبل ہندہ کو طلاق دیدی۔ جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے اور بعد طلاق زید نے حالت حمل میں نکاح کیا چونکہ حمل زید ہی سے تھا اس لئے یہ نکاح صحیح ہوا۔ درّ مختار میں ہے: **صح نكاح حبلى من زنا وان حرم وطوه ودواعيه حتى تضع ولو نكحها الزّاني حل له وطوءها اتفاقا۔** "درمختار میں ہے کہ زنا سے حاملہ کے ساتھ نکاح جائز ہے نہ کہ غیر زنا کی حاملہ سے جب اس سے وطی اور متعلقہ امور بچے کی پیدائش تک حرام ہیں اور اس سے خود زانی نے نکاح کیا ہو تو وطی بھی بالاتفاق جائز ہے۔" یعنی زانیہ حاملہ کا نکاح، زانی وغیر زانی سے صحیح ہوگا۔ مگر فرق یہ ہے کہ غیر زانی اس حاملہ زانیہ سے قربت نہیں کر سکتا ہے جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے اور اگر خود زانی جس کا یہ حمل ہے، اُسی نے زانیہ سے نکاح کیا تو بعد نکاح اس کو عورت سے قربت بھی جائز ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
۱۷/۷/۷۲ء

استفتاء ۲۸۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

ایک لڑکی شادی شدہ تھی۔ وہ لڑکی چند بار شکوہ لے کر آتی اور اپنے میکہ میں رہ کر پھر اپنے سسرال جایا کرتی تھی۔ بعد میں اس بار تین چار ماہ اپنے نیہر میں رہی۔ پھر سسرال والے اور میکہ والے دونوں مل کر بیٹھے۔ لڑکی کو اس شوہر نے طلاق دے دیا۔ طلاق دینے کے بعد، وہ لڑکی چونکہ غریب گھر کی تھی وہ بستی میں ایک آدمی کے گھر کا گھریلو کام کرتی تھی اور اپنا گزر کرتی تھی۔ طلاق کے قریب ایک ماہ بعد اس لڑکی کو حمل ظاہر ہو گیا حمل ظاہر ہونے پر بستی والوں نے مل کر جن کے گھر وہ گھریلو کاروبار کرتی تھی، اس سے شادی کر دی۔ اس لڑکی سے پوچھنے پر وہ کبھی اس کا نام کہتی ہے جس کے یہاں وہ کام کرتی تھی اور کبھی کہتی ہے کہ ہم اپنی سسرال میں اپنے شوہر کے پاس بھی تھے۔ ایسی حالت میں اس لڑکی کی طلاق ہوئی یا نہیں؟ اور ثانی شادی واجب ہوئی یا نہیں؟ طلاق دینے کے دو تین یا قریب چار ماہ کے اندر لڑکی پیدا ہوئی۔ ان

باتوں کے خلاصہ جواب سے نوازیں جس میں سبھوں کی بھلائی ہو۔زیادہ حدّ ادب۔

المستفتی: شیخ بھدائی، موضع متھور، ڈاکخانہ متھور، وایا قصبہ، ضلع پورنیہ

۱۴/۲/۲ ۷ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــــــــــــ !

صورت مذکورہ میں جب طلاق کے ایک ماہ بعد، لڑکی کا حاملہ ہونا ظاہر ہوا، ایسی حالت میں وہ حمل اس کے شوہر ہی کا قرار دیا جائے گا۔اور بچہ شوہر ہی کا تسلیم کیا جائے گا۔لہٰذا دوسری شادی ناجائز ہوئی، اس لئے کہ طلاق کے بعد عدت طلاق ختم ہونے ہی پر، دوسری شادی جائز ہو سکتی تھی اور جب وہ بوقت طلاق حاملہ تھی، تو اس کی عدت وضع حمل تک تھی اور طلاق کے ایک ماہ بعد ہی یعنی عدت کے اندر ہی اس کی دُوسری شادی ہوگئی جو شرعاً ناجائز و حرام ہوئی۔لہٰذا جس نے اس سے شادی کی وہ فعل حرام کا مرتکب اور سخت گنہگار ہوا۔اس سے فوراً لڑکی کو علیحدہ کر دینا اور توبہ کرنا ضروری ہے۔دیدہ و دانستہ جن لوگوں نے اس کی شادی کی، وہ سب کے سب گنہگار ہوئے اس لئے کہ انہوں نے جان بوجھ کر احکامِ قرآنی و فرمان نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خلاف ورزی کی۔لہٰذا سب لوگوں کو توبہ کرنا ضروری ہے اور فوراً دونوں میں تفریق کر دینا واجب و لازم ہے۔وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۹ر فروری ۱۹۷۲ء

استفتاء ۲۸۴

مسئلہ: بخدمت جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گذارش یہ ہے کہ کیا فرماتے ہیں علمائے کرام و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیب النساء کو اس کے شوہر نے طلاق مغلظہ یعنی تین طلاق دے دیا اور زیب النساء طلاق کے بعد، اپنے میکہ چلی آئی، اس کے بعد صرف ڈیڑھ ماہ گزرے اور زیب النساء کو دوسری بستی کا ایک شخص جس کا نام عبدالستار ہے، اپنے نکاح میں لے آیا۔حالاں کہ نکاح پڑھانے والے مولوی صاحب نے انکار کیا کہ بغیر عدت پوری ہوئے نکاح نہیں پڑھاؤں گا، مگر بستی کے دو چار لوگوں نے جو دولت مند ہیں جب مولوی صاحب سے یہ کہا کہ "جو خرچ ہوگا اور جو بھی آپ پر گزرے گا اس کے ذمہ دار ہم لوگ ہیں آپ بغیر عدت گزارے نکاح پڑھا دیں۔" تو یہ سن کر مولوی صاحب نے بغیر عدت گزرے ہوئے نکاح پڑھا دیا۔اس کے بعد جب پوری بستی اور انجمن کے لوگوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے ان کو اپنی جماعت سے الگ کر دیا اور مولوی

صاحب کو مسجد کی امامت سے معزول کر دیا۔ مگر چند شیطنت پسند اشخاص اُس نام نہاد مولوی کو اب تک امام مان رہے ہیں اور وہ لوگ عبدالستار اور امام صاحب کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اب یہ بات علاقائی بن گئی ہے کہ فتویٰ منگا کر فیصلہ کرانا چاہیے۔ لہٰذا اب حضور والا سے گزارش ہے کہ بتائیں کہ اس مولوی پر اب کیا فتویٰ ہے؟ کیا سزا ہے؟ کہ اس نے بغیر عدت کا نکاح پڑھا دیا اور اس محفل میں جو پانچ آدمی بیٹھے تھے۔ ان کو کیا سزا ہوگی؟ اور بغیر عدت نکاح کرنے والے عبدالستار جو اس کو بیوی بنا کر رکھے ہوئے ہیں اور زنا کاری کر رہے ہیں ان کو کیا سزا ہوگی۔ تفصیلی واقعات قرآن وحدیث کی روشنی میں ارشاد فرمائیں۔ ہم تمام علاقائی انجمن کے لوگ حضور کے جواب کے بہت بے چینی سے منتظر ہیں۔ فقط والسلام

المستفتی: قاری بدرالدین صابری، مدرس اوّل، مدرسہ ارشد العلوم
مقام سرما، ڈاکخانہ برکا گاؤں، ضلع ہزاری باغ۔ ۴؍اپریل ۷۲ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ وهو الموفق للحق والصواب ــــــــــ

صورت مستفسرہ میں زیب النساء کا نکاح ثانی، شرعاً ناجائز وحرام ہوا اس لئے کہ عدت میں نکاح بنص قطعی ناجائز وحرام ہیں۔ ''مستخلص الحقائق'' میں ہے: لان النكاح المعتدة حرام بالنص وهو قوله تعالىٰ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ ۔ ''اس لئے کہ عدت گزارنے والی عورت کا نکاح مدت عدت میں نص قطعی سے حرام ہے ارشاد ربانی ہے اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے۔'' مولوی صاحب نے مسئلہ جاننے کے باوجود دولت مند لوگوں کے کہنے پر نکاح پڑھا دیا۔ لہٰذا وہ اور جو لوگ وہاں مجلس نکاح میں موجود تھے، سب گنہگار ہوئے۔ ان کے لئے شرعاً کوئی سزا اور کفارہ نہیں، ہاں اعلانیہ توبہ کرنا ضروری ہے۔ اگر ان لوگوں نے اس فعل کو حلال وجائز سمجھا تو خود مولوی صاحب اور حاضرین کو توبہ کے ساتھ اپنا، اپنا تجدید نکاح کرنا ہوگا کہ انہوں نے حرام کو حلال تصور کیا اگر حلال نہیں بھی سمجھا، جب بھی گنہ گار تو بہرصورت ہوئے جس کے لئے توبہ لازم اور جن لوگوں نے مولوی صاحب کو نکاح پڑھانے پر مجبور کیا وہ بھی سخت گنہگار و مستحق عذاب نار ہوئے جب تک توبہ نہ کریں، انجمن والے اور عام مسلمانوں کو چاہیے کہ زیب النساء اور عبدالستار میں فوراً تفریق کرائیں۔ اگر عبدالستار زیب النساء سے علیحدہ نہ ہو اور اُسے نہ چھوڑے تو اس کے ساتھ، کھانا پینا، میل جول، سلام وکلام ترک کر دیں قرآن حکیم میں ہے: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ ''اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (کنز الایمان)
جب تک مولوی صاحب اعلانیہ توبہ نہ کریں، ان کی اقتداء میں نماز صحیح نہ ہوگی۔ وهو تعالىٰ اعلم وعلمهٗ جل مجدهٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۴؍مئی ۷۲ء

استفتاء ۲۸۵

مسئلہ :ہادیٔ دین متین،مرشد راہ یقین ــــــ ادام اللہ اجلالکم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

ہندہ کے شوہر نے انتقال کیا اور تین سال کے بعد بچہ پیدا ہوا۔ازروئے شرع یہ بچہ حلالی ہوا یا نہیں؟ دیگر چار سال کے بعد پھر ناجائز حمل رہ گیا اور اسی حالت میں قاضی صاحب نے کسی دُوسرے سے،جس کا حمل نہیں تھا اس کا نکاح کردیا۔یہ بات ثانی نکاح کرنے والے کو معلوم نہ تھی اور پانچویں مہینہ میں بچہ پیدا ہوا۔اب وہ دونوں بچے ازروئے شرع کہاں رہنے کے حقدار ہیں۔اب ثانی نکاح کرنے والا اس عورت کو بالکل رکھنا نہیں چاہتا ہے۔ازروئے شرع اُن کے اوپر کیا ذمہ داری ہے؟دریافت طلب یہ ہے کہ وہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟جواب جلد عنایت فرمائیں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد جان،مقام کجرو کلاں،پوسٹ کجرو گرد،ضلع پلاموں

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــ وباللّٰہ التوفیــــق!

صورت مسئولہ میں ہندہ کے دونوں بچے ولد الزنا (حرامی) ہوئے۔دونوں بچے ماں کے ہیں اور ماں ہی کے پاس رہیں گے۔ اس لئے کہ قانون شرع کے مطابق:الولد للفراش یعنی بچہ ناکح کا ہے اور زانی کے لئے پتھر ہے۔زانیہ حاملہ سے زانی وغیر زانی دونوں کا نکاح جائز و درست ہے۔فرق یہ ہے کہ عورت کو جس غیر مَرد سے ناجائز حمل قرار پایا ہے اگر وہی مَرد یعنی زانی اس عورت سے نکاح کرے گا تو اس کے لئے عورت سے قربت کرنا بھی جائز ہوگا۔مگر غیر زانی بعد نکاح زانیہ حاملہ سے تاوضع حمل قربت نہیں کرسکتا۔بہر حال نکاح تو ہو گیا مگر قصداً ایسا نہ کرنا چاہیے۔اب نکاح ثانی کرنے والے کی مرضی ہے،اُسے رکھے یا طلاق دے کر زوجیت سے خارج کردے۔ہاں!جس عورت کو جائز حمل ہو اس سے نکاح جائز نہیں۔جب تک وضع حمل نہ ہوجائے عورت دوسری شادی نہیں کرسکتی اس لئے کہ عدت وضع حمل تک رہے گی اور عدت کے اندر شادی جائز نہیں۔درمختار میں ہے:صح نکاح حبلی من الزنا لاحبلی من غیرہ. وان حرم وطوء ھا ودواعیہ حتی تضع ولو نکحھا الزانی حل لہ وطوء ھا اتفاقاً. ''درمختار میں ہے کہ زنا سے حاملہ کے ساتھ نکاح جائز ہے نہ کہ غیر زنا کی حاملہ سے جب کہ اس سے وطی اور متعلقہ امور بچے کی پیدائش تک حرام ہیں،اور اس سے خود زانی نے نکاح کیا ہو تو وطی بھی بالاتفاق جائز ہے۔'' وھو اعلم۔

محمد فضل الکریم غفرلہ الرحیم رضوی،خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار،پٹنہ۶
کتبہ

۸/۷/۷۲ء

استفتاء ۲۸۶

مسئلہ: بخدمت شریف جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار ـــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ زیب النساء کو اس کے شوہر نے طلاق مغلظہ دے دیا اور اپنے گھر سے نکال دیا وہ اپنے میکہ چلی آئی اور دو چار دنوں کے بعد، ایک دُوسرے شخص نے اپنے نکاح کی بات چیت اس سے شروع کردی اور زیب النساء بھی راضی ہوگئی۔ نکاح کرنے والے نے جب بہت جلدی کی تو لڑکی کے والد نے کہا کہ ''ابھی عدت ختم نہیں ہوئی ہے۔'' تو ایک مولوی نے کہا کہ ''کوئی حرج نہیں، میں نکاح پڑھا دیتا ہوں، جو ہوگا عذاب وثواب میں سمجھوں گا۔'' وطن کے کچھ بے ایمان اور غدار اسلام نے فوراً نکاح کردیا، اس مولوی نے شیطان کے گھیرے میں آکر، عدت پوری ہوئے بغیر، نکاح پڑھا دیا اور اب کھلم کھلا زنا کاری ہو رہی ہے۔ یہ بات پورے علاقہ میں پھیل گئی۔ مولوی کو برادری سے الگ کردیا گیا ہے۔ اب حضور سے گزارش ہے کہ مولوی پر، نکاح کرنے والے پر اور حاضرین محفل پر کیا سزا ہے؟ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب دے کر ہم تمام جمعیۃ الانصار، کرنپورہ، ضلع ہزاری باغ کو مطمئن فرمائیں۔

المستفتی: قاری بدرالدین خاں صابری
صدر مدرس مدرسہ ارشد العلوم مقام سرما، ڈاکخانہ: برکا گاؤں، ضلع ہزاری باغ
۲/۵/۴ ۷ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ـــــــ!

صورت مسئولہ میں انقضائے عدت سے پہلے زیب النساء کی شادی شرعاً ناجائز وحرام ہوئی۔ قرآن حکیم میں ہے: وَالْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ یعنی مطلقہ عورت کو تین حیض ٹھہرنا اور انتظار کرنا چاہیے۔ دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا: وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى یَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ۔ ''اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے۔'' (کنزالایمان) لہٰذا زیب النساء حدود شرعیہ کی خلاف ورزی کی بناء پر سخت گنہ گار ہوئی۔ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ ''اور جو اللہ کی حدوں سے آگے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔'' جس مولوی نے بغیر انقضائے عدت نکاح پڑھایا اور یہ کہا کہ ''جو عذاب وثواب ہوگا، میں سمجھوں گا۔'' وہ سخت گنہگار، مستحق عذاب نار و لائق غضب جبار وقہار ہوا کہ اس نے ربّ العزت جل جلالہ کے حکم کے مقابلے میں انتہائی ڈھٹائی اور جرأت و بے باکی سے کام لیا۔ اگر اس نے اس فعل کو جائز سمجھ کر کیا تو اس کو تجدید ایمان وتجدید نکاح کرنا چاہیے کہ اس نے حرام کو حلال سمجھا اور ساتھ ہی جس نے نکاح کیا، اُسے اور تمام حاضرین اور شرکائے مجلس

کو توبہ کرنا ضروری ہے۔ نکاح کرنے والے کو چاہیے کہ فوراً زیب النساء کو الگ کردے اور اس سے قطع تعلق کرے، کیوں کہ یہ نکاح ہی نہ ہوا اگر الگ نہ کرے گا تو زندگی بھر زنا کا مرتکب ہوگا اور زانی کی جو سزا شریعت نے مقرر کی ہے، اس کا وہ مستحق ہوگا عام مسلمانوں کو چاہیے کہ جب تک نکاح پڑھانے والا نکاح کرنے والا اور حاضرین جو بہ رضا و رغبت اس میں شریک ہوئے، یہ سب کے سب توبہ نہ کریں، ان لوگوں کا سوشل بائیکاٹ کریں، ان سے سلام وکلام، میل جول ترک کردیں۔ کیونکہ یہ ظالم ہیں اور ظالموں کے پاس بیٹھنے کو شریعت نے ناجائز قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ ”اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔“ (کنزالایمان) وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
ک ت ب

۱۳/۷/۲/۷۲ء

استفتاء ۲۸۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

طاہرہ و شاہدہ خالد کی لڑکی ہے۔ زید، بکر کا لڑکا ہے۔ زید نے خالد کی بڑی لڑکی طاہرہ خاتون سے نکاح کیا ہے اور خالد کی چھوٹی لڑکی کو جس کا نام شاہدہ ہے، بلا نکاح رکھا ہے۔ لوگوں نے اسے سمجھایا مگر اس سے جدا ہونے کو تیار نہیں ہوتا ہے یعنی شاہدہ کو اپنے سے جدا کرنا نہیں چاہتا ہے اور اس کے ساتھ زنا بھی کرتا ہے۔ اس حالت میں کسی عالم یا مسجد کے امام کا، اس کے یہاں کھانا کیسا ہے؟ اگر وہ دعوت دیتا ہے یا میلاد شریف کراتا ہے، تو اس کے گھر کا یعنی زید کے گھر کا کھانا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا صاف طور پر از روئے شرع فیصلہ کردیں اور جواب واپسی ڈاک سے عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد محی الدین آسی، سرپور ۳، ضلع بردوان

۸/۱۰/۷۲ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــ وھو الموفق للصواب ـــــــــ

صورت مسئولہ میں زید سخت گنہ گار، مستحق عذاب نار و غضب جبار ہے کہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا اور وہ بھی اپنی بیوی کی بہن سے۔ جب دو بہنوں سے شرعاً نکاح ناجائز ہے، جس کے متعلق قرآن حکیم میں: لَا تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ۔ ”حرام ہیں دو بہنیں اکٹھی کرنا“، (کنزالایمان) فرمایا تو پھر زنا تو اور شدید حرام ہے۔ لہٰذا زید کے یہاں عالم یا امام یا اور کسی مسلمان کو کھانا کھانا شرعاً جائز و درست نہیں، بلکہ اس کو سمجھایا جائے اگر وہ الگ نہ کرے تو عام مسلمانوں کو چاہیے کہ زید کا سوشل بائیکاٹ کریں۔ اس

سے سلام وکلام، میل جول ترک کردیں۔ قرآن حکیم میں فرمایا: وَاِمَّا یُنۡسِیَنَّکَ الشَّیۡطٰنُ فَلَا تَقۡعُدۡ بَعۡدَ الذِّکۡرٰی مَعَ الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ. ''اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (کنزالایمان) وھو تعالیٰ اعلم بالصواب!

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
۹/۱۰/۷۲ء

استفتاء ۲۸۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید نے نجمہ خاتون سے نکاح کیا۔ کسی وجہ سے زید نے نجمہ خاتون کو تین سال تک اس کے ماں باپ کے یہاں چھوڑ دیا۔ جب لوگوں نے اس کو سمجھایا کہ تم اپنی بیوی کو لاؤ تو زید نہ اُسے لاتا تھا نہ طلاق دیتا تھا۔ اس لئے نجمہ نے مجبور ہو کر بلا طلاق لئے ہوئے خالد سے نکاح کرلیا۔ یہ نکاح ہوا یا نہیں؟ اور اس سے جو لڑکے لڑکیاں پیدا ہوئے ہیں ان سے شادی ہوسکتی ہے یا نہیں؟ ازروئے شرع اس معاملہ کا فیصلہ کردیا جائے۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: محمد محی الدین آسی، مدرس مدرسہ سری پور ۳، ضلع بردوان
۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیــــــــــــــق

غیر مطلقہ سے شادی حرام وناجائز ہے۔ نجمہ نے جو بغیر طلاق حاصل کئے ہوئے، خالد سے نکاح کیا، شرعاً یہ نکاح ناجائز ہوا۔ خالد و نجمہ دونوں زنا کے مرتکب ہوئے اور ان دونوں سے جو اولادیں ہوئیں وہ حرامی کہلائیں گی۔ زید سے نجمہ کا رشتۂ زوجیت اب تک باقی ہے اس لئے کہ زید نے نجمہ کو طلاق نہیں دی ہے۔ ہاں شرعاً زید بھی مجرم وخطاوار ولائق سرزنش ہے کہ اس نے خلاف شرع، اپنی بیوی کا نان ونفقہ بند کرکے اور حقوقِ زوجیت سے محروم رکھ کر معلق چھوڑ دیا اور طلاق دے کر اُسے علیحدہ بھی نہ کیا۔ جس کی وجہ سے وہ گناہ ومعصیت پر آمادہ ہوئی۔ لہٰذا شرعی طور پر زید، نجمہ وخالد تینوں مجرم وخطاکار ومستحق عذاب نار ہیں۔ خالد کو چاہیے کہ اب بھی وہ حرام کاری سے باز آجائے اور نجمہ کو اپنے سے علیحدہ کردے، توبہ کرے، خدا سے گناہوں کی معافی طلب کرے۔ حرامی لڑکے اور لڑکیاں بذاتِ خود مجرم نہیں اس لئے اس سے شادی کرنے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں۔ اگر خالد نجمہ کو علیحدہ نہ کرے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ خالد سے سلام وکلام، میل جول ترک کردیں۔ وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
۲۸/۱۰/۷۲ء

استفتاء ۲۸۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
خالد نے زید کی بڑی لڑکی سے نکاح کرلیا۔ اس کے بعد خالد نے زید کی بڑی لڑکی کو بغیر طلاق دیئے ہوئے، زید کی چھوٹی لڑکی سے بھی نکاح کیا، اس حالت میں بڑی لڑکی کا نکاح رہا یا ٹوٹ گیا اور اگر بڑی لڑکی کا نکاح رہا تو پھر چھوٹی لڑکی کا کیا حال ہوا؟ عوام کا کہنا ہے کہ بڑی لڑکی کا نکاح ختم ہوگیا۔ از روئے شرع فیصلہ کردیا جائے اور جلد ہی جواب دیا جائے عین کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد محی الدین آسی، سری پور۳، بردوان

۸۶/۹۲ ے

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــ

صورت مسئولہ میں زید کی چھوٹی لڑکی سے خالد کا نکاح حرام ہوا۔ قرآن حکیم میں، دو بہنوں کو نکاح میں رکھنے کی حرمت منصوص ہے لَا تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ یعنی دو بہنوں کو ایک ساتھ جمع نہ کرو۔ چونکہ زید کی بڑی لڑکی کا نکاح قبل ہوا اور چھوٹی کا بعد میں۔ اس لئے بڑی سے نکاح صحیح و جائز ہوا اور چھوٹی سے نکاح ناجائز و گناہ۔ اگر خالد، زید کی چھوٹی لڑکی کو علیحدہ نہ کرے گا تو دونوں بہنیں، خالد پر حرام ہوجائیں گی، ہاں! اگر دُوسری کو الگ کردے تو پہلی جائز قرار دی جائے گی۔ مستخلص الحقائق میں ہے: ولو تزوج اختين في عقدين ولم يدر الاول فرق بينه وبينهما قيد بقوله في عقدين لانهٗ لو تزوجهما في عقد واحد بطل نكاحهما ولا يجب بهما شيي من المهر وقيد بقوله ولم يدر الاول لان الاول من العقدين اذا علم فالاخير باطل.

"ترجمہ: اگر دو عقد میں دو بہن سے نکاح کیا اور یہ معلوم نہ ہو کہ کس سے پہلے نکاح ہوا تو دونوں بہنوں کو اس سے جدا کردی جائیں گی۔ فی عقدین کے قول سے مقید کیا گیا اس لئے کہ اگر ایک عقد میں دونوں سے نکاح ہوتا تو نکاح باطل ہوتا اور دونوں کا مہر بھی واجب نہ ہوتا۔ اور ولم یدر الاول سے مقید کیا گیا اس لئے کہ اگر عقدین میں سے اول جب معلوم ہوگیا تو دوسرا باطل ہوگیا۔" وھو تعالیٰ اعلم بالصواب!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۸/۱۰/۷۲ء

استفتاء ۲۹۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام مسئلہ ذیل میں کہ:

زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی مگر عقدِ نکاح کے کچھ دنوں بعد معلوم ہوا کہ ہندہ قبل از نکاح حاملہ تھی۔ لہٰذا دریافت طلب امر یہ ہے کہ حالتِ حمل میں نکاح از روئے شرع درست ہے یا نہیں؟ **بینوا وتوجروا**

المستفتی: زاہد حسین کیراف پیش امام لائن مسجد، گریڈیہہ، بہار

۷۲/۱۲/۴ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب

صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ کو زنا کا حمل تھا تو نکاح شرعاً جائز ہوا لیکن اگر غیر زانی نے ہندہ سے نکاح کیا تو قبل وضع حمل وہ ہندہ سے مجامعت نہیں کرسکتا۔ ولادت کے بعد ہی ہندہ سے مجامعت کرسکتا ہے۔ اور اگر خود زید ہی کا حمل تھا تو قبل وضع حمل بھی، زید کو ہندہ سے مجامعت کرنا درست ہے۔ جاز النکاح حبلی من الزنا۔ ''حاملہ بالزنا سے نکاح جائز ہے۔'' اگر ہندہ کو زنا کا حمل نہ تھا بلکہ شوہر اوّل کا حمل تھا، شوہر اوّل مرگیا یا اس نے طلاق دے دی، لیکن حالت حمل میں ہی ہندہ نے زید سے نکاح کرلیا تو یہ نکاح شرعاً ناجائز وحرام ہوا۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۷۳/۱/۱۰ء

استفتاء ۲۹۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

کلثوم، زید کے نکاح میں ہے۔ بستر مرگ پر، کلثوم نے اپنے شوہر زید سے کہا کہ ''تم مجھے طلاق دے دو اور میرے سامنے میری سگی بہن زرینہ سے نکاح کرلو، اگر تم ایسا نہیں کرو گے تو تمہارا دین مہر معاف نہیں کریں گے۔'' زید نے شہر کے امام سے جو قاضی بھی ہیں مسئلہ دریافت کیا۔ انہوں نے کہا کہ ''کلثوم دین مہر کا دباؤ دیتی ہے اور یہ مجبوری ہے اس لئے مجبوری کے تحت درست ہے۔'' چنانچہ ایک ہی وقت میں، ایک طرف کلثوم کو طلاق دیا گیا اور دوسری طرف زید کا نکاح کلثوم کی سگی بہن زرینہ سے ہوگیا۔ نکاح کے چوبیس گھنٹہ بعد کلثوم کا انتقال ہوگیا۔ ایسی حالت میں نکاح درست ہوا یا نہیں؟ تحریر فرمائیں اور اس

قاضی کے بارے میں بھی حکم شرعی سے آگاہ فرمائیں۔ والسلام

المستفتی: نثار احمد قریشی، محلہ پنجابی، پوسٹ گوملا، رانچی، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب

صورت مسئولہ میں زید کا نکاح کلثوم کی بہن زرینہ سے شرعاً جائز نہ ہوا۔ اس لئے کہ فوراً طلاق دی گئی تھی۔ ابھی وہ عدت میں تھی اور عدت میں دو بہنوں کا نکاح میں اجتماع ناجائز وگناہ۔ اگر زید، چوبیس گھنٹہ بعد کلثوم کے انتقال پر زرینہ سے نکاح کرتا تو اس کے جائز ہونے میں کوئی کلام نہ تھا۔ لہٰذا نکاح اوّل شرعاً باطل۔ زید زرینہ سے دوبارہ نکاح کرے۔ قاضی صاحب نے مسئلہ غلط بتایا ان کو احتیاط کرنا چاہیے۔

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۴؍۱؍۳۷ء

استفتاء ۲۹۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

میری بہن کو دمہ کا مرض ہے، اس سے تین اولاد ہے۔ مرض کی وجہ سے، بہن اور بہنوئی کی ازدواجی زندگی سخت ہوگئی ہے۔ علاوہ ازیں میری بہن، دوسرے امراض کی بھی شکار ہوگئی ہے۔ بہنوئی صاحب کی دوسری شادی کرنا سخت ضروری ہوگیا ہے۔ بہنوئی صاحب بہت ہی خلیق ہیں۔ لہٰذا ہماری یہ خواہش ہے کہ اپنی چھوٹی بہن سے، اپنے بہنوئی صاحب کی شادی کردیں، لیکن جہاں تک ہماری معلومات ہے، بیک وقت دو بہنوں کو نکاح میں لانا جائز نہیں ہے۔ بہنوئی صاحب، بڑی بہن کو طلاق بھی دینا نہیں چاہتے۔ لہٰذا ایسی حالت میں دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں لانے کی کیا صورت ہے؟

بینوا وتوجروا۔

المستفتی: امانُ اللہ خاں، سنٹرل ورک شاپ، این۔ سی۔ بڑکا کانا، ہزاری باغ

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ وھو الموفق للصواب

صورت مذکورہ میں، جب تک پہلی بیوی کو طلاق دے کر اپنی زوجیت سے خارج نہیں کریں گے، آپ کے بہنوئی آپ کی چھوٹی بہن سے شادی نہیں کرسکتے۔ دو سگی بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں رکھنا حرام، حرام، حرام۔ قرآنِ کریم ہے: لَا تَجْمَعُوْا بَیْنَ

الْاُخْتَیْنِ. شریعت میں اس کے جواز کی کوئی صورت نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

استفتاء ۲۹۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ
نجمہ خاتون اور طاہرہ خاتون خالد کی لڑکی ہے۔ زید بکر کا لڑکا ہے۔ زید نے پہلے خالد کی بڑی لڑکی نجمہ سے نکاح کرلیا۔ اب نجمہ کو بلا طلاق دیئے ہوئے زید چاہتا ہے کہ خالد کی چھوٹی لڑکی طاہرہ سے عقد کرلیں۔ زید اپنے گھر والوں اور اپنے سسرال والوں کو راضی کرچکا ہے۔ زید کا کہنا ہے کہ اس میں کسی کو اعتراض نہیں ہے۔ زید صرف شریعت مطہرہ کی اجازت چاہتا ہے۔ اس کے لئے از روئے شرع کیا حکم ہے؟ جواب عنایت فرمایا جائے۔

المستفتی: محمد محی الدین آسی، سری پور ۳، ضلع بردوان
۸۶/۹۲ ۷

الجواب

زید جب تک اپنی بیوی نجمہ کو طلاق نہ دے گا اس کی بہن طاہرہ سے نکاح حرام و ناجائز ہوگا۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے: وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ ۔ (سورہ النساء، ۲۳) ''اور دو بہنیں اکٹھی کرنا''۔ (ترجمہ کنز الایمان) دو بہنوں کو ایک ساتھ نکاح میں جمع نہ کرو۔ نجمہ کو طلاق دینے اور عدت گزر جانے کے بعد ہی زید طاہرہ سے نکاح کرسکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

استفتاء ۲۹۴

مسئلہ: محترم جناب حضرت مولانا مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
زید کی شادی جمیلہ سے ہوئی۔ شادی ہونے کے ایک سال بعد زید اور جمیلہ میں نا اتفاقی ہوگئی جمیلہ اپنی سسرال زید کے پاس جاتی لیکن زید اس سے کوئی دلچسپی نہیں دکھاتا۔ آخر کار تنگ آکر جمیلہ نے اپنے والدین سے صاف صاف کہہ دیا کہ ''میری شادی زید سے ہوئی لیکن میں محبت سے محروم ہوں، میری زندگی خراب ہوگئی۔'' جمیلہ چھ ماہ تک گھر بیٹھی رہی۔ جمیلہ کے والد زید کو سمجھا بجھا کر تنگ آگئے لیکن زید کی

اپنی بیوی جمیلہ سے کوئی دلچسپی نہیں ہوئی۔ آخرکار جمیلہ کے والد نے تنگ آ کر چھ ماہ کے بعد جمیلہ کی شادی، دوسری جگہ کریم نامی لڑکے سے کر دی۔ ایک ماہ بعد کریم کو معلوم ہوا کہ ابھی جمیلہ کا سابق شوہر موجود ہے۔ اب کریم اپنے خسر کے پاس گیا اور اس نے کہا کہ ''آپ لوگوں نے مجھ سے دغابازی کیوں کی ہے؟ جب کہ جمیلہ کا سابق شوہر موجود ہے؟ تب جمیلہ کے والد نے کہا کہ ''زید نے طلاق دے دی ہے۔'' کریم نے یہ سن کر کہا کہ ''طلاق نامہ دکھلایئے۔'' تب جمیلہ کے والد نے کہا کہ ''اس نے طلاق دے دی ہے، لیکن طلاق نامہ کا کاغذ نہیں بنایا ہے۔'' جمیلہ کے والد نے مزید کہا کہ ''ہم جا رہے ہیں زید کے پاس، اس سے طلاق نامہ، لا کر آپ کو دے دیں گے۔'' اِس طرح کی دوڑ دھوپ میں سات ماہ گزر گئے۔ اس مدت میں جمیلہ اپنے نئے شوہر کریم سے چار ماہ کی حاملہ ہو گئی۔ سات ماہ گزرنے کے بعد پانچ آدمی کے سامنے زید نے جمیلہ کو تین طلاق دے دیا اور کہا کہ پہلے میں نے طلاق نہیں دی تھی آج تین طلاق دے رہا ہوں۔''

(۱) صورت مذکورہ میں کریم سے جمیلہ کا نکاح جائز ہوا یا ناجائز؟ اگر ناجائز ہوا تو اب کریم، جمیلہ کو، حقیقی بیوی بنانے کے لئے کیا صورت اختیار کرے؟ وضاحت کی جائے۔

(۲) کریم کا نکاح، جمیلہ سے ہونے کے سات ماہ بعد، زید نے جمیلہ کو تین طلاق دے دیا۔ جس دن زید نے جمیلہ کو تین طلاق دیا تو اب کریم کا عقد جمیلہ سے، اُسی دن بغیر عدت گزارے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ خلاصہ تحریر کریں۔

(۳) صورتِ مذکورہ میں، جب کہ جمیلہ اپنے نئے شوہر کریم سے چار ماہ کی حاملہ ہو چکی ہے تو اب ایسی صورت میں بتایا جائے کہ کریم کا عقد جمیلہ سے ہو سکتا ہے یا نہیں؟ وضاحت کریں۔

(۴) کریم کو ان غلطیوں کی سزا کیا ہونی چاہیے؟ جواب سے مشکور فرمائیں۔

المستفتی: محمد قمر الدین

تاریخ:۱۸/۱۱/۷۳ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب

صورت مذکورہ میں زید نے اپنی بیوی جمیلہ کو طلاق نہیں دی تھی اور بغیر طلاق جمیلہ کے والد نے جمیلہ کا نکاح کریم سے کر دیا۔ یہ نکاح شرعاً جائز نہیں ہوا۔ اور جمیلہ اور جمیلہ کے باپ سخت گنہ گار مستحق عذابِ نار ہوئے ان کو چاہیے کہ فوراً اعلانیہ توبہ کریں اور خدا سے معافی مانگیں۔ کریم کو چونکہ دھوکہ دیا گیا اور اس نے مطلقہ سمجھ کر نکاح کیا، اس لئے خطاوار نہیں۔ مگر جب اُسے معلوم ہو گیا کہ جمیلہ غیر مطلقہ ہے تو اُس کو فوراً ہی اپنے سے الگ کر دینا ضروری تھا۔ اس سلسلہ میں زید بھی گناہ سے بری نہ ہوگا۔ اس لئے

کہ اس نے جمیلہ سے قطع تعلق نہ کر کے اُسے گناہ کرنے کا موقع دیا۔ اگر وہ پہلے ہی طلاق دے دیتا تو جمیلہ سے شاید، گناہ سرزد نہ ہوتا۔ اب جب کہ جمیلہ، کریم سے غلط طور پر، حاملہ ہو چکی تو زید نے اُسے طلاق دی۔ لہٰذا اب بعد طلاق، زانیہ حاملہ کو عدت گزارنا لازم ہے۔ درِّ مختار میں ہے: صح نكاح حبلى من الزنا وان حرم وطوء ها و دواعيه حتى تضع لئلا يسقىٰ ماء ه ذرع غيره اذاالشعر نبت منه ولو نكحها الزانی حل له وطوء ها اتفاقاً ہدایہ میں ہے: وان تزوج حبلى من الزنا جاز النكاح و لايطاء ها حتى تضع حملها۔ یعنی زانیہ کا نکاح زانی وغیر زانی دونوں سے جائز ہے۔ فرق یہ ہے کہ غیر زانی (اگر) اس سے نکاح کرے گا (تو) جب تک اُسے بچہ پیدا نہ ہو جائے (وہ) حاملہ زانیہ سے قربت (جماع) نہیں کر سکتا اور اگر جس کا حمل ہے اُسی سے نکاح کیا تو چونکہ حمل اُسی مرد کا ہے اس لئے اس سے صحبت (جماع) بھی کر سکتا ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم بالصواب واليه المرجع والمآب۔

نوٹ: کریم و جمیلہ منکوحہ کا نکاح باطل تھا لقوله تعالیٰ والمحصنٰت من النساء۔ زنا کے پانی سے جو حمل ہوا اس کا کوئی اعتبار نہیں لقولہ علیہ السلام ''الولد للفراش وللعاهر الحجر'' جس وقت زید نے اپنی منکوحہ جمیلہ کو طلاق دی اس طلاق کی عدت گزار کر وہ کریم مذکور سے نکاح کر سکتی ہے طلاق ہی کے دن کریم یا کسی سے اس کا نکاح کرنا حرام قطعی ہوگا۔ انقضائے عدت کے بعد وہ کریم سے نکاح کر سکتی ہے۔ وهو اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۸/۱۱/۷۳ء

استفتاء ۲۹۵

مسئلہ: محترم جناب مفتی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

براہِ کرم مندرجہ ذیل استفتا کا جواب از روئے مسلک حنفی مفصل تحریر فرما کر مشکور فرمائیں!

آج سے سات ماہ قبل زید نے جمیلہ سے نکاح کیا جمیلہ مطلقہ نہیں تھی اس کا شوہر موجود تھا۔ گاؤں والوں کی گرفت پر جمیلہ کے سابق شوہر نے آج سے ایک ہفتہ قبل اُسے طلاق دے دیا ہے۔ تین طلاق۔ جمیلہ زید کے گھر ہی ہے۔ اور چار ماہ کی حاملہ بھی ہے۔ اُسے حمل اپنے نئے شوہر زید سے ہے۔ صورت مذکورہ میں اگر زید کا جمیلہ سے نکاح ناجائز ہے تو زید، جمیلہ کو حقیقی بیوی بنانے کے لئے، کیا صورت اختیار کرے۔ صورت مسئولہ میں جب کہ جمیلہ اپنے نئے شوہر سے حاملہ ہو چکی ہے۔ بغیر عدت گزارے اس کا عقدِ ثانی ہو سکتا ہے یا نہیں؟ خلاصہ تحریر فرمائیں۔ زید کی ان غلطیوں کی سزا کیا ہے؟ واضح رہے کہ جمیلہ کو

نئے شوہر سے حمل قرار پائے یہ چوتھا مہینہ گزر رہا ہے۔ بینوا توجروا!

المستفتی: محمد ضمیر الدین انصاری، مقام حکیم چند لائن ۴/۴۸، پوسٹ حاجی نگر، پورنیہ، بہار

تاریخ: ۱۸/۱۱/۷۳ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــ

اگر زید نے قصداً غیر مطلقہ عورت سے شادی کی تو زید سخت گنہ گار، مستحق عذاب نار ہوا اور اگر نادانستگی میں شادی کی تو گنہگار نہیں، پھر بھی توبہ کرے جمیلہ بہر حال گنہگار و مستحق غضب جبار ہوگی۔ زید کو جب اِس کا علم ہوا۔ فوراً جمیلہ کو الگ کر دینا ضروری تھا، اگر الگ انہیں کیا تو گنہگار رہوا۔ اب جبکہ جمیلہ، زید سے حاملہ ہو چکی ہے۔ اس کے بعد پہلے شوہر نے طلاق دی ہے تو اَب اُسے طلاق کی عدت گزارنا ضروری ہے۔ زید پر اعلانیہ توبہ کرنا ضروری ہے۔ ہندوستان میں چونکہ حد شرعی جاری کرنا ممکن نہیں اس لئے سوائے توبہ کے کوئی دوسری صورت نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۲۸/۱۱/۷۳ء

استفتاء ۲۹۶

مسئلہ: محترم المقام و قابل صد تکریم جناب قبلہ قاضی صاحب ادارۂ شرعیہ، سلطان گنج، پٹنہ

عرض یہ ہے کہ مسماۃ شاہدہ خاتون بنت عبدالجبار صاحب جابر فیروز پور، ساکن فیروز پور، ڈاکخانہ: اندر، ضلع سیوان کی شادی اس کے والد مذکور جابر فیروز پوری نے مسمی قسیم الحق ابن نسیم الحق صاحب مرحوم، ساکن بالم برج گیا سے چند ماہ پیشتر کر دی۔ شاہدہ خاتون پہلی بار قسیم الحق کے گھر گئی۔ اس پہلی رخصتی میں صرف تین روز وہاں رہی۔ اُس کے بعد سے، فدویہ شاہدہ اپنے میکہ ہی میں ہے۔ میں شاہدہ خاتون تین دن وہاں رہی اور اس تین دن کے بعد مشاہدے سے مجھ کو یہ یقین کامل ہو گیا کہ قسیم الحق بہت ہی کٹر قسم کے دیوبندی ہیں اور جن لوگوں نے توہین رسالت کی ہے مثلاً اشرف علی تھانوی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، حسین احمد مدنی اور اسعد مدنی کی ہمیشہ ہی بہت تعریف و توصیف کرتے رہتے ہیں اور فدویہ شاہدہ، بحمدہ تعالیٰ صحیح العقیدہ سنی ہے۔ لہٰذا میں نے وہاں سے آتے ہی پورا واقعہ اپنے والدین کو بتاتے ہوئے اُن کے ساتھ رہنے یا جانے سے صاف انکار کر دیا ہے۔ اپنی اس ناراضگی کا اظہار میں نے قسیم الحق کے برادر کلاں جناب شمیم الحق صاحب سے بھی اپنے رجسٹری خط میں کر دیا ہے۔ یہ رجسٹری خط

۵؍فروری ۱۹۷۲ء کو میں نے بھیجا ہے۔ اس خط میں اظہار ناراضگی کے دوسرے سبب بھی میں نے اس لئے لکھے کہ وہ بھی پکے دیوبندی ہیں۔ قسیم الحق کی قید زوجیت سے میری گلوخلاصی کرادی جائے۔ تاکہ میرا دین ایمان سلامت رہے۔ ایک تصدیقی تحریر یعنی میرے اِس علاقہ کے مشہور عالم شبیہ القادری صاحب کا خط بھی اس درخواست کے ساتھ منسلک ہے۔

المستفتی: شاہدہ خاتون بنت جابر فیروز پوری، موضع فیروز پور، ڈاکخانہ: اندر، ضلع سیوان، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ !

صورت مسئولہ میں اگر قسیم الحق کے عقائد باطلہ وخیالات فاسدہ وہی ہیں جو وہابیوں اور دیوبندیوں کے پیشوا اور اُن کے قائدین کے ہیں تو بلاشبہ یہ نکاح باطل اور شرعاً اس کے عدم جواز میں کوئی شک نہیں۔ اس لئے کہ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں توہین وتنقیص کرنے والوں کے متعلق شفا شریف، بزازیہ، درر وغرر اور فتاویٰ خیریہ وغیرہ میں ہے۔ **اجمع المسلمون شاتمہٗ صلی اللہ علیہ وسلم کافر ومن شک فی عذابہ و کفرہٖ کفر۔** ''مسلمانوں کا اجماع ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والا کافر ہے اور جو اس کے کفر اور معذوب ہونے میں شک کرے وہ کافر ہے۔'' امام اجل سیدی عبدالعزیز احمد بن محمد بخاری حنفی تحقیقی شرح حسامی میں فرماتے ہیں: **ان غلا (ای فی ھواہ) حتی وجب اکفارہٗ بہ لا تعتبر خلافہ وفاقہ ایضا لعدم دخولہ فی مسمی الامۃ المشھود بھا بالعصمۃ وان صلی الی القبلۃ واعتقاد نفسہ مسلما لان الامۃ لیست عبارۃ عن المصلین الی القبلۃ بل عن المؤمنین فھو کافر وان کان لایدری انہ کافر۔** یعنی اگر کوئی شخص غالی بدمذہب ہو۔ جس کے سبب اُسے کافر کہنا واجب ہو تو اجماع میں، اس کی مخالفت وموافقت کا کچھ اعتبار نہ ہوگا۔ اس لئے کہ خطاء کفر سے معصوم ہونے کی شہادت تو امت کے لئے ہے وہ امت ہی نہیں، اگرچہ قبلہ کی طرف نماز پڑھتا اور اپنے کو مسلمان سمجھتا ہو اس لئے کہ اُمت قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والوں کا نام نہیں بلکہ مسلمان کا نام ہے اور یہ شخص کافر ہے۔ اگرچہ اپنے کو کافر نہ جانتا ہو۔ امام مذہب حنفی حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ، کتاب الخراج میں فرماتے ہیں: **رجل مسلم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او کذبہ او عابہ او تنقیصہٗ فقد کفر باللہ تعالیٰ وبانت منہ امرأتہ۔** ''کسی مسلم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی یا تکذیب کی یا عیب لگایا یا تنقیص کی تو اس نے اللہ تعالیٰ کا انکار کیا اور عورت اس کے نکاح سے نکل گئی۔'' غایۃ الاوطار شرح درمختار میں ہے: **والکافر بسب النبی من الانبیاء فانہ یقتل حدا ولا تقبل توبتہٗ مطلقا وفی فتاویٰ المصنف من نقص مقام الرسالۃ بقولہ بان سبہ صلی اللہ علیہ وسلم او بفعلہٖ وابغضہٗ قتل حدا۔** ''ترجمہ: انبیاء کرام میں سے کسی بھی نبی کو گالی دینے والا کافر ہے اسے حداً قتل کیا جائے گا اور مطلقاً اس کی توبہ قبول نہیں کی جائے گی اور مصنف کے فتاویٰ میں ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان گھٹائے اس طرح کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے یا اپنے فعل سے اس طرح کہ دل میں آپ کی عداوت رکھے تو اسے قتل کیا جائے۔''

لہٰذا ائمہ کرام وفقہائے عظام کے مذکورہ بالا اقوال کے پیش نظر اگر شخص مذکور، توہین وتنقیص رسالت کرتا ہے تو نکاح منعقد ہی نہیں

ہوا، محض باطل وناجائز ہوا۔ ارتداد کی صورت میں نکاح فسخ کرنے کی حاجت نہیں بلکہ خود بخود نکاح ختم ہو جاتا ہے بشرطیکہ بوقت نکاح زوجین مسلم رہے ہوا اور بعد میں مرد مرتد ہو گیا۔ ہاں! عورت کے مرتدہ ہو جانے کی صورت میں متاخرین نے تفریق یا طلاق کے لئے قضا قاضی ضروری قرار دیا ہے۔ مسئلہ کی دُوسری شکل نکاح کا غیر کفو میں ہونا ہے۔ اگر یہ صورت ہے کہ قسیم الحق نے بوقت نکاح اپنے کو صحیح العقیدہ بتایا اور بعد میں اس کی بدعقیدگی کا حال معلوم ہوا تو عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہے، لیکن عورت یا اُس کے اولیا خود فسخ نکاح نہیں کریں گے۔ بلکہ اس کے لئے بھی قضائے قاضی ضروری ہوگا۔ یعنی عورت قاضی کے یہاں رجوع کرے اور جب قاضی کے نزدیک اس کی بدعقیدگی اظہر من الشمس ہو جائے اور یہ کہ اُس نے عورت کو دھوکہ دیا یا یہ کہ یہ لوگ پہلے سے واقف نہ تھے اب واقف ہوئے قاضی شوہر کو طلب کرے اور بعد ثبوت کامل اُس کے سامنے نکاح فسخ کر دے۔ **وھو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ مجدہٗ اتم۔**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۲/۳/۴۷ء

استفتاء ۲۹۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ:

ہندہ کا شوہر زید آج تین سال سے لاپتہ ہے۔ اس تین سال کے اندر زید نے ہندہ کے پاس کوئی خط وکتابت نہیں کی، تب ہندہ مجبور ہو کر دُوسری شادی کرنے پر آمادہ ہو گئی جس پر گاؤں کے معتبر آدمی اور ہندہ کے والدین نے منع کیا اور سمجھایا کہ بغیر کسی عالم سے رائے مشورہ لئے ہوئے ابھی تم دوسری شادی نہیں کر سکتی ہو۔ ہندہ نے سبھوں کی بات ٹالتے ہوئے اور اپنے والدین کی اجازت کے بغیر، چپکے سے دُوسری جگہ جا کر، اپنی دُوسری شادی کریم کے ساتھ کر لی۔ کریم کا دوست ہندہ کا ولی بنا اور اُس نے شادی کرا دی۔ شادی ہونے پر گاؤں والے برادر نے ہندہ کے والدین پر اور کریم کے والدین پر سختی کی کہ یہ شادی شرعاً ناجائز ہوئی ہے۔ اب محترم علمائے کرام سے گزارش ہے کہ از روئے شریعت مطہرہ، صاف صاف جواب عنایت فرما کر مشکور کریں۔

(۱) زید آج تین سال سے لاپتہ ہے۔ ایسی صورت میں ہندہ اپنی دُوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟

(۲) ہندہ کی یہ دُوسری شادی، کریم کے ساتھ جائز ہوئی یا ناجائز؟

(۳) والدین کے رہتے ہوئے اور بغیر اجازت، دُوسرا شخص ولی بن سکتا ہے یا نہیں؟

(۴) اگر ہندہ کی شادی ناجائز ہوئی تو ایسی غلطی کی کیا سزا ہونی چاہیے؟

(۵) ہندہ کی سب حالت جانتے ہوئے بھی کریم نے ہندہ سے شادی کر لی، اگر یہ شادی ناجائز ہے تو کریم کے لئے ایسی غلطی کی کیا سزا ہونی چاہیے؟

المستفتی: محمد قمر الدین انصاری، مقام حکم چندلائن ۲۸، پوسٹ حاجی نگر، ضلع ۲۴ پرگنہ

۱۷ مارچ ۷۴ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب

صورت مذکورہ میں اگر زید تین سال سے لاپتہ ہے تو اس کی بیوی ہندہ کو دوسری شادی کرنا شرعاً ناجائز و حرام ہے۔ اگر واقعی زید مفقود الخبر ہے، جس کی موت و حیات کا علم نہیں اور تلاش کرنے پر بھی زید کا کوئی پتہ نہیں معلوم ہوا تو ایسی صورت میں، ہندہ قاضی شرع کے پاس فسخ نکاح کے لئے استغاثہ پیش کرے جب دار القضاء سے تحقیقات کے بعد، زید کا مفقود ہونا ثابت ہو جائے گا۔ تو قاضی فسخ نکاح کر کے دوسری شادی کی اجازت دیں گے۔

(۱) ہندہ دوسری شادی بغیر فسخ نکاح نہیں کر سکتی۔

(۲) کریم کے ساتھ دوسری شادی شرعاً ناجائز و حرام ہوئی۔

(۳) ہندہ کے لئے ولی کی اجازت کے بعد بھی دوسری شادی جائز نہ ہوگی۔ ہاں! دوسری لڑکی عاقلہ بالغہ ہو تو کفو میں بغیر ولی کی اجازت کے بھی اپنی مرضی سے شادی کر سکتی ہے۔ نابالغہ کے لئے بہر حال ولی کی اجازت ضروری ہے۔

(۴و۵) ہندہ و کریم دونوں شرعاً سخت گنہ گار ہوئے۔ دونوں کو اعلانیہ توبہ کرنا اور فوراً علیحدہ ہو جانا ضروری ہے۔ اب تک جو کچھ کیا اس کا شمار زنا میں ہوگا۔ اگر یہ الگ نہ ہوں تو زانی و زانیہ کہلائیں گے۔ علیحدہ نہ ہونے کی صورت میں عام مسلمانوں کو چاہیے کہ ان دونوں کا سوشل بائیکاٹ کریں۔ اُن سے سلام و کلام، میل جول ترک کر دیں۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۹/۳/۷۴ء

استفتاء ۲۹۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ

ہندہ کی شادی زید سے ہوئی۔ بعد شادی یہ معلوم ہوا کہ ہندہ کی شادی پہلے ہو چکی ہے اور شوہر اول نے طلاق نہیں دی ہے اور لڑکی کے والد نے اس کی دوسری شادی کر دی۔ جستجو کے بعد پنچایت ناگزیر ہوئی۔ پنچایت میں شوہر اول بھی آیا۔ لڑکی کے والد سے پوچھا گیا کہ لڑکی کو طلاق ہو چکی ہے؟ تو اس کے والد نے کہا کہ طلاق اگہن میں ہو چکی ہے (یعنی نکاح ثانی کے چار ماہ قبل)۔ علاوہ ازیں دریافت کیا گیا کہ طلاق کس زبان میں ہے؟ تو اس نے کہا ہندی میں۔ پھر شوہر اول سے دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ جب بھی میں رخصتی کے لئے آیا تو انہوں نے رخصت کرنے سے انکار کیا۔ پھر ہندہ کے والد نے کہا کہ ایک مچلکہ بنائیں تب میری لڑکی آپ کے گھر جائے گی۔ پھر ہندہ کے والد نے شوہر اول سے ایک مچلکہ بنوایا۔ اس مچلکہ میں شوہر اول نے یہ شرط رکھی کہ اگر آپ کی لڑکی بدمعاشی کرے گی تو میں کیا کروں گا۔ پھر چند ماہ بعد شوہر اول نے کہا کہ رخصتی کر دیجئے تو اس پر ہندہ کے والد نے مچلکہ کو پھاڑ کر پھینک دیا اور پھر بغیر طلاق کے ہندہ کے والد نے اس کی شادی زید سے کر دی اور شوہر اول نے طلاق نہیں دی۔ بعد ازیں ہندہ کے والد نے ایک فرضی طلاق نامہ دکھلایا جو ہندی میں تھا۔ لہٰذا اس صورت میں شرع متین کا کیا حکم ہے؟ ہندہ کی شادی زید سے ہوئی یا نہیں؟ اگر نہیں تو پھر زید کو شرع کے مطابق کیا کرنا چاہیے۔ اس کا جواب بحوالہ کتب فقہ تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

مستفتی: محمد حلیم، ساکن بیریا، مظفر پور
یکم جون ۱۹۷۵ء

۸۶/۹۲ے

الجواب ــــــ بعون الملک الوهاب ــــــ!

برتقدیر صدق سوال غیر مطلقہ لڑکی کی شادی کرنے کی بنا پر ہندہ کا والد سخت گنہگار مستحق غضب جبار ہوا۔ جب ہندہ کو شوہر اول نے طلاق نہیں دی تو زید سے اس کی شادی شرعاً ناجائز ہوئی۔ زید کو چاہیے کہ وہ فوراً ہندہ سے الگ ہو جائے اور تعلقات منقطع کر لے۔ حقیقت معلوم ہو جانے کے بعد کہ ہندہ کو شوہر اول نے طلاق نہیں دی ہے، اگر زید اسے اپنے پاس رکھے گا تو سخت گنہگار و جفا کار ہوگا۔ وهو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفر لہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ
۱۷-۲-۷۵ے

استفتاء ۲۹۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید نے بیماری کی حالت میں اپنی بیوی نجمہ سے پانی طلب کیا۔ بیوی نے غصہ ہوکر جواب دیا تو زید نے کہا معلوم ہوتی ہو تم میری ماں ہو اس لئے اس طرح غصہ ہوکر بول رہی ہو۔ اس بات کو سن کر محلہ والوں نے کہنا شروع کیا کہ تمہارا نکاح فسخ ہوگیا۔ مگر زید کا مقصد نہ طلاق تھا نہ بیوی کو جدا کرنے کا۔ لہٰذا ایسی صورت میں زید کا نکاح باقی رہا یا نہیں؟ اسی دوران میں زید نے اپنی سالی سے نکاح کرلیا۔ اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ اس لڑکی کے متعلق کیا حکم ہے؟ حلالی ہوئی یا حرامی۔ اس لڑکی سے ایک شریف آدمی شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟ شریعت کی روشنی میں جواب عنایت فرمائیں۔ بہت انتشار پھیلا ہوا ہے۔ کوئی کہتا ہے نجمہ کا نکاح باقی ہے، کوئی کہتا ہے ختم ہوگیا۔ لڑکی کے بارے میں بھی کوئی حرامی کہتا ہے کوئی جائز بتاتا ہے۔

المستفتی: رمضان علی، ٹرافک سیر پور، ڈاکخانہ سیر پور (کالی پہاڑی)، بردوان
۱۹-۶-۷۵ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــــــ!

بیوی کو ماں کہہ دینے سے نکاح میں کوئی فرق نہیں آتا نہ اس جملہ سے نکاح فسخ ہوتا ہے۔ ہاں بیوی کو ماں کہنا برا ہے۔ ایسا نہیں کہنا چاہیے۔ زید کے اس جملہ سے کہ "معلوم ہوتی ہو تم میری ماں ہو، اس لئے غصہ ہوکر بول رہی ہو" جن لوگوں نے کہا کہ نکاح فسخ ہوگیا وہ غلطی پر ہیں۔ مسائل شرعیہ ان کو معلوم نہیں۔ زید کا اپنی سالی سے شادی کرنا حرام و ناجائز ہوا اور سالی سے جو اولاد ہوئی وہ حرامی کہلائے گی۔ قرآن حکیم میں دو بہنوں کو ایک ساتھ زوجیت میں رکھنے کی صاف وصریح ممانعت فرمائی لَا تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ. "ترجمہ: اور دو بہنیں اکٹھی کرنا (حرام)" (کنزالایمان) زید نے نص صریح کی خلاف ورزی کی جس کی بناپر وہ سخت گنہگار مستحق غضب جبار ہوا۔ زید کو اعلانیہ توبہ کرنا اور سالی سے الگ ہوجانا چاہیے۔ اگر پہلی بیوی کو طلاق ہوجاتی تو بعد عدت سالی سے شادی کرنا جائز ہوتا۔ جب تک نجمہ زید کی زوجیت میں ہے سالی سے شادی کرنا حرام اور اس سے جو اولاد ہوئی وہ حرامی۔
وهو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

استفتاء ۳۰۰

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ہندہ کی شادی بکر سے ہوئی اور ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی۔ کچھ دنوں کے بعد بکر پاگل ہوکر غائب ہوگیا۔ غائب ہوئے پانچ سال ہوگئے۔ بکر کو بہت تلاش کیا گیا۔ مگر کہیں پتہ ونشان نہیں چلا۔ اب بکر کے والد ہندہ اور اس کی لڑکی کے خورد ونوش کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں اور ہندہ مزدوری کرنے سے مجبور ہے۔ پریشانی کی بنا پر ہندہ نے دوسری شادی زید سے کرلی۔ شادی کے پانچ ماہ بعد ایک لڑکا پیدا ہوا۔ اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ وہ لڑکا حرامی ہوا یا نہیں؟ اور ہندہ کا زید سے شادی کرنا قرآن وحدیث کی روشنی میں جائز ہوا یا نہیں؟

المستفتی: محمد زاہد حسین،......مواہی، پوسٹ تاراپٹی، ضلع دھنوسا، جنکپور دھام، نیپال

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ

ہندہ کی شادی زید سے شرعاً ناجائز ہوئی۔ مفقود الخبر کا نکاح جب تک قاضی شرع فسخ نہ کردے اس کی بیوی کو دوسری شادی کرلینا ہرگز جائز نہیں اور زید سے شادی کرلینے کے بعد جو لڑکا پیدا ہوا وہ حرامی ہوا۔ اول یہ کہ نکاح شرعاً ناجائز ہوا۔ دوسرے یہ کہ پانچ ماہ بعد لڑکا پیدا ہوا اس لئے اس بچہ کے حرامی ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔ ہندہ اور زید کو فوراً علیحدہ ہوجانا چاہیے۔ ہاں جب فسخ نکاح کا حکم قاضی شرع دے دیں تو پھر ہندہ باضابطہ دوسری شادی کرنے کی مستحق ہوگی۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـــــــــتـــــــــبـــــــــہ

۶-۶-۷۶ء

استفتاء ۳۰۱

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ
زید کا نکاح ہندہ کے ساتھ ہوا۔ بعد نکاح معلوم ہوا کہ زید بدعقیدہ یعنی عقیدۂ دیوبند سے تعلق رکھتا ہے جب کہ ہندہ اہلسنّت والجماعت یعنی عقیدہ بریلوی سے تعلق رکھتی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ہندہ کا نکاح زید کے ساتھ از روئے شرع درست ہوا یا نہیں؟ بحوالہ شرع اطلاع فرماکر ممنون فرمائیں۔ واضح رہے کہ زید کے عقیدہ کے اظہار ہونے کی بنا پر رخصتی روک لی گئی ہے۔ اب جب تک استفتاء کا جواب نہ آجاتا

ہے تب تک کوئی قدم آگے نہ بڑھے گا۔ جلد از جلد جواب عطا فرمائیں۔

المستفتی: محمد علیم، براری دودھی چک، ضلع سنتھال پرگنہ

۹۲/۸۶۶ھ

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ!

صورت مذکورہ میں اگر زید کی بدعقیدگی حد کفر کو پہنچ چکی ہے اور وہ توہین رسالت کرتا ہے۔ اگر نکاح کے قبل ہی سے وہ بدعقیدہ تھا تو نکاح صحیح نہیں ہوا اور اگر بعد نکاح اس کے عقیدہ میں خرابی وفساد پیدا ہو گیا ہے تو اب نکاح باطل ہو گیا۔ **فی شرح الوهبانية للشرنبلالی مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح فاولاده اولادالزنا ومافیه خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبة وتجدیدالنکاح۔** ”ترجمہ: شرح وہبانیہ شرنبلالی میں ہے جس کا کفر متفقہ طور پر ثابت ہو جائے تو اس کا عمل و نکاح باطل ہو جاتا ہے تو اس کی اولاد، اولاد زنا ہوگی۔ اور جس کے کفر کے معاملے میں اختلاف ہو تو اسے استغفار و توبہ اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔“ اور اگر زید کی دیوبندیت وبدعقیدگی صرف میلاد وقیام وفاتحہ ونیاز ہی تک محدود ہے اور وہ توہین رسالت نہیں کرتا ہے بلکہ اسے برا سمجھتا ہے تو ایسی صورت میں نکاح باقی رہے گا اور لڑکی شوہر سے علاحدہ نہیں کی جائے گی۔ **وهو تعالیٰ اعلم**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ، بہار پٹنہ

کتبہ

۲۰/۷/۷۶ء

استفتاء ۳۰۲

مسئلہ: نحمده ونصلی علی رسوله الکریم. امابعد!

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ ہندہ کی شادی کے بعد وہ سسرال گئی تو عرصہ تین ماہ کے بعد بچہ تولد ہوا۔ اب اس وقت عوام الناس میں یہ بات پھیلی اور تحقیقات ہونے لگی۔ تولد سے قبل۔ ہندہ سے کسی نے پوچھا کہ تم حاملہ معلوم ہوتی ہو تو اس نے بتایا کہ میرے باپ کا شکم بھی ایسے ہی ہے۔ یہ حمل نہیں ہے۔ لیکن تولد کے بعد سسرال والوں نے پوچھا کہ تم تو کہہ رہی تھی کہ یہ حمل نہیں ہے یوں ہی آنت بڑھنے پر شکم ابھر آیا ہے۔ اب بتاؤ کہ حمل کس کا ہے؟ تو اس نے بتایا کہ زید کا ہے۔ مزید تحقیق کرنے پر گاؤں کے منڈل نے ایک بیان دیا کہ ہاں آج سے چند ماہ قبل میں نے ایک افواہ سنی تھی کہ زید ہندہ سے پھنس گیا ہے۔ علاوہ ازیں چند گواہوں نے یہ گواہی دی کہ ہاں ہم نے چند بار زید اور ہندہ کو ایک جگہ بیٹھے ہوئے دیکھا ہے اور پھر گاؤں کے پنچ نے یہ فیصلہ کیا کہ بچہ کی شکل کو ملایا

جائے کہ کس سے ملتا جلتا ہے۔ جس کے لئے چند عورتیں متعین ہوئیں۔ ان میں سے تین عورتوں نے بتایا کہ بچہ زید سے ملتا جلتا ہے مگر زید قسم کھا کر انکار کر رہا ہے کہ یہ الزام ہے میں اس فعل کا مرتکب نہیں ہوں۔ تاکہ عوام الناس کی سمجھ میں بھی بسہولت آسکے اور اگر زید زانی قرار نہیں پاتا تو اس صورت میں بچہ کی پرورش کون کرے گا؟ مفصل و مدلل جواب مرحمت فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔

نوٹ: یوں ہی ہندہ کا متعدد بار خالد کے ساتھ بھی بیٹھنا ثابت ہوتا ہے جو ایک دوکاندار ہے۔ ہندہ کے میکہ سے متصل اس کی دوکان ہے۔ بالفعل نہ زید کو کسی نے دیکھا ہے اور نہ خالد کو۔ بینوا و توجروا۔

المستفتی: محمد نعیم الدین، ٹھیکا حبیب گنج، سدھویلی، پورنیہ

۸۶/۹۲ ک

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــ

صورت مذکورہ میں اصول شریعت کے پیش نظر زید اور خالد دونوں میں سے کسی کو بھی زانی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اگر چہ ہندہ زید کا نام لیتی ہے مگر صرف ہندہ کے کہنے پر زید کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لئے کہ **البیّنۃ علی المدعی والیمین علیٰ من انکر**۔ یعنی فریقین میں سے جب ایک مدعی ہو اور دوسرا انکار کرے تو دعویٰ کرنے والے پر ضروری ہے کہ وہ اپنے دعویٰ پر دلیل و شواہد پیش کرے اور جب وہ ثبوت پیش نہ کرے تو انکار کرنے والا قسم کھائے۔ ہندہ صرف اقرار کرتی ہے ثبوت و دلائل پیش نہیں کرتی اور زید قسم کھاتا ہے تو قضاءً زید کی باتوں کو تسلیم کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں جب ہندہ کو خالد کے ساتھ بھی تعلقات تھے تو ایسی صورت میں یقینی طور پر کسی کو مجرم قرار نہیں دیا جا سکتا۔ رہی دوسری صورت یہ کہ متعدد عورتوں میں سے تین عورتوں نے بتایا کہ بچہ کی صورت زید سے ملتی جلتی ہے تو صرف ان عورتوں کے کہنے پر بھی یقین نہیں کیا جا سکتا جب کہ زید حلفاً انکار کرتا ہے اور ہندہ کا بیان بھی حمل کے متعلق متضاد ہے کہ پہلے اس نے آنت بڑھنے کی بات کی پھر زید کا نام لیا۔

جب زنا کا شرعی ثبوت نہیں ملتا تو ایسی صورت میں حدیث پاک کا یہ حکم ہے کہ **الولد للفراش وللعاهر الحجر**۔ بچہ ناکح کا قرار دیا جائے گا اور زانی کے لئے پتھر ہے۔ **وھو اعلم**

نوٹ: لیکن حمل کی اقل مدت چھ ماہ کامل ہے اور مذکورہ ولادت تین ماہ کے بعد ہوئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ ناکح کا بچہ نہیں بلکہ ولد الزنا ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۴-۱۰-۷۶ء

استفتاء ۳۰۳

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے ملت اسلامیہ اس مسئلہ میں کہ

ایک عورت نے اپنے پہلے شوہر کو چھوڑ کر دوسرے سے نکاح کرلیا۔ پہلے شوہر نے طلاق نہیں دیا تھا۔ چند ماہ بعد وہ پھر دوسرے شوہر کے گھر سے بھاگی اور پہلے شوہر کے یہاں چلی آئی اور وہ پھر پہلے شوہر سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اب وہ پہلے شوہر کے پاس رہ سکتی ہے یا نہیں؟ نہ پہلے شوہر نے طلاق دی ہے نہ دوسرے نے۔ وہ عورت پہلے شوہر سے یا اس کے چھوٹے بھائی سے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ جواب جلد دے کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: محمد صدیق نقشبندی، مقام وڈاکخانہ حسینی، ضلع پوربی چمپارن
۲۸-۱۱-۷٦ء

۹۲/۸٦ ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ

صورت مذکورہ میں مذکورہ عورت اپنے پہلے شوہر کی زوجیت میں علی حالہ باقی ہے۔ جب پہلے شوہر نے طلاق نہیں دی تو اس کی دوسری شادی قطعی ناجائز وحرام ہوئی اور جب تک وہ عورت دوسرے کے پاس رہی گناہ کی مرتکب ہوتی رہی۔ شادی کرنے والا بھی شرعاً مجرم وگنہگار مستحق عذاب نار ہوا اور جس نے جانتے ہوئے نکاح پڑھایا یا گواہ بنا، یا اس شادی میں شریک ہوا وہ سب کے سب مجرم وخطاوار ہوئے۔ سبھوں کو اعلانیہ توبہ کرنا ضروری ہے۔

اگر پہلا شوہر چاہے اور اس کی غیرت گوارا کرے تو اپنی بیوی کو بغیر نکاح کے اپنے ساتھ رکھ سکتا ہے۔ جدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ اور اگر وہ عورت شوہر کے بھائی سے شادی کرنا چاہتی ہے تو پہلے شوہر سے طلاق حاصل کرے۔ جب وہ طلاق دے دے تو عدت گزار کر شوہر کے چھوٹے بھائی سے شادی کرسکتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۹-۱۱-۷٦ء

استفتاء ۳۰۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید نے بکر کی بیوی سے بغیر طلاق دیئے شادی کر لی۔ اس شادی کو سات سال کا عرصہ گزر گیا۔ اس درمیان میں زید کے اس عورت سے تین بچے ہوئے۔ بکر آج بھی طلاق دینا نہیں چاہتا ہے۔ صورت مذکورہ میں زید پر کیا حکم شرعی ہے اور ان بچوں کا کیا حال ہے اور وہ عورت کس سلوک کی مستحق ہے؟ مفصل ومدلل جواب عنایت فرمائیں گے۔

المستفتی: محمد شمیم اختر رضوی، ڈاکخانہ جارنگ، رام پور، مقام دھرم
۳ ر محرم الحرام ۱۳۹۵ھ

۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــــــــ
زید کی شادی بکر کی بیوی سے شرعاً ناجائز وحرام ہوئی اور اس عورت سے زید کی جو اولادیں ہوئیں وہ حرامی ہوئیں۔ وہ عورت اب تک بکر کی بیوی ہے۔ زید کو فوراً اس عورت سے علیحدہ ہو جانا چاہیے۔ اگر وہ دونوں الگ نہ ہوں تو ان کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے۔ ان سے سلام کلام، ان کے ساتھ لین دین، کھانا پینا چھوڑ دینا چاہیے۔ علیحدہ ہو جانے پر یہ دونوں اعلانیہ توبہ کریں۔ وھو اعلم
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ ـــــــــــــ
۳-۱-۷۷ء

استفتاء ۳۰۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ
(۱) محمد کتاب درزی نے اپنی ماں کے ماموں زاد بھائی کی بیوی سے شادی کی جو کہ بیوہ ہو چکی تھی۔ یہ شادی شرعاً جائز ہوئی یا نہیں؟
پھر کتاب درزی نے اپنی بیوی کی موجودگی میں اپنی بیوی کی لڑکی جو دوسرے شوہر سے تھی اس سے شادی کی۔ اس کے قبل اس لڑکی کی شادی دوسری جگہ ہو چکی تھی اور اس کا شوہر ابھی موجود ہے اور طلاق بھی نہیں دیا ہے اور جس وقت کتاب درزی نے نکاح کیا اس وقت اس لڑکی کو ناجائز حمل بھی تھا۔ شرعاً کتاب

درزی کا نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ مسئلہ کی نوعیت واضح کریں۔

(۲) دوسری بات یہ کہ بشیر درزی جو کتاب درزی کا حقیقی بھائی ہے، اس نے ایسی لڑکی سے شادی کی جو کتاب درزی کی بیوی کو دوسرے شوہر سے تولد ہوئی تھی اور اس لڑکی کی شادی دوسری جگہ ہو چکی تھی اور اس کا شوہر ابھی موجود ہے اور طلاق بھی نہیں دیا ہے۔ اب شرع کی رو سے بشیر درزی کی شادی جائز ہوئی یا نہیں؟ مسئلہ کی توضیح کریں۔

المستفتی: محمد منیر عالم، موضع کنسار، پوسٹ بیلسنڈ ھ، ضلع سیتامڑھی

۲۲-۱-۷۷ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــــــ !

(۱) صورت مذکورہ میں محمد کتاب کی شادی ماں کے ماموں زاد بھائی کی بیوہ بیوی سے جائز ہوئی۔ بعد ازاں کتاب درزی نے جو اپنی منکوحہ بیوی کی لڑکی سے شادی کی وہ قطعی حرام و ناجائز ہوئی۔ اول تو اس وجہ سے کہ وہ لڑکی اس کی منکوحہ بیوی کی بیٹی تھی جو اس کے لئے حرام تھی۔ دوسرے اس لئے کہ وہ غیر مطلقہ تھی۔ اگر اسے طلاق بھی ہو جاتی جب بھی کتاب درزی کے لئے وہ حرام ہی رہتی۔ قرآن حکیم میں ہے وَاُمَّهَاتُ نِسَآءِكُمْ وَرَبَآئِبُكُمُ الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِكُمْ مِنْ نِسَآئِكُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ "اور حرام ہوئیں تم پر عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری گود میں ہے پھر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو ان کی بیٹیوں میں حرج نہیں" (کنزالایمان) ایسی صورت میں کتاب پر دونوں ہی حرام ہو گئی بیوی اور اس کی بیٹی۔

(۲) بشیر درزی نے جو کتاب درزی کی بیوی کی پہلے شوہر کی لڑکی سے شادی کی، غیر مطلقہ ہونے کی بنا پر اس لڑکی سے بھی شادی حرام و ناجائز ہوئی۔ جب تک شوہر طلاق نہ دے اس کی بیوی سے کسی بھی حالت میں شادی جائز نہ ہوگی۔ اگر کسی نے بغیر طلاق دی ہوئی عورت سے شادی کر لی تو فوراً اس سے علیحدہ ہو جانا چاہیے۔ اگر وہ مرد اس غیر مطلقہ عورت کو الگ نہ کرے تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ایسے آدمی سے سلام کلام، میل جول ترک کر دیں۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّكَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. "اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ" (کنزالایمان)

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتــــــــــــــــــــــــبہ

۲۲-۱-۷۷ء

استفتاء ۳۰۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

بی بی فیض النساء ولد عبدالکریم میاں، مقام چمپا ہزاری باغ کا نکاح علیم الدین ولد کلیم الدین انصار آباد ہزاری باغ کے ساتھ ہوا۔ مگر دونوں میں اتحاد و اتفاق نہ ہو سکا۔ اس لئے لڑکی چند بار میکہ بھاگ گئی تھی اور لوگ اسے سمجھا کر سسرال واپس کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ علیم الدین کے یہاں سے ایک شخص ایک کاغذ لے کر آیا اور لڑکی سے دستخط کرنے کو کہا کہ لڑکی دستخط کر دے تو ہم طلاق نامہ کا کاغذ دے دیں گے لیکن لڑکی نے انکار کیا اور اس پر دستخط نہیں کیا۔ لوگوں نے وہ کاغذ اس آدمی کے ہاتھ سے چھین لیا۔ اس کا مضمون یہ تھا۔

میں علیم الدین ولد کلیم الدین گرام انصار آباد، ہزاری باغ کی شادی فیض النساء بنت عبدالکریم میاں، موضع چمپا کے ساتھ ہوئی۔ دونوں میں ان بن ہونے کی وجہ سے میں نے طلاق دیا اور میں خوشی راضی سے طلاق قبول کیا۔ حتی کہ ہوش وحواس کے ساتھ اور دین مہر بھی قیامت تک کے لئے بخش دیا۔ مگر اس پر لڑکا یا اور کسی آدمی کا دستخط نہ تھا اور نہ لڑکی نے اس پر دستخط کیا۔ مگر بالکل مجبور کر کے اس لڑکی کا نکاح حال ہی میں کسی دوسری جگہ کر دیا گیا اور قاضی وہی امام صاحب سلیمان میاں ہیں۔ کیا نکاح جائز ہوا اور عوام جانتی ہیں کہ شوہر نے طلاق نہیں دیا ہے۔

المستفتی: منیر عالم، گرام چمپا، پوسٹ چمپا، ضلع ہزاری باغ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

صورت مذکورہ میں جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے کہ علیم الدین کے یہاں سے جو آدمی کاغذ لے کر آیا اور لڑکی سے دستخط کرانا چاہا اور لوگوں نے وہ کاغذ اس آدمی سے چھین لیا جس میں طلاق لکھی ہوئی تھی مگر اس پر علیم الدین یا کسی آدمی کا دستخط نہ تھا ایسی حالت میں جب تک علیم الدین طلاق دینے کا اقرار نہ کرے، طلاق نہ ہوگی اور کوئی کاغذ کی تحریر دیکھ کر بی بی فیض النساء کی دوسری شادی جائز نہ ہوگی۔

لیکن علیم الدین اگر یہ اقرار کرے کہ وہ تحریر میری تھی اور میں نے اپنی بیوی فیض النساء کو طلاق دے دی ہے تو طلاق کا حکم دیا جائے گا اور عدت گزار کر وہ لڑکی دوسری شادی کر سکتی ہے۔ بغیر اقرار طلاق اور بغیر عدت گزارے ہوئے دوسری شادی ہرگز جائز نہ ہوگی۔ اگر علیم الدین نے انکار کیا کہ میں نے تحریری طلاق نہیں دی تو ایسی صورت میں لڑکی دوسرے شوہر سے علیحدہ کر دی جائیگی

اور بغیر طلاق جس نے نکاح پڑھایا ہے وہ گنہگار ہوا اور توبہ لازم ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم۔
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

استفتاء ۳۰۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں
خادم حسین دوسرے شخص کی بیوی کو بھگا کر پاکستان چلا گیا۔ لگ بھگ بیس برس اس عورت کو بیوی بنا کر اپنے ساتھ رکھا۔ اس عورت سے دو لڑکے پیدا ہوئے ۱۹۷۱ء میں دونوں بیٹوں کے ساتھ گھر چلا آیا اور بیوی مذکورہ کو وہیں چھوڑ دیا۔ پوچھنے پر کہتا ہے کہ یہاں سے لے جا کر نکاح پڑھوایا ہے۔ پانچ چھ سال سے یہاں رہ رہا ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر کہیں کہیں نکاح بھی پڑھا دیا کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ میں نے جس عورت کو رکھا ہے وہ عورت میرے لئے حلال ہے اور وہ میری بیوی ہے۔ بلکہ دونوں کا تعلق میاں بیوی کا ہے۔ خادم حسین کے بارے میں کیا حکم ہے؟ حرام کو حلال کہنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟ خادم حسین سے نکاح پڑھوانا جائز ہے یا ناجائز؟ جن لوگوں کا نکاح پڑھا دیا ہے ان کا نکاح ہوا یا نہیں؟

المستفتی: محمد صغیر، غیاث الدین
۷-۵-۷۷ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ!

اگر فی الحقیقت خادم حسین نے دوسرے کی بیوی کو بغیر طلاق دیئے ہوئے رکھ لیا تو اس نے حرامکاری و زنا کیا۔ جو بچے اس سے پیدا ہوئے وہ حرامی ہوئے۔ غیر مطلقہ سے بقول خود اگر اس نے نکاح بھی کر لیا جب بھی وہ عورت اس کے لئے حلال نہ ہوگی۔
حرام کو حلال کہنے والا کافر اس سے میل جول سلام کلام سب ناجائز۔ اس سے نکاح پڑھوانا بھی جائز نہیں۔ جن لوگوں نے اس کو قاضی بنایا وہ اگر جانتے تھے کہ اس نے حرامکاری کی تو ان پر بھی توبہ لازم اور تجدید نکاح ضروری ہے۔ خادم حسین نے اگر واقعی حرام کو حلال جانا تو اسے تجدید ایمان و تجدید نکاح کرنا ضروری۔ جب تک وہ ایسا نہ کرے مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سے ترک موالات کریں۔ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا: وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ.
"اور جو کہیں شیطان تجھے بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ" (کنزالایمان) وھو تعالیٰ اعلم
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۳-۵-۷۷ء

استفتاء ۳۰۸

مسئلہ: محترم ومکرم جناب قاضی صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

خیریت سے رہ کر آپ بزرگوں کی خیریت خداوند کریم سے نیک چاہتا ہوں۔ احوال یہ ہے کہ

(۱) مردہ کو اتر دکھن کر کے کیوں سلایا جاتا ہے اور قبر میں بھی اسی طرح رکھتے ہیں؟ جنازہ کے اوپر جو چادر رہتی ہے اسے بھی قبر میں ڈال دیتے ہیں اور لوگ ایسا ہی کرتے آرہے ہیں، مگر میں حکم دیتا ہوں کہ صرف عورتوں کے لئے پردہ کے خیال سے چادر ڈالی جائے۔ کیا یہ حکم صحیح ہے؟

(۲) ایک لڑکی کو شوہر نے طلاق نہیں دیا اور اس کے ولی نے دوسرے لڑکے سے نسبت کر کے برات منگوالی۔ اب کیا کرنا چاہیے؟ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عزت کی بات ہے نکاح ہونا چاہیے۔ میں کہتا ہوں نہیں ہونا چاہیے۔ جائز نہیں۔

(۳) ایک لڑکی کی شادی کو چار سال ہو گئے۔ چند بار سسرال بھی جا چکی ہے۔ اب تقریباً ۸ ماہ سے لڑکی اپنے میکہ میں ہے۔ لڑکی کو اس کے شوہر نے طلاق نہیں دی ہے۔ لڑکی کے والد نے دوسرے آدمی سے اس کا نکاح کرنا چاہا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ لڑکی کو طلاق نہیں ہوئی ہے۔ اس کا دوسرا نکاح کس طرح ہوگا؟ لڑکی کے والد نے کہا کہ طلاق کا کاغذ موجود ہے۔ چنانچہ کاغذ منگوایا گیا۔ لوگوں نے پڑھا تو وہ کاغذ جعلی تھا۔ یعنی ایک آدمی اپنی طرف سے بغیر لڑکے کے طلاق دیئے وہ کاغذ لکھ دیا اور دوسرے لوگوں کا نام گواہ میں لکھ دیا اور کہتا ہے کہ یہ کاغذ صحیح ہے۔ مگر حقیقت میں وہ غلط ثابت ہوتا ہے اور تاریخ ۳۰-۴-۷۷ء لکھی ہے جب کہ اسی تاریخ میں لڑکی کے گھر دوسری برات آگئی۔ مسجد کے امام صاحب نے نکاح پڑھانے سے انکار کیا کہ ایک دن طلاق بھی ہوئی اور اسی دن نکاح بھی ہو رہا ہے۔ حالانکہ طلاق نامہ بھی غلط لکھا ہوا ہے۔ گاؤں کے صدر اور دیگر حضرات نے بھی نکاح پڑھانے کو کہا مگر امام صاحب نے نکاح نہیں پڑھایا۔ اب لوگ امام صاحب کی مخالفت کرتے ہیں اور ملازمت سے برطرف کرنے کو آمادہ ہیں۔

(۴) ایک لڑکی کو طلاق ہوئی تو فوراً اس کا نکاح کر دینا کیسا ہے؟ اس کی عدت گزرے گی یا نہیں؟ ایسا نکاح جائز ہوگا یا نہیں؟

المستفتی: مولوی عبدالقیوم صاحب، مہتوڈیہہ، کھرچٹا، گریڈیہہ

۱۱-۵-۷۷ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــــ

(۱) شریعت مطہرہ میں بہت سے احکام ایسے ہیں جن کی حقیقت سمجھنے سے عقل انسانی قاصر و مجبور ہے۔ ہم کو حکم ہوا ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ. (سورۂ احزاب:۲۱) ''بیشک تمہیں رسول اللہ کی پیروی بہتر ہے'' (کنزالایمان) ہمیں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع و پیروی کرنی ہے، چون و چرا کی گنجائش نہیں۔ جنازہ کے اوپر جو چادر ڈال کر لے جاتے ہیں اسے قبر میں رکھنا جائز نہیں، مرد کا جنازہ ہو یا عورت کا۔

(۲) بغیر طلاق لڑکی کی دوسری شادی قطعی حرام و ناجائز۔ شادی کرنے والا، کرانے والا، جانتے ہوئے اس میں شریک ہونے والا سب مجرم و خطا کار و مستحق عذاب نار ہوگا۔

(۳) اس کا جواب بھی وہی ہے جو اوپر گزرا۔ اپنی طرف سے جعلی طلاق نامہ لکھ کر لوگوں کے سامنے پیش کرنا اور کہنا کہ لڑکے نے طلاق نامہ لکھا ہے گناہ عظیم ہے۔ جب تک شوہر طلاق نہ دے یا اقرار طلاق نہ کرے لڑکی کی دوسری شادی جائز نہ ہوگی۔ جو لوگ مولوی صاحب سے نکاح نہ پڑھانے کی وجہ سے جھگڑتے ہیں انہیں توبہ کرنا چاہیے کہ ایک ناجائز و حرام فعل کے لئے امام کو مجبور کرنا سخت گناہ اور باعث عذاب الیم ہے۔ لوگوں کو اس سے توبہ کرنا اور امام صاحب سے معافی مانگنا چاہیے۔

(۴) عدت کے اندر دوسرا نکاح حرام و ناجائز ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ الآية. (سورۂ بقر:۲۳۵) ''نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے۔'' جب تک عدت نہ گزر جائے دوسری شادی جائز نہیں۔ اگر شادی کی تو زنا کاری ہوگی۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۶-۵-۷۷ء

استفتاء ۳۰۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں

زید کو اپنی سالی سے ناجائز تعلقات کا بستی والوں نے الزام لگایا۔ زید اس سے اپنی برأت اور پاکی بیان کرتا ہے۔ سالی کا کہنا ہے کہ زید ہی کا کام ہے اور میں اسی کے یہاں جاؤں گی۔ واضح رہے کہ ہندہ کی شادی پہلے ایک شخص سے ہوئی تھی مگر آج تین ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس نے ہندہ کو طلاق دے دیا اور بتایا جاتا ہے کہ وہ حمل بھی تین ماہ کا ہے۔ اس واقعہ کے بعد زید کی بیوی خواص اپنے میکہ چلی گئی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ دونوں کو رکھنا ہوگا۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر واقعی زید نے سالی سے ناجائز حرکت کی تو اس کی

بیوی نکاح میں رہی یا نہیں؟ کیا زید کو اپنی اہلیہ سے نکاح ثانی کرنا ہوگا؟ اور بیک وقت دونوں بہنوں کو رکھ سکتا ہے یا نہیں؟

المستفتی: حافظ عبدالرشید کیراف غلام مرسلین، نزد پون وستر الیہ، مین روڈ چاس، ضلع دھنباد
۱۷-۵-۷۷ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــ بعون الملک الوهاب ـــــ!

صورت مذکورہ میں زنا ثابت نہیں۔ اگر بالفرض زید نے اپنی سالی سے زنا کیا بھی تو اس کی بیوی اس پر حرام نہ ہوگی نہ تجدید نکاح کی ضرورت۔ اگر زید نے زنا کیا تو وہ گنہگار مستحق عذاب نار ہوگا۔ ہاں اگر وہ سالی سے نکاح کرے گا تو دونوں بہنیں یعنی بیوی و سالی زید پر حرام ہو جائیں گی۔ اس لئے کہ دو بہنوں کا نکاح میں اجتماع شرعاً جائز نہیں۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ. (النساء:۲۳) ''اور دو بہن اکٹھی کرنا (حرام ہے)'' اگر زید سالی سے شادی کرے گا تو پہلے اپنی بیوی کو طلاق دیکر الگ کر دینا ہوگا۔ وھو اعلم

نوٹ: جب زید کی سالی کو تین ماہ قبل طلاق ہوئی اور حمل بھی تین ماہ کا ہے تو وہ حمل اس کے پہلے شوہر کا قرار دیا جائے گا۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۱۸-۵-۷۷ء

استفتاء ۳۱۰

مسئلہ: بحضور علمائے دین السلام علیکم!

گزارش ہے کہ سالے کی لڑکی سے نکاح جائز ہے یا نہیں جواب بہت جلد ارسال کریں۔

المستفتی: مولوی حبیب ارگلی، گریڈیہہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــ!

بیوی کی موجودگی میں جو سالے کی بہن ہے، سالے کی لڑکی سے شرعاً نکاح جائز نہیں!! احادیث کریمہ میں پھوپھی و بھتیجی کو نکاح میں جمع کرنے سے ممانعت فرمائی گئی۔ ہاں اگر پھوپھی کا انتقال ہو چکا ہے تو اب سالے کی لڑکی سے نکاح جائز ہوگا۔

وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲۵/۱/۷۸ء

استفتاء ۳۱۱

مسئلہ: حضور قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہ............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زرینہ خاتون کی شادی محمد نعیم سے ہوئی کچھ دنوں تک زرینہ خاتون محمد نعیم کے گھر رہی اس کے بعد وہ اپنے گھر میکہ چلی آئی میکہ آنے کے بعد پھر نعیم اپنی بیوی کو لینے کے لئے آیا مگر زرینہ خاتون کے ماں باپ نے رخصتی نہ کی کچھ عرصہ کے بعد زرینہ خاتون ایک دوسرے آدمی کے ساتھ جس کا نام عبدالرحیم ہے گھر سے نکل کر چلی گئی جس کو تین سال ہوئے اس عرصہ میں عبدالرحیم سے ایک لڑکا پیدا ہوا لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ لڑکا ناجائز پیدا ہوا ہے اب ایسی صورت میں عبدالرحیم کیا کرے حدیث وقرآن کی روشنی میں جواب سے مطلع فرمائیں۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد یوسف درگا پور

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــ!

عبدالرحیم نے غیر مطلقہ عورت سے شادی کر کے فعل حرام کا ارتکاب کیا جس کی بنا پر وہ سخت گنہگار غضب جبار وقہار میں گرفتار ہوا اسے فوراً زرینہ کو اپنے سے الگ کر دینا چاہیے اور ساتھ ہی اعلانیہ توبہ کرنا چاہیے اس سے جو لڑکا پیدا ہوا وہ حرامی ہوا جب نعیم زرینہ کو طلاق دیدے تو اس کے بعد عبدالرحیم اس سے شادی کر سکتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۸/۱/۷۸ء

استفتاء ۳۱۲

مسئلہ: جناب اعلیٰ مفتی صاحب!.................السلام علیکم!
میمو النساء بنت غلام پیر محمد میاں ساکن موضع گنیاری ڈاکخانہ بھرواری وایا منہاری ضلع مظفر پور کی رہنے والی ہوں اپنی شادی آج سے تقریباً دو سال پہلے ہوئی جناب لیاقت حسین ابن محمد مسلم کے ساتھ۔ ایک ہفتہ بعد میرے شوہر باہر چلے گئے جن کا آج تک کوئی پتہ نشان نہیں ہے اور نہ کوئی خبر ملی۔ اسی حالت میں ہم اور ہمارے والدین انتظار کرتے رہے جب کوئی پتہ نہ چلا تو میرے والد نے میری دوسری شادی کر دی وجہ یہ ہوئی کہ ہمارے والدین غریب ناتواں ہیں ہم لوگوں کا کوئی سہارا نہیں ہے اپنے محلہ میں

دوسرے کے یہاں کام کرکے گزارہ کرتی تھی۔
جناب اعلیٰ سے درخواست ہے کہ میموالنساء کی شادی بالکل غلط طریقہ سے ہوئی ہے شوہر زندہ ہے وہ برابر آتا گیا لیکن لڑکی والے نے اپنے مطلب سے دوسری شادی کردی ہے لڑکے نے طلاق بھی نہیں دیا ہے کیا اس صورت میں نکاح درست ہے بعد نکاح محلّہ والوں کو معلوم ہوا لوگ ناراض ہیں لہٰذا اب جلد جواب دیں۔
المستفتی: سید مولوی محمد انور عالم.......... پوسٹ بریار پور، ضلع ویشالی بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب

صورت مسئولہ میں میموالنساء کی دوسری شادی شرعاً ناجائز ہوئی جب تک شوہر طلاق نہ دے یا خلع نہ کرے دوسری شادی کرنا جائز نہیں اگر شادی ہو چکی ہے تو فوراً دونوں کو علیحدہ ہو جانا چاہیے اگر وہ خود سے الگ نہ ہوں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ دونوں کو الگ کرنے کی کوشش کریں اگر وہ دونوں علیحدہ نہ ہوں تو میموالنساء اور اس کے دوسرے شوہر کا سوشل بائیکاٹ کریں ان کے ساتھ سلام کلام میل جول ترک کردیں۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ ''اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ'' (ترجمہ کنز الایمان)
دو ایک سال شوہر کے غائب رہنے پر عورت کو یہ حق نہیں کہ وہ دوسری شادی کرے لہٰذا میموالنساء شرعاً اب تک اپنے پہلے شوہر کی زوجیت میں ہے اور دوسری شادی قطعاً حرام و ناجائز ہے۔ **وھو اعلم!**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۱/۷/۷۸ء

استفتاء ۳۱۴

مسئلہ: علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی خاص سگی بھیکنی (بھانجی) سے شادی کرلی ہے اب چاہتا ہوں کہ بھائیوں سے اپنی غلطی کو معاف کرا کر مل جاؤں اس کا صحیح جواب دیا جائے تاکہ عوام کو معلوم ہو جائے۔
المستفتی: محمد ادریس، ساگر ھ، چھپرا

۹۲/۸۶ھ

الجواب

اپنی سگی بھانجی سے شادی قطعی حرام و ناجائز ہے اس کی تصریح قرآن حکیم میں موجود ہے: قال تعالیٰ حُرِّمَتْ عَلَیْکُمْ

اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ الخ۔'' ترجمہ: حرام ہوئیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں (ترجمہ کنزالایمان)۔'' بھائیوں سے اس غلطی کی معافی چاہنے سے ناجائز جائز نہیں ہوسکتا بلکہ فوراً بھانجی سے الگ ہوجانا ضروری ہے اور اس گناہ کے لئے خدائے عزوجل سے معافی مانگے اور توبہ کرے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۷۸/۱۲/۲۷ء

استفتاء ۳۱۴

بخدمت شریف عالی جناب مفتی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ ادارۂ شرعیہ پٹنہ بہار

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین کہ زید اپنی بیوی کو لیکر نانیہال رہتا تھا کسی بنا پر آپس میں لڑائی جھگڑا ہوگیا۔ فساد بڑھ جانے کے ڈر سے بیوی کو میکہ روانہ کردیا پھر ہفتہ عشرہ کے بعد زید نے تین طلاق دیکر تحریری طور پر اور ساتھ ہی سوا اکاون روپے (۲۵-۵۱) بھی روانہ کردیئے۔ اس کے چھ ماہ بعد زید اپنے وطن واپس آیا اور تقریباً چار سال بعد زید کی مطلقہ بیوی اپنے پانچ سال کے لڑکے کو ساتھ لیکر زید کے یہاں آگئی وہ اب تک زید کو اپنا شوہر ہی سمجھتی تھی تو وہاں کی انجمن کے صدر و سکریٹری وغیرہ نے کہا کہ اب اس عورت کا رکھنا حرام ہے زید صرف اپنا لڑکا لے سکتا ہے۔ یا نہیں تو حلالہ کرائے زید نے کسی کی بات نہ مانی اور آٹھ ماہ تک اس عورت کو اپنے پاس رکھا حلالہ نہیں کیا انجمن کی طرف سے جب دباؤ پڑا تو بستی کے ایک مولوی صاحب سے حلالہ کرایا لیکن بوقت حلالہ لڑکی دو ماہ کی حاملہ تھی اس کو کوئی نہ سمجھ سکا نہ لڑکی نے کچھ کہا جب حلالہ کی مدت تین ماہ گزر گئی تو پانچ ماہ کا لڑکا خراب ہوگیا، ۱۳/ دن باقی تھا۔ لہٰذا یہ حلالہ جائز ہوا یا نہیں؟ زید اس عورت کو بیوی بنا کر رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور شریعت کی طرف سے مولوی صاحب اور انجمن کے ذمہ داروں کی کیا گرفت ہوتی ہے جواب جلد دیں۔

قاری بدرالدین صابری، مقام سرما بڑا گاؤں، ہزاری باغ، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب

صورت مذکورہ میں حلالہ جائز نہ ہوا جب عورت حاملہ تھی تو اگرچہ حمل شرعاً ناجائز تھا پھر بھی نکاح جائز نہ ہوا اس لئے کہ

حلالہ کیلئے مجامعت شرط ہے اور جب وہ حاملہ تھی تو دوسرے شوہر کے لیے اس سے مجامعت جائز نہ تھی۔ لہٰذا اگر اس عورت کا دوسرے مرد سے نکاح کیا جائے اور وہ مرد بعد مجامعت اگر طلاق دیدے تو پہلے شوہر سے اس کی شادی جائز ہوگی ورنہ نہیں؟

زید سخت گنہگار رہا کہ اس نے مطلقہ بیوی سے تعلقات قائم کئے۔ اسے اعلانیہ توبہ کرنا چاہیے اور اس عورت پر بھی توبہ لازم ہے کہ اس نے ارتکاب گناہ کیا جب وہ مطلقہ تھی تو اسے پہلے شوہر کے پاس نہ جانا تھا، نہ زید کو رکھنا چاہیے اور جب وہ حاملہ تھی تو اسے وقت حلالہ اس کا اظہار کرنا چاہیے۔

حلالہ کے وقت مولوی صاحب اور انجمن کے ذمہ داروں کو عورت سے دریافت کرنا چاہیے چونکہ یہ کام عدم واقفیت اور جہالت کی بنا پر ہوا۔ اس لئے وہ لوگ مجرم نہیں ہیں اگر عمداً کرتے گنہگار ہوتے زید کو اس عورت سے کوئی تعلق نہیں رکھنا چاہیے تھا ہاں دوبارہ حلالہ کے بعد وہ عورت زید کے لیے جائز ہوگی۔

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۵/۱۰/۷۸ء

استفتاء ۳۱۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ:

زید نے اپنی بیوی رضیہ کو تین طلاق دیدیا۔ رضیہ نے بعد انقضائے عدت عمر سے شادی کرلی۔ شادی کو بمشکل چند ہی روز ہوا ہوگا کہ غالباً چار یا پانچ ماہ کا حمل اسقاط ہوگیا۔ لہٰذا رضیہ کا عقد صورت مسئولہ میں عمر کے ساتھ درست ہوا یا نہیں؟ از راہ کرم جواب مرحمت فرمائیں بہت ممنون و مشکور ہوں گا۔

المستفتی: حافظ محمد اسحاق انجمن خادم الاسلام، کھر گڑھا، گریڈیہہ

۲۶/۱۱/۷۸ء

۹۲/۷۸۶

الجواب

صورت مسئولہ میں جب رضیہ حاملہ تھی اور حالت حمل میں شوہر نے اسے طلاق دی تو طلاق کی عدت بچہ پیدا ہونے پر ختم ہوگئی اور بچہ ثابت النسب ہوگا، ظاہر ہے کہ رضیہ کا نکاح عدت کے اندر ہوا اس لئے یہ نکاح شرعاً ناجائز ہوا۔ قرآن حکیم میں ہے: وَلَاتَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَهٗ۔ ”ترجمہ: اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے (ترجمہ کنزالایمان)۔“

لہٰذا جب یہ ثابت ہوگیا کہ حمل پہلے شوہر کا تھا تو اب عمر کو چاہیے کہ فوراً رضیہ کو علیحدہ کردے اور اگر اس کو رکھنا چاہے تو

دوبارہ نکاح کرے۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۷۸/۱۱/۲۰ء

استفتاء ۳۱۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:
ایک شخص جو دیوبندی عقائد کا ہے اس کی شادی ایک سنی صحیح العقیدہ لڑکی سے ہوئی۔ لہٰذا اب ایسی صورت میں اس سے کس طرح چھٹکارہ پاسکتی ہے صحیح جواب سے نوازیں نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد تبارک حسین، بھواگ فرد، پوسٹ: ناوابازار، ضلع پلاموں، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــ!
صورت مذکورہ میں اگر شخص مذکور کی بدعقیدگی حد کفر تک پہنچ چکی ہے جس کی بناء پر اسے مسلمان قرار نہیں دیا جاسکتا تو یہ نکاح شرعاً منعقد نہ ہوا اور اگر اس پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا جاسکتا تو لڑکی کو اس سے خلع کر لینا چاہیے۔ یا قاضی شرع کے پاس تفریق کی درخواست پیش کرے بعد تحقیقات قاضی شریعت کو دونوں میں تفریق کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۷۸/۱۱/۲۰ء

استفتاء ۳۱۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
زید نے نجمہ سے شادی کی جس سے بحمد اللہ تین اولاد بھی ہیں۔ زید نے پھر نجمہ کی چھوٹی بہن نسیمہ سے بھی شادی کر لی ہے تو کیا نجمہ کا نکاح فسخ ہوگیا یا نسیمہ کا نکاح نہیں ہوا خلاصہ مع حوالہ کے جواب باصواب سے مطلع فرمائیں، عین کرم ہوگا۔

المستفتی: محمد محسن، موضع دوپچھی، پوسٹ قصبہ، ضلع پورنیہ

المستفتی: ۷۸/۱۱/۲۱ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــ وھوالموفق للحق والصواب ــــــــــــ !

قرآن حکیم میں دو بہنوں سے شادی کرنے کو قطعی حرام فرمایا: قَالَ تَعَالیٰ وَاَنْ تَجْمَعُوا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ۔ "اور دو بہنیں اکٹھی کرنا۔" (ترجمہ کنزالایمان) یعنی دو بہنوں کو نکاح میں جمع نہ کرو دوسری بہن سے شادی کرنے کے بعد پہلی بیوی سے قربت ناجائز ہوگی جب تک دوسری کو نہ چھوڑے گا۔ پہلی سے بھی تعلقات جائز نہ ہوں گے، دوسری کو الگ کرنے کے لئے لفظ طلاق کہنا بھی ضروری نہیں۔ فی ردالمحتار: فی بزازیہ المتارکۃ فی الفاسد بعدالدخول لاتکون الا بالقول کخیلت سبیلک او تو کتک۔ "ترجمہ: بزازیہ میں ہے کہ نکاح فاسد میں متارکہ بعد دخول قول سے ہی ہوگا جیسے میں نے تیرا راستہ خالی کیا یا میں نے تجھے چھوڑ دیا۔"

ردالمحتار جلد۲ باب العدۃ میں ہے: وانہ تحرم علیہ امراتہ لو تزوج اختہا فاسد الی انقضاء المعدۃ. یعنی اگر بیوی کی بہن سے شادی کرلی ہے تو بیوی بھی حرام ہو جائیگی عدت گزارنے تک اگر دوسری سے صحبت کر چکا ہے تو مہر مثل واجب تھا جو مہر مقررہ سے زیادہ نہ ہو۔ اور صحبت نہیں کی تو مہر واجب نہیں صحبت کرلی ہے تو عدت ضروری ہوگئی۔ ورنہ نہیں۔ جب تک دوسری کی عدت ختم نہ ہو جائے پہلی سے صحبت جائز نہیں پہلی بیوی کا نکاح ختم نہیں ہوا وہ شوہر کی زوجیت میں باقی رہے گی۔ تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۲/۱۰/۷۸ء

استفتاء ۳۱۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

گرام سری، تھانہ مجھاؤں، پوسٹ: آفس برڈیہہ، ضلع پلاموں میں ایک عورت کہتی ہے کہ "ہمارے سسر یعنی شوہر کے باپ نے ہم سے زنا کیا، اس حالت میں کہ وہ بیمار تھی، ہوش درست تھے، مگر بولنے کی طاقت نہ تھی۔" اور یہ احوال گزرے گیارہ ماہ ہوگئے۔ اس کا اور کوئی گواہ نہیں، صرف وہی عورت کہتی ہے۔ اُس سے جب پوچھا گیا کہ "اتنے روز تک تم نے کیوں چھپایا؟" تو اس نے کہا کہ "بڑے بھائی کی بیوی سے، ایک ہفتہ کے بعد ہم نے کہا تھا۔" مگر جب اُس سے پوچھا گیا تو انکار کرگئی براہ کرم اس کا فیصلہ جلد کیا جائے۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد حنیف انصاری، گرام سری، ڈاکخانہ برڈیہہ، پلاموں
۳/ ذیقعدہ ۹۱ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ وهو الموفق للصواب ـــــــــ!

برتقدیر صدق سوال اگر واقعی سسر نے اپنے بہو کے ساتھ زنا کیا تو سسر سخت گنہ گار مستحق عذاب نار ہوا اور وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہوگئی۔ شوہر اور بیوی کو فوراً بلا تاخیر الگ ہوجانا چاہیے۔ اب وہ کسی طرح اپنے شوہر کے پاس نہیں رہ سکتی۔ اگر میاں بیوی الگ نہ ہوں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ اُسے فوراً علیحدہ کردیں۔ بصورت عدم علیحدگی ان دونوں کا سوشل بائیکاٹ کیا جائے، ان سے ملنا جلنا، سلام وکلام ترک کردیں۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۴/۱/۷۲ء

استفتاء ۳۱۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے شریعت مسئلہ ذیل میں کہ
زید ہندہ کی حرکتوں پر شہوت تصور کر کے چند قدم کے فاصلے سے چار پائی پر دراز چند افراد کی موجودگی میں تادیر ہندہ کو دیکھتا رہا۔ اور اس واقعہ سے قبل کسی دوسرے موقع پر زید شب میں سوئی ہوئی ہندہ کے عریاں زانوں کو دیکھتا رہا بلا توقف بغیر کسی لمس کے اتفاقاً گذرا۔ واضح ہو کہ زید و ہندہ میں کوئی معاشقہ نہ پہلے تھا نہ اب ہے۔ مذکورہ صورتوں میں دونوں ایک دوسرے کے خیالات و جذبات سے ناواقف ہیں۔ ایسی صورت میں زید کا کہنا ہے کہ ان حرکتوں کو دیکھ کر مجھ میں شہوت و خیالات فاسدہ پیدا ہوئے تھے۔ تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ ان صورتوں میں حرمت مصاہرت ثابت ہوتی ہے کہ نہیں۔ اگر دختر ہندہ سے زید مذکور شادی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر عقد ہو چکا ہے تو کیا حکم ہے۔ فقط

المستفتی: مولانا محمد امجد علی، خادم مدرسہ عربیہ فیض العلوم، پوسٹ محمد آباد، گوہنہ، اعظم گڑھ

۹۲/۸۶ ے

الجواب ـــــــ بعون الملک الوهاب ـــــــ !

صورت مسئولہ میں حرمت مصاہرت ثابت نہ ہوگی۔ اس لئے کہ ہندہ کی حرکتوں اور اس کے عریاں زانو کو دیکھ کر زید کے دل میں شہوت و خیالات فاسدہ پیدا ہوئے، مساس و لمس نہیں پایا گیا۔ ہاں اگر داخل فرج کو بہ شہوت دیکھتا تو حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی۔ درمختار میں ہے: واصل مسوسة بشهوة ولو بشعر الراس بحائل لايمنع الحرارة واصل مساسة وناظرة الیٰ ذکره والمنظور الیٰ فرجها المدور الداخل اذهی من ماء هی فیه . لہٰذا دختر ہندہ سے زید کی شادی ہو سکتی ہے اور اگر شادی ہو چکی ہے تو علیٰ حالہ باقی رہے گی۔ وهو تعالیٰ اعلم و علمه جل مجدهٗ اتم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۳-۷-۷۶ء

استفتاء ۳۲۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں:
ایک لڑکی جس کی عمر ۱۰ دس سال یا ۱۱ گیارہ سال کی ہے، بچپن ہی میں اس کی ماں انتقال کرگئی۔ اور والد بھی چھوڑ کر لاپتہ ہو گئے۔ اس کے خاندان کا کوئی آدمی یہاں نہیں ہے اور یہ لڑکی دوسرے آدمی کے یہاں رہ رہی ہے۔ یہاں کے لوگوں کا خیال ہے کہ کسی لڑکے کے ساتھ اس کا عقد کردیں۔ تو اب اس نابالغ لڑکی کا ولی کون ہوگا؟ براہ کرم آگاہ کریں۔ فقط

عبدالجبار، پیش امام مسجد جارنگڈیہہ، پوسٹ: جارنگڈیہہ، ضلع: ہزاری باغ
۱۰/۸/۷۰ء

۹۲/۸۶ ء

الجواب ــــــــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں ولایت کا حق باپ کو حاصل ہے۔ جب وہ نہیں ہے تو لڑکی جب بالغہ ہوگی تو وہ خود مختار ہوگی۔ اپنی مرضی سے جہاں چاہے گی، شادی کرلے گی اس لئے کہ بالغہ اپنے نفس کی مالک خود ہوتی ہے۔ اور اگر اس کا نکاح ابھی کسی نے کردیا تو وہ نکاح موقوف رہے گا، لڑکی کے باپ پر اور خود وہ لڑکی بھی بالغہ ہونے کے بعد غیر ولی کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کرسکتی ہے۔ اور اگر لڑکی کے خاندان میں کوئی موجود ہوتو وہی اجازت دے گا۔ مگر یہاں بھی رشتہ میں جو قریب ہوگا وہی ولی ہوگا جیسے باپ دادا، پھر پردادا، پھر حقیقی بھائی پھر سوتیلا بھائی پھر حقیقی چچا پھر سوتیلا چچا پھر حقیقی چچا کا لڑکا۔ پھر سوتیلے چچا کا لڑکا غرض کہ جس کو زیادہ قربت و نزدیکی ہوگی۔ وہی ولی ہوگا۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۱۴ / اگست ۷۰ء

استفتاء ۳۲۱

مسئلہ: بحضور جناب قاضی صاحب ادارۂ شرعیہ پٹنہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ علیہ۔ میری لڑکی کا نکاح جو کہ عاقلہ بالغہ ہے میری غیر موجودگی میں جب کہ میں اپنے مکان سے تقریباً بیس میل کے فاصلہ پر تھا۔ میری بیوی نے زبردستی دوسروں کے بہکانے پر ایک لڑکے سے کردیا۔ لڑکی کو جب علم ہوا تو اس نے نکاح سے پہلے سخت انکار کیا اور خلاف رہی۔ مگر زبردستی کے ساتھ اور لوگوں نے بھی اس کام میں حصہ لیا

اور زبردستی پانچ دن کے لئے لڑکی کو رخصت بھی کر دیا۔ اب جب کہ لڑکی واپس آئی ہے تو سخت انکار کر رہی ہے اور دوبارہ جانے کے لئے تیار نہیں۔ اب جب کہ میں باپ خود خلاف لڑکی خلاف تو از روئے شرع یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں۔ شرعی جواب سے مطلع فرما کر مشکور کریں۔

المستفتی: مقبول احمد، پرانی بازار، سمری بختیارپور، سہرسہ
۵رستمبر ۷۰ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــــــ وھو الموفق للحق للصواب ــــــــــــــــ !

برتقدیر صدق مستفتی جب لڑکی عاقلہ بالغہ ہے تو بغیر اس کی رضا اور اذن کے نکاح باطل ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے: **لاتنکح الایم حتی تستامر ولاتنکح البکر حتی تستاذن قالوا یارسول اللہ وکیف اذنھا قال ان تسکت۔** دوسری حدیث میں ہے: **الایم احق بنفسھا من ولیھا والبکر تستاذن فی نفسھا واذنھا صماتھا** ۔یعنی عاقلہ بالغہ اپنے نفس کی مالکہ ہے تو نکاح کے لئے اس کی رضامندی اور اجازت ضروری ہے۔ پھر جب کہ اس نے نکاح سے صاف لفظوں میں انکار کیا اور ولی جابر بھی اس نکاح کے خلاف ہی ہے تو ایسی صورت میں نکاح جائز نہ ہوگا۔ اس سلسلہ میں بہتر صورت یہ ہوگی کہ لڑکی قاضی شرع کے پاس درخواست پیش کرے اور اپنے دعویٰ (یعنی عدم رضا اور نکاح سے انکار) کو شہادت سے ثابت کرے۔ بعد ثبوت دعویٰ قاضی نکاح کو باطل قرار دے کر فسخ کا حکم دے دے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہ وجل مجدہٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۳؍۱۰؍۷۰ء

استفتاء ۳۲۲

مسئلہ: محترم جناب مولانا صاحب! السلام علیکم

گزارش خدمت یہ ہے کہ میں ایک غریب آدمی ہوں، یہاں انگس جوٹ مل میں کام کرتا ہوں اور میرے بال بچے مکان پر رہتے ہیں۔ گھر سے میرے والد صاحب نے ایک خط لکھا کہ ربیع الاول ۹۱ھ کی ۹رتاریخ کو تمہاری لڑکی کا نکاح ہونے جا رہا ہے۔ اس خط کو پڑھ کر مجھے اطمینان ہوا اور میں فرصت لے کر مکان پہونچا۔ معلوم ہوا کہ یہاں سے آج ہی لوگ نکاح پڑھانے کے لئے گئے ہیں۔ اسی وقت میں سائیکل سے لڑکے والوں کے یہاں پہونچا اور کہا کہ "آپ لوگ مجھے لڑکا دکھایئے" لڑکے والے نے

کہا کہ ''ابھی دکھاتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ چپ ہو گیا میں انتظار میں رہا۔اس کے بعد یکا یک، رات میں وہ لڑکے کو نکاح کا لباس پہنا کر لے آیا، میں نے لڑکے کو دیکھ کر ناپسند کیا اور والد صاحب کو تنہائی میں لے جا کر میں نے کہا کہ ''مجھے لڑکا پسند نہیں، میں نے ان لوگوں سے کہہ دیا کہ نکاح نہیں ہوگا۔'' اس پر ان لوگوں نے کہا کہ ''نکاح کیوں نہیں ہوگا؟'' میں نے کہا کہ ''لڑکا مجھ کو پسند نہیں ہے۔'' اس پر زبردستی، دھر پکڑ کر، ان لوگوں نے ہم کو مارنے کی دھمکی دی اور کہا کہ ''اس کو درخت میں باندھ کر مارو، دیکھو کیسے اجازت نہیں دیتا ہے'' تب میں نے اپنی جان بچانے کے ڈر سے اجازت دے دیا، مجبوراً اجازت دے دیا کہ اگر اجازت نہیں دیتے تو ہم کو وہ لوگ مار پیٹ کرتے، ان لوگوں نے مار پیٹ کرنے کا انتظام کر لیا تھا اور میرے پاس کوئی چارہ نہ تھا، اب براہ کرم ان باتوں پر غور کر کے کوئی راستہ نکال دیا جائے تا کہ میری لڑکی کی زندگی بن جائے، کیونکہ نکاح زبردستی کرایا گیا ہے گویا تلوار کے زور پر۔ یہ نکاح جائز ہوا یا نہیں؟ یا طلاق لینا پڑے گا۔ براہ کرم تحریر فرما کر ناچیز کو مشکور فرمائیں گے۔ والسلام

المستفتی: محمد اسحاق میاں، انگس جوٹ مل، ہوگلی

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــــ !

صورت مسئولہ میں اس بات کی وضاحت نہیں کی گئی کہ لڑکی بالغہ ہے یا نابالغہ؟ نکاح کے وقت لڑکی سے اجازت لی گئی یا نہیں؟ اگر لڑکی بالغہ ہے اس کی مرضی معلوم کرنا ضروری تھا۔ بالغہ کو اپنے نکاح کا اختیار ہے۔ نابالغہ کے نکاح کی ولایت کا حق اس کے باپ کو ہے۔ باپ کی موجودگی میں دوسرے کو، ولی بننے کا حق نہیں۔ اگر بالغہ لڑکی نے اجازت دے دی تو باپ کو اگرچہ ناپسند ہو۔ نکاح نافذ ہوگا، اس کو فسخ کا اختیار نہیں ہوگا۔ ہاں! اگر لڑکی نابالغہ تھی اور باپ نے اجازت دے دی تو بصورت اکراہ یہ دیکھنا ہوگا کہ اکراہ تام تھا یا ناقص؟ یعنی باپ کو جو دھمکی دی گئی وہ حقیقتاً ایسی تھی کہ اگر باپ اجازت نہ دیتا تو یہ یقین کامل تھا کہ باپ کا ہاتھ یا کان یا ناک کاٹ لیا جاتا یا ضرب شدید پہونچائی جاتی۔ اگر اس قسم کا جبر و دباؤ دیا اور باپ نے جان کے خوف سے اجازت دے دی تو نکاح صحیح نہ ہوا۔ اگر اس سے کم تکلیف دینے یا صرف دھمکانے کی غرض سے باپ کو خوف دلایا گیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا۔ اور اب فسخ کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ لڑکے سے بالعوض معافی دین مہر یا بلا معاوضہ طلاق لی جائے۔ لڑکے کا بدصورت ہونا فسخ نکاح کے لئے کافی نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

استفتاء ۳۲۳

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں:

(۱) ہندہ کنواری کوزید سے الفت ہوگئی مگر ہندہ کی بہن و بہنوئی نے ہندہ کا نکاح زبردستی بکر کے ساتھ کردیا اور بکر کواپنے گھر رکھا تاکہ ہندہ بکر سے محبت کرے۔ مگر ہندہ نہ تو بکر کے ساتھ راضی ہے نہ اس گھر میں رہنے کو تیار ہے۔ ہندہ کا کہنا ہے کہ بکر نامرد ہے۔ میں نابالغ تھی تو مجبور تھی۔ اب میں بالغ ہوں میں بکر کے ساتھ ہرگز اپنی زندگی برباد نہ کروں گی۔ وہ زید کے گھر بھاگ گئی ہے اور زید کے ساتھ جائز نکاح کرنے کے لئے خلع کرانا چاہتی ہے۔ بکر طلاق دینے سے انکار کرتا ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ ہندہ زید سے کس طرح نکاح کرسکتی ہے؟ خلع کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ جواب جلد مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: فقیر محمد سلیمان احمد رضوی غفرلہ، جامع مسجد، ڈاکخانہ پریہار، ضلع سیتامڑھی

۲۰ر جمادی الثانی ۱۳۹۴ھ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــ !

(۱) صورت مسئولہ میں اگر ہندہ بالغہ تھی اور بہن و بہنوئی نے زبردستی اس کا نکاح بکر سے کردیا تو شرعاً نکاح صحیح نہیں ہوا۔ اس لئے کہ عاقلہ بالغہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت ورضا کے درست نہیں اور یہ اس صورت میں ہے جب کہ ہندہ شروع سے ہی انکار کرتی تھی۔ اور اگر نابالغہ تھی یا اس نے پہلے سے انکار نہیں کیا تھا، شادی کے بعد انکار کرتی ہے تو نکاح صحیح ہوا۔ اب بغیر طلاق یا خلع کے وہ بکر کی زوجیت سے خارج نہیں ہوسکتی۔ خلع کا مطلب ہے مال کے عوض ملک نکاح کا زائل کرنا۔ درمختار میں ہے: **هو لغة الازالة وشرعاً ازالة ملک النکاح الموقوفة علیٰ قبولها بلفظ الخلع اوما فی معناه بما یصلح للمهر.** "ترجمہ: خلع زائل کرنا ہے اور شرعاً ملک نکاح کو زائل کرنا ہے جو عورت کو قبول کرنے پر موقوف ہے خلع یا ہم معنی الفاظ کے ذریعہ اس مال کے عوض جو مہر بننے کی صلاحیت رکھتا ہو۔" اگر ہندہ زید سے شادی کرنا چاہتی ہے تو اس کو بکر سے طلاق لینا یا خلع کرانا ضروری ہے۔ خلع کی صورت میں شوہر کو مال دینا ہوگا یا بالعوض معافی دین مہر خلع کرائے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۵/۷/۷۴ء

استفتاء ۳۲۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
جناب احمد حسین صاحب کی لڑکی پوری بالغہ ہے اپنے نشیب وفراز کو ہر طرح سمجھتی ہے۔ احمد حسین صاحب نے اس کی نسبت اپنی بستی کے قریب ہی ایک بستی میں طے کر دی۔ یہ خبر جب لڑکی مذکور کو ملی تو اُسی وقت سے اس نے شدید طور پر اس نسبت سے انکار کیا حتیٰ کہ اپنے منہ سے کھل کر اس نے صاف صاف انکار کر دیا کہ "میری شادی وہاں نہ کی جائے اور اگر ایسا ہی ہے تو آپ مجھے دفن کر دیں لیکن وہاں میری شادی نہ کریں۔" مگر اس کے باوجود، اس کے والد نے کچھ لوگوں کی فریب دہی پر لڑکے کے گھر جا کر نکاح کر ہی دیا لیکن لڑکی وہاں جانے کی سخت مخالف ہے وہ اپنی جان تک دینے کو تیار ہے چنانچہ اب سخت مجبوری ہو گئی ہے۔ لہٰذا دریافت طلب یہ امر ہے کہ ایسی صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں؟ اور لڑکی کو زبردستی، اس کی سسرال جانے پر مجبور کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا!!
نوٹ: یہ واقعہ بالکل صحیح ودرست ہے، اس میں ذرا بھی بناوٹ کو دخل نہیں ہے اور اس پر خدا شاہد ہے۔
المستفتی: محمد ظہور الحسن، ساکن باتھ اصلی، پوسٹ باتھ اصلی، وایہ: رائے پور، ضلع سیتامڑھی
۱۱ر ربیع الاول ۹۳ھ

۷۸۶/۹۲

الجواب

بر تقدیر صدق مستفتی اگر لڑکی کی اجازت کے بغیر باپ نے اس کی شادی کر دی اور لڑکی عاقلہ بالغہ ہے اور وہ نکاح سے قبل ہی انکار کرتی رہی تو یہ نکاح شرعاً جائز ودرست نہ ہوا۔ درمختار میں ہے: **وان زوجها بغير اذن فقد اخطأ السنة وتوقف على رضاها**۔ عاقلہ بالغہ لڑکی کا نکاح بغیر اس کی مرضی ورضا کے نہیں ہو سکتا۔ حدیث شریف میں ہے: **الأيم احق بنفسها من وليها والبكر تستاذن في نفسها واذنها صماتها**۔ "بالغہ ولی سے زیادہ اپنے نفس کی مختار ہے اور باکرہ سے اجازت لی جائے گی اور اس کی اجازت خاموشی ہے۔" حدیث شریف میں ہے: **عن ابی هريرة قال صلى الله عليه وسلم لاتنكح الثيب حتى تستامر ولا تنكح البكر حتى تستاذن واذنها الصموت**. "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بالغہ کا نکاح نہ ہوگا جب تک کہ اس کی مرضی واجازت حاصل نہ ہو اور باکرہ کا نکاح نہ ہوگا جب تک کہ اس کی اجازت نہ ہو اور اس کی اجازت اس کا چپ رہنا ہے۔" علاوہ ازیں خود قرآن حکیم کی متعدد آیات بینات سے، یہ مسئلہ واضح ہوتا ہے کہ عاقلہ بالغہ عورت اپنے نفس کی خود مالکہ ہے: **وقوله تعالىٰ فلاتعضلوهن ان ينكحن ازواجهن**. "تو اے عورتوں کے والیو! انہیں نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں۔ (کنز الایمان) **وقوله تعالىٰ: فاذا بلغن اجلهن فلاجناح عليكم فيمافعلن في انفسهن**

بالمعروف. ”تو جب ان کی عدت پوری ہو جائے تو اے والیو! تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ میں موافق شرع کریں۔ (کنزالایمان)۔ مذکورہ آیات کریمہ میں نکاح کی نسبت و اضافت خود عورت کی طرف کی گئی جس سے عاقلہ بالغہ عورت کا اپنے نفس کے متعلق با اختیار ہونا اظہر من الشمس ہے۔ لہٰذا باپ نے جو بالغہ لڑکی کی مرضی کے خلاف جبراً نکاح کردیا شرعاً یہ نکاح درست و جائز نہ ہوا۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۲/۵/۷۳ء

استفتاء ۳۲۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:
منصورہ بیگم جو بالغہ ہے، اس کے نانا نے بغیر اُس سے اجازت لئے ہوئے خود ہی اس کے ولی بن کر منظور کے ساتھ اس کا عقد پڑھوا دیا۔ اس کے بعد جب منصورہ بیگم کو اپنے نکاح کی خبر معلوم ہوئی تو فوراً اس نے انکار کردیا کہ مجھ کو یہ نکاح منظور نہیں ہے۔ میں ہرگز ہرگز اس کے گھر نہیں جاؤں گی۔ وہ ہرگز میرا شوہر نہیں ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں منصورہ بیگم کو کیا کرنا چاہیے۔ منظور کہتا ہے کہ ”وہ میری بیوی ہے۔ اس کو یہ کہنے کی میں سزا دوں گا۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد امین انصاری، کلوتھ مرچنٹ، تین کوٹھیاں گلی، شہاب گنج، چھپرا، بہار

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــ !

عاقلہ بالغہ کا نکاح بغیر اس کی اجازت کے شرعاً جائز نہیں۔ دُرِّ مختار میں ہے: **وان زوجھا بغیر اذن فقد اخطا السنۃ وتوقف علی رضاھا** ۔ یعنی بالغہ کا نکاح اس کی مرضی و اجازت کے بغیر کردینا خلاف سنت ہے اور نکاح عورت کی مرضی پر موقوف رہے گا۔ حدیث شریف میں ہے: **الایم احق بنفسھا من ولیھا** یعنی بالغہ ولی سے زیادہ اپنے نفس کی مختار ہے۔ لہٰذا نانا نے جو اس کی مرضی کے خلاف بغیر اجازت کے نکاح کردیا، یہ نکاح شرعاً باطل و ناجائز ہوا۔ منظور کا دعویٰ غلط ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۲/۵/۷۳ء

استفتاء ۳۲۶

مسئلہ: گرانقدر حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
ہندہ نے حالت بلوغت میں بکر کے متعلقین کی موجودگی میں شادی کی۔ بکر رخصتی کرا کر لے گیا۔ اس وقت ہندہ حالت حمل میں ہے۔ بکر کے باپ زید ہندہ سے ہمیشہ یہ کہتا ہے کہ ''تم اپنے میکہ کی ساری جائیدادیں فروخت کر کے لے آؤ۔'' ہندہ برابر انکار کرتی رہی اور کہتی رہی کہ ''میرے سرپرست سے بات کیجئے'' زید ہندہ سے بہت زیادہ بدظن ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ زید نے ہندہ کو اپنے شوہر کے پاس جانے سے روک دیا ہے اور غیر محرم کی طرح رہنے کے لئے کہتا ہے اور یہ بھی کہتا ہے کہ ''تمہارا نکاح بکر کے ساتھ جائز نہیں ہوا ہے اور بکر کو بھی علیحدہ رہنے کا حکم دے دیا ہے۔ نیز زید یہ بھی دعویٰ کرتا ہے کہ ''یہ نکاح میری عدم موجودگی میں ہوا ہے۔'' حالاں کہ زید بوقت نکاح موجود تھا۔ بکر کی شادی ہندہ کے ساتھ دُوسری ہے۔ زید اس طرح کے مختلف الزامات ہندہ کے اُوپر عائد کر رہا ہے تاکہ افتراق بین الزوجین میں معاون ہو سکے۔ ہندہ یتیم بچی ہے، نہ ماں ہے، نہ باپ ہے۔ زید کو اُس کے متعلقین سمجھانے کی ہر ممکن سعی کر رہے ہیں تاکہ زوجین کی زندگی بامسرت گزرے لیکن محض جائیداد کی لالچ میں زید ہندہ کو پریشان کر رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسے ظلم وستم کرنے والے کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے؟ نیز بقول زید ہندہ کا یہ نکاح حقیقتاً صحیح نہیں ہوا؟ تشفی بخش اور مدلل جواب سے سرفراز فرمایا جائے۔
بیّنوا توجروا!

المستفتی: محمد شمس الہدیٰ، اپسرا کشیدہ کاری دوکان، ہاسپٹل روڈ، جہان آباد، ضلع گیا، بہار
۱۶/ جمادی الآخر ۱۳۹۳ھ

۸۶/۹۲ ؍

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ !
عاقل بالغ مرد و عورت کے نکاح کے لئے ولی کی اجازت و موجودگی ضروری نہیں، ہندہ کا نکاح، بکر کے ساتھ، بلاشبہ جائز و درست ہوا۔ اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ زید کا ہندہ پر، جائیداد فروخت کرنے کے لئے جبر و دباؤ دینا شرعاً ناجائز اور جائیداد کی طمع میں ہندہ کو پریشان کرنا اور بلاوجہ زوجین میں افتراق پیدا کرنا، باعث گناہ و حرام ہے۔ زید کو اس فعل مذموم سے توبہ کرنا چاہیے مسلمانوں کو چاہیے کہ زید کو اس قبیح و شنیع حرکت سے منع کریں۔ اگر زید اس نامشروع فعل سے باز نہ آئے تو اس سے میل جول ترک کر دیں۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔
''اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔'' (کنز الایمان) بکر کو لازم ہے کہ وہ اپنی شریک حیات کے حقوق

کو باحسن وجوہ ادا کرے ورنہ عدم ادائیگی حقوق کی بنا پر، بکر بھی مجرم وخطادار ہوگا۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۶/۳/۷۲ء

استفتاء ۳۲۷

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

بی بی میمونہ بنت سفارت علی مقام موبیہ پوسٹ آبجہ ضلع پورنیہ کو اس کی پھوپھی مسل ڈیگا اپنے ساتھ مہمانی میں لے گئی اور چند دن گزرنے پر بغیر اجازت میمونہ اور اس کے باپ کے غیر شخص کو ولی بنا کر جبراً ڈانٹ ڈپٹ کر اور ڈرا کر اس کی پھوپھی نے میمونہ کی شادی اپنے لڑکے عبدالجبار سے کرادی میمونہ بوقت شادی نابالغہ، صغیرسن، ناسمجھی کی اور مار کے ڈر سے زبان سے رضا مند ہوگئی۔ شادی کے چند دن بعد پھوپھی نے میمونہ کو میکہ پہنچادیا جس وقت اس شادی کی خبر اس کے والد ودیگر تمام اقارب ورشتہ داروں کو ہوئی تو سب کے سب خفا اور ناراض ہوگئے بلکہ میمونہ کے والد جو بستر مرگ پر تھے یہ سن کر رونے لگے اور گالی گلوج دینے لگے کہ بغیر میری مرضی کے ان لوگوں نے ایسا کیوں کیا اور دھوکہ سے کیوں کام لیا اور لڑکی بھی شادی کے دن سے اب تک انکار ہی انکار کر رہی ہے۔ بلکہ پنچایت بھی ہوئی اور میمونہ پر بے انتہا سختی بھی کی گئی مگر وہ کسی قیمت پر عبدالجبار کو اپنا شوہر تسلیم کرنے پر رضا مند نہیں بلکہ وہ یہ کہتی ہے کہ اگر مجھ پر زبردستی کی گئی تو میں جان دینا گوارہ کروں گی لیکن میں عبدالجبار کو شوہر نہیں تسلیم کر سکتی ہوں۔ لہٰذا گزارش ہے کہ ازروئے قانون شرعیہ ودلائل کتب باہرہ سے حکم صادر فرما کر نزاع کو ختم کردیں۔ بینو اتوجروا۔

المستفتی: محمد غیاث الدین مقام ستھوا پور، پوسٹ آبجہ، وایہ بائسی، ضلع پورنیہ

۹۲/۸۶ء

الجواب

صورت مذکورہ میں یہ نکاح باطل ہوا صحت نکاح کے لئے عاقلہ بالغہ کی اجازت ضروری ہے اور نابالغہ وصغیرہ کے نکاح کیلئے ولی کا ہونا واجازت ضروری ہے سوال سے یہ واضح ہوتا ہے کہ بی بی میمونہ نابالغہ وصغیرہ تھی اور ولی کے عدم موجودگی میں اسے ڈرا دھمکا کر اجازت لی گئی اور دھوکہ دے کر نکاح کیا گیا علاوہ ازیں جب ولی اس کے باپ کو اپنی لڑکی کے نکاح کی خبر ملی تو اس نے اظہار ناراضگی کیا اور خود میمونہ بھی اس وقت سے اب تک مسلسل انکار کر رہی ہیں لہٰذا شرعی ضابطہ واصول کے پیش نظر مذکورہ نکاح

باطل دنا جائز ہوا اور عبدالجبار کو یہ حق نہیں کہ وہ جبرا میمونہ کو اپنی زوجیت میں رکھے۔ وھو تعالی اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۷/۸/۷۷ء

استفتاء ۳۲۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل سوال کے بارے میں کہ:
زید وعمرو دو سگے بھائی تھے عمرو کے انتقال کے بعد اس کی ایک چھوٹی لڑکی اور بیوی یعنی زید کی بھاوج اور بھتیجی کی پرورش یہاں کے عوام نے زید کے سپرد کیا کچھ دنوں کے بعد زید اپنے بھاوج اور اس کی لڑکی کو پرورش نہ کر سکنے کے سبب یتیم بچی کو لیکر اس کی ماں اپنے میکہ چلی گئی کچھ دنوں بعد اس یتیم بچی کی ماں دوسری شادی بھی کر چکی ہے اور لڑکی اپنی ماں کے ساتھ ہے اب بات یہ ہے کہ اس یتیم بچی کو تین سال کی عمر میں ایک لڑکا حامد سے ماں نے ولی بنکر شادی کر دیا۔ جب کہ اس معاملہ کے متعلق اس کے چچا زید کو شادی ہونے کا کوئی علم نہیں تھا اور اس کی غیر حاضری میں اس لڑکی کی شادی ہوئی۔ اس وقت لڑکی کی عمر تین سال اور لڑکے کی عمر چار سال ہے۔ نکاح لڑکے اور اس کے والد نے بھی پڑھا تھا تو اس صورت میں نکاح درست ہوا یا نہیں۔

المستفتی: عبداللطیف انصاری، بمقام باندو، ڈاکخانہ، رنیورہ، ضلع پلاموں

۹۲/۸۶ء

الجواب

صورت مسئولہ میں جب کہ ولی (لڑکی کا چچا) نے نہ تو صراحۃ اور نہ دلالۃ اجازت دی تو یہ نکاح نافذ نہ ہوا بلکہ فضولی ہوا۔ شامی وغیرہ میں ہے: لانکاح الصبی الا بولی وھذا اللفظ غیرہ۔ "ترجمہ: بچے کا نکاح ولی کے بغیر درست نہیں ہے اور یہ عبارت دوسرے کی ہے۔" وَاللّٰہُ تَعَالیٰ اَعلَمُ

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۳/۱۰/۷۷

استفتاء ۳۲۹

مسئلہ: مکرمی و محترمی جناب مولانا و مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ! مدظلہ العالی!

گزارش خدمت یہ ہے کہ اس ماہ میں، دو بستی سے دو اور ایک بستی سے ایک یعنی تین لڑکے بارات لیکر، ایک ہی بستی میں اور ایک ہی گھر میں آئے۔ لڑکیاں تین تھیں مگر تین ماں باپ کی الگ الگ بیٹیاں، ان تینوں کے ایک شخص متولی مالک ٹھہرے، یعنی وہ مولانا جو اس بستی میں قیام پذیر ہیں اور مدرسہ میں بچوں کو تعلیم دیتے ہیں، وہ تینوں نوشہ کا عقد پڑھانے کے لئے مقرر ہوئے بستی کے رواج کے مطابق لڑکوں کی طرف سے تو ایک ایک گواہ مقرر ہوئے مگر لڑکیوں کی طرف سے کون کون گواہ کھڑے ہوئے اس کا علم ان گواہوں کو نہیں اور نہ ہی محفل والوں کو ان کے نام سنائے گئے۔ بعدہٗ ایک مالک متولی شخص کے حکم کے مطابق مولانا موصوف نے جو کہ قاضی مقرر ہوئے تھے، جا کر لڑکیوں سے دین مہر دریافت کیا، مولانا اس کام کے لئے متولی مالک اور تینوں گواہ کو بھی ساتھ لے گئے۔ مولانا موصوف نے جو قاضی تھے واپس آ کر نکاح پڑھایا مگر یوں کہ نہ تو محفل میں تینوں نوشہ کو کوئی کلمہ پڑھایا نہ ایمان مفصل نہ ایمان مجمل۔ جب کہ یہ تینوں نوشہ بھی پڑھے لکھے نہیں اور لڑکیاں بھی پڑھی لکھی نہیں ہیں۔ مولانا نے صرف تینوں نوشہ سے دین مہر کا ایجاب و قبول کرایا، لیکن نہ تو محفل والوں کو، نہ ہی نوشہ کو، گواہ اور وکیل کے نام بتائے۔ مولانا نے عقد پڑھانے میں بہت ساری غلطیاں کیں انہوں نے صرف لڑکیوں کا دین مہر برابر یعنی چار سو دو دینار بتا کر نوشہ لوگوں سے اقرار کرایا۔ مولانا نے انہیں اُن لڑکیوں کے نام اور ان کی ولدیت بھی نہیں بتایا بلکہ محفل میں آ کر انہوں نے صرف اتنا ہی بتلایا کہ فلاں فلاں لڑکیاں ہیں اور دین مہر سب کا ایک ہے یعنی برابر برابر۔ یہ بات انہوں نے نوشہ کے سامنے کہا اور کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ اب سوال یہ ہے کہ ایسی شرح عقد علمائے اہلسنت کے نزدیک جائز ہے یا ناجائز اور اس میں شرع متین کا کیا فرمان ہے؟ جواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: طاہر حسین گدی، اے مینچن کل فیٹر، پوسٹ گدی اے کوئیلری، ہزاری باغ

۳۰ مئی ۱۹۷۱ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــ!

صورت مذکورہ بالا میں اگر لڑکیوں کے ولی، باپ، دادا یا بھائی موجود تھے تو ولایت نکاح انہیں کو حاصل تھی۔ بغیر ولی کی اجازت کے اگر متولی مالک نے نکاح کی اجازت دی اور نکاح پڑھایا تو ولی اقرب کی اجازت پر نکاح موقوف رہے گا۔ ہاں اگر

لڑکیاں بالغہ تھیں اوران لڑکیوں نے نکاح کی اجازت دی تو نکاح درست ہوگا۔ خانیہ میں ہے: واقرب العصبات الی الصغیر والصغیرة الاب وان علا ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم بنوهما الخ۔ درمختار میں ہے: فلوزوج الا بعد حال قيام الاقرب توقف على اجازته، گواہوں کا ایجاب وقبول کے وقت ہونا شرط ہے۔ عورت سے اجازت لیتے وقت اگر گواہ نہ بھی ہوں گے اور نکاح پڑھاتے وقت ہوں تو نکاح درست ہو جائے گا۔ اجازت کے وقت گواہوں کی ضرورت اس لئے ہوتی ہے کہ اگر عورت کسی موقع پر انکار کرے کہ میں نے اجازت نہیں دی تھی تو وہاں گواہوں کی شہادت درکار ہوگی۔ قاضی کو عورت سے اجازت لینا ضروری ہے۔ اگر عورت بالغہ ہے تو دوسرے کی اجازت سے نکاح نہیں پڑھانا چاہیے۔ ایسی صورت میں نکاح فضولی ہوگا۔ ہاں! گواہوں کو اس کا علم ہونا ضروری ہے کہ فلاں بنت فلاں کا نکاح ہو رہا ہے۔ غرض کہ گواہوں کو اور نوشہ کو منکوحہ کا علم اور اس کی تعیین کا علم ہونا ضروری ہے اب منکوحہ کا متعین ہونا جس طرح بھی ہو یعنی منکوحہ کا نام لینے سے یا اس کے باپ دادا کا نام لینے سے۔ بہر صورت نکاح کے وقت لڑکے اور لڑکی کا متعین ہونا ضروری ہے۔ لڑکے اور لڑکیاں دونوں کی طرف سے گواہوں کا ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ صرف دو گواہ چند لڑکیوں کے نکاح کی شہادت کے لئے کافی ہو سکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ دونوں گواہ لڑکیوں کو یا اس کے والدین کو جانتے پہچانتے ہوں۔ لڑکیوں سے اجازت لیتے وقت قاضی کو چاہیے کہ لڑکے کا نام ولدیت اور دین مہر لڑکی کو بتادیں اگر گواہوں کے نام بھی بتلادیں تو بہتر ہے۔ عام طور پر جو رواج ہے کہ متعاقدین کی طرف سے، دو گواہ مقرر کئے جاتے ہیں یہ بطور احتیاط کے ہوتا ہے کہ بوقت ضرورت یہ دونوں شہادت دیں گے۔ ورنہ جس مجلس و مجمع میں نوشہ نے ایجاب وقبول کیا تمام حاضرین اس کے گواہ ہو گئے۔ اگر دو متعین گواہوں کا نام نہ بھی لیا جائے گا تو نکاح جائز و درست ہوگا۔ مولانا قاضی صاحب نے اگر لڑکوں کو ان کی منکوحہ کا نام بوقت نکاح نہ بتلایا، نہ لڑکیوں کی تعیین کی اور نہ لڑکوں کو قبل سے اپنی شریک حیات ہونے والی لڑکی کا علم تھا تو ایسی صورت میں نکاح ہی منعقد نہ ہوگا۔ نکاح کے وقت کلمہ اور ایمان مفصل و مجمل کا پڑھانا ضروری نہیں ہے۔ بغیر کلمہ پڑھائے ہوئے بھی نکاح جائز ہے۔ خطبۂ نکاح کھڑے ہو کر پڑھنا بہتر ہے۔ وهو تعالیٰ اعلم وعلمهٗ جل مجدهٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۹/۷/۷۱ء

استفتاء ۳۳۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید کہتا ہے کہ مسلمان خواہ خان ہو یا شیخ انصاری یا شاہ صاحبان ہوں از روئے شرع شریف ان کی بچیوں سے نکاح درست ہے۔ کیا زید کا کہنا بالکل درست ہے؟ اگر درست ہے تو از روئے شرع مطلع

فرمائیں اور ہماری آپس کی کشیدگی کو دور فرما کر ہم لوگوں کو شکریہ کا موقع دیں۔ والسلام مع الاکرام۔

المستفتیان: نوجوانانِ کارگلی، شاہ عاطر رضا قادری برکاتی رضوی کیر آف محمد بشیر الدین انصاری

مقام نواڈیہہ، پوسٹ، نواڈیہہ، وایا ڈومری، ضلع ہزاری باغ

۲۴/۷/۱۷ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــــــــ !

صورت مذکورہ بالا میں مسلمان ہونے کی حیثیت سے نکاح تو ہو جائے گا مگر لازم نہیں ہوگا یعنی اگر غلطی سے غیر کفو میں نکاح ہو گیا تو ولی کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔ درمختار میں ہے: **الکفائۃ معتبرۃ من جانبہ لا من جانبھا** یعنی برابری کا اعتبار مرد کی طرف سے ہوگا، عورت کی طرف سے نہیں، اس لئے کہ مرد اگر ادنیٰ اور معمولی درجہ کا ہے تو عورت اس کا فراش بننے سے انکار کرے گی، اس لئے مرد کا عورت سے بہر حال بہتر ہونا ضروری ہے **لان الزوج مستفرش فلا یغیظہ دناءۃ الفراش** ۔ یعنی اگر مرد اعلیٰ اور افضل ہے اور عورت اس سے کمتر اور ادنیٰ درجہ کی ہے تو مرد کے لئے باعث عار نہیں۔ **والکفایۃ ھی حق الولی لاحقھا فلو نکحتہ رجلا ولم تعلم حالہ فاذاھو عبد لاخیار لھا بل للاولیاء** ۔ یعنی کفائت ولی کا حق ہے۔ عورت کا حق نہیں۔ جیسے اگر کسی عورت نے ایک مرد سے نکاح کیا جس کا حال اس عورت کو معلوم نہ تھا بعد کو معلوم ہوا کہ وہ غلام ہے تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہے بلکہ اس کے ولی کو اختیار ہوگا کہ وہ نکاح فسخ کر دے۔ **وتعتبر الکفاءۃ لزومھا النکاح نسبا واسلاما ومالا وحرفۃ الخ** عورت و مرد میں کفائت و برابری باعتبار نسب کے ہو یا اسلام کے ہو یا مال کے ہو یا پیشہ کے ہو یا حریت و دیانت کے اعتبار سے ہو۔ برابری کا اعتبار خوبصورتی و بدصورتی میں نہیں اور نہ دیہاتی اور شہری کی وجہ سے ہوگا۔ اور نہ عقلمند بیوقوف کا لحاظ ہوگا اور نہ صحت و بیماری کا اعتبار ہوگا۔ یعنی ان چیزوں میں ہمسری و برابری کا ہونا ضروری نہیں۔ بہر حال نکاح میں کفو کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ اگر چہ مسلمان ہونے کی وجہ سے نکاح تو صحیح ہوگا مگر لازم نہیں ہوگا۔ مطلب یہ ہے کہ عورت کے ولی کو حق حاصل ہوگا کہ اگر وہ چاہے تو نکاح فسخ کر سکتا ہے۔ کیوں کہ غیر کفو میں شادی ولی کے لئے باعث ننگ و عار ہے۔ شریعت مطہرہ نے جو کفائت کا مسئلہ بیان کیا ہے وہ اس لئے کہ اگر عورت اعلیٰ خاندان کی ہے اور مرد ادنیٰ خاندان کا تو آپس میں تعلقات خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے، جس سے زن و شو کی زندگی خوشگوار نہ رہے گی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۶/۸/۱۷ء

استفتاء ۳۳۱

مسئلہ: قبلہ جناب مفتی صاحب مدظلہ العالی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
عرض خدمت ہے مندرجہ ذیل تین سوالوں کا جواب عنایت فرمائیں:

(۱) نکاح کے وقت جو دین مہر کے ساتھ دو دینار سرخ قبول کروایا جاتا ہے وہ کیا شئے ہے ایک عورت کو طلاق ہوئی اس کا دین مہر اور عدت کا خرچ دیدیا گیا لیکن نادانستگی میں ابھی دو دینار سرخ کا مسئلہ حل نہیں ہوا تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ کون خرچ کتنا دیا جائے۔

(۲) ایک بالغہ بچی کے باپ دادا نہیں ہیں بھائی نابالغ ہیں۔ چچا زبردستی اپنے لڑکے سے شادی کرنا چاہتا ہے وہ چچا ظالم قسم کا ہے اس لئے لڑکی کی ماں چچا کے یہاں شادی نہیں کرنا چاہتی ہے۔ ماں بقید حیات ہے تو اس لڑکی کا نکاح کس کی اجازت سے ہوگا؟

(۳) ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والے امام کے پیچھے ایک مشت داڑھی رکھنے والے کی نماز ہوگی یا نہیں؟

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــ !

(۱) دینار ایک طلائی سکہ ہے شرعی دینار کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہے موجودہ سونے کی قیمت کے اعتبار سے اس کی قیمت لگائی جا سکتی ہے اگر سونا آٹھ سو روپئے تولہ بکتا ہے تو ایک دینار کی قیمت تقریباً ۳۰۰/روپئے ہوگی اگر دینار مل جاتا ہے تو بہتر! ورنہ اس کی قیمت ادا کرے۔

(۲) عصبہ ہونے کے اعتبار سے جب لڑکی کا بھائی وغیرہ نہیں ہے تو چچا کو حق ولایت حاصل ہے اور اس کی اجازت سے نکاح ہو جاتا ہے لیکن جب چچا ظالم ہے تو ظلم وحق تلفی کی بنا پر اسے اختیار نہیں دیا جائے گا۔ اور لڑکی بالغہ ہے تو بغیر کسی کی اجازت کے کفو میں اپنی پسند سے بھی شادی کر سکتی ہے اگر کوئی عصبہ نہیں ہوگا تو اس کی ماں کو اختیار ہوگا۔

(۳) ایک مشت سے کم داڑھی رکھنے والا امام ہو تو متشرع یعنی ایک مشت رکھنے والے کی نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۷۸/۱۱/۷ء

استفتاء ۳۳۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روشن شاہ کے بھائی کی بہن بی بی امامن عنفوان شباب ہی سے بدکردار رہی نیز متعدد مسلم وغیر مسلم سے اس نے من مانی شادی رچائی وہ فی الحال ایک غیر مسلم کے ساتھ رہ رہی ہے جس کا عیب روشن شاہ کو غیر ملک میں رہنے کی وجہ سے معلوم نہ تھا مذکورہ عورت کو غیر مسلم شوہر سے دولڑکے ہیں۔ دھوکہ دیکر امامن نے روشن شاہ کی دو صاحبزادیوں سے اپنے دونوں لڑکوں کا عقد کردیا بڑی لڑکی ۱۰ سال کی اور چھوٹی ۸ سال کی ہے۔ بی بی امامن اچک کر اپنے گھر لے گئی اور لڑکیاں وہاں پندرہ دنوں تک رہیں۔ معلوم ہونے پر روشن شاہ دونوں لڑکیوں کو اپنے گھر لے آئے اور اب دونوں کی شادی کسی دوسری جگہ کردینا چاہتے ہیں۔ لہٰذا گزارش ہے کہ عقد کی صحت وعدم صحت ہر دو صورت میں جواب جلد دینے کی زحمت گوارہ فرمائیں۔

المستفتی: مولانا امیر حسین قادری سیوان

۹۲/۸۶ء

الجواب

اگر امامن نے روشن شاہ کی اجازت ومرضی کے بغیر دھوکہ دیکر بچیوں کی شادی اپنے لڑکے سے کردی اور دونوں لڑکیاں نابالغہ ہیں تو روشن شاہ کو اختیار حاصل ہے کہ وہ اس نکاح کو فسخ کردے۔ بحر الرائق میں ہے: **نفذ نکاح حرة مکلفة بلا ولی لانها تصرفت فی خالص حقها وهی من اهله لکونها عاقلة بالغة ولهذا کان لها التصرف فی المال ولها اختیار الازواج۔** ”ترجمہ: حرہ عاقلہ بالغہ کا نکاح بغیر اجازت ولی منعقد ہو جائے گا اس لئے کہ یہ (اپنے سے نکاح کرنا) خالص اپنے حق میں تصرف کرنا ہے اور عاقلہ بالغہ اس کی اہل ہے اسی وجہ سے اسے اپنے مال میں تصرف اور شادی کرنے کا اختیار حاصل ہے۔“

اسی میں ہے: **والاصل هنا ان کل من یجوز تصرفه فی ماله بولایة نفسه یجوز نکاحه علی نفسه وکل من لا یجوز تصرفه فی ماله بولایة نفسه لا یجوز نکاحه علی نفسه الخ۔** ”ترجمہ: اور اس مسئلہ کی اصل یہ ہے کہ جو اپنے مال میں اپنی ولایت سے تصرف کرسکتا ہے تو اس کا اپنے سے نکاح کرنا جائز ہے اور جو اپنی ولایت سے اپنے مال میں تصرف نہیں کرسکتا اسے اپنے سے نکاح کرنا جائز نہیں۔“ اگر غیر کفو میں شادی کرلی ہے جب بھی روشن شاہ کو اختیار حاصل ہے اگر جائز کردے گا جائز ہو جائے گا اگر راضی نہ ہوگا تو نکاح باطل قرار دیا جائے گا۔ **وهو اعلم!**

کتبہ محمد فضل کریم غفر لہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۶/۱۱/۷۸ء

استفتاء ۳۴۳

مسئلہ: جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
عرض یہ ہے کہ مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب جلد دینے کی کوشش کریں۔
ایک شخص کی ایک لڑکی ہے جسے لڑکی کی ماں کی خالہ نے اسے بچپن سے پالا ہے اور اس لڑکی کے والد انتقال کر چکے ہیں اس کی ماں، بھائی، چچا، ماموں اور جس عورت نے پالا ہے وہ سب باحیات ہیں اور لڑکی ابھی نابالغہ ہے لیکن اس کی شادی ہونے والی ہے تو دریافت طلب بات یہ ہے کہ اس لڑکی کا نکاح کس کے حکم سے ہوگا اس کا ولی کون بنے گا اس لڑکی کی بارات وہیں جائے گی جس نے پالا ہے۔

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــ اللهم هداية الحق والصواب ـــــــ!

باپ دادا کی عدم موجودگی میں لڑکی کے نکاح کی ولایت کا حق اسکے بھائی کو ہوگا اور اسکا نکاح بھائی کے حکم سے ہوگا جب عصبہ بنفسہ نہ ہوگا تو ماں اور چچا ولی ہو سکتے ہیں۔

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

۷۷/۱۲/۲۱ء

استفتاء ۳۳۴

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) عبدالجبار صاحب کی بیوی کچھ گھریلو جھگڑے کی بناپر اپنے میکے گئی۔ عبدالجبار اپنی بیوی کو دوبار لانے گئے مگر وہ نہیں آئی بلکہ گالی گلوج کیا۔ تین سال تک اپنے میکے رہی پھر اپنی ماں کے ساتھ کلکتہ چلی گئی اور وہاں جاکر چٹکل میں کام کررہی ہے۔ اوراس کی ماں بغیر طلاق کے اپنی لڑکی کی وہاں شادی کرنا چاہتی ہے۔ ایسی صورت میں ان کو کیا کرنا چاہیے۔

(۲) عبدالجبار صاحب کا دین مہر پانچ سو روپے دو دینار سکہ رائج الوقت ہے۔ دو دینار کتنے روپئے کا مانا جاتا ہے۔ اطلاع کریں اور اپنی بیوی کو یہ طلاق دیں تو مہر دینا پڑے گا یا نہیں؟

(۳) یہاں اکثر مسلمان ہندو سے کھیت رہن میں لے رہے ہیں۔ کھیت رہن لینا جائز ہے یا ناجائز اوران کے یہاں کھانا پیا درست ہے یا نہیں۔ اطلاع کریں عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: محمد حسین، مقام بالا پوکھر، پوسٹ: دیو، ضلع گیا، بہار
۲۰/۷/۷۰ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــ اللّٰهم هداية الحق و الصواب ـــــ

(۱) صورت مذکورہ بالا میں جب تک عبدالجبار اپنی بیوی کو طلاق نہ دیں گے وہ دوسری شادی نہیں کرسکتی۔ بغیر طلاق اس کو دوسری شادی کرنا ناجائز وحرام ہوگا۔ عبدالجبار کو جب یہ یقین ہے کہ وہ عورت اس کے پاس نہیں رہ سکتی تو بہتر ہے کہ بالعوض دین مہر اس کو طلاق دے کر آزاد کردے تاکہ وہ بغیر طلاق شادی کرکے معصیت وگناہ کی مرتکب نہ ہو۔ ویسے عبدالجبار کو شرعاً یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی بیوی کو دوسری شادی کرنے سے روکے اور مزاحمت کرکے شادی نہ ہونے دے اور جو اس سے شادی کرنا چاہے اسے شرعی حکم سے آگاہ کرے۔

(۲) دینار کی قیمت، سونے کے نرخ کے گھٹنے یا بڑھنے سے گھٹتی بڑھتی رہتی ہے۔ کبھی ۳۰۰-۳۲۵ کا اور کبھی اس سے زیادہ کا۔ اگر عبدالجبار نے بغیر مہر معاف کرائے طلاق دی تو ان کو پورا دین مہر ادا کرنا ضروری ہوگا۔

(۳) رہن میں چیزوں کا رکھنا یا رہن لینا جائز ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ یعنی اگر تم سفر میں ہو اور کوئی لین دین کرنا چاہو لیکن کوئی لکھنے والا نہیں کہ اس لین دین کے معاملہ کو ضبط تحریر میں لائے تو گروی رکھنا ہے جس پر قبضہ ہو جائے۔ اس رہن کے جواز میں چند حدیثیں بھی ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے ایک یہودی سے لوہے کی زرہ رکھ کر غلہ اُدھار لیا۔ بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رہن مغلق نہیں ہوتا یعنی رہن لینے والا اس کو اپنا نہیں بنا سکتا" جس نے رہن رکھا ہے، اس کا فائدہ نقصان اسی کے لئے ہے۔ بخاری شریف کی ایک حدیث ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جب سرکار رسالت کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے یہاں تیس صاع جَو میں گروی تھی۔ بہر حال رہن جائز ہے لیکن شئی مرہونہ سے کسی قسم کا فائدہ اٹھانا جائز نہیں، جیسے مکان کو کرایہ پر دینا یا زیور ہے تو اس سے فائدہ اٹھانا، اسے استعمال کرنا، غرض کہ شئی مرہونہ سے راہن و مرتہن کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا ہے۔ ہاں اگر راہن نے مرتہن کو نفع حاصل کرنے کی اجازت دے دی تو اس کی دو صورتیں ہیں، اگر رہن رکھنے میں اجازت شرط کی ہے، جیسے بوقت رہن فائدہ اٹھانے کی شرط لگائی جیسا کہ عام طور پر آج کل یہی ہوتا ہے تو یہ ناجائز اور سود ہوگا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ رہن رکھتے وقت یہ شرط نہ لگائی گئی ہو بلکہ بعد میں فائدہ اٹھانے کی اجازت دے دی تو یہ جائز ہے مگر عام طور پر لوگ آج کل اسی شرط پر رہن لیتے ہیں اس سے پرہیز کرنا چاہیے (درمختار ورد المحتار) اگر کھیت سے غلہ پیدا کرتا ہے تو اس غلہ کا استعمال نہ وہ خود کر سکتا ہے اور نہ رہن رکھنے والا اسے لے سکتا ہے۔ ایسے آدمی کے یہاں کھانا پینا جائز نہیں۔ لہٰذا مرتہن کو ایسے فائدے سے پرہیز کرنا چاہیے جس سے دنیا میں فائدہ ہو اور آخرت میں بربادی و نقصان۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۳/ اگست ۷۰ء

استفتاء ۳۳۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی ہندہ حاملہ ہو کر زید کے یہاں سے ماں کے یہاں گئی۔ وہاں جا کر ہندہ نے گھر سے باہر جا کر لڑکے کو خارج کر کے اس کی خودکشی کر دی۔ اس وجہ سے زید ہندہ کو رکھنا نہیں چاہتا۔ ہندہ کے والدین، طلاق کے لئے بہت زور دیتے ہیں۔ اگر ایسی حالت میں زید طلاق دے تو مہر دینا واجب ہے یا نہیں۔ اگر واجب ہوگا تو کتنا؟ جواب مرحمت فرمائیں۔ بینوا توجروا!

المستفتی: عبد الصمد، دوکان دار تپیا پر بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــ وھو الموفق للصواب ـــــــــ

برتقدیر صدق مستفتی صورت مسئولہ میں طلاق دینے پر زید کے ذمہ پورے دین مہر کی ادائیگی ضروری ہے۔ ہندہ نے جو فعل حرام کا ارتکاب کیا اس کے لئے وہ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہے۔ اس گناہ و معصیت کی وجہ سے زید کے ذمہ سے اس کا دین

مہر ساقط نہ ہوگا۔ زید نے اس سے فائدہ اٹھایا، اس لئے مہر دینا ضروری ہے۔

نوٹ: اگر ہندہ خود سے طلاق لینا چاہتی ہے تو خلع کی صورت میں، جب دین مہر کی معافی کے عوض طلاق لے گی تو مہر دینا زید پر ضروری نہ ہوگا۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۸/۱/۷۷ء

استفتاء ۳۳۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید کی شادی بہ عمر پندرہ سال محض اس بنا پر ہوگئی کہ زید کی ہمشیرہ نور عائشہ خاتون کی شادی زید کی منکوحہ کے پھوپھی زاد بھائی سے ہونا طے پائی تھی۔ بنابریں باوجود عدم خوشی کے زید کو بھی اپنی شادی کے لئے تیار ہونا پڑا چند سال بعد نور عائشہ کو فالج کا عارضہ ہوگیا اگرچہ اس کے باوجود وہ لائق کار تھی تاہم اسے طلاق دے دیا گیا اور اُسے پنچایت نے پورے دین مہر کی بجائے نصف دین مہر ہی دلوایا حالاں کہ خلوت صحیحہ بھی ہوئی۔ اس کے برعکس زید سے "باؤنڈ" کے طور پر ایک کاغذ تحریر کرایا گیا کہ اگر ہماری لڑکی کو کوئی تکلیف ہوئی یا تم نے کسی وقت بھی اسے طلاق دیا تو کل دین مہر اور بطور جرمانہ اتنی ہی رقم اور دینا ہوگا۔" چنانچہ اس کاغذ پر زید سے بھی بجبر پنچایت دستخط لے لیا گیا ہے اور اب معاملہ یہ ہے کہ زید کی شادی چونکہ بہ رضا ورغبت نہیں ہوئی تھی اس لئے زید اور اس کی منکوحہ کے مابین کبھی بھی حقیقی الفت قائم نہ ہوسکی اور چاہتے ہوئے بھی اب زید اپنی منکوحہ کو محض اس بنا پر طلاق نہیں دے سکتا کہ اس کے پاس اتنی رقم نہیں کہ مہر کے علاوہ، وہ اسی مقدار میں جرمانہ بھی ادا کر سکے۔ اب معاملہ اس حد تک نازک ہو چکا ہے کہ زید اور اس کی منکوحہ کے درمیان گویا یہ امید ہی منقطع ہوگئی ہے کہ کسی بھی طرح محبت والفت قائم ہوسکے گی۔ اس لئے التماس ہے کہ مطلع فرمائیں کہ زید کی ہمشیرہ نور عائشہ خاتون ازروئے شرع نصف مہر کی حقدار ہے یا پورے مہر کی؟ اور زید سے بذریعہ "باؤنڈ" پانچ سو روپے مہر کی رقم کے علاوہ مزید پانچ سو روپے جرمانے کے وصول کرنا عندالشرع درست ہوگا یا نہیں؟ تیسری بات یہ ہے کہ زید اپنی منکوحہ کو اگر طلاق دینا چاہے تو اس کی صورت کیا ہوگی؟ مہر کی رقم وہ قسط وار بذریعہ "ادارۂ شرعیہ" ادا کر سکتا ہے یا نہیں؟ اور ادارہ مہر کی کل رقم وصول ہونے کے بعد زید کے سسر کو رضامند کر کے زید اور اس کی منکوحہ کے درمیان بذریعہ طلاق تفریق کرا سکتا ہے یا نہیں؟ ازراہ کرم جلد اور مفصل شرعی جواب سے ممنون

فرمائیں۔بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد مسلم عفی عنہ معرفت جامعہ شمس العلوم، محلہ کریم گنج، گیا
۷۱/۵/۳۱ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ـــــــــــــ !

صورت مستفسرہ میں خلوت صحیحہ کے بعد نور عائشہ خاتون پورے دین مہر کی مستحق ہے۔ پنچایت نے نصف مہر دلواکر خلاف شرع کام کیا۔لہٰذا پنچایت کے لوگوں کو چاہیے کہ وہ نور عائشہ کو اس کے شوہر سے باقی نصف مہر دلائیں۔ ورنہ عنداللہ وہ سب کے سب مجرم وخطاوار ہوں گے۔ زید سے جو مشروط طور پر مہر کی رقم کے علاوہ بونڈ بنوایا گیا وہ شرعاً ناجائز ہے۔ حالانکہ ابھی زید نے اپنی رفیقۂ حیات کو طلاق بھی نہیں دی اور اگر وہ طلاق دے گا بھی تو اس کو شرعاً مہر کی پوری رقم دینی ہوگی۔ اس کے علاوہ زید سے وصول کرنا شرعی طور پر ناجائز ہوگا۔ لڑکی کی طرف سے یہ شرط لگانا کہ اگر اس کو کسی قسم کی تکلیف ہوگی تو اتنی رقم جرمانے کے طور پر دینی ہوگی، قطعاً ناجائز وخلاف شرع ہے۔ پنچایت والوں کا یہ فرض ہے کہ کسی معاملہ کے تصفیہ میں وہ شریعت مطہرہ کی خلاف ورزی نہ کریں۔ خصوصاً ایسے کام جن کا تعلق شریعت سے ہے اور شارع علیہ السلام نے اس کے لئے ضابطہ اور قانون مقرر فرمادیئے ہیں تو پھر کسی شخص کو خلاف شرع ان معاملات کا فیصلہ اپنی طرف سے کرنا جائز نہیں اور ایسا کرنے والا سخت مجرم، خطارکار، ظالم، جفاکار اور مستحق عذاب نار ہوگا ـــــ ادارہ طلاق کے سلسلہ میں زید کے خسر کو راضی نہیں کرسکتا۔ اس معاملہ میں زید خود مختار ہے۔ ہاں اگر بصورت طلاق زید کے خسر اگر قسط وار مہر کی رقم ادارہ کے توسط سے لینا چاہیں اور زید مہر کی رقم ادارہ کے حوالہ کردے تو یہ ہوسکتا ہے۔ مگر طرفین کی رضامندی سے ایسا کرنا ممکن ہے، ورنہ نہیں۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ
۷۱/۶/۳ء

استفتاء ۳۴۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

جمال الدین نے امر النساء سے سولہ برس کے سن بلوغ میں بعوض دین مہر مبلغ سات سو روپے عقد شرعی کرکے اُسے گھر لایا شب عروسی میں امر النساء نے اپنے خاوند جمال الدین سے عذر پیش کیا کہ "پہلے میرے ستر عورت کو کسی تجربہ کار ڈاکٹر سے اکزامن کرالیں کہ میں آپ کے قابل ہوں یا نہیں؟ بعدہٗ میری عصمت پر آپ کو اختیار ہوگا۔" اس گفت وشنید کے بعد جمال الدین نے اپنے خویش واقرباء سے بی بی امر النساء کے عذر کو بیان کرتے ہوئے کہا کہ "میرے والدین نے میری شادی ایسی لڑکی سے

کردی ہے جو کہ نہ عورت ہے۔ نہ مرد ہے۔" جمال الدین کے والد عبدالوہاب نے دایہ کو بلا کر اکزامن کرایا تو دایہ نے جواب دیا کہ: "ابھی عورتانہ عضو میں بہت خامی ہے۔" بعدہٗ دوسری دایہ کو بلا کر اکزامن کرایا تو اس نے بھی وہی جواب دیا ہے کہ "ابھی اس کے عورتانہ عضو میں بہت خامی ہے۔" جمال الدین کے والد عبدالوہاب نے امر النساء کے والد محمد قاسم کو بلا کر امر النساء کو ان کے سپرد کر دیا۔ محمد قاسم، امر النساء کو لے کر گھر پہونچے اور اپنے یہاں نرس سے اکزامن کرایا تو اس نے بھی وہی جواب دیا کہ "ابھی عورتانہ عضو میں بہت خامی ہے۔" امر النساء سے عقد کیے ہوئے، جمال الدین کو آج ایک سال کا عرصہ گزرتا ہے اور جمال الدین اب کسی صورت سے امر النساء کے ساتھ زندگی بسر کرنے کو تیار نہیں ہے۔ امر النساء بوقت نسبت اپنے والدین سے کہہ چکی تھی کہ "پہلے میرا اکزامن کرادیں بعدہٗ میری شادی کی فکر کریں۔" پر امر النساء کے والدین نے اس کی ان باتوں پر دھیان نہ دیا اور امر النساء کا عقد جمال الدین سے کر دیا۔ اب امر النساء کے والد محمد قاسم، جمال الدین کے والد عبدالوہاب کو مجبور کرتے ہیں کہ "میری لڑکی امر النساء بالغ ہوگئی ہے میں نے اس کا اکزامن کرایا ہے، آپ اسے لے جائیں۔" پر جمال الدین، امر النساء کو اپنی "زوجیت" میں قبول نہیں کرتا اور بایں سبب جمال الدین اپنے گھر سے فرار رہتا ہے۔ آیا اس صورت میں امر النساء کل مہر کی حقدار ہے یا نصف مہر کی؟ عنداللہ و عندالرسول جواب باصواب سے مطلع فرمائیں۔

المستفتی: عبدالوہاب ٹیلر، لایاباد، پوسٹ: بانس جوڑا، ضلع دھنباد

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب ـــــــــــ

صورت مسئولہ میں اگر واقعی اکزامن اور ڈاکٹری جانچ و تحقیقات سے یہ بات متحقق ہو چکی ہے کہ امر النساء قابل جماع نہیں اور علاج و معالجہ کے بعد بھی عضو مخصوص قابل وطی نہیں ہو سکتا بلکہ اس کی حالت مخنث کی سی ہے اور شادی سے قبل امر النساء، واضح طور پر اپنے والدین سے اپنے زنانہ پن کی خرابی و کمی کا اظہار کر چکی تھی جیسا کہ سوال سے ظاہر ہے تو ایسی صورت میں اگرچہ خلوت صحیحہ ہو چکی ہو، پھر بھی نا قابل جماع ہونے کی وجہ سے جمال الدین پر اس کا مہر واجب نہیں اس لئے کہ مہر "طلب بضعہ" کے عوض ہوتا ہے اور یہاں وہ صورت مفقود ہے۔ گویا امر النساء کے والدین نے جمال الدین کو دھوکہ و فریب دیا۔ خلوت صحیحہ کے لئے مانع حسی و مانع شرعی کا نہ ہونا ضروری ہے، لیکن یہاں مانع حسی موجود ہے جس کی وجہ سے خلوت صحیحہ کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ درمختار میں ہے: **ومن الحسی رتق، التلاحم، وقرن، عظم، وعقل غدہ** یعنی شرمگاہ کو ایسا ہونا کہ دخول ممکن نہ ہو۔ یا شرمگاہ میں ایسی ہڈی ہو جو مانع دخول ہو یا زائد گوشت کا غدود یا گلٹی ہو جس کی وجہ سے وطی نا ممکن ہو۔ لہٰذا ایسی صورت ہو تو زن و شوہر کے یکجا ہونے پر بھی خلوت صحیحہ کا حکم نہیں ہوگا۔ ہاں! اگر قابل جماع ہو تو جمال الدین پر مہر واجب ہوگا۔ اگر امر النساء جماع کا

اقرار کرے اور یہ دعوی کرے کہ شوہر نے جماع کیا تو پورا مہر واجب ہوگا، ورنہ نہیں مگر اکرامن کرنے والا تجربہ کار و دیانت دار ہو، عورت ہو یا مرد۔ ناتجربہ کار کی باتوں کی تصدیق نہ ہوگی۔ ہاں اگر امر النساء خود اقرار کرے کہ اس میں زنانہ عضو مخصوص نہیں تو بھی شوہر پر مہر واجب نہ ہوگا۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ٦
کتبہ

استفتاء ۳۳۸

مسئلہ: مکرمی ومحترمی جناب مفتی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ
ایک سوال خدمت عالی میں روانہ ہے گزارش ہے کہ تفصیل سے اس کی وضاحت فرمائیں۔ شادی بیاہ کے موقع پر بوقت ایجاب وقبول جو لوگ دینار کی قید لگاتے ہیں۔ اس کی اصلیت کیا ہے؟ اور کب سے اور کس سے یہ سلسلہ شروع ہوا؟ دینار کیا ہے؟ دینار اور دینار سرخ میں کیا فرق ہے اور دینار کی قیمت اس وقت کیا ہے؟ یا کیا ہوگی؟ اس کی ضرورت اس وجہ سے محسوس ہوئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق مغلظہ دے دیا۔ اس شخص کا مہر پانچ سو روپے اور دو دینار سُرخ تھا۔ خیر روپیہ تو کوئی بکھیڑا نہیں صرف دینار کا جھگڑا چل رہا ہے۔ لوگ دینار کی قیمت مختلف لگا رہے ہیں۔ بایں وجہ فتنہ کا احتمال ہے۔ لہٰذا ملتجی خدمت ہوں کہ جہاں تک ممکن ہو جلد جواب دے کر شکریہ کا موقع عنایت کریں۔ فقط: السلام

المستفتی: ظہیر الدین پیش امام جامع مسجد، لویا باد بازار، بانس جوڑا، دھنباد
۲۲/۷/۲ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــ!

صورت مستفسرہ میں بوقت نکاح جو لوگ مہر کی رقم کے ساتھ دو دینار کی قید لگاتے ہیں یہ شرعاً ضروری نہیں بلکہ موجودہ دور میں جب کہ ''دینار سُرخ'' نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ لہٰذا جو نایاب ہو اس کو مہر میں رکھنا غلطی ہے۔ مزید برآں جب کہ اس کی قیمت معلوم نہیں تو مجہول شئی کا مہر میں مقرر کرنا جہالت ہے۔ یہ سلسلہ کب سے اور کس سے شروع ہوا۔ اس کی تاریخ تو معلوم نہیں۔ ہاں! اس قدر ضرور سمجھ میں آتا ہے کہ یہ عرب کا طلائی سکہ تھا اور ہندوستان میں کہیں کہیں پایا جاتا تھا۔ غالباً لوگوں نے تبرکاً اس کی قید لگائی ہو۔ ایک دینار معمولی ہوتا ہے، دوسرا دینار سرخ، دینار سرخ کی قیمت معمولی دینار سے زیادہ ہوتی تھی، اس لئے کہ دینار سرخ کا سونا قیمتی اور اصلی ہوتا تھا۔ اب موجودہ دور میں سونے کی قیمت کے لحاظ سے اس کی قیمت لگائی جائیگی۔ جب سونے کی قیمت کم تھی اُس وقت دینار غالباً بیس روپئے کا ہوتا تھا۔ اب جب کہ سونے کی قیمت حد سے متجاوز ہو چکی ہے۔ اسی

لحاظ سے دینار کی قیمت بھی لگائی جائے گی۔ غالباً دینار آٹھ آنے بھر کے قریب ہوتا تھا۔ لہٰذا سونے کی قیمت کا لحاظ کرتے ہوئے دو دینار کی قیمت مہر میں دی جائے گی۔ اس کے لئے طرفین کسی جوہری یا صراف سے تحقیق حال کر سکتے ہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۹/۷/۷۲ء

استفتاء ۳۳۹

مسئلہ: بخدمت شریف حضرت مولانا مفتی وقاضی ادارۂ شرعیہ بہار، سلطان گنج، پٹنہ ۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میں محمد یوسف محلّہ دیار پور، پٹنہ نے حج بیت اللہ شریف کا ارادہ کیا ہے اور چاہتا ہوں کہ میری اہلیہ کا جو دین مہر مجھ پر واجب الادا ہے۔ جو پانچ سو درہم دو دینار سرخ ہے۔ اس کو حج بیت اللہ شریف جانے سے قبل ادا کر دیا جائے تو بہتر ہے۔ اس لئے یہ بتایا جائے کہ کس طرح ادا کروں اور پانچ سو درہم، دو دینار سرخ کی کتنی رقم ہوتی ہے۔ اس کا حساب کر کے بتایا جائے۔ بہت ہی شکر گزار رہوں گا۔

المستفتی: محمد یوسف، محلّہ دریا پور، پٹنہ ۶

۳۰/ جولائی ۱۹۷۲ء

۹۲/۸۶

الجواب ــــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــــ !

صورت مسئولہ میں ایک درہم کی قیمت تخمیناً ۴/آنہ $5\frac{19}{25}$ پائی ہوتی ہے۔ اس طرح گویا ایک سو درہم کے ۲۹/روپے ۱۱/آنہ ہوتے ہیں اور پانچ سو درہم کے تقریباً ۱۴۸/روپئے ۷/آنے ہوتے ہیں اور دو دینار سرخ کی قیمت سونے کے نرخ کے اعتبار سے تقریباً دسو روپے ہوں گے۔ لہٰذا دین مہر میں ۳۵/روپے کم از کم روپے دیئے جائیں احتیاطاً کچھ رقم اور زیادہ دے دی جائے تو بہتر ہے اس لئے کہ درہم و دینار ہندوستانی سکہ نہیں اور نہ یہاں اس کا رواج ہے۔ یہ دونوں سکے عرب میں رائج تھے، اس لئے ممکن ہے کہ حساب میں کچھ کمی زیادتی ہو جائے۔ مہر میں ایسا سکہ مقرر ہی نہ کیا جائے جو کمیاب و نایاب ہو۔ بہر حال مہر میں بجائے کم کے، کچھ زیادہ ہی، اگر دے دیا جائے تو بہتر ہے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۳۱/۷/۷۲ء

استفتاء ۳۴۰

مسئلہ: محترم علمائے کرام السلام علیکم!

(۱) بیوی نے شوہر سے اپنی پوری عمر میں کبھی بھی دین مہر کا مطالبہ نہیں کیا۔ شوہر نے خود کہا کہ تم اپنا دین مہر لےلو یا کچھ موقع دو۔ بیوی بولی جیسی آپ کی مرضی۔ کچھ دنوں کے بعد بیوی کا انتقال ہو گیا تو اب دین مہر ادا کرنے کی کیا صورت ہے؟

(۲) بیوی نے شوہر کے کہنے سے بغیر شرط کے دین مہر بخش دیا تو پھر دین مہر طلب کرنا کیسا ہے اور شوہر نہ دے تو یہ کیسا ہے؟

(۳) وکیل لڑکی کی اجازت سے صرف ۵۰۰ روپے دین مہر پر ایجاب وقبول کرایا ایک بار، دوسری بار ایجاب کے وقت لڑکی کے گارجین نے کہا کہ صرف پانچ سو روپے بول رہے ہیں اور دو دینار نہیں بول رہے ہیں۔ وکیل اور گواہوں نے کہا کہ لڑکی پانچ سو روپے بولی ہے تو گارجین نے کہا لڑکی کہنا بھول گئی ہے پھر لڑکی سے پوچھا جائے۔ تب لڑکی پانچ سو روپے دو دینار بولی۔ پھر دوسری وتیسری بار پانچ سو روپے کے علاوہ دو دینار قبول کرایا گیا تو اب یہ فرمائیں کہ پہلا ایجاب صحیح ہوا یا دوسرا کیوں کہ ایک ہی بار ایجاب وقبول سے تو نکاح ہو گیا۔

المستفتی: عبدالقدوس کیرآف قینچی بیڑی اسٹور موٹر اسٹینڈ، مقام گڑھوا، پلاموں
۱۵-۷-۷۴ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــ!

(۱) دین مہر شوہر کے ذمہ واجب الادا ہے اس لئے کہ بیوی نے معاف نہیں کیا۔ بیوی کے انتقال کے بعد دین مہر لینے کی مستحق بیوی کی اولاد ہے یا اس کے دوسرے وارث جو ترتیب ذوی الفروض وعصبات سے ہوں گے۔

(۲) جب بیوی نے اپنی خوشی ورضا سے شوہر کو دین مہر بخش دیا تو اب اس کا مطالبہ غلط ہوگا اور شوہر بری الذمہ ہے۔

(۳) عاقلہ بالغہ کو دین مہر کا خود اختیار ہے۔ ولی وسرپرست کو نہیں۔ اگر لڑکی سے واقعی سہو ہوا اور وہ دینار کہنا بھول گئی تو پہلا ایجاب کالعدم تصور ہوگا اور بعد اقرار جو ایجاب کرایا گیا وہی صحیح ہوگا۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۰/۷/۷۴ء

استفتاء ۳۴۱

مسئلہ: بحضور جناب قاضی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!
معروض خدمت ہوں کہ ہماری لڑکی نجم النساء جو کہ گونگی ہے اس کی شادی شفیع احمد سے ہوئی اور تقریباً بارہ سال تک نجم النساء اپنے شوہر مذکور کے پاس رہی۔ اس مدت میں اسے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اس کے بعد ہماری لڑکی کو چھوڑ کر اس کا شوہر کہیں چلا گیا اور ڈھائی سال تک لاپتہ رہا۔ اس کا کوئی خط تک نہ آیا۔ ہماری لڑکی جوان تھی اور شوہر کے لاپتہ ہو جانے پر فطرتاً پریشان تھی اس لئے محلہ کے چند لوگوں نے مشورہ دیا کہ لڑکی کی دوسری شادی کر دو۔ میں نے ان کے مشورہ پر عمل کیا اور نجم النساء کو کسی طرح نکاح ثانی پر آمادہ کیا۔ وہ بھی بادل ناخواستہ نکاح کے لئے تیار ہوگئی۔ بہرکیف تمام لوگوں کی موجودگی میں نجم النساء کا نکاح علاء الدین سے کر دیا اور نجم النساء زیادہ سے زیادہ چار ماہ تک دوسرے شوہر کے پاس رہی۔
ڈھائی سال کے بعد جب کہ نجم النساء کا شوہر اول شفیع احمد آیا ہے تو اس کو دیکھ کر ہماری لڑکی اب اپنے پہلے شوہر شفیع احمد کے پاس رہنا چاہتی ہے اور علاء الدین کے پاس جانے کو بالکل تیار نہیں ہے۔ شفیع احمد بھی اپنی منکوحہ نجم النساء کو رکھنے کے لئے آمادہ ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ کیا پہلا شوہر اسے اپنی زوجیت میں رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ اور دوسرے شوہر کے متعلق شریعت کا کیا فیصلہ ہے؟ تفصیلی جواب عنایت فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتیہ: عریضہ مسماۃ نائب النساء، محلہ خان مرزا بنگلہ، پٹنہ-۱
۳۰ر جنوری ۱۹۷۶ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــ!

صورت مسئولہ میں نجم النساء کی دوسری شادی شرعاً ناجائز ہوئی۔ شادی کا مشورہ دینے والے اور کرانے والے سب مجرم و گنہگار ہوئے۔ ان تمام لوگوں کو توبہ کرنا چاہیے، اس لئے کہ انہوں نے غیر مطلقہ کی شادی بغیر فسخ نکاح اور بغیر طلاق کے دوسرے سے کر دی۔ نجم النساء اپنے پہلے شوہر کی زوجیت میں علی حالہ باقی ہے۔ دوسری ناجائز شادی کر دینے سے پہلا نکاح باطل نہ ہوگا اور شوہر اول کے پاس رہنے میں تجدید نکاح کی بھی ضرورت نہیں۔ ہاں بخیال استبراء اگر حمل کا شک ہو تو شوہر اول نجم النساء سے مباشرت نہ کرے اور تین ماہ الگ رہے۔ شوہر ثانی علاء الدین سخت مجرم و گنہگار ہے۔ اسے اعلانیہ توبہ کرنا چاہیے کہ اتنے دنوں تک زنا کا ارتکاب کرتا رہا، نہ اسے طلاق دینے کی ضرورت ہے نہ اس پر مہر واجب۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۲-۲-۷۶ء

استفتاء ۳۴۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

(۱) زید کا نکاح آج سے ۲۶ سال قبل ہندہ سے ہوا اور ۲ روپے دو دینار مہر باندھا گیا اور اب کسی وجہ سے زید نے ہندہ کو طلاق دیدیا اب زید ہندہ کا دین مہر ادا کرنا چاہتا ہے اس صورت میں دینار کی قیمت نکاح کے وقت کی دی جائے گی یا جو موجودہ قیمت ہے وہ ادا کی جائے۔ اور سرخ دینار کی قیمت کیا ہے؟ ایک تولہ سونا کے برابر ہے یا اس سے کم یا زیادہ تفصیل کے ساتھ جواب مع حوالہ عنایت کریں۔

(۲) سرخ دینار اور مطلق دینار کی قیمت کیا ہے دونوں کے درمیان فرق کیا ہے؟

المستفتی: محمد عطاء اللہ بھاگل پور، دھباد

۸۶/۹۲ھ

الجواب

(۱) دینار ایک طلائی سکہ ہے جو پہلے عرب ممالک میں مروج تھا جس کا وزن ساڑھے چار ماشہ ہوتا تھا اب غالباً یہ سکہ رائج نہیں ہے۔ بوقت ادائیگی مہر اگر دینار نہیں ملتا ہے تو اس کی قیمت ادا کی جائے گی اور نکاح کے وقت کی قیمت کا اعتبار نہ ہوگا ہاں اگر اس وقت ادا کیا جاتا تو اس وقت کی قیمت کا لحاظ ہوتا اس وقت جو سونے کی قیمت ہے اس اعتبار سے اس کی قیمت لگائی جائیگی فی الحال ایک دینار کی قیمت تقریباً ۳۰۰ سو روپے ہوگی اس کی تحقیق بازار سے کر لی جائے۔

(۲) سرخ دینار کی قیمت مطلقاً دینار سے کچھ زیادہ ہوگی جیسے اعلیٰ درجہ کا سونا اور کم درجہ کے سونے میں فرق ہوتا ہے۔ وھو اعلم۔

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۷/۱۲/۷۸ء

استفتاء ۳۴۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) اشرفی و دینار کا وزن اور شرعی حیثیت کیا ہے۔ دور حاضرہ میں نکاح کے وقت دین مہر میں سکہ رائج الوقت کے ساتھ اشرفی و دینار کی شمولیت جائز ہے یا نہیں؟

(۲) زید اپنی زوجہ ہندہ کو ۷۲ء میں طلاق مغلظہ دیکر دین مہر وعدت کا خرچ مطلقہ کو سپرد کر دیا مگر وہ لینے سے

انکار کر گئی بقول زید اس کے شاہد بھی ہیں اب وہ مطلقہ مہر دین وعدت کا خرچ لینے کو تیار ہے۔ واضح ہو کہ سکہ رائج الوقت کے ساتھ دو اشرفی ہے لہٰذا وضاحت کے ساتھ جواب مرحمت فرمایا جائے کہ دو اشرفی کا وزن ماسبق لیا جائے گا یا موجودہ بہر صورت جواب عنایت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ والسلام!

المستفتی: منہاج الدین خادم مدرسہ اہلسنت، مفتاح العلوم آزادنگر بوکارو، اسٹیل سٹی۔ ۱۱

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــــــ!

(۱) اشرفی و دینار دونوں سونے کا سکہ ہے پہلے زمانہ میں اس کا وزن مختلف رہا سلاطین اسلام کے دور حکومت میں اس کا وزن مختلف تھا۔ اشرفی اشرف کی طرف منسوب ہے جو ایک بادشاہ تھا اس نے سونے کا سکہ ۱۰ ر ماشہ وزن کا رائج کیا اسی نسبت سے اس کو اشرفی کہتے ہیں جب کہ شرح دیوان خاقانی میں ہے۔

دینار شرعی جو زمانہ سابق میں مروج تھا اس کا وزن ساڑھے چار ماشہ کا تھا چونکہ یہ طلائی سکہ تھا اس لئے موجودہ زمانہ میں اس کی قیمت سونے کی قیمت کے اعتبار سے زیادہ وکم ہوتی رہتی ہے اگر اس وقت سونا ۸ روپئے تولہ کا فروخت ہوتا تو اس اعتبار سے ایک دینار کی قیمت تقریباً تین سو روپئے ہوگی چونکہ یہ سکہ اب نایاب نہیں تو کمیاب ضرور ہے۔ لہٰذا مہر میں دینار واشرفی رکھنا مناسب نہیں اس لئے کہ اس کی مقدار و قیمت قطعی و یقینی طور پر معلوم نہیں اور نہ ہر جگہ دستیاب ہوتا ہے لہٰذا مہر میں اس کو شامل کرنا باعث فتنہ وفساد ہے۔

(۲) پہلی بار جب زید نے مہر دیدیا اور مطلقہ بیوی نے نہیں لیا اور اب وہ مطالبہ کرتی ہے تو اگر اشرفی موجود ہوں دے دیں اگر قیمت دینی ہے تو پہلی قیمت ادا کرے جب کہ زوجہ نے لینے سے انکار کیا تھا خواہ اس وقت اس کی قیمت زیادہ رہی ہو یا کم اعتبار اسی کا ہوگا نہ کہ موجودہ قیمت کا۔ وھو تعالیٰ اعلم!

کتبہ ـــــــ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۲/۱۱/۷۸ء

استفتاء ۳۴۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

اشرفی دینار اور سرخ دینار مین کیا فرق ہے اور ان کا وزن کیا ہوتا ہے۔ بینوا وتوجروا!

المستفتی: محمد علی اکبر، ساکن کھٹوا، ڈھاب پوسٹ نرکھا، ضلع گریڈیہہ

۲۰ مئی ۸۰ء

۷۸۶/۹۲

الجواب

دینار طلائی سکہ ہے جو عہد رسالت میں رائج تھا اب وہ نایاب ہے اس زمانہ خیر و برکت میں ایک تولہ سونے کی قیمت تقریباً ساڑھے سات روپے تھی۔ دینار کا شرعی وزن ۴ ماشے ہوتا ہے۔ اور قیمت کے اعتبار سے ایک دینار شرعی دس درہم کے برابر تھا ردالمحتار و ہدایہ میں ہے: **كل دينار عشرة دراهم قال في الفتح اى يقوم في الشرع بعشرة كذا كان في الابتداء.** "ہر دینار دس درہم ہے فتح میں فرمایا کہ شرع میں ہر دینار کی قیمت دس درہم مقرر ہوئی جیسا کہ ابتداء میں تھا۔" خلاصہ یہ کہ ایک دینار کی قیمت دس درم کے برابر تھی اور دس درم دو روپے تقریباً ۱۴ر آنے کا تھا مطلق دینار اور دینار سرخ میں غالبًا یہ فرق ہے کہ مطلق دینار معمولی سونے کا اور سرخ دینار اعلیٰ درجہ کے سونے کا تھا۔ غالبًا موجودہ اشرفی کو ہی اب دینار تسلیم کیا جاتا ہے چونکہ موجودہ زمانہ میں سونے کی قیمت بہت زیادہ ہوگئی ہے اس لئے اس کی قیمت کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے۔ چونکہ ایک دینار ایک مثقال کا ہوتا ہے اس اعتبار سے کسی دوکاندار سے جو سونے کی خرید و فروخت کرتا ہو اس کی قیمت دریافت کی جائے۔ وهو تعالیٰ اعلم!

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۶

۵؍ جمادی اولاول ۱۴۰۰ھ

استفتاء ۳۴۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
زید کی شادی ہندہ کے ساتھ ہوئی اور عام طور سے استعمال کے لئے ظروف، دیگر سامان ازقسم پلنگ اور بچھاون وغیرہ ہندہ کو جہیز میں میکے سے ملا کچھ عرصہ بعد زید قضا کر گئے اور ورثا میں پدر محمد منظور و مادر اور ایک پسر اور زوجہ ہندہ کو چھوڑا۔ چنانچہ بعدِ وفات زید بہ مطابق شرع محمدی سامان جہیز متذکرہ بالا سے کن لوگوں کو کیا کیا ملے گا۔ سامان جہیز جو ہندہ کے میکہ سے ملا تھا وہ ہندہ ہی کو ملے گا یا وہ تمام وارثانِ مذکورۃ الصدر کو ملے گا۔— کیا یہ درست ہے کہ کوئی عورت مسلمہ اپنے شوہر کے انتقال کے بعد اپنے شوہر کے گھر صرف چار روز رہ کر۔ بلا کسی حیلہ وعذر شرعی کے اپنے میکہ یا کسی دوسری جگہ جاسکتی ہے یا عدت گزارنے کے بعد جائے گی۔؟ مرحوم زید نے جولڑکا چھوڑا ہے اس کی عمر تقریباً ڈھائی سال ہوئی جس کی پرورش اس کے دادا محمد منظور کرنا چاہتے ہیں وہ لڑکا، دادا کو ملے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا!!

المستفتی: محمد منظور، موضع رتوارہ، ڈاکخانہ: رتوارہ، وایہ حیا گھاٹ، بلاسپور، ضلع دربھنگہ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ــــــ !

شادی کے موقع پر والدین جو اپنی لڑکیوں کو سامانِ جہیز رخصتی میں دیتے ہیں وہ لڑکی کی ملک ہے۔ شوہر کے مرنے کے بعد سامانِ جہیز کی تقسیم، میت کے ورثا میں نہیں ہوگی اور نہ دوسرے ورثا اس کے مالک اور حصہ دار ہوسکتے ہیں —— شوہر کی وفات کے بعد بیوی کو شوہر کے مکان ہی میں عدت گزارنی ہوگی۔ بلاضرورت شرعی، اس مکان سے نکلنے کی شرعاً اجازت نہیں ہاں!! اگر کوئی ایسی ضرورت داعیہ ہو کہ عورت کا مکان سے نکلنا ضروری ہو اور بغیر نکلے ہوئے کام نہ چلے تو مجبوراً وہ دن میں اور رات کے کچھ حصہ میں نکل سکتی ہے۔ مگر رات کا اکثر حصہ اسی مکان میں (جس میں شوہر کا انتقال ہوا) گزارنا ضروری ہے۔ درمختار میں ہے:
ومعتدة موت تخرج في الجديدين وتبيت في منزلها لان نفقتها عليها فتحتاج للخروج حتى لو كان عندها كفايتها صارت كالمطلقة فلا يحل لها الخروج (فتح) یعنی موت کی عدت میں، عورت کو دن میں نکلنے کی اجازت اس لئے ہے کہ اُسے کھانے پینے کا انتظام خود کرنا ہے۔ اگر اس کے پاس اتنا سامان خورد ونوش وغیرہ ہے کہ اس کو باہر نکلنے کی ضرورت نہیں تو ایسی حالت میں اسے نکلنا ناجائز ہے۔ وجوز في القنية خروجها لاصلاح مالابدلها منه كزراعة ولا وكيل لها۔ اور قنیہ میں ہے کہ معتدہ کا اپنے ضروری کام کے لئے، جیسے کھیتی کی دیکھ بھال، اگر اس کی طرف سے کوئی دوسرا کام کرنے والا نہ ہو تو عورت کو گھر سے نکلنا جائز ہے۔ درمختار میں ہے: وتعتدان اى معتدة طلاق وموت في البيت وجبت فيه ولا تخرجان

منہ اور جب کوئی عذر شرعی نہ ہو تو طلاق اور موت کی عدت گزارنے والی گھر ہی میں عدت گزارے گی اور گھر سے نکالی نہ جائے گی۔ لڑکا جب تک شعور والا نہ ہو، ماں کے پاس رہے گا جس کی مدت فقہائے کرام نے لڑکوں کے لئے سات سال اور لڑکیوں کے لئے نو سال رکھی ہے۔ جب لڑکا، خود سے، اپنی حوائج ضروریہ مثلاً کھانا پینا اور رفع حاجت وغیرہ خود سے کرنے لگے تو ماں سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ ہاں! اگر ماں فسق وفجور میں مبتلا ہے اور بچہ کے ضائع یا بداطوار ہونے کا خطرہ ہے تو دادا لے سکتا ہے۔ وھو اعلم

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ٦

۲۴/۸/۷۲ء

كتابُ الرضاع

☆ باب العامّه۔ 540

استفتاء ۳۴۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین درج ذیل مسائل میں کہ:

(۱) ماں اپنے بچے کو کتنی مدت تک دُودھ پلا سکتی ہے۔ مدت کے بعد، اگر پلائے تو شرع کا کیا حکم لازم آتا ہے؟

(۲) بچہ کو دُودھ پلانے کے لئے اگر دائی مقرر ہو تو اس کے لئے دُودھ پلانے کی مدت کیا ہے؟

(۳) مدت کے بعد اور کسی عورت نے کسی بچہ کو دُودھ پلایا تو رضاعی ماں ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: مولوی محمد حبیب اللہ مکتب رامپور، ڈاکخانہ مرار، شاہ آباد

۱۸/۹/۷۲ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــــــ وباللہ التوفیــــــــــــــق!

(۱) صورت مسئولہ میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کا اختلاف ہے۔ امام صاحب مدت رضاعت ''ڈھائی سال'' فرماتے ہیں اور صاحبین کے نزدیک دو سال ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا۔ یعنی حمل اور دُودھ پلانے کی مدت تیس مہینے ہیں۔ امام صاحب آیت مذکورہ سے، دونوں (حمل ورضاعت) کی مدت الگ الگ ۳۰-۳۰ ماہ قرار دیتے ہیں اور صاحبین فرماتے ہیں کہ حمل اور رضاعت دونوں کی مدت تیس ماہ ہے جس میں اقل مدت حمل چھ ماہ اور مدت رضاعت (۲۴ ماہ) دو سال اس طرح کل مدت تیس ماہ ہوئی۔ ان کی دلیل قرآن حکیم کی یہ آیت مبارکہ ہے کہ: وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ۔ یعنی مائیں اپنے بچوں کو دو سال دُودھ پلائیں۔ لہٰذا فقہائے کرام نے یہ فیصلہ فرمایا کہ مدت رضاعت یعنی دودھ پلانے کی مدت تو دو ہی سال قرار دی جائے۔ لیکن ثبوت رضاعت کے لئے بقول امام ڈھائی سال کی مدت مقرر کی ہے یعنی ڈھائی سال کی مدت میں بھی، بچہ نے اگر کسی عورت کا دُودھ پیا تو رضاعت ثابت ہو جائیگی، اس کے بعد رضاعت نہیں۔ درّ مختار میں ہے: ويثبت التحريم في المدة ولو بعد الفطام یعنی اگر مدت رضاعت کے اندر ہی دُودھ چھڑا دیا گیا، اس کے بعد پھر مدت رضاعت یعنی ڈھائی ($2\frac{1}{2}$) سال کے اندر کسی دوسری عورت نے دُودھ پلایا تو بھی رضاعت ثابت ہوگی۔ ولم يبح الارضاع بعد مدته یعنی مدت رضاعت کے بعد دُودھ پلانا جائز نہیں۔

(۲) دائی کے لئے بھی مدت رضاعت وہی ہوگی جو ماں کے لئے ہے یعنی دو سال اور ثبوت رضاعت کے لئے ڈھائی ($2\frac{1}{2}$) سال ہے۔

(۳) مدت رضاعت کے بعد اگر کسی عورت نے بچہ کو دُودھ پلایا تو رضاعت ثابت نہ ہوگی اور وہ عورت بچہ کی رضاعی ماں نہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ٦
کتبہ

۱۹/۹/۷۲ء

استفتاء ۳۴۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین درج ذیل مسائل میں کہ:
زید کی بیوی نے عمر مرحوم لڑکی کو دُودھ پلایا۔ عمرو مرحوم کی لڑکی بالغ ہوگئی ہے۔ اب زید اپنے لڑکے کی شادی عمر مرحوم کی لڑکی سے کرنا چاہتا ہے۔ شریعت اسلامی کے اعتبار سے کیا یہ جائز ہوسکتا ہے؟ عمر کی لڑکی بہت ہی غریب گھرانے کی ہے۔ عمر مرحوم کی بیوہ مزدوری کرکے خوراک حاصل کرتی ہے۔ رفتار زمانہ کے ماتحت اتنی حیثیت نہیں ہے کہ وہ لڑکے کی فرمائش پوری کرسکے۔ زید اور عمر مرحوم میں ساڑھو بھائی کا رشتہ ہوتا تھا اور زید کے لڑکے اور عمر کی لڑکی میں خالہ زاد بھائی بہن کا رشتہ ہوتا ہے۔ براہ کرم مطلع فرمائیں کہ یہ شادی جائز ہوگی یا نہیں؟

المستفتی: عبدالشکور خاں قادری، شہریا پوسٹ: بھنڈار، وایہ گومو، ہزاری باغ
۲۵/۳/۷۲ء

۹۲/۸٦ء

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــ !

جب زید کی بیوی نے عمر مرحوم کی لڑکی کو دودھ پلایا تو ایسی صورت میں زید کا لڑکا اور عمر کی لڑکی رضاعی بھائی بہن ہوگئے۔ اس لئے ان دونوں میں شادی جائز نہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ٦
کتبہ

۲۵/۳/۷۲ء

استفتاء ۳۴۸

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس صورت مسئلہ میں کہ:
حقیقی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح درست ہے یا نہیں؟ بالدلائل عقل والنقل جواب باصواب سے مستفیض فرمائیں!

المستفتی: مولوی علی حسن، مقام ڈاکخانہ بھدئی، وایہ رام پور ہری، ضلع مظفر پور
۸ جمل ۹۲ء ۲۱ جون ۷۲ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ــــــ !

صورت مستفسرہ میں حقیقی بھائی کی رضاعی بہن سے شرعاً نکاح جائز ودرست ہے لعدم الرضاعة ۔ قرآن حکیم میں ہے:
وَأُحِلَّ لَكُمْ مَا وَرَآءَ ذَالِكُمْ حرمت بالرضاعۃ کا قاعدہ وتفصیل اس شعر سے ظاہر ہے ۔

از جانب شیر دہ ہمہ خویش شوند ÷ واز جانب شیر خوار زوجان وفروع

یعنی شیر خوار پر دودھ پلانے والی عورت کی تمام اولادیں حرام ہیں اگر شیر خوار لڑکا ہے اور شیر خوار اگر لڑکی ہے تو دودھ پلانے والی کے شوہر واولاد کیلئے رشتہ دار ہوں گی اور اُن سے شادی جائز نہ ہوگی ۔ لہٰذا بھائی کی رضاعی بہن سے شرعاً نکاح جائز ہے ۔ وهو تعالىٰ اعلم بالحق والصواب واليه المرجع والمآب ۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۶/۷/۷۲ء، ۲۴ جمل ۹۲ھ

استفتاء ۳۴۹

مسئلہ: عالی جناب مخدومی مکرمی مفتی صاحب مدظلہ العالی! ادارۂ شرعیہ سلطان گنج پٹنہ! بعد سلام مسنون خدمت عالیہ میں التماس ہے کہ

(۱) زید وبکر دونوں کی بیوی حقیقی بہنیں ہیں ۔ زید وبکر دونوں کی منکوحہ کی گود میں ایک ایک بچی ہے جو ایک ساتھ ہی پلنگ پر سو رہی تھی ۔ زید کی بیوی نے دھوکے میں بکر کی لڑکی کو اٹھالیا اور اپنی لڑکی سمجھ کر پستان اس کے منہ میں رکھا ہی تھا کہ اس نے دیکھا یہ لڑکی میری نہیں بلکہ بکر کی ہے ۔ اس نے فوراً اپنی پستان لڑکی کے منہ سے نکال لیا ۔ گمان یہ ہے کہ دودھ اس کے پیٹ کے اندر نہیں گیا ۔

(۲) اگر زید کی بیوی کا دودھ بکر کی لڑکی کے پیٹ کے اندر دھوکے میں چلا گیا ہو تو ایسی صورت میں زید کے لڑکے کا بکر کی اس لڑکی کے ساتھ عقد ہونا درست ہے یا نہیں؟ ایسی دونوں صورتوں میں از روئے شریعت جو حکم ہو واضح فرمایئے گا۔ فقط والسلام۔

المستفتی: سید وصی علی قادری چشتی صابری، درگدائے افضلی وحامدی، موضع سکندر پور، ضلع مین پوری (یوپی)

۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ!

(۱) صورت مذکورہ میں اگر گمان غالب یہ ہے کہ زید کی بیوی کا دودھ لڑکی کے پیٹ میں نہیں گیا تو ایسی حالت میں رضاعت ثابت نہ ہوگی اور زید کے لڑکے کی شادی اس لڑکی سے ہو سکتی ہے۔

(۲) اور اگر دھوکے سے دودھ لڑکی کے پیٹ میں چلا گیا تو رضاعت تسلیم کی جائے گی اور زید کے لڑکے کی شادی اس لڑکی سے جائز نہ ہوگی۔ غرضیکہ اگر دودھ کا پیٹ میں پہنچ جانا معلوم ہو گیا تو حرمت رضاعت ثابت اور اگر صرف پستان میں رکھا اور یہ معلوم نہ ہو سکا کہ دودھ پیا یا نہیں تو محض شبہ کی بنا پر رضاعت کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۷-۱۱-۷۶ء

استفتاء ۳۵۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں۔

ہندہ کا لڑکا زید جس وقت دس بارہ سال کا تھا اس وقت ہندہ نے اپنے شوہر سے پوچھے بغیر اپنی سگی بہن کی لڑکی خالدہ کو اپنا دودھ پلا دیا۔ خالدہ اس وقت صرف چند دنوں کی تھی۔ اب خالدہ جوان ہے اور ہندہ اپنے لڑکے زید کی شادی اپنی سگی بہن کی لڑکی خالدہ سے کرنا چاہتی ہے۔ اس لئے بتایا جائے کہ زید خالدہ سے نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں نہیں کر سکتا؟ اگر کر سکتا ہے تو کس طرح نکاح درست ہوگا؟ جواب جتنی جلد ممکن ہو مرحمت فرمائیں۔

المستفتی: غلام حسنین خاں، موضع پورہ کوٹھی، ضلع گیا

۸۶/۹۲ء

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ!

شریعت مطہرہ کا قانون یہ ہے کہ یحرم من الرضاعۃ مایحرم من النسب۔ یعنی جو عورتیں نسباً حرام ہیں وہ رضاعاً

بھی حرام ہوں گی۔ خالدہ زید کی رضاعی بہن ہوئی اس لئے کہ زید کی ماں نے خالدہ کو دودھ پلایا اور رضاعی بہن سے شادی ناجائز۔ وھو اعلم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۹-۶-۷۷ء

استفتاء ۳۵۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے اہلسنت و مفتی ادارۂ شرعیہ پٹنہ، بہار اس مسئلہ میں کہ
زید نے مدت رضاعت میں اپنی حقیقی نانی ہندہ کا دودھ پیا۔ اب زید اپنی نانی کی پوتی یعنی ماموں زاد بہن سے شادی کرسکتا ہے یا نہیں؟ جواب دیں۔

المستفتی: محمد محمود عالم، صدر مدرس شاہد الاسلام، بچگاہی، ڈاکخانہ...... ضلع کٹیہار

۹۲/۸۶ء

الجواب بعون الملک الوھاب

جب زید نے اپنی نانی کا دودھ پیا تو ماموں اس کا رضاعی بھائی ہوگیا اور شریعت کا قاعدہ یہ ہے کہ یحرم من الرضاعۃ مایحرم من النسب. جو عورتیں نسبا حرام ہیں وہ رضاعا بھی حرام ہوں گی۔ اس لئے بھتیجی سے شرعا شادی جائز نہیں۔ قرآن حکیم میں ہے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَ بَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَ بَنَاتُ الْأَخِ وَ بَنَاتُ الْأُخْتِ. وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

استفتاء ۳۵۲

مسئلہ: مفتی دین سلام مسنون یہ میرا اپنا مسئلہ ہے آپ صحیح صحیح حل فرما کر جلد آگاہ کریں:
شاہدہ بیگم میری ماموں زاد بہن ہے میں نے ڈھائی مہینہ کی عمر میں اپنی نانی کا دودھ پیا ایک مرتبہ میری ماں کی اجازت کے بغیر میری نانی نے دودھ پلادیا۔ ماموں زاد بہن شاہدہ بیگم نے بھی ایک ڈیڑھ ماہ کی عمر میں اپنی دادی (میری نانی) کا دودھ پیا ہم دونوں کی بڑائی چھوٹائی ڈھائی تین سال کی ہے۔ بغیر اس

کا خیال کئے میرا عقد ہو گیا آہستہ آہستہ یہ بات پھیلنے لگی شاہدہ بیگم اٹھارہ روز رہ کر اپنے میکے گئی۔ میرے والد صاحب بغیر جانچ پڑتال کے شاہدہ بیگم کے مکان پر یہ بات ظاہر کی اور تین سال تک اپنی بہو کو میکہ میں چھوڑ دیا بقرعید کے موقع پر میں باہر سے آیا تو سسرال جانے کی اجازت مانگی مجھے اجازت نہ ملی پھر کل ہو کر سب لوگوں کے کہنے پر اجازت مل گئی۔ شاہدہ بیگم اپنے سسرال آج جانے لگی مگر اب تک یہ بات کھلی نہیں شادی کو پانچ سال کا عرصہ گزر گیا اور بات جیوں کی تیوں رہ گئی۔ شاہدہ حاملہ ہے اس لئے میں خود اس مسئلہ کو جاننا چاہتا ہوں کہ میرا نکاح جائز ہوا یا ناجائز صحیح صحیح سہل اردو میں حل فرمادیں جس سے میرا وسوسہ مٹ جائے۔

المستفتی: غلام حیدر کیر وف محمد علی
الیکشن ورک شاپ، پوسٹ گدی کوئے، ضلع ہزاری باغ (بہار)

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــ بعون الملک والوھاب ـــــــ!

صورت مذکورہ میں جب آپ نے اور آپ کی ماموں زاد بہن شاہدہ بیگم نے ایام شیر خوارگی میں اپنی نانی و دادی (دونوں نے ایک) کا دودھ پیا تو شاہدہ بیگم آپ کی رضاعی بہن ہو گئی آپ کی شادی شرعاً جائز نہ ہوئی اگر بعد نکاح رضاعت کا حال معلوم ہوا تو فوراً تفریق ضروری ہے۔ لہٰذا بعد ثبوت رضاعت اب شاہدہ بیگم کو اپنی زوجیت میں نہیں رکھ سکتے اور اسکے قبل جو کچھ ہوا اس کے لئے توبہ کیجئے۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۹/۹/۷۷ء

کتابُ الفسخ

☆ باب العامة۔ 547

☆ باب مفقودالخبر۔ 577

☆ باب کُالمعلقة۔ 608

☆ باب معدومة النفقة۔ 615

☆ باب العنّین۔ 624

☆ باب الجنون۔ 628

استفتاء ۳۵۳

مسئلہ: حضرت مفتی صاحب قبلہ مدظلہ العالی ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

(۱) میرا نام سیر النساء بنت محی الدین انصاری ہے۔ حال مقام کیسوا گڑھا، پوسٹ: آئی۔اے۔ایل، تھانہ گومیا ضلع ہزاری باغ کی رہنے والی ہوں (۲) میری شادی یونس انصاری ولد ہاشم الدین مقام تہرلہ، پوسٹ گولہ تھانہ، ضلع ہزاری باغ کے ساتھ ہوئی۔ (۳) شادی ہوئے آج قریب پانچ سال کا عرصہ ہوا ہے۔ دو سال تک ہماری ازدواجی زندگی کسی طرح گزری۔ اس کے بعد آج عرصہ تین سال سے میکہ میں ہوں۔ میرے شوہر نے مجھ سے قطع تعلق کرلیا نہ کوئی خط وکتابت ہے نہ ہی کھوج خبر (۴) میرے بڑے بھائی نے مجھے ایک دفعہ میری سسرال خود سے پہونچا دیا تو دو روز رکھنے کے بعد انہوں نے مجھے گھر سے نکال دیا اور کھلے لفظوں میں کہہ دیا کہ جاؤ میں نے تمہیں طلاق دیا اب یہاں آنے کی ضرورت نہیں (۵) یہ بات سوانگ کے پنچ سے میں نے کہی۔ پنچ کی طرف سے ایک شخص کو تحقیق کے لئے بھیجا گیا اور لڑکے کو بلوایا گیا۔ کسی طرح لڑکا آیا، پوچھ تاچھ ہوئی۔ لڑکے نے جواب دیا کہ اس لڑکی کی خصلت خراب ہے اس لئے ہم اس کو نہیں رکھ سکتے ہیں۔ لڑکے کی بات سن کر پنچوں نے اس سے کہا کہ تب تم لڑکی کو خلع کردو مگر لڑکا خلع کرنے سے بھی انکار کرجاتا ہے اور رکھنے کے لئے بھی تیار نہیں۔ ایسی حالت میں میں اپنی زندگی کس طرح سے گزار سکتی ہوں ایک طرف عمر کا تقاضہ دوسری طرف غریبی تیسرے دین کا خوف ایسی حالت میں۔ میں اپنے نکاح ثانی کی آرزو رکھتی ہوں۔ آپ براہ کرم ازروئے شریعت اس کا حکم دیں تاکہ میں اپنی زندگی اس دور میں گزار سکوں۔

گواہ: محی الدین انصاری (نشان انگوٹھا)

محمد حسین، مقام سٹی، ضلع ہزاری باغ، حال مقام کیسوا گڑھا۔

آپ کی کنیز سیر النساء (نشان انگوٹھا)

دستخط: صدر بہاری صاحب، سوانگ کوئیلری، ہزاری باغ

مہر تنظیم اہل سنت، سوانگ کوئیلری، ہزاری باغ، بہار

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ــــــ !

صورت مستفسرہ میں فسخ نکاح کی ضرورت ہی باقی نہ رہی اس لئے کہ جب سیر النساء کے بھائی نے اُسے ساتھ لیکر شوہر کے گھر پہونچا دیا اور دو روز کے بعد اس کے شوہر یونس انصاری نے کھلے لفظوں میں کہہ دیا کہ جاؤ میں نے تمہیں طلاق دیا، اب

یہاں آنے کی ضرورت نہیں'' تو طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ اگر عدت کے اندر محمد یونس اپنی رفیقۂ حیات سے رجعت کر لیتا تو اس کا رشتۂ زوجیت باقی رہتا لیکن اگر طلاق دینے کے بعد، انقضائے عدت کے اندر اس سے ملاقات نہ کی تو اب سیر النساء اس کی زوجیت سے خارج ہوگئی اور از روئے شرع سیر النساء کو بعد انقضائے عدت دوسری شادی کی اجازت ہے جب وہ طلاق دے چکا اور عدت کے اندر رجعت نہ کی تو پنچوں کا اس سے خلع کی درخواست کرنا کیا معنی۔ سوال میں مفہوم متضاد ہیں یا پھر یہ مطلب ہے کہ پنچوں کو طلاق کی خبر نہ ہو۔ پھر سیر النساء نے پنچوں سے طلاق کا ذکر کیوں نہ کیا؟ بہر حال بر تقدیر صدق سوال ایک طلاق کے بعد رجعت نہ کرنے سے سیر النساء یونس کی زوجہ باقی نہ رہی۔ دوسرا نکاح کر لینا اس کیلئے جائز و درست ہے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۲۷/۶/۱۹۷۰ء

استفتاء ۳۵۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ

زید اپنی بیوی ہندہ کو اچھی طرح نہیں رکھتا ہے۔ اس کی ضروریات کی کفالت نہیں کرتا ہے اور اسے طرح طرح کی پریشانیوں سے دوچار کرتا رہتا ہے۔ دریں صورت ہندہ اپنے شوہر سے طلاق حاصل کرنا چاہتی ہے۔ مگر زید طلاق بھی نہیں دیتا ہے اور کسی طرح طلاق دینے کو آمادہ نہیں ہوتا ہے۔ وہ خلع کیلئے بھی تیار نہیں ہے۔ دریں شکل عند الشرع اس زمانے میں تفریق بین الزوجین کے لئے کوئی راستہ ہے یا نہیں؟ اگر نہیں ہے تو پھر ہندہ کے لئے عند الشرع کیا راستہ ہے؟ جلد جواب مرحمت فرمائیں؟ بینوا توجروا!

المستفتی: نعمت علی، محلہ گیوال بگہا، شہر گیا

۹۲/۷۸۶

الجواب ـــــــــــــــــــ!

صورت مذکورہ بالا میں محلہ کے سر برآوردہ حضرات کا یہ فرض ہے کہ وہ زید پر جبر و دباؤ ڈالیں کہ وہ ہندہ کو اپنے ساتھ رکھے اور ظلم و جور سے توبہ کرے اگر وہ ایسا نہ کرے تو پھر محلہ والے اس کا سوشل بائیکاٹ کر دیں۔ مذکورہ شکایت کی بنا پر فسخ نکاح نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ صلاحیت رکھتے ہوئے بھی نان و نفقہ ادا نہیں کرتا ہے تو عدم ادائیگی نان و نفقہ کی بنا پر تفریق ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے آپ قاضی شریعت دار القضاء ادارۂ شرعیہ پٹنہ کے پاس باضابطہ درخواست منجانب مدعیہ پیش کریں اور ہندہ کا نام مع ولدیت

وسکونت اور مدعیٰ علیہ یعنی شوہر کا نام اور پورا پتہ اور اپنی صحیح شکایت لکھ کر، مع دستخط یا نشان انگوٹھا مدعیہ کے بھیجیں۔ اس کے بعد دارالقضاء سے باضابطہ نوٹس وکارروائی مدعاعلیہ کے خلاف کی جائے گی اور ساتھ ہی فیس تجویز بھی بھیجیں۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۷۰/۶/۲۵ء

استفتاء ۳۵۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

آج سے تین سال قبل بی بی امینہ خاتون بنت عبدالشکور صاحب، موضع فتح پور کمالی، پوسٹ: مہنار، ضلع مظفرپور کا عقد ضمیرالدین بن عبدالشکور صاحب، پوسٹ نیا گنج مہنار، ضلع مظفرپور سے بچپنے کی حالت میں ہوا تھا۔ امینہ خاتون آج تک ایک گھڑی کے لئے بھی سسرال نہیں گئی ہے۔ بالغہ ہونے پر رخصتی کا سامان فراہم کیا جارہا تھا کہ اسی درمیان معتبر ذرائع سے معلوم ہوا کہ ضمیرالدین کو ایک سال سے ٹی بی کا مرض لاحق ہوگیا ہے۔ علاج ومعالجہ کرانے پر افاقہ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی ہے۔ مذکور بالا وجہ سے لڑکی کی بذات خود اور اس کے والدین کی بھی رائے نہیں ہوتی ہے کہ وہ سسرال جائے۔ اور ضمیرالدین سے کہا جاتا ہے کہ اپنی حالت پر نظر کرتے ہوئے امینہ خاتون کو نکاح سے الگ کردو یا نہیں تو پھر دین مہر معاف کردیا جاتا ہے۔ جان چھوڑ دو مگر کسی طرح پر ضمیرالدین تیار نہیں ہوتا ہے۔ اس شش وپنج کی بناپر جب کہ بالغہ لڑکی کا میکہ میں رہنا اچھا نہیں۔ شریعت مطہرہ کی روشنی میں فسخ نکاح کی جو صورت ہو، جواب مفصل ومدلل بحوالہ کتب معتبرہ تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

المستفتی: عبدالشکور، موضع فتح پور کمال، پوسٹ: مہنار، ضلع مظفرپور

مورخہ: ۲؍جمادی الاول ۹۰ھ مطابق ۷؍جولائی ۷۰ء بروز سہ شنبہ

۹۲/۸۶ک

الجواب ــــــــ وباللہ التوفیــــــــق!

صورت مذکورہ بالا میں فسخ نکاح کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ مدعیہ کو چاہیے کہ مزید علاج ومعالجہ کے لئے مدعاعلیہ ضمیرالدین کو ایک سال کی مہلت اور دے اور صبر وسکون سے کام لے۔ اگر ایک سال میں ضمیرالدین کو صحت نہ ہوئی اور تجربہ کار معالج اس مریض کو ناقابل علاج قرار دے تو پھر آئندہ فسخ کی صورت ہوسکتی ہے۔ اب اس ترقی یافتہ دور میں یہ مرض پہلے اور دوسرے اسٹیج میں قابل علاج ہوتا ہے۔ امید ہے کہ شافی مطلق مدعاعلیہ ضمیرالدین کو شفائے کامل عطا فرمائے۔ مدعیہ کے اطمینان اور آئندہ

زندگی میں سکون و راحت کے پیش نظر دار القضاء سے ایک ہدایت نامہ بطور نوٹس ضمیر الدین کو بھیجا جارہا ہے کہ واقعی اگر وہ علاج ومعالجہ کے لائق نہیں اور معالج نے اسے ناقابل علاج قرار دے دیا ہے تو بہتر ہے کہ مدعیہ امینہ خاتون کو مہر کی معافی کے عوض طلاق دے کر اس کی خواہش کے مطابق مستقبل کو بہتر بنانے کی اجازت دیدے۔ ضمیر الدین کے یہاں سے جو جواب آئے گا پھر آئندہ مدعیہ کو اس کی اطلاع دی جائے گی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۲۹/۷/۷۰ء

استفتاء ۳۵۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ مندرجہ ذیل میں کہ:

میری لڑکی کا عقد حالت نابالغی میں میری عدم موجودگی میں میرے حقیقی برادر نے گاؤں کے ایک شخص سے پڑھوا دیا اور میری دلی خواہش تھی کہ گاؤں میں یہ رشتہ قائم نہ کروں۔ نکاح کے کچھ زمانے کے بعد وہ شخص نہایت خراب فطرت کا ہوگیا۔ گاؤں والوں کو اس کی نازیبا حرکت بری معلوم ہوئی۔ گاؤں سے اس کو مار بھگایا۔ وہ شخص پاکستان جا کر اقامت پذیر ہوا۔ وہاں گئے ہوئے اس کو چھ سات برس کا عرصہ گزر رہا ہے۔ سنا جاتا ہے کہ اپنی نازیبا حرکت کی وجہ سے قید میں ہے۔ اس اثناء میں اس کو متعدد خطوط بھیجے گئے اور بتاکید لکھا گیا کہ یا تو خود یہاں آ دیا وہیں اپنی بیوی کو بلوالو۔ مگر کسی خط کا اس نے کچھ بھی جواب نہیں دیا۔ آج لڑکی کی عمر اٹھارہ برس کی ہوچکی ہے اور لڑکی خود بھی اس نکاح سے راضی نہیں ہے۔ اب ایسی حالت میں از روئے شریعت نکاح درست ہوا کہ نہیں اور اگر درست ہوا تو پھر فسخ کی کونسی صورت ہوگی۔ ازراہِ نوازش عصمت کا لحاظ کرتے ہوئے بیچاری لڑکی کے لئے کوئی راہ نکالی جائے۔ بڑی عنایت ہوگی۔

المستفتی: عبد الرحمٰن، موضع پچمان

۲۲ جمادی الاولیٰ ۹۰ھ

۹۲/۸۶ ل

الجواب ـــــــ اللّٰھم ہدایۃ الحق والصواب ـــــــ !

صورت مذکورہ بالا میں اگر آپ کو لڑکی کی شادی کا علم تھا اور آپ خاموش رہے اور چچا نے اس کا نکاح کر دیا اور آپ نے اس نکاح کو جائز و برقرار رکھا تو نکاح جائز و درست ہوگیا۔ ہاں! لڑکی جس وقت بالغہ ہوئی اگر اسی وقت فوراً چچا کے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کرنا چاہتی تو حق فسخ اس کو حاصل تھا۔ اب جب کہ وہ لڑکا نازیبا حرکتیں کرنے لگا اور لڑکی اس سے راضی نہیں تو اب حق فسخ

نہ آپ کو حاصل ہے۔ نہ لڑکی کو۔ اگر آپ نکاح فسخ کرانا چاہتے ہیں تو لڑکی دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار کے قاضی شرع کے پاس فسخ نکاح کی درخواست پیش کرے اور فسخ کے لئے معقول وجہ بیان کرے۔ یہ درخواست لڑکی کی طرف سے ہوگی۔ جس میں لڑکی بہ حیثیت مدعیہ اپنا نام و پورا پتہ مع ولدیت کے لکھے اور مدعا علیہ یعنی شوہر کا نام مع ولدیت و مکمل پتہ کے تحریر کرے اور تفصیل کے ساتھ یہ بھی لکھے کہ اس کی شادی یا نکاح کو کتنی مدت ہوئی۔ شوہر نے نان ونفقہ دیا یا نہیں۔ یہ ساری تفصیلات لکھنی ہوگی اور لڑکے کا دونوں پتہ مکان کا اور اب جہاں ہے وہاں کا لکھنا ہوگا۔ آخر میں لڑکی کا دستخط یا انگوٹھے کا نشان ہوگا اور ساتھ ہی تجویز فیس مبلغ ۲۵/روپئے ادارہ کے پتہ پر بھیج دیں گے تا کہ اخراجات نوٹس میں صرف کیا جائے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۴/۷/۷۰ء

استفتاء ۳۵۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں مفتیان کرام وفقہائے عظام اس مسئلہ میں کہ
خالد نے اپنی بیوی ہندہ کو قریب دو سال سے زائد گزرا کہ اس کے میکے پہنچا کر چھوڑ رکھا ہے اور خرچ وغیرہ بھی نہیں دیتا ہے اور لے جانے سے قطعی انکار کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ طلاق بھی نہیں دوں گا اور ہرگز ہرگز لے بھی نہیں جاؤں گا۔ ہندہ بالکل جوان ہے۔ اب تک بال بچے بھی نہیں ہوئے ہیں۔ زمانے کی حالت سورج سے زائد روشن ہے۔ غلط قدم اُٹھ جانے کا اندیشہ غالب ہے۔ ایسی صورت میں شرع مطہر کا کیا حکم ہے۔ صورت مذکورہ پر کیا خلع کرا کر عقد ثانی کرنے کی اجازت ہے۔ اگر اجازت ہے تو ہر امر کی تشریح کر دی جائے تا کہ انجام خیر تک کام کو پہونچایا جائے۔

المستفتی: محمد علی امام انصاری مونگیری از برمو
۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــ وهو الموفق للصواب ـــــــــــ !

صورت مستفسرہ میں ہندہ کو فسخ نکاح کا اختیار اور دوسری شادی کی اجازت نہیں۔ محلّہ کے سربرآوردہ اور پنچ حضرات کو جمع کر کے خالد سے باز پرس کی جائے کہ وہ ہندہ کو نان ونفقہ کیوں نہیں دیتا اور حق زوجیت ادا کیوں نہیں کرتا۔ اعلانیہ خدا ورسول کے حکم سے سرتابی کر کے غضب الٰہی وعذاب خداوندی کو کیوں اپنے سر لیتا ہے یا تو ہندہ کو اپنے ساتھ رکھ کر نان ونفقہ وحق زوجیت پورا کرے اور اگر اسے اپنی زوجیت میں نہیں رکھنا چاہتا ہے تو طلاق دے کر یا خلع کر کے اپنی زوجیت سے علیحدہ کر دے تا کہ ہندہ

کسی دوسرے کے دامن سے وابستہ ہوکر اپنی مستقبل کی زندگی کو بہتر بنائے۔ ارشاد خداوندی ہے: فَإِمْسَاكٌ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيحٌ بِإِحْسَانٍ یعنی بھلائی کے ساتھ زوجہ کو رکھے یا اچھائی کے ساتھ اس کی گلوخلاصی کردے۔ اگر خالد اس حکم کے مطابق عمل نہ کرے اور طلاق دینے سے انکار کرے تو پھر خلع کر دے۔ اگر یہ بھی نہ کرے تو ایک درخواست قاضی شرع کے نام دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ میں بھیج دے اور یہ درخواست ہندہ کی طرف سے ہوگی جس میں مدعیہ اور مدعا علیہ کا پورا نام مع ولدیت وسکونت ہوگا۔ آخر میں مدعیہ کا دستخط یا نشان انگوٹھا ہونا ضروری ہے۔

محمد فضل کریم غفر لہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۱/۹/۷۰ء

استفتاء ۳۵۸

مسئلہ: حضرت من! بعد دست بستہ السلام علیکم! مدعا اینکہ دو سال قبل میں نے اپنی لڑکی واحد النساء کی شادی گیارہ سال کی عمر میں بولایت خود محمد ادریس میاں، بستی ڈاک خانہ گاڑا، منی گاؤں، ضلع بھدر پور، نیپال کے ساتھ کر دیا تھا۔ محمد ادریس کے دادا افضل الدین، ادریس کے سرپرست ہیں۔ ایک سال تک آمد ورفت رہی لیکن مزاج موافق نہیں۔ بار بار شکایت ہوتی رہی۔ گزشتہ سال شوال میں لڑکی کی رخصتی مانگی گئی تھی تو تین ماہ کے بعد لڑکے نے دوسری شادی کر لی۔ تقریباً ایک سال سے لڑکی میرے پاس ہے۔ وہ لڑکا میری لڑکی کو نہیں لے جاتا ہے۔ اس کے دادا نے کہا تھا کہ لڑکی کو طلاق نہیں دی جائے گی کہ وہ دوسری شادی کر سکے۔ حالانکہ میری طرف سے کوئی بداخلاقی نہیں ہوئی۔ بلاوجہ پریشان کرنا مقصود ہے۔ اب لڑکی کی عمر ۱۳ سال ہوگئی۔ تفریق شرعی کر دی جائے تاکہ دوسرا نکاح جائز ہوسکے۔

المستفتی: فضل المتین نعیمی اشرفی، ساکن گنجریا، پوسٹ پناسی ہاٹ، وایا طیب پور، ضلع مغربی دیناجپور، بنگال
۲۳ رمضان المبارک ۹۰ھ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ــــــ !

مذکورہ بالا صورت میں فسخ نکاح کا حکم نہیں دیا جاسکتا۔ دوسری شادی کر لینے سے نکاح فسخ نہیں کیا جائے گا۔ بہتر یہ ہوگا کہ طرفین سے کچھ سربرآوردہ اور معزز حضرات مل کر، محمد ادریس پر دباؤ ڈالیں کہ یا تو وہ واحد النساء کو اپنے پاس رکھے اور حق زوجیت ونان ونفقہ ادا کرے۔ اگر نہیں رکھنا چاہتا تو حکم خداوندی کے مطابق اس کے مستقبل کی راہ کھول دے اور طلاق دے کر اپنی زوجیت

سے خارج کر دے تاکہ لڑکی دوسرا نکاح کر سکے۔ ورنہ معلق رکھنے کا گناہ محمد ادریس کو ہوگا اور قانون خداوندی کے خلاف کرنے پر، اس سے سخت مواخذہ ہوگا۔ اگر آپس میں طے نہ ہو تو دارالقضاء ادارۂ شرعیہ میں باضابطہ درخواست دیجئے تاکہ یہاں سے محمد ادریس کے نام نوٹس دیا جائے۔ درخواست میں لڑکی اور لڑکے کا پورا پتہ مع ولدیت لکھئے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۶/۱۲/۷۰ء

استفتاء ۳۵۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

ہندہ کا نکاح زید سے تقریباً ایک سال پہلے ہوا، اور ابھی ہندہ نیم بالغہ ہے۔ رخصتی بھی نہیں ہوئی ہے۔ اسی درمیان لڑکے کی بستی والوں سے معلوم ہوا کہ زید حرامی ہے۔ اس وجہ سے اب لڑکی کو اس کے والدین زید کے یہاں نہیں جانے دینا چاہتے ہیں بلکہ دوسری جگہ شادی کر دینا چاہتے ہیں۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ صورت مسئولہ میں شریعت کا کیا حکم ہے۔ واپسی ڈاک سے جواب عنایت فرما کر شکریہ کا موقع عنایت فرمائیں۔

المستفتی: عبدالحکیم دربھنگوی، ۲۶-سی، جی، آر روڈ، خضر پور، کلکتہ۔۲۳

۱۴/اکتوبر ۷۰ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــــ !

صورت مستفسرہ میں اگر ہندہ کے والد نے اپنی لڑکی کا نکاح زید سے کر دیا تو اب فسخ نکاح کا اختیار والد (ولی) کو نہیں۔ ہاں اگر ولی جابر یعنی والد کے علاوہ کسی غیر نے ہندہ کا نکاح غیر کفو میں کر دیا ہے تو والد کو نکاح فسخ کر دینے کا اختیار ہے۔ عالمگیری میں ہے کہ اگر ولی نے نکاح کر دیا اور غیر کفو ہونا معلوم نہ تھا، یا اس نے غیر کفو ہونا ظاہر نہ کیا بعد کو غیر کفو ہونا معلوم ہوا تو ولی کو فسخ کا اختیار نہیں۔ لہٰذا بغیر خلع یا طلاق کے، ہندہ کا دوسرا نکاح جائز نہ ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۶/۱۲/۷۰ء

استفتاء ۳۶۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ

کنیز فاطمہ کی شادی زید سے ہوئی مگر کنیز فاطمہ دو تین دن ہی اپنے شوہر کے ساتھ رہی اور پتہ چلا کہ زید کی شادی اس سے قبل ایک اور جگہ ہو چکی ہے۔ اور بیوی بھی موجود ہے۔ یہ خبر قبل نہیں تھی۔ اس خبر کو سن کر کنیز فاطمہ اپنے میکے چلی آئی اور کچھ دنوں تک وہ اپنے میکے میں رہ گئی۔ اور پھر کنیز فاطمہ کو پتہ چلا کہ زید، پہلی بیوی کی طرف اب بہت زیادہ دھیان دے رہا ہے۔ اور اس کی طرف نگاہ محبت نہیں ہے تو اس کے بعد سے،، آج تک تقریباً تین سال کا عرصہ گزر گیا، کنیز فاطمہ اپنے میکہ ہی میں پڑی ہے اور اپنے شوہر کے قریب جانے سے انکار کرتی ہے اس لئے کہ پہلی شادی والی بھی موجود ہے اور حالات ایسے ہیں کہ زبردستی کنیز فاطمہ کو دباؤ ڈالا جائے تو نقصان کا اندیشہ ہے۔ لڑکی کا کہنا ہے کہ پہلی والی بیوی کو طلاق دے دیں ورنہ میں اس فریب کاری کی شکار نہ ہوں گی۔ اور زید پہلی بیوی سے والہانہ محبت کرتا ہے، چھوڑنا نہیں چاہتا ہے۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ بمطابق شریعت اسلام کے، لڑکی کو کیا حکم ہے۔ اور لڑکے کو کیا کرنا چاہیے۔ اور زید پہلی بیوی کو اور کنیز فاطمہ دونوں کو طلاق دینے سے انکار کرتا ہے۔ اس مسئلہ کا جلد از جلد، بمطابق شرع فیصلہ کر کے شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: بدر الدین صابری، امام مسجد، بجرا کوئیلری، ہزاری باغ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیــــــــــق !

صورت مذکورہ بالا میں اب کنیز فاطمہ کے لئے دو راستے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ صبر وضبط، تحمل وبرداشت سے کام لے اور اپنے شوہر کے ساتھ رہے اور اپنی عادات واخلاق سے شوہر کو گرویدہ بنائے۔ اگر اس کے لئے وہ آمادہ نہیں تو پھر طلاق یا خلع کی شکل اختیار کی جائے اور کسی طرح زید کو راضی کر کے طلاق حاصل کی جائے اور اگر مہر کی معافی کے عوض طلاق دے تو کنیز فاطمہ بالعوض طلاق دین مہر معاف کر دے اور طلاق لے لے۔ اس کے علاوہ دوسری کوئی ترکیب لائق عمل نہیں اور نکاح فسخ بھی نہیں کیا جا سکتا اس لئے کہ دو بیوی رکھنا مرد کے لئے خلاف شرع نہیں اور نہ شوہر میں کوئی خرابی ہے۔ ہاں! زید نے بیوی رکھتے ہوئے جو دوسری شادی کی اور فریب ودغا سے کام لیا اس کیلئے زید شرعاً مجرم ہے اور اگر وہ دونوں کو رکھنا چاہتا ہے تو عدل ومساوات کا برتاؤ دونوں کے ساتھ ضروری ہوگا۔ اور اگر عدل نہیں کر سکتا تو دونوں میں سے کسی ایک کو رکھے دوسری کو طلاق دے کر الگ کر دے۔ قرآن حکیم میں ہے: فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔ ''پھر اگر ڈرو کہ دو بیبیوں کو برابر نہ رکھ سکو گے تو ایک ہی کرو۔ (ترجمہ کنز الایمان)

وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

استفتاء ۳۶۱

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے ادارۂ شرعیہ پٹنہ وعلمائے اہل حق وعلمائے اہل سنت والجماعت ومفتیان شرع متین وقاضی دین وشریعت مطہرہ اس مسئلہ میں کہ زید کی یعنی حافظ ومولوی محمد رئیس الدین نعیمی فاضل جامعہ نعیمیہ، مرادآباد کی بیوی تاج النساء، ناشزہ ہندہ آج تین سال سے اپنے میکہ میں ہی رکی ہوئی ہے ۔اور ہندہ ایک بچی کی ماں بھی ہوچکی ہے اور بچی بھی موجود ہے اور شادی ہوئے چھ سال کا عرصہ ہوگیا ہے اور یہ تین سال تک رخصت ہوکر آتی جاتی رہی۔ اب آپس کی نااتفاقی وکشیدگی اور گھریلو جھگڑے کی بناپر، آج تین سال سے وہ میکہ میں رکی ہوئی ہے۔ اس کے شوہر نے بار بار چند آدمیوں کو بھیجا مگر وہ آج تک وہیں رکی ہوئی ہے اور اپنے شوہر پر طرح طرح کے الزامات لگاکر، گالیوں کی تہمت بلکہ طلاق کا الزام بھی لگاکر پریشان کرتی ہے۔ اس کا شوہر زید اسے بیان کرنے سے مجبور اور قاصر ہے۔ زید نے اپنی بیوی ہندہ کو طلاق نہیں دی ہے۔ اب مدعیہ ہندہ دفتر دارالقضاء دارالعلوم کٹیہار میں بیان دے چکی ہے اور گواہ طلاق کا ثابت نہیں ہوا ہے۔ اب مدعیہ ہندہ یعنی بی بی تاج النساء زید یعنی اپنے شوہر کے نکاح میں ہے یا نکاح فسخ ہوگیا۔ اور ہندہ جب کہ اپنے میکہ میں ناراضگی کی بناپر ہے تو زید پر نان ونفقہ وکسوہ واجب ہے یا نہیں؟ از روئے شریعت مطہرہ، مدلل جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا وتوجروا۔

المستفتی: خادم فقیر المذنب محمد رئیس الدین نعیمی، مقام ملک پور، ڈاک خانہ، ڈلکولہ، ضلع: پورنیہ، بہار
۲۰ / ربیع الاوّل شریف ۹۱ھ

۹۲/۸۶ ک

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــــ

شریعت مطہرہ نے زوجہ کا نفقہ زوج پر واجب وضروری قرار دیا ہے۔ ہاں! اگر زوجہ ناشزہ ہے یعنی بلا عذر شرعی اور بغیر اجازت زوج کے وہ اس کے مکان سے چلی گئی تو شوہر پر اس کا نفقہ دینا ضروری نہیں رہا۔ درمختار میں ہے: **لانفقة من بیته بغیر حق وھی الناشزة حتی تعود.** ''بلاوجہ خاوند کے گھر سے باہر رہنے والی نفقہ کی حقدار نہیں اور وہ نافرمان ہے تاوقتیکہ واپس اس کے گھر نہ آئے۔'' لہٰذا جو عورت بغیر کسی عذر شرعی کے ناحق شوہر کی نافرمانی کرے یا بغیر اس کی رضا کے گھر سے نکل جائے یا اپنے کو شوہر سے بغیر عذر معقول کے الگ رکھے اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ سے ساقط ہوجاتا ہے، واجب الادا نہیں رہتا۔ **والقول لھا فی**

عدم النشوز بیمینہا الخ یعنی شوہر، بیوی کو ناشزہ کہتا ہے، لیکن اس کے نشوز و نافرمانی پر، کوئی گواہ پیش نہیں کرتا اور بیوی عدم نشوز کو قسم کھا کر ثابت کرے کہ میں نے نافرمانی نہیں کی تو قسم کے ساتھ بیوی کا قول معتبر ہوگا۔ اور شوہر کو نفقہ دینا ہوگا اور اگر شوہر کے ظلم و تشدد اور ایذا رسانی کی بنا پر زوجہ اس کے یہاں نہیں آتی ہے تو ایسی صورت میں شوہر پر نفقہ کی ادائیگی ضروری ہوگی۔ تاج النساء کا نکاح فسخ نہیں ہوا۔ وہ اپنے شوہر کی زوجیت میں ہے۔ جب تک شوہر طلاق نہ دے گا، وہ زوجیت سے خارج نہ ہوگی۔ نہ اسے دوسرا نکاح کرنا شرعاً جائز و درست ہوگا۔ وھو تعالیٰ اعلم و علمہٗ جل مجدہٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۱۰/۷/۷۱ء

استفتاء ۳۶۲

مسئلہ: بحضور قاضی شریعت دار القضاء ادارۂ شرعیہ، سلطان گنج، پٹنہ ۶ ـــ السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔

گزارش ہے کہ میرا نکاح علیم النساء بنت عبد الغفور صاحب ساکن محلہ نواڈیہہ، اورنگ آباد، گیا کے ساتھ، مورخہ ۲۳ مئی ۱۷۱ء مطابق ۲۷ ربیع الاول شریف ۱۳۹۱ھ بروز اتوار کو ہوا۔ نکاح کے فوراً بعد ہی تقسیم نقل (تھم) وغیرہ کے معاملے میں باراتیوں اور سراتیوں کے درمیان اختلاف ہو گیا اور یہ اختلاف شدید ہو گیا کہ باراتیوں کا سامان وغیرہ بھی چھین لیا گیا اور دلہن کو رخصت بھی نہیں ہونے دیا گیا۔ اور تاہنوز دلہن کو گھر نہیں آنے دیا جا رہا ہے بلکہ لڑکی فسخ نکاح کا مطالبہ کر رہی ہے تو کیا ایسی صورت میں جب کہ میرے اندر ازدواجی زندگی برقرار رکھنے کا جذبہ ہے۔ نان و نفقہ و سکنہ، بہ رضا و رغبت دینے کو تیار ہوں فسخ نکاح ہو سکتا ہے۔ آپ کی عدالت عالیہ میں میری گزارش ہے کہ مدعا علیہا مذکورہ کے خلاف مقدمہ درج کیا جائے اور شرعی مسئلہ سے مدعا علیہا کو آگاہ کر کے اس کو بذریعہ نوٹس پابند کیا جائے کہ وہ میرے گھر آنے کو آمادہ و مستعد ہو جائے۔

المستفتی: محمد یونس (ادریس خاں)، موضع ڈاک خانہ: کرساواں، ضلع گیا

۱۸/۶/۷۱ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ـــــــــــ

صورت مسئلہ میں لڑکی کو فسخ نکاح کا مطالبہ کرنا قطعی غلط و ناجائز ہے۔ کسی بھی طرح فسخ نکاح نہیں کیا جا سکتا ہے۔ شادی کے بعد آپس کے اختلاف کی بنا پر لڑکی کا رک جانا یا اسے روک رکھنا سخت گناہ و ناجائز ہے۔ اور قانون شرعیہ کی خلاف ورزی

کرنے کے باعث لڑکی اور اس کے والدین مجرم و گنہگار ہیں اس لئے ان کو چاہیے کہ لڑکے کی مرضی کے مطابق فوراً لڑکی کو رخصت کردیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو محلہ و بستی کے معزز اور سربرآوردہ لوگوں کو چاہیے کہ لڑکی اور اس کے والدین کو خلاف شرع کام کرنے کی بنا پر سخت سرزنش و تنبیہ کریں۔ اس سلسلہ میں مدعا علیہا اور اس کے والد کے نام نوٹس دیا جارہا ہے کہ وہ بلا تاخیر لڑکی کو رخصت کردیں۔ ورنہ ان کے خلاف شرعی و قانونی کارروائی عمل میں آئے گی۔ مدعی کو چاہیے کہ لڑکی کے والد سے مل کر، لڑکی کو رخصت کرا کر لائیں اور اس کی اطلاع دار القضاء کو کریں۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۴/۷/۷۱ء

استفتاء ۳۶۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں کہ:

(۱) ہندہ کی شادی زید سے ہوگئی۔ زید نہایت ناکارہ اور بدچلن و بدافعال ہے اس لئے ہندہ، زید کے یہاں نہیں رہنا چاہتی ہے۔ اگر گئی تو عصمت بھی محفوظ نہ رہ سکے گی۔ زید ہندہ کو طلاق دینا نہیں چاہتا ہے۔ ہر چند کوشش کی گئی مگر زید کسی صورت، ہندہ کو طلاق نہیں دے رہا ہے۔ ایسی صورت میں اب ہندہ کیا کرے۔ اسی وجہ سے ہندہ، بیمار رہنے لگی ہے۔

(۲) ہندہ اور زید میں تفریق کی کیا صورت ہوسکتی ہے؟ اور خلع کس طرح واقع ہوسکتا ہے؟ ہندہ کی تفریق ہوجائے تو وہ صحت یاب بھی ہوسکتی ہے۔

(۳) ہندہ کی عمر ابھی کم ہے اگر مذکورہ بالا مسائل کا حل نہ ہوا تو ہندہ کی زندگی پر اثر پڑے گا۔

المستفتی: چودھری تھے خان، جفت فروش، بازار مانک چوک، قصبہ کونچ، ضلع جالون

۱۹/۷/۷۱ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــ

صورت مذکورہ بالا میں، ہندہ اگر زید کی زوجیت میں رہنا نہیں چاہتی ہے تو اس کے لئے سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ زید کو بالعوض معافی دین مہر طلاق دینے پر راضی کرے یعنی زید سے کہا جائے کہ ہندہ اپنا دین مہر اس شرط پر معاف کرتی ہے کہ تم اسے طلاق دے کر زوجیت سے خارج کردو۔ اگر زید اس پر راضی ہوجائے تو بہتر، ورنہ اگر مہر کے علاوہ کچھ اور رقم طلب کرے تو ہندہ کے سرپرست اگر مزید رقم دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں تو دے کر طلاق حاصل کریں۔ اس کے علاوہ زید سے چھٹکارہ حاصل

کرنے کی اور کوئی دوسری صورت نہیں۔ دین مہر کے عوض یا روپیہ دے کر طلاق لینے کا نام خلع ہے۔ صرف زید کے آوارہ اور بدچلن ہونے کی بنا پر دارالقضاء سے نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔ ہاں! تہدیداً دارالقضاء کی طرف سے زید کو اس کی بداعمال و بدکرداری پر سرزنش اور توبیخ کی جاسکتی ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۷/۷/۱۷ء

استفتاء ۳۶۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
میں نے اپنی لڑکی شمیم فاطمہ کا نکاح سید احمد عرف عبدالرحمٰن سے کیا لیکن سیّد احمد عرف عبدالرحمٰن ایک آوارہ، بدچلن اور بداخلاق آدمی ہو گیا ہے اور اپنی بیوی اور اپنے بچوں کی دیکھ بھال اور فرائض منصبی سے عرصہ پانچ، چھ سال سے کسی طرح کا کوئی لگاؤ نہیں رکھتا ہے اور مسائل شرعی کا بھی دشمن ہو گیا ہے۔ اور اَب اسے نہ تو اپنے اخلاق اسلامی کا پاس ہے اور نہ شرع دینی کا ہی احترام ہے۔ اور اب میں نے سنا ہے کہ سید احمد عرف عبدالرحمٰن نے شراب پینے اور بیچنے کا دھندہ اختیار کر لیا ہے اور خلاف قانونِ شراب بیچنے میں پکڑا گیا ہے اور بمبئی کے کسی جیل خانہ میں بند ہے اور ممکن ہے کہ میعاد جیل لمبی بھی ہو میں چاہتا ہوں کہ میری لڑکی شمیم فاطمہ کی اس سے طلاق ہو جائے تو بہتر ہے اور اس میں شرع شریف کا کیا دخل ہے۔ میرے لئے سید احمد عرف عبدالرحمٰن سے جیل میں یا باہر ملنا بھی بہت مشکل ہے اور اس کے روبرو طلاق مانگنا بھی کسی طرح ممکن نہیں ہے اور وہ بھی میرے سامنے کسی طرح آنا نہیں چاہتا ہے اور میری لڑکی کو اور مجھے بھی اس طرح ذلیل و رسوا کرتے رہنا چاہتا ہے اور ایسی حالت میں میری لڑکی شمیم فاطمہ کا بھی بغیر دست گیر و نگراں رہنا بھی مناسب نہیں ہے۔ اب میں اپنے کو آپ کی جانب رجوع کرتا ہوں اور اجازت چاہتا ہوں کہ اس عذاب سے بچنے کے امکانی حکم سے آگاہ فرمائیں۔ تاکہ میں مناسب فیصلہ کروں۔
المستفتی: ماسٹر عبدالغنی، محلہ پیٹھان ٹولہ، پرانی بستی، ضلع بستی
۱۴/ مارچ ۱۹۷۲ء

۹۱/ ۷۸۶

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــ !
صورت مذکورہ میں شمیم فاطمہ کو چاہیے کہ ایک درخواست باضابطہ لکھ کر اپنی طرف سے دارالقضاء میں پیش کرے۔ مضمون

اس طرح لکھے۔ بہ عدالت قاضی شرع دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۔ جناب عالی! میں مدعیہ شمیم فاطمہ بنت ماسٹر عبد الغنی، محلہ پیٹھان ٹولہ، پرانی بستی کی رہنے والی ہوں۔ میرا نکاح فلاں سنہ میں۔ مدعا علیہ سید احمد عرف عبد الرحمٰن سے بعوض دین مہر...... روپئے ہوا، شادی کے بعد...... سال تک میں اپنے شوہر مدعا علیہ کے ہمراہ رہی۔ اس کے بعد تعلقات کشیدہ ہو گئے۔ اب...... سال سے مدعا علیہ نے مجھے معلق چھوڑ دیا ہے۔ نان ونفقہ نہیں دیتا ہے۔ اس کے بعد جو واقعات وحالات ہوں صحیح طور پر لکھئے۔ مدعا علیہ کے مکان اور جیل کا مکمل پتہ لکھیے۔ مدعا علیہ کو نوٹس دینے کے بعد ہی دار القضاء سے فیصلہ ہوگا۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۴/۳/۷۲ء

استفتاء ۳۶۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام ومفتیانِ عظام درج ذیل مسئلہ میں کہ:

مَیں نے اپنی لڑکی کا عقد، گاؤں کے رسم ورواج کے مطابق بحالت نابالغی لڑکے سے کر دیا تھا جب لڑکا اور لڑکی بالغ ہوئے تو لڑکی بہر حال لڑکی تھی البتہ لڑکا چور بدمعاش نکل گیا اور بہت سے افعالِ بد کا شکار ہو گیا نیز یہ کہ اس لڑکے نے اپنے والدین کی سرپرستی چھوڑ کر گاؤں کے ایک پنڈت کی سرپرستی حاصل کی اور پورے طور پر اس پنڈت کو آمادہ کیا کہ لڑکی کو رخصت کرائے۔ ایسے حالات کے پیش نظر میں نے اپنی لڑکی کو رخصت نہ کیا۔ اور لڑکے کے والدین سے جب میں نے شکوہ کیا تو انہوں نے کبھی سولہ سو کبھی گیارہ سو اور کبھی سات سو روپئے کا مطالبہ کیا اور کہا کہ ''اتنے روپئے دیدو تو طلاق دلوا دوں گا'' پنڈت کا کہنا تھا کہ ''لڑکا میرا ہے اور تم کو لڑکی میرے گھر رخصت کرنا پڑے گا۔'' میں نے علماء سے رجوع کیا تو علمائے کرام نے فرمایا کہ ''کسی صورت سے طلاق حاصل کر لو، بغیر طلاق دُوسرا نکاح حرام ہے۔'' میں نے ہر چند کوشش کی کہ لڑکا طلاق دے دے مگر اس نے طلاق نہ دی۔ بہر حال مندرجہ ذیل بالا حالات میں، مَیں نے لڑکی رخصت نہ کی۔ چونکہ میں انتہائی غریب آدمی ہوں میرے کئی بچے ہیں جن کی کفالت مشکل سے ہوتی ہے جوان لڑکی کو بیٹھائے رکھنا میرے بس سے باہر تھا۔ اس لئے مَیں نے بیحد مجبور ہو کر لڑکی کا دُوسرے شخص سے نکاح کر دیا جب کہ شوہر اوّل سے طلاق نہیں ہوئی تھی اب میری لڑکی اپنے شوہر کے گھر ہے۔ براہِ کرم آپ جواب سے مطلع فرمائیں کہ مندرجہ بالا حالات کے تحت یہ نکاح درست ہوا یا نہیں؟ میرے اس عمل پر کچھ لوگ مجھ پر کیچڑ اُچھالتے ہیں اور لوگوں کو میرے خلاف اُکساتے، بھڑکاتے ہیں اور میرے مخالف ہو گئے ہیں۔ میں سخت پریشان ہوں۔ براہ کرم تفصیل سے جواب مرحمت

فرما کر ممنون فرمائیں تو آپ کی بے پایاں عنایت ہوگی۔

المستفتی: محمد رفیق، مکان ۹۶/۲۷، کرنیل گنج، کانپور
۴/۵/۷۲ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ـــــــ !

مذکورہ بالا حالت میں لڑکی کا دُوسرا نکاح شرعاً ناجائز و حرام ہوا۔ لڑکی کے سر پرست اور خود لڑکی اور جس نے اس سے نکاح کیا، سب کے سب سخت گنہگار و مستحق سزا ہیں اس لئے کہ بغیر طلاق دُوسری شادی جائز و درست نہیں۔ لہٰذا لڑکی کو فوراً دوسرے شوہر سے الگ ہوجانا ضروری ہے اور جس نے شادی کی ہے، اس کا بھی فرض ہے کہ شرعی قانون کے پیش نظر بلا تاخیر اس لڑکی کو علیحدہ کردے۔ ورنہ زندگی بھر زنا کا ارتکاب ہوتا رہے گا۔ اگر یہ دونوں علیحدہ نہ ہوں تو عام مسلمانوں کو ان دونوں سے اور اُن کے سر پرستوں سے، سلام کلام، میل جول ترک کردینا لازم و ضروری ہے۔ قرآن حکیم میں ہے: وَاِمَّا یُنْسِیَنَّکَ الشَّیْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۔ "اور جو کہیں تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ۔" (کنز الایمان) ساتھ ہی جس نے دوسرا نکاح پڑھایا اور مجلس نکاح میں جو لوگ بھی بخوشی شریک رہے ہوں، ان سبھوں کو توبہ کرنا ضروری ہے۔ شوہر اوّل اور اس کے سر پرست بھی سخت گنہگار و مستحق نار ہیں کہ انہوں نے لڑکی کا نفقہ بند کر کے ایسی ناجائز شرط پیش کی جو کسی طرح جائز و درست نہیں ـــــ لہٰذا دُوسرے شوہر سے الگ ہو کر لڑکی کو چاہیے کہ اگر شوہر اوّل رخصت کرائے تو بہتر۔ ورنہ ایک استغاثہ لکھ کر، قاضی شرع دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ کے پاس بھیج دے جس میں اپنا اور شوہر اوّل کا نام، ولدیت مکمل پتہ ہو اور ساتھ ہی پوری تفصیل ہو اس کے بعد تحقیقات ہوگی۔ اگر واقعی مدعیہ حق بجانب ہے تو نکاح فسخ کر کے نکاح ثانی کی اجازت دے دی جائے گی۔ وھو اعلم بالصّواب!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۶/۵/۷۲ء

استفتاء ۳۶۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کہ:
ایک لڑکی کا نکاح بچپن میں ہوا۔ لڑکا مونگیر ضلع کا ہے اور لڑکی دھنباد ضلع کی ہے۔ عرصہ آٹھ، نو برس تک نہ لڑکے نے لڑکی کو دیکھا اور نہ لڑکی نے لڑکے کو۔ آٹھ، نو برس کے بعد لڑکا کسی تقریب میں جب اپنی سسرال آیا تو لڑکی نے لڑکے کو دیکھا اب لڑکے کے چلے جانے کے بعد لڑکی اپنے والدین سے بہت افسوس

اورغم کا اظہار کرتی ہے کہ ”اگر آپ لوگ ایسے لڑکے سے رخصتی کرائیں گے تو میں جان دے دوں گی۔ مگر ہرگز نہ جاؤں گی۔“ لڑکی کے والد نے کچہری کے مفتی سے واقعہ بیان کیا۔ مفتی صاحب نے کہا کہ ”لڑکی کو اختیار ہے۔“ اور فتویٰ لکھ کر اُس میں دُرِّ مختار، شامی وقدوری کا حوالہ دیا۔ لڑکی کے والد نے عدالت میں درخواست پیش کر دیا اور وکیل کے ذریعہ لڑکے کو نوٹس دے دیا کہ ”لڑکی نکاح رد و باطل کرتی ہے، تمہارا کوئی تعلق لڑکی سے نہ رہا۔“ اور مجسٹریٹ نے دُوسرا نکاح کرنے کا حکم دے دیا۔ کچھ دنوں بعد لڑکی کے والد نے لڑکا ٹھیک کر کے لڑکی اُٹھا دینے کا انتظام کیا۔ مگر بستی کے پنچان نے روک دیا اور کہا کہ ”لڑکا یہاں آ کر طلاق دے گا تو دُوسرا نکاح کرنے دیں گے۔ بعد مشورہ پنچان نے ایک آدمی کو مونگیر ضلع بھیجا کہ ”جاؤ اور اس کے باپ کو لے آؤ۔“ وہ آدمی مونگیر ضلع گیا اور سب باتیں بیان کر دیں لیکن نہ لڑکا آیا نہ اُس کے والد آئے، کہہ دیا ”نہیں جاؤں گا۔“ بہت زور لگایا لیکن طلاق نہیں دیا، نہ آنے پر آمادہ ہوئے۔ اس لئے مفتی ادارۂ سے عرض ہے کہ لڑکی دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ جواب مرحمت فرمائیں، عنایت درجہ نوازش ہوگی۔ لڑکی کی زندگی پلید ہو رہی ہے۔ مفتی صاحب نے تو یہاں تک تحریر کر دیا ہے کہ روکنے والا مجرم ہے۔ فقط

المستفتی: محمد قاسم، مقام باسدیو پور کولوری، ڈاکخانہ: کسنڈا، ضلع دھنباد

۲۴/۴/۸۶ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــ وھوالموفق للصواب ـــــــــــ !

مذکورہ بالا صورت میں بغیر خلع یا طلاق کے لڑکی کی دُوسری شادی شرعاً جائز و درست نہ ہوگی اور چونکہ اُس کی شادی۔ اس کے والد نے کیا جو ولی جابر ہے، اِس لئے لڑکے کو دیکھنے کے بعد اور اس کے چلے جانے پر لڑکی کا اظہار تاسف بے سود۔ اگر لڑکی اپنے شوہر کے پاس کسی معقول عذر کی بنا پر نہیں جانا چاہتی ہے تو اُس کے والد کو چاہیے کہ دو چار معزز حضرات کو لے کر لڑکے کے یہاں جائیں اور بعوض معافی دین مہر کسی طرح اس سے طلاق حاصل کریں۔ اگر فی الحقیقت لڑکے میں کوئی شرعی نقص پایا جاتا ہے جس کی بنا پر لڑکی اس کے ساتھ رہنا پسند نہیں کرتی ہے۔ تو ایسی صورت میں لڑکی فسخ نکاح کی درخواست دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ میں پیش کر سکتی ہے۔ شوہر کے پاس نہ جانے کی معقول وجہ اور شرعی عذر بیان کرنے پر بعد تحقیقات نکاح فسخ کیا جا سکتا ہے۔ مجسٹریٹ کا فیصلہ اور اُس کا حکم شرعاً قابل عمل نہیں۔ وھو تعالیٰ اعلم بالصواب!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۳/۴/۸۶ء

استفتاء ۳۶۷

مسئلہ: کیا فرماتے علمائے دین مدعیہ نے قاضی شریعت کے یہاں مقدمہ دائر کیا اور مدعا علیہ کو عدالت کے قانون کے مطابق ہر تاریخ پر بلایا گیا۔ اور مقدمہ کا باضابطہ فیصلہ ہو گیا مدعا علیہ نے جب اس فیصلہ کو دیگر علماء کے پاس پیش کیا تو اس فیصلہ میں شرعی نقص موجود پایا۔ لہٰذا مدعا علیہ اس مقدمہ کی دوبارہ سماعت کے لئے اپیل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن فیصلہ ہوئے ایک سال ہو چکا ہے۔ مدعا علیہ کو شرعی طور پر اپیل کا حق ہے یا نہیں؟ مستند جواب دیجئے۔ فقط

المستفتی: حبیب

۹۲/۸۶ ء

الجواب

جو فیصلہ شرعی ضابطہ اور اصول قضا کے خلاف ہو۔ شرعاً وہ فیصلہ ہی نہیں اور غلط ہونے کی بنا پر وہ قابل عمل بھی نہیں ہے۔ لہٰذا اس کی دوبارہ سماعت کی جائے گی۔ مدعا علیہ کو اس کی اپیل کی اجازت ہے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی خادم دارالافتاء ادارہ شرعیہ پٹنہ، بہار

کتبہ

۴ / اکتوبر ۱۹۸۰ء

عبدالواجد قادری غفرلہ

۴ / اکتوبر ۱۹۸۰ء

استفتاء ۳۶۸

مسئلہ: مکرمی قبلہ جناب مفتی صاحب! سلام مسنون!

بعد قدم بوسی و نیاز پرسی کے واضح ہو کہ حضور کی خدمت میں یہ خط ارسال کر رہا ہوں۔ قوی امید ہے کہ ناچیز کو تشفی بخش جواب دے کر مشکور فرمائیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ میرے فرزند حافظ ساجد حسین کی شادی رابعہ بنت حافظ وارث علی صاحب سے ہوئی۔ شادی ہوئے تین سال کا عرصہ ہوا۔ اس طویل مدت میں رابعہ کا آنا اور رہنا ہوا کیوں کہ ہم لوگ وطن سے دور کھڑ کپور میں مقیم ہیں۔ اس لئے رابعہ کو بھی ساتھ رکھنے کا ارادہ ہوا۔ اس سلسلہ میں میں نے اپنی ہمشیرہ کو لکھا کہ وہ رابعہ کو میکہ سے گھر لے آئیں۔ اس کے بعد کھڑ کپور بلوالوں گا۔ چنانچہ میری ہمشیرہ رخصتی کے لئے وہاں گئیں لیکن ان لوگوں نے بیماری کا بہانہ کر کے رخصت سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد میں وطن گیا۔ دو ماہ کے بعد حافظ وارث علی یہاں تشریف لائے اور یہ طے ہوا کہ ایک دو ماہ بعد جو بھی

جائیں گے ان کے ہمراہ رخصت کردوں گا۔ یہاں سے لڑکی کے رخصتی کا مسئلہ طے کرکے حافظ وارث علی گھر گئے اور وہاں پہنچ کر لڑکی کی طرف سے غلط الزام لگا کر امارت شرعیہ پھلواری شریف میں مقدمہ دائر کردیا۔ قاضی امارت شرعیہ نے حافظ ساجد حسین کے نام خط روانہ کیا کہ لڑکی خلع چاہتی ہے اور دین مہر بحق ادائیگی چاہتی ہے۔ میرے لڑکے مذکور نے قاضی صاحب کو تفصیلی جواب دیا اور بتلایا کہ میں لڑکی کو رکھنا چاہتا ہوں، چھوڑنا نہیں چاہتا ہوں۔ اور قاضی صاحب سے لڑکی کے خلع کا سبب بھی دریافت کیا۔ قاضی امارت شرعیہ اور حافظ ساجد حسین میں سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ یکا یک ۱۹/دسمبر ۱۹۷۵ء کو قاضی صاحب کا ایک خط موصول ہوا جسے پڑھ کر ازحد رنج پہنچا کہ قاضی صاحب نے حافظ ساجد حسین سے رابعہ مذکورہ کا نکاح فسخ کردیا۔ صرف حافظ ساجد حسین بے کار ہیں، کچھ کرتے نہیں۔ حالانکہ میں نے قاضی صاحب کو آگاہ کردیا تھا کہ ساجد حسین سے دو لڑکے اور بھی بڑے ہیں جو شادی شدہ ہیں اور سبھی میرے زیر سایہ اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ خود حافظ ساجد حسین بھی مدرسہ غوثیہ عربیہ میں مدرس ہیں۔ ان تمام باتوں کا علم ہوتے ہوئے بھی قاضی صاحب نے لڑکی کے یکطرفہ بیان پر میرے فرزند کا نکاح فسخ کردیا۔ اس لئے حضور کی خدمت میں مجھ ناچیز کی دردمندانہ درخواست ہے کہ اس مسئلہ کو تفصیل سے واضح کریں کہ کیا قاضی صاحب کو یہ اختیار ہے کہ ایسی صورت میں نکاح توڑ دیں اور یہ لکھیں کہ حافظ ساجد حسین کی وہ بیوی نہیں رہی۔ عدت گزار کر دوسری شادی کرسکتی ہے۔ ازروئے شرع حضور کیا فرماتے ہیں؟ تفصیل سے اس مسئلہ کا جواب دیں۔ کیا ایسی صورت میں نکاح فسخ ہوسکتا ہے یا قاضی صاحب نے جو حکم جاری کیا ہے ازروئے شرع درست ہے؟

المستفتی: حافظ تاج محمد، قاضی محلہ، پنجبریا، کھڑکپور، ضلع مدناپور، ویسٹ بنگال

۲۳/دسمبر ۱۹۷۵ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

صورت مذکورہ میں جب کہ مدعا علیہ حافظ ساجد حسین کا جرم شرعاً ثابت نہیں ہوا اور وہ اپنی شریک حیات کو ساتھ رکھنے پر آمادہ ہیں اور اگر بالفرض زوجین میں کچھ کشیدگی ہوگئی ہو تو پہلے اس کی اصلاح کے لئے شریعت طاہرہ نے جو صورت پیش کی ہے، قاضی موصوف کو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ وہ یہ کہ قرآن حکیم میں ہے: فَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا. یعنی دونوں طرف کے کچھ معتمد و متدین حضرات جمع ہوکر اصلاح حال کی کوشش کریں۔ اس کے بعد بھی اگر مدعیٰ علیہ اپنی رفیقہ حیات کو حسن اخلاق سے رکھنے اور حقوق زوجیت ادا کرنے کو آمادہ نہ ہوتے اور خلع و تفریق کے علاوہ کوئی صورت اصلاح و اتفاق کی ناممکن ہوتی تو قاضی صاحب موصوف کا فسخ نکاح کرنا جائز و درست ہوتا۔ قاضی صاحب کو یہ بھی چاہیے

تھا کہ دونوں فریق کو تاریخ مقررہ پر دارالقضاء میں طلب کرتے اور دونوں کے بیانات وشاہدین کی شہادت سماعت فرما کر اگر آپس میں اتفاق واتحاد کی کوئی صورت نہ ہوتی تو نکاح فسخ کر دیتے۔ سوال میں جو صورت حال تحریر کی گئی ہے اس کے پیش نظر قاضی صاحب کا یہ فیصلہ اصولاً غلط معلوم ہوتا ہے۔

اب اگر آپ اس فیصلہ سے متفق نہیں ہیں اور در حقیقت حافظ ساجد حسین شرعاً مجرم وخطاوار نہیں ہے تو آپ قاضی صاحب کے فیصلہ کے خلاف امارت شرعیہ کے امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی، مدرسہ خانقاہ رحمانیہ، مونگیر کے پاس اپیل کیجئے اور بالتفصیل حالات لکھ کر ان سے درخواست کیجئے کہ یہ فیصلہ آپ کے قاضی صاحب نے شرعاً واصولاً غلط اور یکطرفہ بیان پر کیا ہے۔ لہٰذا آپ اس فیصلہ کو منسوخ فرما کر مدعیہ کو مدعا علیہ کے پاس جانے کا حکم فرمائیں۔ اس کے بعد وہاں سے کیا جواب آتا ہے اس کا انتظار کیجئے۔ ھذا ما ظھر عندی وھو اعلم بالصواب!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

استفتاء ۳۶۹

مسئلہ: علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل کے بارے میں کیا فرماتے ہیں:

زید نے ہندہ سے ۲۲/اپریل ۱۹۷۱ء میں شادی کی۔ شادی سے اب تک ۵ سال ۲ ماہ گذر رہا ہے جس کے درمیان زید ہندہ کو چار مرتبہ گھر لے گیا اور زید کسی طرح اپنے کنبے اور والدین کے اصرار پر صرف ایک بار بخوشی گھر لے گیا۔ بقیہ تین بار زید اور ہندہ کے گاؤں کے پنچوں کے فیصلے سے بذریعہ پنچایت لے گیا۔ گویا زید اس بات سے انکار کر رہا ہے کہ اسے ہندہ ناپسند ہے۔ لیکن پنچایت میں زید کے والد اپنا یہ ارادہ ظاہر کر کے لے جاتے رہے کہ پسند اور ناپسند کی کوئی بات نہیں ہے۔ اب ہم لوگ ہندہ کو عیش وآرام سے رکھیں گے۔ لیکن لے جانے کے بعد ہندہ پر ظلم ڈھاتے رہے اور زید ہر بار کئی لوگوں کے سامنے یہ کہتا رہا کہ ہندہ اسے ناپسند ہے گویا طلاق دے دیں گے۔ اس لحاظ سے وہ ہمیشہ ہندہ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا رہا۔ اب اس وقت دو سال کا وقت گذر رہا ہے۔ ہندہ اپنے میکے میں ہے۔ دو سال کے درمیان میں ہندہ کے کنبے والے تین گاؤں کے پنچوں کو لے کر ارادے ومشورہ کو جانے کیلئے ایک طے کی ہوئی مقرر شدہ جگہ گئے لیکن زید اور اس کے کنبے والوں نے پنچایت میں جانے سے انکار کر دیا اور بعد میں کہلوا بھیجا کہ ہندہ کو ہم نہیں رکھیں گے۔ ہمارے گھر کے لائق نہیں ہے اور ہمیں ہندہ کے گھر والوں کے مطابق کبھی نہیں چلنا ہے۔ اگر اسے ضرورت ہو تو نقد دو سو روپے دے کر طلاق لے لے۔ اگر یہ رقم ادا نہیں کرے گا تو ہم طلاق دیں گے بھی نہیں۔

(نوٹ) اب حضور عالی سے یہ ہماری التماس ہے کہ ہندہ کافی عالم شباب میں ہے۔ ہمیں اپنے دین و اسلام کا خوف ہے اور ہم ایک غریب بیرونی مزدور ہیں۔ عزت و آبرو کا اہتمام ہمیشہ برتتا آیا ہوں اور آئندہ کے لئے بھی ایسا ہی خیال ہے۔ مالی حالت اتنی خراب ہے کہ دوسو روپے نہ دے پاتا ہوں اور نہ تو زید ہی طلاق دیتا ہے اور یوں زید کئی بار پیچھے ہمارے نزدیکی رشتہ داروں سے کہتا رہتا ہے کہ وہ ہندہ کو ناپسند کرتا ہے۔ وہ طلاق دے گا لیکن اس کے پیچھے دوسو روپے کی چاہت بھی ہے۔ اس لئے رہبر دین مفتی صاحب سے ہم یہ فیصلہ چاہتے ہیں کہ شریعت محمدیہ کے مطابق ہماری الجھنوں کو حل کر دیں تاکہ ہماری پریشانی دور ہو۔ السلام علیکم

المستفتی: کاتب احمد حسین پروانہ، معرفت علی جان، پتہ کھگوا، ضلع دمکا، سنتھال پرگنہ

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوہاب ــــــــــــ!

صورت مذکورہ میں زید شرعاً گنہگار وخطاوار ہے۔ اگر وہ ہندہ کو کسی وجہ سے ناپسند کرتا ہے تو اسے طلاق دے کر اپنی زوجیت سے خارج کر دینا چاہیے۔ روپے کا مطالبہ شرعاً جائز نہیں۔ اگر زید آسانی سے طلاق نہ دے یا ہندہ کو حسن سلوک کے ساتھ اپنے ہمراہ رکھ کر حقوق زوجیت ادا نہ کرے تو ہندہ کو چاہیے کہ اپنی طرف سے دارالقضاء ادارۂ شرعیہ میں قاضی شرع کے پاس فسخ نکاح کی درخواست پیش کرے۔ باضابطہ کارروائی کے بعد ہندہ کا دعویٰ صحیح ثابت ہوا تو فسخ نکاح کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد ہندہ دوسری شادی کر سکتی ہے۔ بغیر فسخ نکاح یا خلع کے دوسری شادی کرنا ہندہ کے لئے جائز نہ ہوگا۔ وهو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۷-۶-۱۹۷۰ء

استفتاء ۳۷۰

مسئلہ: جناب مفتی صاحب قبلہ ــــــ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ایک استفتا روانہ ہے۔ ایک مسلمان کی جان بلکہ ایمان کو بچائیے استفتاء یہ ہے کہ:

محی الدین ولد جوراون خاں، موضع مجھنا مہدی پور، تحصیل و پوسٹ ماتھا، ضلع دیوریا کا رہنے والا ہے۔ اس کی شادی طہور النساء بنت جمال الدین، ۳۳ نیورانی کودر، ڈاک خانہ کدما، جمشید پور کے ساتھ ہوئی۔ شادی کو تقریباً پانچ سال ہو گئے۔ ایک بچی بھی ہے۔ چار سال سے شوہر دیکھ ریکھ نہیں کرتا۔ خرچ خوراک نہیں دیتا ہے اور نہ اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ لڑکی اپنے ماں باپ کے گھر میں ہے، پریشان ہے وہ دوسرا

نکاح کرنا چاہتی ہے۔لہٰذا شریعت کے مطابق مفصل جواب دیں کہ ایسی صورت میں لڑکی کیا کرے
جب کہ زندگی نباہنا مشکل ہے۔فقط بینوا توجروا!

المستفتی: جمال الدین، ۳۳ نیورانی کودر، ڈاکخانہ کدما، جمشید پور
۷۱/۹/۴ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ــــــــــ!

صورت مذکورہ میں طہور النساء کو عدالت قاضی شرع دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۶ میں فسخ نکاح کی درخواست پیش کرنی چاہیے جس کی تحریر اس طرح ہو بعدالت قاضی شرع دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۶ ۔جناب عالی! میں مدعیہ مسماۃ طہور النساء بنت جمال الدین ۳۳ نیورانی کودر، ڈاک خانہ کدمہ، تھانہ.......... جمشید پور، آپ کی عدالت میں استغاثہ پیش کرتی ہوں کہ میرا نکاح......سنہ میں۔مدعیٰ علیہ محی الدین ولد جوراون خاں، ساکن موضع مجھنا مہدی پور، ڈاکخانہ وتحصیل ماتھا، ضلع دیوریا کے ساتھ ہوا جس کو......سال کی مدت ہوئی۔شادی کے وقت میری عمر......سال کی تھی۔میں شادی کے بعد اپنے شوہر مدّعاعلیہ کے پاس......سال تک رہی۔اس کے بعد جو کچھ حالات مدعیہ پر گزرے ہوں یا مدّعاعلیہ نے جو سلوک اس کے ساتھ کیا ہو وہ لکھے اور یہ کہ اپنے ماں باپ کے یہاں کب سے ہے اور کیوں ہے؟ اس مدت میں مدعیٰ علیہ محی الدین کبھی اس کے پاس آیا یا نہیں اور نان ونفقہ دیا کہ نہیں؟ پوری تفصیل کے ساتھ، سارے حالات وواقعات کو، جو صحیح اور درست ہوں، لکھ کر اور اپنا دستخط یا نشان انگوٹھا لگا کر دار القضاء میں مع پانچ روپیہ فیس تجویز کے بھیجے۔واضح ہو کہ مدعیٰ علیہ شوہر کا نام ولدیت و پورا پتہ صاف صاف لکھے۔اس کے بعد دار القضاء سے باضابطہ کارروائی عمل میں آئے گی۔بغیر نکاح فسخ کئے ہوئے طہور النساء کی دوسری شادی جائز نہیں ہوگی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۶
کـــــــــتبہ

۷۱/۹/۷ء

استفتاء ۳۷۱

مسئلہ: بجناب مفتی محترم صاحب ـــــ السلام علیکم!

میری شادی آج سے سات سال قبل عبد الرؤف ابن محمد میاں موضع اسری ضلع گیا کے ساتھ ہوئی تھی جس وقت میری شادی ہوئی تھی میں نابالغہ آٹھ سال کی تھی شادی کے بعد، آج تک میں سسرال نہیں گئی ہوں اور نہ ہی اپنے خاوند سے ملی ہوں اس درمیان میں شوہر نے جو نان ونفقہ اس پر واجب ہے، وہ بھی نہیں دیا ہے اور نہ ہی وہ لے جانا چاہتا ہے۔اب میں سولہ سالہ بالغہ ہو چکی ہوں۔لہٰذا میں آپ کے دفتر

ادارۂ شرعیہ سے اجازت کی طالبہ ہوں کہ مجھ کو طلاق یا نکاح فسخ کر کے دوسری شادی کرنے کی اجازت دی جائے۔ میرے خاوند نے دوسری شادی بھی کر لی ہے اور وہ مالی اعتبار سے کمزور بھی ہیں، بایں سبب وہ لے جانا بھی نہیں چاہتے ہیں۔ والسلام!

المستفتی: بی بی قریشہ خاتون، بنت یٰسین منصوری، مقام ٹکر کنڈا، پوسٹ اکونا، وایا گوہ، ضلع گیا

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ!

صورت مذکورہ میں فسخ یا خلع نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے استفتاء کی طرح مسئلہ دریافت کیا ہے۔ شادی کے بعد رشتۂ زوجیت کو توڑنا آسان کام نہیں۔ اس کے لئے آپ کو قاضی شرع دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ کے پاس باضابطہ درخواست دینی ہوگی جس کی صورت یہ ہوگی۔ بعدالت قاضی شرع دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ، جناب عالی! میں مسماۃ قریشہ خاتون بنت محمد یٰسین منصوری، ساکنہ ٹکر کنڈا، پوسٹ اکونا ضلع گیا، مدعیہ میری شادی مسمّٰی عبدالرؤف ابن محمد میاں، موضع اسری، ڈاکخانہ اکونا ضلع گیا کے ساتھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سنہ میں ہوئی جس کو آج تقریبا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سال ہو گئے۔ غرض کہ اس کے بعد پوری تفصیل لکھئے کہ رخصتی ہوئی یا نہیں، کتنی بار سسرال گئی علاوہ ازیں جو کچھ بھی ہو پوری حالت لکھئے اس کے بعد دار القضاء سے باضابطہ کارروائی کی جائے گی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۷/۹/۱۷ء

استفتاء ۳۷۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں کہ

میری شادی اپنی چچازاد بہن بی بی کلیمہ خاتون سے ہوئی جس کو تقریباً ڈھائی سال ہوئے شادی کے بعد کچھ دنوں تک ازدواجی زندگی اچھی اور خوشگوار رہی۔ مگر بعد میں سسرال والوں سے کچھ نامناسب باتیں پیش آ جانے کے وجہ سے میں اپنی سسرال کے آئے ہوئے تحفے تحائف کو ٹھکرا دیا کرتا تھا جس کے نتیجہ میں میری بیوی کو میرا یہ انداز ناپسند ہوا اور وہ اپنے میکہ والوں کی طرف داری کرنے لگی۔ میں نے اس سلسلے میں اسکو ڈانٹا اور دھمکایا کہ تم میرے خلاف اپنے میکہ والوں کی اس طرح کھلم کھلا حمایت کیوں کرتی ہو مگر اس ڈانٹ ڈپٹ کا میری بیوی پر کوئی اثر نہیں ہوا چونکہ میری شادی اپنے چچا کی لڑکی سے ہوئی ہے میرا اور میرے چچا کا آنگن نزدیک ہے اس لئے میرے گھر میں اگر کوئی معمولی سی بات بھی ہوتی ہے تو اس کی اطلاع میرے سسر اور ساس کو ہو جاتی ہے اور یہ لوگ مجھے اپنی لڑکی کی حمایت میں بہت سخت سست کہہ دیا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے مجھے اس کا بہت صدمہ اور ملال رہا کرتا تھا۔ میری بیوی ان معاملات

کی وجہ سے مجھ سے بیحد جلتی تھی اور میرے یہاں اپنی بہنوں کو اکثر بلایا کرتی تھی۔ جو میرے لئے انتہائی تکلیف کی بات تھی اس لئے میں نے اپنی بیوی کو سخت تنبیہ کرتے ہوئے کہا کہ تم میرے یہاں اپنی بہنوں کو سونے کے لئے مت بلایا کرو۔ مگر اس کے باوجود ضد میں وہ میرے یہاں اپنی بہنوں کو بلایا کرتی تھی۔ اور میرے غائبانہ میں میرے گھر میں اپنی بہنوں کو اپنے ساتھ سلایا بھی کرتی تھی۔ جس پر میں نے اپنی بیوی پر بڑی سختی کی مگر میری سختی کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔

ایک دفعہ جب میں باہر سے آیا اور گھر میں داخل ہوا تو دیکھا کہ میری بیوی میرے گھر میں اپنی بہن کے ساتھ سو رہی ہے مجھے یہ دیکھ کر بہت طیش آیا میں نے اسپر اس کو مارنا شروع کیا جس کی خبر میرے چچا یعنی خسر کو ہوئی اور وہ مجھ سے کہے بغیر میری بیوی کو اپنے گھر لیکر چلے گئے اور میرے خلاف دار القضاء میں جا کر استغاثہ دائر کر کے میرے نکاح کو فسخ کرا دیا جبکہ یہ فسخ میری غیر موجودگی میں کرایا گیا۔ اب ایسی صورت میں دریافت طلب امر یہ ہے کہ کیا از روئے شریعت مطہرہ فسخ نکاح کا یہ فیصلہ جو دار القضاء نے کیا ہے صحیح و درست ہے قرآن و حدیث اور معتمد و مستند کتابوں کے حوالوں سے جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد عارف حسین ساکن سہپور تھانہ اعظم نگر ضلع کٹیہار

۲۹/صفر ۱۳۹۹ء

نوٹ: صدق دل سے یہ چاہتا ہوں کہ میری بیوی میرے نکاح میں رہے یہ جو کچھ ہوا ایک وقتی رنجش کی بنا پر ہوا آئندہ کیلئے عہد کرتا ہوں کہ میں اپنی بیوی کے ساتھ کوئی ناجائز اور ناروا سلوک نہیں کروں گا۔

عارف حسین

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــــ!

اسلامی آئین میں نشوز کی حالت میں اصلاح حال کے لئے عورت کو تنبیہ کرنے کی اجازت ہے شریعت طاہرہ نے کبھی بھی اس بات کی اجازت نہیں دی ہے کہ شوہروں کی معمولی معمولی تنبیہ و تدارک پر عورتیں آزادی وجدائی کیلئے آمادہ ہو جائیں۔ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ایما امرأۃ سالت زوجھا طلاقا فی غیر باس بہ فحرام علیھا رائحۃ الجنۃ (مشکوۃ شریف) یعنی اگر کوئی عورت کسی معقول وجہ اور غیر معمولی تکلیف کے بغیر اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ اسلامی معاشرہ میں عورت و مرد کے درمیان ازدواجی بندھن فطری تقاضے کی تکمیل کے پیش نظر کئے جاتے ہیں تا کہ مرد و عورت اپنی اپنی حدود میں رہ کر ایک دوسرے کے حقوق کو عملاً ادا کرتے رہیں تا کہ خانگی معاملات اور زن و شوہر کے حالات ہر طرح عیش و نشاط اور راحت و برکت سے ہمکنار رہیں قال تعالی ھُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ۔ ''وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو۔'' (ترجمہ کنز الایمان)

برتقدیر صدق مستفتی مضمون سوال میں فسخ نکاح کی کوئی صورت نہیں۔ زن و شوہر کے باہمی تعلقات کے سلسلہ میں مردوں کو

یہ حکم دیا گیا ہے کہ: وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۔"ترجمہ: اور ان سے اچھا برتاؤ کرو" (ترجمہ کنزالایمان)۔ لیکن عورت کے نشوز و نافرمانی کی صورت میں تنبیہ اور زجر و توبیخ کرنے کی بھی شرعاً اجازت ہے اس لئے کہ اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ. "ترجمہ: مرد افسر ہیں عورتوں پر۔" (ترجمہ کنزالایمان)۔ اگر معمولی تنبیہ کے بعد عورت اپنی بد خلقی و کجروی سے باز نہ آئے تو مرد کو ضرب غیر مبرح کی بھی اجازت ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا ہے: وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۔"ترجمہ: اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں اندیشہ ہو تو انہیں سمجھاؤ اور ان سے الگ سوؤ اور انہیں مارو" (ترجمہ کنزالایمان)۔

مسلم شریف میں ہے: فان فعلن فاضربوا ھن ضربا غیر مبرح ۔"پھر اگر وہ نافرمانی کریں تو انہیں ہلکی مار مارو۔" اور اگر عورت کو شوہر کی طرف سے کسی طرح کی بداخلاقی روگردانی اور ناروا سلوک کا خطرہ و اندیشہ ہو تو آپس میں مصالحت کرلے قال تعالیٰ: وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا وَالصُّلْحُ خَيْرٌ "ترجمہ: اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی زیادتی یا بے رغبتی کا اندیشہ کرے تو ان پر گناہ نہیں کہ آپس میں صلح کرلیں اور صلح خوب ہے" (ترجمہ کنزالایمان)۔

سائل نے سوال میں جن حالت و واقعات کی نشاندہی کی ہے اس کے پیش نظر قاضی کو فسخ نکاح کا استحقاق حاصل نہیں ہے۔ زن و شوہر کے ازدواجی بندش کی عقدہ کشائی کیلئے کن قیود و شرائط کے وجود کا تحقق ضروری ہے فیصلے سے پہلے قاضی کو اس کا خیال رکھنا ضروری ہے زن و شوہر کے درمیان عام طور پر اکثر و بیشتر معمولی تنازعات جو روزمرہ ہوا کرتے ہیں صرف انہیں ضروری و فروعی اختلافات پر فسخ نکاح کرنے اور بنیادی امور پر غور و فکر نہ کرنے کی بنا پر اگر قاضی غلط فیصلہ صادر کردے تو اس سے جو فتنہ و فساد اور معاشرے میں جو انتشار و خرابیاں پیدا ہونگی وہ ظاہر ہے۔ اور ایسا فیصلہ قضاء کے ضابطہ و اصول کے قطعی خلاف ہوگا جس کا نفاذ ضابطہ شرعیہ کے خلاف ہونے کی بنا پر قابل عمل نہ ہوگا۔ اگر زن و شوہر کے باہمی شقاق و تنازعات کو ختم کرنے کے لئے فسخ و تفریق کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہو اور باہم کسی طرح بھی میل ملاپ، اتفاق و اتحاد اور مصالحت کی صورت باقی نہ رہے تو فیصلہ سے قبل قاضی کا یہ فرض ہے کہ معاملات کی پوری طرح چھان بین و تحقیقات کرے اور فریقین کے بیانات اور ان کے پیش کردہ معتمد شاہدین کی شہادت پورے جرح و قدح کے ساتھ لیکر قضا کے قوانین اور ائمہ کرام و فقہائے عظام کے مقرر کردہ شرعی ضابطے اور فقہی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنا فیصلہ صادر کرے۔ اگر قاضی نے اس کے خلاف دستور قضاء میں دیئے گئے دفعات و شرائط کو نظرانداز کرتے ہوئے اور مدعیٰ علیہ (شوہر) کو اطلاع کئے بغیر یکطرفہ بیان پر فیصلہ کردیا ہے تو شرعاً وہ قابل تسلیم نہیں۔ اور نہ شوہر (مدعیٰ علیہ) کو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ ھذا عندی وھو اعلم بالحق و الصّواب و الیه المرجع الماب!

الجواب الصحیح

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، دارالافتاء ادارہ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتــــــــــــــــــــــــــبہ

الفقیر عبدالواجد قادری غفرلہ، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۷ ربیع الاول ۱۳۹۹ھ

۱۵/۲/۷۹ء

استفتاء ۳۷۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں
محمد عبداللہ کی شادی حسیب النساء خاتون سے تین سال سے زیادہ ہی ہوا۔ محمد عبداللہ صحیح طور پر حقوق زوجیت ادا کیا یا نہیں، نہیں کہا جاسکتا۔ یہ بات صحیح ہے کہ وہ فرار ہو گیا اور تین سال تک لا پتہ رہا۔ خط لکھتا تھا مگر اپنا صحیح پتہ نہیں لکھتا تھا۔ اس میں صرف یہ بات تحریر ہوتی تھی کہ میں برسر روزگار ہو جانے پر ضرور آؤں گا۔ اتفاق کی بات کہ حسیب النساء خاتون نے ادارۂ شرعیہ میں اپنا استغاثہ دائر کر دیا۔ منسلکہ نوٹس سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے قبل نوٹس (۱) ضرور ادارۂ شرعیہ نے بھیجا مگر عبداللہ یا ان کے گھر والوں کو نہیں ملا۔ دوسرا نوٹس ان کے گھر والوں نے لے لیا اور پڑھنے پر حسیب النساء کا نکاح فسخ کر دیا گیا۔ نوٹس (۲) تاخیر سے ملی جس میں ایک ہی ہفتہ کا وقت تھا۔ نہ قاضی صاحب کے حکم سے حاضری ہوئی نہ صفائی ہی دی جاسکی۔ اسی دوران لڑکا آ گیا۔ اب اپنی زوجہ موصوفہ کو لانا چاہتا ہے اور زوجہ مذکورہ بھی آنا چاہتی ہے۔ طرفین کے کارجین بھی چاہتے ہیں مگر مسئلہ یہ.......... کہ ادارۂ شرعیہ کے دارالقضاء کا حتمی فیصلہ فسخ نکاح کا ہو چکا ہے۔ کیا کوئی صورت ہے کہ محمد عبداللہ کے یہاں وہ آ جائے۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب مرحمت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

المستفتی: محمد رضا حسین، کیر آف مولوی.........، پوسٹ حاجی نگر، ۲۴ پرگنہ

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــ !

صورت مسئولہ میں دارالقضاء سے جو فیصلہ ہوا وہ مدعیہ کے حلفیہ بیان اور معتمد شاہدین کی شہادتوں نیز مولانا شبیر احمد حبیبی کی تصدیق وتائید وسفارش پر فسخ نکاح کیا گیا۔ مدعیہ نے اپنے بیان میں یہ بھی اقرار کیا کہ مدعا علیہ عبداللہ مذکور مفقود الخبر ہے اور ان کے والدین بھی اس کی صحیح نشاندہی نہیں کرتے شاہدین میں مولوی عبدالستار صاحب امام جامع مسجد دیال پور (۲) ماسٹر حامد حسین مولوی اردو اسکول دیال پور (۳) محمد عیسیٰ صاحب (۴) ماسٹر جان محمد صاحب (۵) حافظ محمد اسرائیل صاحب ہیں۔ جن کے معتمد ومتدین ومتشرع ہونے کی تصدیق مولانا بشیر احمد صاحب نے کی۔ علاوہ ازیں مدعیہ نے معلقہ رہنے کی صورت میں ارتکاب معصیت کے خطرہ کا بھی اظہار کیا اور عدم نفقہ کا بھی۔

لہٰذا اب جب کہ مدعا علیہ عبداللہ مکان پر آ گیا اور زن وشو اتفاق واتحاد کے خواہاں ہیں تو چونکہ قاضی شریعت کے فسخ نکاح کر دینے پر مدعیہ پر طلاق بائن واقع ہو گئی لہٰذا اب تجدید نکاح کر کے مدعا علیہ عبداللہ اپنی شریک حیات حسیب النساء بنت محمد ابوالکلام

کوزوجیت میں لاسکتا ہے۔اس کے لئے حلالہ کی ضرورت نہیں۔وھو تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ، پٹنہ
کـــہ

۱۳-۸-۷۶ء

استفتاء ۳۷۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین، درج ذیل مسئلہ میں کہ:
ہندہ کی شادی زید سے ہوئی، اتفاق سے زید، بدکردار اور فاسق نکلا، شراب نوشی وغیرہ اس کا خاص مشغلہ بنا ہوا ہے۔لڑکی، اس خرابی سے مطلع ہوکر جانے پر راضی نہیں ہورہی ہے۔اب اس صورت میں کیا حکم شریعت ہے۔زید کی بدمزاجی۔سے طلاق لینا بھی سخت دشوار ہے۔

المستفتی: محمد حسین انصاری، ساکن بجراہاں، پوسٹ شاہ پور، سوتیہار تھانہ، دریاپور، ضلع سارن
۱۶/۱۲/۷۲ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــــــــــــــــ
صورت مسئولہ میں ہندہ کے لئے سوائے اِس کے کوئی چارہ نہیں کہ وہ کسی صورت سے زید کوراضی کر کے، بالعوض معافی دین مہر، طلاق لے یا خلع کرالے۔شرابی ہونے کی بناپر، شرعاً فسخ نکاح بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔وھو اعلم
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کـــہ

۶ فروری ۱۹۷۳ء

استفتاء ۳۷۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ میں:
ہندہ کی شادی زید کے ساتھ تقریباً تین سال پیشتر ہوئی جس وقت رشتہ قائم کیا جارہا تھا اس وقت اتفاق سے چھان بین نہیں کی گئی بلکہ رشتہ قائم کرانے والے پر پورا اعتماد کرتے ہوئے شادی کردی گئی۔لیکن ہندہ جب سسرال گئی تو زید کے گھر کی خامیوں کا انکشاف ہوا مثلاً زید کے گھر میں غیر محرم سے پردہ کوئی چیز نہیں۔اہل ہنود کی آبادی ہے زید تنہا اس آبادی میں رہتا ہے لہٰذا ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک ہندو

نوجوان کھلے عام گھر میں داخل ہوگیا اور گھر کی دوسری عورتوں کے منہ پر رنگ لگانا چاہا تو اس عورت نے کہہ دیا میرے منہ میں لگا کر کیا کروگے فلاں نئی نویلی ہے اس کے منہ پر لگاؤ۔ ہندہ کے اعتراض کرنے پر جواب دیا گیا کہ ہم لوگ ایک ہی گھر کے ہیں اور یہاں کا یہی ماحول ہے لہٰذا ہم کیسے روک سکتے ہیں۔
دوسری بات یہ ہے کہ زید کے یہاں شراب کی بھٹی چلتی ہے جب کہ ہندہ اور اس کے والدین بہت ہی برا سمجھتے ہیں۔ ہندہ شادی کے بعد سسرال گئی اور دو ماہ رہ کر آئی ہے تو اب تک اپنے والدین کے یہاں ہے اور اب سسرال جانے کیلئے کسی حال میں تیار نہیں اور یہ بات والدین کے لئے نہایت پریشان کن ہے کیونکہ جوان لڑکی ہے اس کو اس طرح سے کیسے رکھ سکتے ہیں اس لئے حضور والا سے گزارش ہے کہ شریعت مطہرہ کے حکم کے مطابق کوئی ایسی صورت نکال دیں کہ ہندہ کی زندگی برائیوں کی آماجگاہ سے نکل سکے۔

المستفتی: غلام مصطفےٰ بڑھیا کھاتا،.................. ضلع گریڈیہہ

۱۹/۱۰/۷۸ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب

صورت مذکورہ میں جب ہندہ کی شادی شرعی اصول وضابطہ کے ساتھ زید سے ہوچکی تو اب مذکورہ بالا خامیوں اور نقائص کی معلومات کے بعد اگر ہندہ سسرال جانے کو آمادہ نہیں تو کسی طرح زید کو راضی کر کے خلع کرالیا جائے اگر وہ بعوض معافی مہر خلع کے لئے تیار نہ ہوتو کچھ رقم دیکر اسے راضی کیا جائے۔ اس لئے کہ بِیَدِہٖ عُقْدَۃُ النِّکَاحِ ''ترجمہ: جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔'' (ترجمہ کنز الایمان) یعنی نکاح کی گرہ شوہر کے ہاتھ میں ہے، مذکورہ خرابیوں کی بنا پر فسخ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ وھو اعلم!

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۲/۱۰/۷۸ھ

استفتاء ۳۷۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
زید نے ہندہ سے نکاح کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی بیوی اور شوہر کے تعلقات ناخوشگوار ہوگئے۔ زید نے اپنی منکوحہ کو اس قدر مارا پیٹا کہ وہ اپنے والدین کے گھر چلی گئی اور کچھ عرصہ تک ہسپتال میں بھی زیر علاج رہی۔ بعد ازاں ہندہ نے طلاق چاہی مگر زید نے طلاق نہ دی۔ مجبوراً ہندہ نے عدالت میں خلع کے لئے درخواست پیش کی، مگر زید عدالت کا سمن نہیں لیتا اور کسی نہ کسی حیلہ سے واپس کر دیتا ہے۔ زید نے

دوسری شادی بھی کر لی ہے۔ چنانچہ اب لڑکی کی گلوخلاصی کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ تعلقات علیحدہ ہوئے تقریباً آٹھ سال کا عرصہ ہو گیا، ازروئے شرع جواب باصواب سے ہندہ کے متعلق مطلع فرمائیں۔

بینوا وتوجروا۔

المستفتی: محمد کلیم خاں، (بتوسط: مولانا مشتاق صاحب نظامی) محلہ چھوٹی درگاہ، ریوا، (ایم۔ پی)

۸۶/۹۲ ے

الجواب ـــــــــــ وباللّٰہ التوفیـــــــــق!

صورت مستفسرہ میں ہندہ کی گلوخلاصی کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنی طرف سے دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ میں قاضی شرع کے پاس فسخ نکاح کے لئے استغاثہ پیش کرے جس میں اپنا اور اپنے شوہر کا پورا نام مع ولدیت وسکونت لکھے۔ پتہ میں مقام، ڈاک خانہ، تھانہ وضلع کا ہونا ضروری ہے اور ساتھ ہی یہ بھی لکھے کہ اس کی شادی کب اور کس سنہ میں ہوئی اور شوہر کے ساتھ وہ کتنے دنوں تک رہی۔ آپس کے تعلقات کس بنا پر خراب ہوئے اور وہ کتنے دنوں سے میکہ میں ہے؟ شوہر سے علیحدہ ہوئے کتنے دن ہوئے؟ دین مہر کیا تھا؟ شوہر نے دین مہر دیا ہے یا نہیں اور اب وہ شوہر کے یہاں جانا چاہتی ہے یا نہیں؟ اگر نہیں تو کیوں؟ اپنی پوری حالت تفصیلی طور پر لکھے اور آخر میں اپنا دستخط یا انگوٹھے کا نشان لگا کر تاریخ لکھے۔ بعد ازاں دارالقضاء سے تحقیقات ہوگی، اس کے بعد فسخ نکاح کیا جائے گا۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۳/۸/۷۱ء

استفتاء ۳۷۷

مسئلہ: بحضور جناب مفتی صاحب! دام ظلہٗ ـــ ضروری التماس یہ ہے کہ میرے شوہر نے دوسری شادی کر لی ہے۔ اس وجہ سے میں ان کے گھر جانا نہیں چاہتی ہوں کیوں کہ اب میرا گزر اس گھر میں نہیں ہو سکتا۔ اسلئے مؤدبانہ عرض کرتی ہوں کہ مجھے ''دوسرے راستہ'' کا حکم دیا جائے اور جلد خبر دی جائے۔

المستفتی: قریشہ خاتون بنت محمد یٰسین موضع بھرکنڈا، ڈاکخانہ اکھونا، (گوہ) ضلع گیا

۸۶/۹۲ ے

الجواب ـــــــــــ!

صورت مستفسرہ میں شوہر نے اگر دوسری شادی کر لی ہے تو یہ ایسا عذر معقول نہیں جس کی بنا پر نکاح اوّل فسخ کر کے دوسری شادی کی اجازت دی جائے۔ مرد اگر معاشی واقتصادی وجسمانی حالت سے بالکل ٹھیک ہے تو مشروط طور پر، اسے شرعاً چار شادی

کرنے کا حق حاصل ہے۔ ہاں اگر وہ بیویوں میں عدل وانصاف اور مساوات قائم نہ رکھے تو پھر ایک ہی شادی کرے۔ اگر وہ دونوں بیویوں میں برابری ومساوات کا برتاؤ نہ کرے اور ظلم وستم کرے۔ نان ونفقہ وخورد ونوش کا انتظام نہ کرے تو پھر دار القضاء میں استغاثہ پیش کیجئے۔ ابھی قریشہ خاتون کو چاہیے کہ وہ شوہر کے یہاں جا کر اس کے اخلاق وبرتاؤ کا جائزہ لے کہ وہ کیسا سلوک کرتا ہے۔ ورنہ بغیر اس کے قریشہ کو نکاح ثانی کرنے کی شریعت اجازت نہیں دیتی۔ وھو اعلم بالصواب۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۷۱/۳/۱۷ء

استفتاء ۳۷۸

مسئلہ: علمائے دین شرع متین کیا فرماتے ہیں مسئلہ ذیل میں کہ:

زید اپنی بیوی کو بہت پریشان کرتا ہے یعنی اس کی عادت ہے بلا وجہ مار پیٹ کی، بلکہ اس کے خسر، زید کے بڑے بھائی، زید کی والدہ سبھی مارتے ہیں اور برا بھلا کہتے رہتے ہیں خلاصۂ بیان یہ کہ اب زید کی بیوی رہنا پسند نہیں کرتی ہے اور طلاق چاہتی ہے اور زید کہتا ہے کہ "ہم طلاق دیں گے نہیں" زندگی پلید کردیں گے" اب اس حالت اضطراری میں از روئے شرع کیا حکم ہے؟ جلد از جلد اطلاع فرمائیں تا کہ اس کا کوئی انتظام کیا جائے گا۔

المستفتی: عبد اللطیف معرفت مرتضیٰ علی، مقام کرمی ڈیہہ، مدراس ہوٹل، بوکارو اسٹیل سیٹی، ضلع دھنباد
۵/فروری ۱۹۷۱ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ وباللہ التوفیــــــــــق!

صورت مستفسرہ میں محلہ کے معزز وسر برآوردہ لوگوں کو جمع کر کے زید کو سمجھایا جائے کہ وہ اس قسم کا ظلم وتشدد نہ کرے۔ شرعاً اس کو، اس طرح زد وکوب کرنے کا کوئی حق نہیں۔ اس کا یہ فعل شریعت مطہرہ کے خلاف ہے۔ اگر اس کو اپنی شریک حیات پسند نہیں یا اس کا کوئی فعل اس کی طبیعت کے خلاف ہے تو وہ طلاق دے کر الگ کردے۔ صرف اتنی سی بات پر نکاح فسخ نہیں کیا جاسکتا اور نہ دوسری شادی کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ ہاں! اگر سمجھانے پر بھی زید بلا وجہ اپنی بیوی کو ستاتا رہے اور بغیر کسی عذر معقول کے ہمیشہ مار پیٹ کرتا رہے تو زید کی بیوی ایک استغاثہ دار القضاء ادارۂ شرعیہ میں، قاضی شرع کے پاس پیش کرے، جس میں اپنی شادی کی تاریخ وسنہ اور ابتدا میں شوہر سے تعلقات کی مفصل کیفیت اور ناجائز ظلم وستم کی داستان تفصیلی طور پر لکھے اور ساتھ ہی اپنا نام مع

ولدیت وسکونت اور شوہر کا نام ولدیت اور سکونت لکھے اور آخر میں اپنا دستخط یا انگوٹھے کا نشان لگائے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

استفتاء ۳۷۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں قاضی ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ، اس مسئلہ میں کہ:
فدویہ کا نکاح مسمیٰ علی امام بن محمد عصمت حسین ساکن بربیہ، ضلع پورنیہ سے ہوا۔ جس کو عرصہ تین سال کا ہو رہا ہے۔ فدویہ دو تین بار زید کے وہاں بھی گئی ہے۔ زید ہمیشہ اذیتیں دیتا رہتا ہے۔ دوسرے دیوبندی عقائد سے تعلق رکھتا ہے۔ اور دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہے۔ علمائے حرمین طیبین نے جن لوگوں پر کفر کا فتویٰ دیا ہے انہیں اپنا پیشوا و مقتدا جانتا ہے۔ زید علی الاعلان حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتا ہے۔ فدویہ کے والدین رخصت کے لئے مجبور کر رہے ہیں۔ فدویہ کہتی ہے کہ میں خودکشی کرلوں گی لیکن زید کے یہاں نہیں جاؤں گی کیونکہ وہ ہمارے رسول کی توہین کرتا ہے۔ زید طلاق دینے کے لئے بھی تیار نہیں ہے۔ حالاں کہ فدویہ دین مہر بھی معاف کرنے کو مستعد ہے۔ لہٰذا قاضی ادارۂ شرعیہ سے استدعا کرتی ہوں کہ نکاح اوّل فسخ کیا جائے اور نکاح ثانی کی اجازت مرحمت فرمائی جائے۔ میں جوان ہوں معصیت میں مبتلا ہونے کا امکان ہے۔

المستفتیہ: مسماۃ بی بی نور جہاں بنت عبدالقدوس
ساکن پرواری جھروا، پوسٹ سرابا، تھانہ فاربس گنج، ضلع پورنیہ
۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق و الصواب ــــــــــ:

برتقدیر صدق سوال مستفتیہ اگر واقعی زید، جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کرتا ہے اور اعلانیہ شان رسالت میں توہین آمیز کلمات بولتا ہے تو وہ بالاتفاق اجماع امت خارج از اسلام سمجھا جائے گا۔ اہانت رسول کفر ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ کفر وارتداد کی بنا پر نکاح فسخ ہوگیا۔ درمختار میں ہے: وارتداد احدھما فسخ عاجل یعنی زوجین میں سے، کسی ایک کے مرتد ہوجانے سے فوراً نکاح فسخ ہوجاتا ہے۔ ایسی صورت میں قاضی کو فسخ کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ جیسا کہ اس کی شرح میں ہے اسی بلا قضاء آگے لکھا ہے کہ فللموطوۃ کل مھرھا ولغیرھا نصف لو ارتد ولا شیئی لو ارتدت یعنی اگر وطی کے بعد شوہر مرتد ہوگیا تو کل مہر دینا ہوگا۔ اور بغیر وطی کے مرتد ہوا تو نصف مہر واجب ہوگا اور عورت مرتدہ ہوگئی تو اس کو کچھ نہ

دیا جائے گا۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو برا کہنے اور ان کی توہین کرنے سے کفر عائد ہوتا ہے۔ غایۃ الاوطار شرح درمختار میں ہے:
والکافر بسبب النبی من الانبیاء فانه یقتل حدا و لاتقبل توبتهٗ مطلقا کذا فی البحر یعنی انبیائے کرام میں سے کسی نبی کو گالی دینے سے کافر ہو جاتا ہے۔ ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے گا اور اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ فقہائے کرام کی تصریحات اس سلسلہ میں بتاتی ہیں کہ ومن شک فی عذابه و کفره کفر و تمامهٗ فی الدرر فی فصل الجزیة یعنی شاتم رسول کے کفر و عذاب میں شک کرنے والا بھی کافر ہوگا۔ و کذالو ابغضهٗ بالقلب یعنی ایسا ہی حکم ہے اس کا جو دل سے رسول کو مبغوض رکھے کذا فی الفتح و الاشباهٗ وفی فتاوی المصنف ویجب الحاق الاستهزاء و الاستخفاء به متعلق حقه ایضاً وفیها من نقص مقام الرسالة بقوله بان سبّه صلی الله علیه وسلم او بفعله بان ابغضه بقلبه قتل حدا کما مر التصریح وفی اخر الشفاء بان حکمه حکم المرتد ومفاده قبول توبته کما لا یخفیٰ۔ قرآن حکیم نے نبی کریم صلی علیہ وسلم کی آواز مبارک پر، آواز بلند کرنے والوں کے حق میں فرمایا: اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْن یعنی نبی کی آواز پر آواز بلند کرنے سے اعمال خیر برباد ہو جاتے ہیں اور بولنے والے کو اس کا شعور بھی نہیں ہوتا۔ فنعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا وھو تعالیٰ اعلم وعلمه جل مجدهٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

۸/۸/۷۰ء

استفتاء ۳۸۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ
ہندہ کی شادی خانہ آبادی کو آج تقریباً گیارہ برس ہوگئے۔ اس اثناء میں ہندہ تین مرتبہ سسرال بھی بس چکی ہے اور تین برس کا عرصہ ہوا کہ زید، ہندہ کا شوہر مفقود الخبر ہے اور ہندہ تین برس سے میکہ میں ہے جب سسرال جانا چاہتی ہے اور وہیں اپنی زندگی کے لمحات گزارنا چاہتی ہے تو زید کے والدین مخل ہوتے ہیں کہ یہاں تمہارا کیا ہے کہ رہوگی اور بستی یعنی سسرال کے اکثر لوگ یہی کہتے ہیں کہ جب لڑکا نہیں ہے تو جاؤ دوسری شادی کرلو۔ واضح رہے کہ زید کے بارے میں یہ خبر بھی سنی گئی ہے کہ اس کو ٹی بی کا عارضہ تھا۔ اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ ہندہ دوسرے شخص سے نکاح کرسکتی ہے یا نہیں؟ کیا صورت ہوگی۔
بینوا توجروا!

المستفتی: محمد قاسم، مقام محمد پور، پوسٹ: کرجان، ضلع مظفر پور، بہار
۱۸ر جولائی ۱۹۷۹ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــــــــــ وھو الموفق للحق للصواب ـــــــــــــ !

صورت مذکورہ بالا میں ہندہ کو دوسری شادی کی اجازت نہیں۔ جب تک شوہر طلاق نہ دے گا، بیوی کو دوسری شادی کرنا جائز نہیں۔ ہندہ کو چاہیے کہ اپنے شوہر کی تلاش کرے، یا کسی سے اس کا پتہ دریافت کرے کہ وہ کہاں ہے؟ زندہ ہے یا نہیں۔ اگر وہ زندہ ہے اور ہندہ کی خبر نہیں لیتا، نہ نان ونفقہ دیتا ہے تو ہندہ، دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ میں قاضی شریعت کے نام عدم نان ونفقہ ومفقود الخبر ہونے کی بنا پر فسخ نکاح کی درخواست پیش کرے اور یہ درخواست ہندہ کی طرف سے ہوگی جس پر ہندہ کا دستخط یا انگوٹھے کا نشان ہوگا اور درخواست قاضی شریعت کے نام اس طرح لکھی جائے گی۔ استغاثہ بعدالت قاضی شریعت دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ الخ۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ

استفتاء ۳۸۱

مسئلہ: محترم مفتی صاحب ازید مجدکم ـــــ گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل مسئلہ میں مکمل رہنمائی اور شرعی تعاون فرما کر ممنون فرمائیں:

ہندہ کا نکاح تقریباً آٹھ سال قبل ہوا۔ یعنی ۱۹۶۴ء کی ابتدا میں شادی ہوئی۔ ہندہ نابالغہ تھی مگر رسم ورواج کے مطابق، ایک رات کے لئے رخصتی ہوئی۔ پھر عرصہ دو سال کے بعد یعنی ۱۹۶۶ء کے ابتدائے سال میں رخصتی ہوئی۔ اس کے شوہر نے ازدواجی ذمہ داری کو محسوس نہیں کیا۔ یعنی مکان پر کبھی موجود نہ رہتا تھا، ادھر اُدھر غائب رہتا تھا۔ اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ کلکتہ بھاگ گیا۔ ہندہ صرف دو ماہ سسرال میں رہی، اس کے بعد میکہ میں بلالی گئی۔ آج پانچ سال سے اس کا شوہر بالکل غائب ہے۔ کلکتہ میں تلاش وجستجو کی ہر امکانی کوشش بیکار ہوئی۔ اگر ہندہ کے شوہر کو مفقود الخبر شرعاً قرار دیا جائے تو اس کی عملی شکل کیا ہوگی؟ کیوں کہ ہندہ پانچ۔ چھ سال سے معلق زندگی، اپنے غریب والدین کے پاس گزار رہی ہے جو کہ اس کے لئے اور اس کے والدین کے لئے بڑی اذیت ناک ہے۔ براہ کرم جلد جواب سے مطلع کریں۔

المستفتی: غلام رسول شاہ، موضع سرائے مبارک
(بوساطت مدرسہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارکپور) پوسٹ، مبارک پور، ضلع اعظم گڑھ، (یو۔ پی)
۲/۱۵/ ۷۱ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ـــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ـــــ !

مفقود الخبر کے متعلق حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ وھو فی حق نفسہ حی فلا تنکح عرسہ ولا یقسم مالہ ومیت فی حق غیرہ فلا یرث من غیرہ۔ مفقود الخبر اپنے حق میں زندہ ہے اس لئے نہ اس کی بیوی کی شادی کی جائے گی نہ ہی اس کا مال تقسیم ہوگا اور وہ دوسرے کے حق میں مردہ ہے اس لئے دوسرے کے مال کا وارث نہیں ہوگا۔ طحطاوی میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روایت ہے کہ یہ عورت اپنے شوہر کی بیوی ہے۔ یہاں تک کہ خدا کی طرف سے کوئی بیان آجائے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ایک قول بھی اسی کا مؤید ہے۔ طحطاوی کے یہ الفاظ ہیں، انھا امرأۃ حتی یاتیھا البیان۔ ''اور مفقود الخبر کی موت خبر آنے تک وہ اسی کی بیوی مانی جائے گی۔'' حضرت علی کا قول ہے، ھی امرأۃ ابتلیت فتصبر حتی یاتیھا موت اوطلاق۔ ولان النکاح عرف ثبوتہ والغیبۃ لاتوجب الفرقۃ والموت فی حیز الاحتمال فلا یزال النکاح بالشک۔ یہ عورت بلاء میں گرفتار ہے تو شوہر کی موت یا طلاق کی خبر آنے تک صبر کرے اس لئے کہ نکاح ثبوت کے ساتھ معروف ہے اور غیبت تفریق کو واجب نہیں کرتی ہے اور موت احتمال کے حیز میں ہے تو شک سے نکاح زائل نہیں ہوگا۔'' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

یہ ہے کہ جب تک مفقودالخبر کے ہم عصر اور ہم قرن لوگ زندہ ہوں تو اس کی تفریق نہیں کی جائے۔ اس مفقودالخبر کے ہم عصر لوگوں کی موت کے بعد، اس کی موت کا بھی حکم دیا جائے گا۔ اس کے بعد عدت وفات گزار کر اس کی زوجہ کو نکاح ثانی کرنے کا حق ہوگا۔ درمختار میں ہے: لا يفرق بينه و بينها ولو بعدمضي اربع سنين خلافا لمالک۔ "اگر چہ چار سال کی مدت گذر جائے میاں بیوی کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی برخلاف مسلک امام مالک کے۔" امام مالک کے یہاں جب آدمی چار سال تک مفقودالخبر رہے تو قاضی کو تفریق کا حق حاصل ہے۔ طحطاوی نے مفتی ابوالسعود قہستانی سے نقل کیا کہ حنفی المذہب اگر بوقت ضرورت امام مالک کے قول پر فتویٰ دے دے تو "لاباس به" چنانچہ وقت کی نزاکت اور فتنہ وضرورت داعیہ کے پیش نظر، متاخرین حنفیہ نے اس سلسلہ میں، امام مالک کے مسلک پر فتویٰ دیا ہے۔ اس لئے کہ حنفیہ کے نزدیک ابتلائے معصیت کے خطرہ اور بوقت ضرورت غیر امام کے مسلک پر فتویٰ دینا جائز ہے۔ جیسا کہ علامہ ابن عابدین شامی نے قہستانی سے جو چوتھی صدی کے مشائخ حنفیہ سے ہیں، یہ قول نقل کیا ہے کہ لو افتی به موضع الضرورة لاباس به۔ "بوقت ضرورت غیر امام کے مسلک پر فتویٰ دینے میں کوئی حرج نہیں۔" مگر اس سلسلہ میں حنفیہ کا فتویٰ یہ بھی ہے کہ جب دوسرے امام کی کسی مسئلہ میں تقلید کی جائے تو اس امام کے نزدیک جو شرائط ہوں، ان تمام شرطوں کو ملحوظ رکھنا ہوگا اور اس کی پوری رعایت کرنی ہوگی درمختار میں بحث جمع بین الصلوٰتین میں ہے: ولا باس بالتقليد عندالضرورة لكن يشترط ان يلتزم جميع مايوجبه ذالک الامام۔ "اور بوقت ضرورت غیر امام کے مسئلہ کی تقلید میں حرج نہیں لیکن اس امام کے نزدیک جو شرائط ہیں اس کی پوری رعایت لازم ہے۔" لہٰذا ایسی ضرورت لاحق ہو تو زوجہ مفقود الخبر، قاضی شرع کے پاس درخواست پیش کرے۔ قاضی مدعیہ اور اس کے گواہوں کا بیان لینے کے بعد، بطور خود بھی، پوری طرح تفتیش وتلاش کرے گا اور جب تحقیقات کے بعد بھی، مفقود کا کوئی سراغ نہ ملے گا تو قاضی مزید چار سال تک انتظار کا حکم دے گا جیسا کہ امام مالک کا مسلک ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہے جب کہ زوجہ مفقود الخبر کو نان ونفقہ مل رہا ہو اور ابتلائے معصیت کا خطرہ نہ ہو اور قاضی یہ بھی دیکھے گا کہ استغاثہ میں مدعیہ نے عدم نان ونفقہ کا ذکر کیا ہے یا نہیں۔ اگر مدعیہ عدم نان ونفقہ کی بنا پر، ابتلائے معصیت کا اندیشہ ظاہر کرے گی تو قاضی کو اختیار ہے کہ وہ بلا تاخیر نکاح فسخ کر سکتا ہے یا ایک سال کی مہلت دے۔ جیسا کہ امام مالک کا مسلک ہے۔ خلاصۂ کلام یہ کہ قاضی حنفی، مصلحت وضرورت کے پیش نظر، مذہب امام مالک پر عمل کرتے ہوئے تفریق کر سکتا ہے جیسا کہ علامہ شامی نے ردالمحتار مسئلہ ممتدة الطهر کے بیان میں لکھا ہے: قال الزاهدي وقد كان بعض اصحابنا يفتون بقول مالک في هذه المسئلة لضرورة الخ. "زاہدی نے کہا کہ ہمارے بعض اصحاب حنفیہ نے بوقت ضرورت اس مسئلہ میں امام مالک علیہ الرحمہ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔" هذا ماظهرلي وهو تعالىٰ أعلم بالصواب۔ "یہ میرے نزدیک ظاہر ہوا اور حقیقت حال کو اللہ ہی زیادہ جاننے والا ہے۔"

کتبہ

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۰/ مارچ ۱۹۷۱ء

استفتاء ۳۸۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
زید کی شادی ہندہ سے ہوئی۔ شادی ہونے کے تین روز بعد شوہر پردیس چلا گیا۔ آج قریب سات سال ہورہا ہے ابھی تک کوئی خبر نہیں۔ ہاں اتنا معلوم ہے کہ بمبئی جے جے اسپتال میں زیر علاج تھا۔ اس کے منہ سے خون آتا تھا۔ اب اس کے بعد یہ خبر نہیں کہ وہ مرگیا یا زندہ ہے؟ اسپتال والوں سے پوچھا گیا کہ وہ آدمی جو زیرِ علاج تھا کہاں گیا؟ تو انہوں نے بتایا کہ وہ ہمارے اسپتال سے چلا گیا اور اب معلوم نہیں وہ کہاں گیا؟

المستفتی: محمد شریف، موضع اکنوا، اعظم گڑھ

۸۶/۹۲ ے

الجواب ــــــــــ هوالموفق للصواب ــــــــــ

صورت مسئولہ میں آپ زید کی حتی الامکان جستجو وتلاش کریں۔ اگر کوئی پتہ نہ چلے تو باضابطہ عرضی دعویٰ بسلسلۂ فسخ نکاح دارالقضاء میں، منجانب مدعیہ پیش کریں اور یہ لکھیں کہ اسپتال سے گئے ہوئے اس کو کتنے دن ہوگئے اور شادی کس سن میں ہوئی؟ شادی کے بعد، ہندہ اپنے شوہر کے پاس کتنے دنوں تک رہی؟ زید کے والدین یا دوسرے رشتہ دار موجود ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو زید اور اس کے گھر کا پورا پتہ لکھیں۔ اور مدعیہ کیا چاہتی ہے؟ زید کی عدم موجودگی میں، ہندہ کے نان ونفقہ کی کفالت کس کے ذمہ ہے؟ زید کی جائیداد یا کوئی دوسری آمدنی گھر پر ہے یا نہیں؟ کیا زید شادی کے وقت بیمار تھا ہندہ سے تفصیلی طور پر دریافت کریں کہ اس کی خواہش کیا ہے؟ اپنی مجبوری وحاجت کو صاف طور پر ہندہ بیان کرے۔ اگر استغاثہ دارالقضاء میں بھیجنے کا ارادہ ہو تو درخواست ہندہ کی طرف سے لکھی جائے گی۔ جس میں ہندہ کا نام، ولدیت اور پورا پتہ ہو اور ساتھ ہی شوہر کا بھی مکمل پتہ ہونا ضروری ہے۔ درخواست قاضی شریعت دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶ کے نام ہوگی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۷۱/۴/۵ء

استفتاء ۳۸۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ہذا میں کہ:
زید نے ہندہ سے نکاح کیا، بعد نکاح اس سے ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی، آج پانچ برس کا عرصہ ہو رہا ہے
زید کا پتہ نہیں ہے کہ کہاں چلا گیا ہے؟ اس صورت حال میں اب ہندہ کیا کرے؟ بینوا توجروا!
المستفتی: مولانا جہانگیر، مقام دھرم پور، پوسٹ برن پور، بردوان
۷۱/۵/۴ء

۹۲/۸۶ے

الجواب ـــــــــــــ وهو الموفق للحق والصواب ـــــــــــــ
صورت مستفسرہ میں ہندہ کو چاہیے کہ وہ اپنی طرف سے ایک استغاثہ عدالت قاضی شرع دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ میں بہ سلسلۂ فسخ نکاح پیش کرے جس میں اپنا اور اپنے شوہر کا نام، ولدیت اور مکمل پتہ لکھے اور اس کے بعد نکاح کی تاریخ وسَن اور کتنی بار ہندہ اپنے سسرال گئی؟ شوہر کا برتاؤ اس کے ساتھ کیسا رہا؟ اور وہ کب مکان سے گیا؟ اس کے گئے ہوئے کتنے دن ہو گئے؟ ہندہ اپنا نان ونفقہ کیسے پورا کرتی ہے؟ ہندہ اپنے سسرال میں ہے یا میکہ میں اس کی سرپرستی ونگرانی کون کرتا ہے؟ ان تمام کی تفصیل اور پھر ہندہ اپنا ارادہ صاف لفظوں میں ظاہر کرے کہ وہ کیا چاہتی ہے؟ اور اس کو کون کون سی دشواریاں ہیں؟ آخر میں ہندہ اپنا دستخط یا نشان انگوٹھا لگائے اور تاریخ لکھے۔ زید کے لاپتہ ہونے کے بعد، اس کی تلاش کہاں ؟ اور کس ذرائع سے کی گئی؟ اس کے متعلق بھی وضاحت کرے۔ کیا زید کے قرب وجوار کے لوگوں کو بھی کوئی علم ہے کہ وہ کہاں گیا تھا؟ اور اس نے کبھی خط وکتابت کی یا نہیں؟ ان تمام باتوں کو بالتفصیل قلم بند کرے، دار القضاء میں پانچ روپئے فیس تجویز کے ساتھ، قاضی شرع کے پاس بھیجے۔ اس کے بعد شرعی وقانونی کارروائی عمل میں لائی جائے گی واضح ہو کہ درخواست میں صحیح صحیح واقعات وحالات لکھے۔ وهو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ
۷۱/۵/۱۴ء

استفتاء ۳۸۴

مسئله: جناب عالی! السلام علیکم ورحمة الله وبرکاتهٗ

میری لڑکی کی شادی ہوئی۔ایک دوسال وہ اپنے سسرال میں بھی رہی۔اس کے بعد اس کا شوہر کہیں چلا گیا۔آج چھ سال کا عرصہ گزر رہا ہے، کہیں پتہ نہیں ہے۔زندہ ہے یا مردہ اس کا کوئی ثبوت نہیں دے سکتے لیکن زیادہ یقین ہے کہ وہ مُردہ ہوگیا ہے۔اس کے کھانے پینے کے انتظام سے پریشان حال۔پھر ''خواہش نفسانی'' کی وجہ سے بھی رکھنا نہیں چاہتے ہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ لڑکی کا دوسرے لڑکے کے ساتھ نکاح کردیا جائے۔براہ کرم اس کا فتویٰ بہت جلد عطا کیا جائے تاکہ لڑکی کو اٹھادیا جائے۔

المستفتی: محمد صدیق بگراسہ، ڈاکخانہ جوگیارہ، ضلع دربھنگہ

۱۰/۵/۷۱ء

۹۲/۸۶ے

الجواب!

مسئلہ مسئولہ جو جوابی پوسٹ کارڈ میں لکھ کر بھیجا گیا اصولاً غلط ہے۔مسئلہ لفاف میں لکھ کر بھیجنا چاہیے۔بہرصورت جیسا سوال کارڈ میں ہے کہ لڑکی کے شوہر کو غائب ہوئے چھ سال کا عرصہ گزر گیا۔ان کے زندہ یا مردہ ہونے کا کوئی ثبوت نہیں۔لہٰذا ایسی صورت میں لڑکی کو چاہیے کہ باضابطہ درخواست لکھ کر قاضی شرع دار القضاء ادارۂ شرعیہ میں پیش کرے۔قاضی شرع تحقیقات کے بعد جو فیصلہ فرمائیں گے وہ قابل عمل ہوگا۔اس طرح کا کارڈ پر سوال لکھ کر بھیجنے سے نکاح فسخ نہیں کیا جاتا اور ایسی صورت میں اپنی مرضی سے بغیر حکم قاضی لڑکی کا دوسرا نکاح کرنا جائز نہ ہوگا۔لہٰذا لڑکی کو چاہیے کہ اپنا اور اپنے شوہر کا نام مع ولدیت وسکونت اور مکمل پتہ کے ساتھ لکھے اور یہ کہ شادی کب ہوئی اور شوہر کب سے غائب ہے؟ اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں دو معتبر اشخاص کی گواہی، پیش کرے اس کے بعد ہی فسخ نکاح کا حکم ہوسکتا ہے۔وہو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۲/۵/۷۱ء

استفتاء ۳۸۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
میں یعنی مسماۃ بی بی محمودہ خاتون بنت مولوی میاں راعین ساکن مجھورا، علاقہ ترائی، نیپال کی شادی بکاؤ میاں ولد رحیمن میاں، ساکن گنگور پوسٹ گنگور، وایا مدھو پور، ضلع دربھنگہ سے ہوئی۔ اس وقت میری عمر پانچ چھ برس کی تھی۔ اور مجھے کچھ شعور نہیں تھا کہ "میں سسرال گئی یا نہیں، لیکن والدین سے معلوم ہوا کہ میں سسرال بھی گئی تھی۔ مگر آج میری عمر اٹھارہ یا بیس سال کے قریب ہو رہی ہے کہ میں شوہر سے نا آشنا ہوں اور میرے شوہر قریب قریب پندرہ سال سے لاپتہ ہیں۔ پتہ نہیں کہاں ہیں؟ ایسے حال میں میرے اوقات کا گزر بسر کیسے ہوگا۔ میں دوسری شادی کر سکتی ہوں یا نہیں"؟ از روئے شرع مطہرہ جواب بحوالۂ کتب ارسال فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: کمال شاہ، ساکن سورسنڈ کیراف مدرسہ نظامیہ سورسنڈ، مظفر پور
۲/۷/۷۱ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــــ!

صورت مسئولہ میں محمودہ خاتون، فسخ نکاح کے بغیر دوسری شادی نہیں کر سکتی۔ زوج اگر مفقود الخبر ہے تو اس کے لئے دار القضاء ادارۂ شرعیہ، پٹنہ میں قاضی شرع کے پاس باضابطہ فسخ نکاح کے لئے درخواست پیش کرنی ہے، جس کا عنوان اس طرح ہوگا۔ بہ عدالت قاضی شرع دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ اس کے بعد اپنا نام اور شوہر کا نام مع ولدیت وسکونت لکھے اور شادی کی تاریخ وسن لکھے اور یہ بھی تفصیل سے بیان کرے کہ شوہر کے یہاں وہ کتنے دنوں تک رہی اور نان ونفقہ شوہر سے ملا یا نہیں وغیرہ۔ پوری حالت مفصل لکھے اور آخر میں اپنا دستخط یا نشان (انگوٹھا) بنا کر تاریخ لکھے۔ اس کے بعد دار القضاء سے باضابطہ کارروائی عمل میں آئے گی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۸/۷/۷۱ء

استفتاء ۳۸۶

مسئلہ: اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین کہ:
ایک لڑکی کی شادی ایک لڑکے سے ہوئی۔ لڑکے کا کوئی وارث نہیں ہے اور نہ اس کے خاندان وغیرہ کا پتہ ہے۔ لڑکا آج قریب دو برس ہوا کہ لڑکی کو چھوڑ کر فرار ہو گیا۔ اس دوران اس کا کوئی پتہ نہیں ملتا ہے کہ کہاں ہے؟ زندہ ہے یا مر گیا۔ تلاش کرنے کے بعد بھی پتہ نہیں چلتا ہے۔ اس دوران لڑکی کا تعلق ایک دوسرے لڑکے سے ہو گیا اور اس لڑکے سے حمل بھی رہ گیا۔ بچہ تولد ہوا اور فوت کر گیا۔ لہٰذا یہ لڑکا چاہتا ہے کہ اس لڑکی سے شادی کر لیں۔ مسئلہ کی رُو سے یہ کس طرح کیا جائے؟ جواب عنایت کریں۔ فقط والسلام

المستفتی: شمیم عالم قریشی سکریٹری انجمن اسلامیہ، برات نگر، مقام و پوسٹ: جوگبنی، پورنیہ

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــــــ !

صورت مسئولہ میں لڑکی زنا وحرام کاری کے ارتکاب کی بنا پر سخت گنہ گار، لائق غضب جبار وقہار و مستحق عذاب نار ہوئی۔ لڑکا اور لڑکی دونوں کو فوراً اعلانیہ توبہ کر کے الگ ہو جانا چاہیے۔ اگر یہ دونوں علیحدہ نہ ہوں اور اپنے قبیح وشنیع فعل سے تائب نہ ہوں تو عام مسلمانوں کو ان دونوں کا سوشل بائیکاٹ کر دینا چاہیے ورنہ سب گنہگار ہوں گے۔ لڑکی کو چاہیے کہ ایک استغاثہ قاضی شرع کے نام، دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ میں پیش کرے جس میں اپنا اور اپنے شوہر کا نام ولدیت اور پورا پتہ لکھے اور یہ لکھے کہ اس کی شادی کب ہوئی تھی اور شوہر کب سے غائب ہے؟ تاریخ وسنہ بھی یاد ہو تو لکھے۔ شوہر کے پاس کتنے دنوں تک رہی۔ اس کے جانے پر لڑکی کا نان ونفقہ کس نے دیا؟ اور اب وہ کیا چاہتی ہے؟ لڑکی کی عمر کیا ہے؟ اس کے بعد قاضی شرع یہاں سے تفتیش و تلاش کے بعد نکاح فسخ کر کے دوسری شادی کی اجازت دیں گے تو وہ شادی کر سکتی ہے۔ بغیر اس کے لڑکی کو دوسرا نکاح کرنا شرعاً جائز ودرست نہ ہوگا۔ اور ساتھ ہی ساتھ بستی کے کم از کم دو معتمد ومعزز دیندار آدمی لڑکی کے استغاثہ کی تصدیق کریں اور شہادت دیں کہ واقعی لڑکا غائب ہے اور کتنے دنوں سے غائب ہے۔ اس کے واپس آنے کی توقع ہے یا نہیں۔ آخر میں لڑکی کا دستخط ہونا ضروری ہے۔

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۲۷/۷/۷۱ء

استفتاء ۳۸۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

طاہرہ جو زید کی منکوحہ ہے اور باہم زن وشو کے تعلقات بھی قائم ہو چکے ہیں تخمیناً دو سال یا ڈیڑھ سال کا عرصہ ہوا کہ زید بھیمڑی کے فرقہ وارانہ فساد کے بعد سے لاپتہ ہے۔ زید بھیمڑی میں بسلسلۂ کاروبار رہائش پذیر تھا۔ مذکورہ فساد کے بعد مختلف ذرائع اور ممکنہ وسائل سے کھوج لگانے پر بھی زید کا پتہ نہ چلا۔ بالآخر زید کے والد خود بھیمڑی گئے اور ہسپتال، جیل اور جہاں جہاں بھی زید کے ہونے کا امکان ہوسکتا تھا انہوں نے زید کو تلاش کیا لیکن اس کا کوئی سراغ نہ ملا اور زید کے والد اس نتیجہ پر پہونچ گئے کہ زید کا انتقال ہوگیا اور وہ فرقہ وارانہ فساد میں کام آ گیا۔ چنانچہ زید کے والد نے اس کی منکوحہ طاہر کو بیوہ مان لیا اور طاہرہ کے میکہ والوں سے کہہ دیا کہ "زید اب زندہ نہیں رہا پس طاہرہ کو لے جایئے اور طاہرہ کے میکہ والے اس کو اپنے ساتھ لے آئے۔ ان حالات میں کیا طاہرہ کو بیوہ مان لیا جائے؟ کیا طاہرہ بیوگی کی عدت گزارنے کے بعد عقد ثانی کر سکتی ہے؟ اور اگر طاہرہ کو بیوہ مانا جائے تو اس کے لئے عدت کے ایام کا تعین کب سے ہوگا؟ زمانہ عدت کے خرچ کا ذمہ دار کون ہوگا؟ زید کے والد یا خود طاہرہ؟ زید کے والد نے زید کی گم شدگی کے بعد، منت سماجت سے دین مہر بہ ذمہ زید کو طاہرہ سے معاف کرالیا ہے۔ یہ دَین مہر اب کسی پر واجب الادا تو نہیں؟ اس کے علاوہ، طاہرہ، بحیثیت بیوہ زید، بسلسلۂ حق زوجیت اور کس کس حق وحصہ کی حقدار قرار پائے گی۔

المستفتی: عبد الستار، مدنپورہ، وارانسی

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــ !

صورت مستفسرہ میں طاہرہ قاضی شرع کے پاس درخواست پیش کرے جس میں اپنا اور اپنے شوہر کا نام مع ولدیت وسکونت لکھے اور تفصیلی طور پر یہ بھی لکھے کہ اس کا نکاح کب ہوا؟ اور شوہر کتنے دنوں سے مفقود الخبر ہے اور اس کی تلاش وجستجو کہاں اور کن ذرائع سے کی گئی اور ساتھ ہی چند معتمد ودین دار لوگوں کی شہادت بھی پیش کرے جو طاہرہ کے بیان اور شوہر کے مفقود ہونے کی تصدیق وتوثیق کرے اور اگر ظن غالب ہو کہ وہ مر گیا یا مارا گیا تو اس کی بھی وضاحت کرے، اس کے بعد قاضی شرع زید کو مردہ قرار دے کر، طاہرہ کو بعد انقضائے عدت دوسری شادی کی اجازت دے گا۔ بغیر قضائے قاضی، خود سے زید کو، مردہ تسلیم کر کے نکاح ثانی کرنا خلاف شرع ہوگا۔ جب تک قاضی، زید کی موت کا حکم نہیں دیتا، طاہرہ کا نان ونفقہ زید کے ذمہ رہے گا اور زید کے

مال سے طاہرہ کونان ونفقہ دیا جائے گا۔ وھو تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۳۱/۷/۱۷ء

استفتاء ۳۸۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۷۰ء کو علاقہ گجرات میں بہت خطرناک سیلاب آیا، جس کا اثر ضلع بھڑوچ میں کافی ہوا۔ اسی ضلع میں ایک مقام ہے جس کو ترسالی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ اس گاؤں میں ۶ ستمبر کو دن میں دس بجے سیلاب کا پانی داخل ہو گیا تھا اور رفتہ رفتہ بڑھتا رہا۔ یہاں تک کہ قریب تین بجے رات کو، پورا گاؤں سیلاب کی زد میں آ گیا۔ تمامی افراد اپنی جان بچانے کی خاطر مختلف مکانوں کی چھت پر پناہ گزیں ہوئے۔ مگر بدقسمتی کہ سیلاب نے مکانوں کو بھی نہ چھوڑا اور لوگ اس میں بہہ گئے۔ بہنے والوں میں بوڑھے، جوان، بچے اور عورتیں سبھی شامل ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ کو جن لوگوں کو بچانا مقصود تھا وہ لوگ اپنے گاؤں سے میل دو میل پر کسی درخت یا کسی دوسری چیز کے سہارے بچ گئے۔ بچنے والے افراد تو دو تین روز میں اپنے اپنے گھر آ گئے مگر جو لوگ سیلاب کی زد میں آ گئے ان کا اب تک پتہ نہ چلا۔ سیلاب کے تیسرے روز سے لوگوں نے ندی کے کنارے اور قریب گاؤں میں تقریباً چالیس پچاس میل تک تلاش کیا۔ جن میں کچھ لاشیں ملیں۔ ان میں سے کچھ شناخت میں آئیں اور کچھ پہچانی نہ جا سکیں۔ لاشوں کی تلاش میں حکومت کے افسروں نے بھی بڑی جانفشانی سے کام لیا مگر جن کو نہ ملنا تھا نہ ملے۔ بہنے والوں کی حالت یہ ہے کہ ماں باپ بہہ گئے تو بچہ محفوظ رہا اور بچہ بہہ گیا تو ماں باپ محفوظ رہے، کسی کی عورت بہہ گئی تو کسی کا شوہر۔ اب سوال یہ ہے کہ جس عورت کا آدمی بہہ گیا اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ کیونکہ فی زمانہ عورت کا اس طور پر انتظار کر کے بیٹھنا کہ پتہ نہیں اس کا شوہر اس دنیا میں ہے یا نہیں؟ بہت ہی اہم ہے۔ اس لئے کہ سیلاب کا آنا اور لوگوں کا بہہ جانا بالکل یقینی ہے۔ براہ کرم ارشاد فرمائیں کہ وہ عورت جس کا شوہر بہہ گیا، دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ اور اگر اس کو اپنے شوہر کا انتظار کرنا ہو تو اس کی میعاد کیا ہے؟ بالتفصیل تحریر فرما کر عنداللہ وعندالناس ماجور ہوں۔

المستفتی: سید عبدالحق وریڈیا، ضلع بھڑوچ، گجرات، نثار احمد اعظمی مدرس مدرسہ معین الاسلام، بھڑوچ

۲۷/۴/۷۱ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــ اللّٰهم هداية الحق والصواب ـــــــ !

صورت مسئولہ میں، اگر بہت سے لوگ سیلاب کی نذر ہو گئے اور غائب شدہ لوگوں میں سے کوئی اب تک واپس نہ آیا اور نہ کسی کا پتہ چل سکا اور جو لوگ پانی کی زد میں آکر غائب ہوئے ان میں سے ہر ایک کی لاش بھی نہ ملی۔ اگر غائب ہونے والوں کے متعلق یہ یقین کامل ہے کہ وہ اب زندہ نہیں ہیں تو ایسی صورت میں ان کی بیویوں کو بعد انقضائے عدت دوسری شادی کر لینا جائز ہے۔ اور اگر ان کی موت کا یقین کامل نہ ہو تو ایسی صورت میں دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶ میں قاضی شرع کے پاس فسخ نکاح کی درخواست پیش کریں جس میں بالتفصیل پوری حالت اور اپنی اقتصادی و معاشی مجبوری کا اظہار کریں۔ اس کے بعد قاضی نکاح فسخ کر کے دوسری شادی کی اجازت دیں گے۔ **وهو تعالیٰ اعلم**

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۳۱/۷/۱۷ء

استفتاء ۳۸۹

مسئلہ: عالی جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ ـــــ سلام مسنون!

گزارش یہ ہے کہ ایک عورت ہے اور اس کے دو بچے ہیں۔ ایک بالغ اور ایک نابالغ اس کا شوہر اس کو چھوڑ کر چلا گیا۔ آج تقریباً سات سال ہو رہا ہے اور پتہ چلا ہے کہ اس نے دوسری شادی بھی کر لی ہے۔ لہٰذا اب وہ عورت چاہتی ہے کہ میں دوسرا نکاح کروں، لیکن شوہر نے طلاق نہیں دیا ہے اور نہ خلع ہی لے سکتی ہے کیونکہ وہ موجود نہیں ہے اور شوہر کی کوئی جائیداد بھی نہیں ہے۔ بہت مشکلوں سے اتنے دن اس نے گزارہ کیا ہے اور کوئی سہارا نہیں ہے کہ اس کی خورش و پوشش اس زمانے میں ہو سکے۔ اس لئے نکاح کرنا چاہتی ہے۔ اب مفتی صاحب براہ کرم فیصلہ کریں اور فتویٰ صادر کریں۔

المستفتی: محمد نور الدین نورانی، مسجد محلہ بادی نگورا، پوسٹ: مانگو، جمشید پور

۲/۸/۱۷ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب ـــــــ !

صورت مذکورہ میں، عورت کو بغیر فسخ نکاح یا بغیر طلاق دوسری شادی کرنا ناجائز و حرام ہے۔ اس کو چاہیے کہ دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ میں، قاضی شرع کے پاس فسخ نکاح کے لئے درخواست پیش کرے اور اس طرح استغاثہ لکھے: بعدالت قاضی شرع دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

جناب عالی! میں مسماۃ.......... بنت.......... ساکن.......... ڈاک خانہ.......... تھانہ.......... ضلع.......... میرا نکاح
..........سن میں مدعیٰ علیہ فلاں.......... ولد.......... ساکن.......... ڈاک خانہ.......... تھانہ.......... ضلع سے ہوئی......الخ۔ اس
کے بعد دارالقضاء سے تحقیقات ہوگی اور فسخ نکاح ہوگا۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۷۱/۸/۴ء

استفتاء ۳۹۰

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ مسماۃ گوہری خاتون ولد کبیر خاں کا عقد، مصطفیٰ خاں سے ہوا۔ زن و شو کے تعلقات ایک سال رہے اور ایک بچی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد، تین سال پانچ ماہ کا عرصہ ہوا۔ وہ پردیس گئے اور تب سے کوئی خط و کتابت اور خرچہ وغیرہ نہیں بھیجے اور نہ کچھ پتہ ہی ہے کہ وہ زندہ ہیں یا مُردہ۔ مسماۃ گوہری خاتون کا ارادہ تعلقات زن و شو سے چھٹکارہ حاصل کرنا ہے۔ نوجوان لڑکی کے لئے بہت پریشانی ہے۔ راہ نجات کی صورت بتائیں اور شرعی نکتہ سے آگاہ کریں۔

المستفتی: مسماۃ گوہری خاتون کیر آف اظہر خان، دیس باڑہ، پوسٹ گھوسی، ضلع اعظم گڑھ
۷۱/۸/۳۰ء

۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــــ !

مذکورہ بالا حالت میں گوہری خاتون، اپنی طرف سے بحیثیت مدعیہ ایک درخواست قاضی شرع کے پاس، دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ ۶ میں پیش کرے اور یہ لکھے: بعدالت قاضی شرع دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۔ جناب عالی! میں مدعیہ گوہری خاتون بنت...... ساکن...... ڈاکخانہ...... تھانہ...... ضلع...... میرا عقد نکاح مسمیٰ مصطفیٰ خاں...... ولد...... ساکن...... ڈاک خانہ...... تھانہ...... ضلع...... سے سنہ میں ہوا۔ جس کو آج...... سال کا عرصہ ہوا۔ ایک سال تک ہم دونوں میاں بیوی ساتھ رہے۔ ایک بچی پیدا ہوئی، اس کے بعد سے مدعا علیہ (شوہر) کہیں چلا گیا۔ جس کا اب تک کوئی پتہ نہ چلا۔ مدعا علیہ نے میرے نان ونفقہ کے لئے کوئی انتظام نہیں کیا۔ میں تنگ دستی و فاقہ مستی و غربت سے پریشان ہوں میرے والدین غریب ہیں، میرا بوجھ برداشت نہیں کر سکتے۔ میں جوان ہوں، معصیت و گناہ کا ہر وقت خطرہ ہے۔ اس لئے گزارش ہے کہ عدم نان ونفقہ کی بنا پر میرا نکاح مدعیٰ علیہ سے فسخ کر کے، مجھے دوسری شادی کرنے کے لئے اجازت دے دیں۔ اس کے علاوہ جو بھی ضروری باتیں لکھنی ہوں وہ بالکل صحیح و درست لکھیں۔ شادی کے وقت عمر کتنی تھی اور اب عمر کیا ہے؟ یہ بھی لکھیں اور اگر دو چار دیندار مسلمانوں سے اس کی

تصدیق وگواہی لکھوا کر بھیج دیں تو بہتر ہوگا۔ اس کے بعد دارالقضاء سے باضابطہ کارروائی شروع کی جائے گی اور بعد تحقیقات فیصلہ کیا جائے گا۔ علاوہ ازیں یہ بھی لکھیں کہ مدعا علیہ مصطفیٰ خاں کو کہاں اور کس طرح تلاش کیا گیا ہے اور کہیں اس کا سراغ و پتہ ملا یا نہیں۔ آخر میں گوہری خاتون کا دستخط یا انگوٹھے کا نشان ہوگا۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱/۹/۷۱ء

استفتاء ۳۹۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ:

بی بی طیب کی عمر، اس وقت تقریباً چوبیس سال کی ہے اس کا شوہر غریب اور مفلوک الحال تھا، کوئی خاص جائیداد بھی نہیں تھی اور اب بی بی طیب کا شوہر، تقریباً پانچ چھ سال سے لاپتہ ہے۔ اب بی بی طیب اپنے میکہ میں رہتی ہے اور کسی طرح اپنی زندگی بسر کر رہی ہے۔ اس کے والدین بھی اس کی پرورش و پرداخت سے مجبور ہیں کہ دور حاضرہ کی مجبوریاں کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اس کے والدین بی بی طیب کی رضامندی سے اس کا نکاح کسی دوسرے اچھے لڑکے سے کر دینا چاہتے ہیں، تاکہ زندگی اچھی طرح بسر کرنے کا موقع ملے۔ یہاں پر ایک مولانا صاحب سے دریافت کیا گیا، انہوں نے کہا کہ امام شافعی کا قول ہے کہ جو آدمی پانچ سال غائب ہو جائے اُسے مردہ سمجھا جائے گا اور اس پُرفتن زمانے میں لڑکی کا نکاح دُوسرے مرد سے پڑھایا جا سکتا ہے ایسی حالت میں جناب کی رائے کیا ہے؟ اور اجازت سے شرعی طور پر مطلع فرمائیں۔ نیز بی بی طیب کو کوئی آل و اولاد بھی نہیں ہو سکی تھی۔ جوابی لفافہ دے رہا ہوں۔ جواب سے محروم نہ کیا جائے، انتظار رہے گا۔

المستفتی: ضمیر الدین، ڈالٹین گنج، پلاموں، بہار
۱۷/۸/۹ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــــ !

مذکورہ بالا صورت میں جب کہ بی بی طیب کا شوہر، پانچ سال سے لاپتہ و مفقود الخبر ہے، بی بی طیب کو چاہیے کہ قاضی شرع کے پاس دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶ میں فسخ نکاح کی درخواست پیش کرے۔ درخواست بی بی طیب کی طرف سے ہوگی جس میں بی بی طیب اپنا نام، ولدیت اور پورا پتہ، لکھے گی اور ساتھ ہی اپنے شوہر کا نام اور اس کے باپ کا نام اور پورا پتہ یعنی

مقام، ڈاکخانہ، تھانہ اور ضلع اور یہ لکھے کہ اس کی شادی مدعیٰ علیہ یعنی شوہر سے کب اور کس سنہ میں ہوئی اور شوہر کب اور کس سنہ سے غائب ہے؟ شوہر کے والدین زندہ ہیں یا نہیں۔ شادی کے بعد، بی بی طیب کتنے دنوں تک اپنے شوہر کے ساتھ رہی؟ اور ماں باپ کے یہاں کب سے ہے؟ ان تمام باتوں کو تفصیل سے لکھ کر اور آخر میں دستخط یا نشان انگوٹھا لگا کر، تاریخ لکھ کر دارالقضاء ادارۂ شرعیہ، بہار پٹنہ ۶ میں بھیجے اور مبلغ ۲۵ پچیس روپیہ تجویز فیس منی آرڈر کرے۔ اس کے بعد یہاں سے باضابطہ کارروائی کی جائے گی۔ پھر بات اگر صحیح ہوئی تو نکاح فسخ کر کے شادی کی اجازت دی جائے گی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۱۰/۹/۷۱ء

استفتاء ۳۹۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید کی شادی کلثوم سے دس سال قبل ہوئی۔ اس درمیان کلثوم سے ایک بچہ بھی تولد ہوا۔ اسی وقت جب کہ بچہ شکم مادر ہی میں تھا، زید اپنے باپ کے ساتھ پاکستان چلا گیا اور وہاں جا کر زید نے دوسری شادی کر لی۔ زید کو پاکستان گئے ہوئے سات سال کی مدت ہو رہی ہے مگر آج تک زید نے کلثوم کے پاس کوئی خط وکتاب بھی نہ کیا۔ کچھ دنوں کے بعد کلثوم کے والدین نے زید کو ہر جگہ تلاش کیا۔ مگر زید کا آج تک کوئی سراغ نہ لگا۔ بہر حال، حالت مذکورسے یہ بات عیاں ہو رہی ہے کہ زید اب اس دُنیا میں نہیں۔ لہٰذا اب کلثوم کے والدین چاہتے ہیں کہ کلثوم کی دوسری شادی کر دیں۔ کیا کلثوم کی شادی دوسری جگہ کی جا سکتی ہے؟ بہ تفصیل ارقام فرما کر ماجور ہوں۔

المستفتی: عبداللطیف، ساکن مادھیپور دیسوری، مظفر پور

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــــ!

صورت مذکورہ بالا میں، بغیر شہادت وتحقیق، کلثوم کو نکاحِ ثانی کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ کلثوم کو چاہیے کہ باضابطہ دارالقضاء میں قاضی شرع کے پاس فسخ نکاح کی درخواست پیش کرے۔ جس میں اپنا اور زید کا پورا نام مع ولدیت وسکونت لکھے۔ اگر پاکستان میں، اس کے والد کا پتہ معلوم ہو تو وہ بھی تحریر کرے یا اگر اس کے گھر پر، خاندان والے لوگ موجود ہوں تو ان کا نام و پتہ بھی لکھے، تاکہ دارالقضاء سے ان لوگوں کے ذریعہ معلوم کیا جا سکے کہ واقعی زید مفقود الخبر ہے۔ زندہ ہے یا مر گیا ہے؟ اور کلثوم کی شادی کس سنہ میں ہوئی اور وہ کتنے دنوں تک شوہر کے ساتھ رہی۔ پھر شوہر پاکستان کب گیا؟ یہ بھی تفصیلی طور پر لکھے کہ اس اثنا

میں کلثوم کے نان ونفقہ کا بار کس نے برداشت کیا۔شوہر کی جائیداد وغیرہ یہاں ہے یا نہیں؟ ان تمام باتوں کی وضاحت کے بعد دارالقضاء سے کوئی حکم صادر ہوگا۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ٦
کتبہ

۷۱/۱۲/۷ء

استفتاء ۳۹۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

عائشہ بنت تیزہ حسین کی شادی، محمد یٰسین ابن عبدالجبار سے ہوئی۔ایک سال بعد اسے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔بچی کی پیدائش کے چند ماہ بعد، محمد یٰسین بغیر کچھ کہے سنے گھر سے نکل گیا جس کو سات سال گزر گئے۔محمد یٰسین کے والد اور سسرال والے اس کی تلاش کرتے آرہے ہیں مگر اس کا پتہ نہیں چلتا کہ وہ مرگیا یا زندہ ہے۔اب عائشہ کے والد بھی انتقال کرگئے جواب تک عائشہ کی دیکھ بھال کرتے آرہے تھے اور عائشہ کی سسرال والوں نے بھی جواب دے دیا ہے کہ اس لڑکی کی ذمہ داری، ہم لوگوں پر نہیں کہ جب میرا لڑکا ہی نہیں ہے تو پھر یہ ذمہ داری کیسی؟ اب اس صورت میں عائشہ کے بھائی، عائشہ کا عقد ثانی کرنا چاہتے ہیں، اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ عائشہ کے بھائی، عائشہ کا عقد ثانی کرسکتے ہیں یا نہیں؟ مفصل ومدلل جواب تحریر فرمائیں۔بینوا توجروا

المستفتی: محمد عمر حیات، موضع شمبھو پور، ڈاک خانہ: رسوئی، براہ بھگوان پور، ضلع مظفر پور

۲۸/دسمبر ۷۱ء

۹۲/۸۶ء

الجواب وھو الموفق للصواب

صورت مسئولہ میں بغیر طلاق یا فسخ نکاح کئے (بغیر) عائشہ خاتون کو شرعاً دوسری (شادی) کرنا جائز نہیں، اگر اس کا شوہر حقیقت میں غائب اور مفقود الخبر ہے تو عائشہ خاتون باضابطہ دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ میں، قاضی شرع کے پاس، درخواست فسخ نکاح کے لئے پیش کرے۔درخواست عائشہ کی طرف سے ہوگی، جس میں عائشہ اپنا پورا پتہ مع ولدیت اور شوہر کا نام، ولدیت، پورا پتہ لکھ کر اس کی تفصیل لکھے۔وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ٦
کتبہ

۹/۱/۷۲ء

استفتاء ۳۹۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ
صفی اللہ شاہ نے اپنی لڑکی جائرہ کی شادی، درگاہی ابن مولا کے ساتھ کردی، شادی ہونے کے پانچ سال بعد رخصتی دی گئی۔ دو سال تک ہماری لڑکی اپنے شوہر کے گھر رہی۔ معاملات بالکل ٹھیک رہے۔ اس کا شوہر درگاہی ابن مولا، خوشی راضی کے ساتھ پیسہ کمانے کے لئے بھیمڑی چلا گیا۔ دو ماہ بعد ہندو مسلم میں مارکاٹ ہوگئی۔ آج قریب تین سال ہوچکے، وہ اب تک واپس نہیں آیا۔ میں نے بھی اپنے داماد کو بہت تلاش کیا اور اس کے والد نے بھی تلاش کیا مگر تین سال گزر گئے، کہیں پتہ نہ چلا اور کہیں سے خط وغیرہ بھی نہیں آیا، نہ اب تک کہیں سے کوئی سراغ ملا۔ ابھی ہماری لڑکی جائرہ کی عمر بائیس سال کی ہے۔ اس لئے ادارۂ ہذا کے مفتی صاحب سے درخواست ہے کہ لڑکی کے نباہ ونکاح کے لئے کوئی جائز طریقہ نکال دیا جائے۔
المستفتی: صفی اللہ کیر اف حاجی کریم بخش، کمپنی باغ، ستنا (ایم۔ پی)
۲۴/۱/۷۲ء

۹۲/۸۶ ء

الجواب ـــــــــــ وھو الموفق للصواب ـــــــــــ !
جائرہ کے لئے بغیر فسخ نکاح دوسری شادی کرنا جائز نہیں۔ اُسے چاہیے کہ فسخ نکاح کے لئے باقاعدہ درخواست دارالقضاء میں پیش کرے۔ یہ درخواست جائرہ کی جانب سے ہوگی۔ جس میں اپنا اور اپنے شوہر کا نام، ولدیت اور مکمل پتہ لکھنا ہوگا، اور ساتھ ہی شادی کی پوری تفصیل لکھنی ہوگی کہ کب اور کس سنہ میں ہوئی۔ شوہر کھانے پینے کے لئے، روپیہ، پیسہ یا جائیداد دے گیا یا نہیں؟ اور اب وہ کس طرح زندگی گزار رہی ہے۔ شوہر کا باپ لے جانا چاہتا ہے یا نہیں؟ اگر ممکن ہے تو شوہر کے والد سے یہ لکھوا کر بھیجے کہ واقعی اس کا لڑکا تین سال سے غائب ہے اور اب جائرہ کیا چاہتی ہے؟ صاف صاف لکھے۔ درخواست کے نیچے اپنا دستخط یا انگوٹھے کا نشان لگا کر تاریخ لکھے۔ جب یہ درخواست یہاں آئے گی تو باضابطہ کارروائی کرنے کے بعد ہی، فسخ نکاح کرکے جائرہ کو دوسری شادی کی اجازت مل سکتی ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۷/۲/۷۲ء

استفتاء ۳۹۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ
ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئے، گیارہ سال کا عرصہ ہوا، اس درمیان ایک لڑکا بھی ہندہ کے بطن سے ہوا۔ مگر زوجین میں تعلقات اچھے نہیں رہے۔ اب تقریباً پانچ سال سے زید بالکل لاپتہ ہے۔ کہیں سے یا کسی سے اس کا پتہ نہیں چل رہا ہے کہ وہ کہاں ہے؟ اور کس حال میں ہے؟ اپنی بیوی بچے کی بھی زید نے کوئی خبر نہ لی۔ ہندہ کے والدین، ہندہ اور اس کے بچہ کی کفالت نہیں کر رہے ہیں۔ ایسی حالت میں ہیں کیا کرے؟ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب کہ زید مفقود الخبر ہے تو ہندہ عقد ثانی کر لے۔ صحیح جواب از روئے شرع بحوالہ قرآن وحدیث دے کر مطلع فرمائیں۔

المستفتی: شفیق احمد صدیقی، جائس، محلہ کنچانہ کلاں (ملانا) ضلع رائے بریلی (یو۔پی)

۹۲/۸۶ ھ

الجواب ـــــــــ وھو الموفق للصواب ـــــــــ!

صورت مسئولہ میں زید کے مفقود الخبر ہونے کی حالت میں، بغیر فسخ نکاح ہندہ کو دوسری شادی کرنا جائز نہیں۔ اگر فی الحقیقت زید مفقود الخبر ہے اور جستجو تلاش کے بعد بھی اس کا کوئی پتہ وسراغ نہیں ملتا تو ہندہ کو چاہیے کہ باضابطہ فسخ نکاح کی درخواست دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ میں قاضی شرع کے پاس پیش کرے جس میں اپنا اور شوہر کا پورا نام مع ولدیت وسکونت لکھے اور پوری تفصیل کے ساتھ ساتھ، اپنی شادی کی تاریخ وسنہ عمر اور شوہر کے فرار ہونے کی وجہ وتاریخ لکھے۔ اس کے بعد ہی دار القضاء سے باضابطہ کاروائی عمل میں لائی جائے گی اور فسخ نکاح کا حکم دیا جاسکتا ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

استفتاء ۳۹۶

مسئلہ: مکرمی جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار ـــــ دام فیوضکم، سلام رحمت •
میری عزیزی جس کا عقد نابالغی میں، بوکالتہً چار برس کے ہوتا ہے کہ ہوا سوئے اتفاق کہ ابھی رسمی شادی بھی نہ ہونے پائی تھی کہ، مشرقی پاکستان میں قتل وغارت گری شروع ہوئی اور اُن کے خاندانی افراد وہیں مقیم تھے۔ مع اس کے شوہر کے آج تک پھر کوئی مرنے اور جینے کی اطلاع نہیں ملی۔ ویسے گمان غالب

یہی ہے کہ وہ لوگ باقی نہیں رہے ہوں گے۔لہٰذاایسی صورت میں جب کہ لڑکی ڈھائی تین سال سے بالغ ہوچکی ہے، پس ازروئے شرع۔حل ظاہر فرمایا جائے جسے عمل میں لاکراخروی نجات حاصل کی جاسکے۔ لڑکی کا عقدثانی کردیاجائے یا کیا کیاجائے؟ پہلی فرصت میں جواب سے مطلع کریں۔بینوا توجروا!!

المستفتی: عبدالستارخاں،موضع وڈاکخانہ بارا،ضلع غازی پور

۹۲/۸٦ھ

الجواب

پیکراخلاص ومحبت سلام وتحیت..........آپ نے صاحبزادی سلمہا کے نکاح ثانی کے متعلق جوشریعت مطہرہ کا قانون و فیصلہ طلب فرمایاہے،اس میں حنفی مسلک کا حکم قدرے سخت ہے اورمفقودالخبر کے لئے طویل مدت انتظار درکار،لیکن متاخرین نے ضرورت داعیہ کے پیش نظرشافعیہ ومالکیہ کے مسلک پربھی عمل جائزقراردیاہے۔لہٰذااگرگمان غالب ہے کہ شوہراوراس کے خاندان والے اس قیامت خیزفساد کی نذرہوگئے توایسی صورت میں آپ صاحبزادی کی طرف سے،ایک درخواست،نام مع ولدیت وسکونت مدعیہ مع تفصیلی حالت لکھ کر کردارالقضامیں بھیجئے۔بعدتحقیقات فسخ نکاح کاحکم دے کرنکاحِ ثانی کی اجازت دی جائے گی۔وھوتعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی،خادم دارالافتاءادارۂ شرعیہ بہار،پٹنہ٦

کتبہ

۲۵/۳/۷۲ء

استفتاء ۳۹۷

مسئلہ: کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

مریم کاشوہرمحمدشاہ،اپنی زوجۂ منکوحہ کوچھوڑکرپاکستان چلاگیا،جس کوآج قریب پندرہ سال ہوئے۔ اس مدت میں اس نے نہ تواپنی زوجہ کوخیریت سے مطلع کیااورنہ ہی اپنے رشتہ داروں کوکوئی نامہ لکھا۔ اورادھرمحمدشاہ کی عورت مریم بیگم نے قریب پانچ سال تک توانتظارکیامگربعدۂ مریم بیگم نے یہ سمجھ کرکسی دوسرے آدمی سے نکاح کرلیاکہ میرے خاوندنے وہاں جانے کے بعدنہ توآنے کاخط لکھااورنہ ہی اپنی خیریت سے مطلع کیاتواب کیا؟لہٰذابراہ کرم بتائیں کہ شرعی قانون سے یہ نکاح درست ہوایانہیں؟صحیح حدیث سے مطلع کریں،عین نوازش ہوگی۔

المستفتی: کھانڈا پھلسہ سے،نصیرشاہ قوم فقیر،جودھپور،راجستھان

۱۸/۴/۷۲ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــ ۱

صورت مذکورہ میں بی بی مریم کو دُوسری شادی کرنا،شرعاً جائز ودرست نہیں اور جب کہ بغیر طلاق یا فسخ نکاح اس نے دوسری شادی کرلی ہے،تو یہ فعل شرعاً ناجائز وحرام ہوا۔مریم کو فوراً دوسرے شوہر سے علیحدہ ہو جانا چاہیے اور دوسرے شوہر کو بھی چاہیے کہ غیر مطلقہ مریم کو بلا تاخیر الگ کردے اور دونوں اعلانیہ اپنے گناہ سے توبہ کریں۔اب تک جو کچھ کیا وہ سخت حرام اور ناجائز تھا۔اگر یہ دونوں علیحدہ نہ ہوں تو مسلمانوں کو چاہیے کہ ان دونوں سے سلام وکلام،میل جول ترک کردیں،قرآن حکیم میں ہے: وَاِمَّا یُنسِیَنَّکَ الشَّیْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ. ''اور جو کہیں تجھے شیطان بھلادے تو یاد آئے پر ظالموں کے پاس نہ بیٹھ''۔(کنزالایمان) اگر مریم کا شوہر پاکستان چلا گیا اور خط وکتابت ونان نفقہ بند کردیا اور پانچ سال تک اس نے معلق چھوڑ دیا تو ایسی صورت میں مریم کو فسخ نکاح کے لئے،قاضی شرع دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار،پٹنہ میں درخواست پیش کرنی چاہیے۔جب قاضی شرع تحقیقات کے بعد نکاح فسخ کردیتے تو عدت گزار کر مریم کو دُوسرا نکاح کرنا جائز ہوتا۔اب بھی مریم دُوسرے آدمی سے الگ ہوکر،قاضی شرع کے پاس استغاثہ پیش کرسکتی ہے۔استغاثہ میں اپنا اور اپنے شوہر اول کا نام مع ولدیت وسکونت اور مفصل حالات لکھ بھیج دے تو نکاح فسخ ہوسکتا ہے اور اس کے بعد مریم جائز طور پر شادی کر کے گناہ ومعصیت سے محفوظ رہ سکتی ہے۔وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی،خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار،پٹنہ ۶

کــہ

۷۲/۵/۵ء

استفتـــــــــاء ۳۹۸

مسئلہ:مکرمی!سلام مسنون! مندرجہ ذیل مسئلہ میں علمائے دین وشرع متین کیا فرماتے ہیں: اتواری میاں ولد رسول میاں،موضع کھنڈولی بارہ سولی ونواڈیہہ،پوسٹ سرسیہ،ضلع ہزاری باغ کی شادی سیرالنساء بنت اصغر میاں موضع پتڑوڈیہہ،پوسٹ گریڈیہہ،ضلع ہزاری باغ سے ہوئی،اس سے دو اولاد،ایک لڑکا ایک لڑکی بھی حیات ہے۔تقریباً پندرہ مہینہ سے لڑکا اپنے گھر سے فرار ہوگیا ہے۔بہت تلاش کیا گیا،لیکن پتہ نہ چلا،حالاں کہ لڑکے کا سلوک اپنی بیوی سے بہت اچھا رہا،مگر لڑکے کے والدین سیرالنساء کو بہت تکلیف دینے لگے۔معلوم ہوا تو اصغر میاں اپنی لڑکی کے یہاں گئے،لڑکے کے والدین نے کہا کہ''جب لڑکے کا پتہ نشان نہیں ملتا ہے تو ہم لڑکی کو یہاں کیوں کر رکھیں۔آپ لڑکی کو اپنے گھر لے جائیں۔''لڑکی کی تکلیف دیکھ کر،اُس کے باپ اُسے اور دونوں بچوں کو لے آئے۔اب لڑکی

کے باپ یعنی اصغر میاں کی خواہش ہے کہ اپنی لڑکی کا نکاح ثانی کر دیں۔ اس سلسلہ میں علمائے دین سے فتویٰ لینا ضروری سمجھا گیا۔ اب حضور والا سے گزارش ہے کہ جلد از جلد فتویٰ تحریر کیا جائے۔ آخر جوان لڑکی اور وہ بھی دو بچوں کی ماں کی کب تک پرورش کر سکتا ہوں، جب کہ میری آمدنی بھی بہت ہی قلیل ہے۔ براہ مہربانی نیک مشورے سے نوازیں۔

المستفتی: اصغر میاں، پتر وڈیہہ، گریڈیہہ، ہزاری باغ

۷۲/۳/۲۸ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــ !

صورت مسئولہ میں سیر النساء کا کسی دوسرے سے نکاح کرنا شرعاً جائز و درست نہ ہوگا۔ صرف پندرہ ماہ شوہر کے غائب ہونے پر مفقود الخبر کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا اور نہ ہی نکاح ثانی کی اجازت دی جائے گی۔ اتنے دنوں تک اکثر و بیشتر لوگ بہ سلسلہ ملازمت گھر سے باہر رہتے ہیں، اس لئے سیر النساء مزید انتظار اور تلاش و جستجو کرے۔ کم از کم پانچ سال تک انتظار و تلاش کرنے پر اگر کوئی پتہ نہ چلے گا تو سیر النساء کو اختیار ہوگا کہ قاضی شرع کے پاس فسخ نکاح کی درخواست دے۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

محمد فضل کریم غفر لہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ٦

۷۲/۵/۴ء

استفتاء ۳۹۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید نے اپنی بیوی منکوحہ کو قریب ڈھائی سال سے اپنے والدین کے گھر چھوڑ دیا ہے۔ اور اس کے نان ونفقہ کا کوئی خیال نہیں رکھتا ہے اور نہ ہی کوئی خبر دیتا ہے کہ میں آنا چاہتا ہوں یا نہیں اور نہ ہی خرچ دینا چاہتا ہے اور عدالتی کارروائی بھی جاری ہے لہٰذا وہ پیشی پر بھی حاضر نہیں ہوتا ہے۔ قبل ایک مرتبہ گھر پر آیا اور کہنے لگا کہ "میں آپ ہی کے پاس رہوں گا۔" اور قریب ایک ماہ رہ کر، ہمارے گھر سے مبلغ دو سو چالیس روپے چرا کر لے گیا، اُسے جوا، شراب وغیرہ کا غلط شوق ہے اور اس میں اپنی بیوی کو ٹھیک سے نباہ کرنے کی صلاحیت ہی نہیں۔ ایسی صورت میں، آج کل کے وقت کے مطابق، لڑکی کو ہم اپنے گھر میں بیٹھا کر رکھنا مناسب نہیں سمجھتے ہیں۔ بتایا جائے کہ ایسی صورت میں، ہم لڑکی کو دوسری جگہ دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو ہماری عزت پر حرف آتا ہے کیوں کہ محلہ غیر قوم کا ہے اور ہم گھر پر نہیں رہتے ہیں۔

اندیشہ ہے کہ لڑکی بہ اغوائے شیطان غلط قدم اٹھائے اور ہماری عزت خاک میں مل جائے۔ یا وہ لوگ غیر حاضری میں آ کر کسی وقت حملہ کر دیں، کیوں کہ ایک دو بار انہوں نے ہم پر حملہ بھی کیا ہے، جس کی رپورٹ میں نے تھانہ میں دے دی ہے۔ لہٰذا اس مضمون پر غور فرما کر جواب سے مطلع فرمائیں۔

نوٹ: قبل اس کے متعلق بہت کوشش کی گئی کہ وہ کسی طرح اپنی بیوی کو نباہ کرنے کے لائق بن جائے اور اس کی شادی کا قریب ایک ہزار روپیہ کھیت بیچ کر ادا کر دیا گیا ہے۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے لڑکی اس کے ساتھ زندگی گزارنے پر راضی نہیں۔

المستفتی: محمد یوسف، ولد عیدو میاں، منہاری والا، کالکاپارہ، ڈونگر گڑھ، ضلع درگ (ایم۔ پی)

۱۹/۴/۷۲ء

۹۲/۸۶ے

الجواب

صورت مذکورہ میں، لڑکی کا دوسرے سے نکاح کرنا حرام وناجائز ہوگا، ہاں! اگر شوہر اس کو کسی طرح رکھنے اور نفقہ دینے کو آمادہ نہیں اور بغیر نان نفقہ لڑکی کی زندگی خطرے میں ہے تو آپ لڑکی کی جانب سے ایک درخواست قاضی شرع کے پاس دارالقضاء میں بھیج دیں، اس کے بعد تحقیق ہوگی اور اگر شوہر طلاق یا نفقہ دینے پر آمادہ نہ ہو تو نکاح فسخ کر کے دوسری شادی کی اجازت دی جائے گی۔ درخواست اس طرح لکھیں۔

بعدالت قاضی شرع دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، لڑکی اور اس کے شوہر کا نام مع ولدیت وسکونت ہونا ضروری ہے۔ الخ

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۵/۵/۷۲ء

استفتاء ۴۰۰

مسئلہ: عالی جناب مفتی صاحب! دامت فیوضھم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاجِ گرامی! میری لڑکی بدر النساء جس کی عمر تقریباً ۲۶ برس ہے، اس کی شادی رئیس احمد ولد دین محمد، ساکن سلطان پور، فیض آباد کے ساتھ ہوئی تھی، شادی کے بعد کچھ دنوں تک وہ شوہر کے پاس رہی اسی دوران شوہر مذکور سے ایک بچہ بھی پیدا ہوا۔ رئیس احمد کے حرکات ٹھیک نہیں تھے۔ مثلاً وہ جواری تھا، چنانچہ تقریباً چھ برس سے وہ اپنی بیوی بدر النساء اور اپنے بچہ کی پرورش واخراجات سے دست بردار ہو کر اب اپنی زندگی باہر کہیں ادھر اُدھر گزار رہا ہے۔ اُدھر ڈیڑھ برس تک کچھ پتہ رہا، مگر ادھر ساڑھے تین برس سے

بالکل پتہ نہیں ہے۔لڑکی اپنے بچہ کے ساتھ میکہ میں ہے۔اس کا نان ونفقہ چلنا بے حد دشوار ہے۔عمر کا تقاضہ بھی ہے کہ بغیر شوہر کے زندگی گزرنا دشوار ہے۔اب آنجناب سے گزارش ہے کہ مذکورہ بالا مسئلہ کے لئے کتاب وسنت کی روشنی میں کوئی حل نکالیں۔مذکورہ لڑکی کا نکاح دوسرے سے کر سکتے ہیں کہ نہیں اگر کر سکتے ہیں تو اس کی کیا شکل ہے؟ مفصل ومدلل تحریر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔والسلام۔

المستفتی: حبیب اللہ، نواری بازار، فیض آباد

۴؍اپریل ۲ے۷ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــــــ وھوالموفق للصواب ـــــــــــــــ !

بصورت مذکورہ بدرالنساء کے متعلق جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس کا تعلق دارالقضاء سے ہے۔لہٰذا بدرالنساء فسخ نکاح کی درخواست دارالقضاء میں، قاضی شرع کے پاس پیش کرے جس میں اپنا اور اپنے شوہر کا پورا نام، ولدیت مع مکمل پتہ کے لکھے۔ دارالقضاء سے باضابطہ تحقیقات کے بعد، اگر بدرالنساء حق بجانب ثابت ہوئی تو پھر فسخ نکاح ممکن ہے۔بغیر فسخ نکاح یا طلاق بدرالنساء دوسری شادی نہیں کر سکتی۔درخواست میں پوری باتیں بالتفصیل ہونی چاہیے اور آخر میں بدرالنساء کا دستخط ہونا ضروری ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتــہ

۱۰/۵/۷۲ء

استفتاء ۴۰۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہندہ کی شادی زید کے ساتھ ہوئی، ہندہ چند ماہ اپنے سسرال میں بھی رہی جب ہندہ اپنے والدین کے یہاں آئی، اس مدت میں اس کا شوہر پردیس چلا گیا، رائٹ بھی ہوا۔آج تقریباً پانچ سال سے زید کی کوئی خبر نہیں ملی کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا۔اس کے گھر والوں نے بھی تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔لڑکی نوجوان ہے، فتنہ وفساد کا کافی ڈر ہے اور اس کے پاس کوئی ذریعہ معاش بھی نہیں کہ زندگی بسر کر سکے۔ والدین بہت ہی غریب ہیں اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ اس کا حل تلاش کر کے عنداللہ ماجور ہوں۔یہ استفتا حضور حافظ ملت دامت برکاتہم العالیہ کے حکم کے مطابق آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ جواب جلد دیں، مع حوالہ، تاکہ کسی قسم کا پروپیگنڈہ نہ ہو۔

المستفتی: مولوی نصیر الدین قادری، مدرس مدرسہ نظامیہ، مہوجا نوادہ، ضلع اعظم گڑھ

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــــ !

شوہر کے مفقودالخبر ہونے کی حالت میں ہندہ شرعاً دوسری شادی نہیں کرسکتی۔ وہ اس کی صورت یہ کرے کہ ہندہ اپنی طرف سے فسخ نکاح کے لئے ایک درخواست باضابطہ لکھ کر، قاضی شرع دارالقضاء کے پاس بھیج دے جس میں لڑکے اور لڑکی کا نام مع ولدیت وسکونت تفصیلی طور پر تحریر ہو اور شادی سے متعلق تمام باتوں کو وہ تفصیلی طور پر تحریر کرے۔ اس کے بعد، دارالقضاء سے باضابطہ کارروائی ہوگی۔ اگر ہندہ حق بجانب (ہوئی) اور اس کے شوہر کا مفقود ہونا، ہر طرح ثابت ہوگیا تو نکاح فسخ کیا جاسکتا ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم!**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کـتـــــــــــــــــــبـہ

۷/۷/۷۲ء

استـــفتــــاء ۴۰۲

مسئلہ: علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ:

ہندہ کی شادی، زید کے ساتھ ہوئی۔ شادی کو قریب پانچ سال ہوئے۔ شادی کے بعد زید نے ہندہ کو بہ مشکل تمام اپنے یہاں ایک سال تک رکھا بعد میں ہندہ کو اپنے میکہ پہونچا کر، کام کے سلسلہ میں وہ باہر چلا گیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی بیوی کی کچھ خبر نہ لی، نہ خط وغیرہ بھیجا۔ بعد میں زید کے باپ سے ہندہ کے باپ نے پوچھا کہ "بھائی، زید کے بارے میں کوئی خبر ہو تو بتاؤ۔" وہ بولے کہ "میں کچھ بھی نہیں بتا سکتا ہوں کہ میرا لڑکا کہاں ہے؟ میرے پاس بھی کوئی خط وکتابت نہیں کرتا ہے، اس لئے زید کے باپ نے مزید کہا کہ بھائی جب میرا لڑکا لاپتہ ہے تو اپنی لڑکی یعنی ہندہ کی شادی آپ دوسری جگہ کرا دیجئے لڑکی کو ابھی اولاد نہیں ہے۔" زید اپنے باپ کے گھر سے قریب تین سال سے لاپتہ ہے۔ اس لئے علمائے دین اس کے بارے میں جو خدا اور رسول کا حکم ہے اس کے مطابق جواب دیں کہ اس لڑکی کے لئے کیسے کیا جائے کہ اس کی زندگی سنور جائے۔

المستفتی: جمال الدین خاں ڈرائیور، مقام گڑھوا، محلہ سونپوروا، ضلع پلاموں

۸۶/۹۲ھ

الجواب ــــــــــــــــــــــــ !

بغیر طلاق یا فسخ نکاح ہندہ شرعاً دوسری شادی نہیں کرسکتی۔ اگر زید واقعی مفقودالخبر ہے کہ اس کی زندگی یا موت کا کچھ علم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا تو ہندہ کو چاہیے کہ زید کے والد سے یہ مضمون لکھوا کر بھیج دے کہ میرا لڑکا جس کا نام یہ ہے، اتنے سال

سے لاپتہ ہے۔ میں اس کی بیوی ہندہ کو یہ اجازت دیتا ہوں کہ وہ دوسری شادی کر لے۔ اس کے ساتھ ہی ہندہ اپنی طرف سے ایک درخواست دارالقضاء میں پیش کرے، جس میں اپنا اور شوہر کا نام مع ولدیت، سکونت تفصیلی طور پر لکھے اور جو کچھ واقعات صحیح ہوں، وہ لکھ کر بھیجے۔ اگر جستجو وتلاش کے بعد، ہندہ حق بجانب ثابت ہوئی تو نکاح فسخ کیا جاسکتا ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۸/۲/۷۲ء

استفتاء ۴۰۳

مسئلہ : نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم ــــــ کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

انوری بیگم کی شادی ۶۴ء میں زید سے ہوئی جب کہ لڑکی نابالغہ تھی اور لڑکا بالغ تھا اور اسی وقت سے زید غائب ہوگیا۔ چار سال بعد یہ خبر ملی کہ وہ ہندوستان وپاکستان کے بورڈر پر وہ مزدوری کر رہا ہے اور پھر اس کے بعد کوئی خبر نہ مل سکی، لڑکی کئی سال سے بالغ ہے اور زید کا کوئی پتہ نہیں۔ لہٰذا انوری کے والدین کسی اور مسلمان سے عقد کر دینا چاہتے ہیں۔ اس کی شرعی صورت کیا ہوسکتی ہے۔ از راہِ عنایت جواب مفصل عنایت فرمائیں۔

المستفتی: بسم اللہ انصاری، محلہ ملکی، پوسٹ: سکندر پور، ضلع بلیا
۲۷/۲/۷۲ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــــــ وھوالموفق للصواب ـــــــــ !

صورت مذکورہ میں جب کہ انوری بیگم کا شوہر مفقود الخبر ہے۔ اور تلاش وجستجو کے بعد بھی، اس کا کچھ پتہ وسراغ نہ ملا اور نہ زید نے انوری بیگم کے نان ونفقہ کا کچھ انتظام کیا تو ایسی صورت میں انوری بیگم قاضی شرع دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ کے پاس فسخ نکاح کی درخواست پیش کرے، جس میں اپنا اور اپنے شوہر کا نام مع ولدیت ومکمل پتہ لکھ کر شادی سے متعلق پوری تفصیل لکھے کہ شادی کب اور کتنے مہر پر ہوئی؟ رخصتی ہوئی یا نہیں؟ شوہر کو غائب ہوئے کتنے دن ہوئے؟ اس کی تلاش کی گئی یا نہیں؟ شوہر کے والدین یا اور کوئی رشتہ دار زندہ ہیں یا نہیں؟ لڑکی کی عمر شادی کے وقت کیا تھی؟ اور اب کتنی عمر ہے؟ لڑکی کیا چاہتی ہے۔ لڑکے کے والدین لڑکی کو نان ونفقہ دیتے ہیں یا اور کسی کے ذمہ اس کی خورش وپوشش کا انتظام ہے؟ غرض کہ پوری تفصیل لکھ کر، آخر میں

لڑکی کا دستخط یا نشان انگوٹھا لگا کر بھیجیں، قاضی شرع بعد تحقیقات فسخ نکاح کر کے دوسری شادی کی اجازت دیں گے۔ بغیر فسخ نکاح دوسری شادی جائز نہ ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۳/۸/۲۷ء

استفتاء ۴۰۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

ہندہ کا شوہر قریب چار سال سے لاپتہ ہے اور ہندہ کی کفالت میں میکہ کے لوگ دشواری محسوس کرتے ہیں۔ ہندہ شادی کے بعد، ایک مرتبہ سسرال گئی، اس کے بعد سے شوہر کا پتہ نہیں۔ البتہ ایک مرتبہ پتہ چلا، پھر اس کے بعد کوئی پتہ نہ چل سکا۔ ایسی حالت میں، ہندہ کے لئے کوئی ایسی صورت ہے تو بتادیں جس سے اُس کا گزر بسر ہو سکے اور گناہوں میں پھنسنے کا خطرہ نہ رہے۔ کیا علمائے کرام نے کوئی ایسی صورت نکالی ہے جس سے آج کے ہونے والے مظالم سے عورتوں کو بچایا جا سکے۔ براہِ کرم تفصیلی طور پر حکم فرمائیں تاکہ اس پر عمل کر کے ہندہ کو اس مصیبت سے نجات دلائی جا سکے۔ بینوا توجروا!

نعیم الدین، مقام بلودر، پوسٹ ہیرگنج، ضلع پلاموں

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــ!

مفقود الخبر کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ مفقود کے ہم عصر و ہم قرن لوگ جب تک بقید حیات ہوں۔ تفریق نہیں کی جا سکتی۔ اور نہ زوجۂ مفقود، نکاحِ ثانی کر سکتی ہے۔ لیکن وقت کی نزاکت اور ابتلائے معصیت کے خطرات کے پیش نظر، متاخرین حنفیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک پر فتویٰ دینا جائز قرار دیا ہے۔ جیسا کہ علامہ شامی نے مسئلۃ ممتدۃ الطہر میں بیان کیا ہے: **قال الزاھدی قد کان بعض اصحابنا یفتون بقول مالک فی ھذہ المسئلۃ للضرورۃ الخ۔** ''زاہدی نے کہا کہ ہمارے بعض اصحاب حنفیہ نے ضرورتاً اس مسئلہ میں امام مالک کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔'' مسلک مالکیہ میں یوم مرافعہ سے چار سال تک مدعیہ کو انتظار کرنا ہوگا۔ جب مدت مذکورہ میں شوہر کا پتہ نہ چلے تو مدعیہ، پھر دوسری درخواست فسخ نکاح کی پیش کرے۔ پھر بعد انقضائے عدتِ وفات، قاضی اُسے نکاحِ ثانی کی اجازت دے گا۔ مگر یہ شرط اُس وقت ہے، جب کہ عورت کو برابر نفقہ ملتا رہے اور ابتلائے معصیت کا خطرہ نہ ہو۔ قاضی حالات کے پیش نظر اور ضرورت و مصلحت کو مدنظر رکھتے

ہوئے ایک ہی سال میں تفریق کو ضروری سمجھ کر کر سکتا ہے۔ بہر حال ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ میں دار القضاء سے مذکورہ بالا شرائط کے مطابق، زوجۂ مفقود نیز دیگر منازعات کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ لہٰذا مدعیہ اگر مناسب سمجھے تو قاضی شرع دار القضاء کے نام فسخ نکاح کی درخواست ارسال کرے، جس میں زوجین کا نام مع ولدیت وسکونت اور شادی سے متعلق پوری تفصیل ہونی چاہیے۔ آخر میں ہندہ کا دستخط ہونا بھی ضروری ہے۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۷/۵/۷۴ء

استفتاء ۴۰۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ایک آدمی جنگل میں لکڑی کاٹنے کے لئے آج سے بیس بائیس سال قبل گیا لیکن اب تک واپس نہ آیا۔ پتہ نہیں کیا ہوا، شیر کھا گیا یا دریا میں ڈوب گیا یا کسی نے مار ڈالا۔ بہت تلاش کیا مگر آج تک پتہ نہ چلا۔ اس کے رشتہ داروں نے بھی بہت دور تک تلاش کیا۔ آج تک پتہ نہیں ہے۔ اس کی عورت جوان ہے، برائی کا خطرہ ہے۔ ایسی صورت میں دوسرا نکاح کر سکتی ہے یا نہیں؟

المستفتی: محمد یونس، ملک نیپال، موضع بڑھیا گاؤں، بہرائچ

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ!

صورت مذکورہ میں جب وہ شخص مفقود الخبر ہے اور تلاش کرنے پر بھی کوئی پتہ نہ چلا اور بیس بائیس سال کی مدت ختم ہو چکی تو ظاہر ہے کہ وہ بقید حیات نہیں اور اگر کہیں زندہ ہو بھی تو مفقود الخبر ہے۔ ایسی صورت میں اس کی بیوی دار القضاء میں قاضی شرع کے پاس درخواست پیش کرے۔ بغیر قاضی کی اجازت کے وہ دوسری شادی نہیں کر سکتی اور اس سلسلہ میں دو چار معتبر آدمیوں کی تصدیق وشہادت پیش کرے۔ اس کے بعد قاضی شرع نکاح فسخ کر کے دوسری شادی کی اجازت دیں گے تو وہ شادی کر سکتی ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

استفتاء ۴۰۶

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ
میری بہن بیچو خاتون بنت عبدالغفور کی شادی چار سال قبل محمد ملتان ولد کیلو نداف موضع مذکور سے ہوئی۔ ایک سال سے شوہر لاپتہ ہے۔ اپنی بہن کی خبر گیری ہم لوگوں کو کرنی پڑتی ہے۔ ہم غریب آدمی ہیں، بہن کے خرچ کی کفالت مشکل ہے۔ بہن بھی جوان ہے۔ ایسی صورت میں ہم لوگ اس کی شادی ضروری سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس مسئلہ میں شرعی احکام سے مطلع فرمائیں۔

الملتمس: محمد منیر، معرفت عبدالغفور، موضع گورہو، پوسٹ گورہو، اثر گنج، مونگیر

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوہاب ـــــــــ!

صورت مذکورہ میں بیچو خاتون کی شادی شرعاً ناجائز وحرام ہوگی۔ جو اس سے شادی کرے گا یا کرائے گا سب گنہگار ہوں گے۔ صرف ایک سال شوہر کے مفقود ہونے پر بیوی کو ہرگز یہ جائز نہیں کہ وہ دوسری شادی کر لے۔ نکاح شرعی عہد و پیمان ہے۔ اسے اتنی آسانی سے توڑا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا ابھی وہ شوہر کا انتظار کرے اور تلاش وجستجو جاری رکھے۔ اگر شوہر کے پاس مال موجود ہے تو اس سے نفقہ وکسوہ حاصل کرے اور اگر انتہائی جستجو وتلاش کے بعد بھی اگر شوہر کا پتہ نہ چلے اور بیچو خاتون نفقہ حاصل کرنے سے مجبور ہو تو باضابطہ دارالقضاء میں فسخ نکاح کی درخواست بھیجے۔ ابھی صبر وتحمل سے انتظار کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کـــــــتـــــــبـــــــہ

۱-۲-۷۶ء

استفتاء ۴۰۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ
زید تقریباً چار سال سے غائب ہے اور بہت جستجو بھی کی گئی۔ مگر اب تک کوئی پتہ نہیں کہ موصوف زندہ ہے یا مر گیا۔ مگر ظن غالب ہے کہ موصوف زندہ نہیں ہے اور اس کی بیوی ہندہ دو بچے کی ماں ہے۔ بہت ہی غریب، کوئی سہارا نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ کسی دوسرے سے تعلقات ہونے کی وجہ سے چار ماہ کی باردار ہے۔ ہندہ اور وہ شخص اقرار بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا اب دریافت طلب ہے کہ ہندہ کی شادی اس شخص سے جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: محمد تمیز الدین، بائسی ہاٹ، پورنیہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ!

زوجۂ مفقود الخبر کا نکاح جب تک قاضی شریعت فسخ نہ کردیں بغیر فسخ نکاح ہندہ کی شادی دوسرے شخص سے جائز نہ ہوگی۔ ناجائز حمل سے نکاح اول باطل و فسخ نہ ہوگا۔ لہٰذا ہندہ دار القضاء میں فسخ نکاح کے لئے درخواست پیش کرے اور شادی سے لے کر اب تک جو حالات و واقعات گزرے وہ بالتفصیل لکھے اور مدعیہ اپنا اور مدعا علیہ کا نام مع ولدیت و مکمل پتہ لکھ کر آخر میں دستخط کرے۔ دار القضاء سے باضابطہ تحقیقات کے بعد اگر مدعیہ اپنے دعویٰ میں حق بجانب ثابت ہوئی تو نکاح فسخ کرکے دوسری شادی کی اجازت دی جائے گی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــــــــــــــــــــبہ

۲۱-۹-۷۶ء

استفتـــــاء ۴۰۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

زید کی شادی ہوئے آج تقریباً چھ سال ہوگئے۔ زید عقد کے بعد گھر سے دور کمانے چلا گیا۔ چھ سال کے عرصہ طویل میں نہ کوئی خط و کتابت ہے نہ موت و حیات کا پتہ چلتا ہے۔ ایسی صورت میں ہندہ دوسری جگہ عقد کرسکتی ہے؟ کیا شرعاً درست ہے یا نہیں؟

المستفتی: نحب اللہ، موضع سنولی، پوسٹ پرنی پرتائی، دیوریا

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــــ!

(۱) صورت مذکورہ میں جب زید مفقود الخبر ہے، اس کے موت و حیات کا حال معلوم نہیں اور ہندہ نان و نفقہ و دیگر حقوق سے محروم ہے، حصول نفقہ کی کوئی صورت نہیں تو حتی الامکان زید کی جستجو و تلاش کی جائے۔ اگر کوئی پتہ نہ چلے تو ہندہ اپنی طرف سے فسخ نکاح کی درخواست قاضی شریعت کے پاس دار القضاء میں پیش کرے۔ درخواست میں اپنا نام اور مدعا علیہ شوہر کا نام مع ولدیت و مکمل پتہ لکھے اور نکاح کے متعلق پوری تفصیل لکھے۔ بغیر خلع یا فسخ نکاح ہندہ دوسری شادی نہیں کرسکتی ہے۔ جب قاضی شریعت فسخ نکاح کرکے دوسری شادی کی اجازت دیں گے تو مدعیہ شادی کرسکتی ہے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتـــــــــــــــــــــــــــــــــبہ

۲۰-۴-۷۷ء

استفتاء ۴۰۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
زبیدہ خاتون بنت مولا بخش موضع ۱۶ نمبر پوسٹ سنٹر فیٹ ضلع گریڈیہ کی شادی جناب ادریس میاں والد گوڑہ میاں مرحوم موضع نیاوڑن پوسٹ نیادوونی ضلع گریڈیہہ کے ساتھ ہوئی تھی شادی ہونے کے بعد لڑکی رخصت ہوکر اپنے شوہر کے مکان پر گئی۔ اب لڑکا (یعنی ادریس میاں اپنی بیوی زبیدہ خاتون) کو اپنے مکان میں رکھ کر کے تقریبا ایک ماہ نان ونفقہ دیکر مکان سے نوکری کے تلاش میں نکلا آج تقریباً ایک سال ہورہا ہے لڑکا یعنی ادریس کا کچھ پتہ نہیں ہے کہ کہاں ہے اور لڑکا کے بارے میں بہت کچھ جستجو کیا گیا لیکن پھر بھی پتہ نہیں لگا اور لڑکی بالغہ ہے ایسی حالت میں لڑکی کو کیا کیا جائے۔ لڑکے کے رشتہ دار لوگ اور وکیل گواہ لوگ کہتے ہیں کہ لڑکی کو دوسری جگہ نکاح کردیا جائے۔ لہٰذا جب تک لڑکا نان ونفقہ دیا تھا لڑکی اس وقت تک لڑکے کے مکان میں رہی جب کوئی چیز کھانے پینے کا نہ رہی آخر میں مجبور ہوکر اپنے گھر یعنی میکے چلی آئی ابھی تک لڑکی میکے میں ہے نیز لڑکی کے والد محترم بہت غریب آدمی ہے لڑکی کا خوردونوش کا انتظام کرنہیں سکتا ہے لڑکی کے والد کو ڈر ہے کہ کہیں لڑکی برائی کا ارتکاب نہ کر بیٹھے۔ لہٰذا ازروئے شریعت جواب دیں کہ ایسی حالت میں لڑکی کیا کرے گی۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: مولا بخش موضع ۱۶ ارمنیکا

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــــ !
صورت مذکورہ میں زبیدہ خاتون کو چاہئے کہ کچھ عرصہ تک چین وسکون کے ساتھ بیٹھے اور شوہر ادریس میاں کی تلاش وجستجو کرے ابھی تقریباً ایک ہی سال سے شوہر غائب ہے ممکن ہے ملازمت کی تلاش میں سرگرداں ہو یا کسی ناراضگی ورنجش کی بناپر گھر پر خط نہ لکھتا ہو لہٰذا زبیدہ مزید کچھ دنوں تک شوہر کا انتظار کرے اس کے بعد بھی اگر شوہر کا پتہ نہ معلوم ہوسکے تو شوہر کے والد یا بھائی سے یہ لکھوا کر بھیج دیں کہ ادریس اتنے دنوں سے غائب ہے بہت تلاش کیا گیا لیکن اس کی موت یا حیات کا کچھ پتہ نہیں چلتا اور زبیدہ نان ونفقہ سے مجبور ہے اس کا نکاح فسخ کرکے دوسری شادی کی اجازت ملنی چاہیے غرضیکہ ابھی زبیدہ انتظار کرے۔ جب شوہر کے آنے کی قطعی امید نہ رہے تو فسخ نکاح کے لئے باضابطہ درخواست دارالقضاء بھیجنی ہوگی اس کے بعد اس سلسلہ میں کوئی کارروائی ممکن ہوگی۔ وھو اعلم!

کتبہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
۱۸/۸/۷۷ء

استفتاء ۴۱۰

مسئلہ: ایک شخص عرصہ چار پانچ سال سے لا پتہ ہے، بہت تلاش کے بعد بھی پتہ نہ چل سکا کہ وہ زندہ ہے یا مر گیا تو ایسے شخص کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے نیز اس کے متعلق حضرت امام مالک علیہ الرحمہ کا قول کیا ہے اور اس کے نابالغ بچوں کو یتیم قرار دے سکتے ہیں کہ نہیں؟ جلد جواب عنایت فرما کر موقع شکر عنایت فرمائیں۔

المستفتی: محمد وارث دار العلوم شاہ عالم احمد آباد

۱۴/۱۱/۷۸ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــ وهو الموفق للحق والصواب ــــــ!

صورت مذکورہ میں مسلک امام مالک علیہ الرحمہ کی بنیاد پر اگر قاضی شریعت ایسے مفقود الخبر کو مردہ قرار دیدے اور اس کے مطابق وہ حکم نافذ کرے تو اس کے نابالغ بچوں کو یتیم قرار دیا جا سکتا ہے۔ مسلک امام مالک علیہ الرحمہ میں ایسے مفقود الخبر جس کا چار سال سے پتہ نہ ہو اور تلاش و جستجو کے بعد بھی کوئی پتہ نہ چل سکے تو اس کی بیوی کو قاضی شریعت کے پاس فسخ نکاح کی درخواست پیش کرنے اور مطالبہ تطلیق کا حق حاصل ہے۔ وهو اعلم!

کتبہ

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۶/۱۱/۷۸ء

استفتاء ۴۱۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ مندرجہ ذیل میں:

ہندہ کی شادی زید کے ساتھ آج سے تین سال قبل ہوئی تھی، لیکن ایک سال سے زید بغیر کسی اطلاع کے غائب ہو گیا ہے۔ جاتے وقت تمام زیورات جو اس کی ملکیت کے تھے اور جو لڑکی کو جہیز میں ملے تھے، وہ اپنے ساتھ لے گیا اور ایک مصدقہ خبر یہ بھی ہے کہ زید، گاؤں کی ایک ہندو لڑکی کو لے کر بھاگا ہے۔ لڑکی والوں نے اور گاؤں کے دیگر لوگوں نے زید کی پوری تلاشی کی مگر کوئی پتہ نہیں چلا۔ چونکہ زید کو اپنی جان کا خطرہ ہے۔ اس لئے بھی شاید اب وہ کبھی نہ آئے۔ ہندہ کے والد کے سامنے دو اہم باتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ہندہ کی سسرال والے اس کا نان و نفقہ اٹھانے کو آمادہ نہیں، کسی طرح ہندہ کا باپ اس کے اخراجات

اٹھاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ فتنہ بڑھ جانے کا بھی احتمال ہے کیونکہ ہندہ نوجوان ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں کس طرح اس کا عقد ثانی کیا جاسکتا ہے؟ براہ کرم حالات کی نزاکت ملحوظ رکھتے ہوئے جواب عنایت فرمائیں۔ بینوا توجروا۔

المستفتی: داؤد خاں، معرفت نورالحسن ماسٹر، جیتھالال کمار کی چال، رکھیا روط، احمد آباد۔۲۱

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق و الصواب ــــــــ !

صورت مسئولہ میں ہندہ کو دوسری شادی کرنے کی شرعاً اجازت نہیں، کیونکہ شوہر کو مفقود ہوئے ابھی صرف ایک سال ہوا ہے۔ بہ اتفاق ائمہ اربعہ رحمہم المولیٰ ہندہ زید کی زوجیت سے خارج نہیں ہوسکتی۔ امام مالک کے مسلک کی بنا پر بھی، ہندہ کو ابھی چار سال اور زید کا انتظار کرنا ہوگا۔ اس مدت میں بھی، اگر زید کا کچھ پتہ و سراغ نہ ملے گا تو پھر آئندہ عدم نان و نفقہ کا دعویٰ دارالقضاء میں دائر کرکے، وہ نکاح فسخ کراسکتی ہے۔ لہٰذا ہندہ کو چاہیے کہ وہ زید کی جستجو و تلاش حتی الامکان کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۳۰/۷/۷۰ء

استفتاء ۴۱۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ میرا شوہر دو سال سے لاپتہ ہے۔ میں بالغ ہوں، گرانی کا زمانہ ہے، اس لئے میں شریعت کی طرف رجوع کرتی ہوں کہ آپ میرا نکاح فسخ کرکے، مجھے دوسرا نکاح کرنے کی اجازت دیجئے۔ فقط

المستفتیہ: کنیز مسماۃ صابرہ خاتون عرف علیا دختر عبدالحمید انصاری، محلّہ بہادر پور، سستی پور، ضلع دربھنگہ

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــ وھو الموفق للحق و الصواب ــــــــ !

صورت مستفسرہ میں فسخ نکاح کا حکم ابھی نہیں دیا جاسکتا۔ ابھی مزید انتظار و جستجو و تلاش کی جائے۔ اپنے سسرال والوں سے پتہ چلائیے۔ اگر شوہر کا پتہ نہ چل سکے کہ وہ مُردہ ہے یا زندہ تو آپ باضابطہ درخواست دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶ میں اس طرح لکھ کر دیجئے۔ بعدالت قاضی شریعت دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار الخ۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۱۳/۸/۷۰ء

استفتاء ۴۱۳

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسئلہ میں کہ
زید اپنی منکوحہ ہندہ کو، اچھی طرح نہیں رکھتا ہے اور بہت ہی پریشان کرتا رہتا ہے۔ ایسی حالت میں جب ہندہ، زید سے طلاق چاہتی ہے تو زید طلاق بھی نہیں دیتا اور اُسے اچھی طرح رکھتا بھی نہیں ہے۔ از روئے شرع مطہر، ہندہ زید سے کس طرح چھٹکارہ حاصل کرے، بہت جلد جواب مرحمت فرمائیں۔ بینو اتو جرو۔

المستفتی: محمد رفیق، مدرسہ عین العلوم، بیت الانوار، محلّہ گیوال بیگھہ، گیا
۱۴ / ربیع الاوّل ۹۲ھ

۹۲/۸۶ ک

الجواب ــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــ!

صورت مسئولہ میں، ہندہ زید کو کچھ رقم دے کر یا بالعوض معافی دَین مہر، خلع کرالے یا پھر محلّہ کے سربرآوردہ حضرات، زید کو حسن اخلاق کے ساتھ رکھنے یا طلاق دے کر زوجیت سے خارج کر دینے پر مجبور کریں۔ شرعاً عورت کو معلق رکھنا جائز نہیں۔ زید حقوق زوجیت ادا کرے یا بصورت دیگر طلاق یا خلع کے ذریعہ اس کا راستہ صاف کر دے۔ اگر زید ان دونوں صورتوں میں سے کسی ایک پر عمل نہ کرے تو ہندہ کو اختیار ہے کہ فسخ نکاح کے لئے، باضابطہ دارالقضاء میں درخواست پیش کرے۔ وھو تعالیٰ اعلم

کتبہ ــــــــ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
۱۶ مئی ۷۲ء

استفتاء ۴۱۴

مسئلہ: جناب مفتی صاحب ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ایک درخواست حاضر خدمت ہے امید ہے کہ حضرت توجہ فرمائیں گے۔ مسماۃ کلثوم بی بی کو، اس کے شوہر شمس الدین نے تقریباً ۹ ماہ سے ایک دم معلق چھوڑ رکھا ہے۔ نہ اپنے گھر لے جاتا ہے، نہ نان ونفقہ دیتا ہے بلکہ صاف انکار کر دیتا ہے کہ ''میں کچھ نہیں دوں گا۔'' حالانکہ شوہر نے اپنی زندگی گزارنے کے لئے دُوسری شادی کرلی ہے اور اس غریب عورت کو یوں ہی چھوڑے ہوئے ہے۔ گزارش خدمت یہ ہے کہ شریعت کی رُو سے کوئی صورت ہو تو بہ حیثیت قاضی فسخ نکاح کا حکم صادر فرمایا جائے تا کہ کلثوم دُوسرا عقد کر سکے۔ چند گواہوں کی توثیق کے ساتھ درخواست حاضر ہے۔ اگر اسی درخواست پر فسخ نکاح کا حکم صادر فرمائیں تو ٹھیک، اور اگر کوئی دوسرا قاعدہ ہو فارم

وغیرہ بھر کر بھیجنے کا اور پھر اس کے بعد یہ حکم نافذ ہوتا ہو تو عرض ہے کہ ادارۂ شرعیہ کا وہ فارم بھیج دیا جائے تا کہ مظلومہ کی درخواست ضابطہ کے مطابق بھیجی جاسکے۔

المستفتی: محمد قاسم، محلہ کرواں پرکی پارہ، پوسٹ: لٹوری، ضلع: سرگجہ، ایم پی

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــــ !

صورت مذکورہ بالا میں مسماۃ کلثوم کو دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں کہ جب تک شوہر طلاق نہ دے یا نکاح فسخ نہ کیا جائے دوسرا نکاح کرنا جائز نہیں اگر شمس الدین نان ونفقہ نہیں دیتا ہے تو طرفین سے دو معتمد آدمی جا کر شمس الدین کو بطور اتمام حجت سمجھائیں اگر وہ پھر بھی اپنے ساتھ رکھنے یا طلاق دینے پر رضامند نہ ہو تو ایک درخواست باضابطہ لکھ کر کلثوم دارالقضاء میں بھیجیں جس میں شادی سے متعلق پوری تفصیلات ہوں۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۵/۱/۷۲ء

استفتاء ۴۱۵

مسئلہ: کیا حکم صادر فرماتے ہیں شریعت مطہرہ کے علمائے کرام ومفتیان عظام ادارۂ شرعیہ وعلم برداران اہل سنت کہ میں مسماۃ بی بی قمر النساء۔ میرا شوہر مجھے نہ کھانا دیتا ہے، نہ رکھتا ہے اور میں نے متعدد بار پنچایت کی مگر وہ پنچایت سے بھاگا بھاگا رہا۔ اب میری زندگی خراب ہو رہی ہے۔ نہ تو طلاق دیتا ہے، نہ ہی رکھتا ہے اور نہ ہی پنچایت میں آکر طے کرتا ہے۔ پانچ، چھ سال کا عرصہ گزر گیا ہے، مصیبت وجانکنی میں زندگی پڑی ہوئی ہے۔ علمائے اہل سنت نے خلاصی کی کوئی صورت اب تک نہ نکالی۔ اب سُنّی، مسلم، غریب ولاچار لڑکی کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ کبھی مجبوراً ایسا ہوتا ہے کہ غیر مقلد وہابی کی تو، ان کے مسلک میں راہ یابی ہوتی ہے، مگر ہمارے علمائے اہل سنت نہ تو اس طرح مسائل کا حل نکال سکے، نہ متوجہ ہیں، جس سے سُنّی دنیا مجبوراً اُلجھ کر غیر مسلک کی طرف دن بدن مائل ہوتی رہی۔ آخرش عام پنچان نے متفقہ طور پر حکم صادر فرمایا کہ شادی کر دی جائے۔ مگر علمائے حق کا دامن کیسے چھوڑا جائے۔ لہٰذا اگر آپ کے ادارۂ شرعیہ نے، میری، گلوخلاصی کی کوئی صورت نہ نکالی تو میں اس مسلک سے اپنی راہ اختیار کرلوں گی اور اس کا ثواب وعذاب ان سارے پنچان وعلمائے اہل سنت کی گردن پر ہوگا۔ میں محمد داؤد مستری، ساکن قصبہ بھوّارہ، مدھوبنی، ضلع دربھنگہ کی لڑکی ہوں۔

۸۶/۹۲ھ

الجواب

صورت مذکورہ بالا میں، بغیر طلاق و فسخ نکاح، بی بی قمر النساء کو شرعاً دوسری شادی کرنا جائز و درست نہیں ہے۔ قمر النساء کو چاہیے کہ فسخ نکاح کے لئے باضابطہ درخواست لکھ کر جس میں اپنا اور شوہر کا پورا نام مع ولدیت وسکونت دار القضاء میں ارسال کرے اور معاملات و واقعات کی پوری تفصیل لکھے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۱۰/۱/۷۲ء

استفتاء ۴۱۶

مسئلہ: بحضور فیض گنجور مفتی شرع متین ادارۂ شرعیہ بہار، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ کنیز فاطمہ کی شادی ہوئے کم از کم پندرہ سال گزر گئے مگر آج سے تین سال پہلے ہی کنیز فاطمہ کو اس کے شوہر نے چھوڑ دیا یعنی اس سے بات چیت اور اس کے ہاتھ سے کھانا پینا بند کر دیا۔ جب کنیز فاطمہ کے والدین کو پتہ چلا تو وہ اس کے گھر گئے اور دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ یہ بات حقیقت ہے۔ لڑکا کنیز فاطمہ سے تعلق نہیں رکھتا ہے اور پھر لڑکے کے والدین نے کنیز فاطمہ کو اس کے والد کے ساتھ میکہ روانہ کر دیا۔ آج تین سال ہو گئے۔ نہ وہ لڑکی کو لے جاتا ہے۔ نہ اسے طلاق دیتا ہے۔ لڑکی جانا چاہتی ہے مگر لڑکا قبول نہیں کرتا ہے۔ وہ اب سال بھر سے پردیس گیا ہوا ہے مگر کنیز فاطمہ کی کوئی خبر نہیں لیتا۔ تین سال سے لڑکی میکہ ہی میں ہے۔ اب دریافت طلب ہے کہ شریعت کیا حکم فرماتی ہے؟ لڑکی دوسری شادی کر سکتی ہے یا نہیں؟ بحکم شریعت کوئی راستہ بتائیں نوازش ہوگی اور اس کے لئے ''انجمن فیض الاسلام'' ہمیشہ ہمیشہ ادارۂ شرعیہ کی احسان مند رہے گی۔ جواب جلد عنایت فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

المستفتی: قاری بدر الدین صابری، خطیب جامع مسجد بیت السلام، بجرا کو ٹیلری، ان، سی، ڈی، سی ہزاری باغ
۱۴ اپریل ۱۷ء

۸۶/۹۲ھ

الجواب وهو الموفق للصواب

صورت مذکور بالا میں لڑکی کو شرعاً دوسری شادی کی اجازت نہیں۔ جب تک خلع یا طلاق نہ ہو جائے۔ اس سلسلہ میں لڑکے سے دریافت کیا جائے کہ کس بنا پر وہ حقوق زوجیت اور نان ونفقہ سے کنیز فاطمہ کو محروم کیے ہوئے ہے اور کیوں خلاف شرع اپنی

بیوی کو معلق چھوڑ رکھا ہے؟ اگر وہ کنیز فاطمہ کے حقوق ادا کرے اور اپنے ساتھ رکھے تو خیر۔ ورنہ جب وہ کسی طرح ساتھ رکھنے اور طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو کنیز فاطمہ کو چاہیے کہ ایک عرضی دعویٰ دارالقضاء ادارۂ شرعیہ میں پیش کرے اور اس درخواست میں اپنا نام، ولدیت اور پورا پتہ اور اپنے شوہر کا نام، ولدیت مکمل پتہ لکھ کر اپنے مدعا کو تحریر کرے اور ساتھ ہی اپنی پریشانیوں کا اور نان ونفقہ سے محروم رہنے کا ذکر کرے۔ درخواست بہ عدالت قاضی شرع ادارۂ شرعیہ کے نام لکھے۔ آخر میں اپنا دستخط یا نشان انگوٹھا لگا کر تاریخ لکھے، اس کے بعد دارالقضاء سے کوئی فیصلہ ہوگا۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۱۲/۵/۷۱ء

استفتاء ۴۱۷

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:

زید کی شادی ہندہ سے ہوئی، جس کو آج تقریباً چھ سال کا عرصہ گزر رہا ہے۔ ہندہ، ابتدائی سال میں، اپنی سسرال آئی گئی۔ لیکن پھر مسلسل پانچ سال سے ہندہ سسرال نہیں جارہی ہے۔ ہندہ کا کہنا ہے کہ میں زید کے پاس کسی صورت میں بھی نہیں جاؤں گی اس لئے کہ وہاں جانا میری عزت کی بربادی کا باعث ہوگا۔ دوسرے یہ کہ مجھے نماز پڑھنے اور قرآن کی تلاوت سے منع کیا جاتا ہے۔ ہندہ کو اس کے والد وغیرہ نے بہت سمجھایا، لیکن ہندہ کسی طرح بھی جانے کو تیار نہیں۔ اس کا کہنا ہے کہ مجھے زہر دے کر ختم کردیں، یا قتل کردیں، لیکن میں اس گھر میں نہیں جاسکتی۔ اور زید سے کہا گیا کہ آپ طلاق دے دیں مگر زید طلاق نہیں دے رہا ہے۔ حالاں کہ زید نے، دوسری شادی بھی کرلی ہے۔ اب حضور والا سے گزارش ہے کہ بتائیں کہ اب ہندہ کے لئے کیا کوئی دوسری صورت ہوسکتی ہے کہ ہندہ اپنی دوسری شادی کہیں اور کرے۔ جب کہ زید طلاق دینے کو تیار نہیں ہے۔ امید ہے کہ حضور جواب کافی سے خادم کو نوازیں گے۔ والسلام

المستفتی: محمد منور کیر آف محمد ایوب صدیقی، جامع مسجد گوپی گنج، ضلع بنارس

۲/۵/۷۱ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ــــــ وهو الموفق للحق والصواب ــــــ

صورت مسئولہ میں بغیر طلاق ہندہ دوسری شادی نہیں کرسکتی ہے اور محض عزت وآبرو کے خطرہ کے پیش نظر فسخ نکاح بھی نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر یہ حقیقت ہے کہ زید، ہندہ کو نماز اور تلاوت قرآن حکیم سے منع کرتا ہے تو تحقیق وتصدیق کے بعد، زید کے ساتھ

قانونی وشرعی کارروائی کی جاسکتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ فریقین کی طرف سے سربرآوردہ ومعزز حضرات واقعات کی تحقیق کریں اگر واقعی زید فرائض کی ادائیگی سے ہندہ کو منع کرتا ہے بعد ثبوت جرم، زید کو طلاق دینے پر مجبور کریں۔ اگر زید اپنی اس مذموم حرکت اور خلاف شرع حکم کرنے سے باز آجائے تو ہندہ کو رخصت کردیں ورنہ تمام مسلمان متفقہ طور پر جب تک زید ہندہ کو طلاق نہ دے، اس کا سوشل بائیکاٹ کریں اور اس سے سلام وکلام ترک کردیں۔ اگر معاملہ آپس میں طے ہوجائے تو بہتر ورنہ ہندہ۔ فرائض کی ادائیگی سے ممانعت اور عدم نان ونفقہ کی بناپر، دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ میں قاضی شرع کے پاس فسخ نکاح کی درخواست پیش کرے اور استغاثہ میں اپنا اور زید کا نام مع ولدیت وسکونت لکھے اور زید کے ظلم ناروا عدم نان ونفقہ کی پوری تفصیل لکھے اور ساتھ ہی مبلغ ۲۵/روپے تجویز فیس اخراجات مقدمہ کے لئے ارسال کردے، اس کے بعد دارالقضاء سے کارروائی کی جاسکتی ہے۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ٦

کتبہ

۵/۵/۷۱ء

استفتاء ۴۱۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

ایک لڑکی کی شادی سترہ ماہ کی عمر میں ہوئی جس کو اب گیارہ سال ہوگئے اور اب لڑکی نیم بالغہ ہے اور اسے اس کا شوہر ایک یا دوبار سسرال لے گیا ہے اور اب وہ لڑکی کو نہ لے جاتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے اور لڑکی اپنے شوہر سے ناخوش ہے۔ کمیٹی میں ایک مرتبہ اس کے فیصلہ کے لئے بلایا مگر حاضر نہ ہوا۔ کیا یہ لڑکی بغیر طلاق کے شادی کرسکتی ہے؟ شریعت کے مطابق جواب مدلل تحریر فرمائیں۔

المستفتی: محمد رستم علی، ساکن تتریا، پوسٹ بڑا اسرا، ضلع دمکا

۹۲/۸٦ب

الجواب ــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــ !

جب تک اس لڑکی کو شوہر طلاق نہ دے گا یا خلع نہ کرے گا اس کی دوسری شادی شرعاً نہیں ہوسکتی۔ بغیر طلاق اس لڑکی کی شادی کرنا ناجائز وحرام ہوگا۔ بستی کے لوگ لڑکے کو بلاکر سمجھائیں کہ وہ اپنی بیوی کو ساتھ رکھے اور اس کے حقوق ادا کرے، نان نفقہ دے۔ اگر وہ رکھنا نہیں چاہتا تو طلاق دے کر لڑکی کا راستہ صاف کردے۔

اگر لڑکا طلاق نہ دے اور نہ رکھے تو لڑکی فسخ نکاح کے لئے قاضی شریعت ادارۂ شرعیہ بہار کے پاس درخواست پیش کرے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کتبہ

۱۷-٦-۷٦ء

استفتاء ۴۱۹

مسئلہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ میں نے اپنی دختر نیک اختر اجمیری خاتون کی شادی جناب سید عبدالرزاق صاحب برناہی مظفر پور کے صاحبزادے سیّد عبدالجیلانی کے ساتھ، ساڑھے تین سال قبل کیا۔ اب تک وہ میری دختر کو نہیں لے جارہے ہیں اور دین مہر اور نان ونفقہ وغیرہ بھی دینے سے انکار ہے۔ لڑکے کو بردوان جیل میں، بارہ سال کی سخت سزا ہوگئی ہے۔ ان دنوں لڑکی کا بوجھ میرے ہی اوپر ہے۔ لڑکے نے ایک دفعہ کچھ اشخاص اور میرے سامنے طلاق دے دینے کو کہا تھا۔ میری دختر چار سال سے بالغہ ہے۔ عزت کی بات ہے از روئے شریعت کوئی راستہ ہو تو میں اس کی نسبت کہیں کروں یا نہیں۔ خلاصۂ تحریر مہر کے ساتھ عطا کریں۔

المستفتی: سید محمد حبیب، گوناہی، بسنپور، پوسٹ بھوتہی، ضلع مظفر پور

۷۱/۸/۱۷ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــــــــــــ

صورت مسئولہ میں، جن حالات کا تذکرہ کیا گیا ہے اس کے پیش نظر اجمیری خاتون، بہ حیثیت مدعیہ، دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ میں فسخ نکاح کے لئے درخواست پیش کرے جس میں اپنی شادی سے متعلق پوری تفصیل لکھے۔ استغاثہ اس طرح تحریر کرے: بعدالت قاضی شرع دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۔ اس کے بعد اپنا اور اپنے شوہر کا پورا پتہ مع ولدیت وسکونت لکھے اور شادی کب اور کس سن میں ہوئی؟ کتنے دنوں تک شوہر کے ساتھ رہی، اور شوہر کب سے معلق چھوڑے ہوئے ہے۔ اپنے والدین کے یہاں وہ کب سے ہے؟ اس کا شوہر کب سے اور کس جرم میں قید کی سزا پا رہا ہے۔ اس کو جیل میں گئے ہوئے کتنے دن ہوئے اور اب کتنی مدت تک جیل میں رہے گا؟ اس کے شوہر کے والدین زندہ ہیں یا نہیں؟ اس کے گھر کا پتہ اور اگر جیل کا پتہ معلوم ہو تو وہ بھی، صاف صاف لکھے۔ نکاح کے وقت اس کی عمر کیا تھی؟ اب کیا عمر ہے؟ یہ درخواست اجمیری خاتون ہی کی طرف سے لکھی جائے گی اور آخر میں اس کا دستخط یا نشان انگوٹھا ہوگا اگر ممکن ہو تو، اپنے بیان کی دو چار دیندار مسلمان سے تصدیق وگواہی لکھوا کر بھیج دے اور ساتھ ہی دارالقضاء میں مقدمہ کی تجویز فیس مبلغ ۲۵/روپے دفتر میں بھیجے۔ اس کے بعد دارالقضاء سے باقاعدہ وباضابطہ کارروائی ہوگی اور بعد تحقیقات فسخ نکاح کیا جائے گا۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

۷۱/۸/۳۱ء

استفتاء[۴۲۰]

مسئلہ: علمائے دین کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ:
بی بی شفیقن بنت شجاعت علی کی شادی شمس الحق ولد پھیکو سے ہوئی۔ اب حالت یہ ہے کہ شمس الحق اپنی بیوی کو رکھتا نہیں ہے اور نہ ہی کھانا کپڑا دیتا ہے۔ علاوہ ازیں اُس عورت کو ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے۔ ایسی حالت میں لڑکے کا کیا حشر ہوگا جب کہ اس کے والد محترم سے ان سب کا بوجھ نہیں چل سکتا۔ آپ حضرات کے یہاں نالش کرتا ہوں کہ کوئی راستہ نکال دیجئے۔ اس کے ساتھ ایک لفاف اور پانچ روپئے بھیج رہا ہوں۔ واپسی ڈاک سے جواب آنا چاہیے۔
المستفتی: شجاعت علی موضع میناپور، سیتل سیمرا، ڈاکخانہ: رام پور ضیا، وایہ موتی پور، ضلع مظفر پور
۸/۸/۷۲ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ـــــــــــــــــــــــــ وھوالموفق للصواب ـــــــــــــــــــــــــ !

اگر شمس الحق اپنی بیوی شفیقن کو نان ونفقہ نہیں دیتا اور نہیں رکھتا ہے تو بستی کے معزز لوگوں اور پنچوں کو جمع کر کے اس سے دریافت کیا جائے کہ وہ کیا کرنا چاہتا ہے اور وہ بیوی کو کھانا خرچ کیوں نہیں دیتا ہے۔ خلافِ شرع اس کو معلق کیوں چھوڑ رکھا ہے۔ اگر وہ نہیں رکھنا چاہتا ہے تو طلاق دے کر اپنی زوجیت سے علیحدہ کر دے۔ اگر وہ ان دونوں صورتوں میں سے کسی ایک پر عمل نہ کرے تو پھر قاضی شرع کے پاس درخواست بھیجئے۔ درخواست لڑکی کی طرف سے لکھی جائے گی اور اس میں لڑکی اور اس کے شوہر کا نام، ولدیت ومکمل پتہ ہوگا اور شادی کے متعلق پوری تفصیل ہوگی۔ آخر میں لڑکی کا دستخط یا نشان انگوٹھا ضروری ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۶
کتبہ
۹/۸/۷۲ء

استفتاء ۴۲۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
ہندہ کے والد نے زید کے ساتھ ہندہ کا نکاح کیا۔ اب تک ہندہ کی شادی کو ۹ رنوسال ہو چکے ہیں مگر زوج ہندہ کبھی پوچھتا تک نہیں ہے کہ کس حال میں میری بیوی ہے؟ ہندہ اپنے سسرال صرف چھ ماہ کے لئے گئی تھی مگر اس وقت بھی کچھ بات نہ کیا اور آج چھ مہینہ سے زائد ہوا، وہ یعنی زید لا پتہ ہے، اب ایسی حالت میں شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے جب کہ جوان لڑکی اس طرح سے مجبور ہو اور اپنے ماں باپ کے یہاں ہو بارگراں بن کر، اور فتنۂ عظیم کا اندیشہ ہو۔ خدارا مدلل ومفصل جواب باصواب سے مطلع فرما کر ہماری پریشانی کو دور فرمائیں۔ والسلام

المستفتی: شیخ ڈومن، مقیم محلہ مستری لین، پیل خانہ، ہوڑہ
۲۷ رصفر ۹۱ھ

۸۶/۹۲ ھ

الجواب ـــــــــ اللّٰھم ھدایۃ الحق والصواب ـــــــــ !

صورت مسئولہ میں جب کہ زید صرف چھ ماہ سے مفقود الخبر ہے، ایسی صورت میں شریعت طاہرہ فسخ نکاح کی اجازت نہیں دیتی اور نہ آئین اسلامی وقانون شرعی کے پیش نظر افتراق کی کوئی صورت ہے۔ ہاں! جب کہ ہندہ کی شادی کو نو سال گزر چکے اور اس طویل مدت میں زید نے ہندہ کو نان ونفقہ سے محروم رکھا، ایسی صورت میں ہندہ عدم نان ونفقہ اور تنگیٔ معیشت وخطرۂ معصیت کی بنا پر، عدالت دار القضاء ادارۂ شرعیہ میں، قاضی شرع کے پاس فسخ نکاح کی باضابطہ درخواست پیش کرے۔ یہ استغاثہ ہندہ کی طرف سے ہوگا جس میں مدعیہ اور مدعیٰ علیہ دونوں کا نام، ولدیت وسکونت اور شادی کی تاریخ وسن اور چھ ماہ مدعیٰ علیہ کے پاس رہنے کی تفصیل ہو اور کس بنا پر مدعیہ فسخ نکاح چاہتی ہے اس کی پوری تصریح ہوگی۔ یہ استغاثہ قاضی دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار کے نام دیا جائے گا۔ آخر میں مدعیہ کا دستخط یا نشان انگوٹھا وتاریخ تحریر کرنی ہوگی اور ساتھ ہی مبلغ ۲۵/ روپئے تجویز فیس اندراج مقدمہ کے سلسلے میں بھیجنی ہوگی۔ اس کے بعد ہی دار القضاء سے کارروائی ہوگی۔

کتبــــــــــہ
محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
۴ مئی ۱۹۷۱ء

استفتاء ۴۲۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:
خدیجہ کی شادی امین سے ہوئی، لیکن وہ اپنی بداعمالی کی بناپر، خدیجہ کو نان ونفقہ نہ دے کر، ایک غیر مسلم عورت سے پھنس گیا۔ کچھ دن اس کے ساتھ رہ کر، اس کو بھی چھوڑ دیا اور ایک مسلمان عورت سے شادی کرلی۔ خدیجہ اپنے میکہ میں ہے نہ خدیجہ کا شوہر امین، اسے بلا کر ہی لے جاتا ہے نہ طلاق ہی دیتا ہے۔
خدیجہ جوان ہے، پانچ سال ہوگئے مگر آج تک شوہر نے نان ونفقہ وغیرہ کچھ نہ دیا۔ لہٰذا حضور سے گزارش ہے کہ شریعت مطہرہ کا جو فیصلہ ہو، جلد اس سے اطلاع فرمائیں۔ عین کرم ہوگا اور کوئی نہ کوئی راستہ، خدیجہ کے لئے ضرور نکال دیں کہ بھٹکنے کا اندیشہ سخت غالب ہے۔

المستفتی: عبدالحمید راعین، مقام پرریا، پوسٹ: لہار پٹی، ضلع مہتری (نیپال)

۸۶/۹۲ ء

الجواب ـــــــــ اللّٰھم ھدایة الحق والصواب ـــــــــ !

ایسی حالت میں جب کہ امین نے دوسری شادی کرلی اور پانچ سال سے خدیجہ کو نان ونفقہ نہیں دیتا ہے اور حقوق زوجیت سے محروم کر رکھا ہے۔ اگر خدیجہ اس کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی ہے تو عدالت دار القضاء میں، قاضی شرع کے پاس استغاثہ پیش کرے جس میں اپنا اور اپنے شوہر کا نام پورا پتہ مع ولدیت لکھے، جس کی شکل یوں ہوگی ـــــ بعدالت قاضی شرع دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ جناب عالی! میں مدعیہ خدیجہ خاتون بنت .... ساکن ...... ڈاکخانہ .... تھانہ .... ضلع .... بنام مدعیٰ علیہ امین .... ولد .... ساکن .... ڈاک خانہ .... ضلع .... میری شادی تاریخ .... سنہ .... مدعیٰ علیہ سے ہوئی۔ میں شادی کے بعد .... سال تک اپنے شوہر کے ساتھ رہی اور .... دنوں سے میکہ میں ہوں۔ اس کے ساتھ پوری تفصیل لکھے۔ آخر میں اپنا دستخط یا نشان انگوٹھا لگائے، تاریخ لکھے اور ساتھ ہی پانچ روپیہ اندراج فیس بھیجے۔ اس کے بعد دار القضاء سے باضابطہ کارروائی شروع ہوگی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۷/۷/۱۷ء

استفتاء ۴۲۳

مسئلہ: علمائے دین کیا فرماتے ہیں؟

(۱) زید اپنی بیوی کو عرصہ دراز سے اپنے گھر نہیں لے جاتا ہے اور نہ ہی کھانا خوراک دیتا ہے اور طلاق بھی نہیں دینا چاہتا۔ عرصہ ایک سال ہوا کہ زید نے دوسری شادی بھی کر لی ہے۔ لڑکی کے ماں باپ بیحد پریشان ہیں، میں تو رشتہ دار ہوں، مجھ کو بیحد فکر لاحق ہے، زید کے گھر والوں کو ہر طرح کی جدوجہد کے ساتھ سمجھایا گیا مگر ناکامی رہی۔ اس سلسلہ میں جلد از جلد حکم شرع سے مطلع فرمائیں۔

(۲) ایسا ہی قصہ ایک اور لڑکی کا ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ اس کا شوہر اِدھر اُدھر ناجائز فعل کرتا پھرتا ہے، اس نے دوسری شادی نہیں کی اس کے لئے کیا حکم ہے؟ اطلاع فرمائیں!

المستفتی: فقیر محمد، محلہ ڈاک بنگلہ، گوشکورہ، پوسٹ: گوشکورہ، بردوان

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ وھوالموفق للحق والصواب ــــــــــــ !

صورت مسئولہ میں دونوں لڑکیوں کو چاہیے کہ خلع یا فسخ نکاح کی درخواست، دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۶ میں قاضی شرع کے پاس بھیجیں جس میں اپنا نام، ولدیت اور مکان کا پورا پتہ صاف صاف لکھیں اور ساتھ ہی مدعیٰ علیہ یعنی اپنے شوہر کا اور اس کے والد کا نام و پتہ خوشخط لکھ کر یہ لکھیں کہ ان کی شادی کو کتنے دن ہوئے۔ اگر شادی کی تاریخ، ماہ وسنہ لکھیں تو بہتر ہے۔ شادی کے وقت لڑکی کی عمر کیا تھی؟ اور اب کتنی عمر ہے؟ یہ بھی لکھیں کہ شادی کے بعد شوہر کے یہاں کتنی بار گئی اور کتنے دنوں تک رہیں اور کب سے شوہر نے چھوڑ دیا ہے اور میکہ میں کتنے دنوں سے ہیں؟ شوہر کھانا، خرچ وغیرہ دیتا ہے یا نہیں؟ وہ تفصیل کے ساتھ یہ ساری باتیں لکھیں اور اب وہ کیا چاہتی ہیں یہ بھی تحریر کریں)۔ اگر شوہر رخصت کرا کر لے جانا چاہے تو شوہر کے یہاں جانا چاہتی ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں جانا چاہتی ہیں تو کیوں؟ آخر میں اپنا دستخط یا انگوٹھے کا نشان لگائیں۔ یہ درخواست لڑکیوں کی طرف سے ہوگی۔ اس کے علاوہ فسخ نکاح کی صورت کچھ نہیں۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ۶

۱۵/۱۰/۱۹۷۱ء

استفتاء ۴۲۴

مسئلہ: بخدمت شریف جناب مفتی صاحب ——— السلام علیکم!

حضور سے گزارش ہے کہ میرے شوہر مدعیٰ علیہ محمد صدیق ولد عبدالرحمٰن صاحب محلہ روشن پور سنبر سہ، پوسٹ رتن پور سنبرسہ، ضلع مونگیر دو برس سے ہمیں کھانا خرچہ نہیں دیتے ہیں۔ میرے خسر اور خوش دامن صاحبہ نے بھی مجھ غریب مدعیہ کو گھر سے نکال دیا ہے۔ میرے خسر صاحب کہتے ہیں کہ "تم کو میرے یہاں اگر رہنا پسند ہے تو گاچھ سے پتہ توڑ کر لاؤ، نہیں تو تم ابھی گھر سے نکلو ورنہ تمہاری ساڑی کھول کر ہاتھ پکڑ کر باہر نکال دیں گے۔" اور خوش دامن صاحبہ ہم کو مارنے لگیں اور ہمیں ڈھکیل دیا تو ہمارا ہاتھ بھی ٹوٹ گیا، چار روز دوسرے کے یہاں چلی گئی، رہی پھر کوئی نہیں آیا تب میرے مونگیر کا ایک آدمی میری سسرال کے قریب پہونچا ہوا تھا، تب میں، اُس آدمی کے شامل اپنے میکہ آئی۔ مونگیر آئے ہوئے دس مہینے ہو گئے اب مصیبت برداشت نہیں ہوتی ہے۔ اس لئے آپ حضور سے التجا ہے کہ مدعیٰ علیہ محمد صدیق سے میرا نکاح فسخ کردیں اس لئے کہ میری زندگی خراب ہو رہی ہے۔ اب میری مصیبت میرے ماں باپ سے بھی نہیں دیکھی جاتی ہے۔ کسی نے یہ رائے دی ہے کہ نکاح فسخ کرالو۔" اس کے لئے آپ حضور کی عنایت ہوگی۔ حضور کے پاس جوابی لفاف بھی بھیج رہی ہوں۔

المستفتی: بی بی شہزادی بانو، بٹن بازار، کنور میدان، مونگیر

۲۲/۳/ ۱۹۷۲ء

۹۲/۷۸۶

الجواب ——— وھو الموفق للصواب ——— !

صورت مذکورہ میں اگر مدعیٰ علیہ نان ونفقہ نہیں دیتا ہے۔ اور نہ رخصت کرا کے لے جاتا ہے تو آپ باضابطہ درخواست لکھ کر دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ میں، قاضی شرع کے پاس بھیجیں، جس میں پوری تفصیلی حالت لکھئے۔ درخواست اس طرح لکھئے بعدالت قاضی شرع دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶۔ جناب عالی! میں مدعیہ شہزادی بانو بنت...... ساکن...... ڈاکخانہ...... تھانہ...... ضلع...... کی رہنے والی ہوں، میرا نکاح سنہ میں، مدعا علیہ محمد صدیق ولد عبدالرحمٰن...... ساکن...... ڈاکخانہ:...... تھانہ...... ضلع...... سے ہوئی۔ شادی کے بعد...... مدعا علیہ کے ساتھ رہی اس کے بعد جو واقعات وحالات گزرے ہوں، اس کو بالتفصیل لکھیں۔ اس کے بعد ہی دار القضاء سے باضابطہ کارروائی ہوگی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۵/۳/۷۲ء

استفتاء ۴۲۵

مسئلہ: حسب ذیل مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں علمائے کرام از روئے شرع و بہ حوالہ حدیث نبوی، کلام بلاغت نظام سے اطلاع فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں:

(۱) **مدعیہ:** بی بی مریم بنت منگر و میاں (مرحوم) ساکن راجہ بیڑا، دھوری تھانہ، برسو، پوسٹ: برموضلع ہزاری باغ، بہار

(۲) **مدعی علیہ:** عبدالکریم ابن سومر میاں (مرحوم) ساکن انگوالی، وایا برمو، تھانہ پروار، ضلع ہزاری باغ، بہار

بی بی مریم کی شادی عبدالکریم کے ساتھ ہوئی، ان سے دو بچے بھی ہوئے۔ مدعیہ بہت ہی غریب ہے۔ جب زندگی دوبھر ہوگئی تو مدعیہ کسی دوسرے اَنجان شخص کے ساتھ نکل کر چلی گئی۔ سات سال تک اِدھر اُدھر رہی۔ اس سے ایک بچہ بھی ہوا۔ اب اسے بھی اس نے نااتفاقی کی بنا پر چھوڑ دیا اور تقریباً ایک سال تک میکہ میں کسی صورت سے زندگی گزارتی رہی۔ اب وہ، یہ چاہتی ہے کہ پہلے شوہر کے پاس رہے۔ لیکن وہ اسے نہ تو رکھنا گوارہ کرتا ہے اور نہ ہی اسے طلاق دیتا ہے جب کہ ایک دوسرا شخص ہے جو اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا "ادارۂ شرعیہ" سے مدعیہ کی پرزور گزارش ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے جواب دیں۔ میرا مقدمہ "ادارۂ شرعیہ" میں دائر کردیں، مقدمہ دائر کرنے میں جو فیس ہوا سے لکھیں، مقدمہ کی فیس روانہ کردی جائے گی۔

المستفتی: حافظ محمد سراج الدین صاحب، کھیتکو، جرنگڈیہہ، بوکارو
کیر اف عجیب اللہ ٹیلر ماسٹر، پوسٹ برانگ ڈلیہ، ضلع ہزاری باغ

۸۶/۹۲ء

الجواب ــــــــــ وهو الموفق للصواب ــــــــــ !

صورت مذکورہ میں مدعیہ بی بی مریم بنت منگر و میاں شوہر اوّل سے طلاق حاصل کرے پھر عدت گزار کر دوسری شادی کرسکتی ہے۔ بغیر طلاق کے دوسری شادی کرنا ناجائز و حرام ہے۔ اگر شوہر اوّل طلاق نہ دے تو بستی کے سربراہ اور معزز لوگوں سے کہہ کر کسی طرح طلاق لے یا بالعوض معافی دین مہر شوہر سے خلع حاصل کرے اور سات سال تک جو دوسرے شخص کے ساتھ رہی اور زنا کا ارتکاب کرتی رہی، اس سے توبہ کرے ــــــ اگر شوہر اوّل کسی طریقے سے خلع یا طلاق کے لئے راضی نہ ہو تو ایک درخواست فسخ نکاح کے لئے، دارالقضاء میں پیش کرے اور جس طرح اس مسئلہ کو لکھا ہے، اسی طرح اپنا نام ولدیت اور پورا پتہ لکھ کر بھیجے اور وہ شوہر کے پاس سے کیوں بھاگی، اس کی وجہ لکھے۔ درخواست کے اوپر بعدالت قاضی شرع دارالقضاء ادارۂ شرعیہ

پٹنہ، بہار۔" باقی نام وپتہ اور مضمون درخواست نیچے لکھے۔ آخر میں اپنا دستخط یا انگوٹھے کا نشان لگائے اور مبلغ ۱۰ روپے مقدمہ کی اندراج فیس کے لئے بھیجے۔ اس کے بعد فسخ نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ اور عدت گزارنے کے بعد، وہ دوسری شادی کرنے کی مجاز ہوگی۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۰/۷/۷۲ء

استفتاء ۴۲۶

مسئلہ: قبلہ جناب مولانا صاحب السلام علیکم!

ایک لڑکی ہے جس کا نکاح ۱۹۶۸ء میں ہوا تھا، جس کو آج تقریباً چار سال ہو رہے ہیں۔ اس عرصہ میں نہ وہ لڑکی اپنے سسرال گئی۔ نہ ہی اس کے شوہر کا پتہ ہے کہ کہاں ہے؟ نہ سسرال والے اُسے لے جاتے ہیں، خاص کر ایسی حالت میں جب کہ سسرال والے کچھ خبر گیری نہیں کرتے، لڑکی سخت پریشان ہے اس کے لئے گلوخلاصی کی کوئی شکل لکھیں کہ لڑکی کے والدین لڑکی کے متعلق کیا کریں۔ شریعت کی رُو سے مطلع کریں۔ لڑکی جوان ہے، ممکن ہے گناہ میں مبتلا ہو جائے۔

المستفتی: مولانا محمد قاسم علی، جامع مسجد، پوسٹ ومقام دارا سیونی، ضلع بالا گھاٹ (ایم۔ پی)

۹۲/۸۶ء

الجواب!

صورت مذکورہ میں لڑکی کو چاہیے کہ فسخ نکاح کی ایک درخواست دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶ کے پتہ پر بھیجے جس کا مضمون اس طرح ہوگا۔ بعدالت قاضی شرع دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶ جناب عالی! میں مسماۃ............ بنت............ ساکن............ ڈاکخانہ............ تھانہ............ ضلع............ کی رہنے والی ہوں۔ میری شادی ۱۹۶۸ء میں مدعیٰ علیہ...... ولد...... ساکن...... ضلع...... کے ساتھ ہوئی۔ دین مہر...... روپے تھے...... اب اس کے بعد لڑکی پوری تفصیل لکھے کہ شادی کے بعد، کتنی بار وہ سسرال گئی اور رہی شوہر سے ملاقات ہوئی یا نہیں؟ شوہر کو گھر سے گئے ہوئے کتنے دن ہوئے۔ اب وہ لڑکی کس طرح کھاتی پیتی ہے اور کیا چاہتی ہے؟ پوری تفصیل لڑکی کی جانب سے لکھی جائے اور آخر میں لڑکی کا دستخط ہونا ضروری ہے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۶/۱۰/۷۲ء

استفتاء ۴۲۷

مسئلہ: مکرمی قبلہ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

ضروری گزارش یہ ہے کہ ایک لڑکی کی شادی بچپن میں ہوئی تھی اور جب لڑکی بالغہ ہوئی تو اب اس کا شوہر نہ تو اپنی بیوی کو لے جاتا ہے اور نہ ہی کھانا کپڑا دیتا ہے۔ نہ جتنی ضروریات کی چیزیں ہیں وہ ادا کرتا ہے۔ تقریباً آٹھ سال سے لڑکی بالغ ہے۔ اب دریافت طلب یہ ہے کہ لڑکی اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کیسے کرے؟ ایسے حالات میں لڑکی کیا کرے جب کہ لڑکے کا چال چلن بھی ٹھیک نہیں ہے، اس لڑکے کے تمام افعال غلط ہیں۔ حضور سے گزارش ہے کہ یہ بتائیں کہ لڑکی خلع لے سکتی ہے یا نہیں؟ اگر لے سکتی ہے تو اس کی صورت کیا ہوگی اور اگر نہیں لے سکتی ہے تو اس حالت میں کب تک رہے گی؟ لڑکے کو اپنی بیوی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں یہ درخواست پیش کر رہا ہوں اس کا جلد از جلد جواب دیں۔ فقط والسلام

المستفتی: محمد پہلوان خاں، برکا کانا، ہزاری باغ

مورخہ ۴ ستمبر ۱۹۷۳ء

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوھاب ــــــــــــ!

صورت مذکورہ میں دونوں فریق یعنی شوہر، بیوی کی طرف سے، کچھ معتمد ودیندار آدمی جمع ہو کر، اس کو طے کریں۔ قرآن حکیم نے ایسی صورت میں یہی حکم دیا ہے کہ: فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۔ ”تو ایک پنچ مرد والوں کی طرف سے بھیجو اور ایک پنچ عورت والوں کی طرف سے۔“ (ترجمہ کنزالایمان) جب لڑکا نان ونفقہ وحقوق زوجیت ادا نہیں کرتا ہے تو خلع کر دے۔ شرعاً لڑکی کو معلق رکھنا جائز نہیں یا تو شوہر اُسے اپنے ساتھ رکھ کر تمام حقوق ادا کرے۔ اگر اس پر راضی نہ ہو تو خلع یا طلاق دے کر لڑکی کا راستہ صاف کر دے تا کہ وہ شرعی طور پر اپنی مستقبل کی زندگی کو اطمینان سے بسر کرے۔ اگر شوہر ان دونوں صورتوں میں سے کسی صورت پر راضی نہ ہو تو قاضی شرع دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ میں لڑکی خلع یا فسخ نکاح کی درخواست پیش کرے اور درخواست میں اپنا نام، ولدیت ومکمل پتہ لکھے اور شوہر کا نام ولدیت و پتہ لکھ کر، اپنا دستخط یا نشان انگوٹھا لگا کر درخواست بھیجے اور دس روپئے فیس کے منی آرڈر کرے۔ قاضی شرع بعد تحقیقات نکاح فسخ کر کے اُسے دُوسری شادی کی اجازت دیں گے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کـــــتـــــبـــــہ

۱۰/۹/۱۹۷۳ء

استفتاء ۴۲۸

مسئلہ: حضرت قبلہ عالم صاحب دام اقبالہ عرض ہے کہ

آج سے چھ سال پہلے سکیدہ خاتون کو اس کے شوہر امداد خان اپنے گھر سے اس کے باپ پھیکومیاں کے یہاں بھیج دیا۔ سکیدہ بی اپنے باپ کے یہاں پانچ سال سے پڑی رہی۔ اس کے بیچ میں امداد خان نے اپنی زوجہ سکیدہ بی کو کھانا کپڑا کچھ بھی نہیں دیا نہ کسی قسم کا خیال کیا۔ خبر دینے پر بھی کوئی توجہ نہیں کیا۔ سکیدہ بی نے خود بھی لے جانے کے لئے کئی بار خبر دی۔ آخر میں اس نے طلاق طلب کی تا کہ میں اپنا کوئی انتظام کرلوں۔ مگر امداد خان نہ طلاق دیتا ہے نہ رکھتا ہے۔ آخر مجبور ہو کر سکیدہ خاتون حضرت میاں کے پاس کسی جاہل ملا کو بلا کر اپنا نکاح پڑھوالیا جس کو ایک سال گزر گیا ہے۔ لہٰذا اب صورت مذکورہ میں کیا کرنا چاہیے۔

المستفتیان: شہادت علی، عبد الحمید، ہدایت علی، شہبان علی وغیرہ

۸۶/۹۲ء

الجواب ــــــــــــ بعون الملک الوهاب ــــــــــــ !

صورت مذکورہ میں سکیدہ بی کا نکاح شرعاً ناجائز ہوا۔ اگر کسی جاہل ملا نے جانتے ہوئے کہ یہ غیر مطلقہ ہے، نکاح پڑھایا تو وہ بھی گنہگار ہوا اور جو لوگ علم کے باوجود خوشی سے شریک ہوئے سب مجرم و خطاوار ہوئے۔ اس لئے فوراً عورت مذکور کو شوہر کے پاس سے الگ کر دیا جائے۔ جب تک شوہر اول طلاق نہ دے یا قاضی شرع نکاح فسخ نہ کرے دوسرے سے نکاح جائز نہ ہوگا۔ ایسے کاموں کے لئے دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار پٹنہ میں مدعیہ عورت فسخِ نکاح کی درخواست بھیجتی ہے اور بعد تحقیقات اگر عورت دعویٰ میں حق بجانب ہوئی تو نکاح فسخ کر کے دوسری شادی کی اجازت دے دی جاتی ہے۔ **وھو تعالیٰ اعلم**

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

کــتــبــه

۱۸-۳-۷۶ء

استفتاء ۴۲۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ذیل میں کہ

ایک جوان خاتون جس کی شادی ضلع بستی میں ہوئی کچھ دن خاتون اپنے سسرال میں رہی لیکن آپسی تعلقات خراب ہونے کی وجہ سے خاتون کا شوہر بمبئی چلا گیا اور خاتون کو اس کے میکہ بھیج دیا۔ پھر اس کے بعد خاتون کی کوئی خبر نہیں لی یہاں تک کہ عرصہ دس سال کا گزر گیا۔ جب لڑکی والے کوئی خط بھیجتے تو

لڑکا جواب دیتا کہ ہمارا خاتون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ نہ وہ لڑکا کوئی خرچ بھیجتا ہے۔ لڑکی بہت غریب ہے۔ وہ لفافہ بنا کر تنگی سے اپنا خرچ پورا کرتی ہے۔ ایسے معاملات میں لڑکی والوں کو کیا کرنا چاہئے؟ شرعی حکم سے آگاہ کیا جائے۔

المستفتی: محمد قطب علی، مکان نمبر ۲/۱۷/۱۰۱، مریم لائن، طلاق محل ممبر آل انڈیا مسلم اصلاحی جماعت، کانپور
۲۶-۴-۷۶ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ـــــــــ بعون الملک الوھاب ـــــــــ!

صورت مذکورہ میں لڑکے کی اس تحریر سے کہ ہمارا خاتون سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگر اس نے بہ نیت طلاق ایسا لکھا ہے تو اس سے طلاق بالکنایہ واقع ہوگی۔ لیکن اس سلسلہ میں لڑکے کا اقرار بھی ضروری ہے۔ لہٰذا بہتر صورت یہ ہے کہ لڑکی دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ میں فسخ نکاح کے لئے درخواست پیش کرے۔ درخواست قاضی شرع کے نام ہوگی جس میں لڑکی بحیثیت مدعیہ اپنا نام ولدیت وسکونت اور لڑکے (شوہر) کا نام مع ولدیت وسکونت لکھے۔ درخواست آنے پر مکمل تحقیقات ہوگی۔ فقط

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء، ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ
کتبہ
۶-۵-۷۶ء

استفتاء ۴۳۰

مسئلہ: محترم مفتی صاحب اسلام ونیاز ــــــ میں بخیر ہوں وطالب خیر۔ضروری تحریر یہ ہے کہ میرے یہاں ایک مسئلہ درپیش ہے، وہ یہ کہ ایک آدمی عنین ہے اس کے باوجود نفسانی خواہشات کے تحت، تین شادیاں کر کے لڑکیوں کی زندگی الجھار کھی ہے۔ دو کو تو بجبوری طلاق دے چکا ہے مگر تیسری جو شادی ہوئی اور بعد کو لڑکی نے بیان دیا تو اب وہ کسی طرح طلاق دینے کو تیار نہیں۔ ایسی صورت میں لڑکی اپنی گلوخلاصی کس طرح کرے گی۔ جواب مرحمت فرمائیں اور ساتھ ہی یہ بھی تحریر فرمائیں کہ لڑکی کو بیان کے لئے لانا ہوگا یا تحریری بیان کافی ہے۔

المستفتی: محمد بدرالدین قادری، محلہ جوڑن شہید، غازی پور

۱۹/اپریل ۱۹۷۱ء

۹۲/۸۶ھ

الجواب ــــــــــــ وھوالموفق للصواب ــــــــــــ

صورت مسئولہ میں جب شخص مذکور عنین ہے تو پھر خواہشات نفسانی کے ماتحت شادی کیوں کرتا ہے؟ اس لئے جب تک باوثوق اور معتبر ذرائع سے اس کا عنین ہونا ثابت نہ ہوگا۔ فسخ نکاح کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ کیا لڑکی کو اس کا عنین ہونا، پہلے سے معلوم تھا یا نہیں؟ نکاح کے بعد، شخص مذکور نے ایک بار بھی جماع کیا یا نہیں؟ کیا وہ پیدائشی نامرد ہے؟ یا کسی بیماری کی وجہ سے اب عنین ہوگیا ہے؟ کیا وہ اپنے عنین ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اگر اقرار نہیں کرتا تو پھر مجامعت کے متعلق اقرار کرتا ہے یا انکار؟ اس کا عنین ہونا لڑکی کی شہادت سے معلوم ہوا یا اور کوئی ذرائع سے اس کا علم ہوا؟ کیا لوگوں کو بھی اس کے عنین ہونے کا علم ہے؟ کیا اس نے اپنا علاج بھی کرایا ہے یا نہیں؟ ان باتوں کی تفصیل سے دارالقضاء کو مطلع کریں۔ اس کے بعد جب لڑکی باضابطہ عدالت قاضی شرع میں دعویٰ دائر کرے گی تو قاضی صاحب دونوں کو طلب کریں گے اور اگر تحقیقات کے بعد مرد نے قسم کھا کر جماع کا اقرار کیا تو فسخ نکاح نہ ہوگا۔ لڑکی باکرہ ہونے کا دعویٰ کرے گی تو اس کا کسی لیڈی ڈاکٹر سے طبی معائنہ کرایا جائے گا۔ اگر مرد نے قسم سے انکار کیا تو اسے ایک سال کی مہلت علاج کے لئے دی جائے گی۔ ایک سال علاج کے بعد وہ اچھا ہوگیا تو تفریق نہ ہوگی۔ ورنہ ایک سال بعد پھر قاضی کو فسخ نکاح کا اختیار ہوگا۔ واضح ہو کہ اگر وہ عنین ہے تو قاضی کے حکم سے ایک سال کی مہلت علاج کے لئے ہوگی۔ بغیر حکم قاضی مہلت متصور نہ ہوگی۔ وھو اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۱۲/۵/۷۱ء

استفتاء ۴۳۱

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین وشرع متین اس مسئلہ میں کہ:
بکر کی شادی ہندہ سے ہوئی۔ شادی کو آٹھ سال ہوگئے۔ فقط تین سال تک ہندہ اپنے شوہر کے پاس رہی۔ اس درمیان میں کبھی بھی بکر نے ہندہ سے قربت نہیں کی۔ ہندہ کی یہ شکایت ہے کہ میرا شوہر نامرد ہے۔ نیز بکر نے دوسری بھی شادی کی۔ اس لڑکی کی بھی یہی شکایت ہے۔ ہندہ، بکر کے پاس جانے سے انکار کر رہی ہے اور بکر کو بھی اسے رکھنے اور طلاق دینے سے انکار ہے۔ ایسی صورت میں کیا کیا جائے۔ مسئلہ کیا بتلاتا ہے، وضاحت کے ساتھ بہت جلد تحریر کیا جائے۔ مشکور ہوں گا۔ فقط السلام علیکم

المستفتی: محمد تجمل حسین سیہانی، پوسٹ چھتر پور، ضلع پلاموں، بہار

۷۸۶/۹۲

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للحق والصواب ــــــــــ !

صورت مستفسرہ میں فی الحال فسخ نکاح وتفریق ناممکن ہے جب تک ہندہ، بکر کے نامرد (عنین) ہونے کا شرعی ثبوت پیش نہ کرے۔ اگر بکر اپنے نامرد ہونے کا اقرار کرے۔ یا ڈاکٹر معائنہ کے بعد بکر کا نامرد ہونا ثابت کرے تو مزید ایک سال کی مہلت بکر کو علاج کے لئے دی جائے گی۔ اگر ایک سال علاج ومعالجہ کے بعد بھی بکر میں قوت مردانگی پیدا نہ ہوئی اور وہ جماع پر قادر نہ ہوا تو پھر ہندہ کی درخواست پر فسخ نکاح کیا جائے گا اور اگر ایک بار بھی بکر نے ہندہ سے جماع کر لیا ہے تو پھر عنین ہونے کی بنا پر فسخ نکاح نہ ہوگا۔ ہاں! عدم نان ونفقہ کی بنا پر فسخ نکاح کیا جاسکتا ہے۔ وھو تعالیٰ اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ

۲۲/۹/۷۱ء

استفتاء ۴۳۲

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ:
میری ایک لڑکی ہے۔ اس کی شادی کو قریب دو سال گزرے ہیں، مگر لڑکی کا خاوند بالکل نامرد ہے اور لڑکی نے مارے شرم کے یہ بات اب تک کسی پر ظاہر نہیں کی۔ مگر اب پریشان ہو کر لڑکی خود کہہ رہی ہے کہ "میرا آدمی بالکل خراب ہے۔" اور ایک حکیم جناب معین الدین صاحب نے جانچ کی جس سے پتہ چلا کہ وہ آدمی بالکل نامرد ہے اور عورت کے قابل نہیں ہے اور ہم لوگ پورے بھروسے اور اعتماد سے

یہ بات تحریر کررہے ہیں کہ وہ آدمی نامرد ہے۔ اس صورت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے کیوں کہ وہ طلاق دینا بھی نہیں چاہتے۔ لہٰذا ان دونوں میں تفریق کسی طرح ہو۔ کیوں کہ ہم نہایت پریشان ہیں کہ ہماری لڑکی کو کسی طرح چھٹکارا ملے۔ ہم لوگ اللہ اور اس کے رسول کو حاضر وناظر جان کر یہ رپورٹ تحریر کررہے ہیں۔ یہ بالکل واضح حقیقت ہے کہ وہ آدمی بالکل ہی نا قابل عورت ہے۔

اور از معرفت گل محمد شاہ پیش امام مسجد چھنیان، بعد سلام مسنون کے عرض ہے کہ آپ حضرات اس معاملہ میں ضرور بالضرور غور کریں اور اس میں جو راستہ نکلنے کا ہو وہ ضرور تحریر فرمائیں عین نوازش ہوگی۔ لڑکی کا نام جمیلہ بنت عبد الحمید اور لڑکے کا نام ظفر الدین احمد بن جمال الدین ہے اور اس وقت لڑکی کی عمر قریب ۲۱ راکیس سال ہے جواب اس پتہ پر دیں: عبد الحمید، پول والے، لوہار پورہ، ناگور، راجستھان اور دوسری تحریر اس پتہ پر روانہ کریں: پیش امام گل محمد شاہ، مسجد چھتیان، کمانڈرا، جودھ پور، راجستھان۔ فقط والسلام

المستفتی: گل محمد شاہ

۸۶/۹۲ ے

الجواب ــــــــــ وھوالموفق للحق للصواب ــــــــــ !

صورت مذکورہ میں اگر شوہر واقعی نامرد ہے اور جماع پر قادر نہیں ہے تو لڑکی کو چاہیے کہ ایک درخواست فسخ نکاح کے لئے دار القضاء ادارۂ شرعیہ بہار، سلطان گنج، پٹنہ ۶ میں قاضی شرع کے پاس پیش کرے۔ اوپر دار القضاء شرعیہ بہار، پٹنہ لکھا جائے گا۔ اس کے بعد، اپنا نام، ولدیت اور پورا پتہ، اس کے بعد شوہر کا نام، ولدیت اور پورا پتہ، پھر یہ لکھنا ہے کہ شادی کب اور کس سنہ میں ہوئی؟ اس درمیان میں لڑکی اپنے شوہر کے پاس کتنی بار گئی اور کتنے دنوں تک وہاں رہی؟ فی الحال لڑکی کہاں ہے؟ لڑکی کو اس معاملہ میں بلا جھجک پوری بات لکھنی ہوگی۔ شریعت میں شرم وحیاء کی باتوں کو چھپانے سے اصل حقیقت معلوم نہ ہوسکے گی۔ اس لئے لڑکی یہ لکھے کہ شوہر بالکل نامرد ہے یا علاج کے بعد ٹھیک ہوسکتا ہے۔ اگر علاج کرایا گیا ہے تو ڈاکٹر کی رپورٹ بھی بھیجیں۔ اس لئے کہ یہ چیز عام طور پر لوگوں کو معلوم ہونے کی نہیں اس لئے خاص لوگ ہی اس سے واقف ہوں گے۔ لہٰذا اگر شوہر واقعی نامرد ہے، قابل علاج نہیں تو پھر تحقیقات کے بعد نکاح فسخ ہوجائے گا۔ اور لڑکی کو نکاح ثانی کی اجازت مل جائے گی۔ درخواست پر، لڑکی کے انگوٹھے کا نشان یا دستخط ہونا ضروری ہے۔ اور درخواست کے ساتھ پانچ روپیہ فیس تجویز بھی ارسال کرنا ہوگا۔ اپنا پتہ صاف لکھیں۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دار الافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

۸/۱۱/۷۱ء

استفتاء ۴۳۳

مسئلہ: علمائے اہلسنت وجماعت اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ
ایک لڑکی جس کی عمر ۱۸-۱۹ سال کی ہے اور ایک لڑکا جس کی عمر ۲۲-۲۳ سال کی ہے۔ لڑکا عنین ہے۔ شادی کو ڈیڑھ سال ہو رہا ہے اب تک زوجہ کے ساتھ ہمبستری نہیں ہوئی لڑکی کے والدین لڑکے کے والدین سے خلع مانگتے ہیں مگر وہ خلع نہیں کرتے۔ ایسی حالت میں بغیر خلع یا طلاق کے لڑکی کی تفریق ہو جائے گی یا نہیں؟ اور تفریق میں عدت کی ضرورت ہوگی یا نہیں؟ از روئے شرع حکم فرمائیں۔

المستفتی: مرزا محمد رحمت اللہ، مقام ہزاری باغ

۸۶/۹۲ء

الجواب ـــــــــــــــــــــــــــــــــــــ !

صورت مذکورہ میں جب تک لڑکا طلاق نہ دے گا یا خلع نہ کرے گا لڑکی کی دوسری شادی شرعاً ناجائز ہوگی بعد تحقیقات اگر واقعی لڑکا عنین ثابت ہوا تو تفریق وفسخ نکاح کے لیے لڑکی کو قاضی شریعت کے پاس درخواست دینی ہوگی بعد تحقیقات قاضی شرع کو تفریق کا حق حاصل ہوگا۔ دوسرے کو تفریق کرنے کا حق نہیں ہے۔ وھو اعلم!

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۰/۱۱/۷۸ء

استفتاء ۴۳۴

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین درج ذیل مسائل میں کہ:

(۱) ہندہ کا نکاح زید سے پندرہ سال قبل ہوا۔ ہندہ زید کے ساتھ پانچ سال تک خوش گوار ماحول میں رہی مگر اس کے بعد ہی زید کا دماغ خراب ہوگیا اور تاہنوز پاگل پن باقی ہے۔ دریں صورت ہندہ نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے۔ از روئے شریعت مطہرہ فسخ نکاح کا کیا راستہ ہوگا؟

(۲) پانچ سال کے عرصہ میں جب کہ زید صحت مند تھا۔ زید نے ہندہ کے نام ایک قطعہ مکان کی رجسٹری کردی۔ اب زید کے اعزہ فسخ نکاح کی شکل میں اس مکان کو ہندہ سے واپس لینا چاہتے ہیں۔ از روئے شریعت اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

المستفتی: نسیم احمد، بلچھیا، کلکتہ، بتوسل جامعہ شمس العلوم، محلہ کریم گنج، شہر گیا۔ ۱۹/۴/۷۱ء

۹۲/۸۶ء

الجواب ــــــــــ اللھم ھدایۃ الحق والصواب ــــــــــ !

صورت مستفسرہ میں اگر جنون حادث ہے تو ایسی حالت میں زید کو علاج کیلئے ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔ اگر ایک سال علاج ومعالجہ کے بعد جنون جاتا رہا تو عورت کو فسخ نکاح کا اختیار نہیں ہوگا۔ اور اگر جنون مطبق ہو تو امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق مجبوب وعنین کی طرح جنون مطبق میں قاضی تفریق کردے گا۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کی تائید میں صاحب عنایہ نے تصریح فرمائی ہے **لانہ تعذر علیھا الوصول الی حقھا المعنی فیہ فکان بمنزلۃ الجب واللعنۃ فتخیر دفعا للضرر حیث لا طریق لھا سواہ** یعنی جس طرح جب اور نامردی کی صورت میں، عورت کے حقوق زوجیت کو ادا کرنے سے مرد مجبور ہوجاتا ہے اسی طرح حالت جنون میں بھی مجبوری ہوتی ہے۔ لہٰذا جب عنین اور مجبوب کی بیوی کو تفریق کا اختیار دیا گیا ہے تو مجنوں کی رفیقۂ حیات کو بھی سوائے تفریق کے کوئی چارہ کار نہیں۔ خلاصہ یہ کہ اگر جنون حادث ہے اور امید ہے کہ علاج ومعالجہ سے اچھا ہوجائے گا تو قاضی شرع ایک سال کی مہلت دے گا۔ اگر اس مدت میں جنون ختم نہیں ہوا تو پھر عورت تفریق کی درخواست پیش کرے گی اور قاضی فسخ نکاح کا حکم دے کر تفریق کردے گا اور اگر جنون مطبق ہو یعنی ہر وقت ایک سی حالت ہو اور نا قابل علاج ہو تو عورت کے فسخ نکاح کی درخواست پر، قاضی شرع تحقیق وتصدیق کے بعد بغیر مہلت دیئے فسخ نکاح کرسکتا ہے۔ جیسا کہ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے۔ ''اگر جنون حادث شد، ہم چوں عنین تا مدت یک سال مہلت دادہ خواہد شد وبعد آں اگر صحت نیافت زوجہ را اختیار ست واگر جنون مطبق ست فی الفور فسخ می تواند شد، حاجت بمہلت دادن نیست'' ''اگر جنون حادث ہے تو قاضی عنین کی طرح ایک سال کی مہلت دے گا اور اگر اس مدت میں جنون ختم نہیں ہوا تو زوجہ کو اختیار ہے اور اگر جنون ہمہ وقت رہتا ہو تو قاضی فی الفور بغیر مہلت دیئے ہوئے نکاح کو فسخ کردے گا'' عالمگیری میں ہے: **اذا کان بالزوج جنون او برص اوجذام فلا خیار لھا کذا فی الکافی قال محمد رحمہ اللہ ان کان الجنون حادثا یؤجلہ سنۃ کالعنۃ ثم تخیر المرأۃ بعد الحول اذا لم یبرء وان کان مطبقا وھو کالجب وبہ ناخذ.** ''جب شوہر کو جنون، برص یا جذام کی بیماری ہو تو عورت کو فسخ نکاح کا حق نہیں ہے اور امام محمد نے فرمایا اگر جنون حادث ہو تو عنین کی طرح ایک سال کی مہلت دی جائے گی اگر مدت گزرنے کے بعد بھی مرض اچھا نہیں ہوا تو عورت کو اختیار پایا جائے اور اگر جنون مطبق ہو تو وہ جب کی طرح ہے۔ اور ہم امام محمد کے قول کو لیتے ہیں۔'' اگرچہ امام ابوحنیفہ

تفریق کے مخالف ہیں لیکن علمائے احناف نے امام محمد رحمہ اللہ کے قول پر عمل کرنے کو جائز قرار دیا ہے جیسا کہ "وبہ ناخذ" سے ظاہر۔ ہندہ فسخ نکاح کی درخواست دارالقضاء ادارۂ شرعیہ بہار میں پیش کرے۔ تحقیقات کے بعد قاضی جیسا مناسب سمجھیں گے۔ حکم فرمائیں گے۔

(۲) زید کے اعزّا کو شرعاً کوئی حق نہیں کہ ہندہ کے نام پر رجسٹری شدہ مکان کو، اس سے واپس لیں اسلئے کہ یہ زید کی مِلک خاص تھی، اس نے اپنی رضا سے بیوی کو رجسٹری یا ہبہ کر دیا، دوسرے اعزّہ کو اس میں مداخلت کا شرعاً کوئی اختیار نہیں۔ وہو تعالیٰ اعلم

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ٦
کتبہ

استفتاء ۴۳۵

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسئلہ ہذا میں کہ: زید اور ہندہ میں عقد ہوا اور پانچ برس تک ساتھ رہتے سہتے رہے۔ اسکے بعد زید کے دماغ میں فتور پیدا ہوا۔ بعضوں کا خیال ہوا جنون ہے، بعضوں نے بتایا کہ کسی جن وغیرہ کے سبب سے دماغ فیل ہے۔ تدبیریں ہوتی ہیں، لیکن کوئی آرام نہیں ہوا۔ کچھ دن بعد میاں بیوی ایک دیہات کے عامل کے پاس گئے اور عامل اپنا عمل کرتا رہا۔ پندرہ بیس دن دیہات میں قیام کرنے کے بعد ایک دن علی الصباح اُسی دیہات سے غائب ہو گیا۔ آج عرصہ ساڑھے تین برس کا ہوتا ہے۔ اس کا پتہ نہیں لگتا۔ ہندہ کو صرف ایک لڑکی ہے جس کی عمر اس وقت پانچ برس کی ہے۔ اس کے بعد ہندہ اب تک بیٹھ کر انتظار کرتی رہی اب بیٹھ نہیں سکتی اپنا دُوسرا انتظام کرنا چاہتی ہے اور ماں باپ کو بھی فکر ہے کہ کہیں لڑکی سے کوئی حادثہ نہ ہو جائے۔ شرعاً جو صورت ہو، براہ کرم تحریر فرمائیں۔ بینوا توجروا!

المستفتی: محمد تقی ٹیلر، نئی بستی، بیگم وارڈ، زاہد مستری، سائیکل والے کے سامنے، پوسٹ مکندر گنج، پرتاپ گڑھ، یوپی

۸۶/۹۲

الجواب ——— وھو الموفق للحق والصواب ———!

صورت مذکورہ میں بغیر فسخ نکاح لڑکی کو دُوسری شادی کرنا جائز نہ ہوگا اگر زید جنونی کیفیت میں کہیں چلا گیا ہے اور ۳½ سال سے وہ مفقود الخبر ہے، کہیں پتہ نہیں چلتا تو لڑکی کو چاہیے کہ اپنی طرف سے باضابطہ فسخ نکاح کی درخواست لکھ کر دارالقضاء ادارۂ شرعیہ میں پیش کرے جس میں اپنا اور اپنے شوہر کا پورا نام مع ولدیت وسکونت لکھے اور کب شادی ہوئی؟ کتنے دنوں تک شوہر کے پاس رہی؟ عمر کیا ہے؟ ان سب باتوں کو تفصیل کے ساتھ لکھے۔ اگر ممکن ہو تو شوہر کے والد وغیرہ سے اس کی تصدیق لکھوا کر بھیجے کہ شوہر واقعی پاگل ہے اور مفقود ہے۔ اس کے بعد دارالقضاء سے باضابطہ کارروائی ہوگی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ٦
کتبہ

۴/۲/۲/۷۷ء

استفتاء ۴۳۶

مسئلہ: محترم قاضی و مفتی صاحب قبلہ دام حشمتہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

گزارش ہے کہ مندرجہ ذیل باتوں میں غور فرما کر بتایا جائے کہ مسئلہ کیا کہتا ہے:

ایک لڑکی یتیم ہے جس کا نکاح اس کی ماں نے گیارہ برس کی عمر میں ایک شخص سے کردیا۔ شادی کے دو سال بعد، اُس لڑکی کے شوہر کا دماغ خراب ہوگیا، جس کو آج چھ، سات سال ہوتا ہے، تمام علاج کرانے میں، گھر کا اثاثہ تک فروخت ہوگیا۔ ڈاکٹروں اور حکیموں کا کہنا ہے کہ اب یہ مرض لاعلاج ہوگیا ہے۔ لڑکی کی ماں خود غریب ہے، لڑکا بوجھ بھی اُٹھانے کے قابل نہیں ہے۔ اس لئے لوگوں نے رائے دی ہے کہ لڑکی کا نکاح کہیں دُوسرے سے کردیا جائے۔ لہٰذا شرع متین کیا اجازت دیتی ہے کہ لڑکی کا دوسرا نکاح کردیا جائے یا نہیں؟ لہٰذا جلد سے جلد آپ کی توجہ درکار ہے۔ والسلام

المستفتی: شمس الزماں، مقام ہردوپارہ، ڈاکخانہ: بھہن براہ، ضلع سارن

۲۶/۷/۷۲ء

۹۲/۸۶ے

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــ !

صورت مذکورہ میں، اگر لڑکی کے شوہر کو جنون مطبق ہے، یعنی وہ ایسا پاگل اور دیوانہ ہے جس کی دیوانگی ختم ہونے والی نہیں ہے اور ڈاکٹروں نے اسے ناقابل علاج قرار دے دیا ہے اور لڑکے کے پاس کوئی ایسی جائداد نہیں، جس سے لڑکی نان ونفقہ حاصل کرسکے تو ایسی صورت میں اگر لڑکی قاضی شرع کے پاس فسخ نکاح کی درخواست کرے گی تو بعد تحقیقات قاضی شرع اس کا نکاح فسخ کرکے دوسری شادی کی اجازت دے سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہی دوسری شادی ہوسکتی ہے۔ بغیر فسخ نکاح دوسری شادی جائز نہ ہوگی۔ فسخ نکاح کی درخواست، خود لڑکی کی طرف سے دی جائے گی۔ جس میں لڑکی اور اس کے شوہر کا نام، ولدیت اور مکمل پتہ ہوگا اور شادی سے متعلق پوری تفصیل ہوگی۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶

کتبہ

استفتاء ۴۳۷

مسئلہ: بحضور علماء دین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزارش ہے کہ شبینہ خاتون کے شوہر کو کچھ دماغ کی کمزوری ہے کبھی خیال نہیں رکھتا ہے سال دوسال غائب رہتا ہے اس حالت میں کیا کیا جائے، براہ کرم جواب ارسال کیا جائے۔

المستفتی: مولوی حبیب، موضع دیوشاارگلی، گریڈیہ

۸۶/۹۲ ے

الجواب!

صورت مذکورہ میں شبینہ خاتون کے شوہر کا علاج کرایا جائے گا یا اس کو کسی طرح راضی کر کے خلع یا طلاق لینے کی کوشش کی جائے سوال میں کچھ دماغ کی کمزوری کا ذکر ہے ایسی صورت میں نکاح فسخ نہیں کیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

کتبہ محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ

۲۵/۱/۷۸ء

استفتاء ۴۳۸

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ:

میں جمیلہ خاتون ساکن بم بازار (جھنڈا چوک) ہزاری باغ، میری شادی عبدالرشید ساکن لین محلّہ ڈورنڈہ رانچی سے پانچ سال کا عرصہ ہوا ہوئی ہے چونکہ عبدالرشید دماغی خلل کا شکار ہے۔ اس لئے تین سال سے نان ونفقہ نہیں مل رہا ہے اور نہ ہی اس کے والدین وغیرہ نان ونفقہ کا انتظام کر رہے ہیں۔ اس لئے میں اپنی کفالت کے لئے، عبدالرشید کے نکاح سے نکلنا چاہتی ہوں۔ از روئے شرع اس کی صورت کیا ہوگی، جواب جلد عنایت فرما کر ممنون کیا جائے۔

المستفتیہ: جمیلہ خاتون کیراف عبدالمنان، لین محلّہ، ڈورنڈہ، رانچی ۲۔ ۴/ اکتوبر ۱۹۷۰ء

۸۶/۹۲ ے

الجواب اللّٰھم ہدایۃ الحق والصواب!

صورت مستفسرہ میں عبدالرشید کے دماغی خلل کی تفصیلات معلوم نہ ہونے کی وجہ سے فی الحال فسخ نکاح نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اور نہ ہی جمیلہ خاتون کو شرعاً دوسری شادی کی اجازت ہے۔ تاوقتیکہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ عبدالرشید کا جنون دائمی اور ناقابل علاج ہے۔ عالمگیری میں ہے: قال محمد ان کان الجنون حادثا یوجله سنة کالعنة یتخیر المراة بعد الحول اذا لم یجرء وان

کان مطبقا فھو کالجب وبہ ناخذ (کذا فی الحاوی للمقدسی) یعنی اگر جنون حادث ہو تو عنین کی طرح ایک سال کی مدت ومہلت علاج کے لئے دی جائے گی اور جب ایک سال میں علاج کے باوجود بھی صحت یاب نہ ہوا تو عورت کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔ اور اگر جنون مطبق ہے یعنی علاج کے بعد بھی اچھا نہ ہوا اور نہ اچھا ہونے کی امید ہے یعنی علاج ہو چکا ہے تو وہ مقطوع الذکر کی طرح ہے اور فسخ نکاح کا حق عورت کو حاصل ہے۔ لہٰذا اگر عبدالرشید قابل علاج ہے تو ایک سال تک اس کا علاج کرایا جائے اگر اچھا ہو گیا تو فبہا، ورنہ پھر فسخ نکاح کے لئے باضابطہ درخواست بھیجیں۔ جب تک عبدالرشید کے والدین کو چاہیے کہ جمیلہ کے نان ونفقہ کا انتظام کریں۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ
۲۹/۱۰/۷۰ء

استفتاء ۴۳۹

مسئلہ: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ: میرا شوہر محمد دین موضع مرزاپور، ڈاک خانہ سرسیاں، مظفر پور، تقریباً آٹھ سال سے پاگل ہے۔ نان ونفقہ بھی نہیں دے رہا ہے۔ اس وجہ سے میں بہت پریشان ہوں۔ مفتی ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ سے گزارش ہے کہ فسخ نکاح کا حکم نافذ کر دیا جائے تاکہ میں دوسری شادی کرسکوں، اُمید ہے کہ جلد ہی جواب مرحمت فرمانے کی کوشش کریں گے۔

المستفتیہ: جمیلہ خاتون، موضع ہرچندہ، ڈاکخانہ پاناپور، ضلع مظفر پور
۲۸/رمضان المبارک ۹۰ھ

۹۲/۸۶۷

الجواب ــــــــــ وھو الموفق للصواب ــــــــــ!

صورت مستفسرہ میں جنون کی کیفیت اور مجنون کے مفصل حالات تحریر نہیں کئے گئے ہیں کہ جنون مطبق ہے یا عارضی وحادث علاج ومعالجہ کیا گیا ہے یا نہیں اور آئندہ علاج کرانے سے صحت کی توقع ہے یا نہیں؟ اگر معالج نے دیکھا اور علاج کیا ہے تو اپنے تجربات کی روشنی میں اس کا کیا مشورہ ہے۔ جب تک یہ ساری باتیں تفصیلی طور پر معلوم نہ ہوں گی۔ فسخ نکاح کا حکم نہیں دیا جاسکتا ہے۔ اگر آئندہ اس کی صحت کی قطعی امید نہیں اور اس کے ہوش وحواس درست نہیں ہیں اور جمیلہ عدم نان ونفقہ کی بناء پر مجبور ہو رہی ہے تو دارالقضاء ادارۂ شرعیہ میں فسخ نکاح کی باضابطہ درخواست پیش کرے۔

محمد فضل کریم غفرلہ الرحیم رضوی، خادم دارالافتاء ادارۂ شرعیہ بہار، پٹنہ ۶
کتبہ
۸/۱۲/۷۰ء